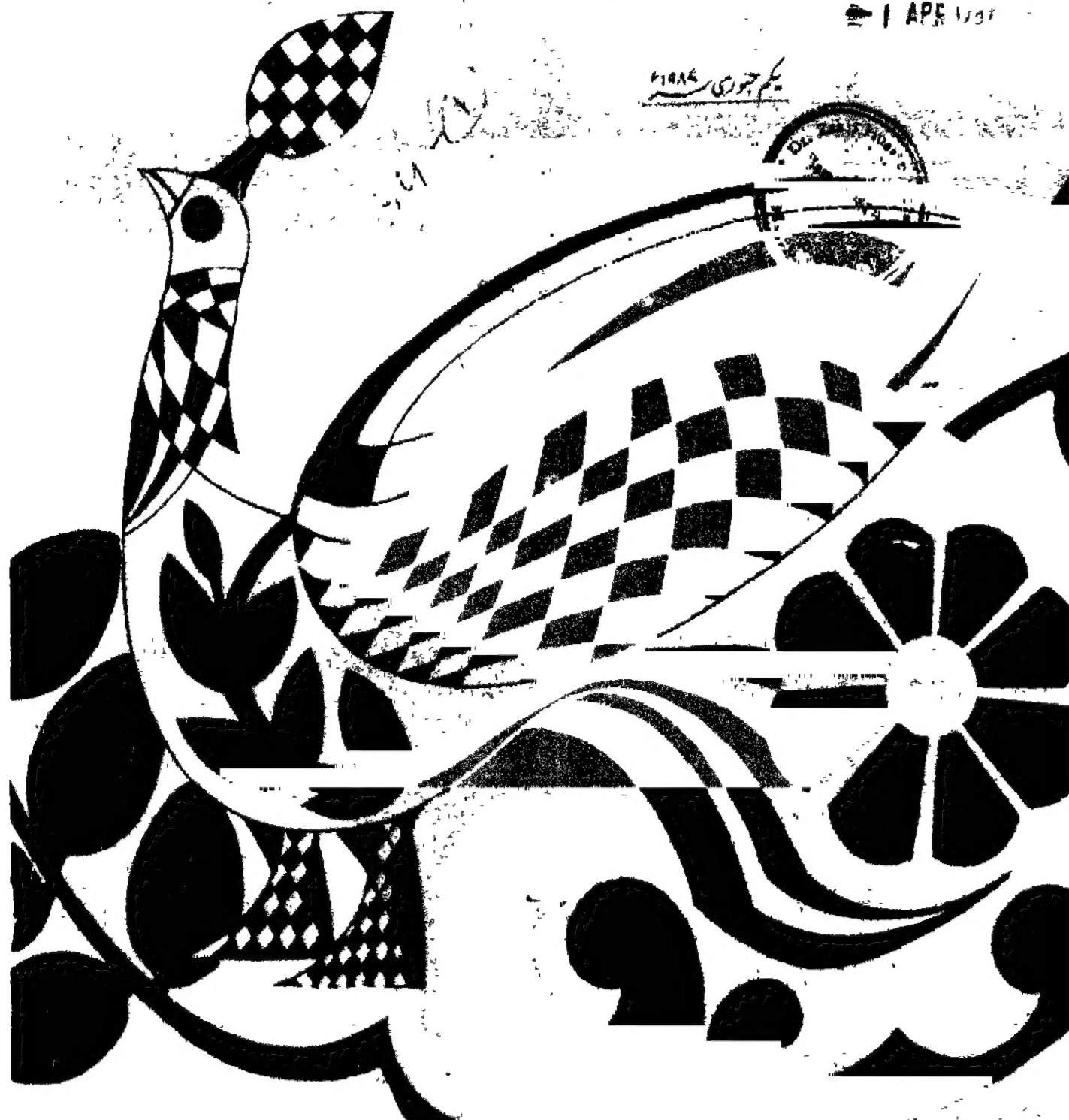


میری بنگال

1 APR 1931

پیم جوی



شرح خریداری

قیمت : بارہ پیسے فی پرچہ * سالانہ : تین روپے

ترسیل زر کا پتہ :

بزنس بینکر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۲۳۔ آرا این، مکھرجی روڈ۔ کلکتہ۔ ۷۰۰۰۰۱

پندرہ روزہ مغربی بنگال

مدیر اعلیٰ : پرمیتن بھٹا چارمیہ
مدیر : دھرمندراناتھ دت
مدیر معاون : محمد اعظم

جلد نمبر ۳۳ * یکم جنوری ۱۹۸۷ء * شمارہ نمبر ۱



وزیر اعلیٰ مشری جیوتی باسو، ۲۳ دسمبر ۸۶ء کو کلکتہ سٹیٹ بینک میں
'بیت الحجاج' کے سنگ بنیاد کی نقاب کشائی کرتے ہوئے۔ تصویر از: دعوتِ گوش



نصب العین، سماجی تشکیلات کی پر وزیر اعلیٰ کا اظہار خیال

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے حال ہی میں انڈین اسٹیٹسٹیکل انسٹی ٹیوٹ، کلکتہ کے زیر اہتمام منعقد ایک مذاکرہ میں شرکت کی اور وہاں تقریر کی۔ وزیر اعلیٰ کی تقریر کا مستند اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

آج صبح یہاں آپ لوگوں کے درمیان مجھے بڑی مسرت حاصل ہو رہی ہے، اور میں اس مذاکرہ میں شرکت تمام لوگوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس مذاکرہ میں آنے میں میں کچھ بہن و پیش کر رہا تھا کیوں کہ میں خود کو عالموں اور دانشوروں جو اپنے اپنے طبقہ میں ماہرین ہیں، اس کے درمیان پاؤں گا۔ لیکن میرے دوستوں نے مجھے یہاں آنے کی ترغیب دی انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ یہاں مختلف سیشن میں نہ صرف فلسفہ پر مضامین پڑھے جائیں گے اور فلسفہ پر گفت و شنید بھی ہوگی بلکہ یہاں اس موضوع یعنی "مطلع نظر سماجی تشکیلات اور تغیراتی" سے رونما ہونے والے عملی اطلاق کے مسائل پر گفت و شنید ہوگی۔

ڈاکٹر اشوک موہن، ڈائریکٹر آئی۔ ایس۔ آئی نے ابھی ابھی کہا (اور یہ اچھا ہی ہوا کہ انہوں نے ایسا کہا) کہ آج بعض جگہوں میں فلسفہ کو آہستہ آہستہ پس منظر میں ڈال دیا جا رہا ہے۔ اور انہوں نے آج کے سماج میں فلسفہ کی مناسبت کی صحیح طور پر نشاندہی کی ہے۔ بہ مناسبت ہے اخاص طور پر ہم جیسے لوگوں کے لئے جو سماج میں ابلا شہبہ ہمارے نظریے کے مطابق بنیادی تبدیلی لانے کے لئے سماجی تغیر لائی کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کام پر عمل پیرا ہیں۔ مارکسٹ ہونے کے ناطے میں نہ صرف معاشی یقوری کا بلکہ عمرانیات، اتوار یخ اور فلسفہ کا بھی مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ ہم جس فلسفہ کی تقلید کرتے ہیں ہو سکتا ہے یہ ضروری نہیں یہاں موجود تمام ازم و اوسم سے اس سلسلے میں متفق ہوں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ جیسا کہ برسوں قبل مارکس نے کہا تھا کہ فلسفیوں نے اس دنیا کا فشریخ کیا ہے لیکن اہم نقطہ اسے تبدیل کرنے کا

ہے۔ لیکن یہ تبدیلی ایسا کہ تمام مارکسٹ مفکروں نے کہا ہے کہ تواریخ اور سماج کی صحیح یقوری کے بغیر لائی نہیں جا سکتی۔ اگر آپ انقلابی بننا چاہتے ہیں تو اس کے لئے نہ صرف آپ کو معاشی نظریات اور فلسفہ کی بلکہ تواریخ کی بھی صحیح تاخر کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

لیکن اس مختصر وقت میں میں اس نکتہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ میں یہ محسوس کرنا ہوں کہ دانشوروں اور ماہرین کی ایک موجودہ سماج میں، اس کی تواریخی اور سماجی، معاشی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان نتائج کے اطلاق کے لئے گفت و شنید کرنی چاہئے۔ دانشورین اور ماہرین اس سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دے سکتے ہیں (اور یقیناً وہ ایسا کر سکتے ہیں کیوں کہ وہ اپنے میدان میں ماہر ہیں اور مختلف پسلوں کا فائر مطالعہ کرتے ہیں اور ایک نتیجہ تک پہنچتے ہیں)۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ دانشور اور ماہرین اور حکومت اور سیاسی پارٹیوں جو سماج میں تبدیلی لانا چاہتے ہیں، کے درمیان تعاون کو برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا نتیجہ غر اور ہوگا جس نکتہ کو تسلیم کیا جائے گا یہ ایک مختلف بات ہے۔ لیکن ہم ماہرین سے تحقیق کرنے والے اسکالروں سے جو سماج سے الگ تھلک نہیں ہیں، یہ بات معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان کے مشورہ کو کافی اہمیت دیں گے۔ یہ تو ہم لوگوں کا فرض ہے کہ تمام دستیاب معلومات کا مطالعہ کریں اور ان کا جائزہ لیں اور پھر سماج کی تغیراتی کے لئے اور ہر ممکن میدان میں لوگوں کے درمیان ایک وضعی تبدیلی لانے کے لئے حسب ضرورت نئے اقدامات کریں۔ میں اس سمپوزیم کے موضوع پر اپنے نظریے کا ایک خاکہ اختصار

کے ساتھ آپ لوگوں کے سامنے پیش کر دیں گے۔ یہ بری پارٹی۔ ہندوستان کی کیونٹ پارٹی (اگر کسی کا بھی نظر ہے۔ میں ایک عام فاکر پیش کر دینا اور چند باتوں کا ذکر کروں گا اس صورت حال کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آزادی کے ۳۳ سال کے بعد بھی اتحاد ایک جیسی قومیت زبان و فیرو کے مسائل سے وابستہ مضمومات پر ہمیں گفت و شنید کرنی پڑی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جو ہمارے سامنے درپیش ہے۔

اس مسئلے پر مجھے ہندوستان کا قومی مسئلہ کہتے ہیں اور سماجی تشکیل اور تفریق کے سے وابستہ مسائل پر آزادی سے قبل میں کافی گفت و شنید ہوئی۔ برٹش سامراجیت کے خلاف جدوجہد کے دوران ایک بات بہت نمایاں طور پر ابھری اور وہ برصغیر ہندوستان کے لوگوں کا جو مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی زبانیں مختلف ہیں جو مختلف مذاہب کی پیروی کرتے ہیں، مستحکم اتحاد تھا۔ ہندوستان کے تمام اس بات پر متفق تھے کہ ان کا پسلا فرض برٹش سامراجیت سے خود کو آزاد کرانا ہے اور عوامی اتحاد کا گویا ایک دھار تھا۔ برٹش حکومت کے جذباتوں کے بعد غریب کے ذریعہ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ معدوم قومی حقیقت کی وجہ سے یہاں تفرقہ موجود ہے۔ اس طرح ہندوستانی قومیت کے دائرے میں قومی سلیب آباد ہیں۔ یہاں مختلف نسلوں کے لوگ بھی آباد ہیں جنہوں نے اب تک اپنی مثالوں اور آرزوؤں کا اظہار نہیں کیا ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس طرح کے چھوٹے چھوٹے فرقے کے لوگ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آباد ہیں۔ ایک طرف قومی جدوجہد کا نمودار ہونا اور دوسری طرف اس تفرقہ کی موجودگی اور ان ہی ہندوستان میں موجود تھے۔ تاریخ کے دھارے یہ بتاتے ہیں کہ کسی طرح مختلف لسانی جماعتیں جو اپنے اپنے نمایاں علاقوں میں رہتی ہیں نمودار ہوئیں۔ ابتداء سے تو وہ سب وہاں نہیں تھیں۔ یہ ایک تاریخی ترقی ہے۔ جدوجہد آزادی میں اس ترقی کو زیر غور رکھا گیا۔ اس پر سب پر بحث و مباحثے ہوئے لیکن اسے پس منظر میں ڈال دیا گیا کیوں کہ آزادی کے لئے جدوجہد میں سامراجیت کے خلاف اتحاد نے دیگر تمام امور کو دبا دیا تھا۔ اس وقت بھی بہت سارے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ آزادی کے بعد یہ مسائل پیش پیش رہیں گے۔ بلاشبہ ہم لوگوں نے ہندوستانی وحدت حال کی بابت اپنے مطالعہ سے اور سودیت روس میں رونما ہونے والے

واقعات سے مستفاد حاصل کرتے ہوئے ایک کثیرالغواشی ملک کے باشندہ ہونے کے ناطہ، چند تجویز پیش کرنے کی کوششیں کیں۔ نیز ہم لوگوں نے قومی سوال پر لکھی ایک مجلس، یعنی ہندوستان کی بہت ساری قزروں کا مطالعہ کیا تاکہ ہم قومیت کے مسئلہ کو سمجھ سکیں اور ہمارے ملک کے موجودہ حالات میں انہیں منطبق کر سکیں۔ ہم لوگوں نے اس وقت یہ کہا تھا کہ بڑی لسانی جماعتوں (جنہیں ہم اپنی اصطلاح میں قوم کہتے ہیں) کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی لسانی جماعتیں بھی ہیں، آزادی کے بعد جن کی طرف دھیان دیا جانا چاہئے، خاص کر ہمارے ملک مذہب کی بنیاد پر منقسم ہو گیا۔ اس بات کا ہم آزادی کی جدوجہد کے دوران تصور بھی نہ کر سکے۔

آزادی کے بعد کچھ عرصہ کے لئے ہم نے اس صورت حال کو تسلیم کر لیا تھا کہ لسانی طبقے کو جنہیں قوم پرست کہتے ہیں، جو خاص طور پر ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں آباد ہیں، اپنے سلسلہ میں فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے اور اس حق میں ملک سے الگ ہو جانے کا حق شامل ہے۔ ہم نے سودیت تجربہ کو منطبق کرنے کی کوشش کی۔ روس میں انقلاب کے بعد یقیناً لینن نے مثال کے طور پر اسودیت روس کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا اور یقیناً نے کہا کہ اسے الگ ہو جانے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح ناروے، سویڈن اور آئرلینڈ کے معاملہ میں بھی مارکسٹوں نے الگ ہو جانے کے حق کو تسلیم کر لیا۔ لیکن بد قسمتی سے اپنے حالات کو اور صورت حال کا ٹھوس جائزہ لئے بغیر سودیت تجربات کو میکاٹنیکی طور پر منطبق کرنے کی کوششیں کر کے ہم لوگوں نے چند غلطیاں کیں۔ سودیت مثال کی وجہ بہتر مثال نہیں ہو سکتی کیوں کہ زار شاہی کے زمانے میں وہاں کی ایک الگ تاریخ تھی اور صورت حال کے پیش نظر سودیت یونین نے اپنے دستور میں افتراق کے حق کو جگہ دی ہے۔

لیکن کیا اس حق کو روک دینا چاہئے یا نہیں اس بات کا اظہار پروتاریاتی انقلاب کے مفادات اور محنت کش طبقہ کے اتحاد کی بنیاد پر ہے۔ کچھ عرصہ کے لئے ہمارا یہ خیال تھا کہ ناگالینڈ، جموں و کشمیر اور اسی طرح کے دیگر علاقوں کو، جو قومی دھارے میں خود کو سمجھ نہیں سکتے، الگ خلیق رہنے کی اجازت دی جانی چاہئے۔ لیکن آپ لوگوں کو یہ بات معلوم ہے کہ مارکسٹ اپنے تجربات کے گہرے مطالعہ کی بنیاد پر دیکھتے ہیں اور اپنی اصلاح آپ کرتے ہیں اور ہم نے اپنی پارٹی کی ساری قوتوں کا ٹھوس

ہی اس بات کا ذکر کیا کہ الگ ہو جانے کے حق کا اطلاق ہمارے ملک پر نہیں ہوتا بلکہ
وہ ملک کس قوم کی مختلف تعمیرات اور دیگر پہلوؤں سے اچھی طرح واقف
ہے، تاہم اگر وہ اپنے ملک کے حالات اور تواریخ کا مناسب طور پر
جاننے والے قوہ غلطی کر سکتے ہیں۔ فوجی سوال پر ہندوستان کے
حالات اور فوجی ترقیت، سودیت یونین کے حالات کی طرح نہیں ہیں
بلکہ ہمارا ملک کثیر الاقوامی ملک ہے۔

ہندوستان میں یہ نعرہ کہ ہندوستان ایک قوم ہے، غلطی
طور پر صحیح ہے۔ اس وقت تو یہ صحیح تھا جب ہم لوگوں نے برٹش سامراجیت
کا مقابلہ کیا۔ لیکن اگر ہم اپنی تواریخ کا تجزیہ کریں تو ہم یہ دیکھیں گے کہ
مختلف لائی جماعتوں اور قومیت کے لوگ، جو وہاں موجود تھے، کوئی
خاص اہمیت کے حامل نہ بن سکے۔ سامراجیت کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے
پر رہنمائی کرنے کی ہمارے کوششیں ان کی انفرادی خصوصیات کی شکایا
نہیں کیں۔

آزادی کے بعد اور تقسیم کے بعد بھی ہندوستان ایک
وسیع ملک ہے اور یہاں مختلف زبانوں کے لوگ آباد ہیں۔ اس کے ساتھ
ایسا جتنی جاتی جماعتیں بھی ہیں جنہوں نے اب اولیٰ انعامی بدقسمتی سے
یہ جماعتیں برٹش سامراجیت کے خلاف جدوجہد میں قومی دھارے میں
مقابلہ نہ کر سکیں۔ (یہ ساری غلطی ہے ہمارے سیاست دانوں کی غلطی
ہے جو انہیں اپنے ساتھ لے جانے کے لئے بھگانے لگے)۔ لیکن یہ خیال
کہ ہندوستان ایک کثیر الاقوامی ملک ہے اور جہاں برٹش کا نیا نیا حکمران
حکومت کر رہے ہیں بہت عام ہو چکا ہے۔ خاص طور پر کانگریس
پارٹی نے ۱۹۴۷ء میں اپنی ایک قرارداد ہندوستان جو متحد و آزاد
میں متحدہ قوم کو پیش نظر رکھا تھا اور اس بات کو بھی زیر غور رکھا تھا کہ آزادی
کے بعد کیا رونما ہونے والا ہے، اسی لئے زبان کے لحاظ سے لائی ریاستوں
کی تشکیل کو زیر غور رکھا گیا۔ اس وقت سبھی اس خیال کے حامل تھے کہ بقیہ
اختیارات زبانوں کو جو تمام کی جائزہ وال ہیں حاصل ہوں۔ بلاشبہ
یہ تصور ملک میں آباد مختلف قومیت کے لوگوں کی مساوات اور
خود اختیاری کی خواہش کی شکایت ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ زبانوں
کی بنیاد پر ریاستوں کی از سر نو تشکیل کی فحش ایسا بات میان کرتی ہے کہ
اس سلسلے میں بھارتی اور غیر بھارتی دونوں صحیح ہیں۔ لیکن جو ذرا یادہ لوگ

جو وہاں برسرِ اقتدار آئے اس لحاظ کو اچھی طرح سمجھ نہ سکے۔ اس مسئلہ
کے سلسلے میں ان کے خیالات مبہم تھے۔ اس لئے ریاستوں کی لائی از سر نو
کے سلسلے میں مسائل کا مقابلہ کرنا پڑا اور اس سلسلے میں غیر ضروری خون خرابہ
بھی ہوا۔ ان اصولوں کو جنہیں قومی سربراہ تسلیم کر چکے تھے ان کا
طور پر عملی جامہ پہنایا نہیں گیا۔ بعد میں قومیت، نسلیاتی جماعتوں اور
دیگر اقلیتوں کے مسائل سے چشم پوشی کا خطرناک رجحان نمودار ہوا۔

اختیارات کی لامرکزیت، مناسب مرکز۔ ریاست تعلقات، وطنیت
کے اصولوں کو مناسب طور پر سمجھنا، یہ باتیں قابل غور بن گئیں۔ ان پر
غور کرنے سے کوئی بھی ہندوستان کو مرکز در بنائی ہے۔ اس لئے آج بھی
قومیت کے مسائل کی بابت واضح معلومات ہونے چاہئیں کہ اس
کے بغیر ہم منقسم کرنے والے رجحانات اور فریکیں کا جو غلط راستہ
چلاتی جا رہی ہیں، ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارا افسوسناک تجربہ ہے کہ
ایک صحیح راستہ پر گامزن ہونے کی بجائے زیادہ سے زیادہ اختیارات
کو مرکز کے ہاتھوں مرکز کر دیا گیا۔ ہمارا دستور دہائی ہے لیکن یہ
در حقیقت زیادہ سے زیادہ وعدہ دانی بنا جا رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ
محاشی، سیاسی اور دیگر اختیارات مرکز کے ہاتھوں مرکز ہوتے جا
رہے ہیں۔ یہ باتیں اس وقت کچھ حد تک کارآمد ہوں جب مرکز میں
اس کے ساتھ ساتھ ریاستوں میں ایک ہی پارٹی برسرِ اقتدار ہو جائے
لیکن اب انتخابات کے ذریعہ ریاستوں میں چند دیگر پارٹیاں منتخب ہوتی جا
رہی ہیں اس لئے بہت سارے لوگ اب یہ سوچ رہے ہیں کہ ہمارے ملک
کو مستحکم بنانے کے لئے مرکز۔ ریاست تعلقات کو مناسب طور پر
مستحکم کیا جائے۔ ہم لوگوں نے اس موضوع پر اپنی رائے کا اظہار کر دیا۔
میں یہاں اس کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ ہندوستان نہ فوجی اور سطح طاقتوں
سے اور نہ اختیارات کی مرکزیت سے مستحکم بن سکتی ہے۔ ہندوستان
نیاہہ مستحکم اور زیادہ متحد بن جاتا ہے اگر ہم لوگوں کی مناسب فہم کو
سمجھیں اور ان کے جائز مطالبات کو تسلیم کریں۔ ان باتوں کے لئے اقتدار
کی لامرکزیت لازماً ہے۔ جب ہم شاندار میں برسرِ اقتدار آئے
تو ہم لوگوں نے سارے ہندوستان میں بھرت و مباحثہ کرنے کے لئے دھڑا
بٹھیں کیں۔ چند لوگوں کو اس دھڑاؤ سے اتفاق ہو سکتا ہے اور چند
دس سے متفق نہیں ہو سکتے، لیکن ہم لوگ بھرت و مباحثہ کے خواہاں

ہم۔ ہم لوگوں کا یہ خیال کہ اس موضوع کو سرپرست آنا چاہئے، کیوں کہ
آزادی کے متعدد برسوں کے بعد بھی غلط تعبیرات اور رجحانات نے لوگوں
کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔ بد قسمتی سے شروع شروع میں اس موضوع
کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی، لیکن بعد میں چونکہ انتخابات کے دن
قریب آ رہے ہیں اور ان انتخابات میں مرکز سیاست تعلقات ایک اہم
موضوع ثابت ہو گا، اس لئے مرکز نے یہ خیال کیا کہ مرکز - ریاست
تعلقات کے سلسلے میں سرکاری کمیٹی قائم کیا جائے۔

بہ قدم مرکزی حکومت نے اٹھایا تاکہ مرکز - ریاست تعلقات
انتخابات میں ایک مسئلہ نہ بن جائے۔ مرکز میں بعض افراد ان بحثوں
مباحثہ سے خوشی نہیں ہیں اور وہ اس موضوع کے سیاسی نظریہ
سے مطالعہ کرنے کی ہمت افزائی نہیں کرتے۔ ہم لوگوں نے اور چند دیگر
ریاستوں نے اپنے اپنے نظریے پیش کر دیئے لیکن مرکزی حکومت نے
اپنا نظریہ رتب کرنے میں کافی تاخیر کی، جبکہ سرکار یہ کمیشن اب بھی
اپنے فرائض انجام دے رہا ہے، ہم لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ انتخابات کو
زیادہ سے زیادہ مرکز بنانے کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ کیا
ایسے اقدامات ہندوستان میں اتحاد دیکھنے کے قیام کو فروغ دیں گے؟
بہت سارے قومی چھٹی کمیٹیاں قائم ہو سکتی ہیں لیکن جب تک کہ
مسائل کو ان کے مناسب پس منظر میں اچھی طرح سمجھ نہ لیا جائے،
غلطیاں ہوتی رہیں گی اور غلط اقدامات اٹھائے جائیں گے۔

اب میں ایک اور نقطہ کی طرف آپ کی توجہ مرکوز کرانا
چاہتا ہوں۔ اگر ایکسانی یا نسلی جماعت کو ایک خاص علاقہ میں اپنی
ریاست قائم کرنے کی اجازت دی جائے تو اقلیتوں سے وابستہ تمام
مسائل مل نہ ہو جائیں گے کیوں کہ ایسی ہر ریاست میں چند اقلیتیں
بھی ہوں گی اور جن کی دیکھ بھال کو نا لازمی ہو گا۔ اس لئے بد وجد
آزادی کے دوران ہم لوگوں نے لوگوں کو یکجا کرنے کیلئے توجہ میں لگتی
کو فروغ دیا۔ اس کا اچھا خاصہ اثر ہوا، کیوں کہ اس نعرہ "توہ میں
یک جہتی" میں تمام خاصہ کو شناخت کر لیا گیا تھا۔ اب اگر مرکزی
حکومت صحیح راستہ پر گامزن نہ رہے اور ہندوستان جیسے وسیع
ملک میں لوگوں پر اعتماد کے بغیر اختیارات کو مرکوز کرنے کی کوششوں کو
جاری رکھے تو ہم لوگوں میں شک و شبہ پیدا ہو جائے گا اور قومی اتحاد کو

خوشامد لاحق ہو جائے گا۔

ہم لوگوں نے اپنی اپنی کے دستور میں ریاست کے الگ ہونے
کے حق کو موضوع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ ریاستوں کو زیادہ سے
زیادہ اختیارات دینے کا مطالبہ کیا۔ نیز چند ریاستوں میں اسم نے یہ
فہمیں کیا کہ، متعلقہ علاقوں میں رہنے والے سانی جماعتوں کی تشکیل
کی جا سکتی ہے۔ ایسے معاملوں میں ہم یہ کوشش کریں گے کہ اپنی حیثیت
کے مطابق ان جماعتوں کی تنہاؤ کو پورا کیا جائے، اور انہیں ریاستوں
کے اندر خود اختیارات دے دی جائے۔ دارجلنگ کے پہاڑی علاقوں
میں اگر رکھا لینڈ کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے، عرصہ دراز سے ہم لوگ اس
بابت کھربا کر رہے ہیں کہ ریاست مغربی بنگال کے اندر دارجلنگ میں
نیپالیوں کو خود اختیاری دے دی جائے۔ اس سلسلے میں ہم لوگوں نے
نئی پہاڑی سب ڈویژنوں میں علاقہ کی غیر اخلاقی حالت اور آبادی کی کثرت
کو پہاڑی لوگوں کی زبان کو، ان کی ثقافتی انفرادیت اور ان کی آرزوؤں
کو زیر غور رکھا۔ ہم لوگ اسی بات کی بھی دلالت کر رہے ہیں کہ دستور
کے انہیں شیعہ پول میں نیپالی زبان کو شامل کر لیا جائے۔ پارلیامنٹ
میں ہمارے ممبران پارلیامنٹ نے بھی اس سوال کو اٹھایا لیکن مرکزی
حکومت نے اس تحریک کی مخالفت کی۔ اگر مناسب وقت پر چھ اقدامات
کئے جائیں تو بعد میں بہت خطرات سے ہم محفوظ رہیں گے، لیکن مرکزی
حکومت تاخیر سے اقدامات کرتی ہے اور مسائل کو پہلے پیچیدہ بنا دیتی ہے
پنجاب کے مسئلہ کو جس طرح حل کرنے کی کوشش کی گئی، وہ اس سلسلہ
میں اس کی ایک مثال ہے۔ اسی طرح دارجلنگ کے معاملہ میں بھی
ہمارے مسلسل مطالبات کے باوجود کچھ بھی نہیں کیا گیا، اور اب ایک
جماعت بنام گوردی قومی آزادی محاذ نے انتہائی طرز اختیار کیا اور بہت
جذبات کو ابھارنے کے لئے تواریخ اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے
اور نیپالیوں کو غیر نیپالیوں سے الگ خلک رکھنے کا کام شروع کر دیا۔ ان
لوگوں نے گوردی لینڈ کو تسلیم کرنے کے لئے اقوام متحدہ کو اور
دنیا سے اپیل کی۔ یہ قوم یقیناً غم و شمن ہے اور اس کی تائید نہیں کی
سکتی۔ لیکن حکومت ہند نے اس تحریک کو غم و شمن اور غلط سمجھا
فرا دینے سے انکار کر دیا۔ جی این ایل این کے کہنے کے مطابق یہ بد
معاشری ترقی کے لئے جدوجہد نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ وہ سب کہتے ہیں

بندہ جو جمہوریت کی طرف سے، یعنی ان کے وطن کے لئے جدوجہد ہے۔
 مغربی بنگال کو تقسیم کرنے اور بنیالیوں کو غیر بنیالیوں سے الگ رکھنے
 کی کوشش کی خطرناک پیچیدگیوں سے ہم لوگوں کو سیاسی طور پر
 آگاہ کر رہے ہیں۔ ہم اس بات کو عیاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں
 کہ اس اصرار سے سب سے زیادہ نقصان بنیالیوں کو پہنچے گا۔ پارک
 اور میدان علاقوں میں رہنے والے بنیالی اس رجعت پسند تحریک کی
 مخالفت کر رہے ہیں۔ لیکن حکومت ہند کے مشکوک رویے ہمارے
 لئے مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔

تری پورا میں قبائلیوں کے لئے خود اختیاری کاؤنسل قائم کی
 گئی۔ ان کاؤنسلوں نے تمام مسائل کو حل نہیں کیا، لیکن ان کا قیام ایک
 صیغہ نام ہے۔ تری پورہ میں صورت حال بہت شدید بن چکی ہے۔
 تقسیم ہند سے قبل وہاں قبائلیوں کی اکثریت تھی لیکن آج وہاں بنگالہ
 بولنے والے لوگوں کی آبادی بڑھ چکی ہے۔ ہم اس مسئلہ کو سمجھتے ہیں۔
 قبائلیوں کے درمیان ہم کافی مقبول ہیں اور اس لئے ہم نے ان کے لئے
 زیادہ سے زیادہ مراعات فراہم کی اور اس طرح بنگال کی اکثریت اور
 بنیالیوں کے درمیان ہم آہنگی اور فرسنگائی قائم ہے۔ لیکن یہاں اب
 بھی ایسی ایک جماعت ہے جو نرہ آزمیہ ہے اس کی وجہ فسط
 مجبوری اور رجعت پسند سیاسی سوچ و چار ہے۔ انہیں تری پورہ میں
 آباد چند طاقتوں سے امداد اور سیاسی تائید فراہم کی جا رہی ہے۔
 ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارا عمل بالکل صحیح ہے اور یہی اتحاد کا بنیاد
 ہے۔ اگر ہم قبائلیوں کو ان کے جائز حقوق اور تمناؤں سے محروم رکھیں
 گے تو ہم اس مسئلہ کو کبھی حل نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ غیر سیاسی معاشی
 برقی کو ذکر کریں تو اس سے کوئی خاص مدد نہیں ملے گی۔ معاشی ترقی
 تو ہم ہے۔ ہندوستان کی نصف آبادی غربت کی سطح سے بھی نیچی سطح
 پر زندگی گزار رہی ہے۔ ایسی صورت حال کا یہ مطالبہ ہے کہ محروم
 طبقوں کے لوگوں کی خصوصی دیکھ بھال کی جائے تاکہ رجعت پسند
 نظریات اندر سے اور باہر سے اپنا سر نہ اٹھا سکیں۔

بنگال کے مخالفین یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ بانگلوڑ یا پروڈیا
 پر گزرتے زیادہ معاشی لحاظ سے پسماندہ ہے۔ لیکن گورکھ
 کے علاقے اور ہمارے سیاسی مخالفین ایک منہج شدہ اور غلط

تصور پر مشبن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح وہ ایک غلط عمل
 کے خواہاں ہیں۔ چونکہ ہم سماج کے محروم طبقوں کے کاؤنک تائید کرتے
 ہیں اس لئے ہمیں پہاڑی لوگوں پر اس بات کی تشریح کرنی پڑی کہ
 ان کے درمیان کوئی تعزینی نہیں ہے اور بنیالیوں، قبائلیوں، بنگالیوں
 اور دیگر فرقوں کے لوگوں کے لئے ہماری جدوجہد مفاد پرستوں اور سرمایہ
 دارانہ جاگیردارانہ نظام کے خلاف ہے۔ ہم ایک ساتھ مل کر انہر
 بنیالیوں کے لئے لوگوں کو درمروں سے الگ تنگ کر کے اس کام
 کو انجام دے سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بات بھی ان پر عیاں
 کر رہے ہیں کہ ہم نے ریاست کے اندر ان کی علاقائی خود اختیاری کے
 حق کی تائید کی ہے۔ یہ تو صرف اس وقت جب چند شرائط پورے ہو
 جائیں گے ریاست کے اندر خود اختیاری کا حق ایک صحیح مطالبہ بن
 جائے گا۔ لیکن ہمیں پروڈیا ریت اور محروم طبقے کے لوگوں کے مفادات کو
 پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اگر محنت کش طبقہ اور سماج کے محروم طبقے کے
 لوگ منقسم ہوں، اگر قبائلیوں کو دیگر طبقوں سے الگ رکھا جائے تب
 ہم کیا بنیادی تبدیلی لانے کے لئے ہماری جدوجہد کو جاری رکھ سکیں
 گے؟ ایسی تقسیم ہمیں فوراً منسوخ کرنی ہے اور اس لئے ہم لوگ
 اتحاد اور یک جہتی کو اولین اہمیت دیتے ہیں اور ہماری بنیاد کو خدشہ
 لاحق ہو جائے گا۔ ملک کے اتحاد اور یک جہتی کے کاؤنک کے لئے ہم لوگ
 خلوص اور بااندازی کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں۔ ہم لوگ کانگرس
 حکومت اور پارٹی کو اگرچہ ہمارے اور ان کے درمیان بہت سی باتوں
 کی بابت اختلاف ہے تاہم امداد کرتے ہیں کہ وہ آئیں اور ہم سب
 مل کر اتحاد اور یک جہتی کے سوال کو حل کریں۔ رہے وہ ہماری تائید
 کرنے کو مجبوری نہیں سمجھتے تاہم ہمیں اس کے لئے جدوجہد کرنی ہے۔
 کیونکہ اپنی تمناؤں کو پورا کرنے کے لئے یہ ہم سبوں کی محنت کش
 طبقہ کی جدوجہد اور عام لوگوں کی جدوجہد کو بری طرح متاثر کر رہا ہے
 ان باتوں کے باوجود ایک اور خدشہ بھی ہے۔ ہم لوگ
 پیچ پیچ کر یہ کہتے آ رہے ہیں کہ برصغیر اندرونی تقسیم یعنی مذہب
 ذات پات، نسل، زبان و غیرہ کی بنیاد پر تحریک اور منقسم کرنے والی
 تحریک نہیں ہے جو رونما ہو رہی ہے، اسے بیرونی امداد فراہم کی جا رہی
 ہے۔ دنیا میں بہت سارے سامراجی ممالک ہیں جو ہندوستان کو

ترقی کا راہ پر گامزن دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ دنیا میں چین کے بعد
 ہندوستان میں سب سے زیادہ آبادی ہے، اور ہندوستان
 نادار بہتہ قریب ایک سو کروڑ مرگرم رہ رہے ہیں۔ آج کی عالمی صورت حال
 میں اس قریب ایک سو کروڑ مرگرم رہ رہے ہیں۔ آج کی عالمی صورت حال
 کو بہت بات پسند نہیں ہے اور وہ سب اپنے اپنے ملکوں کے ذریعہ جار
 ملک میں عدم استحکام لانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ ہم لوگ
 عرصہ دراز سے مرکزی حکومت سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آسام اور
 پنجاب میں سامراجی ممالک ہماری مشکلات سے ناجائز فائدہ اٹھا
 رہے ہیں۔ ہماری سرحد پر پاکستان سے ہمیں فتنہ لاحق ہو گیا
 ہے نہ صرف اس لئے کہ یہ تحریک پسندوں کی مدد کر رہے بلکہ اس
 لئے کہ امریکی سامراجیت نے اسے جدید اسلحہ جات سے مسلح کر دیا
 ہے۔ تمام مہمان وطن کو جو کس رہنا چاہئے اور پنجاب کے مسئلہ کو حل
 کرنے میں مدد کرنا چاہئے

ہندوستان میں لسانی کی شکل اور مرکز۔ ریاست تعلقات
 کے سوال کا ایک بار پھر ذکر کرتے ہوئے میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ
 اگر آپ کو لوگوں پر اعتماد نہیں ہے تو اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کی
 جاسکتا۔ اس لئے ریاستوں کے ہاتھوں زیادہ سے زیادہ اختیارات
 منتقل کرنا کافی اہمیت کا حامل بن چکا ہے، کیونکہ صرف اس قدم سے
 ہندوستان مستحکم ہو سکتا ہے۔ چند ایسے کام ہوتے ہیں جنہیں
 مرتکز کرنا حکومت ہی (چاہے کوئی بھی اس وقت سربراہ اقتدار ہو)
 پورا کر سکتی ہے اور ہم اس بات پر رضامند ہیں کہ مرکزی سرگرمیوں
 کے تحت چار پانچ اقدامات ایسے ہیں جنہیں مرکز کو پائے تکمیل تک
 پہنچانا ہے۔ لیکن دستور کے مطابق ہیں ریاستی حکومتیں (جو بھی پارٹی
 سربراہ اقتدار ہو اور اس کا فیصلہ تو ریاست کے عوام ہی کرتے ہیں)
 عوام سے قریب ہوتی ہیں اور اپنی پانچ سالہ منہور میں مقرر کردہ زیادہ
 تر پروگراموں کو پائے تکمیل تک پہنچانا پڑتا ہے اس لئے ان پر یقین کرنا
 چاہئے۔ اپنی اطلالہ آزادی از زیادہ اختیارات اور زیادہ اقتدار
 دینے چاہتیں۔ سامراجی اور مذہبی کامیاب نہیں ہو سکتے اگر ہم ملک
 کے اندر ایک صحیح پالیسی پر عمل کریں تو وہ لسانی اور لسانی قوموں کو اپنے
 سرعت میں نہیں لا سکتے۔ اسی لئے ہم یہ کہتے ہیں کہ محنت کش لوگوں

کاسب سے اہم فرض یہ ہے کہ مرکز۔ ریاست تعلقات کے لئے
 جدوجہد کرتے ہوئے تفریق پسندوں اور جاہلانہ وطن پرستی کو گھبراہٹ
 مقابلہ کریں۔ یہ ایک ہمیں سمجھنا چاہئے کہ ایک الگ ریاست کی تشکیل
 سے تمام بنیادی مسائل جیسے پس ماندگی، بے روزگاری، غربت وغیرہ
 حل ہو جائیں گے۔ لیکن ریاست کے اندران کے مسائل، ان کی ثقافت
 کو زیرِ غور رکھنا ہوگا۔ ہم لوگ جو ہندوستان میں ایک بنیادی تبدیلی
 لانے کے لئے اور استحصال کے خلاف سماجی تحریک کے لئے جدوجہد کرتے
 ہیں، اقلیتوں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے محنت کش لوگوں کے
 اتحاد پر زور دیتے ہیں۔ یہ بڑی فہم سمجھ کی بات ہے کہ ہندوستان میں
 ذات پات کی بنیاد پر لوگ تقسیم ہوتے جا رہے ہیں۔ محنت کش
 طبقوں میں تمام ذاتوں — برہمن، سندھ، شیڈیولڈ کاسٹ و
 ٹرائب وغیرہ کے لوگ آتے ہیں۔ اس لئے محنت کش طبقہ اور عام
 لوگوں کے اتحاد کے لئے جدوجہد کی جانی چاہئے تاکہ ایسا سماج قائم
 کیا جاسکے جہاں روزگار اور نشستیں فراہم ہوں۔ ہمارے شعرات
 بالکل میاں ہیں اور ان شعرات کو ہم عام لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔
 ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم فوری سیاسی یا انتظامی مفادات کے لئے اپنے
 اصولوں کی قربانی نہیں دیں گے، کیونکہ اس کی وجہ سے صورت حال اور
 بھی الجھ جائے گی لیکن ہمیں اس بات پر یقین ہے اور ہم ایسا دیکھتے
 ہیں کہ چند بارشیاں انہیں قربان کر دی ہیں۔ یہ ہم لوگوں کے لئے لازم ہے
 کہ ہم ان تمام وجوہ کو سمجھیں جو ملک کے چند علاقوں میں ملیں گی پسند
 عزیمتوں کی رہنمائی کرتی ہیں اور ان رجحانات کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے
 لئے صحیح علاج تلاش کرنے کے لئے جمعی طور پر کوششیں کریں۔ بڑے
 افسوس کی بات ہے کہ مرکز میں حکمران پارٹی اور مرکزی حکومت اس مسئلہ
 کا منہ مخاڑ اور مستقل حل تلاش کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔

میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نے آپ کا بہت وقت لیا
 میری تقریر کچھ طویل ہو گئی لیکن مجھے خوشی ہوئی کہ مجھے اتنے سارے
 دانشوروں کے سامنے اپنے خیالات کو ظاہر کرنے کا موقع ملا شکریہ!

زندگی بیک میں نہیں ملنی — زندگی بڑھ کے چھینی جاتی ہے
 مناجات

حکومت میں "بیت الحجاج" کا سنگ بنیاد

وزیر اعلیٰ شری حیویتی باسو نے رکھا

"ہم عوام کے خاص طور پر محنت کش اور غریب لوگوں کا دشواریوں۔ سماجی، سیاسی اور مالیاتی۔ سے واقف ہیں اور ہم انہیں دور کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ ہماری حکومت ان بچھڑے لوگوں کو ترقی کا راہ پر گامزن کرنے کے لئے اپنی بساط بھر ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ وزیر اعلیٰ شری حیویتی باسو نے ۲۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو ۲۷ دکن اسٹیٹ، پارک سرکس کلکتہ میں "بیت الحجاج" یعنی حج گھر کے سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر منعقدہ ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ "آج صبح یہاں بیت الحجاج کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس موقع پر ہم سب یہاں اکٹھا ہوتے ہیں اور یہ حج گھر بہت ہی جلد تعمیر ہو جائے گا۔ محترم محمد امین کھنڈرانی، چیئر مین حج کمیٹی، ممبئی، سے بہت سی اچھی اور سی باتیں معلوم ہوئیں۔ ممبئی میں حج گھر عام لوگوں کے جذبے سے تعمیر کیا گیا۔ یہ بہت ہی اچھی بات ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں اور اپنی ضرورت خود پوری کرتے ہیں۔ یہاں تو حج گھر تعمیر کیا جائے گا۔ عوام کے جذبے سے حاصل کردہ رقوم سے اس کے تعمیراتی اخراجات پورے کئے جائیں گے۔ اس تعمیراتی کام میں محرم امین صاحب کا ہم لوگوں کو تعاون حاصل ہوگا۔ یہاں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اور وہ حیرت کو یاد دہانی فراغت کو پورا کرنے کے لئے جلتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہندو بھائی گندھاس گریٹر تھ کیئے جاتے ہیں۔ ہم لوگوں نے ان کے لئے آمدورفت، عارضی رہائش، صحت عامہ اور دیگر سہولتیں فراہم کیں۔ اس طرح جب رقوم سے یہاں پاپا کے روم آئے تھے تو ان کے لئے ہم لوگوں نے بہتر انتظام

کئے تاکہ انہیں کسی قسم کی دشواری نہ ہو۔ مسلمان حج کو جاتے ہیں حج کو جانے والوں کے لئے ہم اپنے طور پر سہولتیں فراہم کرتے ہیں تاکہ زائرین آسانی سے حج کے لئے جا سکیں۔ اب ریڈ روڈ میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کی بات لیجئے۔ پہلے یہاں مسلمان میدان میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن بارش اور شبنم سے گھاس کے بھیک جانے سے ان کے لئے میدان میں نماز پڑھنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مسلمانوں کے نمائندوں نے میدان کی جگہ ریڈ روڈ سڑک پر نماز پڑھنے کے لئے ہم سے رجوع کیا۔ میں نے فوراً ان کی بات مان لی۔ یہ تو ایک دو گھنٹے کی بات ہے۔ چھاپاں ریڈ روڈ کی جگہ دوسری سڑکوں سے آمدورفت کریں گی اور اب باقاعدہ طور پر ریڈ روڈ پر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں ہوتی ہیں۔ اس بات سے تو سبھی واقف ہیں کہ ہمارے عوام کی اکثریت غریب ہے اور غریبوں کی دشواریوں کو دور کرنے کے لئے ہم حتی الامکان کوشش کر رہے ہیں۔ زیادہ تر زائرین حج، جہاز سے جانا پسند کرتے ہیں کیوں کہ جہاز کا کرایہ کم ہوتا ہے۔ لیکن حکومت ہند نے جہاز کی آمد رفت کے سلسلے کو اٹھادیا۔ اب کیوں کی گیا وہ مرکز ہی بتا سکتا ہے۔ جہاز کی جگہ اب ہوائی جہاز سے زائرین کو حج کے لئے جانا پڑتا ہے۔ لیکن ہوائی جہاز کا کرایہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اسے عا زائر ادا نہیں کر سکتے، نتیجہ کے طور پر وہ حج کو نہیں جاسکتے۔ اس لئے اس کے لئے ضروری ہے کہ ہوائی جہاز کے کرایہ کو اتنا کم کر دینا چاہئے کہ زائرین اس کے ذریعہ جاسکیں۔ اس امر پر مرکز کو غور کرنا چاہئے۔

عام لوگوں، محنت کشوں، کسانوں اور غریبوں کی فزولیا

زندگی کو پورا کرنے اور اپنی ترقی کے راہ پر گھومنے کرنے کے لئے ہم
 ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔ پسند لوگوں کے لئے بلا لحاظ
 مذہب و ملت، اور شہر و کلاں کا سٹوڈنٹس کی فلاح و بہبود کے
 لئے ہماری حکومت کی طرف سے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ مجھے
 اس بات کا افسوس ہے کہ آج بھی مسلمان تعلیم اور روزگار کے
 میدان میں پیچھے ہیں۔ ان کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے ہم
 کوششیں کر رہے ہیں۔ میں جی تقیم کے لئے وزیر اعلیٰ کے کونسل
 سے چند طلباء اور طالبات کو نامزد کرنا ہوں۔ ان میں مسلم اور غیر مسلم
 دونوں ہی طلباء آئے ہیں، لیکن میرے نامزد کردہ طلباء کو کلکتہ کے
 باہروالہ میڈیکل کالجوں میں جگہ ملتی ہے۔ کلکتہ کی ایک مسلمان لڑکی
 کا میرے کونسل سے بروہا میڈیکل کالج میں داخلہ ہوا۔ یہ لڑکی اپنی
 ماں کے ساتھ کلکتہ میں رہتی تھی اور ان لوگوں کی مالی حالت ایسی نہ
 تھی کہ لڑکی کی تعلیم کے سلسلہ میں بروہا میں اخراجات برداشت
 کرے۔ اس لڑکی کو مجبوراً میڈیکل تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ اس
 دشواری کے پیش نظر میں نے یہ انتظام کیا کہ میرے نامزد کردہ امیدواروں
 کے لئے کلکتہ کے میڈیکل کالجوں میں نشستیں مختص کی جائیں۔ یہ بڑی
 خوشی کی بات ہے کہ آج مسلمان لڑکیاں بھی تعلیم اور معاشی
 میدان میں آگے بڑھتی جا رہی ہیں۔ سرکار کی مہذرت میں بہت
 ساری مسلمان لڑکیاں ہیں۔ ڈیپو، بی۔سی۔ ایس کے امتحان میں بھی
 وہ بیٹھتی ہیں۔ ایسی برسر روزگار لڑکیوں کو کلکتہ کے جواہر میڈیکل کالج
 کرنے آتی ہیں خاص طور پر انہیں کی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
 ان کی اس دشواری کو دور کرنے کے لئے قریب ڈیڑھ سال قبل
 ہمیں سامنے تصفیہ تہ بابائے مزار کے پاس ان کے لئے ایک
 ہسپتال کی عمارت کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ تعمیراتی کام تھوڑے
 سے جلد کا ہے۔ پانچ منزل تک عمارت کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا
 ہے۔ اب پورا تعمیراتی کام بہت جلد مکمل ہو جائے گا۔ مجھے امید ہے
 کہ اس سے مسلم لڑکیوں کو کافی شہریتیں دیں گے۔
 اب میں موجودہ حالات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا
 چاہتا ہوں۔ آج جگہ جگہ سارے ملک میں تفریق پسند عناصر سر اٹھا
 رہے ہیں اور اسی کوشش میں برسر عمل ہیں کہ ہندوستان کو ٹکڑوں

ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایسے لوگوں کا مقابلہ کرنا ہے اور انہیں
 ہمیشہ کے لئے خاموش کرنا ہے۔ ہم سب متحدہ طور پر آگے بڑھ رہے
 ہیں اور متحدہ طور پر آگے بڑھتے رہیں گے۔ ہم جب باہر کے ملکوں میں
 جاتے ہیں تو ہمارے پاس پیسٹ ہیں ہماری شہریت ہندوستانی ہوتی
 ہے، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ اندرون ملک ہم گجراتی ہیں،
 ہمارا شہرٹی، ہماری، آسامی اور بنگالی ہیں۔ ہم سب سے پہلے
 ہندوستانی ہیں، اس کے بعد کچھ اور ہیں۔ آج مغربی بنگال کے علاقہ
 دیگر ریاستوں میں جگہ جگہ فسادات ہو رہے ہیں اور ایسے فسادات
 کے شکار زیادہ تر غریب طبقہ کے لوگ، ہندو اور مسلمان دونوں ہی
 ہوتے ہیں۔ انہیں لوٹ لیا جاتا ہے، ان کے گھروں کو جلا ڈالا جاتا
 ہے، ان کے ذرائع روزگار کو اجاڑ ڈالا جاتا ہے۔ لیکن مغربی بنگال
 ان تمام فسادات سے پاک ہے، اور اس کے لئے ہم یہاں کے لوگوں
 کے مشکور ہیں۔ یہاں بھی کوششیں کی جاتی ہیں، لیکن ہم عوام کے
 بڑے خدمتوں کے ساتھ ایسی کوششوں کو ناکام بنا دیتے ہیں۔
 مغربی بنگال میں مزدوروں میں غیر بنگالی زیادہ ہیں۔ وہ ہندوستان
 کے دیگر صوبوں سے بہت پہلے آئے، کام کرنے لگے اور یہیں مستقل
 طور پر مقیم ہو گئے۔ ان کی زبانیں مختلف ہیں لیکن وہ سب ایک ساتھ
 رہتے ہیں، ایک ساتھ اٹھتے، بیٹھتے ہیں اور اپنے دکھ سکھ میں
 برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ یہاں ایک خوشگوار اور فرخندہ وارانہ امن
 اور خیر سگالی کی فضا قائم ہے۔ دارجلنگ کے علاقوں میں ہمارے
 بنگالی بھائی، سن، بنگالی، بہاری، آسامی اور دیگر علاقوں کے بھائی بھائی
 کے ساتھ امن و امان اور پیار و محبت کے ساتھ رہتے ہیں اور ایک
 ساتھ کام کرتے ہیں۔ لیکن یہاں بھی چند شہر پسند افراد انہیں غلط
 راستہ پر ڈرانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ لیکن ہم سب ان کی ان
 ناپاک کوششوں کو ناکام بنا دیں گے۔ ہم عوام کی فلاح و بہبود، عوام اور
 ملک کی ترقی کیلئے اقدامات کرتے رہیں گے۔ یہی ہمارا اصول ہے۔
 ایک طبقہ کی فلاح و بہبود سے سارے ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی
 نہیں ہوتی۔ ہم جو کر سکتے ہیں وہ کرتے ہیں، عوام کے تعاون سے
 اپنی مالیاتی دشواریوں اور بندشوں کے باوجود ہم ترقیاتی اقدامات کو
 پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوششیں کرتے رہیں گے۔

اس بج گھر کے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب مغربی بنگال بج کمیٹی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی۔ اس تقریب میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو، اسپیکر جناب ہاشم عبدالحلیم، ڈپٹی اسپیکر جناب کیم الدین شمس، بج کمیٹی، ممبئی کے چیئرمین جناب محمد امین کھنڈوا، منشی ایم۔ ایل۔ لے جناب محمد نظام الدین، نائب منسٹر شری مونی سانیال، ریاستی حکومت کے وزیر عدلیہ اور مغربی بنگال بج کمیٹی کے چیئرمین جناب ابوالمنصور حبیب اللہ، اردو اخباروں کے مدیران اور دیگر معزز اصحاب نے شرکت کی۔

سب سے پہلے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے اس بج گھر کے سنگ بنیاد جسے انہوں نے رکھا، اکی نقاب کشائی کی اس کے بعد اس تقریب کے سلسلے میں منعقدہ ایک جلسہ کا تلاوت قرآن پاک سے آغاز ہوا۔ قاری محمد اسماعیل ظفر نے تلاوت کی۔ اس بج کمیٹی کے چیئرمین جناب ابوالمنصور حبیب اللہ نے اپنی تقریر میں سب سے پہلے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنی شرکت سے اس مجلس کو زینت بخشی۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ: اس جگہ کے شمال میں مسلمان لوگوں کے لئے ہاسٹل کی تعمیر کا کام ۷۷ فیصد تک مکمل ہو چکا ہے۔ اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ سال جولائی کے مہینہ سے یہاں مسلمان لوگوں کو رہائش کی سہولتیں فراہم ہوں گی۔ یہاں ایک سال کے اندر بج گھر کی عمارت کی ایک منزل کی تعمیر ہو جائے گی۔ اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ سال سے ہم یہیں سے تمام زائرین کو بنگا کر کے حج کے لئے لے جا سکیں گے۔ یہاں یہ بتاتے ہوئے مجھے بڑی مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ اس بج گھر کی تعمیر کے اخراجات زائرین حج اور عوام کے چندے کی رقم سے پورے کئے جا رہے ہیں؟

ان کے بعد ڈپٹی منسٹر شری مونی سانیال نے تقریر کی۔ انہوں نے اپنا تقریر میں کہا: یہ دیکھ کر مجھے کافی مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ زائرین حج کے لئے یہاں بج گھر کی تعمیر ہو رہی ہے۔ ایک بج گھر تو ممبئی میں اور دوسرا یہاں ہو گا۔ اس مشرقی ہندوستان کے زائرین کو کافی سہولتیں فراہم ہوں گی۔ میں دعا گو ہوں کہ یہ مقصد

کام جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچ جائے۔ یہاں مختلف مذاہب ان کے زبان کے لوگ آباد ہیں اور سب میل ملاپ سے رہتے ہیں۔ یہ قابلِ فخر بات ہے۔

اس کے بعد مقامی ایم ایل اے جناب محمد نظام الدین نے تقریر کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا: آج ہم سبوں کے لئے خوشی کا موقع ہے کہ یہاں زائرین حج کے لئے بج گھر کی تعمیر کی جا رہی ہے۔ سارے ہندوستان میں مغربی بنگال پہلی ریاست ہے جہاں حج خمر تعمیر کیا جا رہا ہے۔ آج سے ڈیڑھ سال قبل تعلق شاہ مزار کے پاس مسلم گزٹس ہاسٹل کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس ہاسٹل کی عمارت کی تعمیر پانچویں منزل تک مکمل ہو چکی ہے۔ یہاں میں ایک اور بات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں ان وہ یہ کہ یہ انوار پھیلانی جا رہی ہے کہ اردو اکیڈمی کے لئے حاجی محمد حسن اسکوٹر میں قطعہ آرائشی اثاثہ نہیں کئے جائیں گے۔ یہ غلط ہے۔ سنگ بنیاد تو رکھا گیا ہے۔ کارپوریشن اور رائٹس بلڈنگس کے درمیان اس قطعہ آرائشی کے لئے چند قانونی دشواریاں نمودار ہوئی تھیں جنہیں اب دور کر دیا گیا ہے۔ اب تعمیر کا کام جلد شروع کر دیا جائے گا۔ اس بج گھر سے زائرین حج کو بہت ساری سہولتیں فراہم ہوں گی۔ حج کے فارم جمع دینے، حج کو جانے، حج سے واپس آنے پر وہ یہاں عارضی طور پر رہائش کر سکیں گے۔ میرے حلقہ انتخاب میں اس بج گھر کی تعمیر ہو رہی ہے اور اس کے لئے میں وزیر اعلیٰ، بج کمیٹی اور عوام کو اپنی طرف سے دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب محمد امین کھنڈوا، چیئرمین، بج کمیٹی، ممبئی نے تقریر کرتے ہوئے کہا: میں آپ لوگوں کا شکور ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے اس مبارک موقع پر شامل ہونے کا موقع دیا۔ ممبئی میں تو بہت پہلے سے "بیت الحجاج" تعمیر کیا گیا۔ یہ بج گھر گویا ایک خواب کی تعمیر ہے۔ بج گھر بہت ہی عالی شان عمارت ہے اور اس کی تعمیر زائرین اور عوام نے کی۔ حکومت سے مدد نہیں لی گئی۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تعمیر کے لئے عربوں نے مدد کی لیکن یہ غلط ہے۔ اس بج گھر کی تعمیر پر اردو روپے خرچ ہوئے اور یہ رقم زائرین اور عوام نے بطور چندہ دی۔ آج یہاں مغربی بنگال میں

جی ایک بچہ گھر تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اس سے مجھے بڑی خوشی
 حاصل ہوئی ہے۔ ہم اس بچہ گھر کی تعمیر پر مالی تعاون کریں گے۔
 یہ بچہ گھر صرف زائرین بچے کے لئے ہی نہ ہوگا بلکہ یہاں سے ہم
 نے تعلیمی سہولتیں اور دیگر مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں
 گے۔ ہم اس کے لئے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت
 نہیں۔ ایک زائر کو الوداع کہنے کے لئے اس کے آٹھ دس افراد لگتے
 ہیں۔ اور کسی وجہ سے پندرہ بیس کروڑ روپے فاضل خرچ ہو
 جاتا ہے۔ اس بچہ گھر کے قیام کی وجہ سے اس رزم کی بھرت ہوگی
 اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ ہر ریاست میں ایسے مراکز قائم ہوں۔
 جبکہ اور مدینہ میں ۱۰۶ دیوبات تھے۔ ان میں سے بہت ساری
 دیوبات (قطعات آراضی) کو عین کر لی گئی۔ لیکن اب بھی ہمارے
 ملک میں بیس بائیس دیوبات ہیں۔ اس میں عمارت تعمیر کی جاسکتی
 رہے۔ اس سلسلہ میں "دیوبات سبل" قائم کرنا چاہئے اور اس کے
 شرابہ ریموڈ میں زائرین بچے کی دیکھ بھال کا کام سونپا جائے۔ بچے
 پر بھی فرض ہے۔ بچے کرنے والوں کو دو کپڑوں کا لباس پہننا پڑتا
 ہے۔ اس سے ان میں یہ احساس بھی پیدا ہوتا ہے کہ غربت کیسے
 برا لگتی ہے اور اس طرح حاجیوں کی زندگی بہتر بن جائے گی۔
 یہاں زائرین بچے کے لئے ساڑھے تین ہزار کا کوڑے
 کا جہاز ہے۔ لیکن یہ کوڑے مکمل نہیں ہو پاتا ہے۔ بحری سفر کے لئے
 رہنے کی کمی ہے۔ مرکزی حکومت سے جدوجہد کی اور اس کے نتیجے میں
 اب اس سال جہاز کی آمدورفت جاری رہے گی۔ نیز مرکزی حکومت
 میں زائرین بچے کے لئے ہوائی جہاز کے ٹکٹ کی قیمت میں کمی کرنے کی
 بات پر غور کر رہی ہے۔ آج سے ۲۵ سال قبل پارلیمنٹ
 سے ٹکٹ کے ذریعہ بچہ کمیٹی کی تشکیل ہوئی۔ اس کمیٹی کی پہلی نشست
 پٹنہ میں اور دوسری بنگلور میں ہوئی۔ ان نشستوں میں زائرین
 و اس کے دشواریوں پر غور کیا گیا اور انہیں دور کرنے کے لئے اقدامات
 لئے گئے۔ اس سلسلہ میں ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا ذکر کروں گا۔
 زائرین اکثر ایجنٹوں کے ذریعہ ہوائی جہاز کے ٹکٹ خریدتے ہیں۔
 انٹوں کو ۱۲ تا ۱۵ فیصد کوئی مل جاتی ہے۔ لیکن اب ہمارا مطالبہ
 ہے کہ زائرین براہ راست ٹکٹ خریدیں اور انہیں ۳۳ فیصد

کوئی دی جاتے۔ نیز ہم زائرین کو معلومات فراہم کرنے کے لئے کسے
 ماسی "بچہ خزانہ" شائع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نیز زائرین
 بچے کو اور بھی بہت ساری مراعات فراہم کرنے کی بھی کوششیں کی
 جا رہی ہیں۔

ڈپٹی اسپیکر جناب کلیم الدین شمس نے تقریر کرتے
 ہوئے کہا: "یہاں نہ صرف ملک کی یا مغربی جنگل کے لئے بلکہ مشرقی
 ہندوستان کے زائرین بچے کے لئے ایک بچہ گھر تعمیر کیا جا رہا ہے۔
 یقیناً یہ بات قابل ستائش ہے۔ اس کے تعمیری اخراجات بچہ
 کمیٹی ہی پر ادا کیے گئے۔ متحدہ جنگل کے وقت بھی یہاں بچے کو سہولت
 ضرورت محسوس ہوتی تھی، لیکن اس وقت بھی کسی نے اس سلسلے
 میں کچھ نہیں کیا۔ ہماری بائیں محاذ حکومت عوام دوست حکومت
 ہے۔ اس نے وقف بورڈ کو قرضوں سے بری کر دیا۔ اب وقف بورڈ
 کی طرف سے ۵۰۰۰ طلباء کو کوٹھیفے دئے گئے۔ ہمیں اس بات کی
 کوشش کرنی چاہئے کہ زائرین بچے کے لئے جہازوں کی تعداد میں
 اضافہ ہو۔ آج مغربی جنگل کی مقبول عام حکومت کو پیچھے ڈھکیلنے کی
 کوششیں کی جا رہی ہیں۔ لیکن ہم ان سب کو عوام کے تعاون کے
 ساتھ ناکام بنا دیں گے۔ لوگوں کی مایوسی کو دور کر دیں گے۔ ہم سب
 وزیر اعلیٰ شری چوٹی باسو کے مشکور ہیں کہ وہ اقلیتوں کے مسائل
 کو دور کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ میں اس شعر سے اپنی تقریر
 ختم کرنا چاہوں گا۔

کو دھربانی تم اہل زمین پر

خدا ہر باں ہو گا عرش بریں پر

ان کے بعد اسپیکر جناب ہاشم عبدالحلیم نے تقریر کی۔
 انہوں نے کہا: "اس بات سے آپ سب واقف ہیں کہ مغربی جنگل
 جو آج کرتا ہے اسارا ہندوستان اسے دوسرے دن کرتا ہے۔ آج
 مغربی جنگل کے علاوہ ہندوستان کے دیگر علاقوں میں ذات بات کے
 نام پر مذہب کے نام پر فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں۔ پہاڑی
 علاقوں میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہر جگہ قومی
 یکجہتی کی بات بھی ہو رہی ہے۔ اس کے برعکس مغربی جنگل میں
 فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور بھائی چاہی کا پراسن ماحول قائم ہے۔ یہاں

ان لوگوں نے اپنی شرکت سے اس جلسہ کو زینت بخشی۔ اس کے بعد یہ جلسہ پایہ اختتام تک پہنچا۔ نقابت کے فرائض جناب نظیر احمد نے انجام دے دیے۔

بقیہ : بچوں کی لوک کلا۔۔۔

وہ کچھ بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ ان کا مقصد اپنے آپ کا ظہار کرنا ہوتا ہے۔ بچے خطوط کھینچ کر اپنے آپ کا اظہار کرتے ہیں۔ بالعموم کی دنیا اس کے لئے یہ کر سکتی ہے کہ وہ بچے کو چاک کوڑا رنگدار پینسل، بہت سے کاغذ اور دوسرا سامان مہیا کرے (باقی اگلا)

مدن داس پل کا افتتاح

وزیر مسکنات و تعمیرات عامہ شری جانی چکرورتی نے گزشتہ ۱۸ دسمبر کو جسے نگر ہٹ اہوڑہ کی دامت و رندی پر تعمیر کردہ مدن داس پل کا افتتاح کیا۔

مجاہد آزادی شری مدن داس کے نام سے منسوب یہ پل اہوڑہ - آتاروڈ کو آمتا - راجاپور - دیہہ ورشت روڈ کے ساتھ ملاتا ہے۔ پل کی تعمیر میں کل ۵۱۳ لاکھ روپے خرچ ہوئے اور پل تک جاتے والی سڑکوں پر ۴۱ لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ مغربی بنگال کے وزیر آراضی و اصلاحات آراضی شری بینوئے چودھری اس تقریب کے مہمان خصوصی تھے۔ وزیر ریاست برائے امداد و رفاہ نے مہمان خاص کی حیثیت سے شرکت کی علاقے کے ایم۔ ایل۔ اے شری نینالال ماجھی نے جلسے کی صدارت کی۔ بائیں محاذ کے دور حکومت میں دامت و رندی پر بنایا گیا یہ پل سرائے ہے۔

کلکتہ ہومیوپیتھک میڈیکل کالج اور ہسپتال کو عطیہ

ریاستی حکومت نے کلکتہ ہومیوپیتھک میڈیکل کالج اور ہسپتال کو مالیاتی سال میں اپنے اخراجات برداشت کرنے اور اگست ۱۹۸۶ء میں ہسپتال کے ۵۰ بستروں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے ۲۵۲۷۵ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دی ہے۔

ہماری حکومت اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ ہر فرقہ اپنے مذہبی فرائض کو جمہوری طریقہ سے انجام دے سکے۔ حج مسلمانوں کا فرض ہے۔ ہم اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ زائرین کو لے جانے والے جہاز کا سلسلہ جاری رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہوائی جہاز کے گراہ میں اتنی کمی کر دی جائے کہ عام زائرین ہوائی جہاز سے بھی حج کر سکیں۔ پہلے زمانہ میں کلکتہ سے ہی بذریعہ جہاز زائرین حج کو جاتے تھے، لیکن اب یہ سلسلہ بمبئی سے شروع کیا گیا۔ اس کی وجہ سے مشرقی علاقہ کے زائرین کے اخراجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں اس حج گھر کی تعمیر سے زائرین کو کافی سہولتیں فراہم ہونگی۔ ہماری حکومت اقلیتوں کو بہت ساری سہولتیں فراہم کر رہی ہے۔ ان کی دشواریوں کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آج مغربی بنگال میں صرف زائرین حج کا معاملہ نہیں۔ آج عید کی نماز ریڈیو پر ہوتی ہے۔ اہوڑہ عید گاہ میں ۱۹۷۶ء سے نماز ہو رہی ہے۔ مدناپور میں قبرستان سے قابضوں کو بے دخل کر دیا گیا ہے۔ وقف جائیداد کو لپیٹے۔ بورڈ کو عطیہ دیا جاتا ہے۔ اس کے اسٹاف کو تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ وقف کے روپے کی حصول باجی کا کام تشفی بخش طور پر جاری ہے۔ تین ہزار طلبہ کو وظیفے دے جائے ہیں۔ سو سال کے اس بورڈ کا دیوالیہ نکل چکا تھا۔ لیکن آج نو سال کے عرصہ میں یہ خود کفیل بن گیا۔ سارے ہندوستان میں کہیں بھی مسلم گرس ہاسٹل نہیں۔ کلکتہ کے لئے ایسے ہاسٹل کی اشد ضرورت تھی۔ آج مسلمان لڑکیاں ڈاکٹری پڑھنا چاہتی ہیں۔ ڈبلیو۔ بی۔ سی۔ ایس اور آئی۔ اے ایس کے امتحانات میں شرکت کرنا چاہتی ہیں۔ بہت سارے اداروں اور دفاتر میں مسلمان لڑکیاں سرپروردگار ہیں۔ ان کی رہائش کے لئے انتظام کرنا ضروری ہے تاکہ وہ پڑھیں اور آگے بڑھیں۔ اس سلسلہ میں اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ عوام کے سرگرم تعاون سے ہم بہت جلد اس ہاسٹل اور حج گھروں دونوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

ان کے بعد وزیر اعلیٰ نے تقریر کی۔ آخر میں حج کمیٹی کے وائس چیرمین جناب ایم۔ اے سعید نے وزیر اعلیٰ شری جانی باسوا مہان خصوصی جناب محمد امین اور دیگر مقررین کا شکریہ ادا کیا۔

Attestation

Date

بچوں کی لوک کلا

از: جی۔ رویندرن ناشر

دھلی میں مورھے قومیت۔ ثقافت
میلے میں بال دوسے یعنی بچوں کے دن
تہ۔ خصوصیت اہمیت ہے۔ اسے موقع پر
میلے میں متعدد موضوعاتی پروگراموں کے
ذریعہ بچوں میں میلے میں اشتراک کا
احساس پیدا کیا جائے گا۔ انھیں فنکاروں
واہل حرفہ کی دنیا سے متعارف کرایا
جائے گا۔

ایک بچے کے لئے فلم یا ٹیلی ویژن پروگرام ایک وقتی تفریح
ہے لیکن کسی لوک کلا کے مظاہرے کی یاد اس کے ذہن میں ہمیشہ زندہ
رہتی ہے۔

ان کے گرد و پیش کی دنیا جس میں وہ پروان چڑھتے ہیں کس
 طرح بھرپور طور پر ان پر اثر انداز ہوتی ہے اس کی مثال بھوپال میں کچھ
 بچوں کی بنائی ہوئی تصویروں سے ملتی ہے جو اب بھی تاریخ کے بدترین
 صنعتی المیے کے ڈراؤنے خواب کے تحت زندہ ہیں۔ کیرٹے بارود آئیاں
 تیار کرنے والے کارخانے کے نواحی بستیوں کے قریب پچاس بچوں
 کو جو بارہ برس سے کم عمر کے تھے 'کاغذ اور رنگ دار پینسلین دے کر
 کہا گیا کہ وہ کسی بھی چیز مثلاً درختوں، جانوروں، سڑکوں، گھر، دیکھ کر گھر
 کاروں، آسمان، پھولوں، مردوں یا عورتوں کی تصویریں بنائیں۔ ان
 بچوں نے المیہ کے مین ایک سال بعد جو تصویریں بنائیں ان کے ذریعہ
 انہوں نے ایک برس پہلے کی تاریک رات کی تصویر کھینچ کر رکھ دی جس
 نے چند گھنٹے میں بھوپال کو ایک بڑے قبرستان میں تبدیل کر کے
 رکھ دیا تھا۔

بھوپال کی بنا ہی نے ان کے ناچختہ ذہن پر ایسی دیرپا
 خراشیں چھوڑی تھیں کہ انہوں نے ہسپتالوں کی تصویریں کھینچیں جو
 کلفت اور درد اور دکھ سے بھرپور تھے جہاں ڈاکٹر بھاگے پھر رہے تھے
 اور مریض لمبی قطاروں میں انتظار کر رہے تھے۔ ایسی تصویریں بھی
 تھیں جن میں نونوں میں سے گیس سگ رہی تھی۔ گیس کے بادل بن
 رہے تھے اور بادل لوگوں کا پیچھا کر رہے تھے۔ سڑکوں کی
 تصویریں تھیں جو مر رہے مردوں، عورتوں اور بچوں سے بھرپوری
 تھیں۔

اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بچے اظہار کے کسی ذریعہ
 کے متلاشی ہیں۔ ایک بچے کی تصویر کشی کی قابلیت کے ابتدائی دور
 بچے کی پوری جسمانی، جذباتی اور ذہنی نشوونما کی بیش قیمت کلید
 ہوتے ہیں۔ جب آپ بچے کے ہاتھ میں پہلی بار چاک تھماتے ہیں
 اور وہ دیوار، فرش یا اخبار پر کوئی نشان بناتا ہے۔ اس لمحے
 میں وہ آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتا رہا ہوتا ہے جو وہ شاید
 کسی اور کے ذریعہ سے نہیں بتا سکتا۔

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

الفاظ ذہن کی پراسرار کارکردگی، خطوط، رنگوں
 اور شکلوں کے جوہر کا دینے والے ذریعہ سے زندہ ہو جاتی ہے جنہیں
 ماکرمن یا لوک کلا کا نام دیا گیا ہے۔ تاریخ کے مختلف مراحل میں
 ہر ملک میں ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ شاعری کی مانند فن بھی وقت اور
 فرد فن کار یا فن کارہ کے ہنر و فنون کی بابت ان کے خیالات، عقائد
 اور جمالیاتی احساسات کو گرفت میں لے کر ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ ہر
 تخلیق اور اصل فن میں فرد کی جناب نظر آتی ہے۔

ایک پروان چڑھ رہے بچے پر والدین، دوستوں، ارشد
 واروں، قدرت اور تفریح کی اشکال کے اثرات پڑتے ہیں۔ اثر قبول
 کرنے والی طفولیت کی عمر میں دیومالائی قصے کہانیاں اور لوک فنون کی
 شکل میں بیان کردہ تاریخ بچے میں جنس کا مادہ پیدا کرتی ہے اور
 وہ ہر چیز کے بارے میں جاننے کا خواہش مند رہتا ہے۔ یہ مواقع
 اس کی ذہانت کو بے حد دیتے ہیں اور ان سے اسے فرتے یا سماج کا جو
 پہلا ذائقہ حاصل ہوتا ہے وہ الیکٹری ذرائع ابلاغ سے حاصل نہیں ہو
 سکتا۔



کلکتہ میں ۲۰ دسمبر ۱۹۶۶ء کو منعقدہ پرائمری اسکولوں کے بچوں کے ۵ ویں کلکتہ ضلع سالانہ اسپورٹس میں
 بچوں کی مارچ پاسٹ کی وزیر تعلیم شری کانٹی بسوا اس سلامتی لینے ہوئے

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor : Dharendra Dutta, Asst. Editor : Md. Azam
 Published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T.
 Printers, 23, Panchanantala Road, Calcutta-700 048.

MAGHREBI RANGA

1 January 1987

Postal Regd. No. WE/CO-52

Vol-34 No-1

PRICE 2 Paisa



۲۲ دسمبر ۱۹۸۶ء
 داسمبلی ہاؤس گلگت
 ن ۳۳ دس سال
 بول ٹاکش ہاؤس
 سنہ کے بعد گزر فریڈ
 سپر نڈلٹس پھولوں
 معائنہ کرتے ہوئے
 غور میں اس پیکر
 پر مدد لیا اپنی اسپیکر
 لکھ کے شریف دیکھ
 سکتے ہیں۔



شری شانتی رنجن
 کھٹک اور برکت
 حکومت مغربی بنگال
 ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو ملک
 ترکے ای۔ ایس۔ آئی
 اسپتال میں سب سے
 پہلے خون کا عطیہ دیتے
 آئے۔



شرح خریداری

سالانہ ۳ روپے * اس شمارے کی قیمت ۱۲ پیسے

ترسیل زد کا پتہ

بزنس منیجر
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۲۳-۱، این، بکس، جی روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

مغربی بنگال

مدیر اعلیٰ : پرمین چٹا جارجیا
مدیر : سریندر ناتھ دت
مدیر معاون : محترمہ انظم

جلد نمبر ۲۳ * ۱۵ جنوری یکم فروری ۱۹۸۷ء * شمارہ نمبر ۲ اور ۳



پراگم میدان، کولکتہ، جس کے نام سے ریاستی حکومت کا مستقل پریس بین

ہم لوگوں کے تمام فرقوں کے درمیان دوستی اور اتحاد کے رشتہ کو مزید مستحکم بنائیں گے

گورنر، منتر، بنگال



مغربی بنگال کے گورنر پر دینسر ایس۔ نور الحسن نے ۲۶ جولائی ۱۹۱۹ء کو یوم جمہوریہ کے موقع پر مغربی بنگال کے لوگوں کو اپنی نیک خواہشات بنائیں۔ گورنر کی تقریر کا متن درج ذیل ہے۔

جمہوریہ ہند کی ۳۷ ویں سالگرہ کے موقع پر میں مغربی بنگال عوام کو اپنی دلی اہمیت اور نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔

اس موقع پر تمام لوگوں سے میری یہ اپیل ہے کہ وہ سب ہدایت اور خوشی یک جہتی کے امتیازات کو فروغ دینے کے لئے دیکھ کر بے وقفہ کریں۔ سال ۱۸۵۷ء نے ملک کے چند علاقوں میں مسلسل بغاوت کو دیکھا۔ علاقائیت کا پیکر خیال خطرناک شکل اختیار کرنے لگا۔ وزیر اعظم پر حملہ اور جیل لے۔ ایس۔ ویدیا اور دیگر معصوم لوگوں کے ہانے ہمارے عقیدہ ایک قوم ایک روح کو ہلا کر رکھ دیا۔

بلاشبہ یہ بات اہمیت افزا ہے کہ ان فسادات کے باوجود عصب کی برائیوں سے قوم کو بچانے کے لئے لوگوں کی دو رائے نشی اور سرجو جھکام آگاہ۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ کوئی بھی طاقت ہمارے ملک کے اتحاد میں اور اس کی انسان دوستی، جمہوریت اور آزادی کے طبع فطری میں ہمارے شہریوں کے عقیدہ کو برباد نہیں کر سکتی۔ بلاشبہ ریاست کے عوام آبادی کے تمام طبقوں کے ساتھ خیر سگالی کے رشتہ کو فروغ دینے کے کام کو جاری رکھیں گے اور اس طرح دیگر تمام لوگوں کے لئے شعلیں راہ کی طرح کام کریں گے۔

مسائل سے دوچار ریاست میں جیسی کہ ریاست ہے، ایسی ہی حالت پر پورا اٹھاتا ہے کہ حکومت اور عوام کی کوششوں سے اتحاد و یکجہتی اور محنت کشوں اور مضامنی لوگوں کا معیار زندگی میں اتنا

بلند ہو جائے گا کہ وہ ملک میں کسی سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے بڑی مسرت حاصل ہو رہی ہے کہ میری حکومت عوام کے جمہوری حقوق کو اور اعلیٰ فرقوں کی منسلح و بہبود اور ترقی کے کام کو بہت زیادہ اہمیت دیتی ہے۔ یہ بات بامعنی تسکین ہے کہ میری حکومت میں سپرین اور پنچایتوں کے انتخابات وقت پر منعقد کر سکیں اور پنچایتوں کو کافی اقتدار سونپنے کے لئے دستور کے حراستی اصولوں کو پابندی تکمیل تک پہنچا سکیں۔

میں اس امر سے واقف ہوں کہ یہ وہ جگہ نہیں جہاں سے میں اپنی حکومت کی کامرانیوں کا ذکر کروں، تاہم میں چند کامرانیوں کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری حکومت نے معیشت زدہ عورتوں کے تحفظ کے لئے کافی اقدامات کئے ہیں۔ پسماندہ علاقوں، ایسے علاقوں جہاں قبائلیوں کی کثیر آبادی ہے، مسند بن اور پہاڑی علاقوں کی ترقی کے لئے خصوصی اقدامات کو ردیہ عمل لایا گیا ہے۔

ریاستی حکومت نے گزشتہ سال شدید سیلاب کے بعد حسب معمول حالات کی بحالی کے لئے بہت سارے اقدامات کئے۔ میری حکومت نے ایک محنت مند ثقافت کو فروغ دینے اور تعلیم کے معاملے میں حسب معمول حالت کو برقرار رکھنے کے لئے قابل تعریف اقدامات کئے ہیں۔ سال بھر تمام سطحوں پر بہت سارے پروگراموں کے ذریعہ ہندو، مسلمان اور دیگر مذاہب کی کمیونٹیوں نے ماحول کی بہتری اور جوشی جانوروں کے تحفظ کے لئے بہت سارے اقدامات کئے۔

آج یوم جمہوریہ کے اس مقدس موقع پر مجھے اس ریاست کے لوگوں پر پورا اعتماد ہے کہ وہ سب ایک باہم معاون چارگی اور خوشی یک جہتی کے جذبے کا اظہار کریں گے اور یہ کہ حکومت اور عوام کے درمیان

یوم جمہوریہ کے موقع پر کلکتہ میں شاندار پیرید

گورنر نے سلامی لی، مختلف علاقوں میں رنگارنگ تقریبات

۲۶ جنوری سنہ ۱۹۷۲ء کو یوم جمہوریہ

کے تقریبات بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس ریاست میں منائی گئیں۔ ۳۸ ویں یوم جمہوریہ تقریب کے موقع پر ریڈ دڈ پر شاندار پیرید ہوئی اور گورنر مغربی بنگال پروڈیوسر نور الحسن نے رنگارنگ تقریب کی سلامی دی۔ گورنر مغربی بنگال نے ہزاروں افراد کے اجتماع میں تالیف کی گونج کے دوران سب رنگا لہرایا۔ بری ایجری اور نصابی افواج کے چار ہزار فوجیوں نے شاندار پیرید میں حصہ لیا۔ وزیر اعلیٰ جیوتی باسو اور ان کی بیوی سسر کھاباسو، جی اوسی ایئرنگ کان لیفٹیننٹ جنرل جے کے پوری، وزیر برائے امور تقریبات (پی ڈی یو ڈی) اور چیف سکریٹری حکومت سرنی بنگال بھی اس موقع پر موجود تھے۔

پیرید کے ساتھ ساتھ حکومت مغربی بنگال کی کھانگی میں دایند زمانہ ٹیگور اور راکھی بندھن اچھوٹی بچڑوں اور کھادی اور دیہی صنعتوں کی بھی دکھائی کی گئی تھی۔ بینڈ باجوں کے درمیان جو شیشے نئے نفا میں رسی گھومتے رہے۔ ۱۸ اسکولوں کے بچوں نے اس شاندار پیرید اور مارچ پاسٹ میں حصہ لیا۔ اس ریاست کے ہر ضلع میں تمام فرقوں کے لوگوں نے جوش و خروش کے ساتھ یوم جمہوریہ منایا۔

بقیہ : ڈیڑھ گھنٹہ تقریبات ...

کوہرا کرنے کے لئے مہن گھاٹ ڈیڑی میں اس دودھ کاٹنی سے حاصل کردہ دودھ سپلائی کیا جائے۔

شہر کے فیروز خانہ کھانوں کو دوسری جنگ از سیر بنگال کرنے کی اسکیم کو رائج کرنے کی وجہ سے اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ وہ دودھ کاٹنی میں سریشیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو جائے گا اور اس کے لئے اس سال ۸۵-۸۶ء میں بجٹ میں گزشتہ سال کے مقابلے میں دو گنی رقم مختص کی گئی ہے۔

سرگرم جاتی چارگی اور یا ہی تعاون آنے والے دنوں میں ایک خوشحال اور شاندار مغربی بنگال کی تعمیر میں معاون ثابت ہو خوشی کے اس موقع پر آئیے ہم سب اپنے اس مہم کو دہرائیں کہ ہم لوگوں کے عام بہتوں کے درمیان دوستی اور اتحاد کے رشتے کو مزید مستحکم بنائیں گے۔ ایک بار ہمیں اس ریاست کے لوگوں کو اپنی دل مبارک باد پیش کرنا ہوں۔

بقیہ : مولیشیوں کی پرورش...

پروڈیوسر میں یونین قائم کی گئی ہیں۔ مولیشیوں کی تعداد میں اضافہ اور کوالٹی میں بہتری لانے اور مختلف کوآپریٹو سوسائٹیز کو ایک تہر میں لاکھ ادا باہمی کی بنیاد پر دودھ کی پیداوار اور فروخت کو فروغ دینے کے لئے ایک دودھ فیڈریشن قائم کی گئی ہے۔ ہونڈا کلکتہ اور ان کے آس پاس کے علاقے سے فیروز خانہ اور غیر محنت مزدکھانوں کو ہنڈا کرگنگا نگر اور دیگر جدید کھانوں میں مولیشیوں کو رکھ جائے گا۔ اس کی وجہ سے شہری اور صنعتی علاقوں میں تقسیم کے لئے دودھ کی سپلائی میں اضافہ ہوگا۔ گنگا نگر میں مولیشیوں کو رکھنے کے لئے شید کی تعمیر کا کام مکمل ہو چکا ہے اور وہاں بہت سارے مولیشیوں کو رکھ بھی لیا ہے۔ ویٹ بنگال ڈیڑی اور بولڈی ڈیڑی پیمینٹ کارپوریشن نے ملٹن ورک شاپ کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا ہے۔ اس ورک شاپ سے مغربی اور لنڈی ڈیڑی کی چمڑوں لوگوں کے لئے فروخت کی جاتی ہیں۔

بقیہ : بچوں سے کھی لوک کلا...

ان میں حصہ لیں۔ اسکولوں کی سالانہ تقریباتوں میں بچے رنگارنگ کی پورٹیکس پن کر ملک کے مختلف حصوں کے لوک تاج پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح بال بھونوں میں بچوں کے ہنروں کی نشوونما کیلئے آزادی تخلیق اور برعکسگی کا ماحول مہیا کیا جاتا ہے۔ جہاں نصابی کتابوں کی بیڑیوں کے بغیر ان کے تجرباتی اور اختراعی قوتوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ ایک بال بھون میں بچہ ایک جنونی کے احساس اور کتابوں کے علم سے بالاتر آگاہی کے ساتھ سوال کو دینے کا ہنر سیکھتا ہے۔ لوک کھائیں انسان کی داخلی فراوانی اور گرد و پیش کی زندگی کے آزادانہ اظہار زندگی اور قدرت کی جانب اس کے رویے اور اس کے عقائد اور سماج کی علم مت ہیں۔

بہت ساری مالی و دیگر دشواریوں کے باوجود مغربی بنگال نے مختلف محاذوں پر کافی کامیابی حاصل کی ہے
مغربی بنگال میں صنعتی و زرعی پیداوار میں کافی اضافہ ہوا۔ مضافاتی علاقوں میں روزگار کے لئے
۴۴ کے دن پیدا کئے گئے۔ بجلی کی پیداوار میں نمایاں بہتری ہوئی

وزیراعظم نے حال ہی میں اس ریاست کا کئی بار دورہ کیا۔ انہوں نے تقریریں کیں اور بیانات جاری کئے۔ کہا باتلمے کہ
انہوں نے اپنے بیانات میں مغربی بنگال کی پسماندگی کا ذکر کیا اور یہ کہ آج سے دس سال قبل مغربی بنگال نے مبنی تیزی
سے ترقی کی تھی، آج بائیس محاذ حکومت کے دور میں وہ رفتار سست ہو گئی۔ لیکن حقائق ان باتوں کی تائید نہیں
کرتے۔ وزیراعظم کے بیانات اور حقائق درج ذیل ہیں

۱۹۸۵ء ہے۔ یہ اشاریہ نیز ۱۹۷۵ء (دس سال قبل کے) اور
۱۹۶۵ء (بیس سال قبل کے) صنعتی پیداواری اشاریہ ہے درج
ذیل ہیں :

میزان

مغربی بنگال میں (بڑی اور متوسط درجہ کی) صنعتی پیداوار

سال	صنعتی پیداواری اشاریہ (بنیادی سال - ۱۹۷۵ = ۱۰۰)
۱۹۷۵ء	۱۱۹.۶
۱۹۷۵ء	۱۰۲.۳
۱۹۸۵ء	۱۲۳.۷

درحقیقت، وزیراعظم کے مذکورہ بیان کے برخلاف، مغربی
بنگال میں بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں کی پیداوار بائیس محاذ حکومت
کے برسرِ اقتدار آنے سے قبل کانگرس دور حکومت میں سب سے پہلی
صوبہ بن چکی تھی۔ صنعتی پیداوار میں اس ترقی کی وجہ مرکزی حکومت
کی چند پالیسیوں کے، خاص طور پر مساوی کرایہ کی پالیسی میں تھے، کو نہ

اُسے عوامی بیانات جن کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ وزیراعظم
نے اس ریاست میں اپنے مالیہ دورہ کے دوران دئے ہیں، اور ٹکس حقائق
کے درمیان بہت ہی نمایاں فرق ہے۔ یہ بیانات اور حقائق درج ذیل
ہیں :

۱۱ وزیراعظم نے یہ کہا جاتا ہے، اپنے ایک بیان میں یہ کہ
عام بڑے سیکٹروں میں مغربی بنگال کی حالت، ماضی کے دس سال قبل
(یعنی بائیس محاذ حکومت کے برسرِ اقتدار آنے سے قبل) کے مقابلہ میں
اگرچہ اچھی ہے، اگرچہ مرکزی حکومت کو (اس ریاست کی ترقی کے سلسلہ
میں) جو کچھ کرنا چاہئے تھا اس سے کہیں زیادہ اس نے کیا۔

حقائق : اس ریاست کی معیشت میں صنعت اور زراعت جیسے
اہم سیکٹروں کی کارگزاری سے وابستہ حقائق پر غور کرنا ضروری ہے۔
صنعتوں میں، بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں کی کارگزاری کا انحصار خاص
طور پر مرکزی حکومت کی پالیسیوں پر مبنی ہوتا ہے۔ یہ دیسی اور چھوٹے
پیمانے کی صنعتیں ہیں، جن کے سلسلے میں ریاستی حکومت کی پالیسیاں کچھ
اہمیت کی حامل ہیں۔

جدید ترین سال، جس کے لئے (بڑی اور متوسط درجہ کی
صنعتوں سے وابستہ) ریاست کی صنعتی پیداوار کا مجموعی اشاریہ دستیاب

ولادہ نہیں ہے والہستہ اس ریاست کو جو مقامی اور جانے و خرچ کی پہنچی
فرائیم طبقہ انہیں بریاد کر دیا، موافق اثرات تھے۔ اس پالیسی کو
ریاستی حکومت کی بار بار درخواست کے باوجود یہاں تک کر گزشتہ
سال کے ۱۸ ستمبر کو گلگتہ میں وزیراعظم کے ساتھ عالیہ طاقت کے بعد
بھی مرکز نے تبدیلی نہیں کیا۔

صنعتی پیداوار میں اعطاء کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرکز کی
حکومت مغربی بنگال میں اپنے اداروں کے ذریعہ سرمایہ کاری
میں نسبتاً کمی کی ہے۔ مجموعی مرکزی سرمایہ کاری میں مغربی بنگال
کے فیصد حصص سن ۱۹۵۷ء میں ۱۱ فیصد سے کم ہو کر سن ۱۹۸۲ء
میں ۵ فیصد ہو گئے، جبکہ اسکے مقابلہ میں جہاز سازی ریاست
کے فیصد حصص سن ۱۹۵۷ء میں ۳۱ فیصد سے بڑھ کر سن ۱۹۸۲ء میں
۱۵ فیصد ہو گئے۔ مغربی بنگال کے ہدیہ پٹرولیم پیکس اور ایکروٹک
کمپنسی میں سرمایہ کاری سے مرکز کے حامیہ انکار کو مغربی بنگال کے
عوام فراعظمی نہیں کر سکتے۔

وزیراعظم کے مذکورہ بیان کی پیروی گوئی کے برخلاف اچھے
منہو بہت دور مغربی بنگال کے لئے دی گئی فی کس مرکزی امداد کم
ہو کر سن ۱۹۵۷ء میں صرف ۶۶ روپے ہو گئی، جیسا کہ میزان در
میں درج ہے۔ اس طرح سن ۱۹۵۷ء سے سن ۱۹۸۲ء تک تمام ریاستوں
کے درمیان مغربی بنگال کے لئے فی کس امداد جاتی مایات کی فراہمی سب
سے کم ہے۔ فی کس ادارہ جاتی مایات مغربی بنگال کے لئے صرف
۲۹۹ کروڑ روپے ہے جبکہ یہ گجرات کے لئے ۶۳۸ روپے، اہریانہ کے
لئے ۵۶ روپے، مہاراشٹر کے لئے ۸۴۸ روپے اور پنجاب کے
لئے ۹۲۱ روپے ہے۔

مرکزی حکومت کی ان پالیسیوں کے باوجود عالیہ برسوں
میں مغربی بنگال میں بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں کی پیداوار کی رفتار
تیز ہو گئی ہے اور اس تیز رفتاری کی وجہ یہ ہے کہ یہاں توانائی کی
صورت حال میں بہتری ہوئی ہے اور اس ریاست میں ٹریڈ یونین
سیماجی ذمہ داروں کو بھارا ہے ہیں۔ اس کے نتیجے میں درحقیقت
صنعتی پیداوار کا اشاریہ سن ۱۹۵۷ء میں ۱۰۰ سے بڑھ کر سن ۱۹۸۲ء
میں ۱۲۳ ہو گیا، جیسا کہ مذکورہ بالا میزان میں درج ہے۔

جھوٹے چاند کی صنعتوں کے سیکٹر میں ریاستی حکومت کی
پالیسیاں بہت کارگر ثابت ہوئیں۔ چھوٹی برتنوں کی (ریبی اور چھوٹے
پیلے کی صنعتوں کی نفعات میں جن کی نام رجسٹرڈ ہیں) اعداد میں گزشتہ
دس برسوں میں ۱۰۰ فیصد سے زیادہ اضافہ ہوا۔ سن ۱۹۵۷ء میں ایسی
صنعتوں کی تعداد ایک لاکھ سے کم تھی اور اب اس کی تعداد ۲ لاکھ سے زیادہ
ہو گئی ہے۔ اس سلسلے میں سارے ملک میں ریاستوں کی فہرست میں ریاست
مغربی بنگال کا نام سب سے اوپر ہے اور یہ بات مرکزی حکومت کے
شائع کردہ اعداد و شمار سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ وزیراعظم نے اپنے مذکورہ
بیان میں ان باتوں کو بالکل ذکر ہی نہیں کیا۔

زراعت میں ایک ایسا سیکٹر جس سے ریاستی حکومت کی
پالیسیاں والہستہ ہیں، مغربی بنگال میں مجموعی پیداوار کا اشاریہ سن ۱۹۵۷ء
میں ۱۰۵ سے بڑھ کر سن ۱۹۸۲ء میں ۱۲۲ ہو گیا اور حقیقت
سن ۱۹۸۲ء میں اناج کی ایکڑ پیداوار ۷۰۰ سے ۹۰۰ لاکھ ٹن ہوئی جبکہ
سن ۱۹۵۷ء میں یہ پیداوار ہر ہیکٹر ۵۶ سے ۹۲ ٹن ہو گئی، جو ایک

ایک روٹھے۔ زراعت اور صنعت میں پیداوار میں اس اضافہ کی بنیاد پر
مغربی بنگال کی سن ۱۹۸۲ء میں ملک کی تمام ریاستوں کے درمیان کل
ریاستی گھریلو پیداوار کی افزائش کی شرح سب سے زیادہ تھی۔ اس
سلسلہ میں مرکزی حکومت کے شائع کردہ اعداد و شمار شامل ہیں۔ یہ
مقتضی باتیں محاذ حکومت کے تحت ریاستی معیشت کی کارگزاریوں
کے سلسلے میں جاری کردہ وزیراعظم کے بیانات کی تردید کرتے ہیں۔

(۱) اس سے قبل کے دورہ کے دوران وزیراعظم نے مغربی
بنگال میں قومی سفارشی روزگار پروگرام (آر۔ ڈی۔ پی)، سفارشی
بے زمین روزگار ضمانت پروگرام (آر۔ ایل۔ ای۔ جی۔ پی)، اور جامع
سفارشی پروگرام (آئی۔ آر۔ ڈی۔ پی) جیسے سفارشی ترقیاتی پروگراموں
کی کارگزاریوں پر شدید تنقید کی۔
حقائق:

ان پروگراموں کے سلسلے میں مرکزی حکومت کے مخصوص کردہ
فنانس کو ریاستی حکومت نے تاؤٹ نہ سے زیادہ مدد مل سکی کہیں
ہے یا نہ مل سکی، پہنچنے کے قریب ہے۔ اس سلسلے میں تفصیل درج
ذیل ہیں:

ایسے۔ آر۔ ایس۔ جی (۱۹۸۶-۸۷)

نمبر ۱۹۸۶ء تک کام کرنے کے دن

پیدا کرنے کا نشانہ — کام کرنے کے ۹۳۴۶۰ لاکھ دن
نمبر ۱۹۸۶ء تک پیدا کردہ کام
کرنے کے دن کا تعداد — کام کرنے کے ۲۸ ۱۱۳ لاکھ دن
کامیابی کا فیصد — ۱۲۲۶۱ فیصد

آر۔ ایس۔ ایس۔ جی۔ جی (۱۹۸۶-۸۷)

نمبر ۱۹۸۶ء تک کام کرنے کے

دن پیدا کرنے کا نشانہ — کام کرنے کے ۸۳۲۲ لاکھ دن
نمبر ۱۹۸۶ء تک پیدا کردہ کام
کام کرنے کے دن کا تعداد — کام کرنے کے ۱۳۱ لاکھ دن
کامیابی کا فیصد — ۱۵۷۵۷ فیصد

ایس۔ آر۔ ایس۔ جی (۱۹۸۶-۸۷)

نمبر ۱۹۸۶ء تک مستفید ہونے والی

جن کی مدد کی جائے گی، تعداد کا نشانہ ۹۴۷۵۰
نمبر ۱۹۸۶ء تک مستفید ہونے والی
جن کی مدد کی گئی، تعداد ۸۹۲۹۶

کامیابی کا فیصد ۹۴۷۵۰
نمبر ۱۹۸۶ء تک آر۔ ڈی۔ پی کے نشانہ کو ۱۰۰ فیصد تک پورا کر لیا
جائے گا۔

(۳) وزیر اعظم نے اپنے مذکورہ بیان میں یہ کہا کہ چھٹے منصوبہ کے عرصے میں ریاستی حکومت کی توانائی (بجلی) کے سیکٹر میں کارگزاریوں نہایت بڑھتی ہوئی رہی جبکہ اس نے نشرواوقات میں اپنے منظور کردہ اخراجات سے زیادہ رقم خرچ کی۔

حفاظت۔
اس ریاست میں ۱۹۷۷ء میں ۶۰۷۰۷۰۰ کے چاروں
میں بجلی پیدا کرنے کی تنصیبی صلاحیت میں صرف ۱۰۰ میگاواٹ کا اضافہ

ہوا، جبکہ چھٹے منصوبہ کے عرصے میں اس ریاست میں تنصیبی صلاحیت میں تقریباً ۱۰۰ میگاواٹ (تقریباً دس گنا سے زیادہ) کا اضافہ ہوا۔ اس ریاست میں بجلی گھروں کی ترقی کے میدان میں یہ اضافہ ایک ریکارڈ ہے۔

اطلاعات اور ثقافتی امور کے میدان میں چھٹے منصوبہ کے عرصے میں ۵۰ کروڑ روپے کے فنڈس اخراجات میں سے اخراجات میں کمی کر کے کل ۴۶ کروڑ روپے خرچ کئے گئے، یعنی منظور کردہ معارف کا نصف۔ نیز خرچ کردہ رقم سے رنگین فلم تجربہ گاہ اور ثقافتی کپلس کی تعمیر پر زیادہ روپے خرچ کئے گئے۔

(۴) وزیر اعظم کے مذکورہ بیان سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ قوم کو حکومت ہی سے جو بہت ساری اسکیموں کو روپہ عمل لانے کے لئے ۶۸ کروڑ روپے (جسے بعد میں بڑھا کر ۱۰۰ کروڑ روپے کر دیا گیا)، کی مالی امداد فراہم کر رہی ہے اور ۸۰ ستمبر ۱۹۸۶ء کو کلکتہ میں ایک بات چیت کے دوران ان اسکیموں کے سلسلے میں فیصلے کئے گئے تھے۔

حفاظت:

وزیر اعظم کے بیانات اور حفاظت کے درمیان جو فرق ہے اسے وزیر اعظم کے علم میں لایا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بیانات جاری کئے گئے۔ اس لئے ٹھوس حفاظت ایک بار پھر پیش کئے جا رہے ہیں۔ کلکتہ انکوائری کمیٹی کی سرپرستی کے تحت
جزائری اسٹیشن ری پلیمینٹ (بجلی پیدا کرنے والی پرانی مشینوں کی جگہ نئی مشینیں بنانا) کے پروجیکٹ کے لئے (جس کے لئے ۱۰ کروڑ روپے خرچ ہوں گے) اور انکوائری کمیٹی پر نئے پروجیکٹ کے لئے (جس کے لئے ۶ کروڑ روپے خرچ ہوں گے) منظور کیا دیتے ہوئے مرکز کو مالی امداد فراہم نہیں کرتی پڑتی۔ اس طرح ۱۵۰ کروڑ روپے کے پانچ مدت کا فنڈ، جسے فرمیں، مالیات کی طرح فراہم کیا گیا، میں مرکز کا امداد خاتمہ ہے۔ دوسرے ملکی بنی کی تعمیر کے لئے جو ۸۰ کروڑ روپے دئے گئے وہ تو ایک فرم ہے جسے سود کے ساتھ واپس کرنا ہو گا۔ حالانکہ اس پروجیکٹ کی تکمیل کے کام میں کافی تاخیر ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سے اخراجات میں کافی اضافہ ہو گیا ہے اور اس کا

میزان ۲

ریاستوں کے سالانہ مندرجہ ذیل اخراجات میں مدد کرنے کے لئے ٹیکس مرکزی منصوبہ بند اعداد (روپے میں)

ریاست	۸۱-۸۰ء	۸۲-۸۱ء	۸۳-۸۲ء	۸۴-۸۳ء	۸۵-۸۴ء
مخصوص قسم کی ریاستیں	۶۷۶۲				
۱۔ آسام	۱۶۸۵۱۳	۷۳۲۵	۱۱۲۵۲۸	۱۲۹۵۷۷	۱۴۳۵۰۵
۲۔ بنگالہ پردیش	۲۸۳۵۰۶	۱۸۱۵۸۳	۱۹۲۵۷۷	۲۱۹۵۰۱	۲۲۸۵۴۶
۳۔ جوں اور کشمیر	۲۵۸۵۶۲	۳۱۵۲۲۲	۳۱۱۵۷۶	۳۶۰۵۰۹	۲۸۹۵۵۲
۴۔ مئی پور	۲۵۸۵۹۸	۲۸۹۵۷۷	۳۹۸۵۷۷	۴۲۴۵۴۲	۴۷۹۵۰۰
۵۔ میگھالیہ	۴۵۳۵۲۱	۲۷۲۵۳۹	۳۲۷۵۷۳	۴۲۲۵۵۸	۴۹۸۵۷۷
۶۔ ناگالینڈ	۸۲۷۵۲۱	۲۹۲۵۴۶	۶۶۹۵۷۱	۸۲۷۵۶۶	۹۰۱۵۰۷
۷۔ سکیم	۱۵۶۵۵۰	۷۲۰۵۴۶	۸۱۲۵۴۵	۸۶۸۵۹۵	۸۱۷۵۳۶
۸۔ تری پورہ	-	۱۸۵۵۵۹	۲۲۸۵۵۵	۲۷۰۵۹۶	۲۸۲۵۲۷
غیر مخصوص قسم کی ریاستیں					
۱۔ آندھرا پردیش	۳۵۵۵۸	۳۱۷۷۲	۳۳۱۱۹	۳۶۵۸۵	۴۱۵۲۲
۲۔ بہار	۳۲۵۶۱	۳۲۵۱۹	۳۷۷۷۵	۴۱۵۶۲	۴۷۲۱۸
۳۔ گجرات	۲۷۵۷۷	۳۰۵۰۱	۳۶۷۰۱	۳۶۷۷۳	۴۰۷۷۷
۴۔ हरیانا	۴۱۷۳۲	۳۱۷۶۲	۳۸۵۹۲	۳۷۷۵۵	۵۱۷۳۵
۵۔ کرناٹک	۲۶۷۵۷	۲۵۷۱۱	۲۷۷۶۵	۲۹۷۹۲	۳۵۷۹۸
۶۔ کیرالا	۳۰۷۵۹	۳۰۷۱۰	۳۶۷۴۵	۳۳۷۹۵	۴۰۷۵۹
۷۔ مدھیہ پردیش	۳۲۷۰۱	۳۲۷۰۲	۳۶۷۱۰	۴۳۷۳۲	۴۷۷۷۱
۸۔ مہاراشٹر	۳۲۷۰۱	۲۷۷۲۰	۲۹۷۲۰	۳۲۷۲۲	۳۸۷۸۰
۹۔ اڑیسہ	۵۶۷۰۲	۵۰۷۰۱	۵۲۷۹۸	۵۶۷۳۱	۶۰۷۲۵
۱۰۔ پنجاب	۳۶۷۸۶	۳۶۷۹۶	۳۵۷۳۹	۴۰۷۴۷	۴۵۷۵۶
۱۱۔ راجستھان	۳۸۷۰۵	۳۳۷۲۹	۴۱۷۹۲	۴۷۷۸۲	۴۳۷۸۲
۱۲۔ تمل ناڈو	۲۸۷۰۲	۲۲۷۷۹	۲۷۷۷۷	۳۱۷۰۰	۳۶۷۷۹
۱۳۔ اتر پردیش	۲۹۷۴۸	۳۲۷۵۰	۳۷۷۳۰	۳۸۷۹۵	۴۲۷۳۳
۱۴۔ مغربی بنگال	۲۲۷۹۱	۲۲۷۳۶	۵۹۷۹۶	۲۶۷۸۱	۵۷۶۶

زرعی پیداوار میں اضافہ کیلئے اصلاحی آراضی کے اقدار کا فی اہمیت کے حامل ہیں

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو

حال ہی میں گلگت میں صنف دو کا رعبہ کے ہندوستانی چیمبرس کی فیڈریشن نے مشرقی علاقہ میں زراعت کی پیداوار میں بہتری پر سپورٹ منفق کیا۔ اس سمجھوتہ میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے شرکت کی اور تقریر کی۔ ان کی تقریر کا متن اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

دیا گیا۔ یہ بھی ایک پیداواری تحریک ہے۔ چارے نقطہ نظر سے اصلاحی آراضی کے یہ اقدامات ایک خاص قسم کی پیداواری تحریک ہے جو پیداوار میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ غریب لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ کرے گی اور پیداوار اور روزگار کے درمیان توازن برقرار رکھ سکے گی۔

اس سلسلے میں انکساری کے ساتھ میں حالیہ برسوں میں اس ریاست کو اصلاحی آراضی کے شعبہ میں سلسلے ملک میں اول نمبر پر رکھنے کے لئے مغربی بنگال میں کی گئی کوشش کی کامیابی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پنچایت اور انتظامیہ کی تائید کے ذریعہ ترقیاتی سرگرمیوں میں عوام کی براہ راست شرکت سے اب تک تقریباً ۱۴ لاکھ ایکڑ قطعات آراضی پر حکومت کو حقوق ملکیت حاصل ہو گئے ہیں اور ایسے قطعات کو ۵۰-۱۶ لاکھ بے زمین غریب خاندانوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا (مستفید ہونے والوں میں شیڈول کاسٹ و ژاٹ کے خاندانوں کی تعداد کل خاندانوں کی تقریباً ۵۶ فیصد تھی۔ جبکہ اس ریاست میں ان لوگوں کی آبادی کا تناسب ۶-۲۷ فیصد ہے)۔ ۱۳ لاکھ سے زیادہ برگوداروں کے نام ریکارڈ میں درج کئے گئے۔ ان اقدامات کی وجہ سے اب اس ریاست میں ۷۰ فیصد زرعی قطعات آراضی کے ملک یا قحوظ اور عاشریائی کسان ہیں یا ان پر برگودار، جن کے نام ریکارڈ میں درج ہیں، کا شتکاری کرتے ہیں۔

اصولاً آراضی کے اقدامات کو موثر بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان غریب کاشتکاروں کو قطعات آراضی کے ساتھ انکساری کے

میں صنف زراعت کے ہندوستانی چیمبرس کی فیڈریشن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے یہ موقع فراہم کیا کہ میں مشرقی علاقہ میں زراعت کی پیداوار میں بہتری لانے کے لئے اظہار خیال میں آپ لوگوں کا ساتھ دوں۔ سندھ و مغربی مشرقی علاقہ بلکہ سارے ملک کے لئے بہت اہم ہے۔

میں نے ان معلومات کا فائدہ اٹھانے کا سہارا لیا جو فیڈریشن نے اس ایک شاپ کے لئے تیار کیا تھا۔ ان کا فائدہ میں بہت سارے دولچہ، دیکھتے موجود ہیں۔ میرے خیال میں یہ معلومات مشکل ہوئیں اگر ان میں اصلاحی آراضی کی تقسیم کی زراعت کی پیداوار میں بہتری لانے کے ایک جزو کی حیثیت ہے، اہمیت کو تسلیم کریں جانے۔

ہم لوگ اپنی ریاست میں بہت سمجھتے ہیں کہ زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے اصلاحی آراضی بہت اہم اقدام ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اس بات کی شہادت موجود ہے جو ہم نے اس ریاست کے ہر ضلع میں وسیع گہیت انتظامیہ مطالعوں سے حاصل کئے ہیں اور وہ یہ کہ غریب کسانوں نے فی ایکڑ زرعی پیداوار میں بہت زیادہ اضافہ کیا۔ پیداوار میں اضافہ کی حد تک اضافہ کرنے کے مقصد کے پیش نظر یہ نہایت ضروری ہے کہ خالص زرعی قطعات آراضی کو غریب کسانوں کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ ایسی تقسیم کو سہولت دینا سب سے پہلے ہو کہ یہ غریب پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے لازمی ہے۔ برگوداروں کو کاشتکاری کرنے اور پیداوار میں ان کے حصے کی پین دہانی کرنے کے لئے برگوداروں کے نام کو ریکارڈ میں درج کرنے کا کام شروع کر

نے حسب ضرورت عام ایشیا اور دیگر سہولتیں فراہم کی جائیں۔ ان میں سے ایک سہولت آبپاشی ہے۔ ہم نے آبپاشی کی چوٹی اور بڑی دونوں سہولتوں پر زور دیا ہے۔ چھوٹی آبپاشی میں سطحی پانی پر مبنی آبپاشی کے اسکیمات پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ زمین دوز پانی کو بھی دوبارہ کار لانے کے لئے اقدامات کئے گئے۔ اس لئے زمین دوز پانی کے ذخیرہ کی تلاش کے لئے اس ریاست کے ۲۵ بلاکوں میں سماجی خرچہ خاندان کے تجربہ کے ساتھ معائنہ کیا گیا تاکہ ایک علاقہ میں زمین سے پانی نکالنے کے لئے جو قسم کی مشین کی ضرورت ہو وہاں نصب کی جائیں۔ نتائج مشاہدہ ہیں کہ چند مخصوص علاقوں کے علاوہ جہاں زیادہ گھر چھوٹے ہیں ان کی ضرورت ہے دیگر علاقوں میں ہلکے یوب سودمند ہوں گی۔ ایسے یوب دیں بنانے میں زیادہ مزدوروں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ مقامی ذرائع پر مبنی ہوتے ہیں۔ تنصیب کی جگہوں کو منتخب کرتے وقت اس بات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ان سے زیادہ غریب لوگ مستفید ہوتے اور خاص طور پر وہ لوگ جو اعلیٰ آمدنی کے اقدامات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اب ہم اس بات کی طرف توجہ دے رہے ہیں کہ چھوٹی آبپاشی کے پروجیکٹوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داریاں مستفید ہونے والے لوگوں کو سونپ دی جائیں۔ پنپائیں بھی اپنے علاقوں میں ایسے پروجیکٹوں کی نگرانی کریں گی۔

آبپاشی کیلئے تیار کردہ ان سہولتوں کے ذریعہ اب اس ریاست کے ۵۳ فیصد زرعی علاقوں میں آبپاشی کی سہولتیں فراہم کرنا ممکن ہو سکا۔ آپ لوگوں نے ان کاغذات میں جو فیصد پیش کیا ہے وہ میرے پیش کردہ اعداد و شمار سے کم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ لوگوں نے مضافاتی روزگار پروگرام کے تحت مال ہی میں پنپائیں کو گذریہ پائے تشکیل تک پہنچانے گئے چھوٹی آبپاشی پروجیکٹوں کو اپنے اعداد و شمار میں شامل نہیں کیا ہے۔

چھوٹی آبپاشی کی فراہم سہولتیں ۲۵ فیصد سے بھی زیادہ ہوتی اگر ریاست کو آبپاشی کے چند بڑے پروجیکٹوں کی مدد از مدد تشکیل کے لئے حسب خواہ و سائل فراہم ہوتے۔ رسائل کی کمی کا شکار ایک بڑا پروجیکٹ تیسرا پروجیکٹ ہے۔ یہ پروجیکٹ نہ صرف علاقائی

ہے بلکہ یہ قومی اہمیت کا بھی حامل ہے، اس لئے ہم اپنے اس وقت میں حق بجانب ہیں کہ اس پروجیکٹ کے لئے مرکزی مالی امداد چاہئے اب تک اس پروجیکٹ پر ۲۰ کروڑ روپے خرچ کئے جا چکے ہیں اور آ پروجیکٹ پر ریاستی حکومت نے چھوٹی آبپاشی کے پروجیکٹوں کیلئے مختص رقم کی ۵۷ فی صد رقم خرچ کر دی۔ مرکزی حکومت نے صرف ۵۷ روپے بطور امداد فراہم کئے۔ اس سلسلہ میں جب ہم شمالی ہندوستان آبپاشی کے حال کے تعمیر کے لئے مرکزی حکومت کی تائید کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس مرکزی علاقہ سے مرکز کی برقی غفلت بھی نظر آتی ہے۔ ریاستی حکومت نے تین پیرتھ کے لئے امداد کے مستحق کو بار بار اٹھا کر گزشتہ ستمبر میں بھی وزیراعظم کے ساتھ اس مسئلہ پر بات چیت کی گئی، لیکن اب تک اس سلسلے میں مرکزی حکومت کی طرف سے کوئی مثبتی قدم اٹھایا نہیں گیا۔

آبپاشی پروجیکٹوں کے ساتھ زرعی پیداوار میں بہتری اور پانی کے نکاس کی اسکیمیں بھی کافی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہاں بھی ریاستی حکومت کو اپنے محدود وسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ مشرقی علاقہ میں زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے مرکز زیادہ سے زیادہ فراہم کر سکتا ہے۔

زراعت کے اضافے میں جدید طریقہ کار کو بھی کافی اہم حاصل ہے اور ہم لوگ اس سلسلے میں جدید ٹیکنالوجی کے انتخاب بہت احتیاط برتتے ہیں۔ ہم لوگ نہ صرف جدید ٹیکنالوجی کو منتخب کر میں اپنی دل چسپی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ہم لوگ اس بات کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ ایسی ٹیکنالوجی منتخب کی جائے جو سماجی لحاظ سے اور بہتر ہو اور جن کے پورے استعمال میں زیادہ سے زیادہ مزدور اور مقامی وسائل کی ضرورت ہو۔ اس نقطہ کے پیش نظر مغربی پٹا میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا گیا کہ امن و صاف کی فصل کے توسیع کردہ علاقوں میں مقامی علاقوں کے لئے سودمند بہتر پانچ جائیں تاکہ ان قلعہ آؤں میں پانچ کے درمیان میں دوسری ضرورتیں جیل کے بیج، وال، گہوں وغیرہ کی کاشت کی جاسکے۔ مناسب اچھے غم اور آبپاشی کی سہولتوں کی فراہم کی بنیاد پر ہم لوگ اس ریاست میں ایک ہی کیفیت میں سال میں دو بار فصل اگانے کے

بے قطعیت آراستی کے رجحان میں اضافہ کر رہے ہیں۔ حیاتیاتی کھاد
سبز کھاد اور کیمیاوی اور حیاتیاتی کھاد کی آمیزش کے استعمال پر
بادروہ دیا جارہا ہے۔ نیز زیادہ سے زیادہ مفاتی مزدوروں اور
ساکھی کے ساتھ ساتھ بہتر طریقہ کے استعمال پر بھی زور دیا جارہا
ہے۔

ریاستی حکومت کے محدود وسائل کے باوجود اصلاحات
آراستی کے ساتھ ساتھ زراعت کے نئے زمین کے علاوہ دیگر خام
اشیاء اور مزدوری سہولتوں کی فراہمی کے سلسلے میں ترقی کی گئی ہے۔
حالیہ برسوں میں پیداوار میں اضافہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے۔
مثال کے طور پر ۸۵-۱۹۸۴ء میں ریاست میں چاول کی اوسط
پیداوار ۱۵۵۷ کلوگرام فی ایکڑ تک پہنچ گئی جو ایک ریکارڈ ہے۔
اسی طرح گھنٹہ کی پیداوار بڑھ کر ۲۱۸ کلوگرام فی ایکڑ ہو گئی۔ یہ
دونوں اعداد قومی اوسط پیداوار سے بالترتیب ۲۵۵ کلوگرام فی
ایکڑ اور ۸۸۲ کلوگرام فی ایکڑ سے زیادہ ہے۔ بدلاؤ میں اضافہ
سے اس ریاست میں ۱۹۸۴ء میں اناج کی کل پیداوار
۵۶ لاکھ ٹن ہوئی۔ گزشتہ سال یعنی ۸۳-۸۴ء میں اناج
کی کل پیداوار ۵۰ لاکھ ٹن ہوئی تھی۔ زرمی پیداوار میں اضافہ
کی وجہ سے مرکزی حکومت کی مرکزی امداد و شہاد کی تنظیم کی رپورٹ
کے مطابق سبزی پکان میں ریاستی آمدنی میں اضافہ کی شرح دیگر ریاستوں
کے مقابلے میں ۸۴-۸۳ء میں سب سے زیادہ ہے۔

بہر حال ہم اس بات سے واقف ہیں کہ مرنے زراعت
میں اضافہ کتنا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات یقینی مساوی طور پر ہم
کہ عام پروڈیوسروں کے لئے مناسب قیمت ملے فراہم ہو اور وہ اپنی
چیزوں کو مجبوراً اونے بولے دام پر فروخت نہ کریں۔ اس بات کے
پیش نظر ہم کتوں منصوبہ کے عرصہ میں زرمی پیداوار کو اچھی طرح
سے گوداموں میں رکھنے اور بازار میں فروخت کرنے کے جامع اور
سماجی لحاظ سے مستفید پروگراموں کو رو بہ عمل لانے کی کٹھن کش
رکھی ہے۔ اس سلسلے میں مناسب دیہاتوں میں غلہ گودام تعمیر
کئے جائیں گے اور انہیں عوامی نظام تقسیم سے منسلک کر دیا جائے
گا۔ نیز ہم لوگوں نے مذمت سے وابستہ ہے۔ پیسے زراعت کیلئے

لازمی اشیاء کی فراہمی، باغات کی پیداوار سے مستفید ہونے کا ایک مالی
بچہ دیا جائے گا۔

آخر میں گزشتہ آٹھ برسوں میں زرمی ترقی کے پروگراموں
میں عام لوگوں اور پنچایتوں کے گودام کا کچھ ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ہم لوگ
اپنی ریاست میں مصافحہ ترقیاتی پروگراموں کو رو بہ عمل لانے کے کام میں
عام لوگوں کو شریک کرتے ہیں۔ اس مقصد کے پیش نظر پنچایتوں کے
لئے انتخابات اب باضابطہ منعقد ہو رہے ہیں۔ (بائیں محاذ حکومت
کے سربراہان نے اُن کے ۱۵ سال قبل سے بیان پنچایتی انتخابات
نہیں ہونے تھے) ان منتخب پنچایتوں کے ذریعہ مصافحہ ترقی کے تمام
پروگراموں۔ اصلاحات آراستی، زرمی عام اشیاء کی فراہمی بازار
میں فروخت و فرو کو باہر تکمیل تک پہنچایا جا رہا ہے۔

پنچایتوں اور منصوبہ میں لامرکزیت کے سلسلے میں ہمارے
تجربے نے ایک نئی سمت اختیار کر لی۔ پنچایتوں اور مختلف شعبوں
خاص طور پر مصافحہ سیکٹر سے وابستہ شعبوں کے درمیان بہتر تال
میں قائم رکھنے کے لئے ہم لوگوں نے گزشتہ سال ہر ضلع اور ہر بلاک
سطح پر ضلع منصوبہ بندی کمیٹی اور بلاک منصوبہ بندی کمیٹی قائم کی اور سطح
دار ان کمیٹیوں کے پنچایتوں کے غائب سے اور مختلف سرکار کی شعبوں
کے غائب سے مجر ہیں۔ ان کمیٹیوں کے لئے مزید تعلیمی اور استقامت کی تائید
کی گئی تھی رکھی گئی ہے۔ ریاستی سطح پر ترجیحات کے سلسلے میں ہدایت
اور تحقیق مال رقوم کے پیش نظر بلاک سطحوں پر تمام شعبوں کی اسیکوں کو یکجا
کر کے بلاک منصوبہ کمیٹیوں نے بلاک منصوبہ بندی کئے۔ ان بلاک
منصوبوں کو جامع ضلع منصوبہ میں مجموعی طور پر ضم کر لیا جاتا ہے۔
جانے ہر گئے مجھے خوشی حاصل ہو رہی ہے کہ گزشتہ سال سے ہر ضلع
کے لئے ہسپتال سطح سے تعاون اور تال میل کے ذریعہ ضلع منصوبہ تیار
کیا جا رہا ہے اور اب یہ منصوبہ زیر تکمیل ہے۔ منتخب پنچایتوں کے
ذریعہ چلی سطحوں پر عام لوگوں کی شرکت سے منصوبہ بندی کے کام کو
لگ کر بند دینے کی سمت میں سارے ملک کے لئے یہ بہت ہی اہم
شروعات ہے۔

موشیوں کی پرورش اور علاج

مضافاتی معیشت میں موشیوں کی پرورش اور علاج
 کارکردار کافی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی وجہ سے لوگوں کے لئے زعفران، دودھ، انڈا، گوشت وغیرہ جیسی متوازن خوراک کی پیداوار میں اضافہ ہوگا بلکہ بے روزگار بے زمین مزدوروں، چھوٹے اور حاشیائی کسانوں کیلئے فاضل روزگار کے مواقع فراہم ہوں گے۔ اس ریاست کے لئے اپنے ترقیاتی پروگرام میں بائیس محلہ حکومت نے اس پر کافی زور دیا ہے۔ ۱۹۷۶-۷۷ء میں موشیوں کی پرورش اور علاج کے لئے بجٹ میں ۲۲۶۲۶۲۰۰ روپے کی اور ۱۹۷۶-۷۷ء میں ۶۳۵۵۱۰۰۰ روپے کی گنتی لکھی گئی۔ اس شعبہ کی خدمات کے معیار کو اور بھی اعلیٰ بنانے کے لئے سائنسی طریقہ کار پر مبنی بہت سارے پروگراموں کو اپنایا گیا۔ اس سلسلے میں اس شعبہ کی کوششیں اور اس کے نتائج درج ذیل ہیں:

اسٹیم	۷۷-۷۸	۸۶-۸۷
۱) مرکز موشی ترقیاتی پروجیکٹس	۴	۸
۲) موشیوں کے مادہ تولید کو حاصل کرنے اور اسے محفوظ رکھنے کے مراکز	۲۲	۲۰
۳) موشیوں کی سائنسی تولید کے مراکز / حقہ مراکز	۹۱۵	۱۸۷۰
۴) موشیوں کی خوراک تیار کرنے کے مراکز	۳	۵

۵) ریاست میں موشیوں کی خوراک - ۴۰ میٹرک ٹن - ۳۰۰ میٹرک ٹن کی روزانہ پیداوار
 ۶) انڈیا کی سالانہ پیداوار - ۶۰-۶۴ کروڑ - ۶۰-۶۵ کروڑ

چھٹے مغربہ کے عرصے میں ۳۵-۳۱ لاکھ کھانے کو تولیدی پروگرام کے تحت لایا گیا اور ۲۱-۹ لاکھ دولسنی پھر بے پیدا ہوئے۔
 شدید دلد کا سسٹ و ٹرائب کے لوگوں، چھوٹے اور حاشیائی کسانوں اور بے زمین زرعی مزدوروں کے لئے ایک خصوصی پروجیکٹ کو اپنایا گیا ہے۔ اس پروجیکٹ کے تحت موشی، بکریاں، سور اور مرغ مرغیان ان لوگوں کے درمیان تقسیم کی گئیں۔ اگرچہ اس کے بہت سارے پروجیکٹوں پر کام ۱۹۷۷ء کے بہت بعد کے عرصہ سے شروع ہوا تاہم اب تک ۱۲۷۱۵۴ خاندان ان اسکیموں کی تکمیل سے مستفید ہوئے۔
موشیوں کے خوراک :-

ڈیٹ بنگال ڈیٹری اینڈ پورٹری ڈیولپمنٹ کارپوریشن اور ریاست میں موشیوں کی خوراک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے موشیوں کی خوراک تیار کرنے کے لئے دو پلانٹس نصب کئے گئے۔ ایک پلانٹ اس کارپوریشن کے تحت سلی گوڑی میں ہے اور دوسرا آپریشن منڈلا یونٹ کے تحت ہے۔ سائنسی طور پر مصنوعی تولید کے طریقہ کار کو رائج کرنا کے لئے سلی گوڑی میں ۵۵ لیٹر رفین ٹائمر و جن کی یونٹ میں مادہ تولید کے اچھی حالت میں رکھنے کا انتظام کیا گیا۔ موشیوں کی بہتری کے لئے مختلف پروگراموں کی تکمیل سے اس ریاست میں دودھ کی سالانہ پیداوار دسمبر ۱۹۷۵ء میں ۲۰ لاکھ میٹرک لیٹر ہو گئی جبکہ ۱۹۷۶-۷۷ء میں یہ پیداوار ۶۲-۱۰ لاکھ میٹرک لیٹر تھی۔ ۱۹۷۶-۷۷ء میں ۳۶۱۰ لاکھ میٹرک لیٹر کا نشانہ متعین کیا گیا۔

موشیوں کے علاج :-

گزشتہ ۹ برسوں میں موشیوں کے علاج کے لئے بہت سارے ہسپتال، شفا خانے، معادن مراکز اور گشتی ہسپتال مضافاتی علاقوں کے کارخانے

میں قائم کیے گئے۔ ان شفا خانوں کی تفصیل درج ذیل ہے :

اسٹیکم	۷۷-۷۶	۸۶-۸۵
۱۱ ہسپتال	-	۷۶
۲۲ شفا خانے	-	۲۳۵
۱۳ گشتی مراکز	-	۲۰
۱۲ معلق مراکز	-	۵۲۰
۱۵ تجربہ گاہ سرحدات	-	۲۲
۱۶ مرکزی میڈیکل اسٹوری	-	۹
کے تحت تختی ڈپر	-	-
۱۷ لیس کنٹرول مراکز	-	۱۳
۱۸ باغیچہ مراکز	-	۹
۱۹ دی کنٹرول مراکز	-	۱۳
۱۰ سمیاتی تجربہ گاہ	-	-
۱۱ گشتی شفا خانے تیز رفتار	-	-
ناؤ پر (سدر بن علاقہ	-	-
میں بستی ہاک کے لئے)	-	-
۱۲ امراض کی تشخیص اور جانچ	-	-
کے مراکز	-	-
۱۳ امراض کی جانچ اور کنٹرول	-	-
کے مراکز	-	-
۱۴ بروکس کنٹرول مراکز	-	-
۱۵ سرسٹائینس کنٹرول مراکز	-	-

بلیا گھر میں حیاتیاتی پیداواری ڈویژن کے تحت مختلف یونٹوں میں بہت سارے انداز کی نیلے تیار کئے گئے۔ ۷۶-۷۷ اور ۸۵-۸۶ میں مختلف اقسام کے علی الترتیب ۹۶، ۳۳، ۵۶۹ اور ۸۰۵، ۹۹۹، ۱۹۹۹ عدد نیلے تیار کئے گئے۔

موشیوں کے علاج کی خدمات کے پروگرام کو اور بھی زیادہ موثر بنانے کے لئے ایک خصوصی ہم جہتی گنہ ہے۔ ۸۸۲ سے ہرن

گھر میں موشیوں کے علاج کے لئے کچا دھند اور ڈسٹر ترقیتی اور کڑی چار کیا گیا اور اب تک ۳۰ افراد کو یہاں تربیت دی گئی۔

کھجوری صنعت مدنا پور میں ۸۴-۸۵ میں شفا خانہ اسٹورائٹ کے ڈرائیو کے لوگوں کو سہولتیں فراہم کرنے کے پیش نظر موشیوں کے علاج کے لئے ایک ہسپتال قائم کیا گیا۔ ۸۵-۸۶ میں حکومت نے اضلاع کچہ ہارا جنوبی ۱۲ پرگنہ اور بانگوڑا میں سے ہر ضلع میں موشیوں کے علاج کے لئے ایک ہسپتال کھولنے کی منظوری دے دی۔

سندھ میں ندیوں کے ساحلی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے موشیوں کے علاج کے لئے بستی ترقیاتی ہاک میں ایک تیز رفتار گشتی پر گشتی شفا خانہ قائم کیا گیا ہے۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ موجودہ مالی سال میں اسی طرح کا ایک اور گشتی شفا خانہ قائم کیا جائے گا۔

ڈیٹری ترقیات :

مغربی بنگال کے شہروں اور ترقیاتی علاقوں میں ریاست کے ڈیٹری پروڈیوٹوں کے تحت صحت بخش دودھ سپلائی کیا جا رہا ہے۔

ہرن گھانا، بنگلہ اور گاپور اور مائی گارا میں موجود ڈیٹریوں کے علاوہ برودان میں بھی ایک اور ڈیٹری قائم کی جا رہی ہے۔ آپریشن فلڈا کے تحت ڈانکونی میں ایک صنعت ڈیٹری یونٹ قائم کی گئی ہے۔ اس سال کوئٹہ نگر میں بھی ایک ڈیٹری چالو ہو جائے گی۔ ڈانکونی اور دیگر ڈیٹریوں سے دودھ کی مجموعی سپلائی سنہ ۲۰۲۲ء تک لیٹر سے پڑھ کر اب ۵۱/۵۰ لاکھ لیٹر ہو گئی یعنی سو فیصد سے بھی زیادہ کا اضافہ ہوا۔

مرکزی ڈیٹری سے روزانہ اوسطاً ۲۷ ہزار پیکٹ دودھ سپلائی کیا جاتا ہے۔ برودان ڈیٹری سے پریچین پیکٹ میں روزانہ اوسطاً ۲۵ ہزار لیٹر دودھ سپلائی کیا جاتا ہے۔ آپریشن فلڈا اسکیم کے تحت دودھ کی سپلائی میں اضافہ کرنے کے لئے مرکز موشی ترقی کے پروگرام کو اپنا یا گیا ہے۔ دارجلنگ (ایسل) اور مرشد آباد (عبالائی) میں ۲۰ کوآپریٹو بلیک پروڈیوسر یونٹیں کے علاوہ بلیک کے مدنا پور اور مدینا (کٹن) میں بھی دو بلیک پروڈیوسر یونٹیں قائم کئے گئے ہیں۔ ۸۸۲ میں (کٹن) میں بھی دو بلیک کوآپریٹو بلیک پروڈیوسر یونٹیں اور اضلاع ہونڈلورگی (دھرمپور) میں بھی دو بلیک

ڈیری کی ترقی

بائیں ملانہ حکومت کے گزشتہ ۹ برسوں کے دوران ڈیری (دودھ) انڈسٹری، مرغیوں کی سپلائی کا فارم) کی ترقی کے لئے بہت ساری ترقیاتی اسکیموں کو رو بہ عمل لایا گیا۔

سنٹرل ڈیری، بیلگچھیا، کی جدت کاری:

جدت کاری کے پروگرام کے تحت سنٹرل ڈیری کی مشینوں کی جدت کاری اور تبدیلی کا کام بندرج جاری ہے۔ ان اقدامات کا مقصد یہ ہے کہ روزانہ ۳ لاکھ لیٹر دودھ کی سپلائی کو برقرار رکھا جائے اور عظیم تر مکنت کے لوگوں کو سستی قیمت پر اچھا دودھ سپلائی کیا جائے۔ محدود مالی ذرائع کے عام لوگ اس قیمت پر اس دودھ کو خرید سکتے ہیں۔

دودھ کو چھوٹی چھیلوں میں بھرنے اور پھر قبیلوں کے صف کو بند کر دینے کی، تاکہ دودھ نہ گزے، در مشینیں نصب کی گئی ہیں اور اب ان مشینوں کے ذریعہ صارفین کی ۳۰۰۰۰ لیٹر گائے کا دودھ اور ڈی۔ئی۔ ایم چھوٹی قبیلوں میں سپلائی کیا جا رہا ہے۔ بونوں کو دودھ سے بھرنے والے پلاسٹک بھی بہت پرانے ہو چکے ہیں۔ یہ سنہ ۱۹۶۴ء سے کام کر رہے ہیں اور انہیں آہستہ آہستہ تبدیل کیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دودھ کی پیداوار اور سپلائی کی سطح کو برقرار رکھا جا رہا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر ایک بہت ہی تیز مشین یو۔ ڈی۔ ای۔ سی بٹائی گئی ہے۔ اس مشین سے فی گھنٹہ ۲۰۰۰ دودھ بوتلوں میں لاگ لگایا جاتا ہے۔ یہ مشین سنٹرل ڈیری، بیلگچھیا، میں بٹائی گئی ہے۔ نیز اس سنٹرل ڈیری کی مذکورہ مشین کی بونٹ سے ۵ کی مشین، جو بونٹ صاف کرتی ہے، بہت پرانی ہو چکی ہے، لیکن کراسے سنہ ۱۹۷۴ء میں تنہا کیا گیا تھا اور اب اس کی مرمت کی جا رہی ہے۔

دودھ ڈپوں میں دودھ لے جانے کے لئے ۱۵ دودھ گاڑیاں بہت ہی جلد مصل کی جائیں گی۔ اور اس طرح پرانی گاڑیوں کو بچھادیا

جاتے ہوئے

ہون گھانا ڈیری کی جدت کاری

ہون گھانا ڈیری پلانٹ جون ۱۹۵۸ء سے کام کر رہا ہے۔ یہ پلانٹ اب بہت پرانا ہو چکا ہے۔ اس پلانٹ کی پوری صلاحیت کو رو بہ کار لانے کے لئے اس میں جگہ جگہ مرمت کے کام کئے گئے۔ اب بائیں محاذ حکومت یہ محسوس کرتا ہے کہ اس پلانٹ کی جدت کاری اور مرمت کو فی فروری ہے تاکہ یہ اپنی پوری صلاحیت سے کام کر سکے۔ اس کارخانہ کے پلانٹ اور مشینز آہستہ آہستہ تبدیل کی جا رہی ہیں۔ اس بات کے پیش نظر ریاستی حکومت نے میگزس لائنس اینڈ ٹوربولینٹیا، کلکتہ کو ہر ایت دی ہے کہ وہ ۲۸۳۹ لاکھ روپے کی قیمت کی ایک یو۔ ڈی۔ ای۔ سی بونٹنگ پلانٹ بونٹ سپلائی کرے۔ یہ پلانٹ ستمبر ۱۹۸۶ء سے چالو ہو گیا۔

ریاستی ڈیری، درگا پور،

اس ڈیری گائے، جس کی پیدہ ۵۰۰۰۰ لیٹر دودھ سپلائی کرنے کی صلاحیت ہے، اکتوبر ۱۹۷۲ء میں یومیہ ۱۵۰۰۰ لیٹر دودھ کو پروسیس کرنے کے پروگرام کے ساتھ کام کو ناسروع کر دیا۔ یہ درگا پور شہر، رانی گنج اور آسنول۔ جہنجن صنعتی علاقوں کے لوگوں کو صحت بخش اور معوی دودھ سپلائی کر رہا ہے۔ اس صنعتی علاقہ کے لوگوں کی دودھ کے لئے اڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے حکومت نے موجودہ پنج سالہ منصوبہ کے طرے میں کارخانہ کی عمارت کی توسیع، نئی عمارتیں قائم کرنے، یہاں بونٹ میں دودھ بھرنے کے لئے دو نئی مشینیں کی تنصیب، کارخانہ کی موجودہ پرانی مشینوں کی مرمت اور جدت کاری کے لئے حال ہی میں ایک پروگرام کو اپنایا ہے۔ اس کے لئے سالانہ رواں کے بجٹ میں حسب ضرورتی گنجائش رکھی گئی ہے۔

آئس کریم تیار کرنے والی مشینوں کی مرمت کا کام شروع کر دیا گیا ہے تاکہ صارفین کے بازاروں میں موسم گرما کے دوران آئس کریم کی مانگ کو پورا کرنے کے لئے آئس کریم تیار کرنے کا کام شروع کر دیا جائے۔ بونوں میں دودھ بھرنے کی دو مشینوں کی تنصیب کا کام درگا پور میں جلد

دیاستی ڈیری ابرودان

دودھ کی سپلائی میں فروغ کی پالیسی کو بروہا ملتا ہے
ہوئے بائیس محاذ حکومت نے جزری ۱۹۸۳ء میں بروہا میں ایک
ریاستی ڈیری قائم کی ہے۔ اس میں بروہا ۲۰۰۰ لیٹر دودھ نیا کر کے
اور تقسیم کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ یہ ڈیری اب روزانہ تقریباً ۱۰۰۰
لیٹر دودھ پروسیس کر رہی ہے۔ منظم نمونہ دودھ سپلائی اسکیم کی
طرح ابرودان دودھ سپلائی اسکیم کے پاس مدد مل کر براہ راست
دودھ فروخت کرنے کے لئے اپنا کوئی نظام نہیں ہے۔ یہاں پانی۔ پیک ہیں
دودھ بروہا شہر اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں گھیس کی بنیاد پر متعلق
گواہ پیرسٹیلوں کے ذریعہ فروخت کیا جاتا ہے۔

اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کے لئے دودھ کی فروخت کو پورا
کرنے کے لئے اس طریقہ کار کو زیر عمل لایا جا رہا ہے کہ اس ڈیری کی
تصعیب شدہ صلاحیت میں آمدنی بہتر بنائی جائے تاکہ یہ روزانہ ۲۰۰
لیٹر دودھ ۵۰۰ لیٹر دودھ کا پروسیسنگ کر سکے۔ اس مقصد کے پیش
منظور بروہا میں سارے منصوبہ کے عہدیدار کا نفاذ کی عمارت میں توسیع
کی گئی ہے۔ تصعیب اور موجودہ مشینوں کی مرمت کا کام توجہ سے
کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے منصوبہ جگہ میں حسب ضرورت کی فنانسنگ
رکھی گئی ہے۔

کوٹشنگر دودھ سپلائی اسکیم

موجودہ حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ کوٹشنگر
دودھ سپلائی کرنے کی ایک اسکیم کو پائیدار بنائے جائے۔ اس
سلسلے میں ایک ایجنٹ کی تعینات کیا گیا ہے جو چکے ہے اور اس بات
کا امداد کی جاتی ہے کہ یہاں روزانہ ۲۰۰۰ لیٹر دودھ حاصل کرے اور
فروخت کرنے کا کام شروع کر دیا جائے گا۔ نیز بروہا ۲۰۰۰ لیٹر دودھ کی
پروسیسنگ کرنے کا کام یہاں بہت جلد شروع ہو جائے گا۔ یہاں سے
کوٹشنگر شہر اور اس کے آس پاس کے علاقوں کے لوگوں کو دودھ فراہم
کیا جائے گا۔

گھی، آئس کریم وغیرہ کی تیاری:

جند موجودہ ڈیریوں محدود مقدار میں گھی اور مینا دودھ نیا

کرتی ہیں اور انہیں لوگوں کے امتوں فروخت کرتی ہیں۔ ہرن گھاڑ ڈیری
میں فاضل دودھ سے بسکٹ آئیٹ اور صنعتی گھسن تیار کیا جا رہا ہے
ہے۔ زیادہ گھی آئس کریم اور چاکلیٹ دودھ وغیرہ کی عوامی مانگ کو
پورا کرنے کے لئے ریاستی حکومت نے ساٹ ایک ایکڑ زمین ایک پراکٹ
ٹیکٹری قائم کرنے کے پروگرام کو اپنایا ہے۔ اس کارخانہ میں بروہا ۲۰۰۰
لیٹر آئس کریم، ۳۰۰ کینو گرام پنیر اور کچھ مقدار میں صنعتی گھسن اور مینا
دودھ تیار کرنے کی صلاحیت ہے۔

ساتویں پنج سالہ منصوبہ کے عہد میں کارخانوں کی تعمیر
اور مشین وغیرہ بنانے کا کام بتدریج شروع کیا جائے گا۔ ۱۹۸۰-۸۱ء
کے لئے بجٹ میں اس مقصد کے لئے حسب ضرورت فنڈ فراہم کئے گئے
مضامین ڈیری توسیع:

اس توسیعی پروگرام کا مقصد یہ ہے کہ دودھ حاصل کرنے
اور اسے ذخیرہ کرنے کے اسٹیشن قائم کئے جائیں۔ اس سلسلے میں مضامین
برکال میں دودھ پروڈیوسروں کی کثرت افزائی کی جائے گی کہ وہ اپنے
نزدیک کے دودھ ذخیرہ گھر میں دودھ سپلائی کر سکیں۔ فی الحال
اس ریاست میں ایسے اسٹیشنوں (دودھ ذخیرہ گھر) سے ڈیری
پلانٹس کو گھی دے رہا ہے۔ اس ریاست کے دربارہ
علاقوں میں واقع ذخیرہ گھروں سے ڈیری پلانٹس کو پروسیسنگ کے لئے
میں دودھ حاصل کرنے کے لئے دودھ گاڑیوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی
فورت ہے۔ نیز اگر راستہ میں دودھ گاڑی خراب ہو جائے تو ایسی
حالت میں وہ چوڑائی کو ملنے کر سکے اس بات کے پیش نظر مناسب
رسل و رسائل کے لئے وائرلیس کی فورت ناگزیر ہو گئی ہے۔ اس مقصد
کی تکمیل کے لئے بروگرام تیار کیا گیا ہے اور اسے موجودہ پنج سالہ
منصوبہ کے دوران بتدریج پائیدار بنائے جائے گا۔

قرض اور عطیات

موشیروں کے مالکوں کو جو اپنی مویشیوں کو ہرن گھاڑ کی
دودھ کارٹی میں رکھتے ہیں، اپنی خشک گائے اور بھینسوں کی جگہ دودھ
والی گائے اور بھینس خریدنے کے لئے قرض دے جاتے ہیں تاکہ ڈیری کی
باقی صفحہ ۲۰ پر

بچوں کی لوک کلا

(دوسری اور آخری قسط) — جی رویندرن نامگر

لوک کلا کا جادو:

لوک کلا کی دنیا کی ہر بچے سے فوری اپیل ہوتی ہے اور لوک کلا کے ذریعہ کا، تحریری مواد کی نسبت بچے پر کہیں زیادہ اثر ہوتا ہے۔ لوک کلاؤں کے ذرائع میں کئی صورتیں جیسے کہ لوک تمثیل، لوک گیت، لوک رقص اور لوک تصویریں شامل ہو سکتی ہیں۔ بچے رام لیلہ کے میسے میں رامائن کے لوک کھیلوں میں جو دیسی دیس پر مشہور ان اثرات قبول کرتے ہیں وہ انہیں ان پورے ڈراموں کے دوران مبہوت رکھتے ہیں اور وہ رات گئے تک جاگتے رہتے ہیں اور یہ کھیل دیکھتے رہتے ہیں۔

لیکن ایک بچے کے لئے بچوں کے تماشے سے زیادہ دلکش کوئی اور چیز نہیں ہوتی جو فن کی ایک جاندار شکل ہے اور بھارت کے مختلف حصوں میں اب بھی زندہ ہے۔ اس لوک کلا کی بے پناہ صلاحیت آج بھی برقرار ہے حالانکہ کہیں زیادہ طاقت اور انکیزائی ذرائع اس دنیا میں داخل ہو گئے ہیں۔ راجستھان کی کٹھ پتلیوں کے ڈراموں میں رومان اور جنگ و جدل سے بھرپور مزاحمت دکھائے جاتے ہیں بچے ان میں بہہ جاتے ہیں۔ کٹھ پتلیاں انہیں اکبر اعظم کے دربار کی شان و شوکت یا راجہ امر سنگھ راجپوت کی لڑائی کے دور میں لے جاتی ہیں۔

راجستھان کی کٹھ پتلیاں قریب دو فٹ لمبی ہوتی ہیں۔ ان کے سر بڑی خوبصورتی سے لکڑی میں سے تراشے گئے ہوتے ہیں جن پر بڑی بڑی آنکھیں ہوتی ہیں۔ ان کے پاؤں نہیں ہوتے اور یہ صرف لمبے گٹھے پہنے ہوتے ہیں جن سے ان کی حرکت میں ہر پیدا کی جاتی ہے۔ ان کے ہاتھ مشکل سے حرکت میں آتے ہیں کیوں کہ وہ کپڑے کے بنے ہوتے ہیں اور ان میں جوڑ نہیں ہوتے۔ لیکن حامل ناٹو کی کٹھ پتلیاں کہیں زیادہ رنگین اور دلکش ہوتی ہیں۔ بچے انہیں دیکھنے میں ایک دوسرے سے بازی لے

جاتے ہیں۔ یہ پتلیاں قریب تین فٹ لمبی ہوتی ہیں۔ وہ بہت اچھی تراشی گئی ہوتی ہیں، ان کے لباسات بہت خوبصورت ہوتے ہیں اور وہ زندگی کے حیران کن انداز سے بھارت ناٹم کے رقص کو سکتی ہیں۔ انہیں ہر مالٹم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جہاں ملک بچوں کا تعلق ہے۔ ہر مالٹم کے ذریعہ ان کی پورا نئی رمانیں اور مہا بھارت کے بارے میں واقفیت میں اضافہ ہوتا ہے جو انہیں دادی ماں سے ملی ہوتی ہے۔ عالم اور تربیت یافتہ بچوں والے ماضی کے مناظر میں جان ڈال کر بچوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح آندھرا پردیش میں ”ٹوں برمالٹ“ اور بنگال میں پتلی گھر ہیں جو کرشن کے بچپن یا رزمید داستانوں کے قصبے کے رنگین موضوعات پر بچوں کو مسحور کر دیتے ہیں۔

گلیتوں سے تحصیل علم:

لوک گیت، جو ایک کے بعد دوسری نسل کو ورثہ میں ملتا ہے، جو بچوں کو اپنے آبائی گرو و پیش سے آگاہ رکھتے ہیں اور ان میں اپنی مخصوص وراثت کے بارے میں فخر کا احساس پیدا کرتے ہیں لوک گیت ہماری لوک وراثت کا ایک عظیم حصہ ہیں۔ گیت، کہویتی کی مانند بچوں کو تسکین دیتے ہیں، انہیں خوش کرتے ہیں اور زندگی کے گرم دوسرے آسانی سے برداشت کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اس سے ہمیں موسیقی کے بچوں پر بھاری اثرات کا جائز لینے کا موقع ملتا ہے۔ کیا کوئی شخص ان لڑکیوں کے اثرات کو بھلا سکتا ہے جو ایک والدہ اپنے بچے کو سلاتے وقت گاتی ہے۔ موسیقی انسان کے وجود میں موجود ہے جو اس میں تحریک پیدا کرتی ہے۔ اس میں طاقت اور مضبوطی پیدا کرتی ہے۔ ایک بچہ بھی موسیقی کے سر سے متاثر ہوتا ہے اور جب موسیقی اپنا سکون بخشا اس پر چھوڑتی ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ موسیقی خوشی دیتی ہے اور اس طرح سڑوں کا جو مطالبہ پیدا ہوتا ہے اس کا داخلی انسان پر اثر پڑتا ہے۔

خوشی کا مقام ہے کہ آج اسکولوں اور بال بھون جیسے اداروں میں لوک کلاؤں کو بھرے سے زندہ کیا جا رہا ہے اور وہاں بچوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ ان فنون کو سیکھیں اور (باقی صفحہ ۱۷ پر)

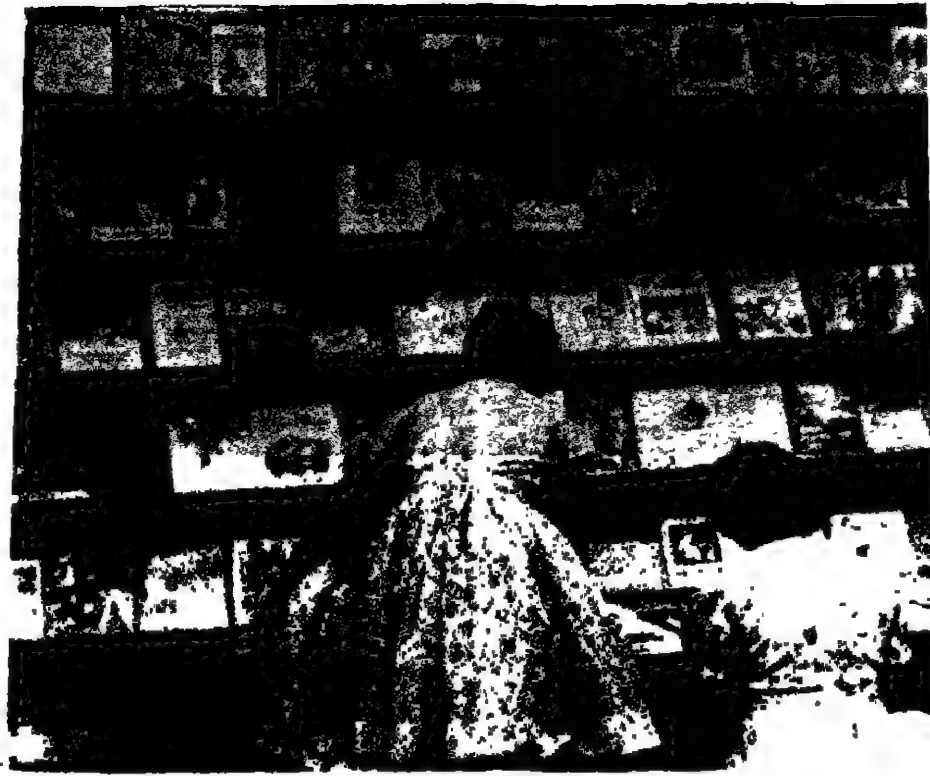
قومی استحکام کو اور بھی مستحکم بنائیں۔ بلاؤں کو رقتار ترقی کو جاری رکھیں

یوم جمہوریہ کی پکار

ہندوستان کی ریاست، مغربی بنگال کو، اپنی پیش رفتاری کے شروع میں جہاں آزادی کی نعمتیں میسر ہوئیں وہاں اسے تقسیم کی لعنت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت اسے بہت سارے معائب کا سامنا کرنا پڑا اور اب اس کی رفتار ترقی مستحکم ہو چکا ہے۔ گزشتہ دس برسوں میں تمام شعبوں میں جیسے آبپاشی، زرعی پیداوار، متوازن خوراک کی تقسیم، چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں کی توسیع، صحت عامہ کا تحفظ، حفاظتی معیشت کی ترقی اور بجلی کی پیداوار، ماہی پروری، سماجی رفقا، برسل اور سائل میں بہتری وغیرہ، مغربی بنگال نے نمایاں ترقی کی ہے۔ نئی صنعتی پالیسی نے بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں کے بند دروازے کھول دیئے اور اس کی وجہ سے ریاستی معیشت اور روزگار کے امکانات بہت روشن ہو گئے۔ تعلیم کے میدان میں شخص مالی رقوم اور کامیابیوں میں مغربی بنگال ہندوستان کی دیگر ریاستوں کے مقابلہ میں سب سے اول ہے۔ شیڈولڈ کاسٹ اور قبائلی لوگوں کے معیار زندگی میں بہتری لائی گئی اور یہ بات بلاشبہ قابلِ افتخار ہے۔ اس ریاست میں بڑی بڑی سانی جامتوں کی زبان اور ثقافت کی افزائش اور ترقی بھی بے نظیر ہے۔

مغربی بنگال سارے ہندوستان کی ایک چھوٹی سی تصویر ہے۔ یہاں تمام لوگوں کے، بلا لحاظ مذہب، فرقہ اور زبان، جمہوری حقوق کی اچھی طرح حفاظت کی جاتی ہے اور سب لوگ اس ریاست میں سادی و سارا امن اور خوشی کے ساتھ رہائش کرتے ہیں۔ حال ہی میں عوام کے اس اتحاد اور استحکام کو توڑنے اور اس ریاست کی ترقی اور امن کے میدانوں میں عدم استحکام پیدا کرنے کی شرانگیز کوششیں کی گئیں۔ ان کا لی خاتون کے شرانگیز ارادوں کا مقابلہ کرنے کے لئے زندگی کے تمام شعبوں کے لوگوں کو متحدہ ہو جانا چاہئے۔ آئیے اس یوم جمہوریہ کے موقع پر ہم اس بات کا عہد کریں۔

حکومت مغربی بنگال



ایک کتاب میل میں بچوں کی کتابیں



جسٹس لیا سے معذور افراد کے مسائل کے کام میں شمول



بیتواڈھری میں ہرن پارک



گورکھنہ میں آثارِ قدیمہ

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor : Dharendra Datta, Asst. Editor Md. Asan

Published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T

Printers, 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 048.

ہندوستان مغربی بنگال

شرح خریداری
سالانہ : ۳ روپے * اس شمارے کی قیمت : ۱۵ پیسے
ترسیل زر کا پتہ :

بزنس منیجر !
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور - حکومت مغربی بنگال
۲۳ - آراءین مکھرجی روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

مدیر اعلیٰ : پرمیتن بھٹاچاریہ
مدیر : دھرنیدرانانہودت
مدیر معاون : محمد اعظم

جلد نمبر ۳۲ * ۱۵ روزہ اور یکم ہفت روزہ * ۱۹۸۷ * شمارہ نمبر ۴۷ اور ۵



رائٹس بلڈنگس، کلکتہ کے روشنہ امین انتخابی کمیٹی کی میٹنگ

شکر چتر کی افسانہ نگاری

شمس الہدیٰ

پریم چند اردو افسانہ نگاری کے سوجھ بوجھ تسلیم کئے جاتے

ہیں۔ انہوں نے اردو افسانہ نگاری کے معیار کو بلند کیا۔ پریم چند کے افسانوں کی خوبیاں ان کی زبان کی عداوت، شیرینی، سادگی اور صفائی ان کے نیک جذبات و احساسات، ان کی صداقت بانی، ان کا خلوص، ان کی حب الوطنی، ان کی انسانیت دوستی، دیہات اور دیہاتیوں سے ان کی بے پایاں محبت، غریبوں کا ہمدردی شاید کسی دوسرے کو نصیب نہ ہو سکے۔ کم از کم اب تک یہ تمام خوبیاں کسی ایک فنکار کو نصیب نہ ہو سکی ہیں۔ ڈاکٹر اعجاز حسین نے پریم چند کا ادبی مقام متعین کرتے ہوئے تیر کا نام لیا ہے اور بتایا ہے کہ دونوں اپنے فنی میں یکساں روزگار ہیں۔ میر ایک شاعر کا نام ہے، پریم چند ایک کہانی کار کا۔ ہزار بار چاہئے کہ کسی افسانہ نگار یا ناولٹ نگار کا نام لیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو فکشن کی تاریخ میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جسے پریم چند کے مقابلے میں پیش کیا جاسکے پریم چند کے افسانوں کی ہر دوسری لفظ کا دائرہ حرف اردو ہی کی دنیا تک محدود نہیں ہے بلکہ ہندی و اسی ہی اتنی ہی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ اردو والے غالباً انہیں دیکھتے وقت پریم چند کہتے ہیں:

ہاتھ جو میں نے مرے گرد مسلمان دونوں

ہم اردو کے بے شمار افسانہ نگاروں کو شہرہ میں دیتے ہمارے کی سیر کرتے، لیکن اور چوڑی سڑک پر چل کر تھکتے، جو ٹلوں اور تھوہ خانوں میں قہقہے لگاتے تو دیکھتے ہیں مگر پریم چند کی طرح کسی کو دیہات اور دیہاتیوں میں رہتے، دیہات کی پگھلنے یوں پرہتے، اس اڑھ ساون کے ہنسون میں دیہاتیوں کے ساتھ ہل بیل چلاتے، جاڑھ کی

کپکپاتی دراڑوں میں اور بیٹھ بیٹھا کہ گا چلی پاتی و موہ میں دیا جاتا ہے دیکھ درد میں تریک ہونے کسی کو نہیں دیکھتے ہیں

پریم چند کو شہرت سے اس بات کا احساس تھا کہ ہندوستانی گاؤں میں بستا ہے۔ یہ دیہات اور دیہاتیوں کا ملک ہے لہذا جب ہم دیہات اور دیہاتیوں کی حالت بہتر نہیں بناتی جاتی ہندوستان اس وقت تک ترقی کی منزل کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ اس لئے پریم چند اپنی تمام حیات دیہات اور دیہاتیوں کی اصلاح میں صرف کر رہے ہیں۔ پریم چند کی یاد آتے ہی آنکھوں کے سامنے دیہات کا منظر گھومنے لگتا ہے۔ "بدھو" "سٹنگو" پیسے زندہ اور متحرک کردار نگاہ و تصور میں ابھرنے لگتے ہیں۔ احمد ندیم خاں بھی اپنے افسانوں میں دیہات کے دیہاتی کردار اور دیہاتی واقعات کو ہی پیش کرتے ہیں لیکن ان کی کہانی سنی سنائی معلوم ہوتی ہے۔ راجندر سنگھ بیدی بھی اپنے افسانے کا موضوع دیہات اور دیہاتیوں کو ہی بناتے ہیں لیکن ان کی زبان اس درجہ ناقص ہے کہ وہ کسی طرح بھی پریم چند کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پریم چند کے بعد اگر کوئی شخصیت اپنی اتنی کامیابی کے ساتھ دیہات اور دیہاتیوں پر قلم اٹھانے والی ہے تو وہ علی عباس حسین کی ہے۔

پریم چند کو جو الف دیہات اور دیہاتیوں سے تھی اس کا اظہار وہ اکثر ناولوں اور افسانوں میں کرتے رہے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ: "وہاں اگر انسان کا بس ہو تو وہ دیہات میں جا بیٹھے، وہ چار چاند بال لے اور اپنی تمام عمر دیہات کی خدمت میں گزار دے" یہ حقیقت ہے کہ دیہات میں جا کر کسی کی شہرت

ان کے ہوتے ہوئے پریم چند نے اپنے تمام عمر دیباچوں کی اصلاح اور خدمت
 برآگوار دی۔ ایک جگہ وہ دیباچے کا منظر کھینچتے ہیں۔ ”جب اساتذہ
 آج ہر طرف مصلحت لہہ لہاتے لگی دیباچے میں خوشی کا درد دور ہو گیا، بچے
 اپنے گھروں کے دروازے پر گھونٹہ بٹانے لگے۔ عورتوں کے بلند نئے کچیرے
 پر سناٹا کھینچنے لگے اور مرد کے گیت کھیتوں پر۔“ پریم چند نے دیباچے اور
 دیباچی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا تھا اور وہ معمولی سے معمولی بات کو بھی منظر
 انداز نہیں کرتے۔ جذبات پر بڑی گہرا نظر آتی ہے۔ مختلف قسم کے
 جذبات اور نفسیات پر ان کی نگاہ بہت تیز پڑتی ہے۔ پریم چند نے دیباچے
 اور دیباچیوں کے متعلق بیسوں کہانیاں لکھی ہیں۔ ”ملک کا داروہ“ ”راہ
 نجات“ ”بچے پر میشر“ ”ایمان کا فیصلہ“ ان کے بہترین نام ہیں۔ جن
 میں پریم چند کے اپنے دیباچوں کے مناظر کو بحسن و خوبی پیش کیا ہے۔
 پریم چند صحیح معنوں میں ایک سچے وطن پرست، ہمدرد اور
 مصلح قوم اور محنت و محنت تھے۔ اپنے ادب کے ذریعہ انہوں نے سوسائٹی
 اور ملک کی اصلاح کی کوشش کی۔ غریب سکائوں اور اٹل سکندر مزدور
 اور سماج کے گمراہ ہونے پر نصیحتوں نے ان کی توجہ اپنی طرف کھینچی اس کے
 ساتھ ساتھ انہوں نے شہروں کے متوسط طبقے کو کرکٹ اور اخبار نویسوں
 کی حمایت میں بھی اپنا علم اٹھایا۔ اخبار نویس اور ادب کی حمایت میں
 انہوں نے کتنی افسانے لکھے۔ پریم چند ہر طبقہ کے لوگوں کی ترجمانی کرتے
 ہیں لیکن ان کے کردار خاص طور سے دیباچی کسانوں، اغلاس زدہ مزدوروں
 مفلس شہریوں اور کھوکھوں کی زندگی کو زیادہ پیش کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ
 ساتھ پریم چند درجہ حرارت کی عرض سے اور اپنے نخوت و غرور کا مزہ
 چکھنے کے لئے سینے سے لگا کر لوگوں، راجہ، مہاراجہ، زمین داروں اور
 سرمایہ داروں کو بھی پیش کرتے ہیں۔ افسانہ ”نیک بختی“ کے تلبانے ہی
 بے جا غرور اور علم کی مذمت پہنچنے والے احساس شرارت کا اظہار دکھایا
 گیا ہے۔ پریم چند کو ان کی سے بہت زیادہ ہمدردی تھی۔ انہوں نے
 کسانوں کے حقوق کی نگہداشت کا پرچار اپنے بہت سے افسانوں میں
 کیا ہے۔ پریم چند نے سماجی اصلاح کی بھی کوشش کی۔ ایسی بھین کی
 شادی پسند نہ تھی، وہ ازمین و جہان اور بوڑھے کی شادی کو بھی پسند
 نہ کرتے تھے۔ برٹش اور جہان کی شادی کے متعلق ان کا افسانہ ”نئی بڑی
 بہت زیادہ دل چسپ ہے۔ پریم چند اپنے افسانوں کے ذریعہ نجات

ہندو مسلم اتحاد کی کوشش کرتے رہے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست
 خواہاں تھے۔ انہوں نے اسلام کی عظمت اور مسلمانوں سے محبت اور
 ہندو مسلم اتحاد کے متعلق بہت سے افسانے لکھے۔ ان کا افسانہ ”مولا
 اور پنچایت“ اس جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

پریم چند کی زبان سیدھی سادی اصناف ستھری، سلیس اور
 روان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پریم چند کی زبان میں ایک خاص تازگی
 ملتی ہے

پریم چند اردو افسانے کا نقطہ آغاز بھی ہیں اور اس کی
 ابتدائی پیش رفت کی تاریخ بھی۔ ان کے اور ادب کے شاید پہلے افسانے
 ”دنیا کا سب سے انمول رتن“ سے لے کر ان کے شاہکار افسانے ”کفن“
 تک ان کا افسانوی فن کتنی نشیب و فراز سے گزرا ہے۔ پریم چند کا پسلا
 افسانوی مجموعہ ”سوز و غم“ ہے۔ ان کے اس مجموعے کے تمام افسانے
 بجز ایک افسانہ ”صلہ ماتم“ کے جذباتی اور وطنی کو ابھارنے اور سیاسی
 غلامی سے نجات کا خواہش کے تحت لکھی گئی ہے۔ ”مجرم کا پسلا
 افسانہ“ ”دنیا کا سب سے انمول رتن“ ان کے قلم سے نکلا ہوا ادب کا غالباً
 پسلا افسانہ ہے۔ اس مجموعے کا دوسرا اہم افسانہ حب وطن اور عشق
 دنیا ہے۔ پریم چند کے بعد افسانوں میں حقیقت و مثالیت کچھ اس طرح
 گھل مل گئی ہے کہ حقیقت مثالیت کے رنگ و روغن سے چمک اٹھا ہے۔
 انہوں نے کچھ افسانے تفریح طبع کے لئے بھی لکھے ہیں لیکن پریم چند کے
 دور افسانے ”دودھ کی قیمت“ اور ”کفن“ اردو افسانے کو اس موڑ پر
 لے جاتے ہیں جہاں وہ مثالیت سے رشتہ توڑ کر اپنی من مانی ڈگر پر چل
 پڑتا ہے۔ یہ افسانہ تنگ کے اعتبار سے مکمل ہے۔ اس کا چوٹ
 سیدھا سا دھڑے لیکھی پیچ پنس، اتفاقی حادثات پنس اور نہ کہیں
 سسپنس پیدا کرنے کے لئے مصنوعی صورت حال کا سہارا لیا گیا
 ہے۔ یہ افسانہ ایسے سماج پر زبردست چوٹ ہے جو چھوٹ چھات کو
 روا رکھ کر ایسے افراد پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں جو ان کی شہرت کا احترام کو
 بچے ہیں۔ کفن نہ صرف پریم چند کے افسانوں کا نقطہ عروج ہے بلکہ اردو افسانے کا
 ایک اہم نمونہ بھی۔ پریم چند نے اپنی مختصر سی زندگی میں اتنے اچھے اور
 زیادہ افسانے دنیا کے سامنے پیش کر دیے ہیں کہ وہ افسانہ نگار کا تاریخ
 جہان کا نام ہمیشہ باقی رہے گا۔

پہلی قسط

گلہ ہند کی سما

اس کا تاریخی پس منظر اور کارکردگی

از: ہرکشن سنگھ سرچیت

اج کل ہندوستان سما ایک بڑی تنظیم ہے۔ اس کی رکنیت لاکھوں میں ہے اور اس کی اکائیاں ملک کی ہر ریاست میں موجود ہیں۔ پچاس برس قبل ۱۳ اپریل ۱۹۳۶ء میں سکھنہ میں ایک کانفرنس کے دوران اس کا بنیاد رکھا گیا تھا۔ اس وقت سے اب تک کئی سرگرمیاں لڑائی اور جیتی گئیں۔ بہت سا خون بہایا گیا ہے۔ کسانوں کے جبرور حقوق کے لئے لڑتے ہوئے بہت سے شہید ہوئے ہیں۔ زندگیوں کا نذرانہ ہے۔ گزشتہ ۵۰ برس کی تاریخ اس تنظیم اور اس کے کارکنوں پر شدید جبر و ستم سے بھری ہوئی ہے۔

۱۹۳۰ء کی دہائی میں سرکاری دارالحکومتوں میں جو عالم گیر اشتہاری کال دہلاڑی پیدا ہوئی تھی، وہ ہندوستان کے کسانوں پر بھی اثر انداز ہوئی تھی۔ یہ غلامی پس منظر جس میں کسان تنظیمیں ملک کے مختصر حصوں میں رونما ہوئی تھیں۔ ان تنظیموں کا بنیادی مقصد کسانوں کو بے دخلی، کرائے میں اضافہ، اجری محنت اور روٹ کھسٹ کی دیگر مصرتوں سے بچانا تھا۔ انہیں سوزن و تافنی اور جبر و دانا تھا۔

ریاستی سطح کی تنظیموں کے قریب نے انہیں ایک کل ہند تنظیم کی ضرورت کا احساس دیا۔ وہ جس کے پاس ایک وسیع تر پالیسی اور بڑا گرام موجود ہو۔

کانگریس سے بددلی؛

گلہ ہند ان سما کی تشکیل میں بائیں بازو کے کانگریسیوں نے ایک

اہم کردار ادا کیا تھا۔ قومی کانگریسی قیادت کے زمین داروں سے سمجھوتے کے کردار نے سوائی سما بنانے جیسے بیشتر کسان لیڈروں کو بددل کر دیا تھا۔ انہیں ایک آزاد کسان تنظیم کے قیام کی ضرورت کا احساس ہونے لگا تھا۔ ۱۹۳۲ء تک ایک کانگریسی سوشلسٹ پارٹی رونما ہو چکی تھی جس نے سوشلسٹ سوشلزم کے تئیں رغبت کا اظہار کرتے ہوئے کانگریس کے اندر سرگرم عمل رہنے کا فیصلہ کیا۔ وہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ حقیقی سیاسی آزادی کی بدولت کسانوں کی زمین داری کے خاتمے اور دیہاتی سماج کی ترقی پسند تشکیل نو کے لئے کسانوں کی جدوجہد سے انکاپ نہیں کیا جاسکتا۔ کیونٹ پہلے ہی عینی تنظیمیں قائم کرنا شروع کر رہی تھیں۔ یہ بائیں بازو کے کانگریسی، کانگریسی سوشلسٹ اور کیونٹ تھے جنہوں نے گلہ ہند کسان سما کی تنظیم کے لئے پس کی۔

گلہ ہند کسان سما کے پہلے اجلاس میں شرکت کرنے والوں کی فہرست بڑی ہی مضمی خیز ہے۔ اکی ایم ایس بھودیا پر ادھونیا گل سرکار، سرہن سنگھ جوش، دل بادرش استری، کے ڈی مایو، موہن لال گوتم، پی۔ بھونانند، جے پرکاش زائن، سماج سماجیاند، انکراشن جودھی، اہریش کرشن، تپ این جی رنگا، اندولال یا جیک، اڈو کے کھلور، بشن رام میدھی، اسرت سہا۔ ان میں سے بہت سے بعد کے برسوں میں قومی یا ریاستی سطح کی ممتاز شخصیت بن گئے۔ اس حقیقت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسان سما اپنے آغاز سے ہی گتھا وسیع

سماجیت کی مخالفت سے وابستگی

کل ہند کان سہا ان سہا اپنی ابتدا ہی سے جو کسی بھی اور اس نے بڑے قومی اور بین الاقوامی معاملات کے تئیں رد عمل کا اظہار کیا۔ ملک کی آزادی کی کاوش کرتے ہوئے کل ہند کان سہا آزادی کا ایک مخصوص تصور رکھتی تھی جو بہت سی قراردادوں میں ظاہر ہوا جن میں سیاسی آزادی کے ساتھ ساتھ سماجی - اقتصادی آزادی پر زور دیا گیا تھا۔

سماجیت کی مخالفت سے اس کی وابستگی ان قراردادوں میں ظاہر ہوئی جو ابتدائی برسوں کے دوران منظور کی گئیں۔ ان میں جبر پر اٹھائی جانے والی زمین پر جاپانی عیسائی کی مذمت اور ہندو فائدہ جیگی میں ری پبلکن فرنٹ کی حمایت کی گئی تھی۔

کل ہند کان سہا کی تشکیل کی کئی جانب سے مخالفت ہوئی تھی۔ متاد پرستوں نے کل ہند کان سہا کی مخالفت میں مہم چلائی تھی۔ انہوں نے کانوں کو دہشت زدہ کرتے ہوئے اور قزاقانہ پرجا پرستی کا اختیار استعمال کرتے ہوئے کان سہا کے کام میں خلل پیدا کرنے کی اپنی سی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ برہمنوں نے کانوں پر کان سہا کی برہمنی ہوئی گرفت سے خوفزدہ ہو کر اپنے جبروت کو شدید تر کر دیا تھا۔ اس نے کلیدی لیڈروں کو بار بار گرفتار کیا تھا اور دیگر بہت سے لیڈروں کو روپوشی پر مجبور کر دیا تھا۔

کانگریس کے دائیں بازو نے سردار و بھوبھائی پنیل اور ڈاکٹر راجندر پرشار کے زیر قیادت انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ کل ہند کان سہا کے اجتماعی الحاق کے خلاف لڑائی اور کان سہا کے آزادی وجود کی زبردست مخالفت کی۔ کل ہند کان سہا پر اس نے زبردست نکتہ چینی کی تھی کہ اس میں ہندو مت کا ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا ہے کہ کسی بھی لمحہ دھماکہ ہو سکتا ہے۔ کانگریس میں کانگریس لیڈروں نے کھلے ہوا زمین دار - نواز موقف اختیار کیا اور ۱۹۳۰ء کے دہائی کے اواخر میں تشکیل شدہ سرگرمیوں میں اپنے انڈین کانوں کے اپنی نیشنل کچلنے کے لئے استعمال کیا۔ یہاں میں انہوں نے کل ہند کانوں کے سب سے سرگرم کارکنوں سے فرانسیسی فرنٹ سے زمینداروں کی لابی کے ساتھ اشتراک قائم کیا۔

کل ہند کان سہا کی تشکیل

کل ہند کان سہا کی تشکیل سے قبل جنوری ۱۹۳۶ء میں برطانوی کانگریس کے دوران ضروری تیاریاں کی گئی تھیں اور ایک کانگریس کے واسطے منصوبہ کیا گیا تھا۔ اور یہ بھی کہ اس کا ایک سب سے بڑا مقصد برطانوی کانگریس کے ہندو کانوں کی آزادی کی قومی تحریک کے ساتھ مل کر جانے گا اور سماجیت کے خلاف لڑائی کو جاگیردارانہ نظام کے خلاف لڑائی کا ایک انٹ حصہ سمجھا جائے گا کیونکہ سماجیت جاگیردارانہ نظام کی سرپرست سمجھا جاتا ہے اور اسے ریاست کی حمایت فراہم کرتی ہے۔

انسانی آج ماضی پر سفر ڈالتے ہوئے اس سادگی اور براہ راست انداز سے متاثر ہو کر رہ جاتا ہے جو پہلے اجلاس میں نے اپنی بنیادی قراردادوں میں اپنے فریضے متعین کرتے ہوئے اختیار کیا تھا۔ اس میں یہ کہا گیا تھا کہ:

ہندو کان تحریک کا مقصد اقتصادی استحصال سے مکمل نجات دہکانوں اور مزدوروں اور استحصال کے شکار دیگر تمام طبقوں کے لئے مکمل اقتصادی اور سیاسی اقتدار حاصل کرنا ہے۔

ہندو کان تحریک کا بنیادی فریضہ کانوں کو ان کے خوراک اور اقتصادی مطالبات کی لڑائی کے لئے منظم کرنا ہو گا کہ انہیں ہر قسم کے استحصال سے نجات کے لئے تیار کیا جائے گا۔

اس کے بعد قرارداد میں زمین داری نظام کی مذمت کی گئی تھی جس کی ہندوستان کی برطانوی سرکار حمایت کر رہی تھی۔ اسے "غیر مساوی" غیر منصفانہ اور کانوں کے لئے جابرانہ قرار دیا گیا تھا اور یہ اعلان کیا گیا تھا کہ زمین داری کے اس سارے نظام کا خاتمہ کیا جائے گا اور ایسی زمین پر تمام حقوق کا شکاروں کو دئے جائیں گے۔

یہ بات ملاحظہ کی جانی چاہئے کہ کل ہند کان سہا نے اپنے اولین دنوں میں جو معاملات اٹھائے تھے ان میں سے بہت سے آج بھی ملے ہوئے ہیں۔

کل ہند کان سہا کا اگست ۱۹۳۶ء میں بستی میں جو اجلاس ہوا تھا اس کے دوران بہت سے بحثوں کی وضاحت کی گئی تھی جو کل ہند کان سہا کے تاسیسی اجلاس کے دوران اٹھائے گئے تھے۔

انڈین نیشنل کانگریس کے اختیار کردہ راستے کے برخلاف
جوزمین داروں اور دیگر مفاد پرستوں کے ساتھ سمجھوتہ کر رہا ہے اور
انہماک کے ذریعہ مزاحمت کی بات کو روک رہا تھا۔ کئی ہندوستان سبھانے کانوں
کو اس لئے مجتمع کیا تھا کہ وہ زمین داروں کے اصرار بند شلوں اور پولیس کے
حملوں کا سامنا کریں۔ کئی ہندوستان سبھانے ۱۹۳۹ء میں گئی میں منعقد
ہوتے اجلاس میں بینا لگایا تھا کہ پچھلے برس ہندوستان کے کانوں میں
غیر معمولی بیداری اور منظم طاقت میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔
۱۹۳۶ء سے ۵۵ء تک بہت سی شاندار جدوجہدیں کی
گئیں تھیں۔

فاشیت سے جنگ کو وہ ترجیح دیتے ہوئے جس کی وہ مستحق تھا، کل ہند کان سبھا نے ۱۹۴۱ء میں اپنے اجلاس کے دوران اپنے ارکان کو یہ یاد دہانی کرائی کہ 'ہندوستان کی آزادی کا جدوجہد میں' عارضی طور سے بھی 'توصیل نہیں دینا چاہئے'۔

زبردست کھی ہوئی تھی۔

شاد ارجد و جہدیں

دوسری عالم گیر جنگ کے فائدے احمد ہندوستان کی آزادی کے
درمیان دور رس رہے۔ ان جدوجہدوں سے عیدت تھا۔ ان
میں سے پہلے وقت کی گنتی جدوجہدوں سے طاقورترج
تھیں۔ دیر سے یہ کام یہ جدوجہدیں شہروں اور صنعتی
بستیوں میں بڑی جدوجہدوں کے ساتھ ساتھ ہوا رہی تھیں۔ ان کا نقطہ
عروج ہندوستانی قومی فوج (آئی۔ این۔ اے) کے قیدیوں کی حمایت میں
چلائی گئی تحریک، شاہی ہندوستانی بحریہ کی بغاوت تھی جس نے برطانوی
نر آبادیاتی حکمرانوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ فرانسیسی نر آبادیت کے خلاف
ہند۔ چین کے لوگوں کی جدوجہد اور بغاوت کے لئے چینی عوام کی جدوجہد اور
ان سب کے ساتھ ساتھ دیگر ملکوں کی نجات کی تحریکوں نے ہمارے ملک
کے عوام کے لئے جوش و جذبہ کے سرچشموں کا کام کیا جو برطانوی سلطنت
کے ضلوت آفریں دار میں معروف تھے۔

نیپھاگ تحریک:

معا سے زائد سہ گرام کارکن مارڈالے گئے تھے اور بہت سے دیگر یا تو شدید زخمی ہوئے تھے یا جبر قید میں ڈال دیے گئے تھے۔ لیکن پھر
 کا جبر و ستم اور زمینداروں کی دہشت گردی اس تحریک کے لئے عوامی جوش
 و خروش کو دبانے میں ناکام رہی تھی۔ اس تحریک کو بے اثر کرنے کی خواہش
 سے اس وقت قائم مسلم لیگی وزارت نے بنائی دلوں کے لئے ایک
 قانون پیش کیا تھا، لیکن اسے منج ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ ۱۹۵۰ء میں
 بنائی دار ایکٹ اس جدوجہد کا ایک بڑا حاصل تھا جس کے سبب بے

مستقل ہو گئی تھی۔ بنائی داروں اور زمین داروں کے مابین جھگڑے طے
نے کے لئے مسیح و مسند کی پورن قائم کیے گئے تھے اور اس شرط پر بنائی
لگا کا حصہ دو تہائی کر دیا گیا تھا کہ وہ کھیتی میں کام آنے والی چیزیں ملو
سے فراہم کریں۔ جہد جہد کا دوسرا دور ملک کی آزادی کے بعد
(۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء) میں ہوا تھا۔ اس وقت بھی لوگ جان سے جاتے
ہے تھے۔

ایک اور بڑی جہد و جد تری پر وہ میں ہوئی تھی۔ وہاں کی ہند
سان سبھا سے والیتہ اپجائی عوامی نکات پر نیشنل قبائلی کان کن
میں سے بے گار کر دئے جانے اور جہاڑوں (جنگو بدل بدل کر کھیتی کرنے
آئے کان) کے حقوق میں دخل اندازی کے خلاف سرگرم عمل کیا
گیا۔ اس جہد کے حصے آج تری پورہ ملک کی بائیں بازو کی تحریک
بے آگے کی ایک مضبوط چوکی بنا ہوا ہے جو قبائلی اور غیر قبائلی دونوں
کان کنوں کو متحد کر رہا ہے

تلنگانہ کی جہد و جد

ان تمام جہد و جد کی سربراہ تلنگنے کے کان کن رزمیہ
جہد و جد تھی جس کی ہمارے ملک کی عصری تاریخ میں کوئی نظیر موجود نہیں۔
یہ تحریک ۱۹۲۷ء میں آندھرا سبھا کے زیر قیادت شروع ہوئی تھی جو
ملی ہند کان کن سبھا سے ملحق تھی۔ یہ ۱۹۵۱ء تک جاری رہی تھی۔ نوری سام
زمین داروں کا جو سوشلزم اور کرایہ داروں کو دھونس میں لینے کی غرض سے اتحاد
بندہ فنگوں کا نینیات کو جاننا تھا

ہندوستان کی آزادی کے فوراً بعد جہد نقطہ عروج پر
پہنچ گئی تھی۔ اب مطالبہ تھا جہد آبادی کے ہندوستان کے ساتھ ملحق
کرنا اور نظام کی جاگیر دار نواری حکمرانی کا خاتمہ کرنا۔ آندھرا سبھا کے
پرگرام میں جہد محنت کرانے کی اورنگی اور زمین داروں کو اناج کی فراہمی
کے خاتمے کی پکا ضمانت تھی۔ اس کے ساتھ زمین داروں کی زور زبردستی
اجنبی جہد زمین پر قبضہ، اناج کے ذخیروں پر قبضہ اور ان کے مزدوروں
کو تقسیم اور زمین داروں اور سودا گروں کے ریکارڈ میلان بھی شامل
تھا۔ بانٹو سرکار اور زمین داروں دونوں جہد کے کار زمین پر قبضہ کی پکار
دی گئی اور زمین داروں پر ملے ایکڑ سے کم زمین اور ایک سو ایکڑ خشک
زمین کی مدد کر دی گئی تھی۔

تحریک کے دوران گاؤں سے ضلع سطوں تک چار پانچ دہائے
تیار کئے گئے جنہوں نے رضا کاروں کی دہشت گردی کا سامنا کیا تھا اور کئی
جنگوں پر زمین داروں کو ڈر ملاتے سے جاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔
جہد و جد کے نقطہ عروج کے وقت تقریباً ۳۰ لاکھ کی آبادی پر مشتمل ۳۰ ہزار
گاؤں آزاد کر لئے گئے تھے۔ یہ آزاد علاقہ ۱۷ ہزار مربع میل پر محیط تھا
اور وہاں ۳۰ گرام راج قائم کر دیا گیا تھا۔ ان علاقوں میں ۲۰ ہزار چار پانچ ہزار
اور عوامی ملیشیا کے ۱۰ ہزار جان نثار علاقے کی حفاظت کر رہے تھے۔ ۱۰
لاکھ ایکڑ زمین بے زمینوں میں تقسیم کر دی گئی تھی، سودا کی شرح کم کر
دی گئی تھی، جہد محنت ممنوع قرار دے دی گئی تھی اور کم سے کم اجرت
مقرر کر دی گئی تھی۔ یہ تھیں وہ اصلاحات جو کان کن انقلابیوں نے نانڈکی
ضلع

لیکن ۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء کے بعد سیاسی صورت حال نے اس
وقت ایک نیا موڑ لیا۔ جب ہندوستان نوچ داخل ہوئی۔ انقلاب
اب ۵۰ ہزار نو جہوں پر مشتمل ایک بڑی نوج کان کن نیشنل سبھا سے شروع منظم
انداز میں تلنگانہ لے رہی تھی۔ اذیت، ہمارے ہی تھی اور گاؤں والوں کا
انقلابیوں سے رشتہ توڑنے کی غرض سے اپنی دیہات سے بے دخل کر رہا
تھی۔

تحریک ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو دہلیس لے لی گئی تھی۔ اس وقت
ملک ۴۰ ہزار سرگرم کارکن اپنی جانیں نچاؤ کر چکے تھے۔ ۱۰ ہزار کارکنوں
کو ۳ سال سے ۴ سال کے وقفے تک قید کی سزا دی جا چکی تھی۔ ۵۰
ہزار کھنگی پولس اور فوج کے کیمپوں میں نظر بند کئے جا چکے تھے۔ انہیں مارا پٹا
جا رہا تھا اور دہشت زدہ کیا جا رہا تھا۔

اگرچہ تحریک کو دہلیس لینا پڑا تھا، لیکن اس نے سوائی سورج
سمبھ اور سرکار کی پالیسی پر جواڑا لادوہ کسی بھی قسم کے شک و شبہ سے
بلا تر ہے۔ ۱۹۵۲ء کے انتخابات میں عوامی جہد مورچے نے (اس میں
کیرنٹ سب سے بڑھ طاقت تھی) ۳ ضلعوں نال گوڈوہ، وارنگل اور کرم
میں ۲۶ میں سے ۲۳ نشستیں جیتی تھیں اور تلنگانہ کی جہد و جد اپنی ضلعوں
میں بکڑ رہی۔

اس وقت کے دوران فادات کے سبب کان کن سبھا کے کام کو
بڑا چھٹکا لگا۔ نہ صرف یہ کہ ۱۹۴۶ء کی سالانہ نو فنگوں کو نچا کر دیا گیا تھا

اور معمول کی تنظیمی کام با عمل در ہم بر ہم ہو گیا تھا۔ ان ٹھیکروں نے بہت سے کمرانوں کے ذہنوں کو زہر آلود کر دیا تھا لیکن اس وقت کے ایک اعلیٰ جان بخش شخصیت یہ تھی کہ جن ملازموں میں کسان غریب مضبوط تھے وہ ان دونوں فرقوں کے کانون کی مشرتکہ کارروائیوں سے فسادات کو روکنا چاہتا تھا۔ ملک کو مجموعی اعتبار سے یہاں سے تو ملک کی آزادی کے ابتدائی چھ برسوں کے دوران کسان سبھا کے سرگرم کارکنوں کو شدید سرکاری جبر و ستم کا شکار بنایا گیا تھا۔ نتیجے میں ۱۹۴۴ء سے ۱۹۵۵ء کے عین اُن ہندو کسان سبھا کا کوئی اجلاس منعقد نہ ہو سکا تھا۔ غریب کے بہت سے لیڈر یا قریب میں قید یا پھر روڈش اور تنظیم کی معمول کی کارکردگی میں بہت مسئلہ اُٹھ گیا تھا۔

اپریل ۱۹۵۳ء میں کل ہند کسان سبھا کا اجلاس ۶ سال کے وقفے کے بعد کانون میں منعقد ہوا تھا۔ اس نے ایک وسیع تر اور مضبوط تر کل ہند کسان سبھا کے لئے ایک پالیسی بیان جاری کیا تھا۔ ۱۹۵۴ء میں موگا میں جو اجلاس ہوا تھا اس میں تنظیمی معاملات پر زیادہ بھرپور انداز میں غور کیا گیا تھا۔ اس کے دوران یہ بات ملاحظہ کی گئی تھی کہ "زمین داری کے خلاف دیہاتی محنت کشوں کے تمام حصوں کو متحد کرنے کا سب سے بڑا موقع پیدا ہو گیا ہے اور یہ کسان تحریک کا فریضہ ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے اور زمین کی جدوجہد کے لئے ان تمام حصوں کو متحد کرے۔"

اس کے اگلے برس دہان زمین جو اجلاس ہوا، اس میں ایک بار پھر تنظیم کا سرمنوع زیر غور رہا اور یہ کہا گیا کہ پرائمری اکائیاں، اعلیٰ اعتبار سے موجود نہیں ہیں۔

موگا اجلاس نے کھنکھن کی بید خلیوں کے پس منظر میں منعقد ہوا تھا، اس نے کانون کو یہ نعرہ دیا تھا کہ "زمین سے چپکے رہو۔ کل ہند کسان سبھا نے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ بے دخلی کو روکنے کی خاطر فوراً ایک آرڈری فیس جاری کیا جائے۔"

۱۹۵۰ء کی دہائی میں کسان سبھا نے ایک معاملہ اودھی اٹھایا تھا۔ یہ قاضی صمد کا سوال اور اس کا نفاذ۔ ۱۹۵۶ء میں کل ہند کسان سبھا کا امرتسر میں اجلاس منعقد ہوا تھا، اس نے مطالبہ کیا تھا کہ صمد کا خاندان برہمنی ہونا چاہئے۔ فرد پر نہیں۔

اس وقت کے دوران قیمت کا معاملہ بھی ایک بڑے مسئلہ کے بطور رونما ہوا تھا۔ بہت سی ریاستوں میں بہت سے اعلیٰ قیمتیں ہوتے مطالبے ہتھاکم سے کم قیمت متعین کی جائے۔

قیمتوں اور بھاری ٹیکسوں کا معاملہ اقتصادی ترقی کے انداز سے وابستہ تھا جو حکومت ہند نے اختیار کیا تھا۔ کل ہند کسان کا یہ نقطہ نظر تھا کہ سرکار ملک کے بنیادی مسائل کو حل کرنے میں ناکام اقتصادی بحران کا بوجھ بھاری ٹیکسوں اور گھٹائے کی سرمایہ کاری کی صورت میں کانون اور دیگر محنت کش لوگوں کے کندھے پر منتقل کر رہا ہے۔ ہند کسان سبھا کے مختلف اجلاسوں نے منصوبہ بندی کے مختلف پہلو اور کانون کے لئے ان کے تغاؤ پر توجہ مرکوز کی۔

۱۹۵۵ء میں دہان زمین جو اجلاس منعقد ہوا تھا، اس میں قرضداری کے سوال پر توجہ مرکوز کی گئی تھی۔

کسان سبھا کے صحائف معاملات:

اس عرصہ کی اہم ترین عوامی تحریک ۱۹۵۹ء کی پنجاب بیٹرمنٹ لمیوی تحریک تھی۔ یہ تحریک عابروہ - سنگی کے سارے علاقے ساری قابل کاشت زمین پر بیٹرمنٹ لمیوی تقویہ جانے کے خلاف میں آئی تھی۔ اس تحریک کی ایک اہم شخصیت اس کا وسیع کردار تھا۔ کیا اکالین اور بہت سے کانگریسیوں نے ہاتھ ملاتے تھے اور ۶ ہفتے کے وقفے کے دوران ۱۹ ہزار سے زائد گرفتار ہاں دی گئی تھیں۔ سرکار نے بے دھرمک ہتھ بازی اور گولی باری کا سہارا لیا تھا جس کے میں ۳ خواتین سمیت ۱۱ سرگرم کارکن جان سے جاتے رہے تھے۔

۱۹۵۰ء کی دہائی کا ایک بڑا واقعہ ۱۹۵۷ء میں کیرلا میں حکومت کا انتخاب تھا۔ سربراہ اقتدار آئے ہیں بھندری پر حکومت نے آرڈری فیس جاری کیا تھا، اس کے تحت کرایہ داروں کا بے دخلی پر پابندی دی گئی تھی، اس سے یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ وہ حکومت دیگر سرکار سے مستثنیٰ اعتبار سے قیمت تھی۔ اس نے نرمی مددگار کے بارے میں پور بل تیار کیا تھا اس میں صوبہ کی کاشتکار خاندان، انوکا کائی مان کو کہہ تھا۔ باغات، بھون کے باغات، گنے کے کیتوں وغیرہ کو کوئی چھوٹ دی گئی تھی۔

لازمی طور سے اس بل نے مفاد پرستوں کی زبردست مخالفت

وحجم دیا جنہوں نے دیہات کے عوام کا بڑا رالہ کرنے کی غرض سے فرقہ وارانہ
فرسے استعمال کئے تھے۔

۱۹۶۰ کے چناؤ میں فرقہ وارانہ لب و لہجے کے ساتھ ناگوار
پرتی و دباؤ برسر اقتدار آگئی تھی لیکن نئی سرکار کا جلد ہی جوش و
لیاقتا جس مختصر سے وقفے کے لئے برسر اقتدار رہی تھی اس کے
دوران اس نے زمین داروں نواز تر مہین پیش کر کے زرعی سدھاری کی نفاذ کرنے
کی کوشش کی۔ ۱۹۶۷ میں غنودری پر حکومت دوبارہ قائم ہوئے
بعد میں قانون بنا دیا گیا تھا۔

زراعت ملک کے کئی حصوں میں بے جڑ اور وقتی جدوجہدیں
جاری تھیں بلکہ ریاست کے ایک حصے کی جانب سے سدھار وادی وقت
اختیار رکھنے جانے کے صحت منظم کا جھگڑا ختم ہو چکا تھا۔ جو لوگ سدھار
وادی وقت کی مخالفت کر رہے تھے انہوں نے یہ نقطہ نظر اختیار کیا تھا
کہ ہندوستانی سرمایہ دار پر سدھار کی سرمایہ دار ترقی کے حصول کی
اہمیت ہے غورم ہیں۔ یوں کہ ان کا محدود طبقاتی نقطہ نظر اور ان کی بھلا
انہیں اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ وہ جاگیر دار اور نیم جاگیر دار فلاحی
ساتھ سمجھوتہ کریں۔

بظاہر اس وقت ہوا تھا جب سدھار وادی از نو تنظیم سے
باہر نکل گئے تھے اور ۱۹۶۰ کی دہائی کے وسط میں انہوں نے اپنی جداگانہ
کامیابیوں سمیت قائم کر لی تھی۔ اس سبب اگرچہ بظاہر تنظیم کمزور
ہوئی تھی، لیکن درحقیقت اس میں دوبارہ جان بڑھنے اور لڑاکو کان
کا بدوایاں شروع کرنے کا راستہ ہوا رہ گیا تھا۔
مغربی بنگال کا تجربہ:

۱۹۶۷ اور ۱۹۶۹ میں مغربی بنگال میں متحدہ مورچے کی
حکومتیں وجود میں آئیں۔ سدھار متحدہ مورچے کی حکومت کے سربراہ
محرمی تھے اور نائب وزیر اعلیٰ جرتی باسوی تھے۔ اس نے ۱۳ ماہ کی
انتھیت کے دوران بنیادی زمین پر قبضہ کیا یعنی اس زمین کو قبضے میں لے لیا
جو زمین صدمے فاضل تھی اور جس پر زمین دارنا جائز طور سے قبضہ جاسکتا
ہوئے تھے۔ اس تحریک کے دوران کان سمجھنے کی نون ضلعوں کی سمیت
مزدوروں اور غریب مزدوروں کو سرگرم مل لیا اور ایسے ۳ لاکھ ایکڑ زمین
کا پتہ لگا دیا۔ اسے قبضے میں لیا گیا اور حکومت کی سلیک کی کمیٹی کے ذریعہ

اسی متحدہ کے تحت قائم کی گئی تھیں، یہ زمین بے زمینوں کو تقسیم کر دی گئی۔
مغربی بنگال میں ۱۹۷۲ کے چناؤ میں ہیرا پیری کے بعد بیس
بازو کے ۱۲ سو سرگرم کارکنی جلد ڈالے گئے۔ ان میں کل ہند کی سبھا کے
سرگرم کارکن میں شامل تھے۔ ۲۰۰ ہزار کارکنوں کو اپنے گھر چھوڑنے پڑے تھے
اور بہت سے دیگر کارکنوں کی گرفتاری کے لئے پولس وارنٹ جاری کئے گئے تھے۔
نیم فاشی دہشت گردی کے اس دفعے کے دوران سازگار سیاسی حالات سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے، مخالف پرستوں نے بڑے پیمانے پر بے دخلیاں کیں اور کان
کو عرصے میں اپنے کے جھکڑے استعمال کئے۔ (باقی ساقی)

بقیہ: جنگلات

میں اور دوسرا شامی بنگال میں راجھاٹ کھاؤں میں قائم کئے گئے
ہیں۔

سنی کی کئی سیلاب، ماحولیاتی گندگی، جنگلی جانوروں
کی تباہی، جلاوطن کی مکڑی کی کمی وغیرہ میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا
جاری ہے لیکن اس کے باوجود ماحولیاتی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے
شعبہ جنگلات کے کردار کو وسیع پیمانے پر سراہا گیا۔

بقیہ: اردو اخبارات

مجموعی تعداد کے اعتبار سے ملک کا اردو پریس ہندی
انگریزی اور بنگالی کے بعد چوتھے نمبر پر ہے لیکن مجموعی سرکولیشن کے لحاظ
سے یہ ہندی، انگریزی، ملیالم، تمل، بنگالی، گجراتی اور مراٹھی کے بعد تیسرے
نمبر پر ہے۔ اکثر اخباروں اور وقفہ داری جریڈوں کا فی ایڈیشن افراد کا
سرکولیشن دو ہزار سے بھی کم ہے۔ ملک کے کئی اخباروں کے سرکولیشن میں
اردو اخباروں کا حصہ صرف ۲۰۰ فیصد ہے جو اخباروں کی تعداد اور زبان
کی مقبولیت سے میل نہیں کھاتا خاص طور پر جبکہ ہماری دوسرے کئی زبانوں
کے روزنامے فی ایڈیشن ایک ایک لاکھ کا سرکولیشن حاصل کر چکے ہیں
گو کہ ان کی پینچ محض علاقائی ہے۔

جنگلات

مغربی بنگال کے مندرجہ ذیل تین علاقوں میں جنگلاتی دولت کا نامساوی افزائش ہوتی ہے : شمال کے پہاڑ کا اور ترائی کے علاقے جنوب میں گنگا کے ڈیلٹائی علاقے اور اس ریاست کے جنوب - مغرب کے جبلتال منشی کے علاقے - مغربی بنگال کے کل رقبہ کے صرف ۱۳ فیصد علاقے رجسٹرڈ جنگلاتی علاقے ہیں۔

۱۹۴۷ء میں شمالی بنگال اور سندھ بن میں جنگلات حکومت کی نگرانی میں تھے۔ ۱۹۵۵-۵۶ء کے دوران اور اس کے بعد کے عرصہ میں غیر سرکاری جنگلات کو بھی ریاست کے شعبہ جنگلات کے دائرہ عمل میں لایا گیا۔

۱۹۵۲ء میں پنج سالہ منصوبے کے شروع سے ہی جنگلات اور جنگل کے بازروں کے تحفظ کے موضوع پر کافی گفت و شنید ہو چکی ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی مثبتی اقدام نہیں کیا گیا۔ جنگلات کے رقبہ میں اضافہ سے بھی کچھ بہتری نہیں ہوئی۔ برصغیر اس کے ۸۵-۷۷ء کے عرصہ میں جنگلات کے علاقے رقبہ میں کچھ کم ہو گئے۔

۱۹۷۷ء میں جنگلات کی نظامت میں تبدیلی لانے کے لئے پہلی کی گئی۔ مختلف پروجیکٹوں کو رو بہ عمل لاکر جنگلات کے علاقے میں اضافہ کرنے، پھر سے جنگلات کو بچا کرنے اور موجودہ جنگلات کو اچھی حالت میں محفوظ رکھنے کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا رہا ہے۔ جوئے اور عاشرانہ کی کان اپنے اپنے گھیتوں کے ارد گرد درخت کے پوسے لگانے کے پروگرام کو رو بہ عمل لارہے ہیں۔

مقصود مہنتوں کے لوگوں کے لئے خصوصی پروجیکٹوں کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے انتظامات کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل پروجیکٹوں کا ذکر کیا جا سکتا ہے :

اصلاح پرویہ، بانگور اور منڈاپور کے خشک سال سے متاثر ہونے والے علاقوں میں جنگلات تیار کرنے اور ان کے رقبہ میں اضافہ کرنے نیز مٹی کو محفوظ رکھنے کے لئے ڈی۔ پی۔ اے۔ پی۔ جیسی اسکیموں کو جن کے لئے زیادہ سے زیادہ مزدور کی ضرورت ہوتی ہے پایہ تکمیل تک پہنچایا گیا۔ ۱۹۷۷ء میں اس اسکیم پر ۲۴۴ لاکھ روپے خرچ کئے گئے اور ۸۶-۸۵ء میں اس کام کے لئے اخراجات کے سلسلے میں ۱۴۹.۶۷ لاکھ روپے مختص کئے گئے۔ جنگلاتی دولت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کی کوششیں کی جا رہی ہیں کہ مرکز قبا ئی ترقیاتی پروگرام کے تحت قبا ئیوں کی گنجان آبادی کے علاقوں میں تنہا کے اور دیگر سود مند پودے لگانے کے پروگرام کو بھی رو بہ عمل لایا جائے۔ اس پروجیکٹ کے تحت قبا ئیوں کی رضا کے لئے گشتی درکار ممت کی بھی گئی تھی رکھی گئی تھی اس پروجیکٹ کے ۸۶-۸۵ء میں ۱۷ لاکھ روپے کی گنجائش رکھ کر ہے۔ یہ رقم اس مدت کے ۱۹۷۷ء کی فتنہ کوہ رقم ہے۔ لگانہ زیادہ ہے۔ جنگلاتی علاقوں میں آبپاشی اور پینے کے پانی کی مہینیاں فراہم کرنے کی گنجائش کے ساتھ ساتھ سڑکوں کی بہتری، انسر کے لئے شہرت اور راجن وقت لگانا اور تنہا کے پودوں کی کاشت کی اسکیموں کو حفوس لڑتی پروگرام میں شامل کیا جا رہا ہے۔

پہاڑ کے علاقوں کی ترقی کے پروجیکٹ میں مٹی کے تحفظ سڑکوں کی بہتری اور جنگلات لگانے پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس پروجیکٹ پر ۸۶-۸۵ء میں ۶۸.۶۳ لاکھ روپے خرچ کئے گئے۔ یہ رقم ۱۹۷۷ء میں اس مدت کے تحت منظور کردہ رقم کی دو گنی ہے۔

جھاڑ گرام اور ہلدیا ترقیاتی پروجیکٹوں میں شجرکاری اور پودوں کی تقسیم کر شامل کر لیا گیا ہے۔

ایچ آر ای بی اور آر ایل ای جی پروجیکٹوں میں جنگل بانی کے سلسلے میں شجرکاری کے لئے انتظامات کئے گئے ہیں جو ان پروجیکٹوں کے لئے ۸۵-۸۶ء میں ۹۸.۶۷ لاکھ روپے مختص کئے گئے جبکہ ۱۹۷۷ء میں اس مدت کے تحت صرف ۳۸.۶۷ لاکھ روپے مختص کئے گئے تھے۔ زرعی - جنگلاتی پیداوار کے تحت کپاس، تنہا، ارہروال وغیرہ جیسے زرعت علاقوں کی کاشتکاری

شمالی بنگال میں شہر کاری کے پروگراموں کے ساتھ ساتھ کی جاتی رہی ہے۔ جنگلاتی ماحولیاتی گریڈنگ کے تحت سندھ بن کے، مین
گروہ کے جنگلاتی علاقوں میں جنگلاتی پیشگی اور دیگر تبدیلیوں کی
پروٹیکشن کی جارہی ہے۔

یہ سنی حکومت نے بودوں کی مفت تقسیم کے لئے کی تھی
 یہ روش گاہِ تمام کی ہے۔ مسندِ شیر کے بوسے اٹھانے کے لئے شہبہ جاتی
 شہنشاہِ سلیم جارجی کی لگے ہے۔ اس آئینہ کی ایک ام خصوصیت یہ
 ہے کہ اس کے تحت جھگڑتی علاقوں میں رہنے والے نوجوانوں کو دیہ
 گھبراہٹی اور ہجرت سے شہنشاہ کے بڑے بڑے درخون کو کاٹنے
 کی تربیت دی جاتی ہے۔ جنوی اور شہسائی ہنگال کے علاقوں میں اس
 طریقہ کا رگوروی عمل لایا جا رہا ہے۔

جسٹس حانوروی نے فی حفاظت : ایک مجبوری پر ۱۹۴۸ء

مرتبہ کیا گیا۔ میرے علاقے اجودھ میں مغربی بنگال کے جنگلات علاقوں کا
تقریباً ۲۴ فیصد ہے، جو جنگلی جانوروں کے تحفظ کا علاقہ قرار پایا
گیا۔ ایک شمار کے مطابق مغربی بنگال میں شیروں کی تعداد ۱۰۰
میں ۲۰۰ سے بڑھ کر ۱۰۰۰ سے ۳۰۰۰ ہو گئی ہے۔ تدریجاً ماحول میں
جنگلی جانوروں کی پرورش اور پرداخت کے ایک پروگرام کو مستند بنادیں
جائے گی۔ بنگال میں شیر بڑور کے ایک پروجیکٹ پر کام شروع
ہو گیا ہے۔ جانوروں کی تحفظ گاہوں میں رسل و رسائی اور دیگر
سہولتوں میں اضافہ کیا گیا اور خاتموں کو وائرل میں سینہ اور گازیان
وغیرہ کی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں حسب ضرورت اقدامات کئے گئے کہ
شیروں اور ماحول کی تعداد میں کمی نہ ہو۔ نیز شیر اور ماحول سے
بڑی طرح متاثر ہونے والے لوگوں کو معارف دینے کے لئے بھی اقدامات
کئے گئے ہیں۔

شہری علاقوں میں سیر و تفریح کے لئے بہت سارے پارک، باغات قائم کیے گئے۔ اب تک اس شعبہ نے کم از کم پارک اور باغات تیار کئے اور انہیں بہتر بنایا۔

مختلف پروجیکٹوں کی تکمیل کے ذریعہ جنگلی کاری پروگرام کو مستحکم بنایا گیا۔ فی الحال سالہ ۱۹۰۰ ایکڑ ریس فطاعت آرہی ہیں۔ جنگلی کاری کے پروگرام کو وسیع کر لیا جا رہا ہے۔ معاشی شجر کاری پروگرام کے تحت سالہ ۱۰ لاکھ ان پیسے کا راند ملواریوں کے درخت لگانے کے بارے میں تاکہ سکڑی چیرنے کے کارخانوں، انفریجریسٹار کرنے کے کارخانوں کی خام اشیا کی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکے۔ کاغذ صنعت کے لئے بلبل روڈ اور لوگوں کے لئے جیلوں کی سکڑی کی مسلسل سپلائی کو برقرار رکھنے کے لئے تیزی سے اگنے والے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ اس میں پروان، بانگن، پیرلوم، منڈا پور اور م ۲ پرگنہ میں جیلوں کی سکڑی کی مقامی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مختلف اقسام کے جھونکے یہ لگائے جا رہے ہیں۔ انسانی کے مختلف کے مختلف

بروگراموں کی تشکیل کے ذریعہ جنگل کاری پروگرام جاری ہے۔

شجرکاری:

پچھلے چار بیج سال منصوبوں کے عرصے میں ۸۸۲۱۶ ہیکٹر ارض علاقوں کی شجرکاری کی گئی۔ آئندہ دو نیا منصوبے کے عرصے میں اس اسکیم کے تحت ۱۲۵۹۱ ہیکٹر ارض قطعاً آرامی شجرکاری کی گئی۔ ساتویں بیج سال منصوبہ میں شجرکاری پروگرام کے تحت مزید ۱۹۵۰۶ ہیکٹر ارض قطعاً آرامی کو بیا گیا ہے۔

درختوں کے پودوں کی تقسیم:

۱۹۷۵ء میں ۱۲ لاکھ پودوں کی تقسیم کے ذریعہ تقریباً ۶۰۰ لاکھ ہیکٹر ارض میں جنگل لگانے کے پروگرام کے تحت شجرکاری کی گئی۔ ۱۹۸۵ء میں اس پروگرام کے تحت ۳۶۲۵۰ ہیکٹر ارض قطعاً آرامی میں ۷۲۵ لاکھ پودے لگائے گئے۔ لکڑی کے غیر قانونی کاروبار کو روکنے کے لئے اور جنگلاتی دولت کے تحفظ کے لئے ایک جنگلاتی تحفظ فرس نام کیا گیا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں ایک خانوں کے ذریعہ بلاروک ٹوک لکڑی چیرنے کے کارخانوں کے قیام کو بھی روک دیا گیا ہے۔

مغربی جنگلات ترقیات کارپوریشن لمیٹڈ:

مغربی جنگلات ترقیات کارپوریشن لمیٹڈ شہر کے درخت لگانے، اس درخت کے پودے لگانے، جنگل کاری، پہاڑی زرائع میں سرنگوں کی تعمیر، لکڑیاں چیرنے کے آٹھ بیوں کو چا اور کھانا شہر کے فروخت وغیرہ جیسی سرگرمیوں کو کامیابی کے ساتھ نبھاتا رہا ہے۔ ان کے علاوہ یہ کارپوریشن سلی گڑی میں آٹوک بودیوگ ونا سبھی اور پلائی وڈ اور ایک وڈ ٹریمنٹ پلانٹ کی دیکھ بھال اور انتظام کر رہا ہے۔ اس کارپوریشن نے مریٹھ میں کاجو بادام کے پودے لگانے کے پروجیکٹ کے تحت ۱۰۰ ہیکٹر ارض سے زیادہ رقبہ آرامی میں کاجو بادام کے پودے لگائے۔ اس کارپوریشن نے بہتر مشینوں کے لکڑی چیرنے کے جن میں آفتاب کا توانائی سے لکڑی

کو خشک کرنے کے لئے ایک پلانٹ، ایک کھیر کارخانہ اور چائے کے صندوق تیار کرنے والی ایک برنس قائم کی ہے۔ شعبہ جنگلات کے ذریعہ پودے لگانے اور پودوں کی تقسیم کے سلسلہ میں حسب ضرورتی اپنی زمینیں خوب کی برستی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے حکومت نے مریٹھ میں ایک کارخانہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

مغربی جنگلات لکڑی گوڈا ترقیاتی کارپوریشن:

یہ کارپوریشن اس ریاست کے کھانڈکی سون کے لئے نام اشیا کی سپلائی کے کام میں معروف مل ہے۔ لکڑی کے گوڈے حاصل کرنے کے لئے ایسی تقریباً ۶۰ ہیکٹر ارض قطعاً آرامی پر باغی اور دیگر لکڑیوں کے پودوں کی شجرکاری کی گئی۔

نظامت جنگلات کی آمدنی اور اخراجات:

بائیں حاذ کے برسر اقتدار آنے سے قبل نظامت جنگلات کی آمدنی ۷۰ لاکھ روپے تھی اور اخراجات ۹۸ لاکھ روپے تھے۔ ۸۵-۸۴ء میں اس نظامت کی آمدنی اور اخراجات بڑھ کر ملے ہوئے ۲۱۱۱ لاکھ روپے اور ۱۹۹۹ لاکھ روپے ہو گئے۔ مغربی جنگلات ترقیات کارپوریشن کی آمدنی ۸۵-۸۴ء میں ۱۲۵ لاکھ روپے سے بڑھ کر ۸۵-۸۴ء میں ۷۱۰ لاکھ روپے ہو گئی۔

مستقبل میں ترقیاتی پروگرام اور منصوبہ ۸۵-۸۴ء میں خام کوئلہ کی مانگ اور سپلائی کا جائزہ کی رپورٹ کے مطابق رستہ کیا جائے گا۔ شعبہ جنگلات نے ۸۵-۸۴ء میں سیلاب زدگان کو اور ۸۵-۸۴ء میں خشک سالی سے متاثر ہونے والے لوگوں کو بھال کرنے میں ایک نمایاں کردار ادا کیا۔

شعبہ جنگلات کے زیر اجرت پر کام کرنے والے ملازمین کی ملازمتوں کو باضابطہ بنایا گیا ہے اور ان کے روزگار کے تحفظ کے لئے بہت سارے اقدامات کئے گئے ہیں۔ ان میں جنگلاتی ملازمین کی ایک طبقہ کو راشن میں غذائی اجناس سپلائی کی جارہی ہیں۔ شعبہ جنگلات کے حسب آرڈینمنٹ ملازمین کی تربیت کے لئے اشتیاقات کو مستحق بنایا گیا ہے۔ وہ ایسے تربیتی مراکز، ایک جنوب بنگال میں بھارٹو

ملک کے اخبارات میں اردو کا چوتھا مقام

اردو۔ جی۔ ڈی۔ چندن

پیمائش و حساب اردو کی ۲۸ ویں سالانہ رپورٹ کے مطابق
ہندوستان کے اردو اخباروں کی تعداد اور مجموعی اشاعت دونوں میں اضافہ
ہوا ہے۔ اشاعت یعنی سرکولیشن میں براہِ اضافہ دو لاکھ ۶۷ ہزار ہے۔ اس
اضافے کے ساتھ ان اخباروں کا سرکولیشن سابقہ ۲۲ لاکھ ۶۹ ہزار سے
بڑھ کر ۲۵ لاکھ ۳۶ ہزار ہو گیا ہے۔

ان اخباروں کی تعداد سابقہ ۱۳۳۰ سے بڑھ کر ۱۳۷۷ ہو گئی
ہے اس تعداد کا بدولت ملک کے اردو صحافت کو ان پانچ زبانوں میں شامل
ہونے کا شرف حاصل ہے جن کے اخباروں کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔
اس رپورٹ میں جو پارلیمنٹ کے مونسون اجلاس میں پیش
کی گئی۔ ۱۹۸۳ء کے اعداد پیش کئے گئے ہیں اور اس کے مطابق ملک کی کل
سور ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں سے اردو اخبارات شائع
ہو رہے ہیں۔

صحافت کے ہر جائزے میں اس کا سرکولیشن ایک نمایاں
اہمیت رکھتا ہے۔ اس نازہ ترین رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ زیر جائزہ
سال میں اردو اخبارات کی ایک لاکھ سے زیادہ اشاعت رکھنے والی
اگر ریاستوں کی تعداد بڑھ کر ہو گئی ہے۔ پچھلے سال یعنی ۱۹۸۲ء میں یہ لاکھ
تھی۔ اس سلسلے کی نویں ریاست جموں و کشمیر ہے جس کے اردو پریس کے
سرکولیشن نے بھی بار ایک لاکھ سے تجاوز کیا ہے۔ گویہ کوئی خالی یا سرکوز
تعداد نہیں لیکن اردو صحافت کے گونا گوں مسائل کو دیکھتے ہوئے یہ قابلِ توجہ
ہے۔ ۱۹۷۵ء میں جب اس ریاست میں اخباروں کے سروے کا کام شروع
ہوا تو اس کے اردو اخباروں کا مجموعی سرکولیشن صرف ۲۲ ہزار تھا۔

بہر حال! کچھ دیگر ریاستوں میں جہاں اردو جموں و کشمیر کی
طرح اولین علاقائی زبان نہیں اور جہاں اردو اخباروں کی مجموعی تعداد بھی
جموں و کشمیر کی مجموعی تعداد سے کم ہے اردو پریس کا سرکولیشن ایک ایک
اردو دو لاکھ سے بھی تجاوز کر چکا ہے۔ مثلاً زیر جائزہ سال میں مغربی
بنگال کے ۵۶ اردو اخباروں کا سرکولیشن دو لاکھ ۱۱ ہزار اور
کڑناٹک کے ۷ ہزار اردو اخباروں کا سرکولیشن ایک لاکھ ۷۷ ہزار تھا۔
ایک اور قابلِ ذکر ریاست بہار ہے جس کے ۹۱ اردو اخبارات کا سرکولیشن
۳ لاکھ ۱۵ ہزار تھا۔

۳ سرکولیشن کے باب میں اولیت دہلی ہی کے حصے میں
رہی جہاں اردو صحافت نے نہ صرف اپنا سابقہ اعتبار برقرار رکھا بلکہ اس
کا سرکولیشن پچھلے سال کے چار لاکھ ۸۰ ہزار سے بڑھ کر پانچ لاکھ ۷۹
ہزار ہو گیا۔ گویا اس میں تقریباً ایک لاکھ کا اضافہ ہوا۔ ۱۹۸۳ء کا
ایک اور قابلِ ذکر امر یہ ہے کہ اس سال اردو میں ۳۳ نئے اخبار شروع
ہوئے جن میں ۹ روزنامے تھے۔ اس کے علاوہ سال مذکورہ میں بیس
مزید اخبار پریس و کالکٹرز پر آئے اور پانچ اخبار ریکارڈ سے
حذف کئے گئے۔

اضافے کا ایک حوصلہ افزا پسو یہ ہے کہ مختلف ریاستوں
کے روزناموں کا سرکولیشن بڑھ رہا ہے۔ اس کی مجموعی تعداد نو لاکھ پچاس
ہزار ہو چکی ہے۔ پچھلے سال یہ سات لاکھ ۳۶ ہزار تھی۔ اس کے ساتھ
ہی علاقائی روزناموں کا سرکولیشن دہلی کے کچھ پرانے مشاہیر کو مات دے
رہا ہے۔ روزناموں کی تعداد بھی جو پچھلے سال ۱۱ (بشمول چوتھ روزنامہ)
تھی اب ۱۵۲ (بشمول چوتھ روزنامہ) اور ہندوستان کے اردو روزناموں
کی تعداد پورے ملک میں ہندی کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔

روزناموں کے ساتھ ساتھ وقفہ واری جریدوں (Periodicals)
کا اشاعت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۸۲ء میں ہمارے پاس
صرف چھ ایسے جریدے تھے جو اپنے سرکولیشن کی بدولت درمیان درمیان
میں شمار ہو سکتے تھے۔ یعنی جن کی فکالڈیشن اشاعت پندرہ اور ۵۰
ہزار کے درمیان تھی ۱۹۸۲ء میں ان جریدوں کی تعداد بڑھ کر گیارہ ہو گئی۔
اردو میں ۶۷۲ ہفت روزہ ۱۹۴۱ پندرہ روزہ ۳۱ ماہنامہ اور
۴۴ دیگر جریدے تھے۔

باقی صفحہ ۱ پر

چھوٹی آبپاشی

ریاست مغربی بنگال میں ندیاں بہت ہیں۔ اس کی
 بیشتر ندیاں بارشی کے پانی سے قائم ہیں اہالیہ کے بریفے چشموں سے نہیں
 نیچو کے طور پر بڑے سال پانی کی فراہمی یگانہ نہیں رہتی ہے۔ لہذا
 مغربی بنگال جیسی ریاست میں جسے خشک سال کا اکثرہ بیشتر سائن
 کوں پڑتا ہے چھوٹی آبپاشی ایک ام کو دار ادا کرتی ہے۔ کانڈ علاقوں کے
 ۲۰۰۰۰ ایکڑ علاقے چھوٹی آبپاشی کے دائرہ عمل میں آتے ہیں۔ یہاں کل
 ۱۱ لاکھ ایکڑ علاقوں کو آبپاشی کی سہولتیں فراہم کرنے کے امکانات
 ہیں۔ ان میں سے ۳۸ لاکھ ایکڑ کو چھوٹی آبپاشی کے ذریعہ سیراب
 کیا جاسکتا ہے۔ لہذا چھوٹی آبپاشی پر کافی توجہ دی جا رہی ہے۔
 ۱۹۴۷ء اور ۱۹۷۱ء کی مدت کے دوران آبپاشی کی سہولتیں
 ۱۳۵ لاکھ ایکڑ قطعات آراضی فراہم کرنے کے امکانات تھے جبکہ
 ۹ برسوں کی مدت کے دوران ۱۹۷۱ء سے ۵۳ لاکھ ایکڑ کیلئے
 چھوٹی آبپاشی کے امکانات پیدا کئے گئے۔ اسی نے بااثریت ۱۹۷۱ء
 ۷۶-۷۷ اور ۱۹۷۶-۷۷ء کے دوران ۳۲۰ لاکھ ایکڑ
 میں ۳۰۰ لاکھ ایکڑ میں ۸۵۷۰۰۰ ٹن اور ۳۳۰ لاکھ ایکڑ میں
 ۸۰۰ لاکھ ٹن بورو دھان کی فصل لگائی گئی ہے۔ ۱۹۸۲-۸۳ء
 سال کے دوران ۲۰ لاکھ ایکڑ میں بورو دھان کی فصل ۱۳ لاکھ
 ٹن اور ۸۵ لاکھ ٹن کے دوران یہ فصل ۱۷ لاکھ ایکڑ میں ۱۲ لاکھ
 ٹن ہوئی۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ ۱۹۸۵-۸۶ء کے دوران بورو دھان
 کی پیداوار ۱۷ لاکھ ٹن سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔

مجموعہ گہرے نیوٹ ویل کی نوین و فنیوں کی تعمیر میں حکومت
ملکی تمام فراہم کرتی ہے۔ اس کے بعد جو سے بھرنی آپاشی کے احکامات
اور بھی فراہم ہوتا ہے۔ ۱۹۷۹ء میں مجموعہ گہرے نیوٹ ویل کی

کی تعداد ۸۸۹۳۳ تھی جن میں ۳۳۰۹ یوب ویل ریاستی حکومت کے تھے اور ان کی تعداد اب بڑھ کر ۸۷۲۶۱ ہو گئی ہے۔ کنوئیں کی تعداد ۸۸۰۰۱ کے دوران ۶۷۳۰۹ سے بڑھ کر ۷۵۳۰۹ ہو گئی (ان کی تعداد ۷۷-۷۸ کے دوران بہت کم تھی)۔ مزید برآں مایاب کی کھدائی کی تعداد اور چھوٹی آبپاشی کی پروجیکٹوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ گہرے نیوب ویل کی کل تعداد کا تعلق ہے وہ ۸۲۶۹ عدد ہے۔ ان میں سے کچھ مغربی بنگال ریاستی چھوٹی آبپاشی کارپوریشن کی ملکیت ہیں اور کچھ جامع علاقائی ترقیاتی کارپوریشن کی ہیں۔ ادنیٰ لاگت والے گہرے نیوب ویل اور ندی سے پانی اٹھا کر آبپاشی کے پروجیکٹوں کے سلسلے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مندرجہ بالا آبپاشی کے پروجیکٹوں کی تعداد میں ہی زمرہ اضافہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ایک معنوی ترقی و برآں نصب کردہ چھوٹی آبپاشی کے ذرائع کو زیادہ سے زیادہ استعمال میں لانے کی کوشش کی گئی ہے اس سلسلے میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ: (i) گہرے نیوب ویل اور ندی سے پانی اٹھا کر آبپاشی کے پروجیکٹوں کی مدد سے چھوٹی آبپاشی کی اسکیموں کو وسیع کر رہا استعمال میں لاکر بہتر نتائج کی فوری امید کی جا سکتی ہے (ii) ترقیاتی پروگرام کے تحت پہلے دور میں ایس۔ ڈیو۔ آئی۔ ڈی کے گہرے نیوب ویل کی جگہ کھدائی کر کے گہرے نیوب ویل نصب کئے جا رہے ہیں (iii) تاکارہ اور بے گارہ گہرے نیوب ویل دوبارہ کھدائی کر کے انہیں کام کے لائق بنایا جا رہا ہے (iv) کم گہرے نیوب ویل پر پمپ نصب کر کے انہیں دوبارہ کام کے قابل بنایا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں ڈیزل انجن کی جگہ ایلکٹرک انجن بننا ترقیاتی کام کو دوہرے عمل لایا جا رہا ہے۔ رات برسوں کی طویل مدت کے بعد حکومت کی براہ راست نگرانی میں ۲۰۰ گہرے نیوب ویل کو بنانے کا کام جاری ہے۔ فٹک سال کے موقع پر ۳۰۰ عدد دھارم پور پر ندی سے پانی اٹھا کر آبپاشی کے شیفین بنائی گئیں ہیں اور ۶۰۰ اس طرح کی آبپاشی کی تنصیبات میں مستقل طور پر پمپ سے کھدایا گیا ہے۔ ۱۰۰ گہرے نیوب ویل مع پمپ بنانے کیلئے چھپن منتخب کی جا رہی ہیں۔

دولت ملک کو پیدا کرنے کے لئے پیشو نفع مالحہ چنگ کی مدد سے ملک
سنہ ۱۵۹۶ء کو تیار کیا گیا ہے۔ پانچ برسوں کے دوران اس اسکیم پر کل
۱۵۹۶ء کو تیار کیے گئے تھے جو کہ طور پر ۳۸ روپے ۱۱۱
چونکہ ترقی یافتہ آرائشی کو چھوٹی آبپاشی کی سہولت فراہم کی جائے گی۔
اس اسکیم کے تحت درج ذیل چھوٹی آبپاشی کے وسائل تعمیر کئے جائیں
گے۔

(۱) ایک ۱۲۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے
ذریعہ ۱۰ ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

(۲) ۴۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۵۰
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

(۳) ۱۸۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

(۴) ۵۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

(۵) ۱۰۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

(۶) آبی ترسیل کے انتظام اور ۲۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

مجموعہ میں پیسٹیم پروگرام مالحہ چنگ کی منظوری سے شروع کی
جائے گا ہے۔ علاوہ ان وزارتیں شعبہ نے بندر بنیادی حکومت کے تعاون سے چھوٹی
جگہوں کے لئے کھدائی کی گئی ہے۔ اس پروگرام کا ایک اہم
حصہ مختلف مقامات پر چھوٹی آبپاشی کی سہولت ہے۔
چھوٹی صنعتوں کی مدد کے دوران ان تمام درجہ پروجیکٹس
کا پیسٹیم پروگرام ۵۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

مغربی بین الاقوامی پیسٹیم پروگرام آبپاشی کارپوریشن لینڈ نے جو
مغربی شعبہ (چھوٹی آبپاشی) کے تحت ہے۔ اس پروگرام کا ایک اہم
حصہ مختلف مقامات پر چھوٹی آبپاشی کی سہولت ہے۔
چھوٹی صنعتوں کی مدد کے دوران ان تمام درجہ پروجیکٹس
کا پیسٹیم پروگرام ۵۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

انجنیئروں کے لئے ہیں۔ یہی اپریل ۱۹۸۱ء سے ۱۰ مارچ ۱۹۸۱ء تک
کے دوران اس کارپوریشن نے ۴۵۴ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔
۱۹۸۱ء کو تیار کیے گئے تھے جو کہ طور پر ۳۸ روپے ۱۱۱
چونکہ ترقی یافتہ آرائشی کو چھوٹی آبپاشی کی سہولت فراہم کی جائے گی۔
اس اسکیم کے تحت درج ذیل چھوٹی آبپاشی کے وسائل تعمیر کئے جائیں
گے۔
(۱) ایک ۱۲۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے
ذریعہ ۱۰ ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔
(۲) ۴۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۵۰
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔
(۳) ۱۸۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔
(۴) ۵۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔
(۵) ۱۰۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔
(۶) آبی ترسیل کے انتظام اور ۲۰۰۰ ایکڑ زمین پر ڈیڑھ ٹریل (سیریلک) کے ذریعہ ۱۵
ایکڑ قطعات آرائشی کی سہولت ہوگی۔

بقیہ : آبپاشی کے وسائل

جنگل سیلاب سے بری طرح متاثر ہوا
آبپاشی اور سیلاب کنٹرول سیکٹر کے تحت منہم ساخت
کا دوبارہ تعمیر کو اولیت دی گئی۔ آبپاشی ساخت اور ہنروں کی تعمیر کے
کام کو ستمبر ۱۹۸۱ء اور جنوری ۱۹۸۲ء کے درمیان پائے پیمانی تک
پہنچایا گیا تاکہ دریغ اور برور کی منہل بہتر ہو سکے۔
۱۹۸۱ء کا طوفان :

۱۰ مارچ اور دسمبر ۱۹۸۱ء کے درمیان کے طوفان کے شدید
لطفان سے دوبارہ ہونا پڑا۔ اس طوفان نے میٹھا پانی کی کثرت اور ان
کے دوبارہ تعمیر کے اقدامات کے لئے اور وقت طے کر دیا۔ اس کام انجام
دئے گئے۔

آپاشی و آب رسانی

آپاشی سیکٹر:

مغربی بنگال میں زرعی اور کھیتی باڑی کے مجموعی طور پر تقریباً ۷۹ لاکھ ہیکٹر میں علاقے ہیں جن علاقوں کو استعمال میں لایا گیا ہے ان کا علاقہ تقریباً ۵۵ لاکھ ہیکٹر ہے۔ ۶۱ لاکھ ہیکٹر علاقوں میں مختلف وسائل کے ذریعہ بشمول چھوٹی آپاشی اسکیم اور زیریں پانی ذرائع سے پانی پہنچا نا ہے تاکہ ہر سال ۵۰ فیصد بڑھی آبادی کی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔ وہ ذرائع حسب ذیل ہیں:

۱۵ بڑے اور درمیانی آپاشی پروجیکٹ ۲۳ لاکھ ہیکٹر میں
چھوٹے آپاشی پروجیکٹ ۳۸۶۰۰ " " " "

کل ۶۱ " "

بڑے اور درمیانی پروجیکٹ کے تحت اچھے منصوبے کے آخر تک ۸۶ لاکھ ہیکٹر کے لئے آپاشی کی سہولتیں فراہم کی گئیں۔ ۸۶-۸۵ کے دوران ۱۹ لاکھ ہیکٹر مزید علاقوں کو آپاشی کی سہولت فراہم کی جائیں گی۔ اس طرح مجموعی علاقے ۱۲ لاکھ ہیکٹر ہ جائیں گے جو ۲۳ لاکھ ہیکٹر نشانے کے مقابلے میں بڑے اور درمیانی آپاشی اسکیم کے تحت ہوگی۔

۱۹۷۷-۷۸ تا ۱۹۸۶-۸۷ شقیہ آپاشی کے لئے فنڈ میں اضافہ کر دیا گیا تھا۔ ۱۹۷۷-۷۸ میں یہ فنڈ ۵۲ کروڑ روپے کا تھا اور ۱۹۷۷-۷۸ میں یہ ۵۰ کروڑ روپے کا تھا۔ اب یہ تخمینہ ہے کہ ملکی بڑے اور درمیانی آپاشی پروجیکٹ کی کل رقم زیادہ معین دیا جائے۔

تیسرا سیکٹر پروجیکٹ:

یہ سیکٹر کل میں اہم ترین اور سب سے بڑا آپاشی

پروجیکٹ ہے۔ ۱۹۷۵-۷۶ میں یہ پروجیکٹ بہت چھوٹے پیمانے پر شروع کیا گیا تھا اور ۱۹۷۷-۷۸ تک اس کے تحت کافی ترقی ہوئی۔ اس پروجیکٹ کے سبب ۱۰ سٹیج۔ اکی ٹھیکس پر ۳۰۳ لاکھ ہیکٹر زائد علاقوں کی آب پاشی کی جائے گی۔

تیسرا سیکٹر چھوٹا سیکٹر اور ہندو اکثریت کی تعمیر ۱۹۷۷ میں شروع کی گئی اور ۱۹۸۶ میں مکمل ہوئی تھی۔ مذکورہ مدت میں مذکورہ پروجیکٹ مکمل طور پر اختتام پذیر ہوا اور ۱۹۸۶-۸۷ کے دوران آپاشی کی ابتدا کا امکان پیدا ہوا۔ مذکورہ تعمیرات کے علاوہ تیسرا سیکٹر کو ملنے والی ہیرا ہندو اکثریت اور ایک نگر بڑی ہیرا کی کھدائی کا کام تیزی سے جاری ہے اور یہ کام تکمیل کے قریب ہے۔

کنگسا جاتی (میزو) پروجیکٹ:

اس پروجیکٹ کے تحت اہم تعمیراتی کام ۱۹۷۷ تک مکمل کر لئے گئے تھے۔ اپنی صلاحیت کا اس پروجیکٹ نے ۲۵ فیصد کام مکمل کر لیا تھا۔ اب اس پروجیکٹ میں تیزی آئی ہے اور کام اختتام پذیر ہے۔ اس پروجیکٹ کے تحت ۲۰۰ لاکھ ہیکٹر علاقوں کے نشانے کے مقابلے میں ۸۰ لاکھ ہیکٹر علاقوں میں آپاشی کا کام جاری ہے۔

ڈی۔ وی۔ سی

۱۷۰۰ ڈھانچے اور ۹۰۰ کیو بی سی ہیرا کے نشانے کے تکمیل کا تقریباً ۸۵ فیصد کام مکمل ہو گیا ہے۔ ان علاقوں میں ۱۹۸۵ تک ۳۸ لاکھ ہیکٹر میں فریف فصل اور ۲۲ لاکھ ہیکٹر میں برہم اور پور فصل ہوئی۔ یہ تعداد کا ملکہ ۵۰ لاکھ ہیکٹر ہوئی ہے۔

اس پروجیکٹ کے تحت ۱۹۷۷ میں ایک لاکھ ۱۰ لاکھ ہیکٹر علاقوں کو تیل کاشت بنایا گیا اور ۷۰ لاکھ ہیکٹر ڈیو سیراب کیا گیا۔

میڈوراکشہ میزو پروجیکٹ:

یہ پروجیکٹ اپنی تعمیر کے دوران میں ۱۹۷۷ میں مکمل ہوا تھا۔ ۲۵ لاکھ ہیکٹر کے لئے آپاشی کی سہولتیں فراہم ہوئی۔

مالہ اسپتال

سرکاری حکم نامہ کے مطابق صنعتی طور کے مالہ میں
۲۵ بستروں پر مشتمل ریاستی مرکزی اسپتال "مالہ" سینٹریل
اسپتال کی جگہ اب "مالہ اسپتال" کے نام سے جانا جائے گا۔

- مرکزی اخبارات ایکٹ (۱۹۵۷ء) کے دفعہ ۸ کے تحت تصفیہ شدہ درجہ اولیٰ میں:
- ۱۔ رسالہ کانام "مغربی بنگال"
 - ۲۔ زبان اردو
 - ۳۔ اشاعت کا عرصہ پندرہ روزہ
 - ۴۔ جائے اشاعت شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت مغربی بنگال، رائیس بلڈنگس، کلکتہ - ۷۰۰۰۱
 - ۵۔ ناشر پرتی کرشنا جٹا چاریہ، ہندوستانی شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت مغربی بنگال، رائیس بلڈنگس، کلکتہ - ۷۰۰۰۱
 - ۶۔ مدیر دھرم چند رائے، ہندوستانی شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت مغربی بنگال، رائیس بلڈنگس، کلکتہ - ۷۰۰۰۱
 - ۷۔ مالک شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت مغربی بنگال، رائیس بلڈنگس، کلکتہ - ۷۰۰۰۱
 - ۸۔ طابع تیمنا شکر جی۔ آر۔ ٹی پرنٹرس، ۲۵۔ پنچانن ٹور روڈ، کلکتہ - ۷۰۰۰۱

میں پرتی کرشنا جٹا چاریہ اس وقت کا ایڈیٹر تھا کہ
مذکورہ بالا بیسیان میرے عم و بیٹا کے ملاک سے چلا رہے تھے۔

یکم مارچ ۱۹۸۷ء
پرتی کرشنا جٹا چاریہ
ناشر و مدیر، "مغربی بنگال"

یہ ہے سابقہ سیکرٹری ایکسپریس کے ان زمانے کے استعفیاء
کے اس وقت کے دفتر پر لکھا۔

دو سالہ ایسا ہے کہ کہیں:

یہودی ایسوسی ایشن اور بانگورہ کے فنک سالی سے متاثر
ہو کر ان کے قیام میں ایکسپریس شروع کی گئی۔ سوائے تین
ایکسپریس کے تمام ایکسپریس چاروں کوئی تھی ہیں اور ۵ ایکسپریس مکمل ہو گئی
وہ سوائے سیکرٹری کے دوران ایس ساری جاری ایکسپریس مکمل کر لی
تھیں۔ یہ وہی ہے ۴۰ مارچ ۱۹۸۷ء اور بانگورہ میں ۲ جلد میں
ایکسپریس شروع کی گئی تھی مکمل ہو گئی ہیں۔

سیلاب کے نذرانے سیکرٹری:

ریاست کے ۳۷۶۲ ہزار مربع کیلومیٹر علاقوں کو سیلاب
سے زبردستی لگیا ہے جن میں سے ۱۶۲۲ ہزار مربع کیلومیٹر علاقوں
کو چھنے منسوب کے اثرات سبب سے محفوظ رکھنے کے لئے تدابیر
لی گئیں۔ چھپے منسوب کے اثرات پانی کی نکاسی کے لئے کھال اور
بند بنائے گئے۔ ۴۶۶۵ کیلومیٹر اور ۵۰۶۶۶ کیلومیٹر علاقوں میں
تعمیرات کی گئیں۔ سوائے منسوب کے تحت مزید ۱۵۰۰ مربع کیلومیٹر علاقوں
میں حفاظتی اقدامات کیے گئے کہ جو زیر غور ہے جس پر ۱۵ کروڑ روپے
کی لاگت آئے گی۔

اس سیکرٹری کے خاص جاری ایکسپریس یہ ہیں:

۱۔ آنا بیسن ڈریج ایکسپریس (۱۱) سندھ دین کے علاقوں کے
تعمیراتی ترقی دیا گیا کہ ڈریج اسکیم (۱۱) کالی نال کے دوبارہ کھدائی
کے لئے۔ یہ ایف۔ بی۔ سی کے تحت سیلاب کنٹرول ایکسپریس۔

سیلاب کی تباہ کاری:

سیلاب کنٹرول ایکسپریس کے علاوہ فنک ایکسپریس و آب
کے نذرانے ۱۵ سالوں کے دوران سیلاب کی تباہ کاری اور سخت
تعمیرات کے بعد اس کے سائل کا بھی تقاضا کیا گیا۔

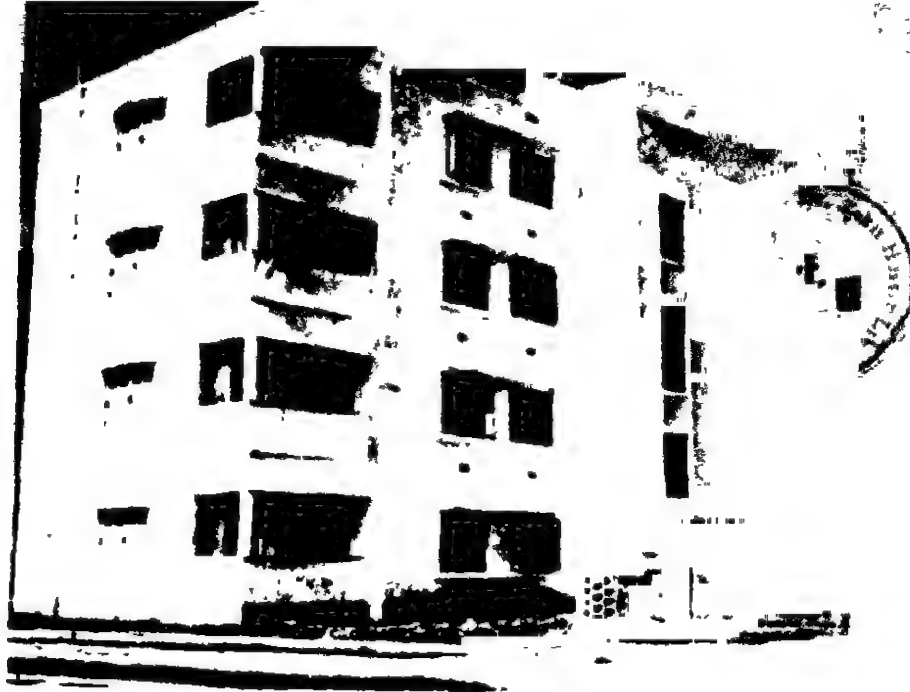
اگست تا اکتوبر ۱۹۸۷ء میں بارشوں نے سارا مغربی
(وادی علاقہ)

ہتھ گر کھے
کے کسٹروں
کی مائنس

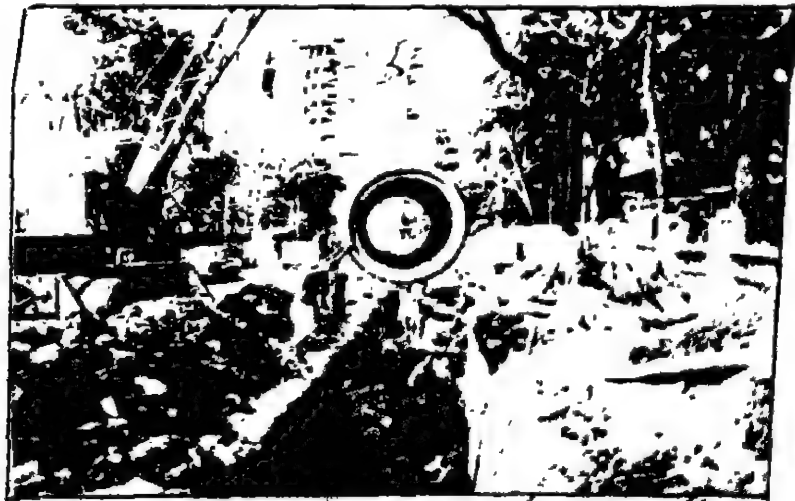


سجنا کھالی
سند بن
میں نیا جیٹی





تم آمدنی والے لوگوں کے لئے ریاستی حکومت کے تیار کردہ مکانات



مکنتہ میں پینے کے پانی کا سپلائی میں اضافہ کرنے کیلئے پائپ بچھاتے جا رہے ہیں



مغربی بنگال

شرح خریداری

سالانہ: تین روپے * اس شمارے کی قیمت: ۱۲ پیسے

ترسیل ذرا کاپتہ:

بزنس مینجر:

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال
۳۳-آر این، مکھرجی روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

مدیر اعلیٰ : پرتین بھٹاچاریہ
مدیر : دھرمندراناتھ دت
مدیر معاون : محمد اعظم

جلد نمبر ۳۳ * ۱۵ مارچ ۱۹۸۷ء * شمارہ نمبر ۶



مغربی بنگال کے ایک دیہی علاقہ میں این۔ آر۔ ای۔ پی اسکیم کے تحت ترقیاتی سرگرمیاں



ریاستی اسمبلی سیشن کا افتتاح

پروفیسر ایس۔ نور الحسن، گورنر مغربی بنگال نے ۲۷ فروری ۱۹۸۷ء کو مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کے پہلے اجلاس کا افتتاح کیا۔ انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے حکومت مغربی بنگال کے کئے گئے اقدامات کا ذکر کیا۔ گورنر کی تقریر کا متن، اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

مجھے نئے سال کے پہلے اجلاس میں آپ سب کو خوش آمدید کہتے ہوئے بڑی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ یہاں گورنر کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد آپ سب سے ملنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ میں آپ لوگوں کو نئے سال کے لئے دلی مبارکبادی پیش کرتا ہوں۔ میں یہاں اعلیٰ تعلیم کے وزیر شری شیمو چن گھوش اور وزیر شعبہ داخلہ (شہری و غلام) کے وزیر ریاست شری رام چٹرجی کا اہوت پر اپنے دلی افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ میری حکومت کے پانچ سال اب پورے ہونے کو ہیں اور انتخابی کمیشن نے اعلان کیا ہے کہ ۲۳ مارچ ۸۷ء کو اس اسمبلی کیلئے عام انتخابات ہوں گے تاکہ لوگوں کا فیصلہ حاصل کیا جاسکے کہ آئندہ پانچ برسوں میں ریاستی حکومت کے امور کو کس طرح رو بہ عمل لایا جاسکے۔ میں یہاں یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ میری حکومت نے اعلیٰ انتخابی کمیشن سے یہ سفارش کی تھی کہ انتخابات ضروری میں منعقد کئے جائیں اور اگر ایسا کیا جانا تو نئی حکومت اسی مالی سال کے دوران سالانہ بجٹ پیش کر سکتی اور ایسا کرنا پارلیمانی جمہوریت کی بہترین روایت میں شامل ہوتا۔ بہر حال فی الحال میری حکومت چند دنوں کی آمدنی اور اخراجات کے لئے بذریعہ مدد منظور حاصل کرنے کی منتھی ہے، اور اسی مقصد کے لئے اسمبلی کے اہم مختصر مدت کے اجلاس کی نشست ہوئی ہے۔

اب میں اپنی حکومت کی ۲۶ مئی ۱۹۸۲ء کو اس کے سربراہان آئے کے بعد سے کارگزاریوں کا ذکر کروں گا۔ میری حکومت نے لوگوں کے تمام طبقوں کے جمہوری حقوق کی بڑھ چڑھ کر تحفظ

سے حفاظت کی اور جمہوری اداروں کے لئے انتخابات کے مفید کرانے کو اعلیٰ ترجیح دی۔ میری حکومت قابل تعریف مذکور سیاسی استحکام کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہوئی۔ یہ بات خاص طور پر قابل تحسین ہے کہ کیوں کہ ملک کے بہت سارے دیگر علاقوں میں ایسا کرنا ممکن نہ ہو سکا معیشت میں کافی بہتری ہوئی۔ زرعی پیداوار میں کافی اضافہ ہوا۔ اصلاحات آزادی کے پروگرام کو کامیابی کے ساتھ رو بہ عمل لایا گیا۔ اس پروگرام کی رفتار میں تیزی لائی گئی اور فاضل تعلیمات آزادی کو بے زمین مزدوروں اور چھوٹے کسانوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ اس پروگرام کے نتیجے میں ہونے والوں میں شیڈولڈ کاسٹ و ٹرائب کے لوگوں کی تعداد بھی تھی۔ آپریشن برگز کے ذریعہ برگزادوں کو قانونی حقوق دینے کے اقدام کی کافی ہمت افزائی کی گئی اور تقریباً ۱۵ لاکھ برگزادوں کے نام ریکارڈ میں درج کئے گئے۔ معاشاتی ترقی کے میدان میں روزگار پیدا کرنے والی اسکیموں کے انتظامیہ کو نئے دھانچے میں ڈھالا گیا، اس سلسلے میں اجتماعات اٹانے کی تعمیر پر زیادہ زور دیا گیا۔

درساتوں میں ترقیاتی اسکیموں اور پروگراموں کی تکمیل کے میں پنچایتوں کو شریک کیا گیا، اور اس کے بہتر نتائج برآمد ہوئے ترقی پروگراموں میں لامرکزی منصوبہ بندی کا نظام رائج کیا گیا۔ معاشی مفاد کے منصوبے بناتے خود لوگوں کے ذریعہ مرتب کرنے کے اقدامات پہلے ترقی کی رفتار کو تیز کر دیا ہے۔

اس عرصہ میں امن و امان کی صورت حال زیرِ ملاحظہ رہی

بینہ پارٹی تضادات اور زندگی مجبور بن گئی تھی اور فریقہ دارانہ فساد کو روکنا ضروری سمجھا گیا۔ عزت مآب جبران اس امر سے واقف ہیں کہ ریاست شیڈولڈ کاسٹ و ٹرائب کے عیسویوں اور سماج کے دیگر گھروں پر ظلم سے آزاد رہی۔ میری حکومت کا یہ عزم سب سے پہلے ہر قیمت پر منتشر اور منقسم کرنے والی طاقتوں کا مقابلہ کرے گی اور انہیں سر اٹھانے نہیں دے گی کیونکہ ملک کی یک جہتی اور اتحاد کو توڑنے کے کام میں سرگرم مل ہیں۔ ایک گمراہ جماعت کلیک جگ، کوسیا جگ، دارجلنگ سدر اور پاڑی علاقوں میں انفرانٹ کو فروغ دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان علاقوں میں لوگوں کے جانی مالی نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ انہیں زندگی کی خوشیوں سے محروم رکھا گیا۔ ان علاقوں میں امن و امان قائم رکھنے اور ترقیاتی اقدامات کو جاری رکھنے کے لئے میری حکومت انتہا پھیلانے والی طاقتوں کو پسپے کیا اجازت نہیں دے گی۔

اب موجودہ مالی سال کے دوران اپنی حکومت کی اہم اہم سرگرمیوں اور کامیابیوں کا اور آنے والے سال کے لئے چند اسکیمیں اور تجویزوں کا ذکر کروں گا۔ ۸۶-۸۷ء میں موسم خاص طور پر ناہرمان رہا۔ اگست ۸۶ء میں معمول سے بھی کم بارش ہوئی۔ اس کی وجہ سے کاشتکاری کے علاقوں میں کمی ہوئی۔ پھر ستمبر کے آخری ہفتے میں بہت زیادہ بارشیں ۵ لاکھ ایکڑ سرسبز کاشت علاقوں کو زیر آب کر دیا۔ اس کے بعد موسم کے شروع میں آندھی اور طوفان نے موسم سرما کی فصلوں کو بہت نقصان پہونچایا۔ کاشت کاری کا سالانہ پیداوار کا سطح کو برقرار رکھنے کے لئے میری حکومت نے ربیع موسم میں وسیع پیمانہ پر جدید پروگرام کو بروہر عمل لایا۔ مزید آئندہ سال کے لئے زرعی پیداوار میں مزید اضافے کا نثر منظور کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے لئے زرعی علاقوں میں پیداوار دوڑوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

مضافاتی ترقیاتی پروگرام کا اصلاحات آرمی ایک اہم جزو ہے اور حکومت اس کی طرف خصوصی توجہ دے رہی ہے تقریباً ۳۵۲ لاکھ ایکڑ قطعات آرمی پر حکومت کو حق ملکیت حاصل ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ۸۳۳ لاکھ قطعات آرمی کو ۷۷ لاکھ بے زمین

کاشتکاروں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ سارے ملک میں ایسے ۳۵ لاکھ ایکڑ قطعات آرمی جن پر حکومت کو حق ملکیت حاصل ہو چکی تھی تقسیم کئے گئے۔ اس طرح اصلاحات آرمی کے میدان میں مغربی بنگال کو تمام ریاستوں میں اول مقام حاصل ہے۔ اسی طرح میں بے زمین کی اون کاویگوں اور بے زمینوں کو آرمی ملکیت کی تعمیر کے لئے قطعات آرمی بھی فراہم کئے گئے۔ آپریشن برلہ کے تحت سالہ رواں کے پہلے چوبیسوں میں ۱۷۷۵۸ برگزادوں کے نام ریکارڈس میں درج کئے گئے۔ ادارہ جاتی لائی اسکیم کے تحت آنے والے برگزادوں اور ایسے قطعات آرمی جس پر حکومت کو حق ملکیت حاصل ہو گا ہے کے نئے مانگوں کا تعداد گزشتہ خریف موسم میں برحسب ۶ لاکھ ہو گئی۔

اصلاحات آرمی کے ساتھ ساتھ زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے آبپاشی کے یقینی ذرائع کا کردار بھی کافی اہمیت کا حامل ہے۔ تینا بریج پر تعمیراتی کام کی رفتار کو تیز بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ عزت مآب مجبوروں کو یہ جان کر خوش کامیاب ہو گئی کہ ۱۹ جنوری ۱۹۸۷ء کو اس پروجیکٹ کے ایک حصہ کو آزمائشی طور پر چالو کر دیا گیا تھا۔ نیز دو اہم جاری پروجیکٹوں یعنی کنگ بنی ریزروائر پروجیکٹ اور ڈی۔وی۔سی (بی اور آئی) پروجیکٹ کی تعمیر کے کام ساتویں چٹانہ منصوبہ کے عرصہ میں مکمل ہو جائیں گے۔ ۸۶-۸۷ء کے دوران آبپاشی کے بڑے اور درمیانی درجہ کے پروجیکٹوں کے ذریعہ مزید ۵۶۲۲ ہزار ایکڑ ترس قطعات آرمی کی آبپاشی کی سہولتیں فراہم کی جانے کی امید ہے۔ ۸۶-۸۷ء میں ایک نیا بڑا پروجیکٹ "سوبر فوریکھا بریج پروجیکٹ" کی تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے گا۔ اس پروجیکٹ کے ذریعہ ۷۵۰۰۰ ایکڑ ترس قطعات آرمی کو آبپاشی کی سہولتیں فراہم ہوں گی۔ جوئی آبپاشی کے سیکٹر میں مالی بینک کی مدد سے ایک وسیع پروگرام پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اس سے تقریباً ۳۸ لاکھ ایکڑ ترس قطعات آرمی کو آبپاشی کی سہولتیں فراہم ہوں گی۔ ستمبر ۱۹۸۶ء میں شدید اور مسلسل بارش کی وجہ سے ریاست کے بہت سارے علاقے موکلہ کا ایک بڑا علاقہ زیر آب ہو گیا۔ متاثر لوگوں کی مدد کے لئے دستیاب مالی وسائل سے وسیع پیمانہ پر بلادی اقدامات کئے گئے۔ بعض حالتوں میں امداد کی شرح میں اضافہ بھی کر دیا گیا۔ سیلاب زدگان کی امداد کے

نئے مرکزی حکومت سے حسب وعدہ بننے والی امداد اب تک فراہم نہیں کی گئی۔

مضافاتی ترقی کے لئے سرخی پنجابی اداروں بہت ہی موثر ایجنسیوں کی طرح رونما ہوئے۔ آئی آر ڈی پی، این آر ای پی اور آر ایل ای جی پی جیسی اسکیموں کو مضافاتی غربت دور کرنے کے لئے پائے تکمیل تک پہنچایا جا رہا ہے۔ این آر ای پی کے تحت نومبر ۱۹۷۳ تک ۶۰ لاکھ کام کرنے کے دن پیدا کرنے کا نشانہ مقرر کیا گیا تھا اور اب تک اس اسکیم کے تحت ۲۸ لاکھ کام کرنے کے دن پیدا کئے گئے (یعنی مزید نشانہ ۷۱ لاکھ کام)۔ اسی طرح آر ایل ای جی پی میں ۳۱ دسمبر ۱۹۷۶ تک ۱۰ لاکھ کام کرنے کے دن پیدا کئے گئے (یعنی مقررہ نشانہ ۵۷ لاکھ کام)۔ مضافاتی مکانات اسکیموں کے تحت ۲۴ لاکھ خانہ دانوں کو تعمیراتی امداد فراہم کی گئی۔ تکمیلی مضافاتی ترقیاتی پروگرام کے تحت نومبر ۱۹۷۶ تک ۸۹ لاکھ خانہ دانوں کو امداد فراہم کی گئی۔

زرمعی آمدنی کی معاشی ترقی میں کوآپریٹو ادارے بہت ہی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ میری حکومت اس حقیقت پر غور کرتی ہے کہ اب تک کوآپریٹو اداروں کے ۶۷ لاکھ افراد ممبر بن چکے ہیں۔ ان کوآپریٹو اداروں نے ہندوستان کے باٹ کار بورڈیشن کے لئے قیمتوں کی تائید اسکیم کے تحت باٹ کے ۶۸ لاکھ ٹانٹھ خریدے اور اس سے اس ریاست کے مضافاتی علاقوں میں باٹ لگانے والے کافی مستفید ہوئے۔ ۳۰ جون ۱۹۷۶ کو کوآپریٹو سال کے ختم ہونے پر ۸ لاکھ کٹوں کو پیداواری قرض اور ۱۷۵۰۰ کمپوز کو بیسے عرصے کے قرض فراہم کئے گئے۔

میری حکومت نے دودھ کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے اسکیموں کی تکمیل پر زور دیا۔ ملیشی کی پرورش و پرہخت پروگرام کے تحت افزائش نسل کے لئے ۱۳ لاکھ ملیشیوں کی پرورش کی جا رہی ہے۔ ملیشیوں کی تعداد میں اضافہ پروگراموں سے تقریباً ایک لاکھ خاندان مستفید ہوتے ہیں۔ اس ریاست میں ۶ ڈیڑی پلانٹس روزانہ تقریباً ۵۵۶ لاکھ لیٹر دودھ سپلائی کر رہے ہیں۔ دوسرے دودھ کی مالک اور سپلائی کے درمیان غلج کو پٹنے کیلئے اور بھی ڈیڑی پلانٹس قائم کرنے کے

مضموعے زیر غور ہیں۔

ماہی گاہوں اور ماہی پروری کی ترقی اور ماہی گیروں اور ماہی پروری کی معاشی حالت میں بہتری لانے کے لئے کافی اقدامات کئے گئے۔ سال رواں میں ماہی گیروں کی ترقیاتی کاموں کے تحت مجموعی طور پر ۵۰۰ جہاز کمرس پر پھیلے ۷۰۰ لاکھ روپے خرچ کیا گیا۔ یہاں تخم بھری کی پیداوار ۶۰۰ کروڑ سے زیادہ ہوئی۔ سمندری ماہی گیری سبکدوش میں دلچسپی کے نزدیک ایک ماہی گیری بندرگاہ قائم کی گئی۔ مغربی بنگال ریاستی ماہی گیری کوآپریٹو فیڈریشن لمیٹڈ قومی کوآپریٹو ترقیاتی کمیشن کی مدد سے آئندہ ۵ برسوں میں ایک تکنیکی ماہی گیری ترقیاتی پروجیکٹ کو پائے تکمیل تک پہنچائے گا۔ میری حکومت نے اندرون ملک اور سمندر میں ماہی گیری کرنے والوں کے لئے رہنمائی اسکیمیں مرتب کی ہیں۔ ان اسکیموں میں پینے کے پانی کی سپلائی، رہائشی سہولتیں وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۹۷۵-۷۶ میں سرگرم ماہی گیروں کے لئے جماعتی ذاتی بیمہ کے تحت ۵۰۰۰۰ سرگرم ماہی گیروں کو لایا گیا۔ سال رواں میں مزید ایک لاکھ ماہی گیروں کو اس اسکیم کے تحت لایا جائے گا۔ بسجوں کے لئے صحت معقد کی برادری کے لئے میری حکومت نے لوگوں کو خاندانی منصوبہ بندی اور چھوٹے خاندان میں تربیت دے کر ابتدائی صحت دیکھ بھال کی زچہ و یکہ طبی خدمات کی توسیع اور علاج اور تدارک اقدامات کی تکمیل کی ضرورت پر کافی زور دیا۔ سال رواں میں ۷۰ ابتدائی مراکز صحت اور ۵ مضافاتی اسپتال قائم کئے گئے۔ نیز اس مالی سال کے آخری عرصہ میں دو اور ابتدائی مراکز صحت اور دو مضافاتی اسپتال قائم کئے جائیں گے۔ اسپتالوں اور مراکز صحت میں کافی ڈاکٹروں اور نرسیوں کی تقریر کی گئی اور ادویہ کی سپلائی میں کافی اضافہ کیا گیا۔ برہم پور میں ایک عام نرسنگ اور قابلہ گی ترقیاتی اسکول کھولا گیا ہے۔ یہاں تیس نشستیں ہیں، اور آرتھی کار اور نرسنگ سرکار اسپتالوں میں ۳۰ نشستوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ سال رواں میں آئرووڈک اسپتال اور ہیر پٹنگ فارمیسی کی طرف بھی کافی توجہ دی گئی۔ آئرووڈک اسپتال میں موجود کمراتوں میں اور بھی اضافہ کیا گیا اور ۵۰ سے زائد ریاستی ہیر پٹنگ شفا خانے قائم کئے گئے۔

بچوں کی مرہ۔ یہی طرز انگریزوں کو جو یہ کام کرتے ہیں۔
 چھ سال سے کم عمر کے بچوں اور بچوں کے لئے مسودہ اخذیہ صحت
 دیکھ بھال اور قبل از اسکول تعلیم کی سہولتیں، کیسی بچہ ترقیاتی
 ضابطہ پروجیکٹ کے تحت، ۱۹۴۸ء کی جاری ہیں۔ آئندہ سال کے
 دوران اس طرح کے ۲۴ پروجیکٹوں میں مزید ۲۰ پروجیکٹوں کو
 اضافہ کیا جائے گا۔ ان بننے والی رتوں کا فائدہ دیکھو
 بھال کی جارہی ہے اور انہیں معوی خوراک فراہم کر رہا ہے۔
 سال رواں میں کمپنوں پر مبنی تفریحی پروگرام کے تحت ۱۶۰۰۰
 اور بچے مستفید ہو رہے ہیں۔

تھریون حکومت کی طرف سے منہاجی علاقوں میں پانی کے وسائل کی
 کی فراہمی کیلئے ترقیاتی طور پر اقدامات کیے جارہے ہیں۔ کم
 ندرت پر کام اور ترقیاتی منصوبہ پانی سپلائی پروگرام کی ترقی
 کے ذریعہ پانی کی سپلائی کی ۵۰ اسکیموں کو جاری کیا گیا ہے۔
 مالی سال کے دوران ان اسکیموں کے تحت ۱۳۵ دیہاتوں میں
 پانی کی شدید قلت ہے، مگر بے یوب ویل بنائے گئے۔ دارالحکومت
 میں ایک اعلان کردہ علاقوں میں پانی کے کٹاؤں کی اسکیم کو
 عمل لائے گی، منظر پر دستہ دی گئی ہے۔

ماحولیاتی بہتری اور جنگلی جانوروں کے تحفظ کی طرف
 بڑی زیادہ دھیان دیا جا رہا ہے۔ سماجی جنگلات پروجیکٹ، جسے
 قی۔ ڈی۔ نے اعداد فراہم کیا ہے اس کے تحت ۱۰۰ جنگلاتوں
 سے زیادہ قلمیات اور اسی طرح کے ۱۰۰ دیہاتی علاقوں
 کے لوگوں نے شجرکاری پروگرام میں کافی دل چسپی کا اظہار کیا کیوں
 کہ ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جنگلات کی پیداوار سے
 وہ بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ جنگلات میں غیر قانونی طور سے درختوں
 کو کاٹنے کی روک تھام کرنے کے لئے حکومت نے دریاں لوگوں کو
 اٹک کر دیا ہے اور آب مشین کے لئے متعلقہ شعبہ بذات خود
 باغی زمین قبائلیوں کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعہ درختوں کو
 کاٹتے ہیں۔ جنگلی جانوروں کے تحفظ کے اقدامات کو اور بھی مستحکم
 بنا دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں ضلع دار جنگ میں دو تہائی بارک۔
 ایک سسٹم کے تحت اور دوسرا بنیادی میں جنگلی جانوروں کے تحفظ کے کام لگے

سال رواں میں صنعتی تعلقات میں گونا گوں بہتری ہوئی۔
 اس سال ہزاروں کی تعداد میں کافی کمی ہوئی۔ میری حکومت نے صنعتی
 مزدوروں کی صلاح میں کافی دل چسپی لہے۔ مانگ ملے میں واقع
 ای۔ ایس۔ آئی ہسپتال میں ایک ای۔ ایس۔ آئی خون بنک قائم کیا
 گیا۔ نیز اس ہسپتال میں مزید ۱۵۱ بستروں کا اضافہ کیا گیا۔
 خود روزگار اسکیم کے تحت ۱۶۷۱ کمپنوں کے سلسلے میں تفریح
 کمانی اور ان میں سے ۳۶۲۲ درخواست کنندگان مستفید ہوئے۔
 اس ریاست میں صنعتی فضا میں بھی کافی بہتری ہوئی۔
 اس کی بہت ساری وجوہ ہیں۔ ان میں ایک وجہ تو یہ ہے کہ توانائی
 کی صورت حال میں بہتری لانے کے لئے میری حکومت نے صنعتی
 اقدامات کیے اور مزدوروں نے بھی سماجی لحاظ سے دھڑا دھڑا کر
 اور کئے۔ عات اب مجبوروں کو اس بات سے آگاہ کر کے فحش خوشی
 حاصل ہو رہی ہے کہ ۱۱۳ صنعتی منظوری موصول ہو چکی ہے، اس میں
 کل ۲۶۵ کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ گزشتہ سال
 کے آخری ۹ مہینوں میں ۱۲ پروجیکٹوں کو جن کے لئے تقریباً ۳۱
 کروڑ روپے کی سرمایہ کاری کی گئی، مغربی بنگال بڑا دار اسکیم
 کے تحت پائپ لائنیں لگ چکی ہیں۔ مغربی بنگال الیکٹرونک صنعتی
 ترقیاتی کارپوریشن نے بہت سارے الیکٹرونک پروجیکٹ قائم
 کئے۔ سال تک الیکٹرونک کیلکس میں قائم کردہ بین یونیوں
 میں کاروباری پیداوار کے لئے کام شروع کر دیا گیا ہے اس سال
 کے باقی عرصہ میں اس طرح کی دو یونٹیں چلاؤ جائیں گی۔ سائیمین
 انڈیا لینڈ کے تعاون کے ساتھ مشترکہ سیکٹر میں ایک شاندار
 الیکٹرونکس ٹیلی ویژن پروجیکٹ پر کام شروع کر دیا گیا ہے۔
 قاتبا میں برآمدات پروسیسنگ علاقہ تیزی سے ترقی کر رہا ہے اور
 یہاں قائم دو پروجیکٹوں نے گزشتہ سال سے جنہوں نے کاروباری
 پیداواری کام شروع کر دیا اس سال رواں میں ۵ کروڑ سے زیادہ
 روپے کی مالیت کی چیزیں برآمد کیں۔ چلیائی گڑی کے جہاں
 کوئی صنعتی ادارہ قائم نہیں ہے، مطلقاً تفریق میں کمی
 کرنے کے لئے دیا کرام میں ایک نیا مرکز افزائشی قائم کیا
 گیا ہے۔

پاک سیکٹر میں سند بنی ٹھوگر بیٹ پر دس بنگ کمپنی
لیٹڈ نے کاروباری چمانہ پر کھانہ سری اور جعفر سے شہرہ تیار کرنے
کا کام شروع کر دیا ہے۔ درگا پور پر جو جیکس پار اسٹیشن میں
۱۲۰ بنگلوں کے لئے چھٹی توانائی پونٹ کو چالو کر دیا گیا ہے۔
توہتا پھن اور سبزی پر دس بنگ کمپنی لیٹڈ نے شمالی بنگال میں
جھڑے چمانہ کی پھل پر دس بنگ پونٹوں کے ذریعہ پھلوں کی مصنوعات
کو بازاروں میں فروخت کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔

کی ضرورت تھی لیکن مرکز نے صرف ۲۵۳۸ کروڑ روپے دینے کی منظوری دی ہے۔ رواں سال کے لئے مرکزی حکومت کی منظور کردہ ۳۵۳۸ کروڑ روپے میں سے ۷۵۳ کروڑ روپے یکے تو آٹھوں مایاتی کمیشن نے سفارش کی تھی، اور اس رقم کا نصف مرکزی حکومت نے اور نصف ریاستی حکومت نے فراہم کئے۔ اس طرح مرکزی حکومت نے فاضل ۷۳۱۱ کروڑ دینے کی منظوری دی۔ اس رقم میں سے تقریباً ۷۲۱۸ کروڑ روپے مرکزی حکومت فراہم کرے گی۔ اشد ضرورت کے پیش نظر ریاستی حکومت کو بہت ہی کم رقم فراہم کی گئی۔ ان تمام دشواریوں سے باوجود ریاستی حکومت انتہائی ممکنہ حد تک، ادارہ اور بنائی کے کام کو درہم عمل لاری ہے۔ اس سال میں تقریباً مجموعی طور پر ۵۸ کلو میٹر لمبی نئی سڑکیں تعمیر کی گئیں اور گریٹ ایک بڑے اور چھوٹے پل بھی تعمیر کئے گئے۔ ایک تجویز کے مطابق آئندہ سال بری حکومت مجموعی طور پر ۹۳ کلو میٹر لمبی نئی سڑکیں تعمیر کرے گی اور زیر تعمیر سڑکیوں کی تعمیر کے کام کو مکمل کر لے گی اور عالمی بینک پروجیکٹ کے تحت درگا پور اکسپریس وے کی تعمیر کا کام شروع کر دے گی۔

شہری علاقوں کی بستیوں میں رہنے والے ۶۲۰۰۰ افراد مستفید ہوں گے۔

شیڈولڈ کاسٹ و ٹرائب کے لوگوں کی لگائوں ترقی کے لئے کوششیں کی جا رہی ہیں۔ سال رواں میں شیڈولڈ کاسٹ و ٹرائب کے ۵ لاکھ سے زیادہ طلباء کو کتبوں کے لئے اور امتحان کی فیس بطور عطیات دی گئی۔ آمدنی میں اضافہ کرنے کی بہت ساری اسکیموں سے غربت کی سطح سے بھی نچی سطح پر زندگی بسر کرنے والے ۱۳۹۱۲۱ شیڈولڈ کاسٹ اور ۴۲۰ شیڈولڈ ٹرائب خاندانوں کو سہولتیں فراہم کی گئیں۔

خدا کی اجناس، چینی، صاف کردہ ریپ تیز آئل اور کوئلہ کے تمامہ اور ناکافی سپلائی کے باوجود عوامی نظام تقسیم کو مسلسل برقرار رکھا گیا۔ ۱۹۸۷ء میں اس نظام کے ذریعہ ۱۶ لاکھ میٹرک ٹن اناج تقسیم کیا گیا۔ صاف کردہ ریپ سیڈیل کی گھی سال بھر برقرار رہی اکبوں کو ریاست کو فی ماہ ۱۰۰۰۰ میٹرک ٹن کی جگہ ۵۰۰۰۰ میٹرک ٹن یہ تیل فراہم کیا گیا۔ اس ریاست کو فی ماہ ایک لاکھ میٹرک ٹن کو اس تیل کی ضرورت ہے اس کی جگہ اسے فی ماہ ۸۵۰۰۰ میٹرک ٹن کو اس تیل فراہم کیا گیا۔ اسی طرح اس ریاست کو ہر ماہ ۵۰ لاکھ میٹرک ٹن کوئلہ کی ضرورت ہوتی ہے اس کی جگہ اسے ہر ماہ ۵۱۰۰۰ میٹرک ٹن کوئلہ فراہم کیا جاتا ہے۔ جلاوطن گیس کی سپلائی میں روزانہ تقریباً ۹۰ سیلفیڈرک گھی برقرار رہے۔

سلی گڑی میں ریاستی سطح کا مرکز اطلاعات قائم کیا گیا۔ نیزہ سان ایک آڈی ٹورم بھی قائم کیا گیا۔ کلکتہ مرکز اطلاعات میں ایک آرٹ گیلری اور ایک ٹائٹس ہال کی تعمیر کام مکمل ہو گیا ہے۔ ستمبر ۱۹۸۶ء میں پانچو رائے آرٹ گیلری کا افتتاح کیا گیا۔ سائٹ ایک میں ایک رنگین فلم نمبر ۱۰ گیمپلکس کے قیام سے میری حکومت کے فلم ترقی پروگرام کی اہمیت عیاں ہو جاتی ہے۔ کھیل کود کے میدان میں یو با بھارتی کیرنٹن (سائٹ ایک اسٹیم) کی تعمیر کام کا پہلا دور مکمل ہو چکا ہے۔ آپ لوگوں کو یہ جان کر بڑی خوشی حاصل ہوگی کہ میری حکومت اب کلکتہ میں

تیسرا جنوبی ایسٹ آئی وفاق کھیل کود کے انعقاد کے لئے تیار ہوا کر رہی ہیں۔

حزب آب مہران میں نے اپنی حکومت کی چند کامیابیوں کو اور مستقبل کے لئے ترقیاتی سرگرمیوں کے چند پودگانوں کو ابھر کرنے کی کوشش کی۔ گزشتہ ایک سال میں میری حکومت نے اس سیاست میں معاشی افزائش کی رفتار میں تیزی لانے کے لئے اور فریب اور پیمانہ لوگوں ان کی سماجی۔ معاشی زندگی میں بہتری لانے کے لئے، کے خصوصی مسائل پر خصوصی توجہ دینے کی بھرپور کوششیں کیں۔ ریاست کی لگائوں ترقی کو فروغ دینے کے لئے اور ایک ہجر اور مساوی سماجی نظام کے قیام کے لئے ہم سب سوچو جو جو اور باہمی تعاون کے ساتھ فرائض کو انجام دیں۔ بلاشبہ مغربی بنگال کی رفاه اور ترقی ہندوستان کی لگائوں ترقی اور استحکام میں معاون ثابت ہوگی۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرنا ہوں اور آپ لوگ اس پر بحث و مباحثہ کر سکتے ہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ آپ کو کامیابیاں حاصل ہوں۔

سیاحوں کی دلچسپی کی چیزیں فروخت کرنے والی دکانوں کو حکومت کی منظوری

ریاستی حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چند شرائط کے تحت ان مشہور دکانوں اور اداروں کو جو کلکتہ، دار جھنگ کے علاقے میں واقع ہیں اور جو زیورات، اشیاء نمونہ کے کپڑے اور پوشاک اور شکاری کی مصنوعات، صنایعی کے نادر نمونے کی چیزیں، اہمیتی وراثت اور سبب کی مصنوعات، تائین وغیرہ سیاحوں کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں، تسلیم کر لیا جائے۔ ایسی تسلیم کردہ دکانوں کے نام، شعبہ سیاحت کے مشائخ کردہ کتبہ، پمفلٹس وغیرہ میں چھپ دئے جائیں گے، تاکہ یہاں آنے والے سیاحوں کو ایسی دکانوں کے سلسلے میں معلومات فراہم کی جاسکے۔ ایسے کتبہ، پمفلٹس وغیرہ اندرون ملک اور ملک کے باہر کے علاقوں میں سیاحت کے دفتروں اور اداروں، امرکاری مشین کے دفتروں اور ایئر لائنز کے دفتروں سے وسیع پیمانے پر تقسیم کئے جائیں گے۔

کل ہند کسان سبھا

اس کا تاریخی پس منظر اور کارکردگی

دوسری اور آخری قسط ————— ہر کشن سنگھ سرچیت

گئیں۔

کل ہند کسان سبھا کا یہ نقطہ نظر ہے کہ دیہاتی ترقی کے پروگرام بس طفل تسلیم سے زیادہ کچھ نہیں، جن کا غریبی، بے روزگاری اور نابرابری کے بنیادی مسائل پر مشکل ہی اثر پڑتا ہے۔ کل ہند کسان سبھا کے بنیاد پر اجلاس میں ان پروگراموں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا تھا اور ان کا کھوکھلا پن بے نقاب کیا گیا تھا۔ شریعتی گندھی کی دوبارہ واپسی کا ایک مخصوص خصوصیت ان کی پالیسیوں کا سنگے کی قیمت میں کم پیدا کرنے والا اثر تھا۔ اس سبب ان کی پالیسیوں کی ناکامی کا بوجھ کسانوں اور آبادی کے دیگر غریب طبقوں کے کندھوں پر منتقل کیا جانے لگا۔

بائیٹس بازو کے مورچے کی حکومت کا تجزیہ

موجودہ مرکزی حکومت کے تحت اگرچہ پالیسی میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن اجارے دار گھرانوں کو زیادہ رعایتیں دی گئیں ہیں اور ۲۱ ویں صدی کی جانب بڑھنے کے نام پر بیشتر ترقی پسینوں کے اقتصادیات میں داخلے کے لئے سہولتی دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ دہی سرکاری کارکردگی کے برعکس، مغربی بنگال اور تری پورہ کے بائیس بازو کی جمہوری حکومتوں (اور تھوڑے وقفے کے لئے کرالا) نے خود کو حاصل محدود آئینی اختیارات کا کانون کی حالت بہتر بنانے کے لئے بخوبی استعمال کیا ہے۔ مغربی بنگال میں ۱۲ لاکھ

کھوکھلی عوام دشمنی:

۱۹۷۵-۷۷ء کے دوران ایمر جی کے وقت حکومت ہند نے ۲۰ نکاتی پروگرام پیش کیا۔ ان سب کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ سرکار کو غریبوں کی حالت زار پر تشویش محسوس ہو رہی ہے اور وہ غریب دور کرنے کی غرض سے کچھ نہ کچھ کر ڈالنے کا حیر کر چکی ہے۔ جیسا کہ ۱۹۷۹ء میں بنارس میں منعقد ہوئے کل ہند کسان سبھا اجلاس کی رپورٹ میں نشانہ دہی کی گئی تھی، ۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک کے برس نہ صرف اذیت پہنچانے اور جبر و ستم کرنے سے عبارت تھے، وہ "قبوٹے پر چار اور عوام دوست لٹا پی سے بھی عبارت تھے تاکہ ملک کے اندر اور باہر اور دونوں جگہ سرکار کی ایک سازگار تصویر پیش کی جاسکے۔ بنارس رپورٹ نے ۲۰ نکاتی پروگرام کے بڑے ٹکٹوں کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ ہندو امر دوری کا نظام قانون کے ذریعہ نہیں ختم ہو گیا اور ان میں سے صرف چند ہی کو دوبارہ آباد کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ زمینیں سدھار کے اقدامات کا دائرہ زمین کے ایک فیصد سے بھی زیادہ حصے پر محیط ہے۔ جیسا کہ چھٹے منصوبہ کے مسودے میں اعتراف کیا گیا ہے کہ زمینیں سدھار کے اقدامات کا دیہاتی غریبوں کی تقسیم پر کوئی واضح اثر نہیں پڑا۔ ۱۹۶۰-۱۹۷۶ء کے مابین غریبوں کی سطح سے نیچے گزر بسر کرنے والوں کی تعداد ۲ کروڑ ۲۰ لاکھ سے بڑھ کر ۳ کروڑ ۵۰ لاکھ ہو گئی، جب کہ حقیقی اجرتیں گھٹ

بہ زمین گھراؤن کو زمین، گنت ہے۔ ۱۳ لاکھ ٹنائی داروں کے نام رجسٹرڈ
کئے گئے ہیں اور ان میں سے ۱۲ لاکھ کو ہر سال ان لوگوں سے قرضے
حاصل ہوتے ہیں۔ بے زمین کسیت مزدوروں کے نام ۱۱ لاکھ سے
زائد رجسٹرڈ ہیں۔ زمین کی قیمت زیادہ ہو کر رہی ہے۔ زمین
سے کم اجرتوں میں بقاء مدگی کے ساتھ بار بار اضافہ کیا جا رہا ہے۔
اس کے ساتھ ہی یہ کہ عوامی کاموں کے پروگراموں کے ذریعہ مزدوروں
کی مالک برقرار رکھی گئی ہے تاکہ انہیں بازار میں بہتر اجرتیں حاصل کرنے
میں مدد دی جاسکے۔ چھوٹے کارکنوں کو لگان کی ادائیگی کی جھوٹ
سے نجات دہانہ بنا رہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ کہ کھیتی میں استعمال
کی چیزوں کی فراہمی سے تقسیم اور استعمال کے لئے عام ملکیت کے
بجوب و بیوں کی فراہمی سے یہ بات ممکن بنادی ہے کہ وہ نئی ٹیکنالوجیاں
استعمال کریں۔ ترقی پزیرہ میں ایک لاکھ سے زیادہ بے زمینوں کو
زمین دی گئی ہے، غریب کسانوں اور دستکاروں کو قرضے سے راحت
دی گئی ہے، کم سے کم اجرتیں معین کی گئی ہیں اور ٹنائی داروں کے نام
ریکارڈ کئے گئے ہیں۔ برابر ان میں بائیں بازو کے چھوٹے موہنے کے
ذریعہ حکومت، مہاراجہ سے کم کی ملکیت کو باغات، جنگلی زمین دے
دیا، نئی، ایک ایک ٹریک ملکیتوں پر قائم کیا گیا۔ سوٹ کر دئے
گئے تھے اور کھیتی میں استعمال کی چیزوں پر رعایتیں دی گئی ہیں۔
حال ہی میں ۵ سال کا تاخیر کے بعد مغربی بنگال اسمبلی کے منظور کردہ
نئے مل کی صدر سند توثیق کی ہے۔ یہ کام اب بھی زمین داروں کے حق
میں کئی ترمیمیں ضروری کر کے کیا جا رہے۔

ان نام اقدامات کے تحت اب ان ۳ ریاستوں میں دیہات
میں غریب آدمی کے رویتے میں ایک قابل لحاظ تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔
مغربی بنگال اور مہاراشٹر کے بائیں بازو کے موہنے کی
حکومتوں کے غریب سے یہ ظاہر ہے کہ یہ کسان تنظیم اور جدوجہد کی
زورت اس وقت بھی باقی رہتی ہے جبکہ متعلقہ ریاستوں میں ایک
بائیں بازو کی حکومت قائم ہو۔

بدلا ہوا تناظر اور تمام

ان درمیانی برسوں کے درمیان کسان تحریک کا تناظر اور

تساوی بھی بدل گیا ہے۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا، کل ہند کسان سبھا
کے بڑے کے ہند کسان تحریک کی بنیادی سرگرمی زمین کے معاملے
سے وابستہ رہی ہے۔ سبز انقلاب کی ٹیکنالوجی کو عملی روپ دئے
جانے کے سبب زمین کے معاملے پر روشنی پڑی۔

زمین کا معاملہ برابر مرکزی بنا رہا ہے۔ بے زمین برص
جاری ہے اور کسان برابر مفلس اور معمولی سے معمولی ہوا جا رہا ہے۔
۱۹۸۱ تک، کھیت مزدوروں کی تعداد ۵ کروڑ ۵۴ لاکھ ہو چکی تھی جبکہ
ملکیتوں کی تعداد ۵ کروڑ ۵۵ ہزار سو تھی۔ کسان بے پروا تھے
اور معاشی بنائے جانے کے ساتھ ساتھ زمین کی ملکیت پر غور نہ کرتے تھے۔

اس کے بارے میں کل ہند کسان سبھا کے نارس اجلاس نے
حق و بات یہ دیکھا ان برسوں سے ایک ایسا ہیوتا کہہ سکتے ہیں جو عام کی
زمین پر ان کے اور زمین دہنے سے ان کے فائدے کی توقع
اظہار کے بعد ہوا اس کے نتیجے میں کسانوں کی سرگرمی میں ایک بار بار
اور اس سے مزدوروں کی زمین دیا جا رہا ہے کچھ علاقوں میں بڑی پیش قدمیوں
کے باوجود ملک کا بیشتر آریوں کسان سبھا کے دائرہ اختیار سے
نہیں ہے۔

۱۹۷۹ میں نارس اجلاس نے جو جواب تلاش کیا وہ یہ تھا
کہ جو زمین کے تشکیل دئے جاتے ہیں اور جو پروگرام شروع کئے جاتے
ہیں وہ ہمیشہ ان تبدیلیوں کی عکاسی نہیں کرتے جو ان برسوں کے دوران
زمین دہانے میں ہو چکی ہیں۔

نارس اجلاس نے بنیادی پرچار نعروں اور غوری، نعروں کے
بائیں ایک واضح اتیا ز کیا تھا۔ اس نے یہ کہا تھا کہ زمین پر قبضہ اور اس
کی تقسیم اب بھی بنیادی نعرے بنی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی
کہا گیا تھا کہ اس نعرے کی منہج کے بغیر دیہاتی غریبوں کے روزگار کی
کامیابی محال نہیں ہو سکتی۔ لیکن کل ہند کسان سبھا کے پروگرام میں اس
جسٹیلو نعرے کے درجہ کئے جانے کے بعد سے طبعاتی قوتوں کا ایسی
رشتہ تبدیل ہو گیا ہے۔ "غوری" نعروں کی تشکیل کے لئے اس تبدیلی
کے موزوں مطالعے کی ضرورت ہے۔

آزادی سے قبل کے دنوں میں تمام کسانوں کو زمین داروں

کے خلاف محمد کی جاسکتی تھی۔ لیکن سن ۱۹۱۵ء اور سن ۱۹۱۹ء کو دہلیوں کے زمینداروں نے قانون کا ایک نتیجہ یہ نکال دیا کہ ان کا ایک حصہ زمین داری کے خلاف لڑائی میں دلی جیسی گتہ بیٹھا ہے۔ ان قانون کے ذریعہ ایک سخت وضع کی زمین داری پیدا کر دی گئی ہے۔ جن میں جاگیر داری اور سرکاری داری دونوں کے درمیان ایک وقت موجود ہیں۔ مزید یہ کہ اس کے قانون کا ایک حصہ پیدا کر دیا گیا ہے جو زمین داروں کے ساتھ ریاستی علاقوں میں لکھنؤ، پٹنہ، مدینہ، بنیہ و بنا ہوا ہے۔ اور متوسط کسان جو بدلتا آ رہا ہے اس کا تفریباً ۲۵ فیصد میں اور جنہوں نے بینکوں کے قرضے لیے تھے اور اس میں ٹیکسوں سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے، اب زمین پر قبضہ اور اس کے تحت ہم میں دل چسپی نہیں رکھتے۔ دوسرے لفظوں میں زمین زمینداروں اور ٹیکسوں کے تعلق سے سرکار کے موقف نے کسان انہوں میں سنگین خلل پیدا کر دیا ہے۔

بنارس ریورٹ پر اختتام پزیر ہو رہا تھا، تو جانچے گا ان تبدیلیوں اور ان کے نوع بنوع نتیجوں کے خیال کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ زمین داری کے مکمل حلقے اور زمینوں اور زمین والوں کو زمین کی تقسیم اب بھی زرعی انقلاب کا بیج نہ ہے۔ اس امر کی بنیاد پر ہم آج ملک کے بیشتر حصوں میں سرگرم عمل نہیں ہو سکتے۔

فوری کارروائیوں کے لئے نئے تشکیلات دینے کی خاطر محسوس اقتصادی اور سماجی رجحانات کے مطابق کی ضرورت ہے۔ بنارس اجلاس نے ایسے فوری معاملات کی ایک فہرست تیار کی تھی۔ کھیت مزدوروں کی اہمیتیں اور کشتی چلگیاں، کرائے میں کوئی، بٹائی داروں کو فصل کا ۵۷ فیصد، بے دخلی پر پابندی، زرعی قانون سے بچ نکلنے کی گنجائش، دودھ کریم، فاضل زمین کی دوبارہ تقسیم، رہائی قرضوں میں کمی یا ان کا خاتمہ، زرعی پیداوار کی منافع بخش قیمتیں، سستی شرح پر قرضہ، ٹیکس بوجھ میں کمی، پانی اور بجلی کی نرخوں میں کمی، زمین داروں کی جانب سے منظم کردہ فتنوں کے جلے، اہم رجحانوں پر سماجی جبر و ستم، منظم و منظم گھیلے، ان وغیرہ اس کے بعد آئیں یہ کہا گیا تھا کہ یہ ایسے معاملات

ہیں جو کانون کے تمام حصوں پر اثر انداز ہوں گے۔ غریب، متوسط اور امیر سب ہی پر۔ اور ان کی بنیاد پر ان سب ہی کو طریقہ میں شامل کیا جاسکے گا۔ کانون کا (مکمل) زیادہ۔ یہ زیادہ اتھار پروان چڑھانے کی خاطر ان تمام دھاروں کو یکساں کرنا پڑے گا۔ کسان اتحاد کی تشکیل، کل ہند کسان سبھا کا ایک بار پھر بڑا فریضہ قرار دیا گیا تھا، دہلی اور اجلاس میں اس نکتہ پر مزید زور دیا گیا تھا۔

قیمتوں کا معاملہ:

بنارس اجلاس کے فوراً بعد زرعی قیمتوں کا معاملہ اُٹھا گیا۔ یہ بھی ایک ایسا معاملہ تھا جس کے بارے میں کل ہند کسان سبھا ماسی میں بار بار قراردادیں منظور کر رہی تھیں یا ہمیں چل چکی تھیں۔ لیکن سن ۱۹۲۸ء کے اوائل میں یہ معاملہ ایک نئی خصوصیت کے ساتھ رونما ہوا۔

زرعی پیداواروں کی قیمتوں کا معاملہ ایک بڑے معاملے کی حیثیت سے رونما ہوا جو کانون کے ایک بڑے حصے پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ زرعی امر تر حصے، بلکہ متوسط اور غریب کسان پر بھی لیکن کل ہند کسان سبھا کی معنوی فیصلات موجود نہ ہونے کے سبب، خصوصاً ان علاقوں میں جہاں وہ تنظیمی اعتبار سے کمزور تھی زمین دار عناصر نے تحریک کی قیادت سنبھال لی ہے اور وہ اپنے آپ کو بڑی اعتبار سے کانون کے مفادات کے علمبردار کے بطور پیش کر رہے تھے۔ ۱۹۲۸ء کے اوائل میں یہ تحریک ملک کے کچھ حصوں، خصوصاً ہاراشٹر اور کوناٹک میں ایک خروج کی شکل اختیار کر گئی جہاں زمین داروں اور امیر کانون کے ساتھ ساتھ متوسط اور غریب کانون کے ایک بڑے حصے نے جس میں اس میں شرکت کی۔ کل ہند کسان سبھا کی سنبھالنے والی، اور سرگرم شرکت کے سبب، ہی زمین دار عناصر کو بے اثر کیا جاسکا اور مارچ ۱۹۲۸ء میں سارے ملک کے کانون کا ایک زبردست اجتماع منعقد کیا جاسکا۔

مارچ ۱۹۲۸ء میں کل ہند کسان سبھا کے سلطان پور اجلاس میں ۱۲ نکاتی مطالبات کا جو منشور منظور ہوا اس میں ایسے

کئی نیکے شال کے مراد میں خرید کے اٹھائے ہوئے مساعلوں کو
عام کر کے ہے جسے ہندوستان کے کان برابر چلا رہے ہیں۔ ان
میں خاص بخش فیتوں کیجیسی میں کام آئے والی چیزوں کی قیمتوں میں
کئی اور قرضہ کا نکل کر دیکھو اس میں۔

یہ بہت عظیم کی جانی چاہئے کہ قرضے سے راحت کی انوں
کا بہت ایک اہم مطالبہ مل رہے۔ حالیہ کانفرنسوں کے دوران غریب
کانوں کے لئے اداہ جاتی سسٹمز سے سستے قرضے کی خواہش
ان ہندوؤں کی منظر ہے جو زرعی پیداوار کی نئی ٹیکنالوجی نے دیہاتی
اقتصادیات میں پیدا کی ہیں۔

زراعتی پیداوار کی منافع بخش فیتوں کے مطالبے کا جڑواں
مطالبہ غریبی چیزوں کی قیمتوں میں کمی کا مطالبہ ہے جنہیں سلطان
پر کے مطالبات کے منشور میں پہلے درجہ حاصل ہے۔

منشور میں زمین سہا کا مطالبہ غریب کارروائی کے
نعرے کے بطور اندر درج ذیل انداز میں پیش کیا گیا ہے :

موجودہ زمین سہا داروں کو تیرہ کے ساتھ اور کارگر
طریقے سے لاگو کیا جائے۔ زمین سہا کے بارے میں سرکاری بنکوں
کے قسیم شدہ قانون کے خطوط پر اس سے بچے نکلنے کی گنجائشیں دور
کوتے ہر کے چہرے حال میں ہیں صدارتی توثیق حاصل ہوئی ہے، بانٹ
داروں سمیت ہر وضع کے گریہ داروں کو ایک سال کے اندر اندر جسر
کیا جائے اور بے دخلان منوع قرار دی جائیں۔ کسی کے گریہ دار نہ
ہونے کا ثبوت دینے کی ذمہ داری زمین دار کی ہونی چاہئے۔ ساری
دستیاب بیکار پڑی زمین جسے سہا کے بعد یا سہا کے بغیر
کاشتکاری کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے ایک متعین وقفے
کے دوران بے زمین کھیت مزدوروں کو دوبارہ تقسیم کیا جائے۔

اس منشور میں ان مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی تھی جو
خمسائی، سیلاب اور دیگر فطری آفتوں سے پیدا ہوتے ہیں
کل ہند کان سبھا کے نقطہ نظر سے ماحولیاتی کارروائیوں
میں سہا گرم شرکت کا ضرورت ہے۔ اس سے نہ صرف ایسی راحت کو
زیادہ کارگر بندے میں مدد ملے گی اور یوں شکار بننے والوں کی حالت
بہتر ہوتی ہے بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کان کا ایک بڑا حصہ کل ہند

ہند کان سبھا سے مانوس ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تعلیم انسان کی جسم
و غیرہ میں شرکت سے بھی کل ہند کان سبھا دیہات کے عوام کے
مخلات کی ملیر وار کے بطور سامنے آتی ہے۔
بہاں جو نکلے پیش کیا جا رہا ہے اور یہ ہے کہ کان سبھا
کو دیہاتی زندگی کے تمام پہلوؤں میں سہا گرمی کے ساتھ شامل کیا جاتا
چاہئے۔

کھیت مزدور:

مطالبات کے منشور میں کھیت مزدوروں کے سلسلے میں
دو بڑے مطالبات اٹھائے گئے ہیں :-

قومی دیہاتی روزگار پروگرام کی رقم بڑھائی جائے تاکہ کھیت
مزدوروں کو روزگار اور ضمانت شدہ کم سے کم اجروں کے حصول میں
مدد ملے۔ قومی دیہاتی روزگار پروگرام کے تحت اجرت کم سے کم ۸ روپے
روزانہ سے کم نہیں ہونی چاہئے اور کسی بھی حالت میں یہ اس کم سے کم اجرت
سے کم نہیں ہونی چاہئے جو متعلقہ ریاست میں قانون کے تحت کھیت مزدوروں
کے لئے متعین کی گئی ہو۔

کھیت مزدوروں کی کم سے کم اجرتیں اور کام کے بہتر حالات
یقینی بنانے کے لئے فوری طور سے ایک مرکزی قانون بنایا جائے اور دیہاتی
غریبوں کے رہن سہن کے حالات بہتر بنانے کی خاطر دیگر فوری اقدامات
کئے جائیں۔

یہ دونوں مطالبات کھیت مزدوروں سے متعلق معاملات
کے زیادہ سے زیادہ اہم ہوئے جا رہے کردار کو ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں آئندہ
برسوں کے دوران کل ہند کان سبھا کے پروگرام میں اہم کردار ادا کرنا
ہوئے۔

ان کھیت مزدوروں کی اکثریت درج فرست ذائقہ اور
قبیلوں سے متعلق رکھتی ہے۔ ان کی اقتصادی پس ماندگی بیشتر معاملوں
میں سماجی غریبوں کے ساتھ جڑی لگتی ہے۔

درج فرست ذاتوں اور قبیلوں، اندھ بن اعلیٰ اور
مورتوں اور سماج کے دیگر حصوں پر جسمانی حملے کی خاطر سخت
اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

تنظیم کو مضبوط کیجئے :

کل ہند کان سبھا کی سرگرمیوں کے جائزے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیسے ایک متحدہ کان تحریک کی تشکیل کے فریضے پر بار بار زور دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس بات پر بھی کہ تحریک کو اس کے درست راستے سے ہٹانے کی کوششوں کا مقابلہ کیا جائے اس سے کان تحریک کا یہ انتہائی اہم ضرورت ظاہر ہوتی ہے کہ نوسا تبدیلیوں کا مطالعہ کیا جائے اور وسیع کان عوام کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کی خاطر وسیع معاملات میں مداخلت کی جائے، انہیں سبق پڑھایا جائے اور ان کے مطالبات کی حمایت میں انہیں راہرو کارروائیوں کے لئے تیار کیا جائے۔

ہندوستان کے کانوں نے اس دور میں بہت سی لڑائیاں لڑی ہیں۔ تلنگانہ، اجماع، اورلی، ایکشت اور ان کے ساتھ ہی وہ جدوجہدیں جو پنجاب میں بیئرمنٹ لیوی کے سلسلے میں اور تری پورہ میں قبائلی کانوں کے حقوق کے سلسلے میں کی گئیں۔ اور وہ جدوجہدیں بھی جو سرمدادی میں بے دخلی روکنے کے لئے کی گئیں۔ اور ان سب کے ساتھ ہی وہ سرزوشی اور قربانیاں اور لگن کے وہ مظاہرے جو ان جدوجہدوں میں شرکت کرنے والوں نے کئے۔ ان سب کو ہمارے ملک کی کان تحریک کی تاریخ میں سہری حرمون میں لکھا جائے گا۔ جہلی برس منائے ہوئے ہیں ماضی پر نگاہ ڈالنی چاہئے اور ان جدوجہدوں کو یاد کرنا چاہئے جنہوں نے کان سبھا کو وہ مقام عطا کیا جو آج اسے حاصل ہے۔ (بشکریہ : لوک لہر، دہلی)

سندربن کے نشیبی علاقوں کی بہتری

ریاستہ حکومت کے شعبہ ترقیات و منصوبہ بندی کی شاخ برائے امور سندربن نے ضلع ۲۲ پرگنہ (جنوب) کے ساگر تھار کے علاقہ میں ہرن باڑی سے رام کار چانک، ہرن باڑی کھال کی دوبارہ کھدائی کا کام شروع کر دیا ہے۔ اس تعمیراتی کام کے لئے ۸۹۶-۸۹۷ کے دوران ریاستی حکومت نے ۲۰۰۰۰۰ روپے دئے گئے کی منظوری دی ہے۔ اس تعمیراتی کام پر ایک تخمینہ ۵۶۶۲۵۲ روپے خرچ ہوں گے۔

تفریق پسند قوتوں کا مقابلہ کیجئے :

آج کان تحریک کو درپیش ایک بڑا معاملہ فرقہ پرست اور تفریق پسند قوتوں سے خطرہ ہے جو دیہات کے عوام کو منقسم کر رہا ہیں اور انہیں درجن بہن کے حالات پر ان کے غم غصے کو غلط موڑ دے کر فرقہ وارانہ خطوط پر ڈال رہی ہیں۔ کل ہند کان سبھا اور بائیں بازو کی پارٹیوں نے اس معاملے میں ایک اصولی موقف اختیار کیا ہے، لیکن مرکز میں برسرِ اقتدار کانگرس پارٹے نے چناؤ خاندوں کی غرض سے تفریق پسند اور فرقہ پرست قوتوں کے ساتھ بار بار سمجھوتہ کیا ہے۔

کل ہند کان سبھا کے مدناپورا اجلاس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ :- فرقہ پرست اور تفریق پسند قوتوں کا کانوں کے اتحاد میں غلطی پیدا کرنے کا کھیل ناکام بنادیا جائے جو قومی وحدت کے تئیں بھ خطرہ پیدا کر رہی ہیں۔

جمہوری مطالبات

دیگر دو مطالبات جمہوری معاملات سے متعلق ہیں۔ ۱۲ ویں نکتے میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ قومی سلامتی ایکٹ اور ایسا کو واپس لیا جائے۔

یوں کہ ایسے جابرانہ اقدامات ہیں جن سے شہریوں اور کام کرنے والے لوگوں کے جمہوری حقوق کے تئیں خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ ۱۱ ویں نکتے میں مرکوز ریاست تعلقات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ مرکوز ریاست تعلقات کی ریاستوں کو کو اثر اختیار دیتے ہوئے تشکیلی نوکی جانے تاکہ وہ خصوصی اقتصادی اور زرعی ترقی کے اپنے پروگرام نافذ کر سکیں؟

اس جہلی برس میں اپنی تنظیم کی شاندار سامراجی مخالف روایات پر مبنی جاگیر کل ہند کان سبھا کا کوئی ایسا اجلاس نہیں ہوا جس کے دوران قہر اور دہلی اور کارروائی پروگراموں کے ذریعہ سامراجیت سے لڑنے کا پابان بیان مل رہا ہو۔

مغربی بنگال اسمبلی انتخاب ۱۹۸۷ء

اس سال مغربی بنگال اسمبلی کے لئے عام انتخابات ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو منعقد ہوں گے۔ ان انتخابات میں ۳۹۴ اسمبلی نشستوں کے لئے ۱۸۶۷ افراد نے کاغذات نامزدگی داخل کئے۔ جانچ کرنے کے بعد ان میں سے ۲۵ کاغذات نامزدگی مسترد کر دی گئے۔ ۳۷۵ افراد نے اپنے کاغذات واپس لے لئے۔ اب اس طرح کل ۱۴۹۷ امیدوار جن میں ۴۵ عورتیں شامل ہیں، ان نشستوں کے لئے مقابلہ کر رہے ہیں۔

ان میں سے ۱۳ حلقہ ہائے انتخاب میں جن میں سے ڈپٹی کمشنر کا علاقہ کے لئے اور ایک شیڈولڈ کاسٹ کے لئے اور ایک شیڈولڈ ٹرائب کے لئے مختص ہے، دو پارٹیوں کے درمیان مقابلہ ہوگا۔ ان میں سے ۱۱ حلقہ ہائے انتخاب کیلئے آئی۔ این۔ سی (انڈین نیشنل کانگریس) اور سی پی آئی (ایم) کے مابین، دو میں آئی این سی اور فارورڈ بلاک کے مابین اور ایک میں آئی این سی اور آر ایس پی کے مابین مقابلہ ہوگا۔

۱۹۸۷ء اسمبلی انتخابات میں ۱۶۲۵ افراد نے کاغذات نامزدگی داخل کئے تھے جن میں سے ۲۸ کاغذات جانچ کرنے کے بعد مسترد کر دیے گئے تھے۔ ۳۹۲ افراد نے اپنے کاغذات واپس لے لئے اور اس طرح اس انتخاب میں ۱۲۰۵ امیدواروں نے مقابلہ کیا تھا۔

اسمبلی انتخابات ۱۹۸۷ء میں ۲۹۴ حلقہ ہائے انتخاب میں سے بیچھار (مشرق) میں سب سے زیادہ ووٹرز یعنی ۲۱۰۰۰ ہیں، اس کے بعد سلی گڑھی حلقہ انتخاب میں ووٹروں کی تعداد ۱۹۱۰۰۰ اور شیب پور حلقہ انتخاب میں ووٹروں کی تعداد ۱۸۶۰۰۰ ہے۔ سیارہ حلقہ انتخاب میں ووٹروں کی تعداد سب سے کم یعنی ۷۰۰۰ ہے۔ اس کے بعد ووٹروں کی تعداد جوڑا ساکو حلقہ انتخاب میں ۸۰۰۰۰ اور شیام پوکھر میں ۸۳۰۰۰ ہے۔

مغربی بنگال کے لئے ہونے والے عام انتخابات میں ووٹروں کی تعداد ۳۵۴ کروڑ ہوگی۔ ۱۹۸۷ء کے لوک سبھا انتخابات میں ہاں ووٹروں کی تعداد ۳۰ کروڑ تھی۔ اس طرح ۱۹۸۷ء سے ۱۹۸۷ء کے درمیان ووٹروں کی تعداد میں ۲۲ لاکھ کا اضافہ ہوا۔

ووٹ ڈالنے کے لئے تقریباً ۲۲۸۰۰ پولنگ اسٹیشن ہوں گے، ان میں سے تقریباً ۲ لاکھ پولنگ افراد اپنے فراغی کو انجام دیں گے۔ آئی اے ایس اور آئی ایف ایس عہدوں کے ۳۵ افراد کو ان ۲۹۴ حلقہ ہائے انتخاب کے لئے انتخابی کمیشن کے طور پر تقرری دی گئی ہے۔

شکر نارائن پور میں واقع ندی کے کنارے ایک جیشی

15 March 1947

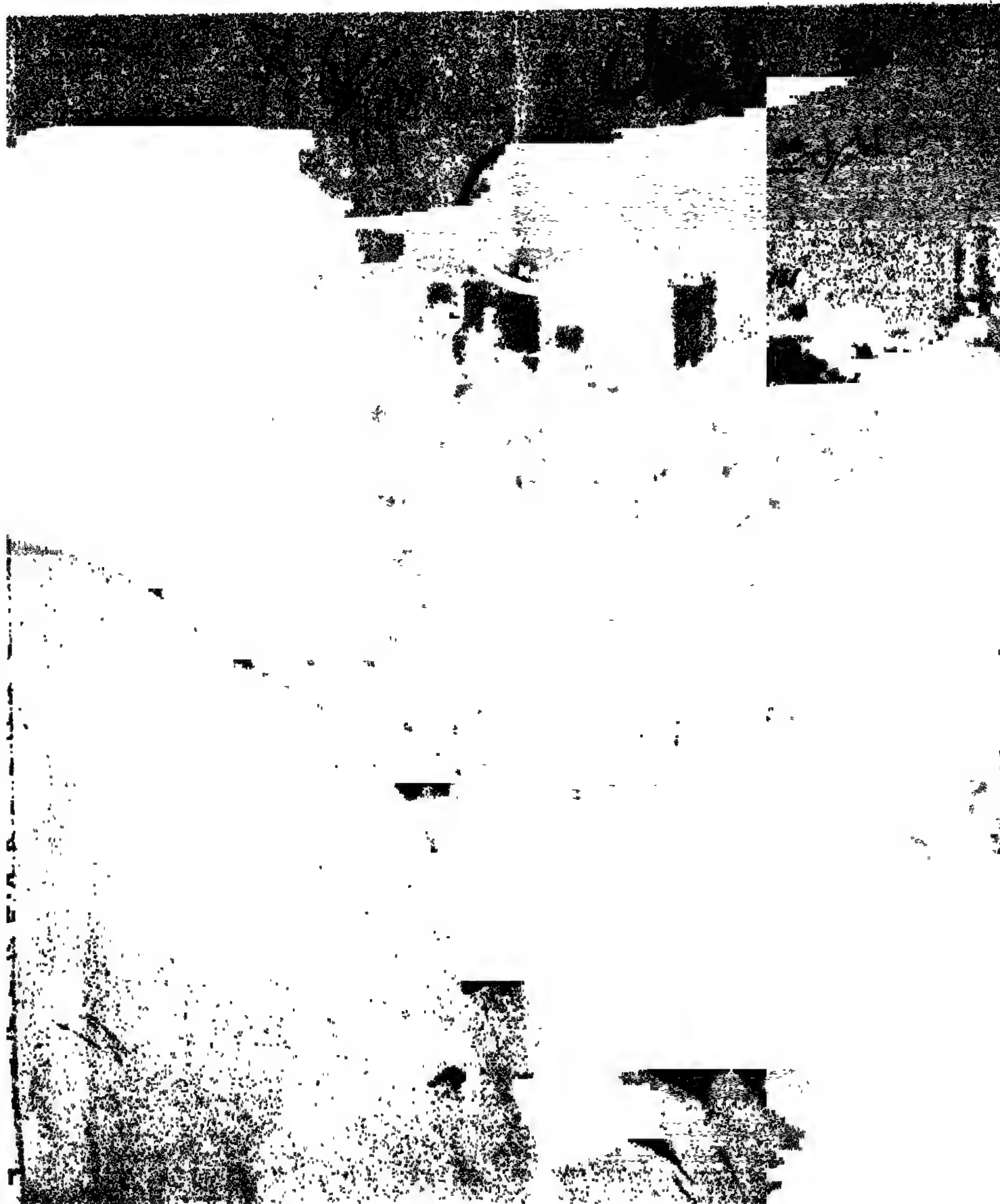
WFOC-22
Vol. 24 No. 6
PRICE 12 Paise



عورتوں کو خباثت کی قربانی
عوام کی فلاح و بہبود کیلئے بائیس روز حکومت کے لئے لگے اقدامات
ایک ایسی سلسلہ میں بچوں کی تعلیم



✓



عبدالله بن محمد بن عبدالمطلب

میرزا فتح : پرتو کرشنا بچا چندے
 میرزا : دھرم پند رانا تھو در
 میرزا : محمد اعظم

مالیہ: تین روپے * اس شخص کو شادی قیامت * ہے

ترویج ذریعہ

برہنہ منیجرو!

شعبہ اطلاعات و ثقافت امور حکومت مغربی بنگال
۳۳۔ آر، این، سکریٹریوڈ۔
گھٹتہ۔ ۷۰۰۰۱

جلد نمبر ۲ * یکم مارچ تا اپریل ۱۹۸۷ * شمارہ نمبر ۱ اور ۵

شہری آدمہ اپنی سسین گت بچہ مرگے جا سکے ہی

سید ذوق : شمس جی نقابو ۱۹۹۱ء رپا شمس جی نقابو کے رپا شمس جی نقابو کی جگہ شمس جی نقابو کے رپا

قصہ میری از، پرانی چھٹی۔ جھانسان کوہ۔ منٹا چڑیس۔ اجیت داس۔ جھانسان کوہ۔ اجیت بنجیہ۔

عوام کی تاریخ بناتے ہیں، ہم عوام کی اس غیر معمولی تائید کو بھی فراموش نہیں کر سکتے

بائیٹ جاذبی زبردست کامیابی کے ساتھ کش عوام کی حمایت بغیر ممکن نہ تھی
(وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو)

معزنی بنگال اور کیرالہ میں بائیں اور جمہوری طاقتوں کی فتح کا قومی سیاست پر دور رس اثر ہو گا۔ مجھے یقین بات تھی قومی امید بڑے کر
انتخابات کے نتائج "ترقی پسند" طاقتوں کے اتحاد کو مستحکم بنانے میں دیگر ریاستوں میں لوگوں کو ترغیب دیں گے۔ وزیر اعظم نے مغربی
بنگال میں لال قلعہ کو مسبار کرنے کی پکار دی تھی، کیونکہ وہ اس بات سے واقف تھے کہ بائیں بازو کی پارٹیوں کی فوج قومی سیاست
میں کانگریس (آئی) کو اور بھی کمزور بنا دے گی۔
بریکنگ پیئرڈ گراؤنڈ، کلکتہ میں ۲۹ مارچ ۱۹۸۷ء کو بائیں محاذ کے جشن فتح کی ایک ریلی کو خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری
جیوتی باسو نے مندرجہ بالا باتیں کہیں

وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ محاذ کی فتح پر انہیں مبارکبادی کے
خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ یہ خطوط اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ
دیگر ریاستوں میں بھی لوگ مرکز میں کانگریس لائن کے مابین ایک متحدہ
جمہوری قوتیں کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ عوامی اتحاد لازمی بن چکا ہے کیوں کہ
راجیو گاندھی اقتدار پسندوں اور انتشار پھیلانے والی دیگر طاقتوں
کا مقابلہ کرنے اور ملک کی معیشت کو ترقی کی راہ پر گامزن رکھنے
کے لئے مناسب پالیسیاں مرتب کرنے میں ناکام ہو چکے۔
سلسلہ کام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بائیں
محاذ کی زبردست کامیابی سیاست کے محنت کش عوام کے حمایت
کے بغیر ممکن نہیں تھی۔ عوام تاریخ بناتے ہیں۔ ہم عوام کی اس غیر معمولی
تائید کو گھبراہٹ میں نہیں کر سکتے۔ ہم میں پورٹ ڈالنے کی کوشش
کر سہارا دلانے کو شکست ہوئی۔ عوام نے بائیں محاذ کو صوبائی سطحوں
سے کامیاب کر کے ہمارا اتحاد بحال کیا ہے۔ وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ
یہ محاذ اس کی حمایت میں کانگریس لائن کی انتہائی ہم کے لئے دربار

اعظم راجیو گاندھی کو یہاں لایا گیا اور انہوں نے کانگریس لائن کے واحد
نرجان کی حیثیت سے بائیں محاذ کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈہ کیا اور
عوام سے دوث مائل کرنے کے لئے جھوٹے وعدے کیے۔ وزیر اعظم
نے مغربی بنگال کے عوام کو بھڑکایا اور ان کی عورت کا مذاق اڑایا
آخر ملک کے سامنے وزیر اعظم کا کیا وتا رہا؟ وزیر اعظم نے کبھی
ریاست کے عوام کی مشکلات کا خیال نہیں کیا۔ اسمبلی انتخابات کے
دوران ریاست کے عوام کے وہ اچانک ہمدرد بن گئے۔ مرکز نے بائیں
محاذ کی حکومت کیلئے کروڑوں روپے منظور کئے لیکن اس نے عوام کی صحت
کا کوئی کام نہیں کیا۔ دراصل عوام کو گمراہ کرنے کے لئے وزیر اعظم نے
اس کا اعلان کیا تاکہ بائیں محاذ کی حکومت کو عوام کی شکایتیں تسلیم
کیا جائے۔ مرکز نے ریاست میں آج تک کوئی کار خیز نہ قائم نہیں کیا
اور نہ ہی کوئی سرمایہ لگایا۔ کانگریس لائن نے ریاست میں ۲۸
سال تک حکومت کی اور اس نے عوام کی صحت کا کوئی کام نہیں کیا
عوام اس سے بدظن ہو گئے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ کانگریس لائی نے نیا بنگال بنانے
 اور کیا جب کہ وہ خود بھی اہلکار، راجستان اور گجرات کو نیا نہیں
 پاس کیا۔ نیا بنگال کا نعرہ ایک دفعہ کا تھا۔ ہم نے عوام کو اس خریبے
 پر ڈال دیا۔ عوام نے وزیر اعظم کے گراؤ کو اور جوئے و عدا کا منہ
 دے جواب دیا اور بایں محاذ کو کامیاب بنایا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ مغربی
 بنگال کے منت کشی عوام استعمال قوت کے سامنے کبھی بھی سر نہیں
 جھکا سکتے۔ ایک طرف انہوں نے کانگریس لائی کو شکست دی تو
 دوسری طرف بڑے اخبارات کو بھی سچ کی گھنٹی بڑی۔ بنگال اور انگریزی
 کے علاوہ دوا اور اخبارات نے بھی عوام کے ذہن میں خوب سیرگھول
 دی ہے۔ انہوں نے سوچا تھا کہ اقلیتیں بایں محاذ کو روٹ نہیں دیں گی۔
 لیکن وہی علاقوں میں انہوں نے عبادی و دھڑوں سے بایں محاذ کو کامیاب
 بنایا۔

وزیر اعلیٰ شری جی نے باسو نے انیسویں پارٹی کانگریس لائی
 نے انتخاب کے دوران بایں محاذ پر الزام لگایا کہ کیرلسٹ مذہب پر
 یقین نہیں رکھتے لہذا انہیں روٹ دینا نہیں چاہئے۔ اس طرح کا
 پروپیگنڈا الیکشن کمیشن کے ضابطے کے خلاف ہے۔ وزیر اعظم یہ
 کہتے ہیں کہ مذہب کو سیاست سے الگ رکھا جائے لیکن عملی طور پر
 خود مذہب کو سیاست کے ساتھ ملا کر گفتگو لکھیں رکھیں ہیں۔
 وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ ساری بالیسی ورت حاصل کرنے کی ہمت ہے بلکہ
 ہم اپنی حکومت کی کارکردگی بہتر بنانے اور اسے مضبوط بنانے اور
 فوجیوں کے کردار کو بلند کرنا چاہتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم اور کانگریس لائی ہمارے
 شرح قلعے کو سہارا کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ہم عوام کا شرح قلعہ
 ہے اسے عوام نے نہیں کیا ہے۔ وزیر اعظم تو ان کی ماں بھی
 اس شرح قلعہ کو سہارا نہیں کر سکی تھیں۔ بٹلر اور گوکیل سے تو دنیا کو
 تباہ کر دیا تھا۔ وزیر اعظم ستر راجو گاندھی نے اس طرح کی باتیں کر کے
 دلی کو خنجرے میں ڈال دیا ہے۔ دلی کا لال قلعہ اب خنجرے میں پڑ گیا
 ہے۔ وزیر اعظم اس کا قلعہ کریں۔

وزیر اعلیٰ شری جی نے باسو نے ریاست کے عوام سے اپیل
 کی کہ وہ بایں محاذ کی حکومت کو ایک مثالی حکومت بنائیں تاکہ ملک

کی دیگر ریاستوں کے عوام ناکام رہے کانگریس لائی حکومت کو ایک ڈ
 سینکٹیں۔ کانگریس لائی کو مغربی بنگال اور کرالائیں عبادی شکست
 ہوئی اور دیگر ریاستیں بھی اس کے ہاتھ سے نکلی جاسی ہیں چاہا وہ
 عرصہ سے حکومت کر رہی تھی۔ ملک کے عوام بایں محاذ کی حکومت
 کی طرف امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور انہوں نے اپنی
 رہائشوں میں بھی اسی طرز کی حکومت قائم کرنے پر سوچنا شروع
 کر دیا ہے۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ وزیر اعظم نے کلکتہ کو ایک مردہ شہر
 قرار دیا تھا لیکن آج وہ خوریاں آئیں اور دلچسپ کر رہیں کیا ہے۔
 عوام نے ہمارے شرح قلعے کو محفوظ رکھا ہے اور اسے کوئی سہارا
 نہیں کر سکتا۔

وزیر اعلیٰ شری باسو نے کہا کہ عوام نے بایں محاذ کو پیروی کرتے
 برسر اقتدار لاکر اس کی ذمہ داریاں بڑھادی ہیں۔ عوام کو کم سے کافی
 توقعات ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ ہم عوام کی مدد و پیور کے لئے
 ہر کام کریں گے۔ ہم میں خامیاں اور کمزوریاں بھی ہیں۔ ہم انہیں دور کرنے
 کی کوشش کریں گے۔

سٹی بی آئی کی خاتون ممبر پارلیمنٹ شریمنتی گین سکھری
 نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ عجیب مضحکہ خیز بات تھی کہ وزیر اعظم
 مغربی بنگال کے لال قلعہ کو سہارا کرنا چاہتے تھے۔ اس قلعہ کو سہارا
 کرنا تو دور کی بات رہی وہ خود مالہ میں اپنے قلعہ کو محفوظ نہیں رکھ
 سکے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ریاست کے لوگوں نے بایں محاذ پر
 اپنے جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس کا ہمیں احترام کرنا چاہئے
 اور پیار و محبت اور خدمت کے ذریعہ اپنی کارکردگیوں سے خود کو
 اس اعتماد کا مستحق بنانا چاہئے۔

کل ہند فارورڈ بلاک کے جنرل سکریٹری شری جی
 باسو نے اپنی تقریر میں کہا کہ بایں محاذ کی فتح نے قومی سیاست میں
 نئے امکانات کی راہیں منور کر دی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مخالف
 پارٹی اپنی شکست کے بعد فرقہ واریت کو فروغ دینے کی کوشش کر رہی
 ہے۔ اس نے بایں محاذ کی پارٹیوں کے درمیان اتحاد کو اور مستحکم
 بنانے کی ضرورت ہے۔

آورد ایسا پی کے سربراہ شری ٹھیکری داس نے لوگوں کو اطمینان کیا کہ وہ ہشتیار اور چونکر ہیں کیوں کہ تفریق پسند تحریک جو ملک کی دیگر علاقوں میں سرگرم عمل ہے اب ہماری ریاست میں آ رہی ہے۔

متمددہ محاذ کے جیٹر میں شری سروج مکھرجی نے احسن نے اس جلسے کی صدارت بھی کی، اپنی تقریر میں لوگوں کو انتباہ کیا کہ وہ سب محاذ کی فتح کی خوشی کی رو میں پہرہ نہ بھینیں۔ انہوں نے کہا کہ بانی محاذ مرکز کے معاشقہ فارمولے اور مغربی سنگال کے ساتھ تفریق کی پالیسی کے خلاف اپنا جدوجہد کو جاری رکھے گا۔ انہوں نے علیحدہ گاہ پسند اور فرقہ پرست عناصر کے خلاف عوام کی متحد ہوجانے کی تلقین کی۔ انہوں نے اس انتخاب میں بانی محاذ کی اس عظیم کامیابی کے لئے عوام کا شکریہ ادا کیا۔

اس جشنِ فتح میں لاگوں افراد نے شرکت کی اور پیٹانے چورڈ کو اپنی مسرت کا اظہار کیا۔



جشنِ فتح کے موقع پر ریجنل سپر وڈر اوڈیس منقذہ جلسے میں بانی محاذ کے لیڈران آپس میں بات چیت کرتے ہوئے۔



۱۳۳۱ء میں شری ٹھیکری بانی محاذ حکومت کی پہلی کامیاب انتخاب

ریاست میں پرامن انتخابات کیلئے عوام کو وزیر اعلیٰ کی مبارک باد

مغربی بنگال میں گزشتہ ۲۳ مارچ کو ہونے والے ۱۰ ویں اسمبلی انتخابات میں بایں محاذ نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ کل ۲۹۴ سیٹوں میں بایں محاذ کو ۲۵۱ سیٹ ملیں۔ مغربی بنگال میں اس طرح عوام کی بھرپور حمایت سے بایاں محاذ غیر سرحد برسرِ اقتدار آگیا۔ اس بار کے الیکشن میں عوام میں بڑی گہما گہمی پائی تھی۔ تقریباً ہر بونگ بونگ روگ قبل از وقت پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے اپنے بونگ میں لوگوں نے صبح پڑے بجے صبح سہ پہر پڑے بجے تک ووٹ ڈالے۔ ریاست میں مجموعی طور پر ۶۶،۷۵۰ فیصد ووٹ پڑے۔ پوری ریاست میں اکادمک دانست کو جھوڑ کر انتخابات پر امن طور پر اڑ سکے۔ وزیر اعلیٰ سنسری جیوتی باسو نے ریاست میں پر امن انتخابات کے لئے عوام کا شکریہ ادا کیا۔

اس انتخابات میں میں کانگریس نے کل ۲۹ سیٹوں پر
مقابلہ کیا جبکہ بائیں جماعتیں سب آئی ایم اے ۲۱۳ سیٹوں، فارورڈ
بلاک نے ۴ سیٹوں اور آریس پی نے ۲۳ سیٹوں، سب آئی اے نے
۱۲ سیٹوں، ڈیمو کریٹک ایس بی ۴ سیٹوں، ڈی ایس پی ۱۳، آریس پی ۳
سیٹوں اور فارورڈ بلاک (مارکس) ۴ سیٹوں کے لئے
مقابلہ کیا۔ اس انتخابی مقابلہ میں سب آئی ایم اے ۱۸۷ سیٹوں پر،
فارورڈ بلاک نے ۲۶ سیٹوں پر، آریس پی نے ۱۸ سیٹوں پر، سب آئی اے
نے ۱۱ سیٹوں پر، ڈیمو کریٹک ایس بی نے ۴ سیٹوں پر، ڈی ایس پی نے ۲ سیٹوں
پر، آریس پی نے ایک سیٹ پر اور فارورڈ بلاک (مارکس) نے ۲ سیٹوں
پر نصرت و کامیابی حاصل کی۔

دو ٹوں کی گفتنی دوسٹر دن صبح سے ہی شروع ہو گئی اور
۲۶ مارچ تک تقریباً تمام سیٹوں کے نتائج کا اعلان کر دیا گی۔ نتائج کے
اعلان کے بعد شری جوتی ماسٹرنے اپنے ایک بیان میں بتا دیا کہ

CALCUTTA INFORMATION CENTRE

کدھالی برہمک کہ متنازع شخصیتیں اور درہنہ فکری شری راجہ گاندھی اشتری
کیان ذیل سنگھ اشتری رام کرشنا میگندے اشتری زمین چلو دوتی اشتری
(باقی صفحہ ۵۶ پر)

مغربی بنگال میں تیسری بار بائیں محاذ کی حکومت

شری جیوتی باسو کی قیادت میں بائیں محاذ کی نئی وزارت کی تشکیل
راج بھون میں منعقدہ پرشکوہ تقریب میں گورنر ڈاکٹر سید نور الحسن نے وزیر اعلیٰ کو حلف دلایا

راج بھون کے وسیع لہجہ پر ایک خوبصورت شامیائے کے نیچے منعقدہ تقریب حلف برداری میں مغربی بنگال کے گورنر ڈاکٹر سید نور الحسن نے کامیاب درجہ کے ۲۳ وزراء و سبکدوش وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو اور مملکت درجہ کے ۹ وزراء کو عہدے اور رازداری کا حلف دلایا۔ شری جیوتی باسو اور ۱۵ دیگر وزراء جن میں بیوئے جودھری بھی شامل ہیں، نے اس راج کو حلف اٹھایا اور باقی ۱۶ وزراء نے ۳۱ اپریل کو اپنے عہدے اور رازداری کا حلف اٹھایا۔

۳۱ مارچ کی صبح رسم حلف برداری کی اس تقریب میں تقریباً دو ہزار مدعوین جن میں بڑے صنعت کاروں، اکابرین، وکلاء، سرحدوں کے اعلیٰ حکام، پولیس اور فوجی ڈس کے اعلیٰ حکام، محکمہ ہائی کورٹ کے ججوں، محکمہ کارپوریشن کے میئر، مغربی بنگال کے ایڈووکیٹ جنرل، مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے افسران اور خوشنصیب نمبران اسمبلی کے علاوہ اخبارات کے مدیران بھی تھے نے شرکت کی۔ بائیں محاذ کے چیئرمین شری مسرودج مکھرجی بھی تقریب میں موجود تھے۔ تقریب کی شروعات صبح دس بجے قومی ترانہ سے ہوئی اس کے بعد چیف سکریٹری رتن سین گپتا جو نقابت کے فرائض انجام دے رہے تھے نے گورنر ڈاکٹر سید نور الحسن کو رسم حلف برداری ادا کرنے کی دعوت دی۔ سب سے پہلے شری جیوتی باسو نے عہدے اور رازداری کا حلف اٹھایا اس کے بعد شری جیوتی باسو کی قیادت میں دیگر ۱۶ وزراء کو حلف دلایا۔ حلف برداری کا سلسلہ تقریباً ایک گھنٹے تک جاری رہا۔ اس تقریب میں حلف لینے والے ۱۶ وزراء کے نام یہ ہیں:

شری جیوتی باسو، شری بیوئے جودھری، شری برہادیب بٹا چاریہ، شری اشیم داس گپتا، شری پرسن سور، شری پرابیر سین گپتا، شری تانگ دادا لاما (تمام سی پی آئی ایم)، شری کنتی بھوٹک، جناب سید واصل رضا (دونوں سی پی آئی)، شری کرن موئے منڈا (وٹ بنگال سوسائٹی پارٹی)، جاتن چکورتی، شری دیبا براتا بندوپادھیہ، شری دشوانا تھ جودھری (تمام آریس پی)، شری زمل کمار بوس، شری کمل کانتی گوبادھر شری جھکتی بھوشن منڈل (تمام فارورڈ بلاک)۔

اسی طرح ۳۱ اپریل صبح کی سہ پہر کو گورنر ڈاکٹر سید نور الحسن نے راج بھون کی ایک خصوصی تقریب میں دیگر ۱۶ وزراء کو عہدے اور رازداری کا حلف دلایا۔ ۵۵ منٹ تک جاری رہنے والی اس تقریب میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو اور ان کی کامیاب کے کئی ایک اراکین بھی موجود تھے۔ جن ۱۶ وزراء نے حلف اٹھایا ان کے نام حسب ذیل ہیں:

شری شامل جکورتی، شری سمجاش جکورتی، جناب عبدالرزاق ملکا، جناب عبدالقیوم ملکا، شری پردیپا پودیکار، شری میتی جیا پیرا، شری اجیتا کرشنا رائے، جناب محمد عبدالباری، شری بن مالی رائے، شری تانتی گھٹک، شری رمانی کانتا دیب شرما، شری کانتی بسواس، شری ہیشو مرہو، ڈاکٹر امیریش مکھوپادھیہ، شری دینیش چندر ڈاکٹو (تمام سی پی آئی ایم) اور شری سرلا دیب (فارورڈ بلاک)۔
۳۲ وزراء پر مشتمل نئی وزارت میں ۲۲ اراکین جن میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو بھی شامل ہیں بائیں پی آئی ایم کے ہیں۔ ان میں (باقی صفحہ پر)

ریاست مغربی بنگال کے وزراء

شری جیوتی باسوا، وزیر اعلیٰ اور وزیر انچارج۔

شعبہ داخلہ (اس میں جیل شاخ، پارلیمانی امور شاخ اور

امور اقلیت اور بچے سے وابستہ شاخ شامل نہیں ہیں)

شعبہ ترقیات اور منصوبہ بندی کی پٹری امور شاخ اور سائنس

اور ٹیکنالوجی سے وابستہ امور، شعبہ ہوائی ادارے (ان

میں مغربی بنگال زراعت - صنعت کارپوریشن لمیٹڈ سے

وابستہ امور شامل نہیں ہیں) شعبہ صنعت و حرفت

شعبہ مکانات، شعبہ صنعتی نو تعمیر اور شعبہ تعلیم (اس

شعبہ میں بیٹا میں شامل نہیں ہیں: ابتدائی اور ثانوی

تعلیم کی شاخیں، مدرسہ تعلیم، غیر رسمی تعلیم، تعلیم بالنگان،

بھری سماجی تعلیم اور معذوروں کے لئے تعلیم سماجی

رناہوس، ضلع سماجی تعلیم انسروں اور توسیعی انسروں

سماجی تعلیم سے وابستہ تمام امور الیکٹریسیٹی خدمات

اور اعلیٰ تر تعلیم سے غیر وابستہ ناٹش کتب)

۲: شری بینوئے کوشنا چودھری، وزیر انچارج۔

شعبہ آراضیات اور اطلاعات آراضی، شعبہ پنچایت

اور اجتماعی ترقیات اور شعبہ مضافاتی ترقیات

۳: شری بدھادیب بھٹا چارجی، وزیر انچارج۔

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، شعبہ مقامی و شہری ترقیات

اور شعبہ تعلیم تر مشہر ترقیات۔

۴: شری اشیم کمار داس گپتا، وزیر انچارج۔

شعبہ مالیت، شعبہ آبکاری اور شعبہ ترقیات و منصوبہ بندی

(اس شعبہ میں پٹری امور شاخ، سندھن امور شاخ، جھاڑ

گرام امور شاخ اور سائنس اور ٹیکنالوجی سے وابستہ امور

شامل نہیں ہیں)۔

۵: شری پرستاکمار سمورک، وزیر انچارج۔

شعبہ صحت عامہ اور خاندانی رناہ (اس شعبہ میں شہری پانی سپلائی

اور گندے پانی کانس اور مضافاتی پانی سپلائی گندے پانی کا

کنکاس شامل نہیں ہیں) اور رناہ گزیوں کی امداد بجالی کا شعبہ۔

۶: شری پرابیر سین گپتا، وزیر انچارج۔

شعبہ توانائی اور شعبہ صحت عامہ اور خاندانی رناہ میں شہری پانی

سپلائی اور گندے پانی کانس اور مضافاتی پانی سپلائی اور

گندے پانی کانس۔

۷: شری کنائی بھووک، وزیر انچارج۔

شعبہ زراعت کی جوئی آبپاشی شاخ اور کھڈ علاقہ ترقیات

شاخ اور عوامی ادارہ کے شعبہ میں مغربی بنگال زراعت و صنعت

کارپوریشن لمیٹڈ سے وابستہ امور۔

۸: شری کیرون موئے فندا، وزیر انچارج شعبہ ماہی گیری و ماہی

پروری۔

۹: شری جاتن چکرورتی، وزیر انچارج، شعبہ تعمیرات عامہ

۱۰: شری دیبا بھٹا بندو پادھیہ، وزیر انچارج شعبہ آبپاشی

اور آبی نگاہ۔

۱۱: شری وشوانا تھوچودھری، وزیر انچارج۔

امداد رناہ شعبہ کی رناہ شاخ اور شعبہ داخلہ کی جیل شاخ۔

۱۲: شری نرمل کمار بوس، وزیر انچارج شعبہ خوراک و سد۔

۱۳: شری گل کانتی گوہا، وزیر انچارج۔

شعبہ زراعت (اس میں اس شعبہ کے جوئی آبپاشی اور کھڈ

علاقہ ترقیات شامل نہیں ہیں)۔

- ۱۴: شری بھکتی بھوشن منڈل، وزیر انچارج شعبہ تعاون۔
- ۱۵: شری کانٹی بلسواسن، وزیر انچارج۔
- شعبہ تعلیم کی ابتدائی اور ثانوی شاخیں (ان میں مدرسہ تعلیم، غیر رسمی تعلیم، تعلیم بالٹان، سماجی، بھری تعلیم اور معذوروں کی تعلیم شامل ہیں)۔
- ۱۶: شری سبھاش چکرورتی، وزیر انچارج۔
- شعبہ کھیل کود و خدمات نوجوان اور شعبہ سیاحت۔
- ۱۷: شری شبیل چکرورتی، وزیر انچارج شعبہ نقل و حمل
- ۱۸: جناب عبدالقدیم ملّا، وزیر انچارج۔
- شعبہ قانون ساز اور شعبہ عدلیہ (اس میں وقف سے وابستہ امور شامل ہیں) اور شعبہ داخلہ کی پارلیمانی امور شاخ۔
- ۱۹: شری دینیش چندر اکیٹوا، وزیر انچارج۔
- شعبہ رفاہ شید ڈولڈ کاسٹ و ٹرانس اور شعبہ ترقیات و منصوبہ بندی کی جواز گرام امور شاخ۔
- ۲۰: ڈاکٹر امبلیش مکھو یادھیہ، وزیر انچارج۔
- شعبہ ماحولیات اور شعبہ جنگلات۔
- ۲۱: جناب عبدالباری محمد، وزیر انچارج۔
- شعبہ تعلیم کی غیر رسمی تعلیم، تعلیم بالٹان، مدرسہ تعلیم مع مکتبہ مدرسہ، سماجی، بھری تعلیم، معذوروں کی تعلیم، سماجی رفاہ، ہوس، صنعت سماجی تعلیم، افزوں اور توسیعی افزوں (سماجی تعلیم) سے وابستہ تمام امور، شعبہ عدلیہ میں وقف سے وابستہ امور اور شعبہ داخلہ میں اقامتوں کے مسائل اور ج سے وابستہ امور۔
- ۲۲: شری اجیت کرشنارائے، وزیر انچارج۔
- شعبہ دیہی اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں۔
- ۲۳: شری شانتی رنجن تھپک، وزیر انچارج شعبہ محنت۔
- ۲۴: شری داوالاما، وزیر ریاست۔
- وزیر اعلیٰ کے تحت شعبہ ترقیات اور منصوبہ بندی کی پساری امور شاخ اور وزیر انچارج شعبہ ترقیات اور منصوبہ بندی کی پساری امور شاخ۔
- ۲۵: جناب سید واحد رضا، وزیر ریاست۔

- وزیر اعلیٰ کے تحت شعبہ داخلہ کی شہری دفاع شاخ اور وزیر انچارج شعبہ داخلہ (جیل شاخ کو چھوڑ کر)۔
- ۲۶: شری پرودیش پھوش پھوشیکار، وزیر ریاست۔
- شعبہ پرورش اور علاج و پیشی کے انچارج۔
- ۲۷: شری مہیشور دھرمو، وزیر ریاست۔
- شعبہ رفاہ شید ڈولڈ کاسٹ و ٹرانس اور شعبہ ترقیات اور منصوبہ بندی کی جواز گرام امور شاخ کے وزیر انچارج کے تحت شعبہ رفاہ شید ڈولڈ کاسٹ و ٹرانس اور شعبہ ترقیات اور منصوبہ بندی کی جواز گرام امور شاخ۔
- ۲۸: شری مہیش چھایا پھوش، وزیر ریاست۔
- شعبہ امداد و رفاہ کی امداد شاخ کی انچارج۔
- ۲۹: شری یو نامانی رائے، وزیر ریاست۔
- شعبہ جات ماحولیات اور جنگلات کے وزیر انچارج کے تحت شعبہ جات ماحولیات و جنگلات۔
- ۳۰: ڈاکٹر عبدالکریم رائے ملّا، وزیر ریاست۔
- شعبہ ترقیات و منصوبہ بندی کی سندھن امور شاخ کے انچارج۔
- ۳۱: شری رمانی کانتادیب شرما، وزیر ریاست۔
- شعبہ جات آراضی اور اصلاحات آراضی، پنپایت و اجتماعی ترقیات اور مضافاتی ترقیات کے وزیر انچارج کے تحت، شعبہ آراضی اور اصلاحات آراضی، شعبہ پنپایت و اجتماعی ترقیات اور مضافاتی ترقیات۔
- ۳۲: شری سرل دیب، وزیر ریاست۔
- شعبہ تعلیم میں لائبریری خدمات اور اعلیٰ تعلیم سے غیروابہ نمائش کتب کے انچارج۔



بائیں محاذ کے وزراء کی حلف برداری



پروفیسر سید زالحسن، گورنر مغربی بنگال
وزرا کو حلف دلاتے ہوئے۔

شری جیوتی باسو



شری بیمنوئے کشنپتھادی

شری بدھا دیب جھاپاریہ

شری اشیم کماروہی گپتا



شری پرستھانکار سونو

شری پروبیرین گپتا

شری کانی جھوک



سید امد رضا



شری کرن موئے نندا



شری جاتن چکورتی



شری دیبا رانا بندوپادھیہ



شری دشوانا تھچوری



شری نرمل کمار بوس



شری کمل کانتی گوما



شری بھکتی بھوشن منڈل



شری دلوالاما



شری کھٹی بھواس



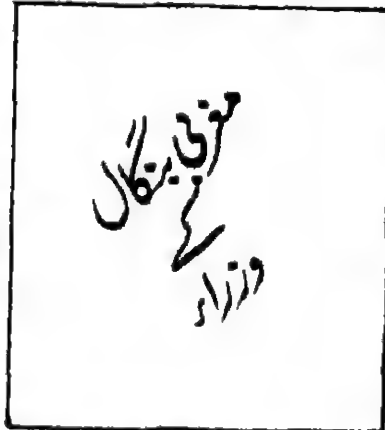
شری سٹس چکورتی



شری تپیل چکورتی



شری عبدالقیوم ملّا



شری موزنی بینکال
وزراء



شری دینیش چندرا اکھٹا



شری امبریش مکھری



شری عبدالباری



شری اچھا کرشنارائے



شری شانتی رنجی گھٹک



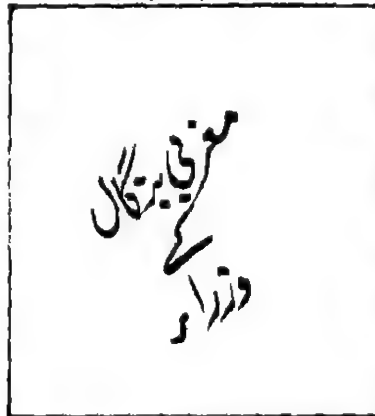
شری پردیپاشی پھودیکار



شری ہیشورام مو



شری مہتی چایا بیرا



معنی بنگال
وڈارا



شری بن مالی رائے



ڈاکٹر عبدالرزاق ملّا



شری ہانی کانادیب شرما



شری مرل دیب



ہونگ

مغربی بنگال میں
۱۰ ویں اسمبلی انتخابات ۱۹۶۷ء



دوٹوں کی گنتی

دوٹوں کے نتائج کا اعلان



مغربی بنگال ریاستی اسمبلی کیلئے عام انتخابات ۱۹۸۱ء کے نتائج

ضلع کوچ بھار

رد کردہ ووٹ:	۱۷۷۴	ووٹ ڈالے گئے	۹۱۲۰۸
منفصل ہوئے: سدھیر پال سنگ (سی پی آئی ایم)		رد کردہ ووٹ	۱۲۷۶
حلقہ انتخاب: علا، میسکلی گنج (شیڈولڈ کاسٹ)		منفصل ہوئے: ابرجیت گوپ (اے آئی ایف بی)	
امیدواروں اور انکی پارٹیوں کے نام: - ووٹ حاصل کئے			
۱۔ اے بی رام رائے - ایس یو سی آئی	۱۶۸۳	حلقہ انتخاب: علا، میسکلی گنج (شیڈولڈ کاسٹ)	
۲۔ گوپال چند رائے - آزاد	۲۳۸۱	حلقہ انتخاب: علا، میسکلی گنج (شیڈولڈ کاسٹ)	
۳۔ مدھو سدن رائے - آئی این سی	۳۹۰۳۴	۱۔ کرشنور برمن - آزاد	۷۰۹
۴۔ جود ناتھ سرکار - بی جے پی	۹۶۱	۲۔ دینیش چندر ڈاکٹو (سی پی آئی ایم)	۴۹۰۹۳
۵۔ صد کانتا رائے - اے آئی ایف بی	۴۸۰۷۱	۳۔ چندر ناتھ برمن - آئی این سی	۴۲۷۲۳
ووٹوں کی کل تعداد:	۱۱۸۶۰۱	۴۔ سید عثمان منی - آزاد	۵۳۶
ووٹ ڈالے گئے	۹۳۷۷۷	ووٹوں کی کل تعداد:	۱۲۹۲۴۰
رد کردہ ووٹ	۱۶۲۷	ووٹ ڈالے گئے	۱۰۶۸۵۴
منفصل ہوئے: صد کانتا رائے (اے آئی ایف بی)		رد کردہ ووٹ	۱۲۹۳
حلقہ انتخاب: علا، میسکلی گنج (شیڈولڈ کاسٹ)		منفصل ہوئے: بھل کانتی گھوش (اے آئی ایف بی)	
۱۔ چندر ناتھ برمن - آزاد	۵۱۳	حلقہ انتخاب: علا، سیتائی	
۲۔ شوبھا رائے، آئی این سی	۴۷۲۰۹	۱۔ دیپک سنی گپتا، اے آئی ایف بی	۵۳۵۹۲
۳۔ سدھیر پال سنگ (سی پی آئی ایم)	۵۰۶۸۰	۲۔ بابو برمن - آزاد	۷۵۵
ووٹوں کی کل تعداد:	۱۱۶۸۷۷	۳۔ ڈاکٹر محمد فضل حق، آئی این سی	۴۸۹۳۸
ووٹ ڈالے گئے	۱۰۰۱۷۵	ووٹوں کی کل تعداد:	۱۲۲۵۹۹
رد کردہ ووٹ	۱۶۲۷	ووٹ ڈالے گئے	۱۰۵۰۰۶

نوٹ: پارٹی کے نام: (۱) ایس یو سی آئی - سوشلسٹ یونٹی سنٹر آف انڈیا، (۲) آئی این سی - انڈین نیشنل کانگریس یعنی کانگریس (آئی) (۳) بی جے پی - بھارتیہ جنتا پارٹی (۴) اے آئی ایف بی، آل انڈیا نادر ورڈ بھاک (۵) آر ایس پی، ریولوشنری سوشلسٹ پارٹی (۶) سی پی آئی، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا، (۷) سی پی آئی (ایم) - کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ)۔

حلقہ انتخاب ۱۱۱۱ (شاہ پور)

منسوب ہوئے: جوگیندر ناتھ سنگھ رائے، سہیل آئی ایم

۳۳۲۸۴

۲- دولت برہنہ رائے، آئی این سی ۳۷۱۸۴

۳- سدا اندرائے، آزاد ۸۷۷

۴- سنویش برہنہ، آزاد ۹۸۷

دوڑوں کی کل تعداد ۱۱۰۵۱۸

ڈالے گئے ووٹ ۸۳۲۹۰

رد کردہ ووٹ ۱۹۵۸

منسوب ہوئے: جوگیندر ناتھ سنگھ رائے

سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۱۱۲ (مداری پٹ (شیدو لڈ کاسٹ)

۱- ٹونا ٹوپو، آئی این سی ۲۸۹۶۶

۲- سبھاش کرجی، آزاد ۱۶۲۵

۳- سوشل کوجر، آریس پی ۳۶۲۷۹

دوڑوں کی کل تعداد ۱۰۳۹۵۳

ڈالے گئے ووٹ ۷۰۴۶۴

رد کردہ ووٹ ۳۲۷۳

منسوب ہوئے: سوشل کوجر (آریس پی)

حلقہ انتخاب ۱۱۱۳ (مداری پٹ (شیدو لڈ کاسٹ)

۱- جگتا تھہر، آزاد ۹۳۵

۲- دیو برتا چوہا، آزاد ۳۸۹۳۲

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی ۵۵۱۰۰

۴- برہات ادھیکاری، آزاد ۲۹۸

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد ۱۲۸۹۰۱

دوڑوں کی کل تعداد ۹۷۲۶۴

ڈالے گئے ووٹ ۱۹۹۹

رد کردہ ووٹ ۱۱۸۰

منسوب ہوئے: نونی چٹا جاریہ (آریس پی)

حلقہ انتخاب ۱۱۱۴ (مداری پٹ (شیدو لڈ کاسٹ)

۱- جگتا تھہر، آزاد ۹۳۵

۲- دیو برتا چوہا، آزاد ۳۸۹۳۲

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی ۵۵۱۰۰

۴- برہات ادھیکاری، آزاد ۲۹۸

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد ۱۲۸۹۰۱

دوڑوں کی کل تعداد ۹۷۲۶۴

ڈالے گئے ووٹ ۱۹۹۹

رد کردہ ووٹ ۱۱۸۰

۱۲۸۵۰

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

۱۷۲۱

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

دوڑوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منسوب ہوئے: جگتا تھہر، آزاد

۲- دیو برتا چوہا، آزاد

۳- نونی چٹا جاریہ، آریس پی

۴- برہات ادھیکاری، آزاد

۵- جوتن رامین منڈل، آزاد

منتخب ہوئے: ہونو مال داس (سکپ آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۱۷: گرا کاٹ (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ دسرہ آزان، جتا	۵۴۹۶
۲۔ بھادو آبران، آئی این سی	۳۵۰۹۸
۳۔ شکر آران، سکپ آئی ایم	۴۶۲۹۰
ووٹوں کی کل تعداد	۱۲۶۸۰۸
ڈالے گئے ووٹ	۹۱۳۸۵
رد کردہ ووٹ	۳۴۰۱
منتخب ہوئے: سکواران (سکپ آئی ایم)	

حلقہ انتخاب ۱۸: مینا گوری (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ اول رائے، آزاد	۸۴۷
۲۔ تارک بندھو رائے، آرایسی پی	۴۱۸۱
۳۔ وچے کرشنا مہانت، آزاد	۵۴۰
۴۔ بھوین بری، آزاد	۱۱۹۴
۵۔ من مہ رائے باسونا، آئی این سی	۳۲۶۳۲
۶۔ شیا مل باسونا، آزاد	۳۸۴۲
۷۔ سنت چندو رائے، آزاد	۳۱۳
ووٹوں کی کل تعداد	۱۱۰۸۶۹
ڈالے گئے ووٹ	۸۲۲۰۱
رد کردہ ووٹ	۱۶۵۲
منتخب ہوئے: تارک بندھو رائے (آرایسی پی)	

حلقہ انتخاب ۱۹: مال (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ اجن اوراں، آزاد	۲۰۱
۲۔ آلو کھندی، آئی این سی	۲۳۸۶۹
۳۔ بریا کھڑا، آزاد	۲۸۶۶
۴۔ موہن لال اوراں، سکپ آئی ایم	۳۹۵۶۲
۵۔ سکھ سنگھ، آزاد	۵۷۸

۶۔ سومرا اوراں، آزاد

ووٹوں کی کل تعداد

ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: موہن لال اوراں (سکپ آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۱۹: کراچی

۱۔ مکمل بھوک، آزاد	۲۰۱۴
۲۔ کلا بھو، آئی این سی	۲۵۴۲۲
۳۔ محمد نور عالم، آزاد	۲۳۶
۴۔ شریجی میزوریب، آزاد	۳۳۴

۵۔ سکھ سیمان چندرام، سکپ آئی ایم

۶۔ سبل چندر داس، جتا	۱۲۰۳۸
ووٹوں کی کل تعداد	۸۷۵
ڈالے گئے ووٹ	۱۰۱۴۸۹
رد کردہ ووٹ	۷۲۶۰۳
منتخب ہوئے: سیمان چندرام (سکپ آئی ایم)	۱۲۵۲

حلقہ انتخاب ۲۰: مہیائی گوری

۱۔ انویم سین، آئی این سی	۲۷۵۵۳
۲۔ کھتیش چندر منڈل، آر	۲۲۵۵
۳۔ دلیپ بٹا چاریہ، آئی این سی	۱۱۰۶
۴۔ زمل کدووس، اے آئی ایف بی	۴۲۵۸۲
۵۔ بابو سکھار، آزاد	۱۷۹

۶۔ سچندر ناتھ رائے، آزاد	۳۷۷
ووٹوں کی کل تعداد	۱۱۲۹۳۵
ڈالے گئے ووٹ	۸۵۵۰۲
رد کردہ ووٹ	۱۳۵۰
منتخب ہوئے: زمل کدووس (اے آئی ایف بی)	

حلقہ انتخاب ۲۱: رائے گنج (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ اجیت کمار رائے، آزاد	۱۸۸
۲۔ کلا چرن رائے، آئی این سی	۱۲۶۰
۳۔ دھرنی ناتھ رائے، سکپ آئی ایم	۵۹۸۴۲
۴۔ برہندر داس، آئی این سی	۳۷۷۷۸
۵۔ مہی داس رائے، سکھاری، آزاد	۹۱۷
۶۔ ہرنی ناتھ رائے، آزاد	۴۷۴
ووٹوں کی کل تعداد	۱۴۵۹۵۳
ڈالے گئے ووٹ	۱۰۲۵۲۸
رد کردہ ووٹ	۲۲۶۹
منتخب ہوئے: دھرنی ناتھ رائے (سکپ آئی ایم)	

ضلع دارجلنگ

حلقہ انتخاب ۲۲: کلیدیم

۱۔ تاشی تشرنگ لیپا، آئی این سی	۷۷
۲۔ موہن سنگھ رائے، سکپ آئی ایم	۹۶۴
۳۔ رائی بھیم کمار، آزاد	۱۱
ووٹوں کی کل تعداد	۱۰۴۹۳۰
ڈالے گئے ووٹ	۱۱۰۰
رد کردہ ووٹ	۴۸
منتخب ہوئے: موہن سنگھ رائے، سکپ آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۲۳: دارجلنگ

۱۔ کشور گورنگ، آزاد	۲۷
۲۔ ڈاکٹر ریٹھ، آزاد	۱۷۵
۳۔ پی پی رائی، آئی این سی	۱۱۰۴
۴۔ دادا لاما، سکپ آئی ایم	۱۳۸۹۷
۵۔ راج گپال بھٹاری، آزاد	۸۸
ووٹوں کی کل تعداد	۱۱۹۷۶۲
ڈالے گئے ووٹ	۱۵۸۴۳

رد کردہ ووٹ :-
منتخب ہر گئے : دادالاما - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۷ - کمر سیرنگ

۱- قولا رام رائی - آزاد ۳۷
۲- لکھن پور علی - آئی این سی ۱۵۳۸
۳- ہرکھ بھادر رائی - سہیل آئی (ایم) ۵۶۰۷
۴- دوشنوں کی کل تعداد : ۱۱۶۵۱۷
ڈالے گئے ووٹ : ۷۸۰۲
رد کردہ ووٹ : ۲۶۰
منتخب ہوئے : ہرکھ بھادر رائی - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۸ - سہیل گوی

۱- گورو جگدورتی - سہیل آئی (ایم) ۵۲۲۰۱
۲- ناٹھ نارک ناٹھ - آزاد ۶۲۰
۳- پرستاشندی - آئی این سی ۲۸۷۹۱
۴- رہندناٹھ گھوس - این پوسی آئی ۷۹۲
۵- بوبک مگر جی - آزاد ۱۵۵۵
۶- سریش چندر کھنڈو - آزاد ۲۳۸
دوشنوں کی کل تعداد : ۱۹۱۲۲۶
ڈالے گئے ووٹ : ۱۰۸۹۸۸
رد کردہ ووٹ : ۲۶۹۱
منتخب ہوئے : گورو جگدورتی - (سہیل آئی (ایم))

حلقہ انتخاب ۱۹ - پھانسی دیوا (شیلڈ لڈ ٹرائب)

۱- ایشور چندر ٹرکی - آئی این سی - ۷۷۲۲۲
۲- ارادون ماقو رام (دروں ماسولم) آزاد ۵۶۹
۳- پتراس پنج - آزاد ۲۰۲۵
۴- پانڈر بیرہیک - آزاد ۱۰۵۲
۵- پرنال پنج - سہیل آئی (ایم) ۵۲۶۸۵

۶- رٹانجی سرکار (شیلڈ لڈ آزاد) ۲۲۵۲
۷- بندھان اراون - آزاد ۶۳۰
دوشنوں کی کل تعداد : ۱۶۸۳۲۳
ڈالے گئے ووٹ : ۱۱۲۱۲۷
رد کردہ ووٹ : ۲۳۲۶
منتخب ہوئے : پرنال پنج - سہیل آئی (ایم)

ضلع مغربی دینا جپور

حلقہ انتخاب ۲۰ - چورا

۱- ادھیر چڑجی - آزاد - ۲۲۸
۲- بریندر ناتھ رائے - آزاد ۱۱۷۸
۳- محمود دین - سہیل آئی (ایم) ۲۱۵۲۳
۴- شیخ مولو الدین احمد - آئی این سی ۳۵۰۳۶
دوشنوں کی کل تعداد : ۱۰۱۲۵۰
ڈالے گئے ووٹ : ۷۹۵۱۸
رد کردہ ووٹ : ۱۵۳۲
منتخب ہوئے : محمود دین - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۱ - اسلام پور

۱- اگر دال جہاد نکل - بی جے پی ۱۳۲۶
۲- محمد عبد الحکیم چودھری - آئی این سی ۳۵۲۶۳
۳- محمد دین احمد - لوک دل ۳۲۳
۴- محمد فاروق اعظم - سہیل آئی (ایم) ۲۶۲۰۸

۵- ترانی کانتا سنگی - آزاد ۶۳۱

دوشنوں کی کل تعداد : ۱۱۲۸۵۵
ڈالے گئے ووٹ : ۷۵۲۸۱
رد کردہ ووٹ : ۱۵۷۵
منتخب ہوئے : محمد فاروق اعظم
سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۹ - گول پوکھو

۱- کالی پوکھوش - جنت پارتی ۲۸۹
۲- نظام الدین احمد - آئی این سی - ۲۳۷۲۰
۳- پورن مل مشنری - بی جے پی ۱۶۵۸۲
۴- محمد شمس الدین - آزاد ۲۱۶
۵- محمد رمضان علی - اے آئی ایف جی ۲۷۶۶۱
دوشنوں کی کل تعداد : ۱۲۱۷۶۶
ڈالے گئے ووٹ : ۷۰۸۷۹
رد کردہ ووٹ : ۱۲۰۹
منتخب ہوئے : محمد رمضان علی - اے آئی ایف جی

حلقہ انتخاب ۳۰ - کرن دنگی

۱- اربندر ناتھ سنگی - بی جے پی ۵۶۱
۲- کل گروم - آزاد ۱۶۶
۳- جودھری نرن کار - آئی این سی - ۱۷۵۶
۴- بٹاک سنگی - آزاد ۷۸۰
۵- محمد فاروق عادل - مسلم لیگ ۲۲۵
۶- سریش چندر سنگی - اے آئی ایف جی ۷۷۲۰
۷- حبیب الرحمن - آزاد ۷۸
۸- حاجی سجاد حسین - آزاد ۱۲۱۳
دوشنوں کی کل تعداد : ۶۷۹۳
ڈالے گئے ووٹ : ۵۱۱۶
رد کردہ ووٹ : ۷۸۷
منتخب ہوئے : سریش چندر سنگی (اے آئی ایف جی)

حلقہ انتخاب ۳۱ - رائے گنج (شیلڈ لڈ کاسٹ)

۱- اینند دھن رائے - آزاد ۱۲
۲- کھگیند ناتھ سہا - سہیل آئی (ایم) ۷۰۹
۳- جے نندادیب شرما - بی جے پی ۲
۴- برسن دیندرا - آئی این سی ۵۰۲

۱۴۳۸۷۰ - مؤذن کی کل تعداد
 ڈالے گئے ووٹ ۹۹۴۸۸
 رد کردہ ووٹ ۱۸۴۱
 منتخب ہوئے: گلگیر رانا تھہنا، سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۳۲ - بکیر گنج (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ گورہاری برہن آزاد ۳۰۹
 ۲۔ نیامک اور رائے، آئی این سی ۲۰۷۱۶
 ۳۔ بینا تہارین آزاد ۲۱۷۲
 ۴۔ دیندرانا تھہرائے آزاد ۹۵۹
 ۵۔ راجنی کانت سرکار آزاد ۲۵۹
 ۶۔ رامنی کانت ادیب شرما سی پی آئی (ایم)

۴۲۲۲۳
 مؤذن کی کل تعداد ۱۱۲۲۵۷
 ڈالے گئے ووٹ ۸۸۳۲۱
 رد کردہ ووٹ ۱۶۶۳
 منتخب ہوئے: رامنی کانت ادیب شرما سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۳۳ - کشمندی (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ سارائے آزاد ۲۵۳
 ۲۔ نرمدارائے - آریس پی ۲۸۵۰۰
 ۳۔ پریمت دیکھن رائے آزاد ۲۳۲۱
 ۴۔ سکھ میریندانا تھہ - آئی این سی ۲۸۶۴۹
 مؤذن کی کل تعداد ۱۱۱۱۱۵
 ڈالے گئے ووٹ ۹۱۲۲۲
 رد کردہ ووٹ ۱۳۸۳
 منتخب ہوئے: نرمدارائے (آریس پی)

حلقہ انتخاب ۳۴ - اتیاہار

۱۔ ڈاکٹرین العابدین، آئی این سی ۴۳۰۲۱

۲۔ سواریش جی، سی پی آئی ۴۷۵۴۲
 ۳۔ چندرانا تھہ سرکار، لوک دل ۷۷۵
 مؤذن کی کل تعداد ۱۱۴۵۵۳
 ڈالے گئے ووٹ ۹۲۹۲۲
 رد کردہ ووٹ ۱۶۱۳
 منتخب ہوئے: سواریش جی، سی پی آئی

حلقہ انتخاب ۳۵ - گنگرام پور

۱۔ مصطفیٰ الدین احمد، آئی این سی ۴۴۲۷۶
 ۲۔ اشیش کاما جی، بی جے پی ۲۳۸۶
 ۳۔ پرملاد سرکار آزاد ۳۸۷
 ۴۔ مینا گھوش، سی پی آئی (ایم) ۵۶۳۰۶
 ۵۔ ریندرانا تھہرمو آزاد ۳۸۴
 مؤذن کی کل تعداد ۱۳۱۷۵۵
 ڈالے گئے ووٹ ۱۰۵۳۷۵
 رد کردہ ووٹ ۱۶۳۶
 منتخب ہوئے: مینا گھوش، سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۳۶ - تین (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ کھاراسورین، آریس پی ۵۵۶۲۹
 ۲۔ تین ہاندا، آئی این سی ۳۶۰۶۶
 ۳۔ جینے چندرا پان آزاد ۳۲۶
 ۴۔ بھونلا ککو، بی جے پی ۱۸۶۲
 ۵۔ بھولا بھرم آزاد ۴۰۷
 مؤذن کی کل تعداد ۱۱۶۶۲۳
 ڈالے گئے ووٹ ۹۵۶۵۹
 رد کردہ ووٹ ۱۳۲۹
 منتخب ہوئے: کھاراسورین (آریس پی)

حلقہ انتخاب ۳۷ - کمار گنج

۱۔ آتاب الدین منڈل، آئی این سی ۴۰۰۰۸
 ۲۔ ابوالخیر سرکار آزاد ۲۸۶
 ۳۔ کامی پدگوشی آزاد ۶۴۵
 ۴۔ گوپندرانا تھہرائے آزاد ۳۲۵
 ۵۔ دیو چندرانا تھہرائے، سی پی آئی (ایم) ۵۳۶۳۴

۶۔ پردنا پیش چودھری، ایس یو سی آئی ۱۶۶
 ۷۔ پرندنا سرکاری آزاد ۳۵۶۰
 مؤذن کی کل تعداد ۲۷۹۴۴
 ڈالے گئے ووٹ ۰۴۴۴۰
 رد کردہ ووٹ ۱۲۹۶
 منتخب ہوئے: دیو چندرانا تھہرائے، سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۳۸ - بلورگھاٹ

۱۔ جہرلال ہاتو آزاد ۴۰۵
 ۲۔ نیتا تہارین آزاد ۶۷۱
 ۳۔ ڈوانا تھہ چودھری، آریس پی ۸۰۶۶
 ۴۔ مادھو چندرارائے، آئی این سی ۷۶۶۴
 مؤذن کی کل تعداد ۱۰۷۲۷۱
 ڈالے گئے ووٹ ۸۷۷۷۵
 رد کردہ ووٹ ۱۰۲۹
 منتخب ہوئے: ڈوانا تھہ چودھری، آریس پی

ضلع مالدا

حلقہ انتخاب ۳۹ - عجیب پور (شیڈولڈ کاسٹ)
 ۱۔ نیہائی چندرمو آزاد ۱۸۶
 ۲۔ منشی چرن کوڈو، آئی این سی ۰۵۰۹
 ۳۔ سرکاررمو، سی پی آئی (ایم) ۲۲۸۷
 مؤذن کی کل تعداد ۱۱۳۹۲
 ڈالے گئے ووٹ ۱۶۰۹

رد کردہ ووٹ - ۱۶۶۸
منتخب ہوئے: سرکار مرہو۔ سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۱ گول (شیدلا شامپ)

۱۔ عظیم اللہ - مسلم لیگ ۱۸۶۰
۲۔ نیکمار بہرام، آئی این سی ۳۶۸۲
۳۔ شہرام مرہو۔ بی جے پی ۵۸۸۸
۴۔ موہن مرہو۔ سہیل آئی (ایم) ۴۷۱۲۸
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۵۵۹۹
ڈالے گئے ووٹ - ۸۸۲۲۶
رد کردہ ووٹ - ۱۶۶۸

منتخب ہوئے: موہن مرہو۔ سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۲ کھڑا

۱۔ عبدالستار، مسلم لیگ ۲۵۷۱
۲۔ نجم الحق - سہیل آئی (ایم) ۲۲۰۲۰
۳۔ محبوب الحق - آئی این سی ۳۷۸۰۳
۴۔ سنیل کھوررتی - بی جے پی ۶۶۲۷
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۳۲۱۵
ڈالے گئے ووٹ - ۹۲۳۲۵
رد کردہ ووٹ - ۱۲۶۲
منتخب ہوئے: نجم الحق - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۳ - سریش چندر پور

۱۔ عبدالواحد - آئی این سی ۲۱۶۱۸
۲۔ ایسا سوننی - آزاد ۱۶۹۵۲
۳۔ عمر علی - مسلم لیگ ۵۷۰۹
۴۔ بل کینڈیا - آزاد ۵۵۶
۵۔ بریندر اکھر موسترا - اے آئی ایف بی ۲۵۲۷۷
۶۔ دھیرندر راہس - آزاد ۱۹۴۸

ووٹوں کی کل تعداد ۱۰۶۵۳۲
ڈالے گئے ووٹ - ۸۳۶۱۳
رد کردہ ووٹ - ۱۲۵۱
منتخب ہوئے: بریندر اکھر موسترا - اے آئی ایف بی

حلقہ انتخاب ۱۴ - رتوا

۱۔ نیرنی چندر سنگھ - آئی این سی ۲۲۶۲۷
۲۔ محترمہ مندیگم - سہیل آئی (ایم) ۳۹۷۶۰
۳۔ سر کھرنی - آزاد ۵۲۳۱
۴۔ سلیمان - مسلم لیگ ۱۱۲۱۲
ووٹوں کی کل تعداد ۱۰۲۷۵۱
ڈالے گئے ووٹ - ۸۰۲۹۲
رد کردہ ووٹ - ۱۳۲۲
منتخب ہوئے: محترمہ مندیگم - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۵ - اڈائی ڈانگ

۱۔ اجیت کمار منڈل - آزاد ۱۳۲
۲۔ عبدالحمید - آئی این سی ۳۳۲۴۱
۳۔ نجم معرا - بی جے پی ۱۲۱۶
۴۔ عبدالوہاب - مسلم لیگ ۲۸۹۳
۵۔ پرہار داس - آزاد ۱۹۶
۶۔ حبیب مصطفیٰ - سہیل آئی (ایم) ۷۰۱۶۰
ووٹوں کی کل تعداد ۹۶۰۲۶
ڈالے گئے ووٹ - ۷۹۴۹۸
رد کردہ ووٹ - ۱۳۲۸
منتخب ہوئے: حبیب مصطفیٰ - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۶ - مارہ (شیدلا شامپ)

۱۔ درگ چندر بوس - آزاد ۲۷۰
۲۔ پونی بوشن رائے - آئی این سی ۳۷۷۰۲

۳۔ سوہنیہ چودھری - سہیل آئی (ایم) ۵۳۲۷۷
۴۔ شہیل موہانی بوسند آزاد ۲۶۲
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۷۷۰۲
ڈالے گئے ووٹ - ۹۳۰۳۱
رد کردہ ووٹ - ۱۳۱۷
منتخب ہوئے: سوہنیہ چودھری - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۷ - انگلش بانار

۱۔ اشوک کنتو - آئی این سی ۳۲۰۲۰
۲۔ اسد سردار - آزاد ۲۷۸
۳۔ نرمل داس (نیرو) آزاد ۲۶۷
۴۔ جتندر ناتھ گھوش - بی جے پی ۲۱۹۸
۵۔ سچین سرکار - سہیل آئی (ایم) ۴۵۳۱۶
۶۔ سجاد - آزاد ۱۳۸
۷۔ کھنڈو سرکار رائے - آزاد ۲۰۸۹
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۳۵۰۷
ڈالے گئے ووٹ - ۸۶۸۲۶
رد کردہ ووٹ - ۱۳۲۵
منتخب ہوئے: سچین سرکار - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۸ - مانک پک

۱۔ تغفل علی - آزاد ۳۱۰
۲۔ جمپوتی پوتن بٹا چاریہ - بی جے پی ۱۲۱۹
۳۔ مہتاب الدین - آزاد ۴۶۳
۴۔ جگم کمار منڈل - آئی این سی ۲۱۲۱۹
۵۔ سورودھ چودھری - سہیل آئی (ایم) ۳۵۵۵۸
ووٹوں کی کل تعداد ۹۹۷۶۲
ڈالے گئے ووٹ - ۷۷۴۶۹
رد کردہ ووٹ - ۱۲۰۷
منتخب ہوئے: سورودھ چودھری - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۴۸ شجاع پور

۱۱۵۸۳۹	دورڈوں کی کل تعداد۔	۸۱۷۰۱	ڈالے گئے ووٹ۔
۱۷۲۶۹	ڈالے گئے ووٹ۔	۱۳۸۲	رد کردہ ووٹ۔
۱۲۷۱	رد کردہ ووٹ۔		منتخب ہوئے، ابراہیم خٹہ ناں۔ سہیل آئی (ایم)
	منتخب ہوئے، بی بی خاتون داس۔ سہیل آئی (ایم)		

حلقہ انتخاب ۵۱۔ اورنگ آباد

۱۸۰۲	۱۔ اشوک کمار داس۔ بی جے پی	۱۰۰۵۹	۱۔ عبدالقدوس۔ مسلم لیگ
۹۹۳	۲۔ یاد علی۔ آزاد	۲۹۳۲۵	۲۔ کوثر علی۔ سہیل آئی (ایم)
۲۰۶۵۳	۳۔ طیب علی۔ سہیل آئی (ایم)	۱۸۱۲	۳۔ جہانگیر۔ آزاد
۵۱۹۸	۴۔ مرتضیٰ علی۔ مسلم لیگ	۳۳۵۵۱	۴۔ ہمایوں جودری۔ آئی این سی
۳۵۰۶۳	۵۔ مایوں رضا۔ آئی این سی	۹۷۰۶۸	دورڈوں کی کل تعداد۔
	دورڈوں کی کل تعداد۔	۷۵۷۱۳	ڈالے گئے ووٹ۔
	ڈالے گئے ووٹ۔	۹۴۶	رد کردہ ووٹ۔
	منتخب ہوئے، طیب علی۔ سہیل آئی (ایم)		منتخب ہوئے، ہمایوں جودری۔ آئی این سی

حلقہ انتخاب ۴۹ کالیہ چک

۳۷۶۸۱	۱۔ شمس الدین احمد، آئی این سی	۵۱۶	۳۔ ونیش جودری۔ سہیل آئی (ایم)
۲۸۱۲	۲۔ گھنٹیا مہندر۔ بی جے پی	۲۵۷	۴۔ ناکل چند رائے۔ آزاد
۵۰۹۲۹	۳۔ ونیش جودری۔ سہیل آئی (ایم)	۲۵۷	۵۔ سرکار کا بھوئے۔ آزاد
	۴۔ ناکل چند رائے۔ آزاد	۲۸۰۳	۶۔ شیخ فاروق۔ مسلم لیگ
	۵۔ سرکار کا بھوئے۔ آزاد	۱۱۷۰۳	دورڈوں کی کل تعداد۔
	۶۔ شیخ فاروق۔ مسلم لیگ	۶۷۶۶۶	ڈالے گئے ووٹ۔
	دورڈوں کی کل تعداد۔	۱۱۶۶	رد کردہ ووٹ۔
	ڈالے گئے ووٹ۔		منتخب ہوئے، ونیش جودری۔ سہیل آئی (ایم)

ضلع مرشد آباد

حلقہ انتخاب ۵۵۔ فراخاہ

۳۲۸۱	۱۔ مولانا عزیز الرحمن۔ مسلم لیگ	۲۵۲۱۶	۲۔ ابراہیم خٹہ ناں۔ سہیل آئی (ایم)
۲۵۲۱۶	۲۔ ابراہیم خٹہ ناں۔ سہیل آئی (ایم)	۵۲۷۱	۳۔ زبیر علی۔ آزاد
۵۲۷۱	۳۔ زبیر علی۔ آزاد	۲۶۱۱۲	۴۔ عیسیٰ شیخ۔ آئی این سی
۲۶۱۱۲	۴۔ عیسیٰ شیخ۔ آئی این سی	۱۰۲۳۹	۵۔ سہیل جین گھوش۔ بی جے پی
۱۰۲۳۹	۵۔ سہیل جین گھوش۔ بی جے پی	۱۰۳۹۲۰	دورڈوں کی کل تعداد۔
	دورڈوں کی کل تعداد۔		

حلقہ انتخاب ۵۶۔ بھگوان گول

۹۷۵	۱۔ اجیت کمار داس۔ آزاد
۲۹۲	۲۔ احمد کاظم الدین۔ آزاد
۱۵۹	۳۔ جالب حسین۔ آزاد
۲۷۵۳۲	۴۔ مجیب الرحمن۔ آئی این سی

حلقہ انتخاب ۵۳۔ ساگر پور (بڈو رائے کاسٹ)

۳۸۱۲۲	۱۔ نری ہنکار رائے۔ آئی این سی
۴۷۷۷۲	۲۔ پریش ناتھ داس۔ سہیل آئی (ایم)
۶۰۲	۳۔ بی بی گھنٹہ۔ آزاد

حلقہ انتخاب ۵۹ جہنگی

۵۔ سادھنہ رائے۔ ایس بی سی آئی۔ ۲۰۳۲	۱۔ اطہر رحمن۔ سی پی آئی (ایم)۔ ۵۸۳۳۳
۶۔ سید نواب جانی مرزا۔ آزاد۔ ۲۳۷۲۲	۲۔ عبدالباری بھوس۔ آئی این سی۔ ۴۵۱۵۶
دورڈوں کی کل تعداد۔ ۱۱۰۶۲۶	۳۔ عبدالرشید۔ مسلم لیگ۔ ۷۲۱
ڈالے گئے ووٹ۔ ۸۷۹۱۶	۴۔ نجی منڈل۔ ایس بی سی آئی۔ ۲۰۳۹
رد کردہ ووٹ۔ ۱۱۶۲	۵۔ عبدالنقی۔ آزاد۔ ۷۲۷
منتخب ہوئے: سید نواب جانی مرزا۔ آزاد۔	۶۔ بنگار سرکار۔ بی جے پی۔ ۱۸۶۳

حلقہ انتخاب ۵۷۔ بنگارم

۱۔ ایس بی سی آئی۔ آزاد۔ ۱۷۶۳	۱۔ محمد عبدالباری۔ سی پی آئی (ایم)۔ ۵۸۲۷۲
۲۔ شمس العلام۔ آزاد۔ ۱۲۹۰	۲۔ اکرام الحق بھوس۔ آئی این سی۔ ۲۸۲۹۶
۳۔ پروینسر محمد بیگ محمد۔ آئی این سی۔ ۲۰۹۵۶	۳۔ نریندر ناتھ بھوس۔ آزاد۔ ۳۱۳
۴۔ بریندر ناتھ رائے۔ سی پی آئی (ایم)۔ ۵۰۲۹۵	۴۔ منڈل اسرائیل۔ آزاد۔ ۶۳۳
دورڈوں کی کل تعداد۔ ۱۱۱۲۳۵	۵۔ مشرف حسین۔ ایس بی سی آئی۔ ۱۵۳۶
ڈالے گئے ووٹ۔ ۹۵۷۹۵	دورڈوں کی کل تعداد۔ ۱۳۰۹۱۹
رد کردہ ووٹ۔ ۱۵۱۸	ڈالے گئے ووٹ۔ ۱۱۰۹۹۶
منتخب ہوئے: بریندر ناتھ رائے۔ سی پی آئی (ایم)۔	رد کردہ ووٹ۔ ۱۷۲۶

حلقہ انتخاب ۵۸۔ مرشد آباد

۱۔ عباس علی۔ مسلم لیگ۔ ۱۷۵۲	۱۔ ادھیکاری دیپیش چندرا۔ بی جے پی۔ ۲۷۴۰
۲۔ چھا بگوش۔ لے آئی ایف بی۔ ۲۵۲۲۲	۲۔ عزیز منڈل۔ آزاد۔ ۹۸۸
۳۔ ترون کانتی سرکار۔ آزاد۔ ۲۶۷	۳۔ جیتا کار بھوس۔ آری بی پی۔ ۲۸۶۰۵
۴۔ ناٹھ دلی منڈل۔ آگ سی ایس سی۔ ۸۷۹	۴۔ کاشی ناتھ۔ آزاد۔ ۶۰۲
۵۔ مٹان حسین۔ آئی این سی۔ ۲۱۸۷۸	۵۔ نصیر الدین خان۔ آزاد۔ ۵۷۲
۶۔ مدین بھن رائے۔ آزاد۔ ۳۸۱۹۷	
۷۔ ساجم علی۔ ایس بی سی آئی۔ ۷۶۹	
دورڈوں کی کل تعداد۔ ۱۳۳۵۷۴	
ڈالے گئے ووٹ۔ ۱۱۰۲۱۶	
رد کردہ ووٹ۔ ۱۳۵۱	
منتخب ہوئے: مٹان حسین (آئی این سی)	

حلقہ انتخاب ۶۱۔ ناودا

۱۔ ادھیکاری دیپیش چندرا۔ بی جے پی۔ ۲۷۴۰	۱۔ خذکار محمد حسن۔ آزاد۔ ۸۵
۲۔ عزیز منڈل۔ آزاد۔ ۹۸۸	۲۔ بنگار ادھیکاری۔ آزاد۔ ۲۷۶
۳۔ جیتا کار بھوس۔ آری بی پی۔ ۲۸۶۰۵	۳۔ سربھند بھوس۔ بی جے پی۔ ۳۸۶۶
۴۔ کاشی ناتھ۔ آزاد۔ ۶۰۲	۴۔ مزیل حق۔ سی پی آئی (ایم)۔ ۳۸۵۹۲
۵۔ نصیر الدین خان۔ آزاد۔ ۵۷۲	۵۔ شیخ عمار الدین۔ آئی این سی۔ ۲۸۵۰۶

۶۔ دورڈوں کی تعداد۔ آئی این سی۔ ۳۹۳۷۲

دورڈوں کی کل تعداد۔ ۱۲۶۲۷۰	ڈالے گئے ووٹ۔ ۹۲۲۲۷
رد کردہ ووٹ۔ ۱۳۲۲	منتخب ہوئے: جیتا کار بھوس۔ آری بی پی۔

حلقہ انتخاب ۶۲۔ ہری ہار پارہ

۱۔ خذکار محمد حسن۔ آزاد۔ ۸۵	دورڈوں کی کل تعداد۔ ۱۲۵۹۸۲
۲۔ بنگار ادھیکاری۔ آزاد۔ ۲۷۶	ڈالے گئے ووٹ۔ ۹۹۲۳۹
۳۔ سربھند بھوس۔ بی جے پی۔ ۳۸۶۶	رد کردہ ووٹ۔ ۱۲۲۶
۴۔ مزیل حق۔ سی پی آئی (ایم)۔ ۳۸۵۹۲	منتخب ہوئے: مزیل حق۔ سی پی آئی (ایم)۔
۵۔ شیخ عمار الدین۔ آئی این سی۔ ۲۸۵۰۶	
۶۔ لے آئی ایف بی۔ مسلم لیگ۔ ۱۰۶۰۳	

حلقہ انتخاب ۶۳۔ برہمپور

۱۔ دیبا براتو بندو پادھیہ۔ آری بی پی۔ ۸۱۱۸	دورڈوں کی کل تعداد۔ ۹۳۲۵
۲۔ یرونب کمار بندو پادھیہ۔ بی جے پی۔ ۷۲۷	ڈالے گئے ووٹ۔ ۳۸۲۸
۳۔ میناتی سرکار۔ آزاد۔ ۷۶	رد کردہ ووٹ۔ ۹۲
۴۔ شکر داس پال۔ آئی این سی۔ ۷۱۳	منتخب ہوئے: دیبا براتو بندو پادھیہ (آری بی پی)۔

حلقہ انتخاب ۶۴ - بیل ڈاکو

- ۱- قیصر علی بھادری - آزاد ۲۳-۷۲
- ۲- نوشاد علی شیخ - آرائیں پی ۳۲۱۴۲
- ۳- نورالاسلام چوہدری - آئی این سی ۲۲۲۱۷
- ۴- پران کمار سام - بی جے پی ۲۲۰۷
- ۵- میل عبد الشکور - مسلم لیگ ۱۵۷۵
- ۶- لے بی محمد علی جناح - آزاد ۳۱۸
- ووٹوں کی کل تعداد - ۱۳۳۹۱۰
- ڈالے گئے ووٹ - ۱۰۲۵۲۸
- رد کردہ ووٹ - ۱۷۷۳
- منتخب ہوئے: نورالاسلام چوہدری - آئی این سی۔

حلقہ انتخاب ۶۵ - کانڈی

- ۱- اردھنند سام - بی جے پی ۲۹۹۸
- ۲- ابوالقاسم - مسلم لیگ ۱۶۸۹
- ۳- سکرم ترپریدری - آئی این سی ۲۰۰۷۲
- ۴- سنبھادیش - آزاد ۱۱۵۸۶
- ۵- سید و امیر رضا - سپی آئی ۲۱۷۵۳
- ووٹوں کی کل تعداد - ۱۳۲۱۹۳
- ڈالے گئے ووٹ - ۹۹۳۷۱
- رد کردہ ووٹ - ۱۲۷۱
- منتخب ہوئے: سید و امیر رضا - سپی آئی۔

حلقہ انتخاب ۶۶ - کھارگرام (شیدولا کاسٹ)

- ۱- اجیت کھرنڈل - آزاد ۹۹۰
- ۲- اشوک سام - آئی این سی ۲۰۳۲۸
- ۳- نالائی کھاس - آزاد ۸۰۲
- ۴- دشوانا کھرنڈل - سپی آئی (ایم) ۵۲۹۸۱
- ووٹوں کی کل تعداد - ۱۱۲۱۳۱
- ڈالے گئے ووٹ - ۹۶۸۶۵

رد کردہ ووٹ

۱۷۲۲

منتخب ہوئے: دشوانا کھرنڈل - سپی آئی (ایم)۔

حلقہ انتخاب ۶۷ - بروان

- ۱- امینندو رائے - آرائیں پی ۵۱۹۶۶
- ۲- شیخ عبدالمتین - آزاد ۵۰۷
- ۳- غلام کبیر خندکار - لوک دل ۶۳۳
- ۴- گدادھر گھوش - آئی این سی ۳۳۳۳۲
- ۵- جیتن داس - آزاد ۱۱۸۲
- ۶- ششٹی چرن مال - بی جے پی ۱۲۸۹
- ۷- سبیت کمار گھوش - آزاد ۷۸
- ووٹوں کی کل تعداد - ۱۳۰۶۲۶
- ڈالے گئے ووٹ - ۹۰۶۱۳
- رد کردہ ووٹ - ۱۵۲۶
- منتخب ہوئے: امینندو رائے - آرائیں پی۔

حلقہ انتخاب ۶۸ - بھرت پور

- ۱- عبدالنن - آزاد ۱۲۶۳۹
- ۲- خیر علی خندکار - آئی این سی ۲۲۱۲۶
- ۳- جہانگیر حسین - لوک دل ۲۷۱
- ۴- جیند رانا کھڑے - آزاد ۶۶۷
- ۵- دل چندر گھوش - آزاد ۲۲۰
- ۶- پرفل کمار برنجی - بی جے پی ۲۲۲۷
- ۷- بھربند رانا راتن رائے - آزاد ۱۰۲۰
- ۸- رادھاموہن دے - آزاد ۱۲۸۲
- ۹- ستیہ پدو بھٹا چاریہ - آرائیں پی ۲۱۱۳۲
- ۱۰- شیخ سائید الدین - مسلم لیگ ۱۵۱۱
- ووٹوں کی کل تعداد - ۱۲۷۱۳۱
- ڈالے گئے ووٹ - ۸۶۶۸۱
- رد کردہ ووٹ - ۱۳۶۲

منتخب ہوئے: ستیہ پدو بھٹا چاریہ - آرائیں پی

ضلع خدیا

حلقہ انتخاب ۶۹ - کریم پور

- ۱- اربندو منڈل - آئی این سی ۲۱۸۶۵
- ۲- جتین بھواس - (رحمت پور کالونی کے) آزاد ۵۵۶
- ۳- جتین بھواس (آئندہ پالی کے) سپی آئی (ایم) ۵۱۹۲۱
- ووٹوں کی کل تعداد - ۱۱۳۱۹۰
- ڈالے گئے ووٹ - ۹۶۳۰۳
- رد کردہ ووٹ - ۱۹۲۱
- منتخب ہوئے: جتین بھواس (آئندہ پالی کے) سپی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۷۰ - پلاستی پارہ

- ۱- دشوانا کھرنڈل - آزاد ۲۱۰۳
- ۲- مولنا جابر علی - مسلم لیگ ۸۲۸
- ۳- سر کھنیش چندر بھواس - آئی این سی ۳۳۰۷۷
- ۴- شیخ خدا بخش - ایں بھوسا آئی ۷۶۶۶
- ۵- پریش رائے - آزاد ۱۲۲
- ۶- مدھابندو جھنور - سپی آئی (ایم) ۲۷۷۷۵
- ۷- رنجیت کمار بامو - آزاد ۵۶۱
- ۸- شیخ عبدالقدوس - آزاد ۲۶۶
- ۹- مدھو برامک - آزاد ۲۸۱
- ووٹوں کی کل تعداد - ۱۶۸۵۶
- ڈالے گئے ووٹ - ۹۳۱۶۹
- رد کردہ ووٹ - ۱۳۷۰
- منتخب ہوئے: مدھابندو جھنور - سپی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۷۱ - سکا سی پورہ

۱۔ جمال خان - آئی این سی	۲۶۳۳۲	۵۔ میر تقی محمد - سکا پائی ایم	۵۱۱۰۳
۲۔ دلپ چناری - آزاد	۱۷۵۵	۶۔ شامیہاں منڈل - آزاد	۲۳۷
۳۔ نیراجہ بسواس - آزاد	۳۰۸	۷۔ شامیہاں منڈل - جی بی پی	۱۸۹۷
۴۔ بیل کھن سرکار - آزاد	۳۶۱	۸۔ دھڑوں کی کل تعداد	۱۰۸۴۰۳
۵۔ میر تقی محمد - آزاد	۲۰۵۷۲	ڈالے گئے ووٹ	۹۲۰۳۵
۶۔ سنبھ سنگھ - سکا پائی ایم		دوکرہ ووٹ	۱۵۲۲
۷۔ شیخ قربان علی - ایس بی سی	۳۳۷۲۱	منتخب ہوئے: میر تقی محمد - سکا پائی ایم	
دوڑوں کی کل تعداد	۱۱۲۳		
ڈالے گئے ووٹ	۱۰۸۰۸۱		
دوکرہ ووٹ	۸۶۹۳۱		
منتخب ہوئے: سنبھ سنگھ - سکا پائی ایم	۱۶۵۶		

حلقہ انتخاب ۷۲ - کالی گنج

۱۔ اجیت کمار - آزاد	۲۰۰۷	۱۔ ایل طرفدار - آزاد	۲۶۵۳
۲۔ بیگم فضل الرحمن - آئی این سی	۲۳۹۲۸	۲۔ درگاداس برال - آزاد	۲۱۲
۳۔ بیگم سرنگھش - آری ای سی	۲۳۰۳۰	۳۔ دیگانندہ براس - آزاد	۲۲۹
۴۔ شیخ شمسہ جہان علی - آزاد	۳۰۷	۴۔ بیوانند مکھیا دھیر - آزاد	۲۳۵۰
۵۔ شیخ امجد علی - ایس بی سی	۲۰۰۲	۵۔ شیبو داس مکھوی - آئی این سی	۲۸۸۲۷
۶۔ شیخ ہارون الرشید - مسلم لیگ	۷۵۵	۶۔ سادھن چوپا دھیر - سکا پائی ایم	۲۰۷۶۹
دوڑوں کی کل تعداد	۱۱۹۹۱۹	دوڑوں کی کل تعداد	۱۱۶۰۹۰
ڈالے گئے ووٹ	۹۳۶۸۸		
دوکرہ ووٹ	۱۶۳۷		
منتخب ہوئے: بیگم فضل الرحمن - آئی این سی			

حلقہ انتخاب ۷۳ - چارپا

۱۔ ڈاکٹر کرشنا چندر ایلدار - آزاد	۲۵۸
۲۔ عبد الرحمن خان - لوک دل	۲۳۱
۳۔ مہر علی تانہ ادھیہ کارکا - آزاد	۶۰۶

حلقہ انتخاب ۷۴ - آئی این سی

۱۔ دلپ رت - آئی این سی	۳۵۹۵۶
۵۔ میر تقی محمد - سکا پائی ایم	۵۱۱۰۳
۶۔ شامیہاں منڈل - آزاد	۲۳۷
۷۔ شامیہاں منڈل - جی بی پی	۱۸۹۷
۸۔ دھڑوں کی کل تعداد	۱۰۸۴۰۳
ڈالے گئے ووٹ	۹۲۰۳۵
دوکرہ ووٹ	۱۵۲۲
منتخب ہوئے: میر تقی محمد - سکا پائی ایم	

حلقہ انتخاب ۷۵ - کرشنا گنج (شیلڈ لاسٹ)

۱۔ ارین منڈل - آزاد	۲۰۲
۲۔ نین چندر اسرکار - سکا پائی ایم	۷۹۵۷
۳۔ ہالن ہمدار - آزاد	۱۱۲۰
۴۔ بیکاش بسواس - آزاد	۶۸۳
۵۔ مرزا کانتی بسواس - آئی این سی	۲۶۰۹۹
۶۔ شرجی آجی چودھری - آزاد	۱۹۹۶
۷۔ ڈاکٹر سورادت بسواس - جی بی پی	۱۹۱۱
دوڑوں کی کل تعداد	۱۰۰۲۳۱
ڈالے گئے ووٹ	۸۱۰۹۹
دوکرہ ووٹ	۱۱۱۱
منتخب ہوئے: نین چندر اسرکار - سکا پائی ایم	

حلقہ انتخاب ۷۶ - کرشنا گنج (مشرق)

۱۔ ایل طرفدار - آزاد	۲۶۵۳
۲۔ درگاداس برال - آزاد	۲۱۲
۳۔ دیگانندہ براس - آزاد	۲۲۹
۴۔ بیوانند مکھیا دھیر - آزاد	۲۳۵۰
۵۔ شیبو داس مکھوی - آئی این سی	۲۸۸۲۷
۶۔ سادھن چوپا دھیر - سکا پائی ایم	۲۰۷۶۹
دوڑوں کی کل تعداد	۱۱۶۰۹۰

حلقہ انتخاب ۷۷ - ڈالے گئے ووٹ

ڈالے گئے ووٹ	۸۷۲۰۷
دوکرہ ووٹ	۱۷۷۷
منتخب ہوئے: سادھن چوپا دھیر - سکا پائی ایم	

حلقہ انتخاب ۷۸ - کرشنا گنج (مغرب)

۱۔ امرتھند مکھیا دھیر - سکا پائی ایم	۲۱۷۰۱
۲۔ لوک گھوشل - آزاد	۶۸۳
۳۔ اتیلی دورا - آزاد	۹۷۸
۴۔ گھوری سنگھ - آئی این سی	۳۲۸۱۱
۵۔ میر خواجہ علی - مسلم لیگ	۲۵۶
۶۔ سورودھ ہمدار - آزاد	۳۹۲۰
دوڑوں کی کل تعداد	۱۰۰۴۶۳
ڈالے گئے ووٹ	۸۱۹۲۶
دوکرہ ووٹ	۱۲۸۷
منتخب ہوئے: امرتھند مکھیا دھیر - سکا پائی ایم	

حلقہ انتخاب ۷۹ - انوارپور

۱۔ بیوانند مترا - سکا پائی ایم	۲۷۵۵۲
۲۔ رادھارمن سام - آزاد	۱۵۱۸
۳۔ ستیش دیپ ناتھ - آئی این سی	۳۸۲۱۱
دوڑوں کی کل تعداد	۱۱۲۷۶۵
ڈالے گئے ووٹ	۸۹۰۰۵
دوکرہ ووٹ	۱۵۲۲
منتخب ہوئے: بیوانند مترا - سکا پائی ایم	

حلقہ انتخاب ۸۰ - شانتی پور

۱۔ اجیت دے - آئی این سی	۳۵۶۳۳
۲۔ کمر گھوش - آزاد	۷۷۳۲
۳۔ بھالندہ مکھوی - آزاد	۵۰۲۶۱
۴۔ دیگانندہ براس - آزاد	۶۷۱
دوڑوں کی کل تعداد	۱۲۳۶۷۹

ڈالے گئے ووٹ ۔

۱۰۱۲۹۷

رد کردہ ووٹ ۔

۱۶۹۸

منتخب ہوئے : بھانڈا سکھ جی - آزاد

حلقہ انتخاب ۷۹ - ہنس کھالی (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ آنند موہن بسواس - آزاد ۸۲۱۵

۲۔ سسکا شیکو بسواس - آئی این سی ۳۶۷۷۳

۳۔ سیدہ رجنی رائے - آزاد ۱۹۷۷

۴۔ سوکار منڈل - سہیل آئی (ایم) ۵۲۲۵۲

ووٹوں کی کل تعداد ۱۳۵۲۸۷

ڈالے گئے ووٹ ۱۰۰۵۲۱

رد کردہ ووٹ ۱۳۰۲

منتخب ہوئے : سوکار منڈل - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۸۰ - رانا گھاٹ مشرق (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ پیوئے کرشن بسواس - سہیل آئی (ایم) ۵۳۹۹۹

۲۔ میوہنجن بسواس - آزاد ۳۲۷

۳۔ شری منگل بسواس - آزاد ۲۶۲۲

۴۔ اسیند ناتھ بسواس - آئی این سی ۲۰۲۹۹

ووٹوں کی کل تعداد ۱۲۹۰۸۱

ڈالے گئے ووٹ ۹۸۸۲۸

رد کردہ ووٹ ۱۳۸۱

منتخب ہوئے : پیوئے کرشن بسواس -

(سہیل آئی (ایم))

حلقہ انتخاب ۸۱ - رانا گھاٹ مغرب

۱۔ کندو گورو چندرا - سہیل آئی (ایم) ۵۲۷۰۶

۲۔ لالہ جی چندرا - آزاد ۳۶۸

۳۔ مراد خدو بسواس - آئی این سی ۲۵۶۸۶

۴۔ سبیش چندر سرکار - آزاد

۱۲۰۳

ووٹوں کی کل تعداد

۱۲۹۹۳۵

ڈالے گئے ووٹ ۔

۱۰۳۶۵۸

رد کردہ ووٹ ۔

۱۶۹۵

منتخب ہوئے : کندو گورو چندرا - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۸۲ - چکدہ

۱۔ گوری شنکراس - آزاد ۱۸۵

۲۔ پیوئے بسواس - آزاد ۳۳۱۱

۳۔ راتھو بھوک - آئی این سی ۲۷۷۰۰

۴۔ سبیش باسو - سہیل آئی (ایم) ۶۷۶۳۲

ووٹوں کی کل تعداد ۱۲۸۳۳۶

ڈالے گئے ووٹ ۱۲۰۲۷۲

رد کردہ ووٹ ۱۶۲۴

منتخب ہوئے : سبیش باسو - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۸۳ - ہرن گئی

۱۔ زمین العابدین بیاں - آزاد ۷۸۵

۲۔ دیپ رائے - آئی این سی ۳۷۲۶۲

۳۔ نونی گوپال ملاکار - سہیل آئی (ایم) ۵۸۴۱۳

۴۔ زرخن پال - ایس بی آئی ۱۰۲۹

۵۔ موہانی منڈل - آزاد ۳۵۶

۶۔ ڈاکٹر این کے بسواس - آزاد ۱۰۵۷۶

۷۔ ڈاکٹر رنجیت کمار گھوش - بجا جی ۲۳۸

ووٹوں کی کل تعداد ۱۳۲۶۲۰

ڈالے گئے ووٹ ۱۱۰۳۸۸

رد کردہ ووٹ ۱۶۲۹

منتخب ہوئے : نونی گوپال ملاکار

سہیل آئی (ایم)

ضلع ۲۲ - پرتھوئے

حلقہ انتخاب ۸۴ - باگدیم (شیڈولڈ کاسٹ)

۱۔ اپور بولال محمدار - آئی این سی ۲۲۵۱۷

۲۔ اسوتوش محمدار - آزاد ۷۷۰

۳۔ کمال کشمی بسواس - اے آئی این سی ۳۳۹۳۱

۴۔ چارو جیسر سرکار - آزاد ۲۷۷

۵۔ برادت بسواس - آزاد ۹۲۶

۶۔ سبیش چندر بسواس - آزاد ۱۶۵

ووٹوں کی کل تعداد ۱۰۲۱۹۳

ڈالے گئے ووٹ ۹۱۲۷۷

رد کردہ ووٹ ۶۹۱

منتخب ہوئے : اپور بولال محمدار - آئی این سی

حلقہ انتخاب ۸۵ - بنگاول

۱۔ اجیت بسواس - آزاد ۷۵۵

۲۔ ڈاکٹر پرامندا ہالدار - آزاد ۳۸۲

۳۔ بشیشور منڈل - آزاد ۷۵۹

۴۔ جوبین سیٹھ - آئی این سی ۲۹۵۵۲

۵۔ رنجیت مڑا - سہیل آئی (ایم) ۵۲۰۶۱

ووٹوں کی کل تعداد ۱۲۴۱۰۸

ڈالے گئے ووٹ ۱۰۲۵۰۶

رد کردہ ووٹ ۹۹۵

منتخب ہوئے : رنجیت مڑا - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۸۶ - کانیگھا

۱۔ کانتی بسواس - سہیل آئی (ایم) ۵۹۰۷۲

۲۔ گوپال منڈل - آزاد ۵۰۸

۳۔ پرنب جھیری - آزاد ۸۰۳

۴۔ رام چند بسواس - آئی این سی ۲۹۶۵۶

۵۔ سبر جھیری - آزاد ۶۳۶

۲۵

۱۳۱۰۲۴	دورنوں کی تعداد	حلقہ انتخاب ۸۹۔ آم ڈاگ	دورنوں کی تعداد	۱۳۸۸۱۵
۱۱۱۵۹۲	ڈالے گئے ووٹ	۱۔ اشوک کرشنا دت۔ آئی این سی	ڈالے گئے ووٹ	۱۱۱۳۲۱
۹۱۷	رد کردہ ووٹ	۲۔ ذکال بوسا۔ آزاد	رد کردہ ووٹ	۱۸۵۲
	منتخب ہوئے، کاشی بوسا، سہیل آئی ایم	۳۔ محمد شفیع الدین منڈل۔ آزاد	منتخب ہوئے۔ ریندر ناتھ منڈل سہیل آئی ایم	
	حلقہ انتخاب ۸۷۔ ۱۔ ۱۔ ۱۔	۴۔ منٹا مہلت حسین۔ آزاد	حلقہ انتخاب ۹۲۔ دیگھا	
۲۱۱۲۲	۱۔ کاشی سنگھ (بوسا) سہیل آئی ایم	۵۔ سنووش کمار گروش۔ آزاد		
۶۸۲	۲۔ جی منزا۔ آزاد	۶۔ شیخ رفیق علی۔ مسلم لیگ		۱۱۳۹۶
۱۲۰۵	۳۔ دیپ رائے۔ بی جے پی	۷۔ ڈاشم عبدالحلیم۔ سہیل آئی ایم		۳۸۹۳۹
۲۰۲	۴۔ دیپیش دھر۔ آزاد	دورنوں کی تعداد		۳۵۹۲۶
۳۱۰۸۶	۵۔ جی دت۔ آئی این سی	ڈالے گئے ووٹ		۱۰۵۲۳۷
۷۸۷۴	۶۔ ماسور کے منڈل۔ آزاد	رد کردہ ووٹ		۸۷۷۷۷
۸۸۰	۷۔ شکر گروشن۔ ایس بوسا آئی	منتخب ہوئے، ڈاشم عبدالحلیم (سہیل آئی ایم)		۱۵۱۰
۱۲۲۲۸	۸۔ شیخ محمد عتیقہ مسلم۔ مسلم لیگ	حلقہ انتخاب ۹۰۔ باراسات		
۱۲۲۲۳۰	دورنوں کی تعداد	۱۔ اجیت بوسا۔ آزاد		
۱۰۰۸۶۵	ڈالے گئے ووٹ	۲۔ امر چند دے۔ آئی این سی		
۱۳۶۰	رد کردہ ووٹ	۳۔ رتنو مداس (دائیں) آزاد		
	منتخب ہوئے، کاشی سنگھ (بوسا) سہیل آئی ایم	۴۔ سول دیب۔ لے آئی ایم بی		
	حلقہ انتخاب ۸۸۔ اشوک نگر	۵۔ سوکھ جیو دیا۔ آزاد		
۵۵۰	۱۔ کھودی رام منڈل۔ لوک دل	دورنوں کی تعداد		
۳۱۱۲۳	۲۔ کیشو چندر بھارہ۔ آئی این سی	ڈالے گئے ووٹ		
۸۳۲	۳۔ دیپیش جیو۔ آزاد	رد کردہ ووٹ		
۲۹۶۷۶	۴۔ نر کور۔ سہیل آئی ایم	منتخب ہوئے، سول دیب۔ لے آئی ایم بی		
۲۲۲	۵۔ مینیش کانت مہدار۔ آزاد	حلقہ انتخاب ۹۱۔ راجہ راتھ (سیدو) کاسٹ		
۱۳۹۶	۶۔ مودھی رنجی داس گپتا۔ آزاد	۱۔ جیو بوسا۔ آزاد		
۱۱۶۹۶۰	دورنوں کی تعداد	۲۔ پنجاں برمن۔ آزاد		
۹۲۸۶۶	ڈالے گئے ووٹ	۳۔ رواتنڈا لشکر۔ آئی این سی		
۱۰۶۷	رد کردہ ووٹ	۴۔ رنجیت لشکر۔ آزاد		
	منتخب ہوئے، نر کور۔ سہیل آئی ایم	۵۔ ریندر ناتھ منڈل۔ سہیل آئی ایم		

۲۱۶۷۷	۳۔ محضی عبدالغفار۔ آئی این سی
۲۹۰	۳۔ دیپک کمار سرکار۔ آزاد
۵۷۳۸	۴۔ محمد مہدی الرحمن۔ مسلم لیگ
۴۳۱۰۲	۵۔ محمد سلیم۔ سہیل آئی ایم
۸۸۷	۶۔ راجندر من منڈل۔ آزاد
۱۱۱۷۱۷	دوڑوں کی کل تعداد۔
۹۳۰۳۵	ڈائے گئے ووٹ۔
۹۸۰	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: محمد سلیم۔ سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۹۵۔ بشیراٹ

۲۱۵	۱۔ نارائن سنگھ۔ آزاد
۴۲۹۲۲	۲۔ دلپت جمدار۔ آئی این سی
۵۰۱۲۳	۳۔ نارائن ٹھکری۔ سہیل آئی ایم
۱۲۶۷۶	۴۔ سردار عبدالرشید۔ مسلم لیگ
۱۳۲۹۰۰	دوڑوں کی کل تعداد۔
۱۰۷۶۱۵	ڈائے گئے ووٹ۔
۱۶۵۹	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: نارائن ٹھکری۔ سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۹۶۔ حسن آباد

۳۳۹۸۳	۱۔ اختر رائے۔ آئی این سی
۴۴۸۲۹	۲۔ گوتم دیو۔ سہیل آئی ایم
۳۵۰	۳۔ پریشور منڈل۔ آزاد
۲۹۸۹	۴۔ پیار علی مٹا۔ مسلم لیگ
۱۰۲۰۹۹	دوڑوں کی کل تعداد۔
۸۳۳۵۲	ڈائے گئے ووٹ۔
۱۳۰۱	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: گوتم دیو۔ سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۹۷۔ ہرودا (ٹینڈولا کاسٹ)	
۴۹۹۲۹	۱۔ کھیتی رنجی منڈل۔ سہیل آئی ایم
۵۲۳	۲۔ رام کرشنا سردار۔ آزاد
۴۴۰۴۹	۳۔ بکشی کانت منڈل۔ آئی این سی
۲۰۹۴	۴۔ سبھوہ کارنیکا وار۔ آزاد
۱۲۷۷۳۰	دوڑوں کی کل تعداد۔
۹۸۵۰۰	ڈائے گئے ووٹ۔
۱۹۰۵	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: کھیتی رنجی منڈل۔ سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۹۸۔ سنویش کالی (ٹینڈولا کاسٹ)

۵۴۲۱۷	۱۔ کھودر جی بھواس۔ سہیل آئی ایم
۵۱۹	۲۔ جگدیش چندر کرناٹیا۔ آزاد
۱۵۹۰	۳۔ ایشو مانیداس۔ آزاد
۳۸۲۰۹	۴۔ رنجیت کمار داس۔ آئی این سی
۱۲۰۲۳۵	دوڑوں کی کل تعداد۔
۹۶۵۱۹	ڈائے گئے ووٹ۔
۱۹۸۴	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: کھودر جی بھواس۔ سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۹۹۔ کھل گنج (ٹینڈولا کاسٹ)

۳۷۷۵۰	۱۔ ادیشہ منڈل۔ آئی این سی
۴۱۳	۲۔ رنبدر ناتھ منڈل۔ آزاد
۴۰۳۷	۳۔ رنجیت گائین۔ آزاد
۴۹۷۴۰	۴۔ سدھانوش منڈل۔ سہیل آئی ایم
۱۱۳۳۱۷	دوڑوں کی کل تعداد۔
۹۳۴۳۱	ڈائے گئے ووٹ۔
۱۴۹۰	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: سدھانوش منڈل۔ سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۱۰۰۔ گوملہ (ٹینڈولا کاسٹ)	
۴۳۱۱۱	۱۔ گیش چندر منڈل۔ آئی این سی
۲۰۳۰	۲۔ تاپش سرکار۔ ایشو سی آئی
۳۳۰۵۲	۳۔ پریشو بھواس۔ آئی این سی
۵۵۳	۴۔ جادو پر رائے منڈل۔ آزاد
۹۷۵۸۸	دوڑوں کی کل تعداد۔
۷۸۹۸۵	ڈائے گئے ووٹ۔
۱۲۳۹	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: گیش چندر منڈل۔ آئی این سی	

حلقہ انتخاب ۱۰۱۔ بستی (ٹینڈولا کاسٹ)

۵۱	۱۔ چندر کانت سرکار۔ آزاد
۳۸۷۳۵	۲۔ گینندر ناتھ جمدار۔ آئی این سی
۱۵۹۹	۳۔ رینیا کانت منڈل۔ ایشو سی آئی
۵۹۵	۴۔ پارساد جہا۔ آزاد
۵۰۶۷۴	۵۔ سبھاش نشکر۔ آئی این سی
۱۲۶۴۴۰	دوڑوں کی کل تعداد۔
۹۳۴۴۲	ڈائے گئے ووٹ۔
۱۷۹۲	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: سبھاش نشکر۔ آئی این سی	

حلقہ انتخاب ۱۰۲۔ کھالی۔ (ٹینڈولا کاسٹ)

۳۹۳۹	۱۔ اربند نشکر۔ آئی این سی
۵۷۹۰	۲۔ پروردہ پرکاشیت۔ ایشو سی آئی
۰۳۸	۳۔ بھن مریدھار سہیل آئی ایم
۸۴	۴۔ بستیہ رنجی ہالدار۔ آزاد
۱۵۹۲۸	دوڑوں کی کل تعداد۔
۲۳۶۶	ڈائے گئے ووٹ۔
۴۰۵	رد کردہ ووٹ۔
منتخب ہوئے: پروردہ پرکاشیت۔ ایشو سی آئی	

حلقہ انتخاب ۱۰۳ - جوئے نگر

۳۲۵۲۶	۱۔ گورنمنٹ پرائمری اسکول - آئی این سی
۲۲۶	۲۔ دیار لشکر - آزاد
۲۳۰۸۷	۳۔ دیار پشاد سرکار ایس پی سی
۲۱۲	۴۔ ہادیب پٹی - آزاد
۱۷۳	۵۔ محمد بن اعظمی - آزاد
۱۷۵۱۸	۶۔ سید شمس الدین - سی پی آئی ایم
۳۸۳	۷۔ ہادیب پٹی - آزاد
۱۱۸۵۱۴	دوروزوں کی کل تعداد
۹۷۹۲۰	ڈالے گئے ووٹ
۱۷۹۳	روکرہ ووٹ
منتخب ہوئے: دیار پشاد سرکار - ایس پی سی آئی	

حلقہ انتخاب ۱۰۴ - برکی پور

۲۰۳۵۷	۱۔ ایوب بھادرا - آئی این سی
۱۵۸۲	۲۔ تلمیسی ادھیکاری - آزاد
۱۱۹۷	۳۔ دیو چھڑاس - جنت
۵۳۳۲۸	۴۔ امین محمد - سی پی آئی ایم
۱۲۶۰۲۲	دوروزوں کی کل تعداد
۹۹۳۱۰	ڈالے گئے ووٹ
۱۸۲۶	روکرہ ووٹ
منتخب ہوئے: امین محمد - سی پی آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۱۰۵ - کینگ مغرب (شیدو لڈ کاسٹ)

۸۶	۱۔ کھنڈر ناتھ رائے - آزاد
۲۲۳۶۲	۲۔ گوہنڈ چندر شکر - آئی این سی
۳۳۸۵۶	۳۔ چرخین مریمہا - سی پی آئی ایم
۴۱۰	۴۔ دیار لشکر - آزاد
۸۵۶۰	۵۔ ریخت بن - ایس پی سی آئی

دوروزوں کی کل تعداد

۱۲۷۳۱۵	ڈالے گئے ووٹ
۹۹۰۷۹	روکرہ ووٹ
۱۸۰۵	منتخب ہوئے: گوہنڈ چندر شکر - آئی این سی

حلقہ انتخاب ۱۰۶ - کینگ مشرق

۳۱۳۲۲	۱۔ امر ناتھ بندپادھیہ - آئی این سی
۵۲۸۱۱	۲۔ عبدالرزاق شاہ - سی پی آئی ایم
۲۲۵	۳۔ شیخ دین محمد - آزاد
۱۰۸۹۱۳	دوروزوں کی کل تعداد
۸۶۰۳۶	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۵۶	روکرہ ووٹ
منتخب ہوئے: عبدالرزاق شاہ - سی پی آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۱۰۷ - بھانگوڑ

۵۱۲۶۶	۱۔ ڈاکٹر عبدالرزاق شاہ - سی پی آئی ایم
۸۹۶	۲۔ نورالامین - آزاد
۵۷۲	۳۔ محمد ابراہیم خاں - مسلم لیگ
۲۲۸۳	۴۔ منبندرا منڈل - آزاد
۳۸۸۸۰۹	۵۔ شیخ شہید الرحمن - آئی این سی
۱۱۲۶۱۷	دوروزوں کی کل تعداد
۹۵۳۵۷	ڈالے گئے ووٹ
۱۵۳۱	روکرہ ووٹ
منتخب ہوئے: ڈاکٹر عبدالرزاق شاہ - سی پی آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۱۰۸ - جاد پور

۹۶۶	۱۔ پرانے دھڑ آزاد
۴۰۰۲۳	۲۔ ہمدیات چٹھی - آئی این سی
۷۶۲۲۵	۳۔ برہادب بٹا چاریہ - سی پی آئی ایم
۴۷۳	۴۔ سیدل چندر رائے - آزاد

دوروزوں کی کل تعداد

۱۶۲۱۹۰	ڈالے گئے ووٹ
۱۱۹۸۲۹	روکرہ ووٹ
۱۹۲۲	منتخب ہوئے: جلالیہ بٹا چاریہ - سی پی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۰۹ - سنار پور (شیدو لڈ کاسٹ)

۶۱۸	۱۔ انجلی منڈل - آزاد
۶۵۷۲۸	۲۔ محمد شورش منڈل - سی پی آئی ایم
۸۳۸	۳۔ بھوشن منڈل - آزاد
۴۱۸۱۷	۴۔ سواراجی سردار - آئی این سی
۱۲۶۸۸۵	دوروزوں کی کل تعداد
۱۱۱۱۲۳	ڈالے گئے ووٹ
۲۱۲۳	روکرہ ووٹ
منتخب ہوئے: محمد شورش منڈل - سی پی آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۱۱۰ - دشنوپور مشرق (شیدو لڈ کاسٹ)

۳۰۲۶۷	۱۔ ارشد علی شیخ - آئی این سی
۶۸۰	۲۔ ریخت منڈل - آزاد
۲۳۵۷۸	۳۔ سندھو شکر - سی پی آئی ایم
۹۳۳۸۶	دوروزوں کی کل تعداد
۷۶۰۱۲	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۸۷	روکرہ ووٹ
منتخب ہوئے: سندھو شکر - سی پی آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۱۱۱ - دشنوپور مغرب

۹۳۶۷	۱۔ کاشی ناتھ اڈک - سی پی آئی ایم
۰۲	۲۔ لوکان سنگھ - آزاد
۷۳	۳۔ سیلادیتا بٹا چاریہ - آزاد
۶۳	۴۔ سیدل چندر گوبند رائے - آزاد

۵۔ ایڈووکیٹ شیخ مقیب الحق۔ آئی این سی۔

حلقہ انتخاب ۱۳۳۔ گارڈن زریچ

۲۱۵۸۳ ووٹوں کی کل تعداد

۱۰۲۸۳ ڈالے گئے ووٹ

۵۸۷ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: کھیتی بھوشن رائے برسن

(سی پی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۱۱۷۔ ست گچھا

۶۹۱۔ انیل ہمدار۔ آزاد

۱۱۳۵۲۔ جونی باسو۔ سی پی آئی ایم

۶۶۷۔ سنوٹش رائے۔ آزاد

۵۳۳۱۔ سردار جملی۔ آئی این سی

۱۵۔ سٹیل ماچی۔ آزاد

۱۱۳۲۲ ووٹوں کی کل تعداد

۱۰۹۹ ڈالے گئے ووٹ

۱۵۸۲ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: جونی باسو۔ سی پی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۱۸۔ خانقا

۵۰۱۔ عبدالحی شکر۔ مسلم لیگ

۳۰۸۳۔ ارشد اس گپتہ۔ سی پی آئی ایم

۲۲۶۔ اشرف علی۔ آزاد

۶۹۷۳۔ دینا بندھو ہمدار۔ آئی این سی

۷۵۹۰ ووٹوں کی کل تعداد

۹۶۲۶ ڈالے گئے ووٹ

۱۷۳ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: ارشد اس گپتہ۔ سی پی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۱۹۔ ڈاکٹر ہاربر

۸۶۸۱۔ عبد القیوم ملک۔ سی پی آئی ایم

۶۔ قطب الدین خاں۔ مسلم لیگ

۱۔ ایس ایم ظفر اللہ۔ آزاد

۲۔ فاضل۔ آزاد

۳۔ فضل عظیم ملہ۔ آئی این سی

۴۔ محمد امین۔ سی پی آئی ایم

۵۔ راج کمل تیواری۔ آزاد

۶۔ رامائن شاہ۔ آزاد

۷۔ سید غلام۔ آزاد

۱۳۲۲۸۲ ووٹوں کی کل تعداد

۸۷۹۳۶ ڈالے گئے ووٹ

۱۸۷۳ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: فضل عظیم ملہ۔ آئی این سی

حلقہ انتخاب ۱۱۵۔ مہیش نگر

۱۔ ابوالشیر۔ سی پی آئی ایم

۲۔ جومر ملک۔ آزاد

۳۔ دلال داس۔ آزاد

۴۔ حبیب الرحمن۔ آئی این سی

۱۲۹۳۲۳ ووٹوں کی کل تعداد

۹۳۳۸۶ ڈالے گئے ووٹ

۲۰۰۳ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: ابوالشیر۔ سی پی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۱۶۔ پنج بج

۱۔ کوثر علی ملک۔ مسلم لیگ

۲۔ کھیتی بھوشن رائے برسن۔ سی پی آئی ایم

۳۔ گنگا دھر سنگھ۔ آزاد

۴۔ پریم پراٹم جڑی۔ آزاد

۵۔ لالہ ہمدار سنگھ۔ آئی این سی

۳۸۷۱۹

۱۱۲۶۶۶

۹۱۱۲۲

۱۵۱۶

منتخب ہوئے: کاشن ناتھ ادک۔ سی پی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۱۳۔ بہالا مشرق

۱۔ اولیہ داس۔ آزاد

۲۔ اشوک مکھرجی۔ آزاد

۳۔ جے بیٹیش برہما چاریہ۔ آئی این سی

۴۔ نرینجی مکھرجی۔ سی پی آئی ایم

۵۔ راجندر پرشار پوریہ۔ آزاد

۱۶۳ ووٹوں کی کل تعداد

۱۶۷۷۳۶ ڈالے گئے ووٹ

۲۰۹۷ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: نرینجی مکھرجی۔ سی پی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۱۲۔ بہالا مغرب

۱۔ امریش رائے۔ آزاد

۲۔ گنیش برہما چاریہ۔ جے پی

۳۔ رین مکھرجی۔ سی پی آئی ایم

۴۔ مکشی کانت باسو۔ آئی این سی

۵۔ شکاری دھوبے۔ آزاد

۱۳۲ ووٹوں کی کل تعداد

۱۶۰۵۵۰ ڈالے گئے ووٹ

۱۷۷۷۰ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: رین مکھرجی۔ سی پی آئی ایم

۱۷۲۰

منتخب ہوتے، کرشنا دھن ہمدار سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۲۲ (شیدولا کاسٹ)

۳۔ نور بن کوہلی۔ آئی این سی ۳۰۹۲۲

۴۔ شیخ علی۔ آزاد ۸۲۹۸

۵۔ مرید شکر۔ آزاد ۲۳۵

دوڑوں کی تعداد ۱۲۶۴۴

ڈالے گئے ووٹ ۹۰۰۷۹

رد کردہ ووٹ ۱۵۳۰

منتخب ہوتے: عبدالغفور ملہ۔ سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۲۵۔ پتھر پراجا

۱۔ درگہ منڈل۔ آئی این سی ۳۲۲۱۰

۲۔ درگہ ہمدار۔ آزاد ۹۱۱

۳۔ مگن چندر پیرا۔ آزاد ۲۱۱

۴۔ رینو ہمدار۔ ایس بی سی آئی ۱۳۸۶۲

۵۔ سباش رائے۔ سہیل آئی ایم ۲۰۷۰۸

دوڑوں کی تعداد ۱۱۷۰۸

ڈالے گئے ووٹ ۹۰۶۳۲

رد کردہ ووٹ ۱۲۳۰

منتخب ہوتے: سباش رائے۔ سہیل آئی (ایم)

۱۔ اختا پیرا۔ آئی این سی ۳۵۳۵۶

۲۔ گنادھر مائی۔ سہیل آئی ایم ۳۹۷۷۰

۳۔ روہن منڈل۔ ایس بی سی آئی ۲۹۹۸

۴۔ سبیا پرائیوٹ۔ چودھری۔ آزاد ۵۵۶

دوڑوں کی تعداد ۱۰۱۵۳۲

ڈالے گئے ووٹ ۸۱۶۳۲

رد کردہ ووٹ ۹۶۲

منتخب ہوتے: گنگا دھرمائی۔ سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۲۳۔ مگراٹ۔ مغرب

۱۔ عزیز الاسلام خاں۔ مسلم لیگ ۳۲۷۹

۲۔ عبدالسلام رحیمی۔ آزاد ۷۸

۳۔ عبدالرؤف پیرا۔ ایس بی سی آئی ۱۱۹۱

۴۔ عبدالرحمن خاں۔ آزاد ۳۲۱

۵۔ عبدالسمان غازی۔ سہیل آئی ایم ۴۵۲۷۷

۶۔ کرنل سرگے دیب۔ آئی این سی ۳۳۷۶۲

۷۔ فیروز حسین شکر۔ آزاد ۲۰۹

دوڑوں کی تعداد ۱۱۲۹۴۶

ڈالے گئے ووٹ ۸۵۸۲۱

رد کردہ ووٹ ۱۲۱۳

منتخب ہوتے: عبدالسمان غازی۔ سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۲۳۔ مگراٹ۔ مغرب

۱۔ ابنل کار داس۔ آزاد ۳۷۱

۲۔ پریشیش کور۔ ایس بی سی آئی ۱۲۷۹۸

۳۔ بابلی سیدہ رنجی۔ آئی این سی ۳۶۷۲۷

۴۔ برزبان خدائی۔ سہیل آئی (ایم) ۳۹۹۳۰

دوڑوں کی تعداد ۱۲۳۲۱۶

ڈالے گئے ووٹ ۱۰۱۱۲۱

رد کردہ ووٹ ۱۲۸۵

منتخب ہوتے: بابلی سیدہ رنجی۔ آئی این سی

حلقہ انتخاب ۱۲۶۔ کاکڑ پ

۱۔ گوری شکوہ پاجی۔ آئی این سی ۳۵۷۴۱

۲۔ ریندرانا رائے۔ آزاد ۶۶۷

۳۔ سنگنی پو پرائیوٹ۔ آزاد ۳۹۲

۴۔ رشی کیش مائی۔ سہیل آئی (ایم) ۴۵۵۵۲

دوڑوں کی تعداد ۱۰۱۳۸۰

ڈالے گئے ووٹ ۸۳۲۵۲

رد کردہ ووٹ ۱۰۹۸

منتخب ہوتے: رشی کیش مائی۔ سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۲۱۔ مگراٹ۔ مشرق

(شیدولا کاسٹ)

۱۔ بیوئے منڈل۔ آزاد ۷۲۲

۲۔ نور بن ہمدار۔ آئی این سی ۳۸۵۷۱

۳۔ رادھیکا رنجی پرائیوٹ۔ سہیل آئی ایم ۵۱۰۸۲

دوڑوں کی تعداد ۱۱۳۶۲۶

ڈالے گئے ووٹ ۹۱۹۵۲

رد کردہ ووٹ ۱۵۷۵

منتخب ہوتے: رادھیکا رنجی پرائیوٹ۔ سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۲۱۔ مگراٹ۔ مشرق

۱۔ کونیاس سردار۔ آئی این سی ۳۱۳۷۷

۲۔ کرشنا دھن ہمدار سہیل آئی (ایم) ۳۹۰۰۲

۳۔ سبر شکر نیا۔ ایس بی سی آئی ۲۶۲۹

۴۔ سمیت رائے۔ مسلم لیگ ۱۷۸۱

۵۔ پنچانی ہمدار۔ آزاد ۳۰۱

دوڑوں کی تعداد ۱۰۶۶۵۸

ڈالے گئے ووٹ ۷۰۶۲۶۲

رد کردہ ووٹ ۱۱۵۲

حلقہ انتخاب ۱۲۷۔ سگر

۱۔ ایل پانی۔ ایس بی سی آئی ۳۸

۲۔ عبدالستار شاہ۔ آزاد ۴۱۰

۳۔ برانجن منڈل۔ سہیل آئی (ایم) ۵۳۲۶۸

۴۔ بڑم کیش مائی۔ آئی این سی ۴۲۲۳۹

۵۔ رنجیت کمار پوین۔ آزاد ۳۰۰

دوڑوں کی تعداد ۱۱۳۹۰۹

ڈالے گئے ووٹ ۹۸۰۴۷
 رد کردہ ووٹ ۱۰۴۹
 منتخب ہوئے: پرائیمنٹ منڈل - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب - ۱۲۸ - بیج پور

۱۔ جگدیش چندر داس - سہیل آئی (ایم) ۴۷۲۲۲
 ۲۔ تین بوس - جنتا ۹۳۳
 ۳۔ جانشادوت - آئی این سی ۴۵۴۰۶
 ۴۔ سچندر رائے چودھری - آزاد ۱۹۹
 ووٹروں کی کل تعداد ۱۲۸۰۰۰
 ڈالے گئے ووٹ ۹۵۳۶۸
 رد کردہ ووٹ ۱۵۸۸
 منتخب ہوئے: جگدیش چندر داس - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب - ۱۲۹ - نی ماٹی

۱۔ گوپال باسو - سہیل آئی (ایم) ۴۶۲۵۳
 ۲۔ نورون ادھیکاری - آئی این سی ۴۹۲۵۶
 ۳۔ رنجیت کڈو - آزاد ۵۳۷
 ووٹروں کی کل تعداد ۱۲۸۰۶۱
 ڈالے گئے ووٹ ۹۷۷۱۷
 رد کردہ ووٹ ۱۶۷۱
 منتخب ہوئے: نورون ادھیکاری - آئی این سی

حلقہ انتخاب - ۱۳۰ - بھاٹ پازہ

۱۔ کرشنا مندی جوامی - بی جے پی ۵۷۹
 ۲۔ زیشی سرکار - آزاد ۶۸۶
 ۳۔ ناتھو رائے - آزاد ۲۲۸
 ۴۔ سیو پرشاد بھٹا چاریہ - سہیل آئی (ایم) ۴۲۱۲۱
 ۵۔ سیتہ نارائن سنگھ - آئی این سی ۴۷۲۲۹

۶۔ سیتا سیٹھ - آزاد ۴۹۷
 ووٹروں کی کل تعداد ۱۲۸۵۱۸
 ڈالے گئے ووٹ ۹۳۳۲۱
 رد کردہ ووٹ ۱۷۵۹
 منتخب ہوئے: سیتہ نارائن سنگھ - آئی این سی

حلقہ انتخاب - ۱۳۱ - جگتھل

۱۔ گیشی منڈل - آزاد ۲۰۹
 ۲۔ نول گوپال سرکار - آئی این سی ۳۹۴۱۲
 ۳۔ نہار باسو - لے آئی ایف بی ۵۴۲۰۶
 ۴۔ نہار رنجی سرکار - جنتا ۸۵۷
 ۵۔ بادل گھوش - آزاد ۲۰۵
 ووٹروں کی کل تعداد ۱۲۸۶۹۲
 ڈالے گئے ووٹ ۹۶۳۵۳
 رد کردہ ووٹ ۱۴۶۴
 منتخب ہوئے: نہار باسو - لے آئی ایف بی

حلقہ انتخاب - ۱۳۲ - نراپازہ

۱۔ گرو دیو سنگھ - آزاد ۵۰۵
 ۲۔ جانی بھوشن سلا - سہیل آئی (ایم) ۴۰۸۰۱
 ۳۔ سریش داس - آئی این سی ۳۵۴۱۷
 ووٹروں کی کل تعداد ۱۰۳۶۷۹
 ڈالے گئے ووٹ ۷۷۹۲۲
 رد کردہ ووٹ ۱۱۹۹
 منتخب ہوئے: جانی بھوشن سلا - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب - ۱۳۳ - دینا گراہ

۱۔ اشوک اگروال - آزاد ۹۶
 ۲۔ اوتھنا تھ سلا - فکس ۲۸۴
 ۳۔ گنگا پرشاد شاہ - آئی این سی ۳۹۹۶۹

۴۔ دینا ناتھ شاہ - آزاد ۳۲۲
 ۵۔ محمد امین (سہیل آئی (ایم)) ۳۳۸۶۴
 ۶۔ مرنیال جھڈا - آزاد ۲۸۹
 ووٹروں کی کل تعداد ۱۱۲۶۸۵
 ڈالے گئے ووٹ ۷۶۴۲۵
 رد کردہ ووٹ ۱۶۰۱
 منتخب ہوئے: گنگا پرشاد شاہ - آئی این سی

حلقہ انتخاب - ۱۳۴ - کھردہ

۱۔ اشیم کمار داس گپتا - سہیل آئی (ایم) ۱۳۲۸۹
 ۲۔ سدھیر چند پادھیہ - آئی این سی ۳۸۸۱۷
 ۳۔ سوانی سنگھ رائے - جنتا ۸۳۴
 ووٹروں کی کل تعداد ۴۱۷۸۹
 ڈالے گئے ووٹ ۰۵۷۴۰
 رد کردہ ووٹ ۸۰۰
 منتخب ہوئے: اشیم کمار داس - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب - ۱۳۵ - پانی پانی

۱۔ کرشنا کانتا رائے - آزاد ۱۹۳
 ۲۔ گوپال کرشن بھٹا چاریہ - سہیل آئی (ایم) ۱۸۶۳
 ۳۔ نوین چٹوپادھیہ - آئی این سی ۰۴۹۵
 ۴۔ دگیش چند پادھیہ - آزاد ۷۲
 ۵۔ سوتھ ناتھ گھوش - جنتا ۲۰۳
 ووٹروں کی کل تعداد ۵۰۹۷
 ڈالے گئے ووٹ ۲۷۰
 رد کردہ ووٹ ۷۴
 منتخب ہوئے: گوپال کرشنا بھٹا چاریہ (سہیل آئی - ایم)

حلقہ انتخاب ۱۳۷ - کراچی

۴۲۷۱	۱۔ اجوئے گھوٹال - آٹا این سی
۵۷۲۰	۲۔ رادھیکا رجنی بزرگی - سہیل آئی ایم
۱۷۸۹۹۹	۳۔ دوڑوں کی کل تعداد
۱۰۲۲۶۹	۴۔ ڈالے گئے ووٹ
۲۳۷۸	۵۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: رادھیکا رجنی بزرگی - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۳۷ - بداینگ

۵۲۲۷۷	۱۔ پردیس کاشی گھوٹال - آٹا این سی
۳۶۰۵	۲۔ پردیس دھرمی رائے - آزاد
۲۱۵	۳۔ بابر مگھوی - آزاد
۶۱۲۵۶	۴۔ حیش رائے آریسی پی
۱۵۰۷	۵۔ شہباز رائے - آزاد
۱۷۷	۶۔ شری چندر رجنی بھدار - آزاد
۲۱۷	۷۔ سراج مارک - آزاد
۱۷۱۵۶۰	۸۔ دوڑوں کی کل تعداد
۱۲۲۵۲۹	۹۔ ڈالے گئے ووٹ
۲۰۹۵	۱۰۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: حیش رائے - آریسی پی

حلقہ انتخاب ۱۳۸ - دھم

۶۳۷	۱۔ کل بوجی چٹا پادھیہ - آزاد
۷۲۲۱۲	۲۔ شانتی گھٹ - سہیل آئی ایم
۳۶۲۲۶	۳۔ ہراشیت گھٹ - آٹا این سی
۱۶۲۰۷۳	۴۔ دوڑوں کی کل تعداد
۱۲۲۲۱۵	۵۔ ڈالے گئے ووٹ
۱۹۳۰	۶۔ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: شانتی گھٹ - (سہیل آئی ایم)

کلکتہ

حلقہ انتخاب ۱۳۹ - بیگنی مشرق

۶۲۰۱۹	۱۔ پرسنل کمریش ہاسو - آٹا این سی
۲۱۷۲	۲۔ دیپ کمار داس - آزاد
۷۲۵۸۲	۳۔ سمجاش چکوری - سہیل آئی ایم
۲۰۰۲۶۰	۴۔ دوڑوں کی کل تعداد
۱۴۱۲۵۸	۵۔ ڈالے گئے ووٹ
۲۵۱۳	۶۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: سمجاش چکوری (سہیل آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۱۴۰ - کاشاپور

۲۱۷	۱۔ امر چٹری - آزاد
۲۲۳	۲۔ گنیش دت
۳۱۹۳۹	۳۔ ڈاکٹر دیپ چندا - سہیل آئی ایم
۲۵۲	۴۔ دیپاشیش کھنڈو - آزاد
۵۸۷	۵۔ پدماراج رائے - جنتا
۲۱۵۱۳	۶۔ پرسنل کمریش گھٹ - آٹا این سی
۵۲	۷۔ رگوتھن سنگھ - آزاد
۱۷۶	۸۔ رام جنتی سنگھ - آزاد
۱۳	۹۔ سمیر کمار پال - آزاد
۷۹	۱۰۔ سبر تو کمار بوس - آزاد
۹۶۹۰۱	۱۱۔ دوڑوں کی کل تعداد
۶۶۲۲۲	۱۲۔ ڈالے گئے ووٹ
۱۱۶۶	۱۳۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: ڈاکٹر دیپ چندا - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۴۱ - شیم پوکھر

۲۵	۱۔ اشوک کمار چندک - آزاد
۲۶	۲۔ اشوک لاپیری - آزاد
۲۲۶	۳۔ انیل پانڈے - آزاد

۴۔ ڈاکٹر کرن چودھری - آٹا این سی

۲۶۲۳۷	۵۔ نینکار - لے آٹا این سی
۱۵۳	۶۔ پریشوش بوس - آزاد
۱۱۰	۷۔ پردیس داس - آزاد
۱۰۲	۸۔ بنارس رائے - آزاد
۴۰	۹۔ مہین رائے دھو - آزاد
۸۳	۱۰۔ سنت وال ہریجن - آزاد
۸۲۷۳۷	۱۱۔ دوڑوں کی کل تعداد
۵۶۰۹۸	۱۲۔ ڈالے گئے ووٹ
۹۵۴	۱۳۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: ڈاکٹر کرن چودھری - آٹا این سی

حلقہ انتخاب ۱۴۲ - جوڑا بگان

۱۹۰	۱۔ اشوک کلا نوریہ - آزاد
۴۱	۲۔ کایانا لال کلاوا - آزاد
۶۷۳۲	۳۔ نین سکیر - بی جے پی
۱۲۲	۴۔ براتوش سین - آزاد
۱۳۰	۵۔ شیم چند گھوٹال - آزاد
۲۷	۶۔ بیکار پشادیا ب - آزاد
۵۱	۷۔ مہین کمار بگلا - آزاد
۲۰۷۴۸	۸۔ سر لاپیری - سہیل آئی ایم
۱۷۷	۹۔ سبر تو کمار آزاد
۳۱۷۳۲	۱۰۔ سبر تو کمار - آٹا این سی
۱۰۳۰۲۱	۱۱۔ دوڑوں کی کل تعداد
۶۰۵۴۰	۱۲۔ ڈالے گئے ووٹ
۹۲۶	۱۳۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: سبر تو کمار - آٹا این سی

حلقہ انتخاب ۱۴۳ - جوڑا کھر

۱۶۰	۱۔ اختر عالم - آزاد
-----	---------------------

۲۰۲۲	۱۶۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۲۵	۶۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۸۰
۲۴۴۴	۱۷۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۱۳۷	۷۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۱۰۷۹۰۵
۲۵۵۱۹	۱۸۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۸۵۸۲۷	۸۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۶۲۲۰۸
۷۹	۱۹۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۲۲۲۶۳	۹۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۱۱۷۲
۱۷	۲۰۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۸۶۲	۱۰۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	منقوب ہوئے: دیوبند چؤبادھیہ۔ آئی این سی

حلقہ انتخاب ۱۳۷۔ کوئی برقی

۱۰۳	۸۔ راجت اللہ خاں۔ آزاد	۶۹۲	۱۔ کلیم الدین شمس۔ لے آئی ایف بی	۳۸۹۳۶
۱۰۷	۹۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۲۹	۲۔ کلیم الدین شمس۔ لے آئی ایف بی	۲۲۳
۱۲۷۶۲	۱۰۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۱۲۰	۳۔ کلیم الدین شمس۔ لے آئی ایف بی	۳۵۲
۸۰۱۹۲	۱۱۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۱۹۵۹۱	۴۔ کلیم الدین شمس۔ لے آئی ایف بی	۱۵۲۶
۲۷۲۸۳	۱۲۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۵۵۳	۵۔ کلیم الدین شمس۔ لے آئی ایف بی	۱۱۲
۱۰۷	۱۳۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۶۸	۶۔ کلیم الدین شمس۔ لے آئی ایف بی	۲۵۹۱۳
منقوب ہوئے: دیوبند چؤبادھیہ۔ آئی این سی	۱۴۔ سید نادرانی شرماء۔ آزاد	۱۲۳	۷۔ کلیم الدین شمس۔ لے آئی ایف بی	۷۲۷

حلقہ انتخاب ۱۳۸۔ بڑا بازار

۲۰۹	۱۔ محمد اختر۔ آزاد	۳۶	۱۔ محمد اختر۔ آزاد	۸۹۷۲۶
۲۱۹۲	۲۔ محمد اختر۔ آزاد	۸۲	۲۔ محمد اختر۔ آزاد	۱۹۰۲
۱۸۱	۳۔ محمد اختر۔ آزاد	۱۸۷	۳۔ محمد اختر۔ آزاد	منقوب ہوئے: رام پور رام۔ آئی این سی
۶۴۱	۴۔ محمد اختر۔ آزاد	۳۰۲۳۳	۴۔ محمد اختر۔ آزاد	
۱۱۵	۵۔ محمد اختر۔ آزاد	۹۰۸۰۱	۵۔ محمد اختر۔ آزاد	

حلقہ انتخاب ۱۳۹۔ علی پور

۵۲۷۹۱	۱۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۹	۱۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۶
۱۲۵۱	۲۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۲۸۱	۲۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۲۸۱
منقوب ہوئے: سودیپ بندو پادھیہ۔ آئی این سی	۳۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۵۵	۳۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۵۵

حلقہ انتخاب ۱۴۰۔ چورنگی

۵۵۳۰	۱۰۔ محمد اختر۔ آزاد	۱۵۷	۱۰۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۶۵۰۷
۲۸۲	۱۱۔ محمد اختر۔ آزاد	۳۹۳۶۱	۱۱۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۶۵۰۷
۲۲۹۰۹	۱۲۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۱۸۶۷	۱۲۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۶۵۰۷
۷۶	۱۳۔ محمد اختر۔ آزاد	۱۲۳	۱۳۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۶۵۰۷
۶۴۹۶	۱۴۔ محمد اختر۔ آزاد	۱۶۲۸	۱۴۔ محمد اختر۔ آزاد	۲۶۵۰۷

۱۔ خٹکے دوت ۷۲۰۶۴ ۲۔ جاتن چکرورتی - آرائیں پی ۵۳۳۶۱ ۸۔ شیخ سلطان - آزاد ۲۰۳
 ۱۰۹۵۵۰ ۳۔ جتندر ناتھ بھوساں - آزاد ۳۲۰ ۹۔ دھڑوں کی کل تعداد ۱۰۹۵۵۰
 ۴۹۲۱۷ ڈالے گئے دوت ۲۲۰۲۳ ۱۰۔ ڈالے گئے دوت ۴۹۲۱۷
 ۱۵۶۹ ۶۔ سہا مکتے چودھری - آزاد ۵۶۴ ۱۱۔ رد کردہ دوت ۱۵۶۹
 منتخب ہوئے ، سلطان احمد ، آئی این سی ۳۶۳ ۱۲۔ منتخب ہوئے ، سلطان احمد ، آئی این سی

۱۳۹۔ راضی بہاری یونیو
 ۱۳۵ ۱۳۔ انیل کمار بھڑی - آزاد ۱۳۵
 ۲۹۸۰۲ ۱۴۔ اروند کاشن چٹوڑی - سہیل آباد (ایم) ۲۹۸۰۲
 ۲۷۹ ۱۵۔ سکھان پلدار - آزاد ۲۷۹
 ۱۲۰۸ ۱۶۔ ریشمیدہ بھوساں - آزاد ۱۲۰۸
 ۲۶۶ ۱۷۔ ٹی ایس شریہ واس - آزاد ۲۶۶
 ۳۸۱۸۰ ۱۸۔ ڈاکٹر ہونجی باسو - آئی این سی ۳۸۱۸۰

۱۰۸۶۹۸ ۱۹۔ دھڑوں کی کل تعداد ۱۰۸۶۹۸
 ۷۱۱۳۳ ۲۰۔ ڈالے گئے دوت ۷۱۱۳۳
 ۱۰۶۳ ۲۱۔ رد کردہ دوت ۱۰۶۳
 منتخب ہوئے ، ڈاکٹر ہونجی باسو - آئی این سی

۱۰۸۶۹۸ ۲۲۔ حلقہ انتخاب ۱۵۲ - بالی گنج ۱۰۸۶۹۸
 ۷۱۱۳۳ ۲۳۔ ۱۔ پرویشی ٹی ٹوگ - آزاد ۷۱۱۳۳
 ۱۰۶۳ ۲۴۔ ۲۔ مسٹر عارف - آزاد ۱۰۶۳
 ۱۰۶۳ ۲۵۔ ۳۔ محمد حبیب - آزاد ۱۰۶۳
 ۳۰۲ ۲۶۔ ۴۔ رتندر ناتھ گھوش - آزاد ۳۰۲
 ۵۰۰۱۷ ۲۷۔ ۵۔ سچن سین - سہیل آباد (ایم) ۵۰۰۱۷
 ۲۲۲۳۸ ۲۸۔ ۶۔ سنجی بھوساں - آئی این سی ۲۲۲۳۸

۱۲۵۸۸۸ ۲۹۔ دھڑوں کی کل تعداد ۱۲۵۸۸۸
 ۹۷۲۹۹ ۳۰۔ ڈالے گئے دوت ۹۷۲۹۹
 ۱۹۱۳ ۳۱۔ رد کردہ دوت ۱۹۱۳
 منتخب ہوئے ، سچن سین - سہیل آباد (ایم)

۱۲۵۸۸۸ ۳۲۔ حلقہ انتخاب ۱۵۳ - انالی ۱۲۵۸۸۸
 ۹۷۲۹۹ ۳۳۔ ۱۔ اشوک دے - آزاد ۹۷۲۹۹
 ۱۹۱۳ ۳۴۔ ۲۔ امجد حسین - آزاد ۱۹۱۳
 ۳۲۵۲۶ ۳۵۔ ۳۔ محمد نظام الدینا - سہیل آباد (ایم) ۳۲۵۲۶
 ۲۲۲ ۳۶۔ ۴۔ رتی چودھری - آزاد ۲۲۲
 ۳۶۵ ۳۷۔ ۵۔ راجندر سنگھ - آزاد ۳۶۵

۳۲۸۵۴ ۳۸۔ ۶۔ سلطان احمد - آئی این سی ۳۲۸۵۴
 ۲۲۰ ۳۹۔ ۷۔ سلطان احمد پرنس - آزاد ۲۲۰
 ۱۰۲ ۴۰۔ ۸۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۴۱۔ ۹۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۴۲۔ ۱۰۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۴۳۔ ۱۱۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۴۴۔ ۱۲۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۴۵۔ ۱۳۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۴۶۔ ۱۴۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۴۷۔ ۱۵۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۴۸۔ ۱۶۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۴۹۔ ۱۷۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۵۰۔ ۱۸۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۵۱۔ ۱۹۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۵۲۔ ۲۰۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۵۳۔ ۲۱۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۵۴۔ ۲۲۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۵۵۔ ۲۳۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۵۶۔ ۲۴۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۵۷۔ ۲۵۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۵۸۔ ۲۶۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۵۹۔ ۲۷۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۶۰۔ ۲۸۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۶۱۔ ۲۹۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۶۲۔ ۳۰۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۶۳۔ ۳۱۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۶۴۔ ۳۲۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۶۵۔ ۳۳۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۶۶۔ ۳۴۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۶۷۔ ۳۵۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۶۸۔ ۳۶۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۶۹۔ ۳۷۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۷۰۔ ۳۸۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۷۱۔ ۳۹۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۷۲۔ ۴۰۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۷۳۔ ۴۱۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۷۴۔ ۴۲۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۷۵۔ ۴۳۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۷۶۔ ۴۴۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۷۷۔ ۴۵۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۱۰۲ ۷۸۔ ۴۶۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۷۹۔ ۴۷۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲
 ۱۰۲ ۸۰۔ ۴۸۔ الوک بھوک - آزاد ۱۰۲
 ۷۲ ۸۱۔ ۴۹۔ الوک بھوک - آزاد ۷۲

۲۳۵	۵۔ سبیل گمش - آزاد	۱۲۵	۵۔ پنجانی منڈل - آزاد	۲۵۳	۳۔ کچل دیو داس - آزاد
۲۳۵۷۵	۶۔ سوپریر باسو - آئی این سی	۱۳۹	۶۔ باگے دو دھری - آزاد	۳۵۵	۴۔ چھبک کھل پرودار - آزاد
۱۲۷۱۸	دوڑوں کی کل تعداد	۳۹۲۰۲	۷۔ بالینہ رائے - آئی این سی	۲۱۶	۵۔ جوش رائے - آزاد
۸۸۰۸۰	ڈالے گئے ووٹ	۲۹۵۹۹	۸۔ شیل پکورتی - سی پی آئی (ایم)	۱۰۸	۶۔ نور الدین - آزاد
۱۵۸۹	رد کردہ ووٹ	۳۰۳۰	۹۔ کشمی کانت - آزاد	۱۲۷۹	۷۔ برابندھار رائے - آزاد
	منتخب ہوئے: سوپریر باسو - آئی این سی	۱۲۹۸۶۲	دوڑوں کی کل تعداد	۳۳۱۳۹	۸۔ کشمی کانت دے - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۶۲ - ہڑہ شمال

۱۰۰	۱۔ اجئے سنگھ - آزاد	۱۲۶۰	۱۰۔ شیخالی ساہ - آزاد
-----	---------------------	------	-----------------------

۳۸۷	۲۔ ایل برن داس - آزاد	۲۸۱۳۳	۱۱۔ سمیر جگورتی - آئی این سی
-----	-----------------------	-------	------------------------------

۲۶۶۸۷	۳۔ اشوک گمش - آئی این سی	۱۰۱۸۰۱	دوڑوں کی کل تعداد
-------	--------------------------	--------	-------------------

۵۴۵	۴۔ جتین دے - آزاد	۶۵۸۳۰	ڈالے گئے ووٹ
-----	-------------------	-------	--------------

۳۳۷۰	۵۔ مگن دیو سنگھ - سی پی آئی (ایم)	۱۳۶۲	رد کردہ ووٹ
------	-----------------------------------	------	-------------

۷۶۲	۶۔ لالہ پرث داس - جنت		منتخب ہوئے: کشمی کانت دے - سی پی آئی (ایم)
-----	-----------------------	--	--

۶۰	۷۔ شیب بہادر چودھری - آزاد		
----	----------------------------	--	--

۳۳۵۵۵	دوڑوں کی کل تعداد		
-------	-------------------	--	--

۹۳۸۶۷	ڈالے گئے ووٹ		
-------	--------------	--	--

۱۹۵۶	رد کردہ ووٹ		
------	-------------	--	--

	منتخب ہوئے: اشوک گمش - آئی این سی		
--	-----------------------------------	--	--

حلقہ انتخاب ۱۶۳ - ہڑہ مرکز

۲۷۳	۱۔ امیر دت - آزاد	۱۳۱۰	۱۲۔ شیل پکورتی - سی پی آئی (ایم)
-----	-------------------	------	----------------------------------

۵۹۵۵	۲۔ امبیکا بنرجی - آئی این سی		دوڑوں کی کل تعداد
------	------------------------------	--	-------------------

۰۲	۳۔ درگا داس سنگھ - آزاد		ڈالے گئے ووٹ
----	-------------------------	--	--------------

۶۵	۴۔ نہائی منشی - آزاد		رد کردہ ووٹ
----	----------------------	--	-------------

۶۷۹۲	۵۔ شکر لال منڈل - آزاد		
------	------------------------	--	--

۷۹	۶۔ سبرتورائے - آزاد		
----	---------------------	--	--

۱۵۶۱۰	دوڑوں کی کل تعداد		
-------	-------------------	--	--

۱۲۱۶	ڈالے گئے ووٹ		
------	--------------	--	--

۶۲۸	رد کردہ ووٹ		
-----	-------------	--	--

	منتخب ہوئے: امبیکا بنرجی - آئی این سی		
--	---------------------------------------	--	--

حلقہ انتخاب ۱۶۰ - بگھا مغرب

۴۳	۱۔ کنائی لال دھر - آزاد		
----	-------------------------	--	--

۱۰۱	۲۔ جگدیش پرث داس - آزاد		
-----	-------------------------	--	--

۲۳۳	۳۔ جگوان دین - آزاد		
-----	---------------------	--	--

۲۳۰	۴۔ مانا پرث داس سنگھ - آزاد		
-----	-----------------------------	--	--

۱۰۰	۵۔ رام جگ سنگھ - آزاد		
-----	-----------------------	--	--

۳۸۲۷۶	۶۔ کشمی جرن سین - سی پی آئی (ایم)		
-------	-----------------------------------	--	--

۲۸۹	۷۔ شیو جگورتی - آزاد		
-----	----------------------	--	--

۲۱۲۷۰	۸۔ سود پتورائے - آئی این سی		
-------	-----------------------------	--	--

۱۱۲۳۰	دوڑوں کی کل تعداد		
-------	-------------------	--	--

۸۲۱۵۲	ڈالے گئے ووٹ		
-------	--------------	--	--

۱۳۱۰	رد کردہ ووٹ		
------	-------------	--	--

	منتخب ہوئے: سود پتورائے - آئی این سی		
--	--------------------------------------	--	--

ضلع ہوڑہ

حلقہ انتخاب ۱۶۱ - بالی

۱۲۷	۱۔ کاشی ناتھ چودھری - آزاد		
-----	----------------------------	--	--

۱۸۸۳۱	۲۔ پتت پاون بانگ - سی پی آئی (ایم)		
-------	------------------------------------	--	--

۱۵۶	۳۔ راج رام ستر - آزاد		
-----	-----------------------	--	--

۵۵۷	۴۔ شیب سنگھ ساہ - آزاد		
-----	------------------------	--	--

حلقہ انتخاب ۱۵۹ - مانک تہ

۵۳۸	۱۔ اشیم بنرجی - جنت		
-----	---------------------	--	--

۲۵۷	۲۔ گیش سنگھ - آزاد		
-----	--------------------	--	--

۶۰	۳۔ تارا پد کورائے - آزاد		
----	--------------------------	--	--

۹۹	۴۔ مان گوبال سرکار - آزاد		
----	---------------------------	--	--

حلقہ انتخاب ۱۶۲ - پورہ جنوب

۵۷۲	۱۔ جینو بھری - آئی سی این سی
۳۶۸۹۵	۲۔ برائے مالکدار - سی پی آئی (ایم)
۲۱۱۳۹	۳۔ مرتجعہ بھری - آئی این سی
۲۹۳	۴۔ رغبت کمار بھری - آزاد
۲۷۸	۵۔ سومیا بندو پادھیہ - آزاد
۱۱۹۵۲۷	ووٹوں کی کل تعداد
۸۰۹۵۳	ڈالے گئے ووٹ
۱۷۷۷	رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: مرتجعہ بھری - آئی این سی

حلقہ انتخاب ۱۶۵ - شیب پور

۹۵۷	۱۔ امرو پھندا بھری - آزاد
۱۳۲	۲۔ محمدرضا شکر خان بھری - آزاد
۲۷۵	۳۔ دھرم پال سنگھ - آزاد
۳۵۵	۴۔ پراپر پال - آزاد
۵۱۸	۵۔ ہنسے گوبند بھری - آزاد
۳۱۲	۶۔ بابا سہی گوبال دے - آزاد
۶۲۵۲۲	۷۔ مرتجعین بھری - آئی این سی
۶۹۵۰۷	۸۔ ستندرانا گھوش - لے آئی ایف بی
۲۷۰	۹۔ سومن جودھری - آزاد
۱۸۶۲۲۵	ووٹوں کی کل تعداد
۱۳۶۹۰۹	ڈالے گئے ووٹ
۲۰۲۹	رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: ستندرانا گھوش - لے آئی ایف بی

حلقہ انتخاب ۱۶۶ - دو مجور

۵۲۳	۱۔ امر بھدار - آزاد
۶۵۲۷۷	۲۔ جوئے کشن بھری - سی پی آئی (ایم)
۲۹۷۲۳	۳۔ سہن لائے - آئی این سی

۲۰۲۔ سدھیشور بھری - آزاد

۱۵۲۷۹۲	ووٹوں کی کل تعداد
۱۱۷۸۲۶	ڈالے گئے ووٹ
۱۸۷۱	رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: جوئے کشن بھری - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۶۷ - جکت بلو پور

۲۱۰	۱۔ ادینا تھ بھری - آزاد
۵۵۵۴۵	۲۔ محمد انصار الدین - سی پی آئی (ایم)
۴۲۹	۳۔ ہائی پورل - آزاد
۲۲۷۵۲	۴۔ پیورا اندا بھری - آئی این سی
۲۰۳	۵۔ شاہین پور - آزاد
۱۲۷۸۵۵	ووٹوں کی کل تعداد
۱۰۲۷۶۳	ڈالے گئے ووٹ
۱۶۲۲	رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: محمد انصار الدین - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۶۸ - پانڈ

۳۱۹	۱۔ اجوئے سہیل - آزاد
۴۲۶۳	۲۔ شیخ انور علی - آئی این سی
۱۵۷۶	۳۔ بھوئے چاند خان - آزاد
۴۷۸۸۱	۴۔ سہیل دانا گھوش - لے آئی ایف بی
۲۰۲	۵۔ سونل شاو - آزاد
۱۲۱۹۱۹	ووٹوں کی کل تعداد
۹۳۵۹۰	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۳۹	رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: سہیل دانا گھوش - لے آئی ایف بی

حلقہ انتخاب ۱۶۹ - سنکرپل (سٹیٹو لڈ کاسٹ)

۲۲۸۸۰	۱۔ نیتاندا بھریا - آئی این سی
-------	-------------------------------

۵۳۱۷۶ - بھریا بھری - سی پی آئی (ایم)

۱۳۰۰۳۵	ووٹوں کی کل تعداد
۹۹۵۹۶	ڈالے گئے ووٹ
۱۵۳۰	رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: بھریا بھری - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۷۰ - اوپریا شال

(سٹیٹو لڈ کاسٹ)

۴۲۷۸۹	۱۔ گوہند اسہا - آئی این سی
۸۶۲	۲۔ دشوانا بھری - آزاد
۴۶۸۴۶	۳۔ راج کمار منڈل - سی پی آئی (ایم)
۲۰۲	۴۔ راجندرنا بھری - آزاد
۱۲۷۳۶۲	ووٹوں کی کل تعداد
۹۲۱۸۷	ڈالے گئے ووٹ
۱۵۸۶	رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: راجندرنا منڈل - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۷۱ - اوپریا بھری

۲۸۰	۱۔ اچوتا منڈل - آزاد
۳۲۰۷۱	۲۔ امر بھری (بھری) - آئی این سی
۲۷۰۰۰	۳۔ شیخ علی احمد - آزاد
۶۵۹	۴۔ کمل دت - بی جے پی
۱۳۷	۵۔ چندرا بھاشی کیل - آزاد
۳۵۸	۶۔ جتا بھری - آئی سی این سی
۲۱۷	۷۔ زیش چندرا کارن - آزاد
۲۸۴۸۸	۸۔ رہندرنا گھوش - لے آئی ایف بی
۱۳۰	۹۔ سدھیشور پانڈ - آزاد
۲۰۶	۱۰۔ شیخ اسرار علی - آزاد
۱۲۰۸۹۵	ووٹوں کی کل تعداد
۹۲۷۶۰	ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ

۱۰۰۴

منتخب ہوئے: امر نرجی (جوبی)۔ آئی این سی

حلقہ انتخاب ۱۷۲۔ شیابپور

۱۔ گھوڑی ادک۔ لے آئی ایف بی ۸۴۲۲۸

۲۔ سبھے دیب گھولائی۔ آزاد ۲۲۹

۳۔ دیب این بیرا۔ جتا ۱۲۶۰

۴۔ شیسر کمر سین۔ آئی این سی ۲۲۱۲۵

۵۔ سبھے براتو داس۔ آزاد ۱۳۵

ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۷۲۳۳

ڈالے گئے ووٹ ۹۳۷۹۲

رد کردہ ووٹ ۱۱۷۵

منتخب ہوئے: گھوڑی ادک۔ لے آئی ایف بی

حلقہ انتخاب ۱۷۳۔ باگن

۱۔ ایشل سابتا۔ آزاد ۲۶۵

۲۔ نیر پیا چٹری۔ سہلی آئی ایم ۵۱۸۰۰

۳۔ بدوت کمار گوٹھی۔ آزاد ۱۸۷

۴۔ شام سندھ دروائے۔ آزاد ۲۲۹

۵۔ سوشانتو بھٹا چاریہ۔ آئی این سی ۲۶۳۳۹

ووٹوں کی کل تعداد ۱۲۳۲۲۸

ڈالے گئے ووٹ ۱۰۰۲۲۲

رد کردہ ووٹ ۱۲۰۴

منتخب ہوئے: نیر پیا چٹری۔ سہلی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۷۴۔ کھیاں پور

۱۔ اسیت منرا۔ آئی این سی ۲۷۹۳۸

۲۔ درگا بد پرماک۔ آزاد ۱۸۱

۳۔ بنا کمار کاپریا۔ آزاد ۳۷۲

۴۔ نیٹائی چرن ادک۔ سہلی آئی ایم ۲۷۲۷۲

۵۔ پرتاپ چند رائے۔ آزاد ۳۰۳

ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۰۰۰۳

ڈالے گئے ووٹ ۸۷۱۷۵

رد کردہ ووٹ ۱۱۰۹

منتخب ہوئے: نیٹائی چرن ادک۔ سہلی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۷۵۔ آنتہ

۱۔ آفتاب الدین منڈل۔ آئی این سی ۳۹۸۰۳

۲۔ تلسی نارائن داس۔ آزاد ۷۸۸

۳۔ بریندانا تھ کوئے۔ سہلی آئی ایم ۵۰۷۵۱

۴۔ سوشانتو چندر۔ آزاد ۲۸۱

۵۔ شیخ عبدالرشید۔ لوک دل ۲۲۱

ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۷۷۸۰

ڈالے گئے ووٹ ۹۳۳۱۷

رد کردہ ووٹ ۱۲۵۲

منتخب ہوئے: بریندانا تھ کوئے۔ سہلی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۷۶۔ ادوب نارائن پور

۱۔ سروج کرار۔ آئی این سی ۲۷۷۹۵

۲۔ جرنجی باگ۔ آزاد ۲۷۲

۳۔ پتال ماجی۔ سہلی آئی ایم ۲۷۷۲۶

۴۔ بادل باگ۔ آزاد ۱۶۳

۵۔ ساکول بھوشن ہاجرا۔ جتا ۷۲۰

ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۱۸۲۸

ڈالے گئے ووٹ ۹۲۸۸۴

رد کردہ ووٹ ۹۹۶

منتخب ہوئے: پتال ماجی۔ سہلی آئی ایم

ضلع مگلی

حلقہ انتخاب ۱۷۷۔ جٹی پارہ

۱۔ گوپی ناتھ دے۔ بلجے بی ۹۰۶

۲۔ دوک پندار کھرچی۔ آئی این سی۔ ۱۵۰۶

۳۔ مندر ناتھ جانا۔ سہلی آئی ایم ۳۱۸۱

ووٹوں کی کل تعداد ۲۰۷۱۹

ڈالے گئے ووٹ ۱۶۸۸۷

رد کردہ ووٹ ۲۹۴

منتخب ہوئے: مندر ناتھ جانا۔ سہلی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۷۸۔ جڈی تلہ

۱۔ امریندر ناتھ ادک۔ آزاد ۱۳

۲۔ علی حسین جھوار۔ آئی این سی ۰۰۲۲۷

۳۔ مان گوٹھی۔ سہلی آئی ایم ۵۵۵۲۳

۴۔ پھرائی دو اور کار پرشو۔ بی جے پی ۷۷۶

۵۔ سبھے پانی مانا۔ آزاد ۱۹۰۴

ووٹوں کی کل تعداد ۱۳۴۱۰۰

ڈالے گئے ووٹ ۱۰۰۷۰۰

رد کردہ ووٹ ۱۹۱۷

منتخب ہوئے: مان گوٹھی۔ سہلی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۷۹۔ اتر پارہ

۱۔ جگت چٹری۔ آئی این سی ۲۹۷۵۷

۲۔ بنائی کھرچی۔ آزاد ۸۸۷

۳۔ شنودیپ ترپاٹھی۔ آزاد ۵۱۶

۴۔ ستاشری چٹری۔ سہلی آئی ایم ۵۷۱۸۲

ووٹوں کی کل تعداد ۱۵۱۷۰

ڈالے گئے ووٹ ۱۱۰۳۸۱

رد کردہ ووٹ ۲۰۳۹

منتخب ہوئے: ستاشری چٹری۔ سہلی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۸۰۔ سیرام پور

۱۔ اجیت باگ۔ سہلی آئی ایم ۲۱۷۵۲

رد کردہ ووٹ ۱۰۲۳
منتخب ہوئے: شانتی چٹرجی - نامہ ڈیوچ (دکھ)

حلقہ انتخاب ۱۸۶ - چنورہ

۱۔ چندرکار دے - آئی این سی ۲۳۹۳۰
۲۔ دلیپ داس - آزاد ۹۲۹
۳۔ دینندرانا تھ ماسی - آزاد ۵۲۰
۴۔ زیندرانا تھ دے - لے آئی این بی
۵۲۰۳۹
۱۳۱۲۲۸
۹۸۹۳۵
ڈالے گئے ووٹ
۱۵۰۷
منتخب ہوئے: زیندرانا تھ دے - لے آئی این بی

حلقہ انتخاب ۱۸۷ - بالاسریہ

۱۔ پریش ناتھ سکھری - آزاد ۱۱۸
۲۔ پرابیر سنگھ گپت - سی پی آئی (ایم) ۲۷۱۷۵
۳۔ روبن سکھری - آئی این سی ۲۳۲۰۲
۴۔ روبندرادت - آزاد ۱۱۳۶
۵۔ سنت محمدار - جنتا ۱۱۸۶
۱۲۰۷۲۲
۹۲۳۹۵
ڈالے گئے ووٹ
۱۳۷۶
رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: پرابیر سنگھ گپت - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۸۸ - بلاگرہ

شیدولہ کاسٹ

۱۔ اینیش پرائانک - سی پی آئی (ایم) ۵۵۰۶۸
۲۔ گپال کرشنا دھر - آئی این سی ۳۸۲۷۵
۳۔ جنتا ناتھ برال - آزاد ۵۷۹

حلقہ انتخاب ۱۸۳ - سیگور

۱۔ اشیم کمار گھوش - آزاد ۲۲۵
۲۔ تلداانی داس - آزاد ۷۸۷
۳۔ ناراپدوسادھو خان - آئی این سی ۳۹۸۲۲
۴۔ دوگی جاپرشد دھیا جادیہ - آزاد ۲۱۲۸
۵۔ بدوت کمار داس - سی پی آئی (ایم) ۵۲۲۸۵
۱۱۷۹۹۱
۹۷۲۶۲
۱۷۷۲
رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: بدوت کمار داس - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۸۴ - ہری پال

۱۔ توسر سنگھ رائے - آئی این سی ۳۶۳۸۳
۲۔ پرساش سنگھ - آزاد ۲۹۹
۳۔ بولائی بنرجی - سی پی آئی (ایم) ۵۲۲۸۰
۴۔ محمد نصیر الدین - آزاد ۱۲۳
۵۔ ستیش مال - آزاد ۶۱۲
۱۰۹۰۳۰
۹۳۰۸۹
۱۱۹۱
رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: بولائی بنرجی - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۸۵ - تارکپور

۱۔ اشیم کمار پال - جے بی ۳۳۳
۲۔ تارک چند ساو - آزاد ۱۰۰
۳۔ بولائی دل سینگھی - آئی این سی ۳۲۶۳۵
۴۔ شانتی چٹرجی - نامہ ڈیوچ (دکھ) ۲۹۲۵۲
۵۔ شیم لال اجارچی - آزاد ۷۷۸
۱۰۳۲۸۷
۸۶۱۲۲
ڈالے گئے ووٹ

۷۲۲ - رچندرہری - آزاد

۵۱۹۵۸ - ارون کمار گوسوامی - آئی این سی
۵۵۲ - دھاش سنگھ دھما - آزاد
۴۰۹ - دھرم سنگھ داس - آزاد
۱۴۷ - رام جی لال شاہی - آزاد
۱۳۷۲۸ - دیو لال تعداد
۹۶۸۴۲ - لے گئے ووٹ
۱۶۰۴ - رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: ارون کمار گوسوامی - آئی این سی

حلقہ انتخاب ۱۸۱ - جامپانی

۱۸۹ - اشوک چکورتی - آزاد
۲۸۲۳۶ - محموری سنگھ بنرجی - آئی این سی
۱۱۳۵ - پرادیب کمار گھوش - آزاد
۸۲۶ - ششاد حقوتم - آزاد
۲۵۰ - شانتی سکھ بادھیہ - آزاد
۵۳۷۴۷ - سنیل سنگھ - سی پی آئی (ایم)
۱۵۰۲۹۲ - ددڑوں کی کل تعداد
۱۰۶۲۸۰ - ڈالے گئے ووٹ
۱۸۷۷ - رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: سنیل سنگھ - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۱۸۲ - چندرنگ

۴۷۷۴۳ - اکیل کمار سکھری - آئی این سی
۵۳۸۱۶ - سندھ جیٹو بادھیہ - سی پی آئی (ایم)
۵۱۹ - سرفاتھ سینڈ - آزاد
۳۲۲ - منجھے موگے دت - آزاد
۱۳۵۸۱۶ - ددڑوں کی کل تعداد
۱۰۳۹۷۲ - ڈالے گئے ووٹ
۱۵۵۰ - رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: سندھ جیٹو بادھیہ - سی پی آئی (ایم)

دوڑوں کی کل تعداد ۱۱۷۲۸۷
ڈالے گئے ووٹ ۹۵۷۶۵
رد کردہ ووٹ ۱۸۴۳
منتخب ہوئے : اینٹاش پرامک ۔ سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۸۹ - بانڈوا
۱۔ رشکیش گھوش ۔ آئی این سی ۴۱۰۴۶
۲۔ دیب نارائن چکورتی سہیل آئی ایم ۶۲۳۱۶
۳۔ نینا بھجیا جاریہ ۔ آزاد ۶۶۸
ووڑوں کی کل تعداد ۱۲۹۲۷۴
ڈالے گئے ووٹ ۱۰۵۶۲۹
رد کردہ ووٹ ۱۶۰۹
منتخب ہوئے : دیب نارائن جیو دتی ۔
سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۰ - پوہ
۱۔ تین داس گپتہ ۔ آئی این سی ۲۰۲۵۶
۲۔ برووگوپال بھوگی ۔ سہیل آئی ایم ۵۱۸۶۲
۳۔ بھارنبرجی ۔ آزاد ۲۳۶
ووڑوں کی کل تعداد ۱۱۰۳۹۶
ڈالے گئے ووٹ ۹۴۷۰۳
رد کردہ ووٹ ۱۱۲۷
منتخب ہوئے : برووگوپال بھوگی ۔ سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۱ - دھنیا کھالی (شیڈولڈ کاسٹ)
۱۔ ایشی ناتھ پاترا ۔ آئی این سی ۲۰۱۸۸
۲۔ کریا سندھو ساہا ۔ لے آئی ایف بی ۔
۵۵۹۰۰
ووڑوں کی کل تعداد ۱۱۲۵۵۳
رد کردہ ووٹ ۹۷۲۳۸

رد کردہ ووٹ ۔ ۱۱۵۰
منتخب ہوئے : کریا سندھو ساہا
(لے آئی ایف بی)

حلقہ انتخاب ۱۹۲ - پرسورہ
۱۔ کال کرشنا گھوش ۔ آزاد ۲۲۵
۲۔ ڈاکٹر تین بیرا ۔ آزاد ۲۶۷
۳۔ ونوپدو بیرا ۔ سہیل آئی ایم ۵۱۶۷۷
۴۔ مناشی رائے ۔ آئی این سی ۳۷۸۷۳
ووڑوں کی کل تعداد ۱۰۷۵۶۹
ڈالے گئے ووٹ ۹۱۰۶۲
رد کردہ ووٹ ۱۰۲۰
منتخب ہوئے : ونوپدو بیرا ۔ سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۳ - کھنڈا کل (شیڈولڈ کاسٹ)
۱۔ باسودیب ہاجہ ۔ آئی این سی ۴۰۸۵۹
۲۔ شنگرماستی ۔ آزاد ۱۰۱۷
۳۔ سچندراناث ہاجہ ۔ سہیل آئی ایم ۵۶۲۶۳
ووڑوں کی کل تعداد ۱۲۰۵۰۱
ڈالے گئے ووٹ ۹۹۵۸۱
رد کردہ ووٹ ۱۴۴۲
منتخب ہوئے : سچندراناث ہاجہ ۔ سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۴ - آرام باغ
۱۔ عبدالمان ۔ آئی این سی ۴۷۷۹۹
۲۔ ڈاکٹر نیکینا ۔ آزاد ۳۰۸
۳۔ بینوداس ۔ سہیل آئی ایم ۶۰۰۹۷
۴۔ مدن بالدار ۔ بی جے پی ۱۲۳۲
۵۔ شیخ محمد کریا ۔ آزاد ۳۲۶
ووڑوں کی کل تعداد ۱۳۴۷۹۳

ڈالے گئے ووٹ ۱۱۱۰۰۵
رد کردہ ووٹ ۱۲۳۱
منتخب ہوئے : بینوداس ۔ سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۵ - گکوگھاٹ
(شیڈولڈ کاسٹ)
۱۔ انور لے ۔ آئی این سی ۳۲۲۳۲
۲۔ ملک شیب پرشاد ۔ لے آئی ایف بی ۶۵۷۱۸
ووڑوں کی کل تعداد ۱۲۷۶۶۳
ڈالے گئے ووٹ ۱۰۱۸۵۱
رد کردہ ووٹ ۱۷۰۱
منتخب ہوئے : ملک شیب پرشاد ۔ لے آئی ایف بی

ضلع مدنا پور
حلقہ انتخاب ۱۹۶ - چندراکود
۱۔ اویا جی چکورتی سہیل آئی ایم ۵۶۲۶۱
۲۔ پنہان سنگھ ۔ آزاد ۱۲۰
۳۔ شیخ خلیل الرحمن ۔ آئی این سی ۲۰۹۱۲
ووڑوں کی کل تعداد ۱۵۸۹۹
ڈالے گئے ووٹ ۸۸۸۱
رد کردہ ووٹ ۰۸۸
منتخب ہوئے : اویا جی چکورتی ۔ سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۷ - گکوال (شیڈولڈ کاسٹ)
۱۔ سوراناٹھ کھار ۔ آزاد ۳۲
۲۔ مرحدون دولہا ۔ آئی این سی ۲۸۰۶
۳۔ بومن چندر دولہا ۔ بی جے پی ۹۲
۴۔ رتن چندا بھجیا ۔ سہیل آئی ایم ۸۳۱۸
ووڑوں کی کل تعداد ۳۵۸۲
ڈالے گئے ووٹ ۵۲۰۶

رد کردہ ووٹ - ۱۱۵۸
منتخب ہوئے: چند و پیرا - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۸ - داس پور

۱۔ پریش منڈل - آئی این سی ۲۸۰۲۵
۲۔ پرہمیش پوڈیکار - سہیل آئی ایم ۵۰۲۲۲
۳۔ سدا شگورائی - آزاد ۲۲۳
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۲۵۷
ڈالے گئے ووٹ ۸۹۵۰۵
رد کردہ ووٹ ۹۱۲
منتخب ہوئے: پرہمیش پوڈیکار - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۱۹۹ - نندن پور

۱۔ چایا پیرا - سہیل آئی ایم ۴۹۹۲۲
۲۔ نرمل داسی - آئی این سی ۳۶۳۴۱
ووٹوں کی کل تعداد ۹۹۸۹۱
ڈالے گئے ووٹ ۸۳۲۶۹
رد کردہ ووٹ ۱۲۰۶
منتخب ہوئے: چایا پیرا - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۲۰۰ - پانکورتہ مغرب

۱۔ اسیت برن سانشا - آئی این سی ۳۰۹۷۴
۲۔ عمر علی - سہیل آئی ۵۲۲۱۶
۳۔ کرشن پرشاد سانشا - آزاد ۲۳۹
۴۔ جگدیش پانچ - آزاد ۳۶۲
۵۔ دیپ کار جگورتی - آزاد ۵۷۶
۶۔ پنت پون نامتی - آزاد ۱۶۲
۷۔ شیخ زرخشا - مسلم لیگ ۲۶۳
ووٹوں کی کل تعداد ۱۰۹۶۶۷
ڈالے گئے ووٹ ۸۵۹۲۳

رد کردہ ووٹ - ۹۲۹
منتخب ہوئے: عمر علی - سہیل آئی

حلقہ انتخاب ۲۰۱ - پانکورتہ مشرق

۱۔ کلپنا داس - ایس بی آئی ۲۵۴۸
۲۔ بنال بالال - آزاد ۵۲۲
۳۔ پیمان شکر پراک - آزاد ۳۶۷
۴۔ ریندرا بگ - آئی این سی ۳۷۱۸۱
۵۔ سیتا رام - سہیل آئی ایم ۳۱۶۳۲
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۱۷۰
ڈالے گئے ووٹ ۹۰۰۷۵
رد کردہ ووٹ ۱۰۰۹
منتخب ہوئے: سیتا رام - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۲۰۲ - ٹھوکی

۱۔ انیل چندرا موری - آئی این سی ۳۹۸۸۸
۲۔ اہندر امرا - آزاد ۳۱۳
۳۔ اسوتی سانشا - ایس بی آئی ۴۲۸۵
۴۔ نگیند رانا تھ پناک - آزاد ۶۳۲
۵۔ سراجیت سارن باگی - سہیل آئی ۲۸۲۷۹
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۳۸۵۲
ڈالے گئے ووٹ ۹۴۹۹۰
رد کردہ ووٹ ۱۲۹۲
منتخب ہوئے: سراجیت سارن باگی - سہیل آئی

حلقہ انتخاب ۲۰۳ - مینا

۱۔ گوہاری گھوش - آزاد ۸۲۰۲
۲۔ ناکل جانا - ایس بی آئی ۲۲۳۶
۳۔ پولی پیرا - سہیل آئی ایم ۵۱۲۳۲
۴۔ مانسارنجی پیل - آزاد ۱۷۶

۵۔ رنجی رائی دیب - آئی این سی ۲۹۹۹۷
۶۔ سینہ بن - آزاد ۲۹۴
ووٹوں کی کل تعداد ۱۱۳۷۴۳
ڈالے گئے ووٹ ۹۳۲۶۸
رد کردہ ووٹ ۱۱۲۱
منتخب ہوئے: پولی پیرا - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۲۰۴ - مہیش دل

۱۔ بدھا دیب جھوک - آزاد ۱۷۲۱
۲۔ شوکل داس - آئی این سی ۲۹۱۷۹
۳۔ سیریا جگورتی - سہیل آئی ایم ۴۰۱۱۹
ووٹوں کی کل تعداد ۹۸۸۶۳
ڈالے گئے ووٹ ۸۲۰۶۵
رد کردہ ووٹ ۱۰۲۶
منتخب ہوئے: سیریا جگورتی - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۲۰۵ - سوامی (ڈیڑولا کاسٹ)

۱۔ زیندر رانا تھ پاترا - آئی این سی ۵۰۴۳۸
۲۔ بخش چندر سیٹھ - سہیل آئی ایم ۶۲۴۷۷
ووٹوں کی کل تعداد ۱۳۸۸۷۲
ڈالے گئے ووٹ ۱۱۴۲۵۱
رد کردہ ووٹ ۱۳۳۶
منتخب ہوئے: بخش چندر سیٹھ - سہیل آئی ایم

حلقہ انتخاب ۲۰۶ - نند گرام

۱۔ دیویش شکر پانڈا - آئی این سی ۳۱۹۱۴
۲۔ پوٹیش کانتی بونیہ - ایس بی آئی ۱۱۱۳
۳۔ شانتی پرشاد پیل - سہیل آئی ۷۷۸۶
ووٹوں کی کل تعداد ۱۶۵۹۱
ڈالے گئے ووٹ ۱۱۹۸۵

دو گروہ دست
منتخب ہوئے: بنگلہ پرنسپال سہیل آئی

۱۱۷۲

۵۔ سینٹرل پانک - ڈیوبی ایس پی ۴۶۳۹۷
دو ٹروں کی کل تعداد ۹۹۹۹۸

ڈالے گئے ووٹ ۸۰۷۲۱

رد کردہ ووٹ ۹۲۶

منتخب ہوئے: سینٹرل پانک - ڈیوبی ایس پی

حلقہ انتخاب ۲۱۱ - کونسا کی شمال

۱۔ اینل کمارتا - جنتا ۱۲۶۷

۲۔ تورون پردھان - آزاد ۳۸۳

۳۔ دو جندہ مانتی - آئی این سی ۳۸۷۸۸

۴۔ رام شنکر کور - سہیل آئی (ایم) ۴۲۰۷۷

دو ٹروں کی کل تعداد ۱۰۳۹۸۲

ڈالے گئے ووٹ ۸۳۴۲۱

رد کردہ ووٹ ۹۲۶

منتخب ہوئے: رام شنکر کور - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۱۱ - کونسا کی جنوب

۱۔ سیرادھیکاری - آزاد ۴۴۷۷

۲۔ گنل داس - آزاد ۱۳۹

۳۔ پریتوش داس - آزاد ۲۲۱

۴۔ بیل پردھان - آزاد ۲۱۰

۵۔ مریشال کانتی پانڈا - بی جے پی ۶۰۱

۶۔ سیلا جاکر داس - آئی این سی ۳۳۹۱۶

۷۔ سنتوش کمار رانا - آزاد ۱۸۷

۸۔ سکیندھ مانتی - سہیل آئی ۳۷۵۷۰

دو ٹروں کی کل تعداد ۱۰۵۰۱۲

ڈالے گئے ووٹ ۷۸۴۸۷

رد کردہ ووٹ ۱۱۵۶

منتخب ہوئے: سکیندھ مانتی - سہیل آئی

حلقہ انتخاب ۲۱۲ - رام نگر

۱۔ ہمنووت - آئی این سی ۳۵۷۹۸

۲۔ بلانی لال داس مہاپاترا - جنتا ۱۶۶۲

۳۔ سدھیر کمار گری - سہیل آئی (ایم) ۵۱۸۲۷

۴۔ سواشی دے - آزاد ۳۹۸

دو ٹروں کی کل تعداد ۱۱۹۷۵۲

ڈالے گئے ووٹ ۹۱۰۴۹

رد کردہ ووٹ ۱۲۶۴

منتخب ہوئے: سدھیر کمار گری - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۱۳ - اگرا

۱۔ ادھر چند رائے - بی جے پی ۲۲۹

۲۔ اولیہ داس - آزاد ۷۵

۳۔ کھنڈرا موہن ساو - آئی این سی ۳۶۷۹۵

۴۔ شمس العالم خاں - آزاد ۸۹۳

۵۔ پردیو دھاس مہاپاترا - جنتا ۹۹۲

۶۔ پرابوہ چندریا - ڈی ایس پی ۴۴۰۹۸

دو ٹروں کی کل تعداد ۱۰۸۰۸۸

ڈالے گئے ووٹ ۸۳۹۷۱

رد کردہ ووٹ ۸۸۹

منتخب ہوئے: پرابوہ چند رائے - ڈی ایس پی

حلقہ انتخاب ۲۱۴ - ٹنگیرہ

۱۔ اردن کمار داس - آزاد ۱۵۵

۲۔ کرن موہن نندا - ڈیوبی ایس پی ۴۷۸۹۸

۳۔ کرشنا چیتھ موہن نندا - آئی این سی ۳۲۰۴۵

۴۔ جوتن رائے آزاد ۱۴۰۳

۵۔ سدرشن رائے - جنتا ۲۲۱

۶۔ سدانند دے - بی جے پی ۲۲۵

دو ٹروں کی کل تعداد ۹۸۲۳۷

حلقہ انتخاب ۲۱۵ - رنگھٹ

۱۔ اہنڈا مسرا - آزاد ۸۲۹

۲۔ بنگم باری مانتی - ڈیوبی ایس پی ۵۰۲۴۱

۳۔ جولا ناتھ دینا دا - بی جے پی ۷۵۸

۴۔ سوہندو بنیر - آئی این سی ۴۰۷۳۸

۵۔ بانگلو شیکھ مانتی - آزاد ۷۶

دو ٹروں کی کل تعداد ۱۱۷۵۶۶

ڈالے گئے ووٹ ۹۳۸۳۸

رد کردہ ووٹ ۱۲۲۶

منتخب ہوئے: بنگم باری مانتی - ڈیوبی ایس پی

حلقہ انتخاب ۲۱۸ - جگوان پور

۱۔ جانا ہر پیدو - آئی این سی ۳۴۰۹۳

۲۔ نونگا گوپال مانتی - آزاد ۳۲۴

۳۔ نیرا داس مہاپاترا - ایس بی آئی ۱۷۱۴

۴۔ پراہان پراساں - سہیل آئی (ایم) ۴۱۷۷۷

۵۔ ہری ہر مسرا - آزاد ۸۶

دو ٹروں کی کل تعداد ۹۶۲۳۶

ڈالے گئے ووٹ ۷۸۷۱۹

رد کردہ ووٹ ۷۲۵

منتخب ہوئے: پراہان پراساں - سہیل آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۱۹ - کجوری (ٹینڈلہ کاسٹ)

۱۔ ایش کمار پاترا - آزاد ۱۲۵۲

۲۔ سائنو منڈل - آئی این سی ۲۱۰۳۲

۳۔ مانک چند منڈل - آزاد ۲۹۱

۴۔ جندمانا مہاپاترا - ۸۰۳

۱۰۵۹۱۲	دوڑوں کی کل تعداد -	۵۰۰۳۱	۵ - ہری پور جانا - ڈکائی پی	۸۲۴۱۲	لے گئے ووٹ -
۸۶۵۱۷	ڈالے گئے ووٹ	۱۰۵۹۲۸	دوڑوں کی کل تعداد	۷۲۵	ردہ ووٹ
۱۰۵۲	رد کردہ ووٹ	۸۸۸۹۵	ڈالے گئے ووٹ		نب ہوئے، کن موٹے خندار ڈیوبی ایس بی
	منتخب ہوئے: سوسائٹی گوشہ - سی پی آئی (ایم)	۷۹۷	رد کردہ ووٹ		قرانتخاب ۲۱۵ پٹاش پور
	حلقہ انتخاب ۲۲۱ - جھڑیا مغرب (ٹینڈولڈ کاسٹ)		منتخب ہوئے: ہری پور جانا - ڈکائی پی		

۲۰۸۶	۱ - اجیت دولے آزاد	۳۲۷	حلقہ انتخاب ۲۱۸ - دہرا	۲۱۸۵	اوجا بان پچھ - جین
۳۵۲۷۲	۲ - کنگوردی کلاس - آئی این سی	۷۲۸	۱ - شیخ احمد محمد الدین - آزاد	۲۷۹۱۵	کھنکھ نندن داس ہا پٹا سہی پائی آئی
۵۰۸۰۸	۳ - کرشنا پرشاد دولے - سی پی آئی (ایم)	۳۷۸۸۰	۲ - بیابا دیب منٹل - آزاد	۳۷۹۵۵	پرپریت کمار جانتی - آئی این سی
۱۱۲۲۹۷	دوڑوں کی کل تعداد	۴۰۲۰۶	۳ - شیخ جیا نگریم - سی پی آئی (ایم)	۱۹۵	وہنے کرشنا داس ہا پٹا ترا - آزاد
۸۹۳۸۹	ڈالے گئے ووٹ	۱۰۸۰۳۲	۴ - شیخ محمد آورو - آئی این سی	۱۰۶۲۷۰	دوڑوں کی کل تعداد
۱۲۲۱	رد کردہ ووٹ	۹۰۶۲۵	دوڑوں کی کل تعداد	۹۰۱۹۶	ڈالے گئے ووٹ
	منتخب ہوئے: کرشنا پرشاد دولے - سی پی آئی (ایم)	۱۲۸۳	ڈالے گئے ووٹ	۹۳۶	رد کردہ ووٹ
	حلقہ انتخاب ۲۲۲ - سلہونی		رد کردہ ووٹ		منتخب ہوئے: کھنکھ نندن داس ہا پٹا ترا (سی پی آئی)
			منتخب ہوئے: شیخ جیا نگریم - سی پی آئی (ایم)		

۵۹۸	۱ - اجیت کمار خان - آزاد		حلقہ انتخاب ۲۱۹ - کیشور (ٹینڈولڈ کاسٹ)		حلقہ انتخاب ۲۱۶ - سبک
۱۲۵	۲ - جگت سار - آزاد	۵۵۷۷۶	۱ - ہانگشونار - سی پی آئی (ایم)	۲۷۵	۱ - بیوند ہاری ماسیتی - آزاد
۷۱۳۸	۳ - خاکو داس ہاتر - آزاد	۳۱۴	۲ - کھاندورام دھل - آزاد	۱۳۵۰	۲ - بھوشن چند رامنڈل - ایسوسی آئی
۲۳۸۷۳	۴ - بسنتی ہاتر - آئی این سی	۵۷۶	۳ - جوت ناتھ دولوی - آزاد	۲۵۲۷۶	۳ - منشی رجنی جونیہ - آئی این سی
۲۷۱	۵ - سورسنگا پٹرا - آزاد	۳۲۵۵۰	۴ - راجانی کانت دولوی - آئی این سی	۲۲۲۶۱	۴ - ہرے کرشنا ساسنا - سی پی آئی (ایم)
۹۱۳۳	۶ - سندو ہاجرا - سی پی آئی (ایم)	۱۱۵۲۳۲	دوڑوں کی کل تعداد	۱۰۱۰۰۰	دوڑوں کی کل تعداد
۱۰۶۹۹۵	دوڑوں کی کل تعداد	۱۰۰۲۲۹	ڈالے گئے ووٹ	۹۰۰۹۶	ڈالے گئے ووٹ
۱۷۷۳۲	ڈالے گئے ووٹ	۱۲۱۳	رد کردہ ووٹ	۷۳۴	رد کردہ ووٹ
۳۶۵	رد کردہ ووٹ		منتخب ہوئے: ہانگشونار - سی پی آئی (ایم)		منتخب ہوئے: منشی رجنی جونیہ - آئی این سی
	منتخب ہوئے: سندو ہاجرا - سی پی آئی (ایم)				

	حلقہ انتخاب ۲۲۰ - گارٹیا مشرق		حلقہ انتخاب ۲۱۷ - پنگلا		
۳۶۹	۱ - اربیند گھورا - آزاد	۱۱۹	۱ - رشی کیشن گھول - آزاد		
۳۸۳۵۰	۲ - سوسائٹی گوشہ - سی پی آئی (ایم)	۴۱۹	۲ - دلی جیند رانا تھ ماسیتی - جین		
۳۶۶۲۶	۳ - پرونب رائے - آئی این سی	۱۵۶	۳ - دشوہر داسائی - آزاد		
		۲۰۲۸۳	۴ - سیکھار داس - آئی این سی		
	حلقہ انتخاب ۲۲۳ - مہنا پور				
۱۲	۱ - اجیت کمار کھڑا - آزاد				
۳۷۷۳	۲ - کھنکھ جن گوشہ - سی پی آئی				

حلقہ انتخاب ۲۲۸ - دانتن

۳۳۷	۱۔ ایندو مارہب سنگھ - آزاد
۵۷۲۷۸	۲۔ کنائی بھوک - سی پ آئی
۲۷۳۶۷	۳۔ دیپ کمار داس - آئی این سی
۱۰۵۶	۴۔ ہنس داس - آزاد
۱۶۷	۵۔ سوگندھیا سرا - آزاد
۱۱۳۵۹۳	دوڑوں کی کل تعداد
۱۷۷۰۹	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۰۴	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: کنائی بھوک - سی پ آئی	

حلقہ انتخاب ۲۲۹ - نیا گرام
(ہندوؤں کا انتخاب)

۲۷۷۰۶	۱۔ انشا سرن - سی پ آئی (ایم)
۲۷۳۱	۲۔ کشو بھوین - آزاد
۲۰۹۸	۳۔ قہر سورین - آئی این سی
۶۵۲	۴۔ بانہ - آزاد
۵۶۰۱	۵۔ ندوں کی کل تعداد
۷۷۳۳	ڈالے گئے ووٹ
۷۷	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: انشا سورین - سی پ آئی (ایم)	

حلقہ انتخاب ۲۳۰ - گوپی بلو پور

۸	۱۔ اشوک سینا پتی - آزاد
۱	۲۔ الوک ادھیکاری - آزاد
۲۰	۳۔ گورو پری داس - آزاد
۲۷۶	۴۔ سنیل دے - سی پ آئی (ایم)
۲۰۹۸	۵۔ وجے کمار ساہو - آئی این سی
۹۸	۶۔ بھولانا تھ جنتو - آزاد
۷۵	۷۔ سویشل پتا - آزاد

۳۵۳۶۲	۴۔ رنجیت باسو - آئی این سی
۹۵۰	۵۔ مری ناتھ سنگھ - آزاد
۲۸۰	۶۔ شیخ محمود - آزاد
۱۲۲۵۱۷	دوڑوں کی کل تعداد
۹۲۵۲۵	ڈالے گئے ووٹ
۱۵۳۳	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: نجم الحق - سی پ آئی (ایم)	

حلقہ انتخاب ۲۲۶ - کینیا رھو پتہ (نائب)

۱۳۹۰	۱۔ دین ہاندا - آزاد
۳۱۶۴۰	۲۔ بدھان چندر لودو - آئی این سی
۵۶۴۹۸	۳۔ جیشور موہو - سی پ آئی (ایم)
۶۹۲	۴۔ ساگر ہرم - آزاد
۱۱۴۱۸۴	دوڑوں کی کل تعداد
۹۱۴۶۸	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۴۸	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: جیشور موہو - سی پ آئی (ایم)	

حلقہ انتخاب ۲۲۷ - نارائن گڑھ

۳۳۶۴۷	۱۔ تمبر بن پٹاری - آئی این سی
۸	۲۔ دیب سنگھ - آزاد
۱۱۶۶۵۵	۳۔ پنپانی پردھان - بیس پری آئی
۶۹۵۸۱	۴۔ مینو کے رنجی ملک - آزاد
۱۱۲۴	۵۔ بھوکتی بھوشن دے - سی پ آئی (ایم)
۱۱۲۴	۶۔ مہر کمار کولا - آزاد
۱۱۲۴	دوڑوں کی کل تعداد
۱۱۲۴	ڈالے گئے ووٹ
۱۱۲۴	رد کردہ ووٹ

۲۵۷	۴۔ پندرا لجن چندر رائے - آزاد
۳۳۹	۵۔ بھوکتی بھوشن گھوشی - آزاد
۲۷۵	۶۔ برہم داس میرن - آزاد
۵۸۵	۷۔ ملکشی کانت سین - بی جے پی
۱۱۱	۸۔ سید نادر ان کوٹال - آزاد
۴۶۹۴۹	۹۔ سیر رائے - آئی این سی
۱۴۰۵۲۰	دوڑوں کی کل تعداد
۱۰۵۴۳۶	ڈالے گئے ووٹ
۱۳۸۵	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: ملکشی کانت سین - بی جے پی	

حلقہ انتخاب ۲۲۳ - گھوگر پور شہر

۱۰۳	۱۔ اندرا کٹور مشرا - آزاد
۳۷۸۵۰	۲۔ گیان سنگھ سوہن پال - آئی این سی
۲۲۲۶	۳۔ پرا دیپ کمار پٹناک - بی جے پی
۲۰۲	۴۔ پریم کمار شرما - آزاد
۲۷۰۸۰	۵۔ جتندر امرا - سی پ آئی (ایم)
۲۸۵	۶۔ راجندر کٹور توارک - جنتا
۱۳۴	۷۔ سچندر کھو بادھیہ - آزاد
۲۲۶	۸۔ سوگندھیا سرا - آزاد
۱۳۱	۹۔ سوہن مائیٹی - آزاد
۱۱۶۶۵۵	دوڑوں کی کل تعداد
۶۹۵۸۱	ڈالے گئے ووٹ
۱۱۲۴	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: گیان سنگھ سوہن پال - آئی این سی	

حلقہ انتخاب ۲۲۵ - گھوگر پور - مضافات

۵۹۳	۱۔ کوتال جیشور - آزاد
۲۷۵	۲۔ تپن دے - آزاد
۵۴۵۴۲	۳۔ نجم الحق - سی پ آئی (ایم)

۲۸۵۳۰ دونوں کی کل تعداد

۸۲۸۰۱ ڈالے گئے دوٹ

۲۰۱۲ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: دوٹ ٹوڈو۔ سہی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۲۲۶ - ارس

۲۴۰۱ ۱۔ اجیت پرشاو ہاتو۔ آزاد

۲۱۶۸۱ ۲۔ کمار پندب۔ لے آئی ایف بی

۲۴۲۲ ۳۔ کمار سو باراناہی بی سی آئی

۳۹۲ ۴۔ چندرا موہن ہاتو۔ آزاد

۴۲۲ ۵۔ رمینی چند ہاتو۔ آزاد

۲۵۹ ۶۔ سریش کمار جگرورتی۔ آزاد

۳۲۹۹۶ ۷۔ کمار سنگھ دیو۔ آئی این سی

۱۱۵۵۹۲ دونوں کی کل تعداد

۸۳۴۹۲ ڈالے گئے دوٹ

۲۰۸۳ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: کمار پندب۔ لے آئی ایف بی

حلقہ انتخاب ۲۳۷ - جھاندا

۵۴۳ ۱۔ آدم ترن ہاتو۔ آزاد

۶۷۶ ۲۔ کومود رنجن ہاتو۔ آزاد

۲۲۷ ۳۔ دھرمendra ہاتو۔ آزاد

۹۰۲ ۴۔ ریندر ناتھ ہاتو۔ آزاد

۹۳۶ ۵۔ بیدیا ناتھ کئے ہاتو۔ آزاد

۲۷۱ ۶۔ لبت کٹور جوہری۔ آزاد

۲۳۱۷۹ ۷۔ ستیہ رنجن ہاتو۔ لے آئی ایف بی

۳۵۲۶۵ ۸۔ سہاسی چند ہاتو۔ آئی این سی

۱۱۱۲۶۹ دونوں کی کل تعداد

۸۲۰۱۰ ڈالے گئے دوٹ

۱۹۷۹ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: ستیہ رنجن ہاتو۔ لے آئی ایف بی

ضلع پیرولیا

حلقہ انتخاب ۲۲۳ بندولی

(شیڈولڈ کڑاٹ)

۱۲۲۰ ۱۔ پنیاخن سلین۔ آزاد

۲۸۲ ۲۔ بران کوشن سنگھ سردار۔ آزاد

۷۰۹۹ ۳۔ برینگھ مرگو۔ آزاد

۲۷۲۲ ۴۔ رام پرشاد ہاتو۔ آئی این سی

۲۳۲۲ ۵۔ کشمی رام کنگو۔ آئی این سی

۱۰۸۵۳۰ دونوں کی کل تعداد

۸۱۵۶۷ ڈالے گئے دوٹ

۱۷۶۸ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: کشمی رام کنگو۔ سہی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۲۳۷ مان بازار

۳۸۶۷۶ ۱۔ کل کانتا ہاتو۔ سہی آئی ایم)

۵۵۸ ۲۔ دشرنہ ہاتو۔ آزاد

۲۲۸۸۵ ۳۔ سیتا رام ہاتو۔ آئی این سی

۳۵۵ ۴۔ سوکار دیپن۔ آزاد

۱۲۱۱۲۵ دونوں کی کل تعداد

۹۴۱۳۷ ڈالے گئے دوٹ

۱۶۶۳ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: کل کانتا ہاتو۔ سہی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۲۳۵ جالارام پور

(شیڈولڈ کڑاٹ)

۳۶۱ ۱۔ اجتے ماہی۔ آزاد

۲۶۱ ۲۔ کالی پد سنگھ سردار۔ آزاد

۵۱۵۹۶ ۳۔ دوکم ٹوڈو۔ سہی آئی ایم)

۲۷۶۲ ۴۔ پینو سنگھ سردار۔ آزاد

۲۵۷۰۹ ۵۔ راک چندرا ماہی۔ آئی این سی

۶۹ برینگھ مرگو۔ آزاد

۱۱۸۲۳۵ دونوں کی کل تعداد

۹۲۳۲۲ ڈالے گئے دوٹ

۱۳۲۷ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: سنیل دے۔ سہی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۲۳۱ جھارگڑا

۲۷۵۵۵ ۱۔ ابانی بوشن ست پنچ۔ سہی آئی ایم)

۱۰۲۱ ۲۔ دھننچہ پیرا۔ آزاد

۲۹۲۰ ۳۔ پینچہ ہاتو۔ آزاد

۳۶۰۶۵ ۴۔ بھویش ہاتو۔ آئی این سی

۲۶۵ ۵۔ مرن ساو۔ آزاد

۶۳۸۵ ۶۔ موزر بنی ہاتو۔ آزاد

۲۸۳ ۷۔ رام کنتا سرکار۔ آزاد

۱۲۷۵۷ دونوں کی کل تعداد

۹۶۷۲۵ ڈالے گئے دوٹ

۲۱۵۱ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: ابانی بوشن ست پنچ۔ سہی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۲۳۲ بن پور (شیڈولڈ کڑاٹ)

۱۶۱ ۱۔ دکن مرگو۔ آزاد

۳۳۲۲۵ ۲۔ درگ ٹوڈو۔ سہی آئی ایم)

۱۹۵۸۳ ۳۔ ریندر ناتھ ہاتو۔ آزاد

۲۲۳۶۱ ۴۔ پنیاخن ہاتو۔ آئی این سی

۱۹۶ ۵۔ مہلی باکے۔ آزاد

۲۶۳ ۶۔ موہن جہرا۔ آزاد

۱۱۲۳۷۹ دونوں کی کل تعداد

۷۷۹۱۹ ڈالے گئے دوٹ

۱۷۱۰ رد کردہ دوٹ

منتخب ہوئے: درگ ٹوڈو۔ سہی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۲۳۸ جٹ پور

۱۔ بندیشور ہاتو۔ لے آئی ایف بی	۲۰۷۲۳
۲۔ سہاویہ باغی - آزاد	۵۱۸
۳۔ بھیرب ہاتو - آزاد	۱۲۵۶
۴۔ مہیرک رگھوپادھیہ - آزاد	۳۹۲
۵۔ شانتی رام ہاتو - آئی این سی	۳۶۵۱۱
۶۔ بشیر کبر شاہ واجوار - آزاد	۳۷۱
۷۔ باروہ تر - آزاد	۳۰۴
دورڈوں کی کل تعداد	۱۱۴۵۳۹
ڈالے گئے ووٹ	۸۲۲۷۱
رد کردہ ووٹ	۲۱۷۶
منتخب ہوتے بندیشور ہاتو۔ لے آئی ایف بی	

حلقہ انتخاب ۲۳۹ - برولی

۱۔ جھیدی لال جالان - آزاد	۲۹۹
۲۔ تارا پدو کھرجی - آزاد	۱۳۶۲
۳۔ پرنل کمار ہاتو - آزاد	۲۶۶
۴۔ مانسا کھرجی - سہیل آئی ایم	۲۷۵۳۰
۵۔ جاسنی کانت ہاتو - آزاد	۲۷۰
۶۔ برولی نندک - آزاد	۳۲۱
۷۔ شوکار رائے - آئی این سی	۲۲۰۰۲
دورڈوں کی کل تعداد	۱۲۵۹۷۳
ڈالے گئے ووٹ	۹۲۵۱۰
رد کردہ ووٹ	۲۲۲۸
منتخب ہوئے : مانسا کھرجی (سہیل آئی ایم)	

حلقہ انتخاب ۲۴۰ پارہ (شیدولڈ کاسٹ)

۱۔ کاشی ناتھ باوری - آئی این سی	۲۷۹۷۷
۲۔ گوہنڈا باوری - سہیل آئی ایم	۴۵۶۶
۳۔ جوشن باوری - ایس پی آئی	۴۵۵۱

مہاراشٹر نارائن رجوار - آزاد

۵۔ سہاویہ باغی - آزاد	۲۳۵
دورڈوں کی کل تعداد	۱۲۱۰۶۷
ڈالے گئے ووٹ	۸۷۱۸۸
رد کردہ ووٹ	۲۷۲۰
منتخب ہوئے : گوہنڈا باوری - سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۲۴۱ رگھوپادھیہ

۱۔ کلا سونا باوری - آزاد	۱۲۷۹
۲۔ گوبال داس - آئی این سی	۲۵۱۶۷
۳۔ شاہراگی - سہیل آئی ایم	۳۷۰۷۶
۴۔ نیچے باوری - ایس پی آئی	۱۰۰۷۶
دورڈوں کی کل تعداد	۱۰۸۸۲۶
ڈالے گئے ووٹ	۷۵۹۵۸
رد کردہ ووٹ	۲۳۶۰
منتخب ہوئے : شاہراگی - سہیل آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۲۴۲ کاشی پور

۱۔ اینیل بن مرہو - آئی این سی	۲۲۲۹۵
۲۔ کوشناجی - آزاد	۲۸۴
۳۔ نارائن چند مرہو - آزاد	۲۲۲۲
۴۔ مرہو میٹھراجی - ایس پی آئی	۱۳۹۵
۵۔ سریندر ناتھ ماجھی - سہیل آئی ایم	۲۰۷۰۱۰
دورڈوں کی کل تعداد	۱۰۵۷۲۶
ڈالے گئے ووٹ	۷۳۶۷۹
رد کردہ ووٹ	۲۱۶۲
منتخب ہوئے : سریندر ناتھ ماجھی (سہیل آئی ایم)	

حلقہ انتخاب ۲۴۳ جٹ پور

۱۔ ڈاکٹر امبریش مکھیا دھیہ - سہیل آئی ایم	۲۳۵۷۲
۲۔ نرنجن ہاتو - آزاد	۳۰۹
۳۔ پرکاش ہاتو - آئی این سی	۱۶۸۳
۴۔ بانکھار ہاتو - آئی این سی	۳۲۱۲
۵۔ پیکاش ہاتو - آئی این سی	۳۳۳۹۸
۶۔ ہکاش کور ہاتو - آزاد	۲۳۹
۷۔ شکتی پدو کھرجی - آزاد	۲۸۹
۸۔ ساگر چند ہاتو - آزاد	۲۹۷
دورڈوں کی کل تعداد	۱۰۷۶۳
ڈالے گئے ووٹ	۸۷۵۳۸
رد کردہ ووٹ	۲۳۷۷
منتخب ہوئے : ڈاکٹر امبریش مکھیا دھیہ (سہیل آئی ایم)	

ضلع بانڈوڑا

حلقہ انتخاب ۲۴۴ تالڈانگرا

۱۔ امیت جیترجی - آئی این سی	۵۸۸۵
۲۔ امیت پاترا - سہیل آئی ایم	۹۸۸۳
۳۔ کلیانی پرشاد دنا پتہ - آزاد	۸۰
۴۔ کالی پدو جیسرم - آزاد	۷۷۵
۵۔ تمسی داس بنرجی - جٹا	۲۲
۶۔ شہراگوبال ہاتو - آزاد	۱۹
۷۔ جیم سین منڈی - آزاد	۲
دورڈوں کی کل تعداد	۲۹۳۰
ڈالے گئے ووٹ	۲۵۴۲
رد کردہ ووٹ	۱۶۳
منتخب ہوئے : امیت پاترا (سہیل آئی ایم)	

حلقہ انتخاب ۲۲۵۔ رائے پور (شیڈولڈ قسٹ)

۱۔ اپنی لیکچر۔ سکال آف لایم	۵۲۹۵۲	۱۔ کنٹی نڈل۔ ایس پریکٹی	۱۲۳۷
۲۔ لایو روم۔ آزاد	۳۹۵۵	۲۔ تین بری۔ آئی این سی	۲۶۳۶۰
۳۔ لشکر جبرائیل۔ آزاد	۲۵۰۰	۳۔ لائین ریجنل روم۔ آزاد	۴۲۶
۴۔ مسلمان جبرائیل۔ آئی این سی	۲۲۰۵۲	۴۔ ڈاکٹر وہاب شاہ کھنڈ۔ آزاد	۶۲۸
۵۔ نوٹوں کی کل تعداد	۱۳۳۹۷۷	۵۔ مسیحی گروہ۔ آئی این سی	۴۰۵۲۲
ڈالے گئے ووٹ	۹۵۴۳۸	۶۔ سونہ نڈل۔ آزاد	۷۱۸
رد کردہ ووٹ	۱۹۷۷	۷۔ ہندو پستی۔ آزاد	۵۱۰۸
منتخب ہوئے: (اپنی لیکچر۔ سکال آف لایم)		۸۔ نوٹوں کی کل تعداد	۱۱۶۸۲۵

حلقہ انتخاب ۲۲۶۔ رائے بندہ (شیڈولڈ قسٹ)

۱۔ کانٹنٹ نام سارن۔ آزاد	۱۵۰۳	۱۔ بنانی بادی۔ سکال آف لایم	۵۱۸۲۵
۲۔ چندرا موہن روم۔ آئی این سی	۳۱۸۱۸	۲۔ بھاگ چندرا منڈل۔ آئی این سی	۲۳۹۶۸
۳۔ جیو سارن۔ آزاد	۱۷۱۰	۳۔ نوٹوں کی کل تعداد	۱۲۱۲۳۹
۴۔ رام کشاں۔ آزاد	۳۸۷	ڈالے گئے ووٹ	۸۸۵۶۶
۵۔ رام پروندھی۔ سکال آف لایم	۶۶۱۷۲	رد کردہ ووٹ	۲۷۷۳
۶۔ میر سکودا۔ آزاد	۱۳۱	منتخب ہوئے: بنانی بادی۔ سکال آف لایم	
نوٹوں کی کل تعداد	۱۱۷۸۲۶		
ڈالے گئے ووٹ	۸۴۷۴۸		
رد کردہ ووٹ	۱۹۹۰		
منتخب ہوئے: رام پروندھی۔ سکال آف لایم			

حلقہ انتخاب ۲۲۷۔ اندپور (شیڈولڈ قسٹ)

۱۔ نرمل چندرا منڈل۔ آزاد	۳۲۰	۱۔ جے شری مترا۔ سکال آف لایم	۵۶۲۷۲
۲۔ جیو بادی۔ سکال آف لایم	۵۱۸۸۹	۲۔ رندو شکر تریاری۔ آئی این سی	۲۲۵۷۲
۳۔ ڈاکٹر چند جی۔ آئی این سی	۲۳۰۸۶	۳۔ ورا۔ سکال آف لایم	۳۵۱۳۵
۴۔ جادو منڈل۔ آزاد	۲۹۷	ڈالے گئے ووٹ	۱۰۳۲۳۶
نوٹوں کی کل تعداد	۱۲۰۳۸۹	رد کردہ ووٹ	۲۲۸۹
ڈالے گئے ووٹ	۸۸۵۱۸	منتخب ہوئے: جے شری مترا۔	
رد کردہ ووٹ	۱۹۷۶	(اسکی آف لایم)	
منتخب ہوئے: جیو بادی۔ سکال آف لایم			

حلقہ انتخاب ۲۵۱۔ بانکپور

۱۔ کنٹی نڈل۔ نام۔ آزاد	۲۱۷	۱۔ کانٹنٹ نام سارن۔ آزاد	۱۲۳۷
۲۔ کاشی ناتھ مسرا۔ آئی این سی	۳۸۴۱۸	۲۔ تین بری۔ آئی این سی	۲۶۳۶۰
۳۔ دیپ گھوش۔ لوک مل	۷۴۲	۳۔ لائین ریجنل روم۔ آزاد	۴۲۶
۴۔ پشوپتی پاتن۔ آزاد	۷۲۸	۴۔ ڈاکٹر وہاب شاہ کھنڈ۔ آزاد	۶۲۸
۵۔ پارنودے۔ سکال آف لایم	۵۰۰۲۷	۵۔ مسیحی گروہ۔ آئی این سی	۴۰۵۲۲
نوٹوں کی کل تعداد	۱۳۶۹۳۰	۶۔ سونہ نڈل۔ آزاد	۷۱۸
ڈالے گئے ووٹ	۱۰۱۹۸۰	۷۔ ہندو پستی۔ آزاد	۵۱۰۸
رد کردہ ووٹ	۲۲۸۹	۸۔ نوٹوں کی کل تعداد	۱۱۶۸۲۵
منتخب ہوئے: پارنودے۔ سکال آف لایم		ڈالے گئے ووٹ	۷۷۷۳

حلقہ انتخاب ۲۵۲۔ اوڈٹا

۱۔ ایل سکری۔ لے آئی ایف بی	۵۳۷۸۲	۱۔ بنانی بادی۔ سکال آف لایم	۵۱۸۲۵
۲۔ ارجن سنگ۔ بی جے پی	۱۱۲۷	۲۔ بھاگ چندرا منڈل۔ آئی این سی	۲۳۹۶۸
۳۔ گورو گورو سوامی۔ ایس بی آئی	۸۳۰	۳۔ نوٹوں کی کل تعداد	۱۲۱۲۳۹
۴۔ جاجوہری۔ آزاد	۵۷۸	ڈالے گئے ووٹ	۸۸۵۶۶
۵۔ شاکر بریم ناتھ۔ آزاد	۲۵۷۶	رد کردہ ووٹ	۲۷۷۳
۶۔ تین بری۔ آئی این سی	۳۳۱۱۵	منتخب ہوئے: بنانی بادی۔ سکال آف لایم	
۷۔ مولانا قاسم۔ آزاد	۴۹۷۶		
۸۔ ایدو کیٹ سینڈھاس۔ آزاد	۲۵۱		
نوٹوں کی کل تعداد	۱۳۰۳۶۷		
ڈالے گئے ووٹ	۱۰۰۸۶۰		
رد کردہ ووٹ	۲۵۲۵		
منتخب ہوئے: ایل سکری۔ لے آئی ایف بی			

حلقہ انتخاب ۲۵۳۔ وشنوپور

۱۔ اجیت کرشن رائے۔ سکال آف لایم	۸۷۵۴	۱۔ جے شری مترا۔ سکال آف لایم	۵۶۲۷۲
۲۔ ڈاکٹر اردھنوی مترا۔ آزاد	۱۰۸۹	۲۔ رندو شکر تریاری۔ آئی این سی	۲۲۵۷۲
۳۔ پرائڈا گورو۔ آزاد	۵۳۱	۳۔ ورا۔ سکال آف لایم	۳۵۱۳۵
۴۔ شیام پرنس ویکری۔ آئی این سی	۳۶۲۳۷	ڈالے گئے ووٹ	۱۰۳۲۳۶
		رد کردہ ووٹ	۲۲۸۹
		منتخب ہوئے: جے شری مترا۔	
		(اسکی آف لایم)	

۳۸۱	۵۔ سیر مکرچی۔ آزاد	۳۸۱	۵۔ سیر مکرچی۔ آزاد
۱۱۱۲۶۵	دوروزوں کی تعداد	۱۱۱۲۶۵	دوروزوں کی تعداد
۸۸۲۷۷	ڈالے گئے دوٹ	۸۸۲۷۷	ڈالے گئے دوٹ
۱۲۹۳	دوروزوں کی تعداد	۱۲۹۳	دوروزوں کی تعداد
	منتخب ہوئے: اجیت کوشنارائے۔ سہیل آئی ایم		منتخب ہوئے: اجیت کوشنارائے۔ سہیل آئی ایم
	علقہ انتخاب ۲۵۷۔ کراچی		علقہ انتخاب ۲۵۷۔ کراچی
۳۶۶۷۳	۱۔ کوٹلی سو۔ آئی این سی	۳۶۶۷۳	۱۔ کوٹلی سو۔ آئی این سی
۵۹۰۲۶	۲۔ ڈاکٹر گھوڑی بدوٹ۔ سہیل آئی ایم	۵۹۰۲۶	۲۔ ڈاکٹر گھوڑی بدوٹ۔ سہیل آئی ایم
۸۶۷	۳۔ موہن لال پاترا۔ آزاد	۸۶۷	۳۔ موہن لال پاترا۔ آزاد
۱۱۷۵۶۲	دوروزوں کی تعداد	۱۱۷۵۶۲	دوروزوں کی تعداد
۹۷۷۵۷	ڈالے گئے دوٹ	۹۷۷۵۷	ڈالے گئے دوٹ
۱۱۷۱	دوروزوں کی تعداد	۱۱۷۱	دوروزوں کی تعداد
	منتخب ہوئے: ڈاکٹر گھوڑی بدوٹ۔ سہیل آئی ایم		منتخب ہوئے: ڈاکٹر گھوڑی بدوٹ۔ سہیل آئی ایم
	علقہ انتخاب ۲۵۵۔ انڈس (ٹیڈولڈ کاسٹ)		علقہ انتخاب ۲۵۵۔ انڈس (ٹیڈولڈ کاسٹ)
۳۲۲۶	۱۔ بیرو چندر پانڈت۔ آئی این سی	۳۲۲۶	۱۔ بیرو چندر پانڈت۔ آئی این سی
۵۷۸۰۵	۲۔ یاجن پورا۔ سہیل آئی ایم	۵۷۸۰۵	۲۔ یاجن پورا۔ سہیل آئی ایم
۷۳۲	۳۔ سکت ہری باگوری۔ آزاد	۷۳۲	۳۔ سکت ہری باگوری۔ آزاد
۱۱۷۰	۴۔ رام تلپتی چندن۔ آزاد	۱۱۷۰	۴۔ رام تلپتی چندن۔ آزاد
۱۱۷۲۵۵	دوروزوں کی تعداد	۱۱۷۲۵۵	دوروزوں کی تعداد
۹۳۲۱۲	ڈالے گئے دوٹ	۹۳۲۱۲	ڈالے گئے دوٹ
۱۳۹۹	دوروزوں کی تعداد	۱۳۹۹	دوروزوں کی تعداد
	منتخب ہوئے: بادھن پورا۔ سہیل آئی ایم		منتخب ہوئے: بادھن پورا۔ سہیل آئی ایم
	علقہ انتخاب ۲۵۶۔ سرائیکی (ٹیڈولڈ کاسٹ)		علقہ انتخاب ۲۵۶۔ سرائیکی (ٹیڈولڈ کاسٹ)
۳۵۵۸۶	۱۔ ڈاکٹر کیول سام۔ آئی این سی	۳۵۵۸۶	۱۔ ڈاکٹر کیول سام۔ آئی این سی
۵۰۷۱۳	۲۔ سکھیندھان۔ سہیل آئی ایم	۵۰۷۱۳	۲۔ سکھیندھان۔ سہیل آئی ایم
۱۰۹۵۰۱	دوروزوں کی تعداد	۱۰۹۵۰۱	دوروزوں کی تعداد
۸۸۱۳۹	ڈالے گئے دوٹ	۸۸۱۳۹	ڈالے گئے دوٹ
۱۸۳	دوروزوں کی تعداد	۱۸۳	دوروزوں کی تعداد
	منتخب ہوئے: سکھیندھان۔ سہیل آئی ایم		منتخب ہوئے: سکھیندھان۔ سہیل آئی ایم
	ضلع برہوڑ		ضلع برہوڑ
	علقہ انتخاب ۲۵۷۔ گجینی		علقہ انتخاب ۲۵۷۔ گجینی
۳۰۶	۱۔ کونواوئے گھوڑی۔ آزاد	۳۰۶	۱۔ کونواوئے گھوڑی۔ آزاد
۴۱۹	۲۔ جوئے لال جوتی اشاستری۔ آزاد	۴۱۹	۲۔ جوئے لال جوتی اشاستری۔ آزاد
۴۵۹	۳۔ جوئے سنگھ۔ آزاد	۴۵۹	۳۔ جوئے سنگھ۔ آزاد
۳۶۲۹۰	۴۔ توجین سامنتہ۔ آئی این سی	۳۶۲۹۰	۴۔ توجین سامنتہ۔ آئی این سی
۲۲۹	۵۔ ناترا چندر دیو گھوڑی۔ آزاد	۲۲۹	۵۔ ناترا چندر دیو گھوڑی۔ آزاد
۱۳۳۳	۶۔ پٹیل پن رادھت۔ آزاد	۱۳۳۳	۶۔ پٹیل پن رادھت۔ آزاد
۱۷۵۰	۷۔ بھولناٹھ سنگھ۔ جت	۱۷۵۰	۷۔ بھولناٹھ سنگھ۔ جت
۲۹۹۳۱	۸۔ موہن جی۔ آئی این سی	۲۹۹۳۱	۸۔ موہن جی۔ آئی این سی
۲۳۷	۹۔ مہرا بادھیہ۔ آزاد	۲۳۷	۹۔ مہرا بادھیہ۔ آزاد
۱۵۵۵	۱۰۔ شیمبھو ناٹھ راج پور۔ آزاد	۱۵۵۵	۱۰۔ شیمبھو ناٹھ راج پور۔ آزاد
۴۰۷	۱۱۔ سبرنوسا۔ آزاد	۴۰۷	۱۱۔ سبرنوسا۔ آزاد
۳۶۳	۱۲۔ مرید اس گھوڑی۔ آزاد	۳۶۳	۱۲۔ مرید اس گھوڑی۔ آزاد
۹۰۶	۱۳۔ میرالال یادب۔ آزاد	۹۰۶	۱۳۔ میرالال یادب۔ آزاد
۱۳۳۸۲	دوروزوں کی تعداد	۱۳۳۸۲	دوروزوں کی تعداد
۷۹۵۰۰	ڈالے گئے دوٹ	۷۹۵۰۰	ڈالے گئے دوٹ
۲۲۹۹	دوروزوں کی تعداد	۲۲۹۹	دوروزوں کی تعداد
	منتخب ہوئے: توجین سامنتہ۔ آئی این سی		منتخب ہوئے: توجین سامنتہ۔ آئی این سی
	علقہ انتخاب ۲۵۸۔ بارہبان		علقہ انتخاب ۲۵۸۔ بارہبان
۳۴۳۴۸	۱۔ اجیت کوشنارائے۔ سہیل آئی ایم	۳۴۳۴۸	۱۔ اجیت کوشنارائے۔ سہیل آئی ایم
۲۳۸	۲۔ امیر رنجی پوراس۔ آزاد	۲۳۸	۲۔ امیر رنجی پوراس۔ آزاد
۲۲۷۱	۳۔ آدیکل ماجھی۔ آزاد	۲۲۷۱	۳۔ آدیکل ماجھی۔ آزاد
۴۱۹۸۵	۴۔ ادپادھیہ مانک۔ آئی این سی	۴۱۹۸۵	۴۔ ادپادھیہ مانک۔ آئی این سی
۲۲۵	۵۔ مریدانی گھوڑی۔ آزاد	۲۲۵	۵۔ مریدانی گھوڑی۔ آزاد
۵۹۹	۶۔ نار چندرین۔ آزاد	۵۹۹	۶۔ نار چندرین۔ آزاد
۳۶۲	۷۔ مانک چندر مانجی۔ آزاد	۳۶۲	۷۔ مانک چندر مانجی۔ آزاد
۲۷۱	۸۔ سوک مرو۔ آزاد	۲۷۱	۸۔ سوک مرو۔ آزاد
۲۹۱	۹۔ موہن داس۔ آزاد	۲۹۱	۹۔ موہن داس۔ آزاد
۳۲۲۵۹	دوروزوں کی تعداد	۳۲۲۵۹	دوروزوں کی تعداد
۹۳۵۵۶	ڈالے گئے دوٹ	۹۳۵۵۶	ڈالے گئے دوٹ
۲۲۱۰	دوروزوں کی تعداد	۲۲۱۰	دوروزوں کی تعداد
	منتخب ہوئے: اجیت کوشنارائے۔ سہیل آئی ایم		منتخب ہوئے: اجیت کوشنارائے۔ سہیل آئی ایم
	علقہ انتخاب ۲۵۹۔ میراپور		علقہ انتخاب ۲۵۹۔ میراپور
۲۸۵۶	۱۔ مانک چندر مانجی۔ سہیل آئی ایم	۲۸۵۶	۱۔ مانک چندر مانجی۔ سہیل آئی ایم
۶۸	۲۔ بھگوان دین۔ آزاد	۶۸	۲۔ بھگوان دین۔ آزاد
۷۷	۳۔ راج مانک کوشی۔ آزاد	۷۷	۳۔ راج مانک کوشی۔ آزاد
۲۹۹۳۱	۴۔ پروفسر سریداس موہک۔ آئی این سی	۲۹۹۳۱	۴۔ پروفسر سریداس موہک۔ آئی این سی
۲۲۳۹۰	۵۔ سید منار احمد جت۔	۲۲۳۹۰	۵۔ سید منار احمد جت۔
۳۲۲	۶۔ رنجیت سادھو۔ آزاد	۳۲۲	۶۔ رنجیت سادھو۔ آزاد
۷۷	دوروزوں کی تعداد	۷۷	دوروزوں کی تعداد
۳۶۳۷۰	ڈالے گئے دوٹ	۳۶۳۷۰	ڈالے گئے دوٹ
۷۷	دوروزوں کی تعداد	۷۷	دوروزوں کی تعداد
	منتخب ہوئے: یونیورسٹی پور۔ سہیل آئی ایم		منتخب ہوئے: یونیورسٹی پور۔ سہیل آئی ایم
	علقہ انتخاب ۲۶۰۔ آسنول		علقہ انتخاب ۲۶۰۔ آسنول
۱۶۵	۱۔ گھوڑی رائے جودھیا۔ سہیل آئی ایم	۱۶۵	۱۔ گھوڑی رائے جودھیا۔ سہیل آئی ایم
۳۶	۲۔ زراٹھلہم جودھیا۔ آزاد	۳۶	۲۔ زراٹھلہم جودھیا۔ آزاد
۵۵	۳۔ دیب۔ اس ادھیکاری۔ آزاد	۵۵	۳۔ دیب۔ اس ادھیکاری۔ آزاد
۸۱۳۳	۴۔ پراپتھالام۔ آئی این سی	۸۱۳۳	۴۔ پراپتھالام۔ آئی این سی
۳۲	۵۔ محمد صالح الدین آزاد	۳۲	۵۔ محمد صالح الدین آزاد
۱۱	۶۔ مانک بائینا۔ آزاد	۱۱	۶۔ مانک بائینا۔ آزاد
۶۶	۷۔ میرادپادھیہ۔ آزاد	۶۶	۷۔ میرادپادھیہ۔ آزاد

۲۵.۹ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: توری جڑی۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۶۶۔ کاکا (شیدوڈ کاسٹ)

۵۷۲۴۲ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۳۰۲۶۹ سہا آئی (ایم)

۱۱۵۹۹۵ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۸۹۶۱۲ ڈالے گئے دوت۔

۱۸۷۹ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: کرکٹ چدر ہالدار۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۶۷۔ اوس گرام (شیدوڈ کاسٹ)

۵۹۲۸ روکرده دوت۔ آزاد

۲۲۲۸۵ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۶۵۶۱۱ سہا آئی (ایم)

۱۲۳۰۶۸ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۹۵۲۶۶ ڈالے گئے دوت۔

۱۳۲۲ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: سری دھرمک۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۶۸۔ جاناہ

۱۸۷ روکرده دوت۔ آزاد

۳۸۲۹۳ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۱۰۷۲ روکرده دوت۔ آزاد

۵۵۹۵۸ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۱۲۳۷۸ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۹۷۳۱۳ ڈالے گئے دوت۔

۱۷۰۱ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: سید محمد مسیح۔ سہا آئی (ایم)

۲۰۶۲ روکرده دوت۔ آزاد

۲۶۲۳۵ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۱۷۸۲۱۰ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۱۰۶۶۱۷ روکرده دوت۔

۲۸۹۳ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: مکشمن باکری۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۶۹۔ درکا پور۔ I

۵۷۲ روکرده دوت۔ آزاد

۲۶۱۷۰ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۲۱۵۲ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۳۷۰ روکرده دوت۔ آزاد

۶۱۹ روکرده دوت۔ آزاد

۲۹۰۵۵ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۱۲۰۳۶۳ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۹۰۶۶۶ روکرده دوت۔

۱۷۳۱ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: دیپ جھارا سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۷۰۔ دھکا پور۔ II

۸۳۱ روکرده دوت۔ آزاد

۶۷۱۰۷ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۳۷۴ روکرده دوت۔ آزاد

۹۹۹۳۲ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۲۰۱ روکرده دوت۔ آزاد

۱۰۴۰ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۵۳۸ روکرده دوت۔ آزاد

۱۰۷ روکرده دوت۔ آزاد

۱۷۲۱۹۸ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۱۲۲۶۱۶ روکرده دوت۔

۱۲۴۷۷ روکرده دوت۔

۸۰۲۸۵ روکرده دوت۔

۲۱۶۱ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: برابہا لال۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۷۱۔ رائی گنج

۱۶۲۷ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۲۸۵۹۳ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۵۵۹۸۸ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۳۸۳ روکرده دوت۔ آزاد

۲۸۰ روکرده دوت۔ آزاد

۱۳۳۱۸۵ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۸۹۱۶۶ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۲۱۹۵ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: بنا گریال جودھری۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۷۲۔ جوریہ

۱۸۸۰ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۱۲۷۲ روکرده دوت۔ آزاد

۵۳۱۸۲ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۳۵۰۶ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۲۷۱۵ روکرده دوت۔ آزاد

۱۳۲۳۳۶ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۹۲۹۵۲ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

۲۱۹۳ روکرده دوت۔

منتخب ہوتے: ریکاش جودھری۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۷۳۔ اوکھرا (شیدوڈ کاسٹ)

۲۳۳۸ روکرده دوت۔ آزاد

۵۲۸۷۹ روکرده دوت۔ سہا آئی (ایم)

علقہ انتخاب ۲۶۹ - نگلسی

- ۱۔ اچیت بندو پادھیہ - آئی این سی ۳۰۵۶۵
- ۲۔ حامنی نور حسین - آزاد ۱۸۸۷
- ۳۔ دھنگ پوندی - آزاد ۴۹۱
- ۴۔ ریندر ناتھ کونار - آزاد ۸۵۰
- ۵۔ دیب رنجی سین - لے آئی این بی ۵۷۳۰۳
- دوڑوں کی کل تعداد ۱۱۹۳۲۲
- ڈالے گئے ووٹ ۹۲۹۸۹
- رد کردہ ووٹ ۱۸۹۳

منتخب ہوئے: دیب رنجی سین - لے آئی این بی

علقہ انتخاب ۲۷۰ - بردوان شمال

- ۱۔ اینیل کمار چودھری - لوک دل ۵۴۳
- ۲۔ بیوئے کرشنا چودھری - سپی آئی ایم ۷۴۱۷۹
- ۳۔ ستوتش سام سنگھ - آئی این سی ۳۷۰۲۷
- دوڑوں کی کل تعداد ۱۳۹۵۸۳
- ڈالے گئے ووٹ ۱۱۳۸۰۴
- رد کردہ ووٹ ۲۰۳۶

منتخب ہوئے: بیوئے کرشنا چودھری (سپی آئی ایم)

علقہ انتخاب ۲۷۱ - بردوان جنوب

- ۱۔ سادھی کمار گمش - آزاد ۳۳۸۴
- ۲۔ پردیپ بھٹا چلیر - آئی این سی ۴۸۰۶۹
- ۳۔ بسو پرچودھری - آزاد ۵۱۰
- ۴۔ بیویم سین - سپی آئی ایم ۶۰۰۲۷
- دوڑوں کی کل تعداد ۱۵۳۲۱۵
- ڈالے گئے ووٹ ۱۱۴۱۴۰
- رد کردہ ووٹ ۲۱۵۰

منتخب ہوئے: بیویم سین - سپی آئی ایم

علقہ انتخاب ۲۷۲ - کھنڈا گمش لائینڈولہ کاسٹ

- ۱۔ پرامتھ دھیر - آئی این سی ۳۰۹۸۳
- ۲۔ شیب پرست دوتی - سپی آئی ایم ۵۹۳۳۳
- دوڑوں کی کل تعداد ۱۱۱۷۱
- ڈالے گئے ووٹ ۹۱۵۷۱
- رد کردہ ووٹ ۱۲۵۴

منتخب ہوئے: شیب پرست دوتی

سپی آئی ایم

علقہ انتخاب ۲۷۳ - رینا

- ۱۔ ادوئے سنگو سائیس آئی این سی ۳۰۲۴
- ۲۔ دھرنندر ناتھ چٹرجی - سپی آئی ایم ۵۹۵۶۵
- ۳۔ محمد جلال گھرمال ملک - لوک دل ۶۰۲
- دوڑوں کی کل تعداد ۱۱۵۷۱۲
- ڈالے گئے ووٹ ۹۱۵۵۲
- رد کردہ ووٹ ۱۳۶۱

منتخب ہوئے: دھرنندر ناتھ چٹرجی - سپی آئی ایم

علقہ انتخاب ۲۷۴ - جالپور

(لینڈولہ کاسٹ)

- ۱۔ تارا بیدو پاکڑے - آزاد ۲۷۱۶
- ۲۔ یو راجوئے پرامتھ - آئی این سی ۳۹۳۴۳
- ۳۔ سنیل سانتر - قادر ذہن ملک (مارکی) ۵۸۴۷۹
- دوڑوں کی کل تعداد ۱۲۲۵۴۴
- ڈالے گئے ووٹ ۱۰۲۱۸۸
- رد کردہ ووٹ ۱۶۵۰

منتخب ہوئے: سنیل سانتر - قادر ذہن ملک (مارکی)

علقہ انتخاب ۲۷۵ - مھاری

- ۱۔ کونار ہارانی - سپی آئی ایم ۷۴۵۲۱

علقہ انتخاب ۲۷۶ - کک

- ۱۔ ناک رچو پادھیہ - آئی این سی ۳۹۹۰۱
- ۲۔ سوپر یاس مھتو - آزاد ۱۶۳۰
- دوڑوں کی کل تعداد ۱۳۴۱۸۲
- ڈالے گئے ووٹ ۱۱۶۶۸۷
- رد کردہ ووٹ ۱۶۳۲

منتخب ہوئے: کونار ہارانی - سپی آئی ایم

علقہ انتخاب ۲۷۷ - کک

- ۱۔ انجھار سائی آئی ایم ۵۹۰۹۲
- ۲۔ اجیتھ کمار گمش - آزاد ۷۷
- ۳۔ دھرنندر ناتھ چٹرجی - آئی این سی ۶۹۷۷۸
- ۴۔ مہار سارن آزاد ۰۹۱
- ۵۔ بیو دھنکر - آزاد ۱۱۹
- دوڑوں کی کل تعداد ۲۰۹۹۶
- ڈالے گئے ووٹ ۹۹۳۶۷
- رد کردہ ووٹ ۱۲۴۰

منتخب ہوئے: انجھار (سپی آئی ایم)

علقہ انتخاب ۲۷۸ - نادن گھاٹ

- ۱۔ گووند پرست پال - آزاد ۸۱
- ۲۔ دیپ کمار چودھری - لوک دل ۰۳
- ۳۔ منغور حبیب اللہ - سپی آئی ایم ۰۹۲۶
- ۴۔ سوانی کمار دیپ ناتھ - آئی این سی ۳۱۳۱
- دوڑوں کی کل تعداد ۲۶۹۴۹
- ڈالے گئے ووٹ ۰۶۲۴۹
- رد کردہ ووٹ ۲۹۸

منتخب ہوئے: منغور حبیب اللہ - سپی آئی ایم

علقہ انتخاب ۲۷۹ - منٹھور

- ۱۔ کنیز رسول ملک - لوک دل ۲۲

۱۶۴	۳۔ نارائن چند منڈل - آزاد	۲۷۳۷۰	۲۔ جگدیش دت - آئی این سی	۳۷۷۹۱	۱۔ گورو گوبال رائے - آئی این سی
۱۲۴۲	۵۔ ویندرا ناتھ گھوش - آزاد	۵۶۸۶۰	۳۔ نیکھل چند سار - سی پی آئی (ایم)	۳۲۴۷	۲۔ خلش گوبال گھوش - بی جے پی
۴۷۹۹	۶۔ سولین مسرا - آزاد	۷۵۳	۴۔ سید ادا علی - آزاد	۵۵۲۳۷	۳۔ ہاننور رائے - سی پی آئی (ایم)
۳۴۱۲۶	۷۔ ڈاکٹر ستیجی بڑی - آئی این سی	۱۲۲۵۹۳	۵۔ ورون کی کل تعداد	۱۲۳۲۷۸	۴۔ ورون کی کل تعداد
۱۱۷۱۳۸	۸۔ ورون کی کل تعداد	۹۱۲۸۹	۶۔ ڈالے گئے ووٹ	۹۲۷۸۲	۵۔ ڈالے گئے ووٹ
۸۷۷۲۸	۹۔ ڈالے گئے ووٹ	۱۵۰۳	۷۔ رد کردہ ووٹ	۱۷۵۱	۶۔ رد کردہ ووٹ
۱۶۵۰	۱۰۔ رد کردہ ووٹ	منتخب ہوئے: نیکھل چند سار - سی پی آئی (ایم)	منتخب ہوئے: ہاننور رائے - سی پی آئی (ایم)		

حلقہ انتخاب ۲۸۵ - لہور

۳۲۸۵۳	۱۔ یونس ملک - آئی این سی
۲۱۹	۲۔ نارائن دے - آزاد
۵۱۵۱۶	۳۔ سنیل جمدار (سی پی آئی ایم)
۱۳۲۹	۴۔ مانک بھٹا چاریہ - آزاد
۲۷۰	۵۔ رتھوئے جڑی - لوک دل
۳۲۲	۶۔ سنجیدہ منڈل - آزاد
۸۰	۷۔ سنت کمار دت - آزاد

۱۱۱۰۸۳	۸۔ ورون کی کل تعداد
۸۷۷۲۶	۹۔ ڈالے گئے ووٹ
۱۱۵۷	۱۰۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: سنیل جمدار (سی پی آئی ایم)

حلقہ انتخاب ۲۸۶ - دوبراچور

۲۱۳	۱۔ اشوک کھویا دھیر - آزاد
۴۶۷	۲۔ رکیل پال - آزاد
۳۳۴۹۴	۳۔ گھوڑی چندرا، آئی این سی
۲۸۶۳۲	۴۔ بھکتی بھوشن منڈل - لے آگائیو
۱۲۸۲۰	۵۔ ورون کی کل تعداد
۸۴۱۲۰	۶۔ ڈالے گئے ووٹ
۱۲۱۲	۷۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: بھکتی بھوشن منڈل - لے آگائیو

حلقہ انتخاب ۲۸۷ - کٹوا

۳۳۵۸۸	۱۔ ایر بھاکر منڈل - آئی این سی
۵۸۸۶۸	۲۔ رائے جن ماحی - سی پی آئی (ایم)
۱۲۱۲۷۵	۳۔ ورون کی کل تعداد
۹۴۰۳۰	۴۔ ڈالے گئے ووٹ
۱۵۸۲	۵۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: رائے جن ماحی - سی پی آئی (ایم)

ضلع بیدہوم

حلقہ انتخاب ۲۸۸ - ناوڑ (سینڈولہ کاسٹ)

۳۱۴۰۳	۱۔ اجیتر کمار سام - آئی این سی
۵۴۳۱۵	۲۔ آنند گوبال دس - سی پی آئی (ایم)
۱۱۷۹۲۶	۳۔ ورون کی کل تعداد
۸۷۱۳۱	۴۔ ڈالے گئے ووٹ
۱۴۱۳	۵۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: آنند گوبال دس - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۸۹ - بول پور

۴۴۰۶۵	۱۔ تارا پدو گھوش - آئی این سی
۵۱۸	۲۔ من کرنا رائے - جنت
۹۸۳	۳۔ تیرو دور کیکور لاس - آزاد

حلقہ انتخاب ۲۹۰ - پورب استھانی

۹۴۳	۱۔ شیخ عبدالوہاب - آزاد
۲۲۳۷	۲۔ پریمات کمار - بی جے پی
۵۱۰۳۸	۳۔ سورنجن ناتھ - سی پی آئی (ایم)
۲۷۰۷۵	۴۔ موکل بھٹا چاریہ - آئی این سی
۱۱۹۰۲۶	۵۔ ورون کی کل تعداد
۹۳۳۲۵	۶۔ ڈالے گئے ووٹ
۲۰۳۳	۷۔ رد کردہ ووٹ

منتخب ہوئے: سورنجن ناتھ - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۹۱ - کٹوا

۷۵۰	۱۔ اجیت جڑی - آزاد
۵۳۲۳۳	۲۔ سورنجن جڑی - سی پی آئی (ایم)
۲۷۷۲۱	۳۔ ویندرا ناتھ جڑی - آئی این سی
۱۵۳۸	۴۔ ہرگوبال گھوش - لوک دل
۱۲۸۶۷۶	۵۔ ورون کی کل تعداد
۱۰۰۹۱	۶۔ ڈالے گئے ووٹ
۱۸۲۹	۷۔ رد کردہ ووٹ
	منتخب ہوئے: سورنجن جڑی - سی پی آئی (ایم)

حلقہ انتخاب ۲۹۲ - بھگ کرٹ

۴۸۰۳	۱۔ اشوک کھوکھ - آزاد
------	----------------------

حلقہ انتخاب ۲۸۷ - راجپور
(شیڈولڈ کاسٹ)

۲۸۷۳۵	۱۔ اینی بونیری - آئی این سی
۲۲۰۲	۲۔ بنگال بونیری - آزاد
۵۰۰۵۱	۳۔ وجئے باگری - لے آئی ایف بی
۹۶۱	۴۔ سرت جاتو - آزاد
۱۲۱۸۳۹	دوروزوں کی کل تعداد
۸۵۱۲۷	ڈالے گئے ووٹ
۱۵۷۸	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: وجئے باگری - لے آئی ایف بی	

حلقہ انتخاب ۲۸۸ - سوری

۲۵۷۵۸	۱۔ سنی حجاز - آئی این سی
۵۰۸۶۵	۲۔ تین رائے - سکی آئی ایم
۱۹۳	۳۔ پٹال گوٹھ - آزاد
۲۱۱	۴۔ یار قاسم - آزاد
۲۱۷۷	۵۔ برج گویاں ساہ - این پوسی آئی
۳۲۸	۶۔ منڈلا گاجی - آزاد
۳۱۲	۷۔ میر سکھری - آزاد
۵۵	۸۔ شیخ احمد منٹو - مسلم لیگ
۱۲۹۵۷۹	دوروزوں کی کل تعداد
۱۰۱۲۳۵	ڈالے گئے ووٹ
۱۵۱۶	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: تین رائے - سکی آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۲۸۹ - محمد بازار

۲۱۲	۱۔ اجئے منڈل - آزاد
۹۲۹	۲۔ چندرادھریال - آزاد
۳۲۹۹۵	۳۔ تین سکھری - آئی این سی
۵۱۳۱۰	۴۔ دھیرین سین - سکی آئی ایم
۱۲۰۵۹۵	دوروزوں کی کل تعداد
۸۹۱۲۲	ڈالے گئے ووٹ

رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: دھیرین سین - سکی آئی ایم

حلقہ انتخاب ۲۹۰ - مکریشور (شیڈولڈ کاسٹ)

۲۲۲۹۰	۱۔ کل کانت منڈل - آئی این سی
۲۲۶۶۶	۲۔ دھیرین لیٹ - سکی آئی ایم
۳۳۷	۳۔ سداوند منڈل - آزاد
۱۰۲۰۱۲	دوروزوں کی کل تعداد
۷۰۵۲۸	ڈالے گئے ووٹ
۱۰۳۵	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: دھیرین لیٹ - سکی آئی ایم	

حلقہ انتخاب ۲۹۱ - راجپور ہٹ

۶۷۸	۱۔ آند گویل رائے - آزاد
۳۷۱۵۲	۲۔ استیش بنرجی - آئی این سی
۲۲۸۹۵	۳۔ سساکو منڈل - لے آئی ایف بی
۲۸۸	۴۔ سید رنجی دے - آزاد
۱۱۷۳۲۱	دوروزوں کی کل تعداد
۸۲۲۳۰	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۱۷	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: سساکو منڈل - لے آئی ایف بی	

حلقہ انتخاب ۲۹۲ - سن (شیڈولڈ کاسٹ)

۳۹۲۳۱	۱۔ اسیت کمار مال - آئی این سی
۳۶۹۳۰	۲۔ تری لوجن داس آزاد
۲۰۲۲	۳۔ بیدیا ناتھ مال - این پوسی آئی
۱۲۹۲	۴۔ موہن موہن منڈل - آزاد
۳۰۱	۵۔ رنجیت کمار مال - آزاد
۱۰۲۰۷۳	دوروزوں کی کل تعداد
۸۱۱۰۲	ڈالے گئے ووٹ
۱۳۰۶	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: اسیت کمار مال - آئی این سی	

حلقہ انتخاب ۲۹۳ - علیائی

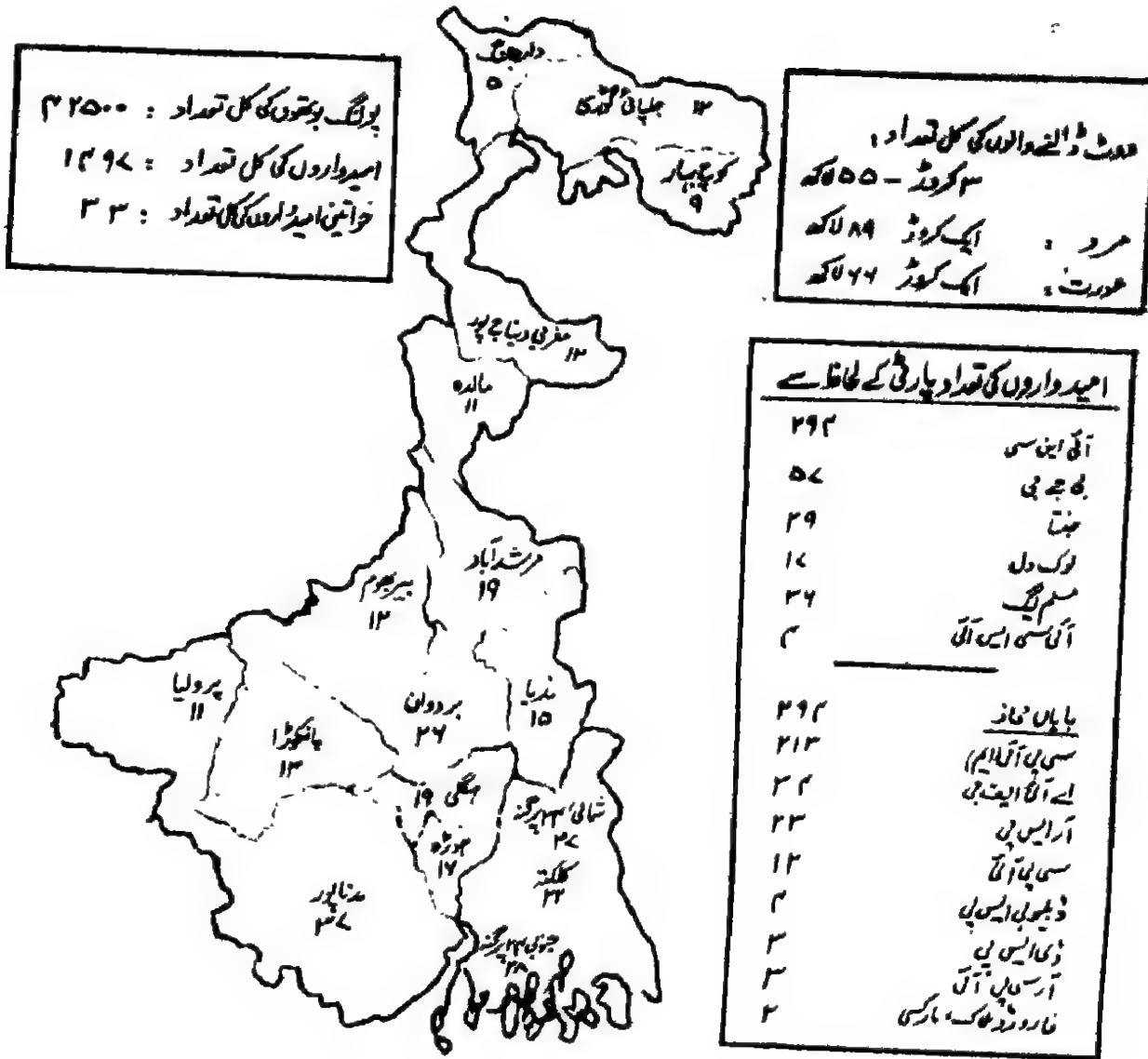
۱۱۲۷	۱۔ نندا کمار پرستاد - آزاد
۲۵۳	۲۔ بالادرام منڈل - آزاد
۲۷۷۸	۳۔ برنڈا بناساہ - آئی این سی
۲۲۱۶	۴۔ محی الدین احمد - آزاد
۲۲۸۵۶	۵۔ شیک کمار رائے - لے آئی ایف بی
۹۶۵۵۷	دوروزوں کی کل تعداد
۶۷۶۸۵	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۶۵	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: شیک کمار رائے - لے آئی ایف بی	

حلقہ انتخاب ۲۹۴ - مرادائی

۱۸۷	۱۔ عبد الحلیل - جنت
۹۱	۲۔ جلدھرت - آزاد
۳۰۵۳	۳۔ زید بخش - این پوسی آئی
۳۷۲۸۳	۴۔ درگاداس گوٹھ - سکی آئی ایم
۴۰۷	۵۔ نائی منڈل - آزاد
۳۸۰۶۲	۶۔ ڈاکٹر مظہر حسین - آئی این سی
۲۰۲	۷۔ محمد صداقت - نوکل
۱۰۵۹۸۶	دوروزوں کی کل تعداد
۸۱۵۷۵	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۱۹	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: ڈاکٹر مظہر حسین - آئی این سی	

حلقہ انتخاب ۱۵۶ - سیالوہ (سندھ مسلم کاسٹ)

۱۶۲-۸	۱۔ نند گویاں بھٹا چارہ - سکی آئی
۲۷۷	۲۔ رنجویر یادو - آزاد
۱۸۳	۳۔ راج موہن یادو - آزاد
۳۱۸۹۷	۴۔ حوضدانا تھ مترا - آئی این سی
۷۵۵۷۵	دوروزوں کی کل تعداد
۲۹۷۹۳	ڈالے گئے ووٹ
۱۲۲۸	رد کردہ ووٹ
منتخب ہوئے: حوضدانا تھ مترا - آئی این سی	



عام انتخابات ۱۹۸۷ء - ضلع واری پارٹی پوزیشن

اضلاع	سیٹوں کی کل تعداد	سی پی اے ایم	اے آئی ایف بی	آر ایس پی	سی پی آئی	بانیما محاذ کی دیگر تائید کردہ پارٹیاں	بایاں محاذ	اے این سی	دیگر
کوچ بہار	۹	۲	۵	-	-	-	۹	-	-
جلپائی گڑھی	۱۲	۶	۱	۲	-	-	۱۱	۱	-
دارجلنگ	۵	۲	-	-	۱	-	۵	-	-
مغربی دینا چور	۱۲	۶	۲	۲	۱	-	۱۲	-	-
مالدہ	۱۱	۹	۱	-	-	-	۱۰	۱	-
مرشد آباد	۱۹	۸	-	۵	-	۱ (اے این سی ایم پی)	۱۵	۲	-
نندیا	۱۵	۱۳	-	-	-	۱ (آر سی پی آئی)	۱۳	۱	-
شمالی ۲۳ پرگنہ	۲۷	۱۹	۲	۱	-	-	۲۳	۴	۱ مسلم لیگ
جنوبی ۲۳ پرگنہ	۲۸	۲۱	-	۲	-	-	۲۳	۳	۲ ایس سی آ
کلکتہ	۲۲	۸	-	۱	-	-	۹	۱۳	-
ہوڑہ	۱۶	۸	۳	-	-	-	۱۱	۵	-
جھکی	۱۹	۱۳	۳	-	-	۱ (خارورڈ جیک بیکس)	۸	۱	-
مدنا پور	۳۷	۲۳	-	-	۷	۳ (ڈیمو کریٹک پی ایم پی) ۲ (ڈی جی پی ایم پی)	۳۵	۲	-
برولیا	۱۱	۸	۳	-	-	-	۱۱	-	-
بانکپور	۱۳	۱۰	۱	۱	۱	-	۱۳	-	-
بردوان	۲۶	۲۱	۱	-	-	۱ (خارورڈ جیک بیکس)	۲۳	۳	-
بیسرجم	۱۲	۵	۴	۱	-	-	۱۰	۲	-
	۲۶۳	۱۸۷	۲۶	۱۸	۱۱	۹	۲۵۱	۴۰	۳

نئی وزارت کو خراج عقیدت

حکومت مغربی بنگال کے ملازمین کی تنظیموں کی کوآرڈینیٹیشن کمیٹی کی طرف سے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو اور بائیں محاذ وزارت کے اراکین کو ۳۱ مارچ کو رسم حلف برداری کے فوراً بعد رائٹس بلڈنگس کے سامنے ایک منعقدہ تقریب میں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں کوآرڈینیٹیشن کمیٹی کے سب ممبروں نے اپنی تقریروں میں نئی وزارت کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے محبوب حکومت قرار دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہونے والے ملازمین کو شری جیوتی باسو نے ہرے تباہکار عام لوگوں کی منسلح دہبوروں سے متعلق مختلف سرکاری پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے میں ریاستی ملازمین نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ شری جیوتی باسو نے امید ظاہر کی کہ آئندہ نئی حکومت کو اس کے خراج کی ادائیگی میں سرکاری ملازمین کی تنظیموں کا وسیع طور پر تعاون حاصل رہے گا۔



۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء کو کوآرڈینیٹیشن کمیٹی کے زیر اہتمام ایک تقریب میں سرکاری ملازمین کا اجتماع

بدعنوانی اور اقربا پروری کے خلاف سخت اقدامات کیے جائیں گے

سرکاری ملازمین کو خلوص اور مستعدی سے اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں
وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو

”ہماری حکومت نے سرکاری ملازمین کو سابقہ حکومت کے مقابلے میں بہت ساری سہولتیں اور مراعات دینے کے ساتھ ساتھ ان کے جمہوری حقوق بحال کیے ہیں۔ ریاست کے عوام نے ریاستی اسمبلی کے حالیہ انتخابات میں بائیں محاذ کو بڑی اکثریت سے کامیاب بنایا ہے۔ ریاستی حکومت سے عوام نے بہت سارے توقعات وابستہ کر رکھے ہیں، اور انہیں پورا کرنے میں سرکاری ملازمین کا کردار کافی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے سرکاری ملازمین کو عوام کے لئے بہتر انتظامی خدمات فراہم کرنے اور حکومت و انتظامیہ کے درمیان بہتر رابطہ قائم رکھنے کے لئے اور بھی خلوص اور مستعدی سے اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ حکومت بدعنوانی اور اقربا پروری کو کبھی برداشت نہیں کرے گی، اور ان کے خلاف سخت اقدامات کرنے لگی۔“

نیشنل جی انڈیا نیٹ ورک میں ۷ اپریل ۱۹۸۷ء کو سرکاری ملازمین کے ایک کثیر اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے مندرجہ بالا باتیں کہیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہم سرکاری ملازمین اور حکومت کے درمیان قریبی رابطہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ سرکاری ملازمین اور عوام کے تعاون کے بغیر ہم انتظامیہ کو بہتر ڈھنگ سے نہیں چلا سکتے اور نہ ہی عوام کے مسائل حل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حالیہ اسمبلی انتخاب سرکاری ملازمین کے تعاون کے بغیر ممکن نہ ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہر کوئی ممکن نہیں تھا جب کہ کانگریس کی ایہ الزام لگادہی تھی کہ یہاں بائیں محاذ کے دور میں انتخاب نہیں ہو سکتا۔ اسمبلی کی پیش رفت مشاہدین روانہ کئے اور انہوں نے انتخابات کے انتظامات پر اطمینان ظاہر کیا اور اعزازات کی کاغذات میں کوئی دھاندلی نہیں ہوئی۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ریاست کے عوام نے ہمارا وقار بلند کر دیا ہے۔ مرکز نے اور عوام کو وزیر اعظم نے انتخاب کے دوران ہمارے خلاف کافی پروپیگنڈا کئے اور ہمیں نا اہل قرار دیا لیکن سرکاری ملازمین اور عوام کی حمایت سے ہمیں ہماری کامیابی ہوئی۔ مرکزی وزراء اچھے اہلکار

سلسلہ کلام ہماری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کی حکومت نے سرکاری ملازمین کو سابقہ حکومت کے مقابلے میں بہت ساری سہولتیں اور مراعات فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے جمہوری حقوق بھی بحال کر دیے۔ سرکاری ملازمین پر سے سیاست میں حصہ لینے کی پابندی اٹھائی گئی اور پولس کو بھی ٹریڈ یونین قائم کرنے کی اجازت دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ انہیں امید ہے کہ سرکاری ملازمین اور پولس کے افراد ان سہولتوں اور مراعات اور جمہوری حقوق کی بحالی کا کامیاب کریں گے اور اپنے فرائض کو اور بھی خوش اسلوبی سے انجام دیں گے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ ان کی حکومت بدعنوانی اور اقربا پروری کو کبھی برداشت نہیں کرے گی۔ اس لیے اس طرح کی حرکتوں میں ملوث لوگوں پر کوئی تگہ رکھا جائے گی اور بدعنوانی اور اقربا پروری کے خلاف سخت اقدامات کئے جائیں گے۔

بقیہ: مغربی بنگال بجٹ ۱۹۵۷-۵۸ء کے چھپے.....

حصولیاتی کے انتظام میں بھی بہتری لائی جائے گی۔

موجودہ حکومت اور موجودہ اسمبلی سب اب ختم ہوئے کہے۔

اس نے بہت ہی بہت مناسب ہوگی کوئی حکومت ۱۹۵۷-۵۸ء کے لئے
بجٹ تجویز میں نے سیکرٹری سے فوراً کہے، اور اس سلسلہ میں ہی اسمبلی کے
ساتھ خصوصی تجاویز پیش کریں اور اس کی منظوری حاصل کرے۔ فی الحال اس
بات کے پیش نظر کہ حکومت یکم اپریل سے اپنی سرگرمیوں کو مارا کر رکھ سکے، میں
آئندہ مئی سال کے پہلے چار مہینوں کے اخراجات کے لئے عطیات کو آب
لوگوں کے ساتھ ووٹ کے ذریعہ پاس کرنے کی تجویز پیش کرتا ہوں + + +

بقیہ: مغربی بنگال میں تیسری بار بایں میاؤں حکومت.....

ساتھ وزیر مملکت ہیں۔ گزشتہ دور میں بایں میاؤں وزارت کی طرح
اس بار بھی نئی وزارت میں ہم آئیں مارور ڈیپارٹمنٹ۔ آئی۔ این۔ میں
تین کا مینہ درجہ کے وزراء ہیں۔ ایک وزیر مملکت کا مینہ درجہ کے
تین مہینے کے آر ایس پی کو دئے۔ جبکہ سی پی آئی کو اور مہینے دئے
گئے۔ ایک کا مینہ درجہ کا اور دوسرا مملکت درجہ کا۔ ان کے علاوہ
بایں میاؤں تیسری وزارت میں ویٹ بنگال موشلٹ پارٹی کے
حرف ایک ممبر کا مینہ درجہ کی وزارت میں شان کیا گیا ہے۔

بایں میاؤں کی نئی وزارت میں ان ۳۲ وزراء میں تیسری
اشیم داس گپتا، شری شال چکروہتی، جاب، شری دینیش چندا
ڈاکٹر، شری ہمنور مہتا، شری رانی، شریب مشرا (تمام سبھی
آئی۔ ایم)، جاب سید و امجد رتنا (سبھی آئی)، شری سرل دیب رائے
آئی ایف ایم اور شری وشنو لالہ چکروہتی (آر ایس پی) نے جیسے جیسے ہیں + + +

بقیہ: مغربی بنگال کے اسمبلی انتخابات میں بایں میاؤں کی.....

ایم۔ این۔ ہوگی، شری بچو پٹناگ، ویرنڈے ویرا اعلیٰ شری چوہا
باسکر دی بارک باروی۔ سی بی آئی (ایم) کے ویٹ پیو نے عوام
کو بار بار دہاتے ہوئے کہ انہوں نے ریاست میں بایں میاؤں کی سرکاری
مرتبہ پر سیراوند لایا بایں میاؤں کی خانہ دہاتے کا خیر مقدم کیا۔

ہی ہمارے ملک پر ریگسٹ کے۔ جمہوریت میں اس طرح کی کوئی
شکل نہیں۔ مرکز نے بایں میاؤں کو دیکھنا کی نگاہوں میں ڈھیل کرنے کی
کوشش کی ہے۔ لیکن ان کی خود ہی عوام سے دور ہو گئی۔ وزیر
اعظم نے بایں میاؤں کو دیکھ کر ہی سمجھا تھا لیکن عوام نے ان کی
اربی کو اچھا سمجھا دیا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ باری دھرم واریاں دھرم
ہو گئی ہیں اور ایسے ہی قلع پر سرکاری ملازمین کو دھرم واریاں ایسا نظر آتی
درحقیقت ہے کام کرنا ہوگا۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ کانگریس ایک رجعت پسند پارٹی
ہے اور اگر میں اسے زبردست خزان کا سامنا ہے۔ مغربی بنگال میں
بایں میاؤں کا کوئی مسئلہ نہیں لیکن ہمارے لئے آرام کرنے کی گنجائش
نہیں۔ مرکز نے ہمارے ملک اقتصادنی ناگر ہند کی اور امتیازی
سنگ کی۔ اشتیاقی ہم کے دوران وزیر اعظم نے عوام سے جو بھی
دور سے کہے ہیں ہم آپس پر سے کہنے کے لئے مرکز پر دباؤ ڈالیں
گئے ہیں۔ یہ نتیجہ کا منہ نہ کرنا ہوگا۔ جس انتظامیہ کو موثر اور
غیر جانبدار بنانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ سرکاری افسروں اور وزراء
کے درمیان بھی قریبی رابطہ قائم کرنا ہوگا۔ وزراء کو زیادہ ذمہ داریوں
کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔ میں عوام سے قریبی تعلقات قائم کرنے میں
گئے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ حالیہ انتخاب میں کانگریس آٹا نے شہروں
اور صنعتی علاقوں میں اور رور ہند کی بولنے والوں کے لئے بہت حاصل
کئے لیکن وہی علاقوں کے مسلمانوں نے بایں میاؤں کو دھت دئے۔
کانگریس لائیو نے جنس گراہ کے ورثہ حاصل کیا۔ یہ انہیں ہمیں
اپنی طرف لانا ہوگا۔ کانگریس آٹا نے مذہب کے پر دوٹ حاصل
کئے خود وزیر اعظم نے اپنے اشتیاقی ہم میں مذہب کو استعمال کر کے
ایکشن گینٹی کے مابین کی خلافت وری کی۔

اس باب میں ڈاکٹر اشیم داس گپتا اور دیگر وزراء
نے بات کی۔ کو آر ڈی میں گینٹی کے سکرٹری ایجنٹ بھوپا دیو
نے اپنا صدارتی تقریر میں کو کر حقیقی فیڈر اگوسن ملازم کی مخالفت
کوئی تاویں کارروائی مثلاً اس کو معطل یا برخواست کر دیا
جائے گی جائے گی تو کو آر ڈی میں گینٹی کو قیام حاصل
سہو کرے گی + + +

مغربی بنگال بجٹ

۸۸-۱۹۸۷ء کے پہلے
چار مہینے کیلئے



وزیر اعلیٰ مغربی بنگال باسو بدھان بھائی بھٹ پیش کرنے کیلئے جاستے ہوئے

میں ۱ اپریل ۱۹۸۷ء میں اس موضوع پر بحث پیش کرنا چاہتا ہوں

عزت آف ممبروں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ رواں سال ۱۹۸۷-۸۸ء کے لئے بجٹ تخمینہ پیش کرتے ہوئے میں نے اپنے بیان میں یہ بتایا تھا کہ ۵۰-۵۲ کروڑ روپے کی جو بجٹ ہو گی وہ مزید فرد کی اخراجات مع مراعات کی جتنی کی ادائیگی کی وجہ سے ختم ہو جائے گی۔ تقریباً ۱۵۰ کروڑ روپے کے لئے بجٹ میں رکھے تخمینہ سے تقریباً ۱۵۰ کروڑ روپے زیادہ ہوں گے۔

مہنگائی بجٹ کے لئے ۵۰ کروڑ روپے کی ضرورت ہو گی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسکولوں کے ساتھ وٹاؤ دیئے گئے لئے ۵۰ کروڑ روپے اور سیلاب - امداد اور عام انتخابات کے لئے تقریباً ۵۰ کروڑ روپے کی ضرورت ہو گی۔

سال رواں میں ذرائع کی استعداد اور ہندستان کے برآمدات کی پیشگی رقم بجٹ تخمینہ سے کم ہوں گی۔ اسی لئے کوئی رقم اضافہ نہیں کی گئی۔ امداد اور خرچ کی مقدار میں تقریباً ۱۵۰ کروڑ روپے تخمینہ سے کم ہوں گی۔

جناب عالی، انکی اجازت سے میں بیان ۸۸-۱۹۸۷ء کے لئے حکومت مغربی بنگال کے سالانہ مالیاتی بیان (یعنی جسے خرچہ کا تخمینہ) پیش کرتا ہوں۔

عزت آف ممبران ان حالات سے واقف ہیں جن کے تحت ہم لوگ انتخاب کیا رہے اور نئی اسمبلی کی تشکیل کے درمیان کچھ حد تک مناسب وقت میں یکجا ہونے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں نے انتخابی کمیشن سے بار بار درخواست کی کہ وہ فردی میں انتخابات منعقد کرے لیکن اب نہیں ہوا۔ اگر انتخابی کمیشن ہماری بات پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دے تو ایک اچھے وقت میں نئی اسمبلی بجٹ تخمینوں پر غور کرتی۔ بہر حال انتخابات ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو ہونے کے لئے اسمبلی کے موجودہ ممبران کے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا کہ وہ چند دنوں کے اندر یکجا ہو جائیں اور دستور ہند کے مطابق سالانہ بجٹ منظور کر لیں اور یکم اپریل کو انتخابات کے لئے حکومت کو اختیار دیں۔ بجٹ کے اخراجات کے ساتھ ساتھ عزت آف ممبروں کے لئے ۸۸-۸۷ء کے لئے معاشی جائزہ کی کاپیاں بھی فراہم کی گئی ہیں۔ اس جائزہ میں اس ریاست کی معاشی حالت کا تقریباً ۱۹۸۷-۸۸ء کے لئے پیش کیا گیا ہے

حکومت ہند کی پالیسیوں میں چند تبدیلیوں کی وجہ سے اس
 بہت سے تبدیلیوں کے تحت جمع کردہ رقم میں کچھ کمی ہوئی ہے۔ لیکن
 اس سال میں ۳۶۳ کروڑ روپے کا اضافہ مقرر کیا گیا تھا، لیکن
 یہ نظر ثانی کردہ بجٹ میں نشانہ ۲۵۷ کروڑ روپے کا مقرر کیا گیا ہے۔
 پالیسی میں تبدیلی جس کو جو بجٹ کے تحت جمع کی جانے والی رقم
 میں کمی ہوئی ہے، مستثنیٰ قرار دے گئے اداروں کے ذریعہ پراڈیٹ فنڈ
 میں جمع کردہ رقم کی سہرا یا سودی کے نظر ثانی کردہ طریقے کار سے وابستہ ہے۔
 مجموعی طور پر ۸۶-۸۷ء کے لئے نظر ثانی کردہ تخمینہ میں
 ۳۳ کروڑ روپے کی کمی دکھائی گئی ہے۔

۸۶-۸۷ء کے لئے سالانہ منصوبہ جسے منصوبہ بندی کمیشن
 نے مشورہ کرنے کے بعد آخری شکل دی گئی ہے، ۸۶۲ کروڑ روپے کا ہے۔
 اس میں ۶۰ کروڑ روپے کے لئے ریاست کے اپنے ذرائع ہیں اور مرکز
 ۲۶۱ کروڑ روپے بطور امداد فراہم کرے گا۔ اس رقم میں نیا سرچائیے
 ۵ کروڑ روپے کی پیشگی مرکزی منصوبہ امداد شامل ہے۔ اس طرح ۸۶-۸۷ء
 کے لئے منصوبہ ۸۶۷ کروڑ روپے کا ہوگا۔ سالانہ اس کے سالانہ منصوبہ
 میں ۷۶ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اس طرح ۸۶-۸۷ء کے
 سالانہ منصوبہ میں شخصی اس رقم سے ۱۲ فیصد زیادہ ہے۔ اس ریاست
 کی خصوصی ضرورتوں اور برحقہ کی فیسوں کے پیش نظر منصوبہ میں اضافہ
 کی شرح بہت ہی کم ہے۔ ٹیکس کی حصول پالیسی میں اضافہ کرنے کے لئے
 تقویمی ٹیکس کے لئے مناسب قانون لاگو کرنے کے لئے حکومت ہند سے
 کی گئی تھی۔ ہماری درخواستیں بے اثر ثابت ہوئیں۔

سالانہ منصوبہ میں خوراک کے سیکٹر پر (۲۴۱ کروڑ روپے)
 نقل و حمل پر (۵۸ کروڑ روپے)، صنعت اور معدنیات پر (۸۷ کروڑ
 روپے)، سماجی خدمات پر (۲۸ کروڑ روپے)، زراعت اور معدنیات
 پر (۶۰ کروڑ روپے) اور منہاجاتی ترقی پر (۵ کروڑ روپے) زور دیا
 گیا ہے۔

حکومت ہند نے کو میٹروپولیٹن اور اوڈیشہ جزل سے مشورہ کرنے
 کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یکم اپریل ۱۹۸۷ء سے مرکز اور ریاست کے اکاؤنٹس کی
 شکلوں پر نظر ثانی کی جائے۔ اس سے ۸۶-۸۷ء کے لئے ہماری بجٹ دستاویز
 اس نئے طریقہ کی بنیاد پر تیار کی گئی ہے۔

نظر ثانی کردہ حساب کتاب کی مدتوں کے پیش نظر ہم نے
 اس ایران کی تخمینہ کمیوں کی مشورہ سے اس بجٹ کے کاغذات کے ساتھ ساتھ
 ۸۶-۸۷ء کے لئے عطیات کے لئے مطالبات کا ایک مختصر اور جامع باب
 باب بھی پیش کیا ہے۔ اس سے نظر ثانی کردہ ترتیب کے ذخائر کو بچنے
 میں آسانی ہوگی نیز اس میں عطیات کے لئے مطالبات کا مفصل طریقہ حوالہ
 دیا گیا ہے۔ نیز جیسا کہ تخمینہ کمیوں نے تسلیم کیا ہے، عطیات کے لئے تفصیلی
 مطالبات پر الگ الگ شائع کردہ کتاب میں اس ایران میں بجٹ و مباحثہ
 کے لئے دستیاب ہوا ہے۔ بجٹ کو اور بھی معقول اصول پر ترتیب کرنے کی
 کوشش کی جا رہی ہے۔

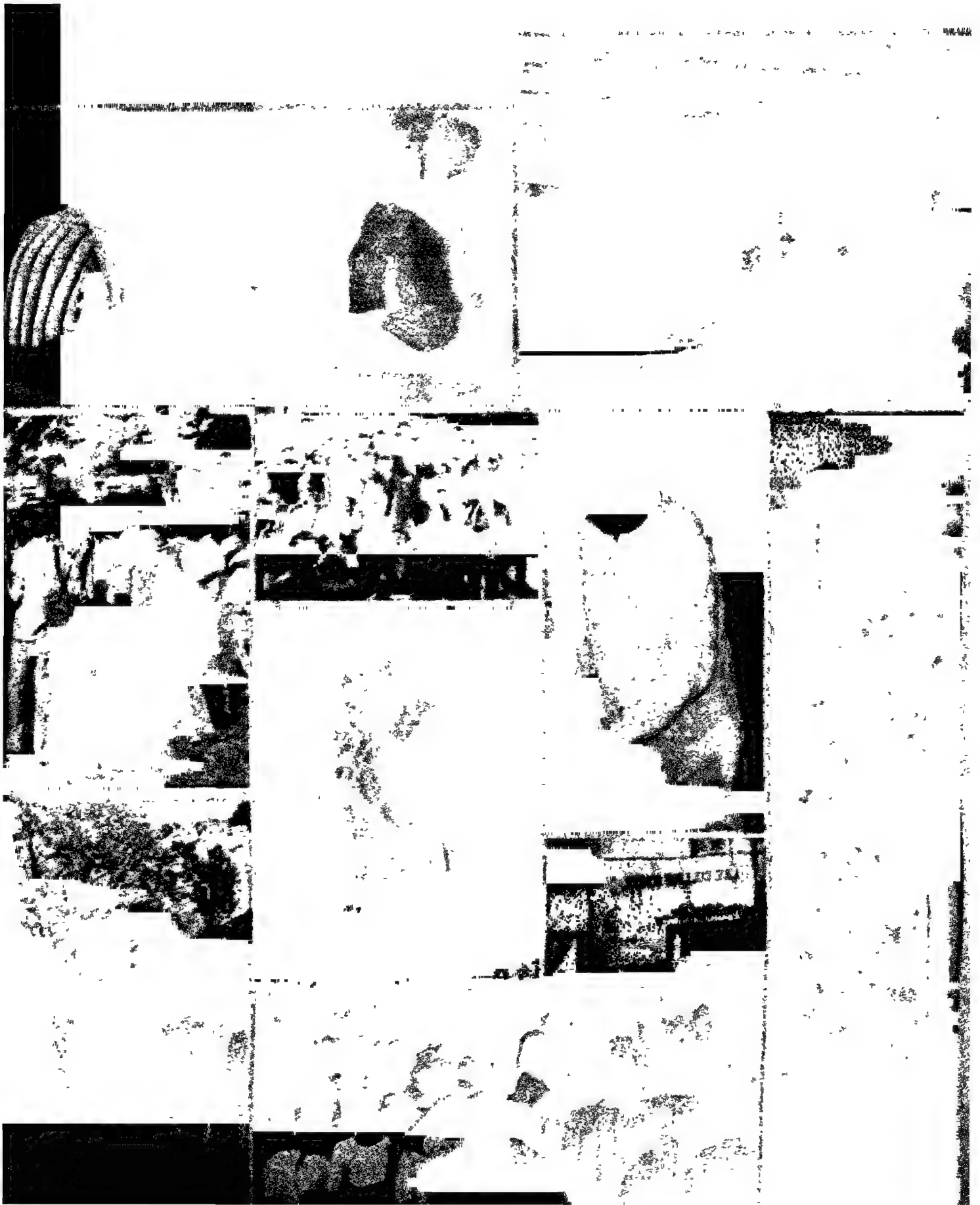
دسمبر ۸۶ء میں صائبین بجٹ اشاریہ ۷۰۷ کے مطابق
 مزید ہنگامی بجٹ دینے کی منظوری کا اعلان کرتے ہوئے میں نے یہ بھی لکھا تھا
 کہ اگلے مالی سال میں ہنگامی بجٹ کی مزید قسطیں بھی دی جائیں گی۔ اس موقع
 پر میں یہ اعلان کرنا چاہتا تھا کہ یکم مارچ ۸۷ء سے مئی کے اشاریہ ۷۰۷
 کے حوالہ سے بنیادی خواہ اور اس سے وابستہ ہنگامی خواہ کی کم فیصد
 رقم بلکہ ہنگامی بجٹ دیا جائے گی۔ اس شرح کا اطلاق ان لوگوں پر ہوگا جن کی خواہ
 اور ہنگامی خواہ ادوں ۳۵۰۰ روپے فی ماہ سے زیادہ نہیں ہے۔ دیگر افراد
 کے لئے بعد میں یہ اعلان کیا جائے گا۔ پیش پانے والوں کو بھی مناسب امداد فراہم
 کی جائے گی۔

۸۶-۸۷ء کے لئے بجٹ تخمینہ میں اس ریاست کے ملحق اور
 منجندہ میں ۳۶ کروڑ روپے کی کمی دکھائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ میری
 یہ تجویز ہے کہ مزید ہنگامی بجٹ کے لئے ۶۰ کروڑ روپے کی گنجائش رکھی جائے۔
 ہسپتال خدمات میں مزید بہتری لانے کے لئے مزید ۳۶ کروڑ روپے کی ضرورت
 ہوگی۔ یہ بات ابھی زیر غور ہے اور اس میں اندور زمین کی خوراک کے لئے
 تعلق مشروں میں اضافہ کرنے کا سوال بھی زیر غور ہے۔

ایک طرف اخراجات میں مذکورہ ۳۶ کروڑ روپے کا مزید اضافہ
 ہوا تو دوسری طرف عوامی اکاؤنٹس میں ۶۸ کروڑ روپے دستیاب ہو گئے۔
 اس طرح ۸۶-۸۷ء سال کے لئے ۵۹ کروڑ روپے کی کمی ہوگی۔ اس
 میں گزشتہ سال کی طرح ۳۲ کروڑ کا منفی بقیہ بھی شامل ہے۔

تخمینہ کردہ کمی کو مزید وسائل کو یکجا کر کے اور اخراجات میں
 معاشی کاغذ سے کمیوں کو کم کر دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ حاصل کی
 (۱۰۰ کروڑ روپے)







شرح خریداری

سالانہ تین روپے * اس شمارے کی قیمت: ۱۲ پیسے

ترسیل زر کا پتہ

بزنس منیجر!

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور - حکومت مغربی بنگال

۲۳ - آرا این، مکھرجی روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

پندرہ روزہ مغربی بنگال کلکتہ

مدیر اصلی : پرتین کرشنا بھٹاچاریہ

مدیر : دھرم چند رائے

مدیر معاون : محمد اعظم

جلد نمبر ۳۴ * یکم مئی ۱۹۸۵ء * شمارہ نمبر ۹



وزیر اعلیٰ شرقی جمہوریہ بامسو، وزیر اطلاعات و ثقافتی امور شرقی بھارتیہ، اور وزیر آرا اینی و اصلاحات آرا اینی

اور پنچایت شرقی بھارتیہ جو دھرم ۱۱ اپریل ۱۹۸۵ء کو دہلی میں منعقدہ ایک پری کانفرنس میں



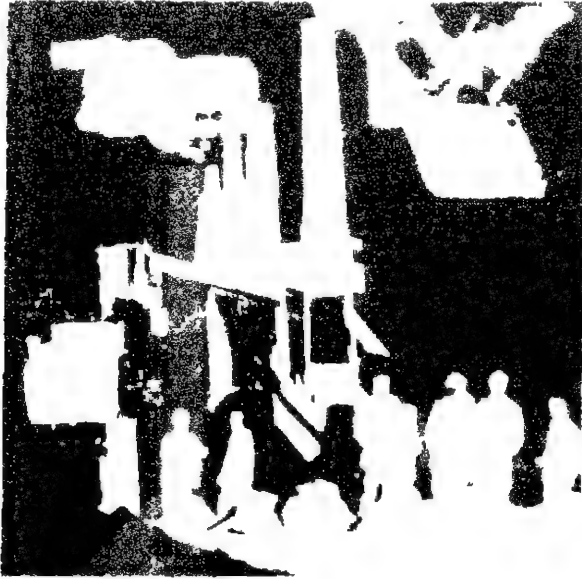
نظم

اٹھو ہند کے باغبان اٹھو اٹھو افتخاری جوان اٹھو
کسانو اٹھو کامگارو اٹھو نئی زندگی کے شرارو اٹھو
اٹھو کھیلے اپنی زنجیر سے اٹھو خاک برنگال کو شمیر سے
اٹھو وادی دشت و کسار سے اٹھو سندھ و پنجاب و ملبار سے
اٹھو مالوے اور میوات سے مہاراشٹر اور گجرات سے
اودھ کے چمن سے چمکتے اٹھو گلوں کی طرح سے مہکتے اٹھو
اٹھو کھل گیا پرچم انقلاب نکلتا ہے جس طرح سے آفتاب
اٹھو جیسے دریا میں اٹھتی ہے موج اٹھو جیسے آندھی کی برصتی ہے موج
اٹھو برق کی طرح ہنستے ہوئے کھڑکتے اگر جتے برسے ہوئے

غلامی کی زنجیر کو توڑ دو
زمانے کی رفتار کو موڑ دو

سردار جعفری

محنت کشوں کی بین الاقوامی یوم استحکام کی ظاہر رسی



یکم مئی ۱۸۸۶ء کو چیکاگو کے مزدوروں نے احتجاجی مظاہرہ کیا تھا اور اس وقت سے ہر دن محنت کشوں کا بین الاقوامی استحکام کا دن بن گیا۔ امریکہ کے محنت کشوں کی تنظیموں کے دفاع نے بین الاقوامی استحکام کو قائم کرنے کے لئے محنت کشوں کے بین الاقوامی استحکام کو مظاہرہ کیا جائے۔ اس وقت ملک متحدہ امریکہ میں تقریباً ۳۵۰۰۰۰ محنت کشوں نے کام بند کر دیا۔ اس وقت کے لحاظ سے ایسے مزدوروں کی تعداد کافی کم تھی۔ صرف چیکاگو میں ۸۰۰۰۰ مزدوروں نے ہڑتال کی۔

۲ مئی ۱۸۸۶ء چیکاگو میں ملک کو رنگ ہار کسٹر مشینری چالت کے ۱۴ مزدوروں نے ہڑتال کی۔ اس ہڑتال کو توڑنے کے لئے پولیس کے ہتھیاروں اور اقدامات نے جگہ جگہ مزدوروں کو احتجاجی مظاہرہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ پولیس نے نائٹنگل اور پریسٹن ہارن کو جیل سے رہا دیا اور بہت سے مظاہرین کو زخمی کیا۔ ۴ مئی ۱۸۸۶ء کو چیکاگو کے ۱۰۰۰ چارٹ اسکوائر میں ہزاروں مزدور پولیس حکم کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے اکٹھا ہوئے۔ احتجاجی جلسہ کے اختتام کے بعد بہت سارے شریک کار اس اسکوائر سے چلے گئے تھے۔ اتنے میں ایک پولس بوٹ وہاں آگئی۔ بیک ایک بم کا دھماکا ہوا۔ اس سے پولس کے آٹھ افراد مارے گئے اور درجنوں لوگ زخمی ہوئے۔

اس حادثہ کو ایک بہانہ بنا کر دھالانکو اس واقعہ کے طور پر ابھریا بات معلوم ہو چکی تھی کہ لوگوں کو بھوکا دینے والے ایک شخص نے یہ بم جھپٹکا تھا۔ حکام نے بہت سارے مظاہرین کو گرفتار کر کے قید خانوں میں بھیج دیا۔ چیکاگو میں مزدوروں کے رہنماؤں کے خلاف تادیبی کارروائیاں کی گئیں۔ جعلی شہادت پر مبنی ایک سبکی عدالت میں گرفتار شدہ لوگوں کے خلاف متعدد دلائل پیش کیے گئے (دھالانکو جی کے خلاف مقدمے دائر کیے گئے) ان میں سے کوئی بھی اس وقت اس اسکوائر میں موجود تھا جب بم کا دھماکا ہوا اور ان میں سے سات افراد کو موت کی اور ایک کو ۱۵ سال قید کی سزا دی گئی۔

اس فیصلہ کے خلاف سارے امریکہ بھر میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ ایلیوٹس کے گورنر نے دہشت گردی کی سزا کو عرصہ کی سزا میں تبدیل کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص نے قید خانہ میں خودکشی کر لی اور باقی ۴ افراد کو ۱۱ نومبر ۱۸۸۶ء میں پھانسی پر چھڑا دیا گیا۔

لیکن اس واقعہ کے چھ سال بعد یعنی ۱۸۹۲ء میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ مذکورہ بالا ۸ افراد کے جرم کو ثابت نہیں کیا جاسکا اس طرح جنہیں پھانسی کی سزا دی گئی تھی انہیں ان کی موت کے بعد بے خطا قرار دیا گیا اور جو قید خانے میں تھے انہیں رہا کر دیا گیا۔

۱۸۸۹ء میں دوسری انٹرنیشنل کا پہلا کانگریس (جلسہ) پیرس میں منعقد ہوا۔ دی آئی لینن کے بیان کے مطابق یہ بین الاقوامی پروتار کی تنظیم نے مارکسی بنیاد پر انحصار کیا۔ کارل مارکس کے دوست فریڈرک انجلس نے اس کانگریس کے انعقاد کے لئے اہم اقدامات پیش کر دیے۔ اس کانگریس میں فرانسیسی کے قائد مسٹر آر۔ لوگنے نے نام ملکی میں کام کرنے کے آٹھ گھنٹے کے دن کے حق کے حق، مزدوروں کے ایک ہی وقت میں مظاہرے اور پروتاروں کے دیگر مطالبات کی بات ایک تجویز پیش کی جسے اتفاق رائے سے کانگریس نے منظور کیا امریکہ کے محنت کشوں کی تنظیموں کے دفاع نے اس کانگریس کی ایک پیغام بھیجا جس میں اس نے بتایا کہ وہ کام کرنے کے آٹھ گھنٹے کے لئے یکم مئی ۱۸۹۰ء

کوئی پیمانہ پر نظر ہونے کا انتظام کرنا چاہتا ہے اور جو جینے کی اسس
 قرارداد کے عام اقسام کے لئے اس دن کو مستحکم بنا دیا۔

فریڈرک انجمن نے یکم مئی کی قرارداد کی بابت یہ لکھا کہ ہمارے
 کانگریس نے یہ بہترین اور ہم کا؟ تمام ملکوں میں جہاں مزدوروں کی تنظیمیں
 ہیں اس قرارداد کا پرچمیں خیر مقدم کیا کیونکہ محنت کش لوگوں میں اس حکام کا
 جذبہ خود اراد پر بکھڑا ہے۔

یورپ کے بہت سارے شہروں میں مزدوروں نے ہڑتال کی۔
 تقریباً ۳ لاکھ مزدوروں نے لندن کے مشہور ہائیڈ پارک میں اجتماع کیا، ملک
 متحدہ امریکہ کے بہت سارے شہروں میں ہڑتال اور مظاہرے ہوئے۔ نیویارک میں
 ۷۰ ٹریڈ یونینز نے لاکھوں لاکھ مزدوروں کے اجتماع کا انتظام کیا۔

یہیں کانگریس نے ایک واحد مظاہرہ (ڈکوس لائن ایکٹ) کیے
 فیصلہ کیا تھا۔ لیکن ۱۹۰۶ء میں یکم مئی کے مظاہرہ کی کامیابی نے اس کانگریس
 میں شرکت کرنے والے تمام افراد اور سربراہوں کو اس بات سے مطمئن کر دیا تھا کہ
 انقلابی تحریک کے لئے ایسے واقعات کو روکا جیسا بن جانا چاہئے اور اس لائن منعقد
 کرنا چاہئے۔

روس میں یکم مئی ۱۹۰۶ء کو جبکہ وہاں کوئی ٹریڈ یونین نہیں تھی
 آمدنی ہائی کولڈ پارلیامنٹ، مارکسٹوں کے ذریعہ پہلی بار مزدوروں کے استحکام کے
 دن کو منانے کے لئے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس جلسہ کو وہاں کی اس وقت
 کی حکومت نے غیر قانونی قرار دیا۔ لیکن اس کے بعد سے یوم مئی کی تقریب
 نوروس کے محنت کش طبقہ کی فوجی روایت بن گئی۔

ان لوگوں نے، جنہوں نے یوم مئی کی ہڑتالوں اور مظاہروں میں
 شرکت کی، خود کو محنت کام کرنے کے آٹھ گھنٹے کے دن کے اور دیگر معاشی نعرے
 لگانے کے لئے مطالبات تک محدود نہیں رکھا۔ پہلے برسوں سے ہی انہوں نے یہاں

نعرے جیسے یعنی بدلی ملکوں میں عالمی حق رائے دہندگی کو رائج کرنا اور اس میں
 زارن ایسا کرالٹ پیسٹنک ویزو، انجمن کے شروع کردہ ہیں۔

اس سلسلہ میں عظیم اکثریت اشتراکیتی انقلاب نے عالمی تاریخ
 میں ایک نئے دور کا آغاز کیا، اور دنیا کی سماجی ترقی میں بے حد اثر انداز ہوا۔

۱۹۱۸-۱۹ء میں اکثریت انقلاب کے فوراً بعد ہی بہت سارے سرمایہ دار
 ملکوں میں کام کرنے کے آٹھ گھنٹے دن کی بابت قانون کو اپنا لیا اور اس طرح وہاں
 کے محنت کشوں نے اپنے برسوں کا مطالبہ سزا پایا۔ اس وقت لاکھوں لاکھ محنت کشوں
 نے "یوم مئی" منایا، اور جن جن محنت کش طبقہ کی تحریک تیز ہوئی تھی، نئے نئے
 علاقوں میں ایسی تقریبات منائی جانے لگیں۔ مثال کے طور پر ۱۹۲۰-۲۱ء میں ایشیا
 اور لاطینی امریکہ کے بہت سارے ملکوں میں یوم مئی کی تقریب منعقد ہونے لگی۔
 یوم مئی میں محنت کش لوگ عالمی صورت حال کے پیش نظر بہت
 سارے مطالبات پیش کرتے ہیں اور نعرے لگاتے ہیں۔

یوم مئی اب دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں منایا جاتا ہے۔ بہت سے
 ملکوں میں اسے قومی تعطیل کا دن قرار دیا گیا۔ اس دن کے جلسے جلسوں میں لاکھوں لاکھ
 لوگ شرکت کرتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یوم مئی کے نعروں میں بھی تبدیلی آتی
 ہے۔ ہر سال لوگ نئے نئے جگہ کی روک تھام کرنے اور اسلحہ سوارہ کے پرامن منتقل
 کے لئے اور بھی جزی سے کوششیں کر رہے ہیں۔ اشتراکیتی ملکوں میں لوگ یوم مئی میں
 اپنے پرامن اقدامات کے ساتھ ساتھ جاکڑہ لیتے ہیں اور ساری دنیا کے عوامین آواز ادا
 کے ساتھ کے اقدامات کے لئے آواز بلند کرتے ہیں۔ ترقی پذیر ملکوں میں محنت کش لوگ سماجی
 ترقی کے لئے آگے بڑھتے ہیں۔ مسکنی لحاظ سے ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں محنت کش
 طبقہ بڑے بڑے کاروباروں کے عملوں کے خلاف احتجاج کرتا ہے، اور اپنے چھوڑی
 حقوق کو کام کرنے کے حق کے تحفظ کا مطالبہ کرتا ہے۔

سرمایہ کے سٹے ہوئے ہونٹوں کا تبستم
 مزدور کے چہرے کی تھکن ہے کہ نہیں ہے
 پیشانی انفلاس سے جو پھوٹ رہی ہے
 اٹھتے ہوئے سورج کی کرن ہے کہ نہیں ہے
 سردار جعفری

ہم نے ہر دور میں تذلیل سہی ہے لیکن
 ہم نے ہر دور کے چہرے کو غضب آلود رکھا ہے
 ہم نے ہر دور میں محنت کے ستارے چیلے ہیں
 ہم نے ہر دور کے ہاتھوں کو حق بخشا ہے
 ساحر لہ ہیانوی

عظیم انقلابی رہنما: وی آئی لینن

تاریخ میں تبدیلی کے ہر دور کے ساتھ ساتھ ایسے لوگ بھی ملتے
تھے ہیں جو اس جدیدی کا لفظ پکڑ لیتے ہیں۔ وہ نئے اور سنہرے مستقبل کو پیچھا کرتے
ہیں۔ وہ ایک ایسا چیز کا نشانہ بن جاتے ہیں جو اپنے نئے راستہ پر گامزن ہے۔
اور زور دے دینے کا حق حاصل کر رہی ہیں۔
یہ دور میں سب کا دھڑلہ اٹھ اٹھتا ہے۔ سوشلزم کے جہد میں وہ دیکھ لیتے
ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے۔ یہ تصور کیا مشکل ہے کہ ایک شخص ہی ٹکڑی دینا توں والا
دور عظیم احساس اس قدر غریب سے نکلتے ہو سکے ہیں۔ آپ لینن کی زندگی اور جدوجہد پر
پڑے ہیں نادیدہ سے نظر اٹھیں بہ استخراج آپ کو حیرت میں غور ڈالے گا۔

لینن میں سب سے سنسی ٹکڑی زبردست طاقت تھی لیکن ان کے لئے کچھ بھی
بچے آپ میں کبھی چیز نہیں تھی۔ وہ اسے دنیا کو اور اس ماحول کو جاننے اور سمجھنے کا
ہمیشہ ایک ذریعہ تصور کرتے تھے جس میں محنت کش عوام رہتے ہیں اور جسے وہ ہر سے
بنا سکتے ہیں۔ ان کے نظریاتی علم اور مزدوروں طبقوں کے عملی فرامین کے
درمیان قریبی ربط بنانے کے ٹکڑے کو اس قدر تیز انداز میں بنا دیا تھا اور انہیں ایک
ایسا ہتھیار ڈھالنے کی صلاحیت بخشی تھی جس کے ذریعہ انتہائی مجرد نظریاتی مفروضات
سے ایک نئی زندگی کا قہر کی جاسکتی ہے۔ ان وہ ابدا نے لینن کو سیاسی دور
اندیشی دکھائی اور سماجی اور فلاحی کے بنیادی رجحانات اور امکانات کو محسوس
کونے اور اس کی پیش گوئی کرنے کی صلاحیت بخشی۔

اپنی غیر معمولی سیاسی دوراندیشی اور عوام کی ضروریات کے گہرے
احساس کی وجہ سے لینن ایک ممتاز اور شیر طبع سیاست دان بن گئے۔ وہ موجودہ صورت
حالی کی تمام تعلقات کو خدا کو سمجھنے کی طاقت کش عوام کو بجا کر کے اور اپنی ٹھوس نظر
دے سکتے تھے۔

لینن اپنی ساری زندگی محنت کش عوام کے کاد کے دنگار رہے لیکن
وہ بنی نوع انسان سے محبت اور اس کی خدمت کے بارے میں ایسا جڑی باز نہ ہو سکتے
تھے کہ لینن کے ایک قریبی ساتھی نے جو انقلابی جدوجہد میں ان کے شانہ بشانہ
تھے انکا کہنا تھا کہ وہ دیکھ کر ایچ کے دل کا مٹن ہے اس میں منظر تیار ہوا تھا۔
جب وہ انسانی اخلاق یا نیکی کی بات کرتے تھے تو لینن کا دل انہیں گرمی عطا کرتا۔ ان کی ناک

کون اور انہیں مضبوط اور فلاحی عزم کا لک بٹاتا تھا۔ اگر کسی سے نفرت کرتے
تھے اور نفرت وہ محنت سیاسی دشمنوں سے کرتے تھے ان کا کوئی ذاتی دشمن نہیں تھا۔
وہ ان سے محبت کی خاطر نفرت کرتے تھے جو موجودہ مضبوط اور موجودہ تعلقات سے
زیادہ مضبوط اور طاقت ور تھے۔

لینن کی ایک انتہائی اختیاری غریبی یہ تھی کہ وہ عام کو خاص سے اپنی
عوامی زندگی کو اپنی ہی زندگی سے الگ نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو پوری طرح
عوامی زندگی کے لئے وقف کر دیا تھا اور اپنی زندگی کو اس کا تابع بنا دیا تھا۔ اس میں نجی
اختلافات اور سمجھوتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ ان کے دشمنوں کے پستان آمیز الزامات
انہیں اس اختلافی جہد سے گرانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے جسے لینن نے اپنی زندگی میں
حاصل کر لیا۔

ولادیمیر ایچ لینن کا نام کروڑوں لوگوں کو عزیز ہے۔ دقت گزرنے کے
ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات، انکی انقلابی خدمات اور انکی نجی زندگی میں دلچسپی بھرا ہوا
رہا ہے۔

لینن کی زندگی مثلاً کہے جاتا ہے کہ وہ حیرت انگیز ایمان انگیز نہیں
تھے۔ ان کی زندگی اس دور کی یکنوازی کا پیکر ہے جس میں ہم سب رہتے ہیں۔ حالانکہ
لینن اس عہد کے آغاز میں ہمارے درمیان تھے تاہم ان کے تصورات، نظریات اور
انقلابی کارکردگیوں کے ان کے تجربے سے انتہائی کشش سوالوں کے جواب پانے اور ان
مسائل کے حل کی تلاش کرنے میں آج بھی ہمیں مدد مل رہی ہے جن سے نوع انسان کو بہتر
مستقبل کے اپنے سفر میں سب سے بڑا رہا ہے۔ لینن پر جوش بین الاقوامیت پسند تھے لیکن
نے قوم کے درمیان مساوات اور دوستی کا تصور پیش کیا اور اسے عملی شکل دی۔ لینن قومی
تنگ نظری کے کڑی نفرت تھے۔ انہیں برپا، روسیہ، ایشیائی اور افریقی مزدور اور کسان
کی زندگی اور آرزوؤں کا بکھلا احساس تھا۔ انہوں نے ایشیائی قوموں کے اندر بھرپور کارکردگیوں
اور سامراجیوں نے صدیوں کے ظلم و زیادتی کا سیاسی سرگرمی اور آزادی کے احساس کے بیدار ہونے
کا جس طرح سراگت کیا اس کی کوئی اور مثال نہیں۔ لینن ایک عظیم انقلابی اور اندیشی سیاست
دان ہنگامہ ساز شخص، مخلص اور بے غرض انسان اور انسان دوست تھے۔

ترقی پسند ادب میں "کامنٹ" سب سے اہم فریضہ

کئی بار اس کی خاطر ذرہ ذرہ کا جگر تیرا مگر تیرے حیران حبیبی حیران نہیں جاتی

انسانیت جلالی

ہمیں اپنے ذہن و شعور میں برباد ہمیشہ تازہ رکھنی ہے کہ ہم اس دور میں داخل ہر چکے ہیں جب کہ ترقی پسند ادب کی تحریک کو ہندوستان کی ہر زبان اور اردو میں بھی انتہائی گنجیم چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ وہ چیلنج ہیں جو بین الاقوامی اور قومی پیمانے پر دونا ہونے والے تیز رفتار ہنگامہ پرورد اور خفنگ ماحضات اور تغیرات نے پیدا کئے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ساری بنی نوع انسانی کے سامنے اس کی پوری تائید میں پہلی مرتبہ خود اپنی بقا کو ترجیح دینے کا صحیح معنوں میں دل کٹنا اور روح پرور سوال اٹھنا ہے اور نہ تو "خفا" ہو جانے کا ہرنگ اندیشہ سمجھاڑے

کھڑا ہوا ہے۔

ہمارے پورے گروہ ارض پر کائنات میں از رنگ اور شن میں جس کی اب تک کوئی نظیر نہیں ملتی ہے۔ ازیت اور اس کے ارتقاء کے وجود سلسلہ کو برقرار اور جاری رکھنے کے لئے دونوں جان فی کس میں ہے کیوں کہ اب انسان کے قبضہ اختیار میں ہو چکی ہے تو انسانی اپنے جلو میں بے اندازہ و بیکراں برکتیں اور ساتھ ہی ناقابل تدارک قیامیں لے کر آچکی ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ انسان دونوں میں سے ایک کو اپنے لئے چن لینے کا دروگ فیصلہ کرنا ہے اور اس انداز سے کرنا ہے کہ ذرا سی چوک یا جھجک کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی ہے۔

ہم نے خود بھی دیکھ لیا ہے کہ پچھلے ۲۰-۲۵ سالوں کے مختصر سے عرصہ میں تیز رفتاری کے ساتھ جہاں ایک طرف دو تہائی سے زیادہ دنیا کے لوگ سامراجیوں کے ظلم و جبر سے آزاد ہو کر غیر ترقی قومی خود مختاری، سیاسی و سماجی برابری اور برتر شرم کی منزل کو ایک سبیل روای کی طرح جلا زبلا طے کرنے کے لئے مضطرب اور بے چین ہیں خود دوسری طرف

نوع انسانی کا دشمن اور اس کا بے رحم اور ازیت پسند خود غرض و محسوس کاملا ہر نظام نوع انسانی کی اس قدروں اور مقدس رشتوں کو اس کے ہتھیاری تمدنی اور تاریخی درشوں کو مٹا دینے پر تیار ہو رہا ہے۔ وہ ایسے قتلوں کو جن میں دے چکا ہے جو ہمارے گروہ ارض کو سماج کی ماحویت اور اس کے نتیجے میں قیامت نامہ لاکھوں کو نوع انسانی کی تقدیر بنا سکتے ہیں۔ نو استعدادیت کے نئے نئے خونخوار اور غلیظ استبداد کے پوری دنیا کو غلام بنانے کے خواب کی عملی تعبیر حاصل کرنے کے لئے مل پیرا میں سوہ تیسری دنیا کے ملکوں پر عداوتی سماج کا عبور بنا رہے ہیں جن کے آسبھی اعلان فوسل کی تعمیر و ترقی، خود مختاری، خود کفالت کا گھلا گھوٹ رہے ہیں۔ مسابراج اور سرمایہ داری نظام خود اپنے تحفظ کی آخری لڑائی لڑنے کے لئے تیار ہو گیا ہے اور اس لڑائی میں علمت پرستی، بنیاد پرستی، انسانی امتیاز ذات پات اور فرقہ پرستی کو کم خوردہ اور کچر سمجھنے والوں کو اپنا سلو جات سے طر پر استعمال کر رہا ہے جانا ملک بھی نہ صرف یہ کہ ان کی زد سے باہر نہیں ہے حقیقتاً ان لعنتوں کا بڑی طسرح شکار ہے۔ ترقی پسند ادیبوں کو ان تمام چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ہم ان سے سبز آزما تو ہیں لیکن اپنی پوری قوت صلاحیت اور توانائی کے ساتھ نہیں ہو پا رہے ہیں۔

ہمارے پورے ملک کو آج بھگدیا چیلنج درپیش ہیں جو آزادانہ کے حصول سے پہلے ہمارے سامنے سینہ تانے کھڑے تھے بلکہ آزادی کے بعد ایک بڑا فرق آگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب چیلنج پہلے سے کہیں زیادہ خارج بے شرم، انٹلی اور مشدد ہوتے ہیں۔ یہ کیفیت ان کی بوجھ اور مضبوطی کی دلالت کرتی ہے۔ اس لئے وہ کہیں زیادہ خطرناک اور بے رحم ہیں۔ ہماری آزادی اور ہمارا جمہوری سیکولر ماحول ماحول معروضی خطر

آگئے ہیں کہ آزادی کے عرصہ میں پہلے کچھ نہ تھے۔

ہم اپنی زندگی کو زندگی میں خود کچھ رہے ہیں کہ ان جیسے لیون کی پشت پر ایک ہندو گھوڑا اور میڈیا کے جدید ترین اوزار اور مستعمل طاقتیں کارفرما ہیں۔ ان کے لئے مدت اور وسائل کی کوئی قلت نہیں ہے۔ انہوں نے ہمارے ملک کی معاشی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کر لیا ہے۔ چارے سماجی ہندوستانی علمی اور ادبی زندگی ان جیسے لیون کی پوری گرفت میں آتی ہیں جاری رہے۔ ترقی پسند ادیبوں کے لئے یہ چیلنج موت اور زیست کا سوال بن چکے ہیں۔ ترقی پسند ادیبوں کو اپنے ناقابل شکست جذبہ مزاحمت کے ساتھ ان جیسے لیون سے لڑنا لینا ہے اور ان کو شکست بھی دینا ہے۔

ہم کچھ دہے ہیں کہ ہمارے دشمن ہمارے ملک و عوام اور پوری انسانیت کے دشمن اپنے طاقت آفریں نظریوں کے تئیں پوری طرح کھینٹ (committed) ہیں اور ان پر وہ جنوں طاری ہے کہ ہماری طرف سے ذرا سی بھی رو رعایت اور ان سے سکوت کے راہ نکالنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی ہے۔ ہمارے پورے معاشرے پر رجعت پرست اور ظلمت پرست خیالات و نظریات غلبہ حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے عوام کی بڑی تعداد کی سوچیں اور انداز زندگی ان کے اذیت کے منظر پر رہنے لگے ہیں۔ جدید محنت مندرجہ ذیل انداز فکر عوام کی جاری اکثریت کے لئے ایک گناہ کے مترادف تصور کئے جانے لگے ہیں اور غیر موثر گردانے جاتے ہیں۔ حدود یہ ہے کہ ہماری بھائی چارگی خوش ہمسایگی، امن پسندانہ رواداری کی انسانیت نواز محنت مند اور دیرینہ قدیم اقدار و اہمیتیں از کار رفتہ، بے اثر اور بے معنی اور ملیا میٹ ہوتی جا رہی ہیں اور یہ رجعت پرست اور ظلمت پرست ملک کے کئی مخصوص خطے، مخصوص زبان اور مخصوص معاشرے تک محدود رہ رہ گیا ہے بلکہ ہمہ گیر ہے اور ہر زبان اور خطے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔

کوئی بھی ترقی پسند ادیب ان حالات سے روگردانی کر کے ترقی پسند ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ترقی پسند ادیب کو اپنے معاشرے میں ان جیسے لیون سے انفرادی اور اجتماعی سطح پر پوری طرح باخبر ہونا پڑے گا۔ ترقی پسند ادیب کو نہ صرف یہ کہ ان جیسے لیون اور تضادات کا شعور دینے والی سوچ اور فکر کو زندہ اور تروتازہ رکھنا ہو گا بلکہ ان کی نشاندہی بھی کرنی ہوگی اور اس ترقی پسند انداز فکر کو جاری و ساری کرنا ہو گا کہ ترقی پسند ادب اور فکر میں اور ترقی پسند تخلیقات میں تب ہی وہ باجائزیت

پیدا ہوگا جو اس کا حق امتیاز اور لازمی حصہ رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور ادب کے ذریعہ وہ ان اور زندگی کو بدلنے کے حوصلے کو قبول عام حاصل ہوگا۔

کیا یہ کچھ کہنے بند نہ تھا جس میں ہمارے معاشرے اور زندگی میں کارفرما زندگی حقیقتیں ایسی معاشرتی تضادات کی نشاندہی کا عمل ترقی پسند ادبی تخلیقات میں گہور نہیں پڑ گیا ہے؟ کیا ہمارے معاشرے میں رجعت پرستانہ طرز عمل اور طرز فکر ترقی پسند انداز فکر کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہیں رہتے ہیں۔

ڈاکٹر قمر رئیس نے کل انڈیا انجمن ترقی پسند مصنفین (اردو) کا جنرل میں ان جیسے لیون کی نشاندہی کرتے ہوئے ترقی پسند ادیبوں کو اس طرح آگاہ کیا ہے کہ وہ ہیں ان چھٹکاراتی چیزوں کا سامنا کرنا ہے۔ اس لئے کہ ان سے شکست لینے کا مطلب اس کو کہ رہن پر بنی نوع انسان کی آخری اور قطعی شکست ہے۔ ان کی بیکراں قوت اس کی روحانی عظمت اور جذبہ مزاحمت پر ہمارا عقیدہ قائم ہے۔ اس کی غیر فانی اختیار ہے جس میں ان تاریک قوتوں کا مقابلہ کرنا ہے۔..... عزم ہی ہمارے نئے سفر کا زاد راہ ہوگا۔

آج کے دور میں ان چھٹکاراتی چیزوں کا مقابلہ کرنے اور انہیں شکست دینے کے لئے یہ زاد راہ ہمارا گمنامہٹ ہے۔ یہی اصل عقیدہ ترقی پسند ادیبوں کی تخلیقات کی روخ اور رنگوں میں دوڑنے والے خون کی مانند ہونا چاہئے۔ تب ہی ترقی پسند ادبی تخلیقات عصری تضادوں کو ہرا کر سکتی ہیں اور عوام کے انداز فکر میں ان کے ذہن و عمل اور زندگی میں صحت مند تبدیلیاں لاسکتی ہیں۔ گمنامہٹ commitment آج ترقی پسند ادیبوں کے لئے خواہ ہندستان کی کسی بھی زبان اور خطے کے ہوں اولین اور اعلیٰ و رفیع فریضہ بن گیا ہے۔

اس دور میں چیزوں کو گنڈا نہیں رکھا جاسکتا ہے۔ ہیں صفت اور سیدھے الفاظ میں واضح کر دینا ہے کہ کم کھینٹ ہیں، ہم طرف دار ہیں، یہی بات اور نظریہ کی معنائی چارہ یا شعور اور ذہن نوجوان نسل کے لئے باجائزیت اور کشش باعث ہوگی۔ ہماری ترقی پسند ادب کی تحریک میں تازہ اشتیاق اور گرم خون پیدا کرے گی۔

ترقی پسند ادب کی واضح شناخت اور سامنے کے ساتھ اس

کی جابستگی ان تازہ واردانِ ادب کے لئے رہنما بن جاتے گی اور وہ بعض
اپنی انفرادی کاوش پر منحصر نہیں رہ جاتے گی تب ہمارا ترقی پسند ادب
سماجی طرز عمل پر اثر انداز ہونے والی سب سے بڑی طاقت ہو گا اور ہم
اپنی کچھ عرصہ کی پچھلی بات کو دور کر دیں گے۔

ہمارے ادب کا قومی اور بین الاقوامی کردار اپنی مخصوص
لسانی اور تہذیبی انفرادیت اور شخص کے ساتھ کشمکش کا طرۂ امتیاز لگا
کہ ہمارے معاشرے اور سماج کے تضادات کی زیادہ واضح نشاندہی کو
محکم اور نوجوان نسل کے لئے خاص طور پر موجودہ سماج کی تعمیر کا راستہ
متعین کر دے گا۔ اس ترقی پسند ادب زمین و شعور میں انقلابی کیفیات کو
سچی پروان چڑھائے گا۔ نئے ترقی پسند ادب کو نئے مجالِ آبی سنگمار سے
نکھارے گا۔

ایسا کیوں ہو گا؟

ترقی پسند ادبوں کا کشمکش خواہ کسی بھی زبان سے تعلق
رکھتے ہوں، انہیں عوامی زندگی، معاشرے اور مسائل انسانی مسائل سے بہت
زریں رابطہ رکھنے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ اس ترقی پسند کشمکش میں خلوص
گہنی اور جذبات کی فراوانی ہوتی ہے، خوب سے خوب تر کی جستجو عادت
تائید بن جاتی ہے، عوامی زندگی کی عکاسی تخلیقی اور مقصدی انداز سے
ہوتی ہے۔ ایسی تخلیقات ہی خوش طور پر اس رجعت پسندانہ فکر کو مسترد
کر دینے کی طاقت رکھتی ہیں جس کا اظہار بے عمل رجعت پرست ادیب و
تخلیق کار ناموس لہجوں میں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

تخلیقات عوام اور قارئین کے لئے غیر مجاذب نظر اور غیر مؤثر
جب ہوتی ہیں کہ ترقی پسند ادب کے نام پر جو ادب پیش کیا جائے وہ موجودہ
معاشرے اور سماج کے مسئلوں اور انسانی مسئلوں سے ناہم جیسا اور مردہ اقلیت کا اظہار نہ ہو
ترقی پسند تخلیق اور مقصدی مدد دینے کے اعزاز کرتا ہو ایسا کہ "ادب کی تخلیق مشکل سے ہی
کہ جاتے گا۔ پر خلوص ترقی پسند ادب اور ادب کی عظمت غیر مؤثر اور غیر
جاذب نظر نہیں ہوتی ہیں! ان میں کشمکش، جذبہ اور چمک ایک
زانی شان لئے ہوئے ہے جو قاری کی تہ ذہن و گرفت میں لے لیتا ہے۔
کہ ترقی پسند ترقی پسند معنفین (اردو) کے سامنے بھی ہی
مسائل ہیں اور ان مسائل سے ہندوستان کی تمام زبانوں کے ترقی پسند ادیب
بجا ہوا ہیں۔ اردو کے ترقی پسند معنفین کو اردو زبان کی ترقی و ترویج

کے مسئلہ سے بھی دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ ہندوستان
میں اردو کی ترقی و ترویج کا معاملہ ایک سبب و سبب کا ترقی پسند نقطہ نظر رکھنے
والی جمہوری و سیکولر تحریک ہی سمجھ رہی اور خوبی سے طے کر سکتی ہے۔
پھر نئے اردو کے ترقی پسند معنفین اپنے قومی اور بین الاقوامی فریضوں
کو جن کا شروع میں ذکر کیا جا چکا ہے فراموش نہیں کر سکتے۔ ہر ترقی
پسند ادیب یہ فریضے کبھی کبھار طے کر سکتا ہے کہ اردو میں ترقی پسند ادبوں
اور شاعروں کی ایک شان ہے جس نے ان فریضوں کو پورا کرنے کی شاندار
اور روشن روایت ہمیں ورثہ میں دلا ہے اور یہ ورثہ ہماری زندگی کے تمام
تاریک اور روشن پہلوؤں کا زخرف آئینہ دار ہے بلکہ اپنے زمانے کا سچا
نمائندہ بھی ہے۔

اردو ترقی پسند معنفین کی تحریک اس عرصے کو اور زیادہ مالا
مال کرنے کے لئے موجودہ دور کے بین الاقوامی اور قومی حالات میں اور نہ گھسیٹتی
جنگ کے چہرے جانے کے ہولناک اندیشہ کی بنا پر نزیت یا موت کے نازک
ترین مرحلہ پر اپنے ملک اور دنیا بھر کے ترقی پسند معنفین کے شاندار بٹن پہلے
گئی اور اپنے دور میں نئے اور نوجوان ادبوں اور شاعروں کی ایک نیا
کلیکٹاں آسمانی ادب پر جلوہ گر کرے گی۔ یہ فریضے ترقی پسند نظریے کے
کیمیڈ تحریک ہی پورا کر سکتا ہے۔

بہت ذمہ داریاں ہیں جن سے ترقی پسند اردو معنفین کو عرصہ
برآ ہونا ہے۔ ان کو پورا کرنے میں کونامیاں ہوں ہیں جس کا خیا رکھیں اس
طرح جگت پڑا ہے کہ ہماری اولی دنیا میں رجعت پرست اور ظلمت پرستی کا بولت
منظور ہے۔

اسی سبب سے اردو کے ترقی پسند معنفین کو اپنی تخلیقات
میں معاشرے کی شکست و ریخت کے عمل کو شعری طور پر پھر ایک بار پیش
کرتا ہے۔ ہمارے ملک اور معاشرے میں پچھلی دو تین دہائیوں میں جو تیز
رفتار تبدیلیاں اور تحولات آچے ہیں جو ترقیاں واقع ہو چکی ہیں اور جو ہر
صافحت و ناہو چکے ہیں۔ ہمارے ہیں دولت اور میڈیا سے مس عرصہ
رجعت پرستی، رات پات اور فرقہ پرستی اور ان کی فزاعات
(جس کا عرفاً ایک مثال عورتوں پر ظلم و ستم اور ان کا زہد جلایا جاتا ہے سنا
کے اندر دوسری لفظوں کے پھیلاؤ اور ان میں جوہر دکھائی ہے اور جس کے
الٹا نتائج معاشرے میں برآمد ہوتے ہیں غفلت منداغرافی پرست

جی میں محض ان کے خود غرضانہ سماجی اور سیاسی مفادات کو حاصل کرنے کے لئے ان گفتوں کو جس طرح اختیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں ترقی پسند مصنفین کو انہیں اپنی تخلیقات کا موضوع بنانا ہے۔ معاشرے میں انسانیت کو آزاد محبت و پیار کی آہٹیں میں امن و سکون پہنچا سکا جائے چاہئے اور غلوں کی دیرینہ صحت مند قدریں کتنی بے درود کا ہے پامال ہو رہی ہیں اور ان لوگوں، خصوصاً نوجوان نسل پر ان کے جو شرعاً اور انسانی سوزناخت مرتب ہو رہے ہیں ان کا شعور و لوہارک اپنی تخلیقات میں پیش کرنا ہے۔ تہذیب و تمدن میں جو تغیرات آرہے ہیں ان کو اہل فکر کرنا ہے۔ ظاہریات ہے کہ ترقی پسند مصنفین اپنے سامع اور قاری کو ان قبول جھلیوں سے نکلنے کا راستہ بھی دکھاتے ہیں۔

ترقی پسند ادیبوں کا کھٹٹ ہی ہے جو اپنے ملک و سماج اپنے معاشرے میں واقع ہونے والی تبدیلیوں اور تغیرات یا یوں کہہ لیجئے کہ ان کے اندر کا نوجوان دیکھ کر تجربات، اسباب و محرکات پر متوجہ کرنا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ تلاش و جستجو بھی جاری رکھتا ہے کہ وہ کون سا مؤثر ترین طریقہ ہے کہ عوام ایسے ادیبوں کو پسند لیں۔ وہ ادیب ان کے لئے پرکشش ہو یعنی ان کی ذہنی سطح بلند ہو، ان کی خود اپنے مسائل سے بے تعلقی اور ان کے بارے میں بے حس دور ہو۔

ایسا ہی ادیب ان کے اندر تبدیلی لائے گا۔ ان کو حالات کو تبدیل کرنے پر آمادہ کرے گا۔ ان کو مستقبل کا راستہ دکھائے گا۔ ناگزیر تہذیب و ادب اور اس دور و دور کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ نوجوان قاری ادیب سامع کے اندر ایسی تبدیلی کا آنا اس کے پیش نظر ہو کہ ادیب اور اس کی سوچ کے لئے جان بڑا ہے۔

آج کا ہندوستان زبردست اور طاقت خیز سازشوں، حادثوں، المناکوں، انسانییت سوز ظالمانہ اور روج و قلب کو دھادھنے والے مظالموں سے بھرا ہوا ہے۔ کشمیر سے کنیا کمار تک، راجستھان و پنجاب سے آسام و اڑناجل تک کتنی باتیں ہیں جو اپنی خوبی و برکت دکھا رہی ہیں۔ کون سا علاقہ ایسا ہے جو ایسے ہی غول سے بچتا ہے۔ رجعت پرستی، غفلت پرستی، ہنسنا پرستی، فرقہ پرستی، ذات بات، عیسائی پسندی، مطلقانیت پرستی، اعلیٰ جنات کی افرا میں پرستی اور ان سب کی پشت پر بیرونی اقدار کی قیادت خیر غرض خراب ہمارا گھلسا ہے۔ بات دس پارچہ کی بھی نہیں رہی، سبیکوں و

ہزاروں معصوم لوگوں کے گناہ مارے جاتے ہیں اور اسٹریٹ لائٹس بجھ کر جوتے ہیں۔ ان حالات میں ہم کی کریں؟ کیا ان حالات کا روت و فائدہ نہیں اور اپنی جگہ کی جگہ یاد رکھنا صرف ان طاقتوں کو تقویت پہنچانے اور ان کے دلوں کو جوت دینے اور گمراہ دینے والا ادیب پیش کریں جو ان بلاؤں اور غلوں کے سامنے سینہ سپر ہیں اور ان سے نبرد آزما ہیں۔ اپنے غل سے یہ شہادت دے رہے ہیں کہ انسانیت نفع ہے اور جزیبان حال ہے یہ جتا رہے ہیں کہ

ہو میں اک مسلسل روشنی شوق ہے پتلا

منہ میں پیچ اک نکلی سی دھواں ہے چلا میں ہوں

یہاں ان سوالوں کا جواب دعوں داپڑے گا کہ ترقی پسند ادیب شاعر کے ذہن و قلب اور روح کو تڑپا دینے میں کون مان رہے ہیں؟ اس کی سبب یہ ہے کہ کھٹٹ میں جوت آگیا ہے اور اپنے نظریے کے ساتھ غلوں کی چمک ماند پر چمکی ہے۔

یہ گیمبر سے ہیں غلوں میں مل جاتے ہیں اور مارے قیصروں کے اور اسے جھٹا اپنے درلوں میں پیش کرتے ہیں جو ترقی پسند یا شعور پروردوں کے دائرہ گرد اور آسروں کے مرہم منت ہیں لیکن ادیب معنوں میں غالب حال ہی ملتے ہیں۔ اس میں ناول، افسانے، تنقید اور شاعری وغیرہ شامل ہیں۔

یہی بنیادی سبب ہے کہ ہندوستان میں پچھلی کئی دہائیوں میں غالب اور سرکیز باؤن میں اردو میں خصوصاً ترقی پسند تخلیقات اور سوچ کی جاہلیت مدغم ہو گئی ہے۔ ادبی تخلیقات کے انبار میں ترقی پسند ادیب کو دعوں داپڑا پڑنا ہے۔ کچھ ایسا نکلا کہ ترقی پسند ادیب بے چہرہ کا شکار ہو گیا ہے۔ اردو میں اور دوسری زبانوں میں بھی ترقی پسند ادیبوں میں ترقی پسند نظریے سے پُر غلوں کھٹٹ کی ضرورت مدغم ہو گئی ہے۔

اس لئے اس دور میں تجریدی اور بے معرف ادبی تجربات اور اسلوب کے دوسرے اس نوعیت کے تجربات نہ سراہا جائیں، ناخوشی کی بجائے اختیار کئے گئے، ابہام اور ہمہلیت میں اصرار نہ کیا جائے، رجعت پرستی اور غفلت کا آمیزہ داریں گتیں۔ حد یہ ہے کہ کبھی یہ احساس ہونے لگا کہ ناگزیر کھٹٹ

Non-Commitment میں ترقی پسند کا ایک جوت ہے

کراچی میں انجمن ترقی پسند مصنفین کی گولڈن جیسی میں شرکت

کے بعد وہی انکو غلام ربانی تاجی نے کی ہند انجمن ترقی پسند مصنفین (اردو) کا

جبرازہ میں بڑی مسرت اور غرور کے ساتھ اور صاحبہ انصاف میں اس کا

(باقی صفحہ)

پیہاڑی علاقوں میں سماجی اور معاشی زندگی پر گورکھالینڈ تحریک کا اثر

ہم یہاں دارجلنگ کے پیہاڑی علاقوں میں مئی ۱۹۷۶ء سے جی این این اینٹ کی چلائی جانے والی تحریک کا جائزہ پیش کریں گے۔ کیوں کہ اس تحریک نے دارجلنگ کے پیہاڑی علاقوں کے امن پسند عام مردوں اور عورتوں کی زندگی کو بڑی طرح متاثر کیا ہے۔

ہم نے ستمبر کے چھپنے میں شائع کردہ اپنا دستاویز میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ سیاست، شہنشاہ اور تجارت پر پیہاڑی علاقوں کی معیشت کا انحصار ہے۔ سیاست کے سلسلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ پیہاڑی علاقوں کی سیر کرنے والوں سیاحوں کی تعداد میں بہت کمی ہوئی ہے۔ ۱۹۷۵ء (اپریل تا اکتوبر) میں ہونے والے سیاحوں کی تعداد ۳۲۰۰۰ تھی جو کہ ۱۹۷۴ء (اپریل تا اکتوبر) میں ایسے سیاحوں کی تعداد ۶۹۰۰۰ تھی۔ یہ تخمینہ سیاحوں کی تعداد میں گریز ہے۔ کسی مذہب متاثر کیا یہ تو اس کی ایک جزوی تصویر ہے، کیوں کہ مذکورہ سیاحوں میں ان سیاحوں کی تعداد بھی شامل ہے جنہوں نے اپریل یا مئی کے دوران یعنی ہم کے شروع ہونے سے قبل کے عرصے میں دارجلنگ کے پیہاڑی علاقوں کا دورہ کیا تھا۔ گزشتہ اکتوبر پر جب کہ موسم میں دارجلنگ شہر تو سیاحوں سے تقریباً خالی پڑا تھا۔ یہاں تو اس موسم میں سیاحوں کے لئے ہونے والے دکانوں اور دستورنوں کا گویا ایک جال بچا دیا جاتا ہے لیکن وہ سب کے سب خالی پڑے رہے۔ اس کی وجہ سے پھر کادائے فنی، نقل و حرکت کو رکس، لیکس ڈرائیور، پتھروں کے رکھوالوں کو کافی مالی نقصان برداشت کرنا پڑا۔ ان میں سے قریب سارے مفلس اور غلوک اہل بن گئے۔ اس سے زیادہ اہم نقصان یہ ہوا کہ اس خوبصورت جالیائی تفریح گاہ کی سیاحت کے امکانات کو مزید فروغ دینے کے لئے ریاستی حکومت کے بلے عرصے کے منصوبے کا شیرازہ بکھریا۔ اور میرک کی ایک اہم سیاست گاہ کی طرح، ترقی کے لئے خرچ کیے گئے لاکھوں روپے برباد ہو گئے۔ ایسی اطلاعات سہل ہوئی ہیں کہ شیلونگ، ٹرینگا اور سیاست کی دیگر جگہوں میں سیاحوں کی آمد میں کافی اضافہ ہوا۔ ان باتوں کی وجہ سے دارجلنگ کے پیہاڑی علاقوں میں مستقبل میں سیاحت کے امکانات مزید دم ہو گئے۔ حالانکہ دارجلنگ کے

معاہدے ایک عام سال میں سیاحت سے تقریباً ۲۵ کروڑ روپے کاتے ہیں۔ اس صنعت کی اکیار نو کا طریقہ یہ ہے کہ آنے والے برسوں میں ان علاقوں میں امن اور سکون پھر سے قائم کئے جائیں، کیونکہ خود کشی کرنے کی مترادف ہم کے شروع ہونے سے قبل یہاں امن و امان کا دور دورہ تھا۔

شہنشاہ صنعت کو بھی کافی دشواریوں اور نقصان کا سامنا کرنا پڑا جہاں ۸۶-۱۹۸۵ء میں دارجلنگ اور گھمبیرگ کے علاقوں کے جنگلوں سے کاٹے گئے درختوں سے مجموعی طور پر ۱۶۲۹ م ٹریکٹریٹر لکڑیاں حاصل کی گئی تھیں۔ ۱۹۸۵-۱۹۸۶ء میں (نومبر ۸۶ تک) ۱۶۶۰ ٹریکٹریٹر لکڑیاں حاصل کی گئیں۔ اس بات کے پیش نظر کہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد کا روزگار کے لئے اس صنعت پر انحصار ہے اور یہ کہ اس صنعت سے سالانہ ۷ کروڑ روپے حاصل ہوئے ہیں شہنشاہ کی پیداوار میں جبر تیزی آئی بات کی مثال یہ ہے کہ اس تحریک سے پیہاڑی علاقوں کی معیشت کو کتنے عظیم اثرات نقصان برداشت کرنا پڑا ہے۔

اس تحریک کی وجہ سے ۷۲ چائے باغات میں صوبت علاقہ جبر ہو گئی۔ ان باغات میں ۵۰ ہزار باغیابطور درکس اور ۳۰ ہزار بے ضابطہ درکس کام کرتے ہیں اور یہاں کے تین چار لاکھ لوگوں کے گزربسیر کا انحصار ان چائے باغات پر ہے۔ یہاں کی چائے سے ملک کو سالانہ ۲۲ کروڑ روپے کا زر مبادلہ حاصل ہوتا ہے۔ دارجلنگ چائے باغات ایسوسی ایشن کے مطابق ۹ دنوں کی کام بندی کے دوران چائے باغات کو تقریباً ۵ کروڑ روپے کا پیداواری نقصان برداشت کرنا پڑا۔ اب تک تقریباً ۱۰ لاکھ گھنٹہ گرام چائے نہیں تیار کی جاسکی اور اس طرح چائے کی کل پیداوار میں دس فیصد سے زیادہ کمی ہوئی۔ اس کے مزدور دن کو بھی کم دیشا ایک گھنٹہ روپے بطور اجرت کمونا پڑا۔ نیز ان ہنگاموں کی وجہ سے دد چائے باغات میں تانہ بند کا ہے۔ اس صنعت کی بہت ساری چیزیں کی سبیل بنی ہیں۔ بھری طرح متاثر ہوئی ہے کیوں کہ جی۔ این۔ ایل۔ این کے ممبران اکثر بینڈ منانے میں سرگرم ہیں

اس کے دین پیدا کر دیتے ہیں تاکہ سزا میں آموخت نہ کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسی بات کی تفسیر انکسٹن کی جاتی ہے کہ چائے باغات کے ۵۱ درکوں کے لئے حوان کی روایات پر عمل کرتے ہوئے رضا نے نہیں سوچا کہ اس پہلے کی روایت پر چائے باغات میں نہیں پہنچتے تو یہ چائے کی مانند آواز آئے۔ اس وقت پر چائے باغات میں نہیں پہنچتے اور نہ ہی اس بیک کی حسب معمول سرگرمیوں کو جاری رکھنا ممکن ہو سکا۔ حالانکہ اس صنعت کو جاری رکھنے کے لئے یہ سرگرمیاں بہت اہم ہیں۔ بعض حالتوں میں اجرت کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے اس طرح مزدوروں کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گزشتہ سال کے ستمبر سے چائے باغات ہی این این کے سرگرم کارکنوں کے ٹکے بنے ہوئے ہیں جو چائے باغات کے درکوں پر بار بار سٹاک لے کر رہتے ہیں۔

کی بھلائی اور تحریک نے پہلوی معیشت پر ہی ایک عرب لڑائی کی ہوگی۔
حکومت کے بہت سارے خزانے اور لوگوں کی تکمیل کے کام میں صرف
مائندوں کی شرکت لازمی ہوتا ہے۔ بہت سارے کیڑوں میں اپنے ہاتھ
کو ڈوبا اور دھکایا جاتا ہے۔ انہیں اپنے مہدوں سے استغنیٰ دینے پر
مجبور کیا جاتا ہے اور جو لوگ ان کی بات نہیں مانتے انہیں دھکایا جاتا ہے
یا انہیں جس مٹاؤ ذیت پہنچائی جاتی ہے۔

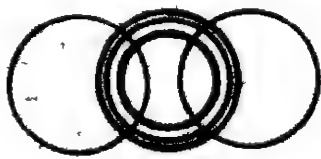
بعض عالتموں میں عام لوگوں کا ایک طبقہ جی این ایل ایف کے گمراہ کن پروپیگنڈے کے شکار اپنے معائب کو اس یقین کے ساتھ برداشت کرتے ہیں کہ یہ تمام عارضی ہیں۔ چند افراد ایسے بھی ہیں اور جن کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہے جو تشدد اور دھمکی کی موجودہ فضا سے بالکل ناخوش ہیں لیکن وہ اتنے سپہمی ہوتے ہیں کہ اپنے احساسات کو ظاہر نہیں کرتے۔ نیز ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں اپنی ناراضگی کا اظہار کر کے جی این ایل ایف کے مسلح گروہ کے پیش اور عقبے کو مدعو کیا۔ اب انہیں بہت سارے سماجی ظلم کا شکار بننا پڑا۔
نہیں ان کے شکایت سے نکال دیا جاتا ہے۔ ان کا سماجی باطن چٹپٹا جاتا ہے۔

منجھ چھاتی کے ساتھ گھومتی چلتی ہیں اور یہ کہ ان کی مرکز کی طور پر دیکھ جب اس
کونے کی فردرت ہے۔ مذکورہ صدر سے نزدیک کہ برخلات اس کے کہ
نیپالی بولنے والی آبادی اس کے متاثر ہیں۔ یہ زیادہ تر نیپالی
ایسوسی ایشن گورکھا لینڈ کے مشہورے خلاف ہے کیونکہ یہاں انہیں
عام جی این ایل ایف کے تابع محکوم رہنا پڑتا ہے۔ اس پر ۱۹۸۰ء کو
وزیر اعلیٰ کے نام ایک خط میں لپچا ایسوسی ایشن نے گورکھا لینڈ کی تحریک
کی مخالفت کی اور اس کے ساتھ اس نے اس بات پر زور دیا کہ درجہ اول
پہاڑی علاقوں کے لپچا ہی اصلی اور قدیم باشندے ہیں

جی این ایل ایف کے سربراہوں کو جب اس بات کا
احساس ہوا کہ پہاڑی اقلیتوں کے سلسلے میں ان کا جارجانہ اور سٹی پرستی کا
روہ دراصل مغربی بنگال کے اندر ایک لسانی اقلیت کی حیثیت سے ایک
انگ ریاست کے لئے ان کے کہیں کو گمزور بنائے رہا ہے تو بعد میں ان
سربراہوں نے ایک اور ہم شروع کر دی کہ ان کے مجوزہ گورکھا لینڈ میں
ہندستانی گورکھاؤں کا دیگر کسی پہاڑی نسلی جماعتوں پر تسلط نہیں ہوگا۔
اور نہ گورکھا ان کا استحصال کریں گے۔ ان کے شائع کردہ ایک پمفلٹ میں
یہ باتیں درج ہیں نیز ایک اور پمفلٹ میں گورکھا لینڈ کے سر فنوں نے منعکس
خیز جنگ گورکھا لینڈ کی تحریک کی تعریف میں وسعت پیدا کی۔ ان کے
بچنے کے مطابق دارجلنگ اور جاپانی گورڈی میں رہنے والے لپچا، اراکوس
سنٹلی، ایچ، بھوجپوری، موڈیسیہ اور بنگالی شیدائذ کا سٹ (زیادہ
تراج جنس) بہت سب گورکھا ہیں۔ انہوں نے صرف اعلیٰ ذات کے بنگالیوں
کو گورکھاؤں میں شامل نہیں کیا تاکہ نسلی، لسانی اور دیگر جمیوں کے تمام لوگوں
کو گورکھا قرار دینے کی کوششیں اقلیتوں کو بے وقوف نہ بنا سکیں کیونکہ
جس جوں گورکھا لینڈ کی شورش جارج اور تند و تیز ہوتی جا رہی ہے توں
توں یہ اقلیتیں اپنے مستقبل سے یابری ہوتی جا رہی ہیں۔ اس نے اس
بات کی بہانہ تشریح کرنی ضروری ہے کہ گورکھا نیپالی بولنے والے
ایک چھوٹے سے طبقہ کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ یہ لوگ نیپال کے ایک خاص
علاقہ سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ لیکن ان کا لونیائی دور حکومت میں برٹش
عالم علاقہ سے بہت سارے نیپالی بولنے والے افراد کو فوج میں بھرتی
باتھ۔ اس نے منگلی سے نیپالی فوج میں بھرتی ہونے والے تمام فوجیوں
کو گورکھا کہہ جانے لگا۔ جی این ایل ایف نیپال کے نیپالیوں سے الگ

نیپالی بولنے والے ہندوستانیوں کو گورکھا کی طرح پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔
اس طرح وہ سامراجی حکمرانوں کے دئے گئے تسمیہ کو نیپالی بولنے والے
تمام لوگوں کے لئے استعمال کر رہا ہے اور اس طرح وہ غلط مفروضہ کو رد عمل
لاٹھی کوشش کر رہا ہے کہ اس سے نیپالی لب کے ہندوستانی شہریوں اور
نیپال کے شہریوں کے درمیان جو فرق ہے اس کی شناخت میں انہیں کافی
مدد ملے گی۔

سماجی جبر و تشدد، مخالفین کو دبا دینے اور فرقہ وارانہ
ہم آہنگی کی فضا میں نیپالی بولنے والے لوگوں کی بہت بڑی تعداد بھاری
کے ساتھ جدوجہد کر رہی ہے کیونکہ یہ مجاہد ہیں افراتق، فرقہ واریت
اور لوگوں کو منقسم کرنے کی ناپاک سازشوں کا متن من و عن کے ساتھ مقابلہ
کر رہے ہیں۔ تقریبی پسندوں کی سازش کی مزاحمت کو ہندوستان کے لوگوں کے
اہم دھارے سے قومی یک جہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے شعور سے
اور چائے باغات میں محنت کش لوگوں کی بلا لیا زبان، نسل، مذہب، ذات
پات اور دیگر معاند کی متحدہ جدوجہد کی۔ یہ دراز کی روایت سے جلد ملی ہے
اس سلسلے میں بانیں محاذ حکومت کا کردار بھی کچھ اہمیت کا حامل نہیں ہے۔
کیونکہ اس حکومت نے اپنی سرگرمیوں اور پروگراموں کے ذریعہ دارجلنگ
کے پہاڑی علاقوں میں لوگوں کے مفاد کے مندرجہ کے لئے پیش قدمی کی
ہے۔ اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی اتحاد کو برقرار رکھنے اور انہیں
فرد دینے کے لئے مسلسل جدوجہد کر رہے۔ اس جدوجہد میں ان لوگوں
کی جرات اور اخلاقی طاقت کو دیکھنے کا ہمیں موقع ملے گا جو گورکھا لینڈ
کے حامیوں سے کچھ کم نیپالی بولنے والے نہیں ہیں اور جنہوں نے قومی اتحاد
اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے پرچم کو بہت ہی بلند رکھا جن کے ۲۸ افراد
اس جدوجہد میں جاں بحق ہوئے اور جن کے چار ہزار سے زیادہ افراد
کو بے گھر بنا دیا گیا۔ ملک کے مفادات کے لئے ان کی شہر بانی اور جان
نثاری اور مسلمانانہ فرقہ وارانہ ہنگامے کرنے والی فوجیوں کے شدید مزاحمت
سارے ہندوستان کے لوگوں کے لئے اور خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو فرقہ
وارانہ فسادات کا شکار ہوتے رہتے ہیں، مثیل راہ ثابت ہوئی۔



ریاستی حکومت کو دور درشن کا دوسرا پھیل دیا جائے

شرعی بدعہ ادیب بہار چاوی

شرعی بدعہ ادیب بہار چاوی وزیر اطلاعات دکن نئی اور حکومت
سٹر لیمٹڈ نے ۷ مارچ کو کراچی اور وزیر اطلاعات و نشریات کے نام ایک خط لکھا جس
میں انہوں نے لکھتے ہیں وہ دکن کے جاوید نے والے دسترس چینل کو ریاستی حکومت کے زیر
دینے کو کہہ دیا۔ خط کا متن درج ذیل ہے۔
جیسا کہ آپ کی توجہ لکھتے ہیں دسترس دور درشن چینل کی صورت جس کی بات یہ
اعلام می ہے کہ وہ بہت ہی جلد جاری ہو جائے گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس کی بات یہ
میرے قبیلے ریاستی حکومت کے شعبہ اطلاعات دکن نئی اور کے سابق
مدیر جیسا کہ آپ کے مطلع کر چکے ہیں، حکومت موزی بلگا لاس بات پر دہا یقین رکھتا ہے
کہ دور درشن کے دسترس چینل کو ریاستی حکومت کے حوالے کر دیا جائے گا۔ وہیں انٹائیٹل اس بات کو یقین ہے
کہ آپ اس لئے بھی کوئی دانت ہوں گے جس کا چند فرکانے ہیں (آئی آر آر ایل) کے مال
ہو میں تم کو بھی مستفادہ ایک نشست میں اظہار کی جا۔
انک سبھی میں وزارت اطلاعات و نشریات کی پیش کردہ بحث پر بحث
و مباحثہ کے دوران حزب اختلاف کے ممبروں نے دوسرے دور درشن چینل کو ریاستی حکومت
سے نام منتقل کرنے کا سوال بھی اٹھایا تھا، لیکن نامعلوم وجوہ کی بنا پر آپ نے اس
مسئلہ کی بہت خاموشی اختیار کر لی جبکہ آپ نے انہوں کے اشارے کے درستی سوالوں
کا جواب دیا۔

میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ ہر نئی فراہم کردہ موضوع
کی بات اپنی محبت سے ہونا لگا کر ہی لکھ کر آپ کے جواب کی بنا پر دیکھیں گا
حکومت اپنے اگلے قدم کے لیے یہ پاس کر رہا ہے۔

بقیہ : ترقی پسند ادیب میا جے کھنڈا

بھی اظہار فرمایا ہے کہ ہم مقصدی ادب کے پرستار ہیں، ہمارے سامنے ایک
مقصد ہے اور اس مقصد کو ہم کسی نظروں سے اوجھل نہیں کرنے دیتے۔
جو ادب میں غنڈہ گرد کا دشمن ہے، پیسے ہیں ہم ان سے صاف صاف یہ کہنا
چاہتے ہیں کہ ہم غنڈہ گرد ہیں زندگی کے، رشتے کے، حق کے اور یہی یقین ہے کہ
غنڈہ گردی کے بغیر اچھا ادب تخلیق نہیں کیا جاسکتا۔ اور آگے چل کر وہ فرماتے
ہیں : جس قسم کے اشعار رسامین نے دل کو دل کر دادی ۲۰ سال سے ظاہر ہوتا
ہے کہ مصلحتوں اور کجگوئیوں کا ناز لگ گیا۔ لوگ شاعروں سے توقع کرتے ہیں
کہ وہ ادبی اقدار کے ساتھ زندگی کا اقدار کو جس شعر کا موضوع بنائیں۔
گو یا۔ وہ ایک خیال کہ جس نے غم حیات دیا
وہی خیال علاج غم حیات بھی ہے

(بشکریہ نجات دہی)

مذہب آتشہ فرما د تو دل جگمگ نہ ہو
ہمت بازوئے مزدور ابھی باقی ہے
دلف آشفہ گیتی بھی سنو جائے گی
ہم نفس مشن کی آشفہ سرسبز باقی ہے

قطعہ
روشن مدنی

ٹھوکر سے مشقت کی زمینیں جاگیں
انگرائی ملیں نے لی مشینیں جاگیں
جو سونے کی چو کھٹ پہ پڑی سوتی تھیں
جاگیں وہ گہرے ریز جینیں جاگیں

رباعی
پرویز شاہری

محنت کش لوگوں کی فلاح و بہبود کیلئے کئے گئے اقدامات کی ایک دہائی

یومِ محنتی کے موقع پر عہد کی تجدید

بائیں محاذ حکومت ۱۹۷۰ء میں برسرِ اقتدار آنے کے بعد سے ہی محنت کش لوگوں کے حقوق کے دفاع کے لئے مسلسل کوشش کر رہی ہے۔ مغربی بنگال کے محنت کش لوگوں کو نئی امید اور اعتماد کا مزا محنت کشوں کا تحریک حاصل ہوا اور یہ محنت کش لوگوں کے مختلف طبقوں کے اتحاد اور استحکام کیلئے مشعل راہ ثابت ہوا۔ تاریخی یومِ محنتی کی یہی پر جوش پکار ہے۔

مزدوروں کی ٹریڈ یونینیں حقوق اور وقار کا تقاضا کرتی رہی۔ صنعتوں میں دو طرفہ رشتہ بنی بکھولتے، مزدوروں کے مفادات کیلئے کم سے کم اجرت ایکٹ میں رکھی گئی کٹھن لڑائیوں کا نفاذ، زرعی اجرت میں ناظرانہ اضافہ اور سماجی تحفظ اسکیمیں مزدور نمائندوں میں ایک دہائی کے کارنامے نمایاں ہیں۔ نئے صنعتی ماحول نے مستقبل میں مغربی بنگال کی بہتر معیشت کے لئے راہ ہموار کر دی۔

بائیں محاذ حکومت کی نظر مستقبل میں عوامی فلاح کیلئے تعمیری کاموں پر مرکوز ہے۔ محنت کش طبقہ کے لئے ایک تابناک کل کی نشاندہی کرتی ہے۔

حکومت مغربی بنگال



Postal Regd. No. WPC/100
Vol. 34 No. 9
PRICE 12 Paise

MAGHREBI BANG
1 MAY 1987



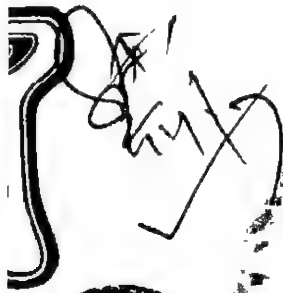
مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری بھوپتی باسوا اور اہل بی ۱۹۸۶ء کو سریندر ناتھ بنرجی نے ڈی جی وائی کے ساتھ ملا کر ریڈیو پروگرام میں شرکت
کندھ میسرز کا نمونہ ایما انستتائی تقریر کرتے ہوئے

Chief Editor : Prithendra Krishna Bhattacharya, Editor : Dhirendra Dutta, Asst. Editor Md. Asam
Published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. B. T.
Printers, 25, Panchananatala Road, Calcutta-700 048.

11 3 JUL 1987

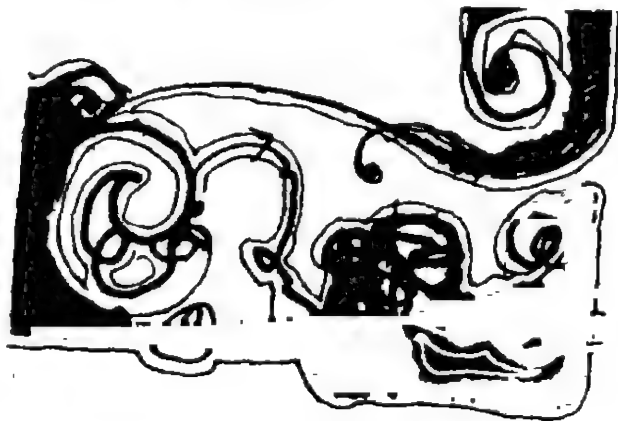
مغربی بنگال

۱۵ مئی ۱۹۸۷ء





ٹیگور نمبر



پندرہ روزہ مغربی بنگال

جلد نمبر ۳۲ * ۱۵ مئی ۱۹۹۷ء * شمارہ نمبر ۱۸

مدیر اصلی : پرتین بہتا چاریہ
مدیر : دھرنند رانا تھروت
نائب مدیر : محمد اعظم
مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

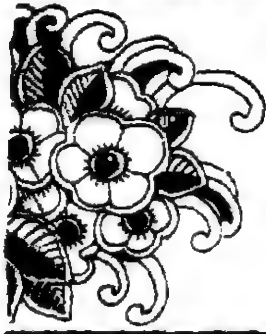
اس شمارے میں

- | | | |
|-------|----------------------------------|-----------------------|
| ۳ | گیتا جیل سے ایک نظم (نظم) — | ترجمہ: نیاز فتحپوری |
| ۴ | ٹیگور کا فلسفہ حیات — | سنانک ککھنوی |
| ۶ | ٹیگور کی شاعری میں فطرت نگاری — | ڈاکٹر جاوید نھال |
| ۹ | ربند رانا تھاکر (نظم) — | روشن نعیم |
| ۱۰ | ربند راسنگھت کا فلسفہ — | پریندو چند یادوہیہ |
| ۱۳ | ربند رانا تھاکر اور سمیعہ دنیا — | پوہنواسر کار |
| ۱۶-۱۷ | ٹیگور کیلئے ٹیگور کی نظمیں — | ترجمہ: مرآت گوشت پوری |
| ۱۸ | ٹیگور ایک شاعر ایک فلسفی — | پروفیسر نیاز احمد خاں |
| ۲۰ | ٹیگور کی میراث — | کالک کتھوری |
| ۲۳ | ٹیگور اور جمالیات — | انیس رفیع |
| ۲۶ | جوڑا سانکھ کے ٹیگور — | پروفیسر صرون سوم |
| ۲۹ | پچیسویں بیاکھ کے نام (نظم) — | ترجمہ: مصطفیٰ اکبر |
| ۳۰ | شائقین — | دھرنند رانا تھروت |
| ۳۲ | ٹیگور ایک منفرد شاعر — | صفیہ علی خاں |
| ۳۲ | آنکھ نہ خیال — | مرگب، ایم۔ اے نسیم |

در سالانہ : تاریخ رو ہے

— ترجمین کار، قارا بھر شاد داس —

اس خصوصی شمارے کی قیمت ۲۰ پیسے فی کاپی



گیتا انجلی سے ایک نظم

ترجمہ : نیا رفعت چپوری



میں جانتا ہوں، وہ دن آئے گا جب اس دنیا کا
نظارہ میرے لئے ختم ہو جائے گا
اور زندگی میری آنکھوں پر آخری پردہ ڈال کر
چپکے سے رخصت ہو جائے گی
لیکن ستارے بدستور رات کے وقت تکا کریں گے
صبح اسی طرح طلوع ہو کرے گی اور گھنٹے امواج بحر کی طرف
مسترت و غم کا شمار کرتے ہوئے موجزن ہو کر رہیں گے
جب میں اپنے لمحات کے اس انجام کا حبال کرتا ہوں،
تو ان لمحات کا حجاب ٹوٹ جاتا ہے
اور میں موت کی روشنی میں

تیری دنیا اور اس کے لاپرواہ خستہ انون کو دیکھنے لگتا ہوں
اس کی حقیر ترین زندگی بھی بے نظیر اور اس کی ادنیٰ ترین زندگی بھی بے پناہ
وہ چیزیں جنکی بیکار آرزوئیں نے کی، وہ چیزیں جو مجھے ملیں
ان سب کو جانے دو مجھے عرف ان چیزوں پر حقیقی قبضہ پانے دو
جن کو میں نے ہمیشہ ٹھکرایا اور نظر انداز کیا

★★



از: سالک لکھنوی

ربند رناتھ ٹیگور کا فلسفہ حیات

ایک چھٹ۔ معنوں کو رقبہ ہمارے (ٹیگور) کے فلسفہ حیات کا مروجہ

بنانا ادبی حقیقت سے کم نہیں۔ لیکن فہموری بہت کم کہ روایتی ہے اس سے میرے بارے میں بعد
اب آپ کے ہاتھ ہے

ٹیگور کی زندگی فزونی لہجہ کے لئے گونگوں تھورات در کست سے عبارت ہے کہ
کسی ایک پہلو کو بھی اگر مد نظر رکھا جائے تو کئی کتابیں لکھا اور ست کتابیں پڑھا بیٹیں گی۔

اگر ان کی ذکاوت زندگی کی حرف بنیادیات ہی سے بحث کی جائے تو یہ بھی ہیں
بہت سی ماہوں اور نثریوں سے گزر کر ایک ایسے مقام پر پہنچا پیشہ گاہ میں ٹیگور کچھ دیر کیسے
نظر آتے تو نظر آتے تھے لیکن نام نہیں۔ غالب کی طرح ٹیگور کے یہ کوئی قصہ میں یا نایاں فلسفہ
حیات نہیں ملتے بلکہ ادراکیت و تصوف کو فلسفہ کا درجہ دے دیا جائے جو حقیقت
ایک انسان کی ذہنی کیفیت تو ہو سکتے ہیں فلسفہ نہیں ہوتے۔ تصوف کا تعلق ایک مقام پر پہنچ کر
مابعد الطبیعیات سے تو ہو سکتا ہے زندگی کے کسی مثبت فلسفہ سے نہیں ہو سکتا۔

مذہب ٹیگور کا تعلق برہمن سہا سے تھا یہ دین یا فرقہ و فرقہ میں یا ایسا
ہے اور بنگال کی منظم ادبی و سیاسی تحریکیں زیادہ تر اسی طبقے سے تعلق رکھتی تھیں اور آج بھی
ان کا تمام جذبہ نظر آتا ہے۔ برہمن سہا ج حرف وحدانیت خدا و مدی کوئل سے۔ (دنیائے

دیگر مذاہب اپنی اپنی زبان میں اس تصور وحدانیت کے لئے کوئی بھی لفظ استعمال کر لیں)
دہوی دوتا پیر و پیر پوجا بابت برہمن سہا میں نہیں ہوتے۔ خدا ایک ہے وہ نہ سون میں
تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ انسان اپنے ذوق عبادت اور تسکین روح کے لئے نادانی میں جا پے
جئے خدا بنا ڈالے وہ سب باطل ہیں۔ خدا نے لازوالی کی وحدانیت قائم کر ہے گی۔ ہر

انسان میں وہ خدا موجود ہے۔ وہ کائنات کی ہر شے اسی سے ہے (ہمارا دوست!)۔ اس
اعتقاد کے تحت ہر ہوسہی تصور میں اتھائی انسان کا ایک ایسا مقام بھی آ جاتا ہے جہاں انسان
خدا ہی جاتا ہے۔ لیکن یہ تصور تصوف کی نام نہادوں سے جاملتا ہے جہاں امام الشوک
معصومیت جیسے خداوی قوچے مقام شریعت پر قائم اور اٹل نظر آتے ہیں لیکن معصومیت علاج کو
سولی پر پڑھا رہا جاتا ہے ٹیگور کی ذکاوت زندگی کے وقت شعور میں یہ تصور ہمیشہ قائم رہا

انکی تخلیقات، اسی تص۔ سے عموماً آتی ہیں۔

ٹیگور کی سب سے بڑی تخلیقات عوام کا نام "گیت" تھیں۔ اس کا تعلق
اس گیت سے قطعاً نہیں ہے جو اپنی ہونڈ کی انتہائی مقدس کتاب عبادت ہے۔ لیکن اپنی شاعری
میں وہ ایک مد تک "اوہیشد" سے متاثر نظر آتے ہیں اور اس کے اس رز کے قابل لکھا
دیتے ہیں جس میں کائنات کی "ہر شے اسی سے ہے" (ہمارا دوست!) لیکن اپنی تیز رفتاری اور
آوازیت پسندی میں وہ ان منزلوں سے بھی گزرتے نظر آتے ہیں جہاں ہر شے وہ خود (ہمارا
دوست) بجاتی ہے اور ہر مظہر قدرت میں انہیں وہ نظر آتا ہے جسے لاشعوری طور پر وہ
خود اپنے اندر محسوس کرتے رہے ہیں۔ اس مطالعہ سے ظاہر ہے انہیں شعور حیات کا وہ رنج
و طاعا کی حس سے مختلف مذاہب کے درمیان کی وہ دیواریں تھادی حواسانی تفریق کا بہت
تھیں اور ایک مشترک تہا سبائی ہر عقیدے میں نظر آتی۔ اس تصور سے جب ایک تاریخی
مزیا تو قوم پرستی کے لئے گناہن باقی نہیں رہی اور پورے عالم انسانی میں برائے زندگی نہیں
وہ دردمست نہ نظر آیا جس سے ان کے نمنوں کو سرمدی بنا ڈالا!

بنگال کے مسیہ دانش ور، نقاد اور ادیب سہری ہمارے لئے اپنے معنوں

"Tagore the last Phase" میں لکھتے ہیں:-

— "اس قوت متحرک اور ارتقائی نظریہ حیات نے ٹیگور
کے تصورات اور اظہار جذبات کو انکی تخلیقات میں ایک
منفرد مقام عطا کیا۔ پورائی، سنسکرت، بالاکا اور پرجات
اس کی عمر بردیا میں ہیں۔ ان کے متضاد فرائض اور ڈولے
بھی اس کیفیت سے سمور ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری
دو میں جبکہ ان کی عمر شتر برس کی ہو چکی تھی اور انانی
مسانی زندگی کے بارے میں وہ بڑے نظر ہو چکے تھے انہیں
زندگی کو تاریخی شعور کے پس منظر میں دیکھنا اور ہر گنا شروع
کیا — چند واقعات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۹۳۰ء میں انہوں نے روس کا سفر کیا۔ وہاں کی سماجی زندگی دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پوری دنیا اشتہادی بحران میں مبتلا تھی۔ خود ان کا وطن ہندستان صرف غلام ہی نہیں تھا بلکہ اشتہادی طور پر انتہائی زبوں حالت سے دوچار تھا۔ ۱۹۳۱ء میں ان کے سفر روس کا رد عمل "روسی خطوط" کی شکل میں شائع ہوا جس نے حکومت برطانیہ اور برصغیر کے راجہ رجسٹروں اور قواہد کو بڑی پریشانی میں ڈال دیا۔ ان کی تہذیب اس حد تک سے حرام کر دی کہ کہیں ہندوستان کے استعمال شدہ عوام روس کی راہ پر نہ چل پڑیں۔

(ٹیگور میموریل اسپیشل سلیمنڈر ۱۹۷۵ء ص ۲۵)

روس کے سفر نے ٹیگور کے شعور تاریخی کو ایک زبردست دھچکا پہنچا دیا۔ وہ مسابوات مذہب کے اس علم دار نے یہ دیکھا کہ اس لوٹ کھسوٹ کی دنیا میں ماحول مذہبی فلسفہ حیات پر قائم ایک ملک وہ بھی ہے جہاں چین کی مسیحی بچ رہی ہے۔ جہاں جانتے بھانت کی قومیں بستی ہیں پھر بھی کوئی "قوم" نظر نہیں آتی ہے۔ اسے انسانی قوم کے ایہیں سے ان کی قوم پرستی اور وطن پرستی کا تصور میں الا تو ایت کی جانب مائل ہو جاتا ہے اور اقبال کی طرح ان پر بھی تاریخی کا یہ راز منکشف ہو جاتا ہے کہ تفریباتی مددیدیوں اور تہذیبوں سے انسان کے بنیادی مسائل اور احتیاج میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس منزل پر پہنچ کر ٹیگور بھی دیکھ کر حیرت ہوئے۔ وہ بھی اقبال کی طرح مارکسزم سے بہت قریب آ جاتے ہیں جن کا اظہار ان کے ان ڈراموں، افسانوں اور نظموں میں عقلی طور پر نظر آتا ہے جو مسافر روس کے مدد و جذبہ پذیر ہوئے۔ اس دور کی تعلیمات زیادہ کائناتی ہو گئی ہیں۔ وہ صرف ہندوستان کی آزادی نہیں بلکہ دنیا کی تمام محکوم قوموں کی آزادی کے فلسفہ کو نظر آتے ہیں۔ محاذوں پر تڑپتے ہوئے بھی وہ اس وطن پرستی کے قائل نہیں رہے جو آخر کار اقوام و ملل کو ہتھیار بند کر کے ایک دوسرے کے خلاف میدان جنگ میں اتار دیتی ہے۔

ان رجحانات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا کہ اساد ستوار نہیں کر ٹیگور کی فکری۔ شاعری، موسیقی، مصوری اور نثری ادب۔ میں جو مادائی کیفیت ملتی ہے اور جس کی بنیادیں شاعر نے مطالعہ کے شعوری نتائج سے گزر کر وہ ماحولی و معنوی مسائل کو طے کرتے ہوئے اس جدید تاریخی موڑ پر آکر ٹھہر جاتی ہے جہاں پوری دنیا کے انسان ایک انسان نظر آنے لگتے ہیں۔

شاہد امرے ساتھ نے عالم مناد تو
پلا کے مجھ کو شے لا الہ الا ہو !

ہر شے میں جلوۂ خداوندی محسوس کرنے کے باوجود ٹیگور کے یہاں "عاطفیت" کے لئے کوئی گہنا کش نہیں ملتی۔ ٹیگور کے نغمے خواب اور مسکون کی ہوتے ہیں بے نیاز تعلیم مل ہی۔ ٹیگور کو زندگی پر یقین تھا۔ زندگی صرف آگے بڑھنا جانی ہے۔ واپس نہیں جاسکتی۔ اس لئے زندگی جب آگے بڑھنے پر مجبور و معوسہ تو آئندہ منزلوں کو گزرتے منزلوں سے زیادہ حسین اور زیادہ اطمینان بخش ہونا لازمی ہے! اس کی بہتر و خوبصورت زندگی پر یقین کو ٹیگور کا فلسفہ زندگی کہا جاسکتا ہے۔

دامد نقشہا تے تازہ ربرد
بیک صورت قرار زندگی نیست ! اقبالؔ

ٹیگور کے کلام میں برق سامانی نہ سہی لیکن مسائل حیات کے تعمیری پہلو در انسا طور و مانی کا افرد خیرہ ملتا ہے۔ ان کے یہاں تہذیب نفس، کردار کی پاکیزگی، حق گوئی، دیباکی کے لئے جستجو اور سردی میں ایک دائمی پکار ملتی ہے۔ وہ اپنی ہر جگہ لئے سبکوں کو بکارتے ہیں۔ جب کوئی ساتھ نہیں دیتا تو اپنی راہ پر تنہا رواں ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں :

جب تیر کا صدا پر نہ کوئی ساتھ دے تیرا
تہا ہی جلا مل تو اکید ہی چلا مل ! (ٹیگور - ترجمہ مصنف)

عورت

۴۵ ایک دور میں داخل ہو رہے ہیں۔ ایک عریض مرد ایک انسانی تہذیب کی مضائقہ مردوں کے ہاتھ میں تھی۔ جب مرد اپنی تہذیب کا سیاسی، معاشی اور سماجی ڈھانچہ تیار کر رہا تھا تو اس وقت عورت اپنے گھر پر زندگی میں معروف تاریخی میں پڑی تھی۔ مرد کی بنیاد ہوئی اس خصوصی تہذیب میں ہم آہنگی اور اخوت کی کمی ہے اور اس وجہ سے اسے فخر و حقارت کا احساس ہے۔ اس تہذیب کے بہت دردناک ہوا۔ ... تاکہ نہ لڑنے پر لئے نظام کی بنا دے کہ ہا کر دیکھیں گے۔ اس تہذیب کے انتشار کے اسباب برسوں سے ہوتے جا رہے ہیں اب کہ جس لئے تشریف لے گیا نہیں سکتا۔ لیکن یہ بات ہر جگہ کہ ایک دور کی عورتیں ہر جگہ ایک نئی تہذیب کی تعمیل کا ذمہ دار بن جائیں گے۔ لئے "کے بڑھ رہی ہیں۔" (ٹیگور - ترجمہ)

گیت : میں پہن میں اپنے اسارات کو گیت کے زریعہ لگا ہر کتا البعد میں ہم نے
اس طریقہ کو بدل دیا۔ اب میرے گیت نہ صرف میرے جذبات کے ترجمان ہوتے ہیں بلکہ بیان بھی ہوتے ہیں۔ میرے گیت تعالیر میں۔ (ٹیگور - ترجمہ)



از: ڈاکٹر جاوید منہال

ٹیگور کی شاعری میں فطرت نگاری

کمال فطرت نگاری میں نظر آتا ہے۔ "یارو آؤ در میڈ" (Yarrow - 1) (Lucey Gray) اس کی شاعری میں ہیں جو ہمدرد اور عالمی شہرت و مقبولیت نصیب ہوئی۔ ٹیگور نے اسی جذبے پر فطرت نگاری کی ہے۔ ان کے گیتوں اور نظموں پر اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"رہنما رانا تھ دنیا کے سب سے بڑے گیت کاروں میں گئے جانے ہیں۔ دلوں کے دکھ درد اور جذبات کی اتنی ہی توجہ جانی اور اتنی جیتی جاگتی تصویریں ان کے گیتوں میں ملتی ہیں جو سنگیت سے مل کر ایک ایسی شاعری کی تخلیق کرتے ہیں کہ ان الفاظ کے بھول جانے پر بھی ان کے گیتوں کا سنگیت پڑھنے والوں کے دلوں پر چھایا رہتا ہے اور انہیں ہلکے سے دیتا ہے۔ دکھ درد اور تصویر جذبات اور رستہ کی اس طرح گھل مل جانا ان کا ابتدائی اسلوب ہے ہی نظر آتا ہے۔"

ٹیگور نے خواب آتش کی تخلیق اس وقت کی جب وہ صرف بیس برس کے تھے یہ دنیا کا تمام زبانوں کی بہترین نظموں میں گنی جاتی ہے۔ یہ نظم اپنی موسیقیت اور اثر کی شدت کے اعتبار سے ادب عالمیہ میں شمار ہوتی ہے۔ ہمارے ایک بنگالی نقاد کے خیال میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نظم میں فطرت انسانی فاعل اور انسان کو وحدت و ایکائی میں اس طرح پرو دیا گیا ہے کہ انسان کا فطرت سے رشتہ دائمی اور اوٹ نظر آتا ہے۔ مادی اکائیات اور وحدت انسانی ٹیگور کی شاعری میں اس طرح سما گئی ہیں کہ یہ جزوہ فطرت نظر آتی ہیں۔

ٹیگور نے فطرت کے شاہکاروں میں انسانی فطرت کو دیکھا اور پرکھا ہے شاعر اعظم کو اپنی سر زمین سے والہانہ عظمت اور بے پناہ محبت تھی۔ ٹیگور نے دن رات اور راتوں کے بدلتے ہوئے تیر دیکھے ہیں، صوف دیکھے ہیں، جگمگان

بنگالہ نے مختلف شعبہ جات میں تعلیم المرتبت اور قدائد شخصیتیں پیدا کی ہیں۔ بنگلہ ادب کو نئی قدروں سے آشنا اور ہم آہنگ کرنے میں سرت جند رہیں، مائیکل مھوسن، قاضی نذراں، سدھ، تارا شکر، ہنری اداس، درمیں سستیر جیت رائے، بشندوے اور سبھاش مگھوادیہ نے بنگلہ ادب، آرٹ اور فن کو ایسا چمکوا دیا جو ہمدرد ہندوستانی زبانوں کے سارے ادبی پیکروں میں سب سے زیادہ دل فریب، پرکشش اور سحر انگیز نظر آتا ہے۔ ان عظیم المرتبت فنکاروں میں سب سے اعلیٰ وارث جگمگا کو رہنما تھ ٹیگور کو حاصل ہے اور جگمگا کا تخلیقی معیاری ادب ان کی دین ہے۔ رہنما تھ ٹیگور ایک ایسے فطرت ادیب، بحر بیکان جیسے ہیں جس کی اور چھوڑ سہوم۔ نہ ہی ایسے ہے شال فنکاروں کو زبردستی سرحدوں میں قید کیا جاسکتا ہے۔ رہنما تھ ٹیگور نابند (Genius) تھے گیتا بھلی کی نفسیں سارے دنیا میں مقبول ہوئیں۔ انہیں نوبل پرائز ادب کے لئے مل سکا وہ صرف شاعری نہیں تھے بلکہ بہت بڑے ناول نگار، افسانہ نگار اور ڈرامہ نگار بھی۔ جدید بنگلہ ادب ان کے افسانہ کی چھاپ گہری نظر آتی ہے۔

رہنما تھ ٹیگور کی عظمت کو ملک اور بیرون ملک میں تسلیم کیا گیا ہے۔ ان کی شخصیت ان کے بے مثال ادب کی وجہ سے بین الاقوامی حیثیت کی حامل ہے۔ ایشیا، یورپ اور امریکہ کے ادب نواز ان سے اسی طرح پیار کرتے ہیں جس طرح ہندوستانی قوم "کو ٹیگور سے گہری عقیدت و وابستگی اور الہانہ محبت ہے۔ ٹیگور کی شاعری میں تصور کائنات کے اسے ابدیت عطا کر دی ہے۔ وہ شاعر فطرت بھی تھے۔ ان کی کویتاؤں اور گیتوں میں فطرت کا تذکرہ نہ تو کافیاں ہیں۔ انگریزی کے مشہور شاعر ولیم ورڈس ور تھ اور فرانس کے سعدی، مائیکل اور فرخام کی شاعری کا بھی ٹیگور نے اثر قبول کیا تھا۔ ولیم ورڈس ور تھ اور فطرت تھا اور اس کی شاعری کا جو رو

کی تہوں میں ڈوب کر قدرت کے سوز کو پانے کی کوشش کی ہے۔ "سوزا بنگو" اس کا جذبہ تخلیق کی دین ہے۔ بنگال کے دلکش قدرتی مناظر، آب و ہوا کی ہستی ہوئی گنگا کی لہروں کے رنگ کو ایسے وجدان میں اندلیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظموں میں وجدان کا تصور ملتا ہے اور بنگال کے کھیتوں کی لہلہاتی نعلوں، آم کے باغ، عظیم الجستہ درختوں کی لہرائی ہوئی شاخوں میں شاعر "وصت" کی جھلک دیکھتے ہیں۔ یہ محسوس ہے کہ انسانی میں متمم ہے جو خدا کا برکت ہے۔ بنگال کی ندریوں کی چوڑی بچلی چھاتیوں پر ہستی ہوئی لہروں میں اسے بنگال کا روپ نظر آتا ہے۔ انہوں نے خواب آبشار "سوزا توری" اور ایسی بہت ساری نظموں میں ایسے ہی دلکش مناظر کی جڑیں نکال کر پاکر ستھ سے جیتی جاگتی تصویریں اتاری ہیں۔

پردہ سر ہاروں بگیرنے ایک جگہ ان کی دل آویز اور جذبات انگیز نظموں کی مدح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "شاعری میں رہنمائی کے خاص کام ان کے گیت ہیں لیکن مسافر قدرت سے انہیں جو محبت ہے اور زندگی کی رنگارنگی اور بوقلمونی سے ان کے وجدان کا جو گہرا تعلق ہے اس کی وجہ سے ان کی بہت سی نظموں میں قدرت کی کار نیگی اور صناعی اپنی بھرپور جلوہ سائیں کے ساتھ نظر آتی ہے۔"

"غلب آبشار" "سوزا توری" "سوزا بنگو" اور بہت ساری نظموں کے مناظر قدرت میں وحدانیت کی قدرت مطلق ملکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ان میں انسانی کی عظمت کا پیکر نظر آتا ہے جو خدا کی عظمت کی دلیل ہے اور انسان کے لئے نیگو کے دل میں جو بے پناہ جاہ اور پریم ہے، غیر شعوری طور پر وہ خدا کے لئے پریم کا روپ دھار لیتا ہے۔ نیگو نے انسان کی حرکات و سکنات میں خدا کے جلوے دیکھے ہیں، انجانے بنگال کو پہچاننے کی کوشش کی جو اسے بنگال کے موسم بربنگال میں اندلی ہوئی ندریوں، لہلہاتی نعلوں، باغ باغیچوں، بھولوں اور سبزہ کاریوں میں منعکس نظر آتے ہیں۔

ولیم ورڈس ورثہ نے شاعری پر اظہار رائے کیا ہے کہ:

"سنجیدہ سے سنجدہ تجربہ کیفیت اور تخیلات صحیح طور پر ظاہر کیا جاسکتا ہے اور روزمرہ کی زندگی کی حقیقتوں کو زینت کی روشنی سے جگایا جاسکتا ہے۔"

ورڈس ورثہ کی رائے رہنمائی نیگو کی رہمیں رہی مصلحت ہوتی ہے۔ انسان کے دلوں کی کیفیات جیسے خوشی و غم، تیرج و دو، بھگی اور املگ، ترنگ ایک دو سر میں غم کی گنتا، جاہت، اور متنوع وسیع کی مٹی جلی دنیا کی تخلیق کرتی ہیں۔

نیگو نے بھی اپنی نظموں میں مایوسی دنیا کی تخلیق کی ہے جو ہر شاعری کو سمجھ کر لے لے اندر جذب کر لیتا ہے۔ نیگو کی بڑی کاشا شاعری میں ایسا بن جاتا ہے۔ تجربات و مشاہدات نے جب ان کے شعور میں صلاحیت و بچپنی پیدا کی تو ان کے آخری دور کی شاعری میں روح حیات و کائنات قدرت کے شاہکار نمایاں ہونے لگے ہیں۔ ان کی شاعری کی تاثیر حسن میں اضافہ ہوتا ہے اور یہی روح حیات و کائنات شاعر کو زیادہ دل آویز اور پرکشش بنا دیتے ہیں۔ نیگو کی شاعری میں وفاداریت اس لئے اختیار کرتی ہے کہ وہ اپنے دل کی آواز اور اپنے غم کو بہی نوع انسان کا غم سمجھتے ہیں۔ پٹار اور داریوں اور پردے اور بھولوں اور بھولوں کے غم کا بھی انہیں شہت سے احساس ہوتا ہے جو ہر جہت، شکل اختیار کرتا ہے۔ شاعر کی طرح وہ بھی دنیا کے ہر ملک کے انسان کے دکھ کو اپنے اندر سمیٹ لیتے ہیں۔

"سوزا بنگو" "غلب آبشار" اور "سوزا توری" ایسی نظموں ہیں جو عظمت انسانی کے ترسے لگاتی ہیں اور قدرت کی قدرت تسخیر کی علامت اور تفسیر نظر آتی ہے۔ یہ عمومیت اور ہمہ جہتی ان کی شاعری میں اس لئے آئی ہے کہ انہوں نے فاضلی اور سنسکرت ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ مغربی قدروں سے آشنا تھے اور فارسی و سنسکرت ادب سے بہت کچھ لیا تھا۔ فطرت نگاری خواہ یہ قدرتی مناظر اور بھول (بھولوں) کی معصومیت میں ہی انہوں نے نہ پائی ہوئی اور ان کی نظموں کے حوکی پیکر نے صرف اپنے دل کی ہی بیان بلکہ ساری ساری دنیا کی تہذیب و اقدار کی عکاسی کا ہے اور ان کی شاعری دلکش اور دلچسپ ہے جو ہر پڑھنے والے کے قدموں کے دونوں میں اچلی پیدا کر دیتی ہے۔ شاعر فطرت، درختوں و درخت کے بیج پر مل کر نیگو نے "دیو دھن" اور "یاروان وریٹھ" اور "یارود وریٹھ" جیسی نظمیں لکھیں۔ ان کی نظمیں بھی اس صداقت کی توثیق کرتی ہیں کہ فحش حقیقت سے زیادہ دلچسپ ہوتا ہے اور انہوں نے اپنے پرداز تخیل اور قوت تخلیق کی مدد سے قدرت کے کرداروں کو جو حوکی پیکر عطا کئے تھے وہ جادو ان میں لگے ہیں۔ ان کی نظم "خواب آبشار" کے چند بند اس کی تصدیق کریں گے۔

میں بچہ کا بنا تہذیب خانہ توڑ دوں گا

میں دھرتی کو اپنے گنہگار کے سبب میں ہارے جاؤں گا

نہ جانے آج کیا ہو گیا ہے، ہر آن جاگ اٹھا ہے

دور سے گویا سن رہا ہوں ہمارے گھر کا، خود بخود نعرہ

دیکھ جانے یہ بھانگ تہذیب خانہ

تو تو درود و تہذیب و تمدن پر چڑھ کر
آج بھی نے کیا گایا ہے
آج اس انداز سے سورج کی کرن اتر رہی ہے

یہ نظم فطرت کا غور و خوض پر نظر آتی ہے اور ساز و بان پر ایسا بھرپور تاثر
مرتب کرتی ہے جسے بعد یا نہیں جاسکتا۔ نظم میں لوگ خود کھو جاتے ہیں۔
نیگور کی نظم "ہو" میں بھی ایسی کیفیت کی علامت نظر آتی ہے۔ ایک
نئی قریبی دہان اپنی سسرال میں اپنے تئیں اجنبی اجنبی سی محسوس کرتی ہے۔ اپنے بچے
جاگو سہیلیوں کے ساتھ کھیتوں، پگڈنڈیوں اور پنوں اور پنچٹ پر گلری لسیکر
بھرنے کو ترغیب دیتی ہے۔ نئی ہوس کے ان محسوسات کو بڑی فنکاری سے نیگور نے نظم کی
شکل دے دی ہے۔

نہیں دیں گے پریم نہیں دیں گے رشتی
معلیٰ و آتی ہے اندھیری جسمی جھاڑوں
پلانا ہے پوکر کا وہ ٹھنڈا بانی
ان مناظر کا گو دین موت بھی منظور ہے
سب سکھو مجھے ملا اور مل کر کہہ
دن و شب چلا ہے پانی بھرنے کو مل
دن کب دے گا۔ کیل کب ختم ہوں گے
ٹھنڈا پانی کب شعلوں کو ٹھنڈا کرے گا۔
اگر تم میں کوئی جانتی ہو تو بتاؤ

نئی ہوس کا یہ گوب اور اس کی بے بسی ہمہ گیر ہے۔ نیگور نے نظم میں سکھوں
پنچٹ، پگڈنڈی، گلری جیسے الفاظ کا برمیل استعمال کر کے ایسا پیرائے پیش دیا ہے
جو آنکھوں کے سامنے حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

نیگور کی مشہور نظم "سونار توری" یعنی سونے کی ناؤ میں فطرت کے
مناظر کو بڑے دلکشی اور خوبصورت پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ دراصل یہ نظم ایسی
ہے کہ بار بار پڑھنے پر بھی بار بار نئے نئے چوس ماتی رہ جاتی ہے۔ نیگور نے بڑے
فلسفیانہ انداز میں انسان کے اپنے باطنی حال پر چھتاوے کو ناؤ اور ماہی جیسی علامتیں
بنا کر پرکشش انداز میں بیان کیا ہے تاہم جو انسان کی فاضلگی کرتا ہے جسے سب سے
ایک ندی کے کنارے فطرت کے مناظر میں کھویا ہوا ہے کہ اسے دور سے دھندلے

میں کھنکھاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک ماہی اسی کھنکھاتی ہوئی ہے۔ وہ ناؤ کے نیچے
سے اٹھ سکتی ہے۔ جیسا کہ میں چاہتا ہوں، مجھے لیتے ہیں، مگر جواب میں ہے ناؤ
چھوٹی ہے اور اس میں جگہ نہیں۔ ناؤ ایسے ساحل پر تہا چھوڑ کر کہ وہاں میں بہتی ہوئی
اس کی نظروں سے اوچل ہو جاتی ہے۔ مٹا کر کھنکھاتی ہے کہ انسان گناہوں کے ذریعہ
پنچا ہوا ہے۔ وہ اپنے باپ کا وجہ سے ایسی ناؤ پر سوار نہیں ہو سکتا جو گناہوں
سے بھرتی ہو۔ اس خیال کو کس قدر دل کٹی انداز میں نیگور نے نظم کیا ہے۔

آسمان میں بدل کر رہے ہیں، گھٹا بادشہ
ندیاں سے اکیلا پٹھا ہوں بے سہارا
ایک چھوٹے سے کھیت میں اکیلے پنچا ہوں
میں کا وقت ہے گاؤں آبادوں سے چھپ گیا ہے
اس بار اس چھوٹے سے کھیت میں میں ہوں تنہا
اس بار سے کون آ رہا ہے ناؤ کھیتا ہوا گانا ہوا
تم کون ہوں کہاں کس دیس کو جا رہے ہو
اب رحم کیا کر مجھے ساتھ لے
جگہ نہیں جگہ نہیں چھوٹی ہے یہ ناؤ
میرے ہی سونے کے دھان سے یہ بھر گئی ہے
ساؤں کے آکاش کو گھیر کر کھنکھاتی دال گھونٹے پھرتے ہیں۔
سنان ندی کے کنارے میں پڑا رہ گیا
جو کچھ تھا لے گئی سونے کی ناؤ

نظم "سونے کی ناؤ" کی رمزیت اور تہذیب و تمدنیت کے ملامتوں کے طور پر بیان
کی گئی ہے۔ سنان ندی کا ساحل دنیا ہے، سونے کی ناؤ سفر کو چ کی سواری ہے
اس میں وہی لوگ پار کرتے ہیں جو دنیا سے بے صبر، لاگ لپٹ، دنیا دار، براہین
اور آنکھوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اس احساس اور خیال کو چھوٹی سی نظم میں سمجھ کر
نیگور نے صرف چند شاعری کو بلکہ دنیا کی شاعری تمام شاعری کو پر مقدار ہو مطلقا
کہا ہے۔

نیگور کے بیان ایسی بہت ساری نظمیں ہیں جو تاریکین کے دل و دماغ پر
وہیلانی کیفیت طاری کرتی ہیں اور ان کو دنیا کے فطرتی شاعروں کے چوکھنے کے اندر
نمایاں جگہ دلاتی ہیں۔

ریتدر ناتھ ٹھاکر



روبی ٹھاکر! میرے لفظوں کا شہرناچتے تھرکتے ہوئے نہیں
ہارے ہوئے جاری کی طرح چورنگی کی حد سے باہر نکل چکا ہے
شہر مینار سے آگے بڑھ رہا ہے
راج بھون پر اپنی دیران نظر پھینکتا ہوا ڈھلوزی پار کر رہا ہے
شہر ہاں میرا شہر اب ہوڑہ برج تک آپہنچا ہے
شاید بھی ندی میں چھلانگ لگائے گا
روکو! اسے روکو روبی ٹھاکر!
لے جاؤ اسے اپنی کوتاہ کے شائق تھکین میں لے جاؤ
یہ سارے منظر ریت کی طرح میری آنکھوں میں گزرنے لگے ہیں

اب اور میں اکیلا چل نہیں پاتا
میرے ساتھ میری پریشیاں چلتی ہیں
مشینوں کی بے شرم گڑگڑاہٹ
پٹرول، ڈیزل اور موہیل کی بے حساب بو
روبی ٹھاکر! سات سمندر پار
ہزاروں پہاڑوں کے آگے
کسی انجان جزیرے میں تمہارا آم لوکی بن ہے
اور یہاں ابھی میرے لفظوں کے فٹ پاتھ پر میرے سینے یوں جل رہے ہیں
جیسے کسی بیمار اسپتال کے معلقہ احاطے میں کوئی زندہ انسان

روبی ٹھاکر! وہ سونے کی چڑیا
جو بہت چھٹی ہو چکی ہے
اب اس کا ایک بازو.....
..... یہ کیب ہو رہا ہے

کیا ہو رہا ہے روبی ٹھاکر
کہ بادلوں کی گرج میں راتوں کی گویوں کا سنناٹا جھلکانے لگتی ہے
بکلیوں کی چمک میں بھون کے دھماکوں کے گریہ چہرے مسکرانے لگتے ہیں
چاروں جانب خون کی بارش ہونے لگتی ہے
میں خون کی بارش میں کسی ندی کے کنارے نہیں
اپنے کمرے میں پڑا ہوں

روبی ٹھاکر! تم ایک قطرہ ہو
قطرے میں سمندر
سمندر میں سیپ
سیپ میں موتی
موتی میں سورج
ایک چمکتا سورج
اور ابھی میں اپنے کمرے میں پڑا ہوں
کچھ دکھائی نہیں دیتا

مجھے تمہارے قدموں کی دھول چاہئے
میں اسے اپنی غزلوں کی آنکھوں میں کاسبل کی طرح
سجانا چاہتا ہوں
تمہارے خوبصورت گیتوں کی طرح
ساری دنیا کو دیکھنا چاہتا ہوں
روبی ٹھاکر!
روبی ٹھاکر!!!



از: بیریندر اسنگیت کا فلسفہ

ریندر اسنگیت کا فلسفہ

کو لینا ہے جو دفاع ہوتا ہے بلکہ اس کے معنی بھی ہوتے ہیں جن کی رضاقت پسندی کی جا سکتی،
لیکن اس کے باوجود یہ مکمل حقیقت کے ساتھ ہمارے دل و دماغ کو کھینچ لیتا ہے۔
نیچر دہائی ایک نظم میں یوں رقمطراز ہیں:

”مان دی لے عاؤ جان ناگی نا ہی پائی
نشان دی لے جار چو کن جو لے جائی“

(حن تک میں پہنچا ہوں سکتا میرے گیت اس کی قدم چو کر کرتے ہیں)

ریندر اسنگیت تو اس حسین استغراق سے مالا مال ہے۔ اس میں الفاظ
نے سہروں کی مدد سے ہمارے حسوں کو حقیقت پر مبنی تصورات کی حد کے باہر یعنی
مستغرق سطح تک کچھ بلند کر دیا ہے۔ الفاظ اور سہروں کو بہت ہی اہمیت دے کر
ساتھ آمیزش کے ذریعہ یہ سحر انگیز کارنامے انجام دے گئے ہیں۔ یہاں موسیقی کے
بہرہ الفاظ کم ہر جائیں گے اور موسیقی بھی الفاظ کے بغیر مدغم ہو جائے گی۔

ہندوستان میں نغمہ نگاری میں ایک پرستاری دیکھی جاتی ہے۔ راگ راگنی
میں چند مقامی بچے ہوتے ہیں اور یہ بچے رنچورات کے، فگوت کے، دھت
اور سارے عالم کے قہقہے لگتی ہوتے ہیں۔ نغمہ نگاری کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا
سکتا ہے۔ پہلا یہ کہ جب گیتوں کے سسٹم مانے جاتے ہیں تو وہاں گیتوں کے الفاظ
خاص عام ہوتے ہیں جنہیں ترجیح دی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ جہاں راگ کو گیتوں
کے الفاظ سے زیادہ ترجیح دی جاتی ہے اور تیسرا یہ کہ جہاں الفاظ اور سہروں
میں ایک توازن برقرار رکھا جاتا ہے۔ پہلے حکم دونوں میں بنگلہ فٹے جیسے کٹھا کا
دھڑکی شکل میں سامعین کے سامنے موسیقی کے ساتھ پیش کیے جاتے تھے۔ کرن،
میں جی ایم اس کی چند خصوصیات جاتے ہیں۔ موسیقی کی اس سے بہت زیادہ نفیس
اور لطیف شکل درباری موسیقی ہے، جہاں استاد اپنے شاگرد کے گیتوں کو لے دے
سروں میں دھلتے ہیں، راگ۔ راگنڈے لے سوارتے ہیں اور اس کام میں گیتوں
کے اشعار اور الفاظ کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی اس کے ساتھ ساتھ گیتوں کو

بنگال کے موسیقی کا عام طرز پر انداز انداز بھی مشاوارہ ہوتا ہے
وہ نظموں یا گیتوں کو ان کے تصورات اور داخلی کیفیات کے اظہار کے لئے مناسب
سروں میں ڈھال دیا جاتا ہے۔ بنگالی کسی ایک نظم یا ایک گیت کو تنگ نظری سے
نہیں دیکھتے۔ گیتوں میں تو عام طور پر شاعروں کے دلی احساسات کا، اور ان کی
زندگی کے دکھ درد کا اظہار ہوتا ہے لیکن اگر ہم ان نظموں یا گیتوں پر غور کریں تو ہم یہ
دیکھیں گے کہ وہ ہمیں اس دنیا کی سرحدوں سے پار بہت دور اور بلند کی ایک لے
جاتے ہیں، ہمارے احساسات کو اس قدر بلند کرتے ہیں کہ ہم سعادت کے ساتھ گم
مل جاتے ہیں۔ اس احساس سے ہم گریز نہیں کر سکتے، خواہ ہم گمانے والے ہوں یا
گیت سننے والے۔ یہ بات نہ صرف موجودہ دور کے گیتوں پر صادق آتی ہے، بلکہ
اگلے زمانے میں چرچا کرتی، قدیم ادب گیت، اندیشہ مو با برادر دیگر افراد کے لئے
تیار کردہ گیتوں میں یہ بات کارفرما نظر آتی ہے۔

ایک گیت میں نظم کا کیا نام ہوتا ہے؟ نظم اور ستر کے درمیان کیا فرق
ہے؟ ستر میں لفظوں کو اس طرح سیا کر لکھا جاتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے حقائق
اور تصورات اوروں میں جاتا ہے لیکن نظم تو دوسری قسم کے، عالم سے جی
جالتا ہے، جہاں یہ کم لفظوں میں پروری بات بتا دیتی ہے، اور اگر جہاں لفظ ”منطق“ کو
استعمال کرنے کی اجازت دی جائے تو نظم تصور کا منطق ہے۔ نثر واضح ہوتا ہے
اور نظم مختصر۔ نثر تصورات کا صحیح طور پر اظہار کرتا ہے، نظم تصورات کو تصوراتی
شکل میں پیش کرتی ہے۔ موسیقی اور گیت تراویں زیادہ تصوراتی ہوتے ہیں تان ستر کے
ساتھ تطبیق ہمارے احساسات کو ایسے دور میں لے جاتی ہیں جہاں ہم حرف ان نظموں
کے الفاظ کو سنتے ہیں بلکہ اس کے بعد اس سنگیت سے ہمارے سامنے ایسی تصویر
اُبھرتی ہے جس میں ہم گم ہو جاتے ہیں۔

نیچر دہائی اس سلسلے میں یوں لکھا ”موسیقی میں احساس آوار میں مقفل ہو
جاتا ہے، اور وہ بذات خود ایک آزاد شعور بن جاتا ہے۔ یہ ایک سرگ کی شکل اختیار

گیت بھی ہیں جن میں الفاظ اور اشعار پر زیادہ غور دیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو گیت سرحد میں جاتے ہیں۔

ربند رانا تو کو مختلف راگ۔ راگینوں میں کلاسیکی قسم کے گیتوں کو لکھتے اور سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ ان کے خیال میں پرسروں کے اظہار کے لئے کالی نہیں ہوتے۔ اگرچہ یہ گیت دس سکر سامیوں کے دل و دماغ کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ ربند رانا تو بعض البطون مرکز میں آتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق جن تصورات کو لفظوں کے ذریعہ پیش کرنا چاہئے انہیں ایک خاص راگ کی صورت میں شاید ہی پیش کیا جاسکے۔ اپنے گیتوں میں انہوں نے راگ راگینوں کی آمیزش کی تا کہ احساسات میں جو تصورات ہیں انہیں صحیح طریق سے پیش کیا جاسکے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب انہوں نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ گیتوں کے راگوں کے نام پر نشان دہی نہیں کی جانی چاہئے بلکہ ان میں غم، فرشتی، انبساط کا جو اظہار کیا جاتا ہے ان کے ذریعہ انہی الگ انفرادی اہمیت ہوتی ہے گیتوں کو ان باتوں کی عکاسی کرنی چاہئے۔ مگر جو شروع شروع میں انہوں نے ان سروں کی طرف دھیان دینا شروع کر دیا جو لفظوں میں چھپے تصورات کی عکاسی کریں گے اور اس طرح انہوں نے مختلف راگوں کی آمیزش کرنی شروع کر دی تا کہ مختلف دماغی اور ذہنی حالت کا صحیح طریقہ سے عکاسی کی جاسکے۔ انہوں نے لوگ سنگیت کے مختلف سروں کو اپنایا۔

مشہور موسیقار دھرماجیت پرشاد لکھنوی اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں:

جب بیگم نے کلاسیکی سروں کو دی اظہار کے لئے ناکہ فانی یا تو انہوں نے موسیقی کے دیکھ سروں کو اپنا سہ شروع کیا۔ انہوں نے باؤل اور بھائی گیت اور انہیں سنگیت میں پروانہ شروع کر دیا۔ پہلے تو انہوں نے ان سروں کو کلاسیکی موسیقی کے ساتھ مل دیا اس کے بعد انہوں نے ان گیتوں کو اپنے ایک الگ سر میں ڈھال دیا۔ ان کے دھنوں میں باؤل اور بھائی نے ایک نئی شکل اختیار کر لی اور جسے ہم بیگم اور صرف بیگم کا کارنامہ کہہ سکتے ہیں؟

(ربند رانا تو بیگم - دھرم لکھنوی، نئی دہلی ۱۹۶۲ء)

ان کے راگوں پر مبنی گیتوں کی بابت ہم یہی کہہ جاسکتا ہے اور بیگم اس کے جوہر ہیں۔ ڈاکٹر انور اللہ نے ایک کتاب میں انہیں موسیقی انداز میں "ہندوستانی موسیقی اور ربند رانا تو بیگم" پر ایک تقریر کی تھی۔ اس تقریر کے اقتباسات درج ذیل ہیں:

"بیگم ایک سماجی حیثیت سے اور راگوں کے ایک موجد کی حیثیت سے جنگلی زندگی کی انفرادی غورنگی جاسکتا ہے۔ یہ راتیں قابلِ تفریق بات ہے۔ کو ان میں ہم موسیقی کے تین دھاروں کو، مغربی موسیقی، آرٹ موسیقی اور لوک موسیقی دیکھتے ہیں۔ پھر آہستہ آہستہ پہلی دو موسیقی ایک دوسرے میں ضم ہو گئیں اور اس کے نتیجے میں موسیقی میں الجھاؤ کی جگہ سادگی پیدا ہو گئی۔ جیتنہ اور ان کے شاگردوں کے وقت سے پرانی سبک و مشن لفظوں اور گیتوں کے غائر مطالعہ سے اور جیتے جاگتے لوگوں کے لوگ سنگیت سے رابطہ نہ رہا۔ ان کے فن کو ایک خاص ہندوستانی موسیقی بنانے میں سادگیزاں ت ہوتے۔ ان کی تخلیقی تحریک اور دروہ عادت کی کسی قانون کے ذریعہ نہ شرح نہیں کر سکتے۔ وہ نئے گیت اور نئے سنگیت تیار کرتے ہیں جس طرح ان سے قبل کبیر اور دیگر سنت اور سنیاسی کیا کرتے تھے۔ جب کہ کرتی موسیقی نے بار بار کی۔ موجودہ نظام میں ہندی کا مذہب ایک اہم وجہ ہے۔ ہندوستانی موسیقی کا اپنی قوت حیات کھود بیٹھ گیا۔ ربند رانا تو بیگم نے لوگ سنگیت کے لئے ہمیشہ تازہ دھانی سے رابطہ قائم رکھا۔ اس موسیقی کی بہت حد تک ایجاد کو۔ یہ ایک حقیقت ہے اور وہ اس بات سے واقف تھے کہ پرانا نظام ان کی نئی راہوں کی تلاش کو حق بحال قرار دے گا؟

یہ بہت ہی شاندار حقیقت ہے کہ بیگم نے اپنے گیتوں کے فنا کی اظہار کے لئے ایسے سہ تان تیار کئے ہیں جو ظاہراً کلاسیکی نظر آتے ہیں لیکن لوگ سنگیت سے یہ بہت دور نظر آتا ہے۔ اسے ہم دھرم کہہ سکتے ہیں۔ دھرم کے لئے ملکی نظریں اور پھر اس کے لئے تیار کردہ سنگیت بہت ہی پرکشش ہوتے ہیں۔ اسی لئے بیگم نے اسے اپنایا۔ لیکن یہاں بھی انہوں نے راگ کی کلاسیکی نوعیت اور سروں کی ترتیبوں تال کے لحاظ سے پیچیدگیوں کو نہیں اپنایا۔ انہوں نے اس اصول کو اپنایا کہ ایسے لکھے گیتوں کے پہلے بند کے پہلے ستر میں وہ اس گیت کا لب و لباب کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر گیت کے دیگر بند میں اس لب و لباب کی تشریح کی جاتی ہے، اور جب گیت ختم ہوتا ہے تو ہر بند کے پہلے شروع کے پہلے ٹکڑے کو بند کے آخر میں دہرایا جاتا ہے۔ اس لئے بند کے پہلے اور آخری لائن میں ردیف قافیہ کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہندوستانی موسیقی کے لئے سروں کی آمیزش کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بہت پہلے سے ہی مشہور موسیقاروں نے سروں کی اس جڑ کو توڑا اور گیتوں کو نئے نئے سروں میں ڈھانے کی کوششیں کیں۔ اس طرح جلالی، شرمی، تپا دھرم وغیرہ ہوتے۔ لیکن بیگم نے جو آمیزش کی وہ قلمی مختلف تھا۔ اسی کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گیتوں میں نظم کے پہلوؤں کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ اس

وہ ان کے گیت سرگ گیت کہتے ہیں جہاں اللہ اپنے اپنے طور پر ہے ہر جگہ ہوتے ہیں۔ ایک سرود میں بھی فی الہدیہ ہر چیز تیار ہو سکتی ہے۔

”لیکن یہ سوجانی پرست و محرقی گیتوں کے لئے سرود کو شاعرانہ شراور و سنجیدہ مسٹر۔ رتب گونا گونی ہوتا ہے۔ ایسے سر تو گریز ہوتے لیکن ان کی نشر بک با سکتی ہے۔ شاعری کے طور پر محبت کا بہت سنا چاؤں میں لکھنہر چاؤں الگ الگ تصویر کی دکھائی دیتی ہے۔ ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے گیت زندگی و جاوید ہو گئے ہیں۔ اور ہر یہ محبت سر میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کا ہر ہر نظم کرتی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔“

(رہنما ننگوڑا رسالہ ہم آہنگی دہلی ششما، صفحات ۱۶۶-۱۶۵)

اسی طرح ننگوڑا کے ”محبت کے گیت“ مختلف صورت حال میں مختلف سروں کے ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات قادر مطلق ہے۔ ”ابن قیثم کہنے لگے“ قادر مطلق گراں گیتوں کے ذریعہ ہر صریح خارج حقیقت پیش کیا جاتا ہے۔ موسم پران کے گیت الگ الگ سروں کے ہوتے ہیں لیکن ان کے یہ سرور کسی راہ اور نئی کم کرت کے مطابق ہوتے ہیں۔ ان کے حب الوطنی کے گیتوں میں مادہ میں کو نہ صرف خارج حقیقت چہل کیا جاتا ہے بلکہ ان سے نوجوانوں کے دلوں میں بہت اور عزم کی دیا سرور کی جاتی ہے۔ ان کے محبت گیت تو نہ صرف مصلحت کی جاتی ہے اس سے۔ وہ محبت کو تقویت دیتی ہے۔ انہوں نے ہر موقع اور ہر صورت حال کے لئے ہر گیت لکھے۔ انہوں نے ہر گیت کے لئے ہر گیت لکھے۔ ننگوڑا سے ہر کسی سے ہر اس طرف دھیان نہیں دیا تھا۔

”بہت ایک محبت گیت میں انہوں نے خالق و مخلوق کے درمیان رشتہ کا ہر ذکر کیا۔“

نوائے آواز میں ہر بندہ بولے

جنگ جگے۔ دتوا سون تو لے

بر ران آمد و دور بے شے جو لے

جیتو شو بہرا

”م سے مل کے میری دعا ابدی راستہ پر گامزن ہے جس طرح ایک

دھن بٹے کے لئے ابدی راہ پر گامزن ہے

خالق اور مخلوق کی باہمی محبت کا وہ یوں ذکر کرتے ہیں:

آمار می دل لگی توئی آہو کو بہ چکے

نور ہندو سر جو تو سے دیکھ کو نکالی ڈھیکے

”میں یہ نہیں جانتا کہ کتنی دور کا ہے مجھ سے نئے آواز ہے لیکن
تیرے سرور اور سند سے تجھے میری آنکھوں سے پریشانی نہیں کہ سکتی ہے
(گیت غلی)“

اس طرح ایک اور نظم میں:

”آئی تو مار آہند و آمار او بار

توئی نائی لے سے جو سچے

آئے تیرے تری جو بند شور

نور پریم ہو نو جسے دیکھے

(میرادل تیری محبت سے ہر نو ہے۔ لے رب العالمین تو ہمارے

باس آہیک ہے۔ اگر میں ہاں نہ ہوتا تو تیرا محبت کا کیا ہوتا)۔ گیت غلی ۹۔

اپنی روزمرہ کی زندگی میں بھی ان کے گیتوں کے ذریعہ ہیں اس خالق کی

موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ ”ننگوڑا نے ایک بار کہا تھا کہ ہماری روزمرہ کی زندگی مختلف

سے ہر شے ہمارے دل و دماغ پر انجمن کا ہو جاتا ہے۔ ہماری ہر امن زندگی

میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔ جب دل و دماغ بھاری رہے گا تو اس سے ہماری زندگی

کی طرح شاعر ہوگی لیکن ہم جب یہ سمجھتے ہیں تو اس کا ہم کو گون بر گرا اثر ہوتا ہے۔

یوں سکون حاصل ہوتا ہے اور سکون کی اس حالت میں ہیں ایک متغیر نظر آتا ہے کہ

ہم ان نام دنیا کی مشکلات اور دشواریوں سے بالاتر ہیں اور دنیا میں اترتے ہیں علیہ

ہیں، جہاں سکوت اور خاموشی اور دلی مسرت کا دور دورہ ہے۔

”ننگوڑا نے اپنی سوانح حیات میں موسیقی کی بابت یوں لکھا ہے

”جس طرح ہمارے ملک میں ہر شے موسیقی کے تابع ہونے کے ذریعہ شوہر

پر حکومت کرتی ہے، اسی طرح ہماری موسیقی گلوچہ ہماری قوم پر عوام کو کرتی ہے

ناہم اہتمام پر گیت پر عوامی نظر آتی ہے۔ میں نے اپنے گیتوں کو موسیقی سے مزین

کونے وقت ایسا ہی محسوس کیا ہے۔ میں اکثر یہ شو گنگنا کرتا ہوں کہ

”میرے معشوق اپنے راز کو اپنے دل میں نہ رکھو،

بلکہ ہر شے سے مجھے عرف بھر لہر دے۔“

میں نے یہ دیکھا کہ لفظوں میں بذات خود اس ملامت ایک اجہل نے اور سر

اٹھائے مانتے ہیں اپنے گیت کی معصیت نہیں ہوتی، انہوں نے میری رائے کو

جسے جاننے کے لئے میں نے اب تھا، شکست کو دیا۔ یہ راز جنگلات کے کھلے سینہ

دادوں کے راز سے گل مل گیا ہے۔ چاندنی راتوں میں پہاڑوں کی ہر شے ہر شے

جو یوں پر یہ راز نظر آتا ہے، ان کے پیچھے لہتا ہی ہے آکاش کی ہر شے ہر شے پر راز

لانی ہے



از: پروفیسر سید

ربند رانا تھٹھگور اور ہمعصر دنیا

آج ربند رانا تھٹھگور کس مرتبہ زندہ ہیں؟ ہمارے لئے اگر دوسروں کے لئے کس مرتبہ وہ ہم لوگوں کو ایک ہم معرکہ طرح غالب کرتے ہیں؟ ہم لوگوں سے اس زبان میں جسے ہم سمجھ سکتے ہیں، بات چیت کرتے ہیں اور ہم اپنے تجربات سے جنہیں ہم سنا چاہتے ہیں، روشناس کرتے ہیں؟ کیا ہم انہیں ایک قدیم ضعیف راجا نہیں کہہ سکتے۔ ان کی اتنی لمبی داڑھی، لانا بقدر، زعفرانی رنگ کے ریشمی عبا میں ملبوس اور دیکھنے میں رعب دار، کیا انہیں زندگی کی گھم گھمی جن سے آج ہم دوچار ہیں، سے سابقہ نہیں پڑا ہے۔ کیا وہ مقدس مذہبی راستہ پر گامزن نہ تھے، جس کی وجہ سے انہیں کچھ لوگ مذہبی گروہ کہتے تو بعض افراد دنیا سے الگ تھک رہنے والے سیاست دان بھی یہ سوالات ہر بنگالی کے سامنے درپیش ہیں، جن پر آج بھی ربند رانا تھٹھگور کا تسلط ہے اور جو انہیں تخلیق کار اور مفکر بھی اور اپنے درجہ پر رکھتے ہیں، ان کو یا ان پر ٹھگور کا شافی مظہر غالب ہے۔ غیر بنگالیوں پر ربند رانا تھٹھگور کا اثر سے اسے بے گلی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر یہ سروسہری ہے، تو ایک بنگالی دوسرے کو بے حس اور نادان سمجھتا ہے، یا اسے ایک ایسا شخص سمجھتا ہے جو اس کی ثقافتی شناخت کی قدر امانت کرنے پر آمادہ ہے۔ اگر وہ بد نصیب غیر بنگالی بحث و مباحثہ نہ کر کے اس اہم موضوع پر غور نہیں رہتا ہے اور اس میں حصہ لینے کی کوئی کوشش نہیں کرتا، تو وہ بنگالی بھی کچھ کم مشتعل پس ہو جاتا۔ اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس نے اپنی شخصیت کے ایک بڑے جز کو کھو دیا اور اس دنیا نے اسے اس کے قبضہ سے جھین لیا۔ اسی لئے وہ ربند رانا تھٹھگور سب سے بڑے گورنر، شہر ملک کو جکڑے رہتا ہے، انہیں بگھنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کرتا۔

ربند رانا تھٹھگور کی مادری زبان بنگالی کی مادری زبان ہے۔ اسی لئے وہ ٹھگور کی تعلیمات کا جنگل میں مٹا کر سکتا ہے۔ لیکن ہم سمجھیں، ہر ایک جیسے مدلل نہیں ہوتا۔ بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس رد عمل کا اظہار نہیں کرتے۔

بیب اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے ۱۹۶۹ء میں میں ایک متحدہ اور گئے تو اس وقت میں اپنی بڑھاپی بھائی میں بہت مصروف رہا۔ وہاں میں چھپا گویا پروفیسر میں داخلہ لیا۔ چند دنوں کے رہائشی اور چند دیگر ضروری باتوں کے مسائل کو حل کرنے میں مصروف رہا۔ پھر جب دراز دست ملی تو اس وقت مجھے ٹھگور کی یاد سستلنے لگی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب ایک تعلیمی ادارہ بنگالی اکیڈما باہر رہتا ہے تو اس وقت ربند رانا تھٹھگور میں رہ کر ان کے گیت اور نظمیں، اس کے ساتھی بن جاتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس شعبہ میں میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، اس کے پاس ہی شعبہ جنونی ایشیائی، طوائف تھا۔ اس کے سربراہ مشہور و معروف ایڈورڈ سی۔ ڈیوٹک تھے۔ اس شعبہ کے نصاب میں ربند رانا تھٹھگور کی تعائیت شامل ہیں، انگریزی ادب کے عام نصاب میں یہ تعائیت درج نہیں تھیں۔ سرکاری ہونے کے باعث مجھے اس شعبہ کے بنگالی طلباء نے اپنی محنت میں شامل کر لیا۔ ایک تہہ سی وجہ بھی تھی، اس وقت، بنگال دیش کی آزادی کی جدوجہد بس شروع ہوئی تھی، اور ربند رانا تھٹھگور کے ساتھ اس کی علامتی شہریت کے عدائے باز بحث بیان میں ملنا دینے لگی۔

اس پروفیسر میں جن لوگوں سے میری ملاقات، دوستی ہوئی وہ سب کے سب اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے، جو بلی ایشیائی، ان کا خصوصی موضوع تھا اور اس طرح وہ ربند رانا تھٹھگور کے نام اور تعلیمات سے کافی واقف تھے۔ دیکھ اس ملک کی اکثریت ربند رانا تھٹھگور سے مبالغہاتی تھی، یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ بہت سارے عظیم ادیبوں کی تعلیمات، مقبول ہونے کے بعد، ان کے ہم عصر، ایک آدمی کو ہراساں اور گھوٹے سے کیا لیسنا دینا، ان کے ہم عصر وہ واقف نہیں ہے، اور ان کے بغیر وہ اپنی گزشتہ سیر کرے رہا ہے۔ بیب ربند رانا تھٹھگور کو ذیل پائزہ علامت تو اس وقت مجھ تک بہت ہی مقبول عام ادیب اور متحرک چکے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں جب انہوں نے امریکہ اور یورپ کا دورہ کیا

یاد رکھیں کہ انہیں ہاتھ لیا۔ ان کا ہتھکڑیاں نہیں لگیں۔ لیکن اس میں
 ایک عجیب و غریب بات ہے کہ انہیں فراموش کرنا شروع کر دیا۔
 اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک بنگالی ہونے کے باوجود یہ بات ہمارے لئے کتنی
 گڑبگاہیوں نہ ہو ہیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہے۔

کالی دیوار میں بھی کہیں کہیں شکاف نظر آتے ہیں اور ان سے دھنسی
 آنے لگتی ہے۔ اسی طرح میرے لئے بھی یہ بات باعث حیرت تھی جب مجھے یہ معلوم
 ہوا کہ مغرب خاص طور سے انگریزی بولنے والے لوگوں کے ممالک رہبرانہ ہو گئے
 سے آشنا نہیں ہیں۔ جون سنکھٹ میں اس بات سے پہلی بار میں واقف ہوا
 جب میں اپنی چوکی کے ساتھ گھیرے ہوا بندھن سے ٹیکہ لگا کر سے ابن ایمر میپی گمن
 جارج تھا۔ یہی گمن پرنسپل سٹی میں موسم گرما میں بنگلہ پڑھانے کے لئے مجھے مدعو کیا گیا
 تھا۔ بس کے اندر میرے دائیں دو نشین تھیں اور بائیں ایک اور اس بڑے ایک
 امریکی لڑکی بیٹھی ایک کتاب کے پڑھنے میں مرق تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ
 کھانا پینے میں ہانچ رہی منٹوں کے لئے رکی۔ وہ لڑکی کتاب سمیٹ پر رکھا
 کافی پینے کے لئے اترتی۔ تب میں نے کتاب کا نام دیکھا۔ وہ نام "لے بگور روم"
 تھا اور اسے امیر چکرورتی نے مرتب کیا تھا۔ میرے لئے یہ بہت ہی عجیب و غریب
 بات تھی۔ اس لڑکی کے بس میں وہاں آتے ہی میں نے اس سے پوچھ ڈالا۔

"آپ کو یہ کتاب کہاں سے ملی ہے؟" یہ کتاب کیا آپ کو پسند ہے؟ اس
 لڑکی نے مسکرا کر اس کتاب کو میرے حوالے کر دیا۔ میں نے اس کے اوراق اسٹینے
 مشورہ کر دیے۔ اسے اس کے مرد دوست سے ملو رقعہ پیش کیا تھا۔ اس
 کتاب کے ایک خالی صفحہ پر اس کے دوست نے یہ لکھا تھا "میں نے اس
 مشاعر میں چنداں بھی باتیں جو مجھے کسی اور جگہ نہیں ملیں۔ اس کتاب کے
 مطالعہ سے مجھے جو مسرور حاصل ہوا اس میں میں نہیں ہوں شریک کرنا
 چاہتا ہوں۔"

میرے دوسرے سوال کے جواب میں اس لڑکی نے کہا کہ یہ بہت
 ہی اچھی اور دلچسپ کتاب ہے۔

اسی طرح کے کئی مواقع مجھے فراہم ہوئے۔ ان سے یہ پتہ چلا کہ
 مادہ پرست مغرب میں رہبرانہ کا نام مٹا نہیں ہے۔

سن ۱۹۴۲ء میں مینسوا کی یونیورسٹی میں پڑھانے کے لئے ہلوگوں کو
 مانیٹر بوس میں رہنا پڑا۔ یہاں میں اپنے ساتھ نیکی کی کیمبروں سے ملنے کا اتفاق
 ہوا۔ ان میں سے ایک کیمبر میں لکھا تھا "یہ ہودی تھی۔ جسے بولے اور چوٹی سی

جارج تھی جس ان کی۔ یہ شوبہ موسیقی میں رہنمائی تھی اور جانتے ہیں کہ کس سنگیت
 کی تقسیم دیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ٹیگور کے گیتوں کے "لوگ" پے الگ یعنی
 بڑے بڑے ریکارڈس تھے۔ اس وقت ممالک متحدہ امریکا میں جتنے بھی ایسے
 ریکارڈس دستیاب تھے۔ انہیں انہوں نے خرید لیا تھا۔ وہ ٹیگور کی موسیقی پر
 تحقیق کر رہے تھے۔ ان کے طالب علموں میں ایک لڑکی طالبہ بھی تھی جو ایرانی تھی
 اور یہ لڑکی رہبرانہ کی نظموں کے موضوعات پر اہم کی موسیقاروں کے مرتب کردہ
 سمفونی یعنی گیتوں کے ساتھ بہت ہی گراں قدر تحقیقی کام کر رہی تھی جس سے
 لئے یہ بہت ہی نئی بات تھی۔

میری پوری اس وقت میں اسسٹنٹ کی طرح ضعیفوں کے ہوم
 میں کام کر رہی تھی۔ اس ہوم میں بہت ہی ضعیف لوگ اپنے اہل و عیال سے
 دور رہتے تھے۔ میری پوری سے مجھے دوسری بات کا علم ہوا۔ کافی اور بچے کے
 دوران اس عمارت کی پہلی منزل میں واقع نرسنگ ہوم نے کمینٹیں میں وہ اکثر
 جایا کرتی تھی۔ یہاں ایک دن اس نے ایک مینز پر ایک امریکی لڑکی کو بٹھایا۔
 یہ لڑکی نرسنگ کالاس پہنے ہوئے تھا۔ بیس بائیس سال کا تھا لیکن وہ ٹیگور کی
 "گیت" بخلی کی کتاب کے پڑھنے میں مشغول تھا۔ وہ یہ کتاب کیوں پڑھتا ہے
 اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اس نے بتایا کہ اسے یہ بات معلوم نہ تھی کہ
 "لیک بلی" کی طرح ایک کتاب اس دنیا میں موجود ہے۔ وہ اسے بار بار پڑھ رہا
 تھا لیکن اس کا شوق مٹا نہیں تھا۔ شاید یہ ان نوجوان امریکیوں میں سے ایک
 ہے جنہوں نے دیتام کے تجربہ سے متاثر ہو کر اپنے دیگر ہم معرود
 کی طرح ان قدروں کا متلاشی تھا جسے امریکی طرز زندگی اور قدروں سے کوئی
 لگاؤ نہیں تھا۔ رہبرانہ کا مطالعہ ان کی نئی قدروں کی تلاش کا گویا ایک
 جزو تھا۔

ایک اور بات بہت ہی اہم اور تعجب چیز بھی معلوم ہوئی میرے
 ایک گجراتی دوست نے جو عید "اسٹریٹ" فریق سے بنناہ گزین ہو کر
 وہاں آئے تھے ایک دن مجھے اس کا ایک اور کہا "میرے بڑے بچے" لکھ
 دیکھ تو آپ متعجب ضرور ہوں گے۔ اسے کتاب کی جلد کو دیکھا۔ جلد مڑے
 کاغذ کی تھی۔ اسے نیک مین "نیو یارک" سے لکھا گیا تھا۔ اس کتاب کا عنوان
 تھا "موت اور مرنے والوں پر"۔ یہ ماقبل مٹی نصاب کی کتاب تھی۔ اس
 کی مصنفہ ایک عورت ایلیزبتھ کڈنہس تھی۔ جو بذات خود ایک ڈاکٹر تھی۔
 "ایک مٹی کتاب سے مجھے کیا فائدہ ہے؟" میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔

میرے دوست نے زبردیکی : "بڑے تو لیبے میرے دوست" اور یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

ڈاکٹر روس سے ملاقات کی اور ان سے بہت سارے سوالات پوچھا سنا اور
 کو دیا۔ شاعر رنبد رانا تھ کو آپ نے کہا ہے دھونڈ نکالا؟ کیا آپ کے پیش
 ٹیک مین نے آپ سے یہ اشارنا ذکر کیا تھا کہ آپ انکی نظموں سے چند اشعار
 منتخب کریں تاکہ اس کی وجہ سے آپ کی کتاب زیادہ سے زیادہ فروخت ہو
 (جیسا کہ ہم سمیوں کو معلوم ہوتا ہے) ایک میلن ہی رنبد رانا تھ کے پیشتر تھا۔
 ڈاکٹر روس نے میری باتوں کو خاموشی سے سنا اور اس کے بعد
 انہوں نے بتایا کہ یہ بڑے بے عرصے کی بات ہے۔ ۱۹۲۲ء میں اسہن ایک ٹیک
 رضا کار کی حیثیت سے ہندستان آنا تھا، اس لئے انہوں نے اس ملک کی بابت
 کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ اسی وقت انہوں نے ٹیک گور کے مجموعہ کلام
 کا مطالعہ کیا اور بے حد متاثر ہوئیں۔ انہوں نے بڑے اطمینان سے جواب
 دیا کہ آپ بذاتِ خود دیکھ سکتے ہیں۔ یہ تو زندگی بھر کی دوستی اور پارو محبت
 کا معاملہ ہے۔ میں نے انکی کتاب کا پہلی بار ۱۹۲۲ء میں مطالعہ کیا اور وہ
 کتاب اج میں نے لکھی، ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ان کے سوا کسی
 اور شاعر کا تصور بھی نہیں کو سکتی کہ جس نے اتنی گہرائی اور وسعت سے موت
 اور زندگی کی بابت لکھا۔ دیکھئے میں ایک عیسائی ہوں اور ایک عیسائی کیلئے
 ایسی باتیں کہنے کے لئے ہمت چاہئے۔ ہمارے پاس ہماری مذہبی کتاب
 ۱۰ بخیل ہے اور اس میں موت کی بابت بہت کچھ (تھی) اچھی باتیں لکھی ہیں۔
 میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور حیرت زدگی کے عالم میں واپس آیا۔
 آہستہ آہستہ اب مجھ پر یہ بات عیاں ہونے لگی کہ اس ضعیف شخص نے موت
 سے زندگی پائی ہے۔ میں نے برازیل کے پوسٹ کارڈ پر ان کا تصور بھی دیکھی اور
 اس تصور کے نیچے اسپینی زبان میں ان کے اشعار کے ترجمے بھی تھے۔ جی ہاں
 ہیما ندر جوڑے نے رنبد رانا تھ ٹیک گور کے مضامین، کہانیوں، نظموں کا ترجمہ کیا
 اور مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کتابیں پورے یورپ اور جزیرہ بریک میں اسپینی
 زبان بولنے والوں میں کافی مقبول ہوئیں۔ روس نے بھی ان کے کلام کے ترجمے شائع
 کئے۔ میں نے بار بار ترجمے شائع کئے اور جاپان میں نو کئی جلدوں میں نے ترجمے
 شائع کئے عارضہ ہے جی ++

نقد

ترتیب: فراق گورکھپوری



نہانے میں دیر اور ہنسی ہے اسی سے
ماں، تم بس پکار پکار کر جاتی ہو،
کھانا لئے تم بیٹھی رہتی ہو
یہ بات انہیں یاد نہیں رہتی
وہ ہر وقت کرتے رہتے ہیں
لکھنے لکھانے کا کھیل
ابا گھر پر یہ کھیل کھیلتے رہتے ہیں
تم مجھے شرارتی لڑکا کہتی ہو
مجھے ڈانٹتی ہو شور و غل کرنے پر —
”دیکھتا نہیں ابا گھر پر لکھ رہے ہیں“
بولو تو سچ بولو لکھنے سے کیا پل ملتا ہے

ابا خود سب کتابیں لکھتے ہیں نا!
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھتے ہیں۔
اس دن پڑھ کر سنار ہے تھے تجھے،
سمجھ میں آیا تھا، ماں سچ سچ بول
تب ایسا لکھنے سے
بول تو کیا نادرہ؟
ماں تیرے منہ سے جیسی باتیں سنتا ہوں
وہی باتیں وہ کیوں نہیں لکھتے؟
واوی نے کہا اب تو کو کبھی
کوئی راجا کی کہانی نہیں سنائی تھی؟
وہ سب کہانیاں کیا وہ بھول گئے ہیں؟



تہمت

ترجمہ: ذاق گورکھپوری



ارے بچے تمہاری آنکھ میں پانی کیوں ہے

کس نے تمہیں کب کہا ہے

مجھ سے صاف صاف کہو

کیا لکھتے لکھتے ہاتھوں اور منہ میں

سیاہی پوت لی ہے

گنڈا کہہ کر اسی لئے لکھیں گے گالی دی ہے

جھی جھی، کیا یہ مناسب ہے

ماہ کا مل سیاہی پوت لے

دوہا دیکھیں کون گنڈا کہتا ہے

ارے بچے سبھی تمہاری غلطی پکڑتے ہیں

میں دیکھتا ہوں ہر چہیزے

ان لوگوں کو شکایت ہے

بھیل میں کپڑا

بھاڑ چھوڑ کر آئے

کیا اسی نے تمہیں ابھا گاڑا کہتے ہیں

جھی جھی یہ کون سا طریقہ ہے

پھٹے ہوئے بادلوں میں سویرا ہوتا ہے

لیکن وہ ابھا گاڑا ہے

تمہیں کون کیا کہتا ہے اس طرف کان ہی نہ دیتے

تمہارے نام پر گویا ایک ہنگامہ

برابر بڑھتا ہی جاتا ہے

تم مٹھائی پسند کرتے ہو

کیا اسی لئے گھر میں اور باہر

لاچی کھکھری سب مذمت کرتے ہیں

جھی جھی کب ہوگا

تمہیں جو پیار کرتے ہیں

••• رہ کیسے لوگ ہیں

”شیشو“ ستمبر ۱۹۰۲ء



از: پروفیسر نیا احمد خان

ٹیگور ایک شاعر ایک فلسفی

ٹیگور نے ادبیات اور شاعری کے لئے ساری راہیں ہموار کیں اور اس دور کی زندگی کے مسائل سے خود آزا ہونے کے لئے عزم اور میجمل کی تحقیق کی ہے اور حوام کے خیالات کی ذہنیت کے لئے دافرواد ہتیا کیا ہے۔

ٹیگور کی شاعری کی سحر انگیزی کا یہ عالم ہے کہ موجودہ ٹکھنے والے انکے طرزِ تحریر اور شاعری سرمایہ سے خوش کرتے ہیں۔ ان کی ٹکوی میں تل ٹیگور کی دین ہے۔ ٹیگور ایک عظیم بانی فطرت ہیں۔ ان کی دانش بانی زندگی کے روز سے سرگرمیاں کوئی ہے۔ ان خوبیوں کے باوجود وہ اول تا آخر شاعر ہیں۔ ان کی شعوری تخلیقات قلب کے اندر وہی گوشوں سے ارتباط رکھتی ہیں۔

ٹیگور سکریاں ایک عظیم ترین طاقت کا تصور ملتا ہے جسے ہم مالک حقیقی کہہ سکتے ہیں۔ اس مہتی کے ساتھ وہ روحانی یگانگت کے خواہاں نعر آتے ہیں۔ ایسی یگانگت جو انسانی حیات کو بیداری سے ہلکا کر دے اور مالک حقیقی کے ہاتھوں میں خال آکر کاربن کو دنیا کو جنت نشان بنا سکے۔

ٹیگور کے یہاں زندگی کے لوازمات سے روگردانی جرم ہے۔ وہ رہبانیت کی زندگی کا نفع تصور کرتے ہیں اور زندگی کو اس کے اصل رنگ و روپ میں برتنا چاہتے ہیں۔

”تیاگ میں سکون کا منشا ہی ہونا مستحکم حاصل ہے۔ میں مسرتوں کے فرخ میں آزادی سے ہم کن رہنا چاہتا ہوں۔“ (گیتا، جلد ۱، ۷۳)

ٹیگور ایسی زندگی کے حامی نہیں جو جامد ہو اور تعطل سے زندگی آکود برگر رہ جائے۔ زندگی کو حرکت اور ترقی پذیر ہونا چاہئے۔ اور ترقی کی رفتار کو تخلیقی

مرد و جد سے تیز کرنا چاہئے۔ ان کا خیال ہے کہ روح ایک مسلسل جدوجہد میں مشغول ہے کہ وہ مادی بندشوں کو توڑ کر تخلیقی عمل میں اپنی ڈال دے۔ وہ نظم و ضبط کو توڑ

جنگ میں فرماتے ہیں: درجہ

”میری زندگی میں کوئی ایسی چیز نہیں چھپی ہے۔ مجھے معلوم نہیں

میرے سمجھنے کی ہر شے کا شوق ہے۔“

ربند رانا تھ ٹیگور کی پناہ قوت تخلیق ان کے ڈراموں، کہ جوں انکی

مخصوص درم سازی، تصویر کشی، عید سازی اور دیگر فنون لطیفہ کے ذریعہ نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ہر شعبہ میں ان کی شخصیت کی جھلک مایا ہے مگر ان تمام فنون میں بطور رکھنے کے ساتھ وہ ایک بے مثل شاعر تھے جن کی شاعری نے ان کے دور کی شعری اور ادبی دنیا میں پہلی ہادی تھی۔ ان کی حیرت انگیز تخلیق صلاحیت اپنے اظہار کے لئے سیلاب کی مانند رواں دواں تھی اور مختلف فنون کے روپ میں مایا ہوتی تھی۔

”گیتا، جلد ۱، ۷۳“ ان کی مخصوص معلومات کا غور ہے جس پر انہیں نوبل پرائز سے نوازا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس انعام نے خود نوبل پرائز کے تقاریر کو بلند کر دیا ہے۔ ”گیتا، جلد ۱، ۷۳“ حقیقت اور زندگی کی باہمی اور حسین آمیزش کا نام ہے۔

”گیتا، جلد ۱، ۷۳“ مالک حقیقی کے رد و رد ایک عقیدت مند پیش کش ہے جس میں ٹیگور نے اپنے شعری، تحقیقی اور شاعری صلاحیت کی اعلیٰ ترین مثال پیش کی ہے۔ ان کا خیال جیسے جیسے روز بپاں کا جائزہ لیتا ہے۔ آفاقی اور ابدی حقائق پر روشنی ڈالتا ہے۔ مدح اور مادہ کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے مگر انسانی زندگی سے رو ابھ کر خیر اور نہیں کرنا۔

ٹیگور کے آرٹ ان کے تصورات کے ساتھ اس درجہ ہم آہنگ ہے کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر کے ان کی خوبیوں کا صحیح امتیاز مشکل ہے۔

زندگی مختلف عنوانات کے ساتھ رواں دواں ہے، چنانچہ ٹیگور کی شاعری کے لئے عنوانات بھی دافریں۔ بلند سے بلند اور ادنیٰ سے ادنیٰ عنوانات ان کے ہم کن ہیں اور ان کے ہم کن کا روپ دھار کر لیتے ہیں اور ان کی امتیاز تخلیقی شان اور شعری عظمت کا غور بن جاتے ہیں۔

ٹیگور کی تخلیقات میں فلسفہ زندگی سے متعلق بڑے اہم نکات ہیں اور موجودہ دور میں مسائل اور فلسفہ میں جن جن ترقی ہوئی ہے ان کے ٹکوی حقائق

زیدہ آسب و تاب کے ساتھ نمایاں ہوتے ہیں۔

آہ میں ایک تاریک قید خانہ اپنے گرد محسوس کرتا ہوں
مجھے حزب پر حزب لگا کر اسے سمار کر دینا چاہئے
اور آج ایک پرندے کیسی دلکش مترنم گے چیرتی ہے
اور کس قدر شوخ رشتی در انداز ہر ہی ہے؟

زندگی سے متعلق مختلف موضوعات پر ٹیگور کے خیالات عملی صداقت
پر مبنی ہیں۔ وہ انسانی یگانگت پر زور دیتے ہیں اور عوام کی بدعالی پر رنج و غم کا
اظہار کرتے ہیں۔

”لاکھوں بے زبان انسانوں کا جم غفیر ہے۔ صدیوں کا رنج و اہم ان کے
چہروں پر کندہ ہے۔ وہ اپنی بدعالی کا بوجھ اپنی اولاد پر تقسیم کرتے رہتے ہیں سوہ کی
کو موردِ اِلام نہیں ٹھہراتے۔ خدا کو نہ انسان کو۔ وہ چارہ گری کی کسی بھی راہ سے
واقف نہیں ہیں۔ ان بے زبان انسانوں کے منہ میں جھجکاؤں کا آواز پیدا کرنا چاہئے۔ ان کے
مضمحل، خشک اور تسکے متلوب میں مجھے امید کی تھر تھراہٹ بیدار کرنی ہے۔“
(ترجمہ: لے بار سمراؤ مورسے)

”ٹیگور اس نوع کی نیشنلزم کے قائل ہیں جس کے ذریعہ عوام اپنے بیرون
پر کھڑا ہوا سیکسین اور ظلم، تشدد اور غلامی سے نفرت سے نجات پاسکیں۔ لیکن
نیشنلزم کے موجودہ تصور نے نئے نئے گل کھلتے ہیں۔ اس کا مفہوم ایسی سیاسی
اور اقتصادی تنظیم ہے جس سے سیاسی طور پر کمزور انسانوں کو عالمی کا حقوق پہنچا کر
رکھا جاسکے۔“

”یہ دراصل ایک قوم کا منظم خود غرضانہ عمل ہے اور انسانیت اور
روحانیت سے عاری ہے۔“

”حکومت کا مفہوم بھول بھلیوں میں سرگرداں ہے۔ یہ ایک سائنس تک
پیداوار ہے جسے سیاسی عمل میں تیار کیا جانا ہے اور اسے شخصی انسانیت
دور رکھا جاتا ہے۔“

”ٹیگور کا یقین ہے کہ سیاسی طور پر کمزور انسان قائم رہیں گے
اور شہنی قوت پر بے جا اعتماد اس کی تباہی کا باعث بنے گا۔ آزادی سے متعلق
ان کا گمان ہے کہ ذہن اور روح کی آزادی حقیقی آزادی ہے۔
جہاں ذہن پر خوفِ سلطنت ہو اور فرد کا سر بلند ہو
جہاں علم آزاد ہو

جہاں تنگ منہ بولاریں دنیا کو ٹکڑوں میں منقسم نہ کرتی ہوں
جہاں صداقت گہنا نہیں ہے اس نفاق نکتے ہوں

جہاں آنکھ جھوٹا اپنے ہاتھوں کو ٹیکیل تک پہنچا دے
جہاں عقل سلیم کی رودردہ علاقوں کے ریگ زار میں
نہ بھٹکتی ہو

جہاں تیری دسالت سے دماغ وسعت پذیر
عمل اور تصور کی طرف رہنمائی پائے
لے میرے پدر بزرگوار اس آزادی کی جنت میں
میرا ملک بیدار ہو جائے ..

(ترجمہ: گیتا بھلی ۲۵)

جذیبہ انسانیت ٹیگور کے نزدیک بڑا اہم جذبہ ہے۔ محض ساتھی
بہر زندگی کا مدار غلط ہے۔ اس کی چمک دمک لوگوں کی نظر کو خیر کرتی ہے جس طرح
کیرٹے کو ٹوٹے آگ کے سامنے رقص کرتے ہیں۔ اس نوع کی زندگی سے انسان
کی اخلاقی حیثیت مردہ ہو جاتی ہے۔

”المختصر اپنے برادرانِ وطن کے لئے ٹیگور کا یہ پیغام نہایت اہم ہے۔
”لے میرے بھائیو۔ تم اپنی سادگی کی بجائے داغ پوشاک میں ملبوس
رہ کر طاقت کے نشے میں چور اور تمکنت کو ذریعہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہونے میں حقیقت
محسوس مت کرو۔“

”تھامسے اخلاق کی وسعت تمہارا امتیازی تاج ہو۔ تمہارا آزادی
تمہاری روح کی آزادی ہو۔“

”اس طرح ٹیگور کی شخصیت نے دھماکی سے اپنے برادرانِ وطن
کے غلبہ میں جلا بخشنے کی کوشش کی۔“

بقیہ : آئینہ خیال

دونوں کو برباد کر دیا ہے؟

تعلیم کے سلسلے میں وہ کبھی ہمارے فطرت کی گرد میں دس و تدریس کے
خواہاں تھے۔ قدیم زمانہ میں ہمارے اساتذہ اپنے فائدہ کے ساتھ جملات میں مٹھ
میں رہ کر تھے۔ ان کے ساتھ ان کے شاگرد بھی رہتے ہیں اور بیان ان شاگردوں
کو سچائی امن اور روحانی آزادی کی دنیا میں تعلیم دی جاتی تھی۔ اس سلسلے میں وہ
بوند تھرا ہیں: کہ جو وہ (اساتذہ) ساج سے باہر رہتے تھے تاہم ساج کے لئے انکی
اتنی ہی اہمیت تھی جتنی کہ سجاد کے لئے سوج کا ہے۔۔۔ قدیم ہندوستان میں
اسکول بھی وہیں ہوتے جہاں زندگی ہوتی۔ وہاں طلبہ کو اسکا رٹھ اور لکڑیوں کی عطا
میں بکھو زندہ و جاوید اصول میں تعلیم دی جاتی تھی۔



از: کانگ مکھری

ٹیگور کی میراث

میں انفرادیت اور بنی نوع انسان کی آزادی کے لئے جذبات شامل ہو گئے تھے۔ معنوی نشاۃ ثانیہ نے اندولن کے ترقی پسند لوگوں کو ناسازگار شروع کیا۔ ٹیگور نے کلاسیکی ادب کی بہترین روایت کو اپنا کر اپنی ذہانت سے ادب میں ایک مقام حاصل کر لیا اور حکم چندرا اور مائیکل موحسن کی ترقی پذیر میراث کو لے کر وہ آگے بڑھے۔ شیکسپیر کی طرح انہوں نے ماضی کے کلاسیکی ادب کو نئے ڈھانچے میں ڈھالا تاکہ نئے دور کی ضرورت کو پورا کیا جاسکے۔

ٹیگور کی دہائی اٹھارہویں صدی کے آخر میں گئی تھی۔ سماجیت کی نفوذ انگلی نفرت اور وطن کے لئے اسی محنت نے ان کے حب الوطنی کی نغمیں اور گیت مقبول عام ہو گئے۔ مادر وطن کی خدمت میں پیش کردہ ان کی اس نظم کو کیا ہم بھول سکتے ہیں۔

”مجھے غریبے کہیں اس ملک میں پیدا ہوا“

ٹیگور انسان درست تھے اور بنی انسانی بھائی چارگی کے اصلی تصورات کو فروغ دینے میں پیش پیش رہے۔ ان کے فلسفہ، گیت، نغمیں، ان کی سرگرمیاں اور ان کے شاعری کی تخیل ہر جگہ ہی گیت گاتے رہے۔

”بڑے مورچہ پور تو میرے ساتھ جاگورے دھیرے“

”لے ری بھارتیر جہاں تو میرے ساتھ جاگورے“

(لے دل لے دماغ دھیرے دھیرے جاگو، ہندوستان کے انسانی سمندر کے رعدادے میں)۔

ٹیگور نے عصر جدید کے نقیب ہونے کے ماحول دور وسطی کی جاگیر دارانہ میراث — اوہام پرستی، مذہبی تعصب اور تمام انعام کے لیے مافوق سماجی رسومات برپائے طاقتور جماعتی اہلیتوں کے ساتھ وار کیا۔ اس لئے انکی نظمیں، نغمے، کہانیوں اور ناولوں کے بہت سارے کرداروں میں آزاد انفرادیت اور آزاد فکر کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ ٹیگور کی تحریروں میں عورتوں کو کچھ نیچا نہیں دیکھا گیا۔ یہ جدید ترقی پسند ادب کی ایک مثال ہے۔

سبب — بند رانا تھ ٹیگور کے بے مد شکور ہیں۔ یہ وہی بھکاداد اور زبان ہمارا۔ خودہ نسل کے جہاں قی فرق اور شناختی ڈھانچہ بھی ٹیگور کے مرہون منت ہیں۔ ٹیگور ایک عظیم شاعر اور ادیب تھے اور عالمی تاریخ میں ایسے گئے چنے بہت ہی کم افراد ہوں گے۔ ٹیگور ایک عظیم مفکر تھے اور ان کی فلسفہ جدید ترقی پسند عالمی نظریہ رکھنے والوں عصری مفکروں کی تعداد بہت ہی کم ہوگی۔ نیز ٹیگور ایک محبت وطن تھے، انہوں نے آزادی کے خواہاں لوگوں کے دلوں میں حب الوطنی کی جوت جلا دی۔ ٹیگور کی یہ جذباتیں ہیں اس شخصیت ذہنی داری کو نبھانے پر مجبور کرتی ہے کہ تاریخ کی ترقی کے نئے نظریے کے ادوار میں میراث سے اس بے بہا خزانہ کو ہمیں اچھے سے جانا پڑے گا۔

ٹیگور ہم لوگوں پر بھائے ہوئے ہیں۔ ہمارے ادب اور میں ہمارے تصورات اور جذبات پر ہمارے طرز زندگی پر ٹیگور کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ بقول سررنپ مٹھنے، ”فطری ماحول نے ایک بہت مہم ہونے والے خزانہ ان کے لئے کھول دیا تھا اور انہوں نے چیل کے اس ماحول کو سنہرا بنا دیا۔“

لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا ہوگا کہ یہ صرف تاریخ ہے اور تاریخ کا ایک خاص دور ہے جس نے ڈالتے، شیکسپیر، گوٹے یا بلزاک اور ٹیگور ابلیستاروں کی طرح رہد رانا تھ ٹیگور کو پیدا کیا۔

۱۹ویں صدی کے آخری حصہ اور ۲۰ویں صدی کی پہلی دہائی کے درمیان بدلتے حالات کے ادبی تصورات کے ٹیگور اہم نمائندہ ہیں۔ یہ بنگال میں نشاۃ ثانیہ کا اہم دور تھا۔ اس دور کو عظیم سیاسی مصطفیٰ راجہ رام موہن رائے اور دیاس گارگی میراث ملی تھی۔ یہ دور برٹش حکمرانوں کے غلامانہ کالونیائی ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کا دور تھا۔ اس دور کے ترقی پسند ادب میں ہندوستان کے لوگوں کو ہندو سماجیت کے درمیان تھا، اور دور وسطی کی جاگیر دارانہ میراث اور جدید برٹش وکلی تصورات کے درمیان سماجی تضاد کی عکاسی کی گئی تھی۔ حب الوطنی کے جوش

رٹ مرقعے، ٹیکو سماجی اور لادجی آرٹ کی تاریخی حوزے کے مسلسل دھارے میں ہیں۔
اہم مقام حاصل تھا۔ ہیں ماضی کی تمام بہتہ بن چیتوں کا اپنا نام ہے اور ایک بہتر
ستیل کے لئے انہیں نے گر آگے بڑھا ہے۔ ٹیکو کی تعلیم میں یہی ہے۔

ٹیکو نے خود کو اپنے مہسود راز کے غریب کے ذریعہ باہم عروج
بہا ہرنگال کو عام لوگوں میں شامل کروا۔ اپنا دل نے دوسری عالمی جنگ کے
سان متغیر کے بحران پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے
شہر معنوں، مسجد یا ترا سنگٹ... ایک دن آئے کجا جب ناقابل
غیر ملک سماج میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کو واپس لانے کے لئے اپنی
ماریوں پر قابو پا کر فحش کی راہ پر آگے بڑھیں گے۔

اور یہی ناقابل تسخیر روحی ٹیکو کی عظیم میراث کو لئے کر آجے بڑھیں گے
لیکن ٹیکو کی اعلیٰ نظم کی دراشت کی بابت کیا کہا جاسکتا ہے؟ فی اس
بیسٹ نے شکست پر کیا بات یوں کہا تھا کہ شکست پر کے پورے ملک اور ڈاس
ہا نظم میں۔ ٹیکو کی نام قریوں کی بابت میں یہی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن کون ان
جانشین ہوگا؟ ٹیکو نے بذات خود اس بات کو پیش نظر رکھا تھا اور انہیں
پچھ جائیں گا انتظار تھا اس سلسلہ میں انہوں نے عام لوگوں سے یوں کہا:

جو لوگ مٹی کے نزدیک ہیں

وہی مٹی کی تخلیق کو سننے کے لئے تیار ہیں۔

بقیہ: ٹیکو، سنگت زمانے کا ایک منفرد شاعر۔۔۔

پہلے ہندوستانی شخص تھے۔

اس دنیا کو حسین جسے حسینی قربانا ان کی شاعری اور زندگی کا
واحد مقصد تھا۔ ہم ان کی نظموں کی رنگینی، رمنائی، فصاحت اور اثر انگیزی
سے مسحور ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے گیتوں میں جادو بھر سنا غفا کے
پچھے جذبہ ظلموں کا فرما ہے۔ الغرض ۶۵ سال کی طویل مدت تک بنگلہ دیش
کو گھر نایاب سے حالال کوٹے رہے اور ۷۱ راکٹ سال کو بنگلہ شعرو لوگ
کے آسمان کیہ آفتاب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

اسی مختصر جائزے سے ہم بہ آسانی قیاس کر سکتے ہیں کہ ادب
عالیہ کی تشکیل صرف اسی صورت میں ہوتی ہے اور نئے بن کے ساتھ آگے
رہتی ہے جب شاعر اپنے ماضی کے درشت، حال کے مسائل اور مستقبل کے
خواب کو اپنے تخلیقی عمل سے ہم آہنگ کر لیتا ہے اور پھر فنکارانہ پاکدستی کے
ساتھ اپنے منفرد انداز میں شعری پیکر میں پیش کرتا ہے اور یہی عمل ہمیں ٹیکو
کی شاعری میں نظر آتا ہے۔

بقیہ: رجندر اسٹیلیٹ کا فلسفہ

مٹکتا ہے۔ اور یہ زمین آسمان اور سمندروں کا ایک بہت ہی گہرا راز ہے؟
اس کے بہت دنوں کے بعد پورے کے ایک باؤل فقیر کاٹا ہوا چلا جا
رہا تھا:

”وہ نامعلوم بڑیا، کیسے بجزو کے اندر آتی ہے اور پھر باہر نکل جاتی ہے
آہ! اگر میں اسے پکڑ سکتا، تو اپنی محبت اس کے قدم پر بچھا دوں گا۔“
میں نے یہ دیکھا کہ یہ باؤل بھی ایک ہی بات کو دہرا رہا ہے۔ وہ نامعلوم
بڑیا کبھی کبھی خود کو اس بجزو میں مقید کر لیتی ہے اور ہمیں نامعلوم مدد سے آہستہ
آہستہ باہر نکالتی ہے۔ یہ سنتے ہی اپنے دونوں کناروں میں رکھنا شکل ہو جاتا ہے اس
لئے ہم اپنی کوشش کے باوجود دل کو اپنے پاس نہیں کر سکتے، لیکن یہ شیریں نغمے ہیں
اس لاکھ بڑیا کی آمد و رفت کی بابت بنا سکتے ہیں۔“

رجندر اسٹیلیٹ اس نامعلوم ہستی کی بابت میں بہت کچھ بتاتا ہے اور
ہماری روح کو اس عالم نہانی کی سیر کرنے کے لئے لے جاتا ہے۔

بقیہ: ٹیکو اور حجابیات (انہی رنج)

اس اقتباس سے ٹیکو کے فلسفہ حجابیات کی وضاحت ہو جاتی ہے
اور میں نے اوپر جو باتیں کہی ہیں اس کی تصدیق بھی ٹیکو بہت بڑا منکر تھا۔ ٹیکو
کا منکر ہونے کے لئے شہرت کے سہو کے بہت شکن ہونے کا دعویٰ رکھتے
والے شاعروں اور ادیبوں کو اپنے اندر دوسری قسم از کم دو ٹیکو پیدا کرنا چاہئے۔
اعزات سماجی اور تہذیبی ارتقا کے لئے فرد تک ہے مگر اس کے لئے ٹیکو جیسا
اعزائی ہی لازمی ہے۔

اگر آفریں یہ بات کہی جائے کہ تاریخ حجابیات کو ٹیکو نے اپنی شاعری
اپنے ادب سے ایک بالکل نیا رخ دیا ہے جواب میں یہی آج بھی تازہ اور
تازا ہے اور بت غلط نہیں ہوگی۔



از: انیس رفیع

ٹیکور اور جمالیات

جنگ جگ بڑستے ہیں پھولوں کے تختے

سمن دا تھا میں مدھم جھنکار رس

پٹی لکر کو گھیرے ہوئے نچ رہی تھیں گرد مٹی

سایہ دار راستوں پر پلٹتے ہوئے پالیا تھا میں نے تمہاری سانسوں کی خوشبو کو

بھر چھو جاتی تھیں جب تم من کے آئین کو

(ادرسوشنے)

Visual Sensibility کا اظہار ٹیکور عموماً رنگوں سے کرتے ہیں۔

وہ رنگ اور خوشبودن بلطفوں سے اپنے شعروں میں دلکشی پیدا کرتے ہیں۔ میرزا خلی

ہے کہ ٹیکور کے Operas یا ڈانس ڈرامے جیسی شاعرانہ حس باور اور صوتی حس

کے استخراج کی بہترین مثال ہیں۔ اس شبقہ فن میں جن وہ اپنا انہماک جوتے نظر آتے ہیں

اور ظاہر ہے صوتی حس بنا برسیقی سے تعلق غائر کے پیدا پذیر نہیں ہو سکتی۔ ٹیکور کا

مختصر الیکٹرانک مثال ہے۔ بعض Operas جیسے "چترا" صوتی حس کی ایسی

بنی پیش کرنا ہے کہ مغرب کے کچھ ذریعہ فنی سازوں کے ذریعہ اسے پیش کرنے میں

فخر محسوس کرتے ہیں۔ گویا ان تینوں حیوں کے امتزاج سے وہ فطرتی طور پر تخلیق ہوئے

جیسا کہ ٹیکور کے شدت احساس اور انتہائی لطیف ذوقِ جمال کا ثبوت ہی کرتے ہیں۔ جس

باور کا عروج ان کی معصومیت ہے جو انہوں نے بہت بعد میں مسترد کیا۔ اگر وہ معصومیت

کی طرف نہیں بھی راغب ہوتے تب بھی ہم یہ کہتے کہ جس باور (Visual Sensibility) اور

یا معصومیت کی شاعری میں موجود ہے۔ ان کے گیت اور شعروں میں منفرد کشی اور

Images باور کے تلامذہ پیش کرتے ہیں۔

دن دُوب پلا سکی، چل گشت پرانی بھر نے

دن دُوب چلا۔ گشت پر چلیں

دی برائی آواز آ رہی ہے جیسے کوئی جانتے ہو رہے

کہاں نہ سارے کہاں وہ مل

میر اعتبار زمانہ جمالیات کی تعریفیں بدلتی رہی ہیں۔ شاعرانہ کامی داس کی جو

شعری جمالیات ان کے بگ کے اعتبار سے رہی ہوگی، صورت، نفس، اکثر، غالت، آواز

انہماک اور ٹیکور کی جمالیاتی روش اس سے یقیناً منفرد اور الگ تھی۔ لہذا اس کی تعریف بھی

شاعر اور زمانے کے تناظر میں وضع ہوتی رہی ہے۔ تخلیق کی کوئی گرامر (Grammar)

نہیں ہوتی، کوئی طے نہ دگر نہیں ہوتی۔ اسی طرح ایسا ہی بال کا کوئی Parameetre

(محدودات) نہیں ہوتا۔ دراصل احساسِ جمال کا اظہار *Unstructured* یا

Sensual پر ہے۔ شاعر یا ادیب کتنا محاس ہے اور وہ کمالات کے مندر

اور ظاہر جن مبنی حسن بہ ہر گھ سے کسی قدر متاثر ہوتا ہے۔ وہ تمام ترکیفوں اور جذبات

کو جس طرح محسوس کرتا ہے اسے کتنی شدت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ اگر شاعر انہماک

ہے تو اس کے بیان باطنی لطافت کی کمی نہیں ہوگی۔ ٹیکور بہت محاس فنکار ہیں جبکہ

ہم سب جانتے ہیں۔ حسن ہر رنگ، ہر روپ میں انہماک متاثر کرتا ہے۔ وہ جن کیفیتوں

سے جن جذبات سے دوچار ہوتے ہیں اور انہیں جس شدت سے محسوس کرتے ہیں، اسی

شدت کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔ احساس کی اسی شدت اور جمالیاتی لطافت نے ان

کی شاعری میں خوبصورت حسی تلامذہ پیدا کئے ہیں۔ حسی تلامذات کا تعلق جمالیاتی

احساس اور جذبہ کی شدت سے ہے۔ دراصل خوب احساس جس طور پر ہر شخص کو ملی

ہے۔ لیکن جذبہ اور ذوقِ جمال اس پر حاکم کام کرتا ہے۔ ٹیکور کے بیان ان حسی

تلامذات کی شکل بڑی خوبصورت اور دلکش ہے جو بعض جگہوں پر حسی پیکر کی شکل اختیار

کر لیتے ہیں۔ ٹیکور کا شاعری میں رنگ اور خوشبو کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے

دوسری جہوں کے تلامذہ کا استعمال کئے ہیں لیکن حسی تلامذہ جس باور کے تلامذہ

کثرت سے ملتے ہیں۔ اس کا یہ بھی سبب ہو سکتا ہے کہ ٹیکور کا *Aesthetic Sense*

یعنی شعورِ جمال بہت ہی بلند تھا اور یہ دونوں حسین لطیف احساسات کی محرک ہیں شدت

میں شاعر سے شاعر یہ تلامذہ کا خد کیجئے۔

اسی دند کیلک کو تم ہی پائی میں بن کے آئین کو چھو جاتا ہ

کمال وہ محنت کہ وہ چیلن تھا
کسی بات یا کسی چیز میں ہی نہیں لگ رہا تھا
میں گھر کے کونے میں اکیلی بیٹھی تھی
تمہی نے کچھ بگھٹا پر چل

کس اٹاکر اس ٹیڑھی میٹھی پگھلندی پر
بائیں طرف پھیلا ہوا میدان دھوپ میں تپتا ہوا
دائیں بنسواڑی میں ہوا کی غنیف جنبش
جھیل کے سپاہی آبل پانی میں شام کی جھپٹی ہوئی روشنی کا کھن
دونوں جانب گھٹا ہوا تاریکی میں ڈھلکا چلا جا رہا ہے
گھبر شانت پانی گویا ہم کو دھیرے دھیرے بہاتے لے جا رہا ہے
اور کوئل گاتی ہے اپنا امرت سے اٹھلا جاگیت
پلٹے ہوئے گھٹنے تاریک پتھروں کے اوپر جانڈ جھلک رہا ہے

نظم: بہو! کہ یہ سارے مناظر اور اس جیسے کتنے ہی مناظر دیکھنے والی آکھوں
سے جھنڈے دھوے کرتے ہیں خوش مغری کے دھوے خوش اعتباری کے دھوے خوش
ذوقی کے دھوے، عرفان و کمال اور احساسِ جمال کے دھوے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ
ٹیگور کی ہر رنگی اذکار، انہماق متقاضی ہے اپنے قاری، اپنے سامع، اپنے ناظرین سے
کہ جاگزی کے فن سے محفوظ ہوا ہے تو اپنے اندر شعور کے تمام جہاویات اکٹھا کر ٹیگور
کی شاعری، افانے، ڈرائے، اوپرا، موسیقی اور مصوری میں بھرے پیرے رتوں کا سار
کا دنیا آباد ہے جس سے گارنے کا جزیرہ زندگی کے زائے خوں میں شامل ہے اور اس
دی شخص گزار سکتا ہے جسے زندگی کے کمال کا عرفان اور جمال کا احساس ہو رہا ہے وہ
خط امتیاز و خصلی بر جاتی ہے جو انسان کو وحشیوں سے الگ کر دیتی ہے یہ خط امتیاز
ان کی شعری تعلیمات، فلسفے، سوانحی، "نوتی بیبا"، "خواہش دل"، "سپنر
ناؤ، قرابا، ان کی بیویوں کے انتخاب "گو لوب گھیا"، اور ان کے ناول "گورا"، "گھرے مائیرے"
"چارا دھیا" میں ملتا ہے۔ اور یہ وہی خط امتیاز ہے جو ٹیگور
کے شاعری، نکتی، اور دوسرے سماجی اور ثقافتی اداروں کے بیچ ہے اگر
آپ شاعری، نکتی، اور دوسرے سماجی اور ثقافتی اداروں کے درمیان اور ملکی فطرت
(Total Appearance) ٹیگور کے شدید جمالیاتی فن کے منظر ہیں اور
اگر آپ میں سے طبع نہ ہو تو وہاں جا کر وہ صحافتی لطف اٹھا سکتے ہیں شاعری

نکتی نے ایک ایسی جمالیاتی تہذیب کا بنیاد رکھا ہے جس کی شاعریات آخر تک دنیا
میں نہیں ہے۔ اور یہ تہذیب اتنی گہری اور پائیدار ہو چکی ہے کہ وہاں کے باشندے گمن
فن کو راضی کار، دانشور یا Tourist کی معمولی سی بدذوقی میں گر کر گرے
لگتی ہے۔ کیا فن، کیا زبان، کیا خورد و نوش سب کے سب جمالیاتی پسو سے
مسود ہیں۔ Aesthetic Sensitivity کی انتہا سے متعلق ایک دانشور
ہے۔ شاعری، نکتی میں منفرد ایک کوئی سمیلین میں ہلکا ایک مشہور جدید شاعر
ملاحظہ۔ سچہ کبھی ابرارڈ بھی لے چکے ہیں۔ انہوں نے وہاں اپنی ایک ایسی
جدید نظم پیش کی جو شاعری، نکتی کی اصلی ذوقی کی نفی میں تھی۔ لہذا رابندر تہذیب
کے اس منکر کو اسٹیج سے کوڑ کر بھاگ پڑا۔ یہ بات میں اس لئے کہ رہا ہوں کہ
انکار کی رلہ اتنی آسان نہیں ہوتی۔ اور انکار اس جمالیاتی صداقت سے چرچلے
سر پر نہیں بگاڑ کذاہنی تہذیب کا صعبین کو سنل دھل پھینکتی ہی جا رہی ہے۔
اگر اس تہذیب میں زندہ رہنے کی ضرورت نہ ہوتی تو یہ کب م کھپ گئی ہوتی بہت
ساری سے مان تہذیبوں اور تالامان کی طرح ٹیگور کھٹ اس طرح ارتقا پذیر
ہوا اگر اس میں پھلنے پھولنے کی صلاحیت نہ ہوتی۔ پھلنے پھولنے کی صلاحیت یہ ہے کہ
ٹیگور کے فن نے خواہ وہ کس قسم کی شاعری، افانہ نگاری ہو کر ڈرامہ یا مصوری ہر
سطح پر خاص و عام کے احساسِ جمال کو چھوا ہے۔ ان کے ذوقی کی بھرپور تکمیل کی ہے۔
اور اس کی وجہ عامیہ ہے کہ متعقدین کے جمالیاتی تصور یا جمالیاتی محسوسات باطل
ہیں ایک تصور جمالیات ٹیگور نے پیش کیا ہے۔ جاگیر دارانہ مزاج کے ماحول روٹنی
جمالیات کے تصور کو یکسر رد کر کے ایک عمومی اور باطل نئی حسیت سے روش
کرایا ٹیگور نے حرات کے تہ میں کھو باطل ایکوں طور پر Relevant ہے۔
ٹیگور کی نئی جمالیات برائے دنوں کی جمالیات سے ہوں مختلف ہے کہ اس نے فن
کے معنی یکسر تبدیل کر دیے ہیں۔ انہیں ان پیکروں میں بھی حسن کے پرتو نظر آتے ہیں
جنہیں نہ اب تک ناقابل اعتنا جانتا تھا۔ اب ہر پیکر حقیقت کا ایک عکس
ہے اور حقیقت خوبصورت ہے۔ کہ بہ اور بد نما منظر خوبصورت زندگی کی بہ
نبی اور معنویت میں اجماع کرتے ہیں۔ گرفت اور بے سسری آوازوں میں
حسین معنی کے آثار رہتے ہیں۔ فنون لطیفہ کے سحران ٹیگور نے ہماری شب
کو بیو زندگی کو سٹے اور خوبصورت سمجھاتے ہیں۔ ان کے پس منظر ہیں ہمارے
زمانہ کا وہ جمالیاتی ادراک ہے جس نے اس زمین کو اور جس قابل رشک بنا دیا ہے
ان کے شعروں میں محض دل کو سمجھانے والے مناظر نہیں خاک میں لٹھیرے ہوئے اور
خون میں نہلائے ہوئے مناظر ہیں اور یہ حقیقت کا وہ انحصار ہے جو زندگی کو

ایک طرف ایک سادہ دھڑکتی ہوئی۔

میرے سمیود! تو نے دور بدور

اس کرم ناشناس دنیا میں

بار بار ایسے لوگ بھیجے ہیں

وہی مہر و فنا و عفو و کرم

دیادنیہ کو جن کی باتوں نے

جن کی تقسیم ہے کہ دور کرد

زہر کینے کہلنے سینے سے

دہریں یادگار ہیں وہ لوگ

ارضہ وار جہان کا مقام

مگر آج ابرار ت ہے کہ انہیں

دور سے لوٹا رہا۔۔۔ لوگ کے سلام

میں نے دیکھا ہے وہ جیسا ہوا بعض

رات کے خوفناک سائے میں

بے سہاراں کو جس نے زندہ ہے

میں نے دیکھا ہے جو جوانوں کو

یاگوں کی طرح بھٹکتے ہوئے

اور پھر پسر بچتے ہوئے

ہائے کسی جانگاہ سے مرتے ہیں

آج زندہ رہا ہے میرا گل

باز میری کھوپڑی ہے نیت

شب تاریک کے یہ مجس تنگ

تخی اور خوفناک خواب تلے

میرز دنیا کو ہیں دبائے ہوئے

ہی باعث ترسہ کر بن کے سوال

دیوہ تر ہیں ڈبڈبائے ہوئے

جن کا عرس ہے ترنا دنیا میں

گودا بہت ہوا گو زہر آرد

روشنی کو تیری بجایا ہے

کیا انہیں گودا بہت تو نے عاف

کیا تجھے پیارا نہ آیا ہے

{ سوال: تخلیق: رہنما ناتھ ٹیگور
ترجمہ: اسد زرافض }

اپنے عہد کی تخی اور شیریں سچائی ہی جمالیات ہے۔ اور جمالیات کی
صحیح تعریف بھی یہی ہے۔ اگر فنکار عہد شناس نہیں تو اس کے اندر احساس کی وہ
گرمی نہیں ہوگی جو جمالیات کا بنیادی عنصر ہے۔ نظم سوال کے علاوہ انکم ٹیگور
کے ڈرامہ زہر رستی (رقہ گدستی) کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کا انہماک
ان کے جمالیاتی طور سے غزنائیک محدود نہیں تھے۔ اپنے اس عہد کی عیسوی دنیا کی
سچائی اس ڈرامے میں رقص کی رسی کی جیسی عام فہم علامت کے ذریعہ ابھاری ہوگی۔
یہ ڈرامہ قاری اور ناظرین کے سماجی شعور کو بیدار نوکوتا ہی ہے ساتھ ہی ساتھ
ان کا فنی ارتباط ذوقی حال کی تسکین بھی کہنا ہے۔ رقص کی رستی کے ذریعہ ڈرامے میں
دور حاضر کے سماجی، مذہبی اور تہذیبی مسائل کی شناخت ایسے فنکارانہ اور علامتی
نمازیں کی گئی ہے کہ آپ کی تمام حس، سماجی، سیاسی اور جمالیاتی اگر رو بہ ہو چکی
ہیں تو جاگ پڑیں گی۔ "سکتہ دھارا"، "رنگ کرانی" اور اس طرح ان کا دھارا دھاک ٹھوہری
ہے جو ہمارے حواس کو تھنجوڑ کر ایک عجیب جمالیاتی کیفیت میں مبتلا کر دیتا ہے ایک
سانے یا ٹیگور (پہلے 1907ء) کے ذریعہ احساس جمال کے تاروں کو بھینچنا دنیا
ٹیگور جیسے تابناک تخیل اور حیرت ناک تخلیقی قوت رکھنے والے شہر فن کا ہی
حصہ ہو سکتا ہے۔ زندگی کو مکمل اور ناقابل تقسیم اکائی ماننے ہی میں رہنما ناتھ
کا قوت کارا چھپا ہوا ہے۔ آدرش اور تہذیبوں کے تضاد یا تفرقہ پرہیزی نے
ان کی قوت کے کبھی ٹکڑے ٹکڑے نہیں کئے تھے اس لئے اس میں کوئی تعجب نہیں کہ کل
رفن اور جون (زندگی) کو انہوں نے الگ الگ چیزیں نہیں مانا۔

انیسویں صدی کے اواخر میں فلسفہ جمالیات کے ایک نئے اصول نے یورپ
پر غلبہ کر لیا تھا۔ بہتر لوگ ایسے تھے جن کے نزدیک حرف فن کی خاطر فن کو اپنا نا
چاہئے یہ کوئی فردی نہیں کہ زندگی سے بھی فن کا تعلق ہو۔ ہوائی حمل یا ہاتھ دانست
کے فن دون (Ivory Towers) کی فنی کوسٹوں کے نشان اور نوز بن گئے تھے۔
اس اصول کے چارے کھنکھنے لگے تھے کہ سنا و اور فنکار حقیقتاً خواب یا سنے دیکھنا رہا
ہے۔ رہنما ناتھ سے اس عقیدہ کو کبھی قبول نہیں کیا کہ فن حقائق زندگی سے بے نیاز
ہے۔ انہوں نے فن کی تلاش فرد کی ہے لیکن زندگی کے منظر ہے ہی کی شکل میں
ساتھ ہی ان کا اس امر کا بھی یقین تھا کہ زندگی میں مدح یا شہرہ ہی اس وقت تک
نہیں آتی جب تک کہ وہ حسن سے مزین نہ ہو جائے، ہمایوں کسبایں
(بانی 1911ء)



از: پروفیسر سون سوم

جوڑا سانگو کے ٹیگور

کی حیثیت سے انہوں نے سماج کی توجید پر سخت عقیدے نہیروں اور اپنشدوں کے اصولوں کی بنا پر تشریع کی۔ ان کی قیادت میں سماج کا اخبار "توبو جینی پتریکا" مولیٰ نظریات کی بنیاد پر سماجی اصلاحات کا نقیب بن گیا۔ انہوں نے جوانوں میں جو معنوی ثقافت سے جوڑ دیا وہ گئے تھے ایک نیا اعتماد پیدا کیا۔ انہوں نے اپنشدوں کے خدا کی وجودگی کے فلسفے کا ہر چار کی اور ہندوستانی ثقافت کی روایتی قدروں کو پھر سے زندہ کیا۔ ان کے مسلمان دوست انہیں پیار سے "حفیظ حفیظ" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ وہ شاعری لکھتے تھے (دارالامین) کے بانی تھے جو بعد میں دیندوانا تھ کی زیر ہدایت تعلیم، فن اور ثقافت کا مشہور مرکز بن گیا۔

ان کا سب سے بڑا الا کا دیندوانا تھ (۱۸۴۰ء سے ۱۸۶۶ء) غیر از میلان طبع رکھتا تھا۔ گاندھی جی انہیں اختتام کے طور پر بڑا دانا یعنی بڑا بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ ایک سزا خوار اور ایک فلاسفر تھے اور انہوں نے بنگالی زبان کے لیے سارٹ وینڈ کا ایک نظام ترتیب دیا تھا۔ انہوں نے اپنے گھر پر سالے "سادھنا" کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں اس گھر نے نئے بھارتی اور بالک ناموں سے ڈو اور رساے شروع کئے۔ دیندوانا تھ کے بچوں اور پوتوں نے ان رسالوں کے ذریعہ ادب میں اپنی تخیلیاتوں کا مظاہرہ کیا۔

پہلا آئی سی ایس افسر

دیندوانا تھ کا دوسرا الا کا ستیندوانا تھ (۱۸۴۲ء سے ۱۹۲۳ء) پہلا ہندوستانی تھا جس نے انڈین سول سروس کا امتحان کامیابی سے پاس کیا۔ انہوں نے دیندوانا تھ کے بھتیجے گیندوانا تھ (۱۸۴۱ء سے ۱۸۶۹ء) کے ساتھ نوگوپال ستر کے اشتراک مل سے ۱۸۷۷ء میں پہلا قومی میڈیکل سٹریج کیا جہاں قوم پرستی کے خیالات اور قومی صنعت کے فروغ کے لیے حکم ہوتا ہے۔ یہ میل ۱۳ سال تک ہزار ہا اور انڈین نیشنل کانگریس کا پیشی صدر تھا۔ ستیندوانا تھ نے ۱۸۹۷ء میں

شمالی کلکتہ کی سکولر سٹیجیٹ پر جوڑا سانگو سے کہتے ہیں۔

ایک کئی ایک نکتہ ایک سبندہ زار میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس سبندہ نکتہ زمین سے آگے سرخ انگوٹھی سے بنی ایک بہت بڑی صورت کھڑی ہے جو ایک شخص نیلی میٹیکور نے ۱۸۶۷ء میں تعمیر کرائی تھی۔ ٹیگور کہتے ہیں اس مکان نے زنگار دار کا نا تھ (۱۷۹۴ء سے ۱۸۳۸ء) سے لیگو ستر ستر پانچ پستوں میں فطیم شخصیتوں کو جنم دیا جن کے خیالات اور قیادت نے بعد میں ہندوستان کی تعمیر کو چار چاند لگانے میں مدد دی۔ یہ سب لوگ سماجی اصلاحات، انسانی دوستی، تحریک آزادی، قومی یک جہتی، تعلیم، ادب، فن، ثقافت اور قومی جدوجہد میں ہندوستان کی نئی زندگی کے مای اور مبلغ تھے۔

دوار کا نا تھ (۱۸۳۸ء - ۱۷۹۴ء) جو ٹیگور گھرانے کی فطیم شخصیتوں میں سے پہلے شخص تھے، فارسی، عربی اور انگریزی کے عالم تھے۔ انہوں نے سکولر تعلیم کے موقف کا علم بلند کیا تھا۔ انہوں نے کلکتہ میڈیکل کالج کے قیام کے لیے کام کیا۔ ہندوستان سے جو پہلے دوا شفا خاص اعلیٰ طبی تعلیم کے لیے انگلستان بھیجے گئے ان کا خرچہ دوا کا نا تھ نے کیا۔ ماجہ دام پرمن رائے کے ایک قریبی ساتھی ہونے کے باوجود انہوں نے سماجی برائیوں کے خلاف جدوجہد کی جس کے نتیجے میں "سستی" کی رسم ختم ہوئی۔ پریس ایکٹ ۱۹۳۸ء کے خاتمے کو مالیات کے بورڈ کے سکریٹری نے دوار کا نا تھ کی ذاتی فسخ قرار دیا۔ دوار کا نا تھ پہلے شخص تھے جنہوں نے ایک کاروباری بنک، "اندرون ملک" جہاندرانی کا نظام اور مینی تیار کر کے ایک کارخانہ سنسٹریج کیا۔ انکی بنگال کو نکلی گئی تھی ہندوستان میں کوئی کی صنعت کا آغاز کیا۔ دوار کا نا تھ نے قومی پسندانہ سماجی کوششوں میں ہمیشہ دوسروں کی مدد کی۔

مہارشی

دوار کا نا تھ کے سب سے بڑے لڑکے مہارشی دیندوانا تھ غیر مولیٰ اخلاقی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ماجہ دام پرمن رائے کے بعد برہمن سماج کے روحانی رہنما

کا افتتاح کرنے کے لئے ایک قومی گیت لکھا جسے بہت شہرت ملی۔

سیندر ناتھ ہندوستانی عورتوں کی سماجی جگہ بندیوں سے بچانے کے حامی تھے۔ انہوں نے اپنی بیوی جنناداندنی کو پردہ ترک کر کے اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان جانے اور سماجی تقریبات میں شریک ہونے کی ترغیب دی جس سے اس وقت کے سماج میں بہت ہچل پیدا ہوئی۔ جنناداندنی بچوں کے ادب کے شعبے میں رہنمائی کرنے والوں میں سے ایک تھیں۔

دینندراناتھ کے پانچویں لڑکے جیوتی رسد راناتھ (۱۸۴۹ء سے ۱۹۲۵ء) ایک موسیقار تھے۔ انہوں نے ہندوستانی راگوں کا مغربی موسیقی سے استرجاع کیا اور اپنا ایک منفرد اسلوب وضع کیا۔ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی رابندر ناتھ کے کچھ گیتوں کے لئے دھنیں بنائیں۔ جیوتی اندر ناتھ سنسکرت اور فرانسیسی زبان کے جید عالم تھے۔ انہوں نے ۷۷ سنسکرت ڈراموں کا بنگالی میں ترجمہ کیا، بنگالی میں ڈرامے لکھے اور کئی فرانسیسی زبان کے ڈراموں پر ممبئی ڈرامے تیار کئے۔ جیوتی رنڈراناتھ اپنی سزا کر دیا اور نگارہی کے لئے مشہور ہیں۔ وہ پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے نئی قومی مصنفین شروع کیں جن میں جہاز سازی کی صنعت بھی شامل ہے۔

ربندراناتھ

دینندراناتھ کے آٹھویں لڑکے ربندراناتھ (۱۸۶۱ء سے ۱۹۴۱ء) کئی اوقات کے محتاج نہیں۔ ان کے تخلیقی جوش نے انسانی تئناؤں اور بدکاری کے کم و بیش ہر شعبے کو متحمل کیا۔ ان کا ادب موسیقی اور معنوی کے لئے قدرتی جہان تھا اور اپنے دور سے کہیں پرے جہان تک پھیل سکتے تھے۔ انہوں نے انڈین میٹل ٹیگٹریس کے ایک اجلاس کے لئے ۶ بندے ماترم، گیت لکھا اور اس کی موسیقی ترتیب دی۔ رابندر ناتھ ترتیب دی ہوئی دھنوں کو ان کی وفات کے بہت بعد دوسلوں نے اپنے قومی ترانوں کے طور پر اختیار کیا ہے۔ ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم کے جوابی قدم کے طور پر رابندر ناتھ نے برطانوی مال کا بائیکاٹ کرایا اور قومی تعلیمی کونسل قائم کی۔ اس دور میں انہوں نے وطن پرستی کے جو گیت مرتب کئے ان سے قومی مذہبیت کا اظہار ہوتا ہے۔ انہوں نے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی اتحاد کے اعتقاد کو پختہ کرنے کے لئے راکھی باندھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ انہوں نے رشتہ نشینی میں جو اسکول قائم کیا تحصیل علم کا ایک بہت بڑا مرکز بن گیا جہاں دنیا کے مختلف حصوں سے عالم تحصیل علم اور تدریس کے لئے آتے ہیں۔ اسی نظام سے ایک نئی قسم کا ہندوستانی فن ملک بھر میں پھیل

مشائی نیکیتن کے طالب علموں نے مختلف شعبوں میں اپنی نوبت سے قومی سماجی زندگی لانے میں مدد دی۔ ۱۹۱۸ء میں اس اسکول کا مرتبہ بلند کر کے قومی یونیورسٹی کا کردار اس یونیورسٹی نے نواب آبادی قومی تنظیم نظام کے مقابلے میں انسانی رسائی کے فروغ کیلئے تحصیل علم کا ایک نظام بنایا۔

قوبل انعام جیتنے والے

دریں اثنا ان کی نظموں کے مجموعے "گیتا جیوٹی" پر انہیں ادب کے لئے ۱۹۱۳ء کا قوبل پرائز مل گیا جو ایسٹیا میں پہلی بار کسی ادیب کو دیا گیا تھا۔ اسے دنیا کی طرف سے جدید ہندوستانی ادب کی ندر شناسی قرار دیا گیا۔ رابندراناتھ ٹیگور کو جب جلیانوالہ باغ کے المناک واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے "سرس" کا خطاب جو انہوں نے چار برس پہلے ملا تھا ترک کر دیا۔ وائسرائے کے نام ایک سخت مراسلے میں انہوں نے لکھا۔ اقدامات کی سنگینی سے ہیں اپنی بے بسی اور لاچاری کا احساس ہوا ہے اور اعزازات کے یہ تھے وقت کے اس متضاد پس منظر میں ہمارے شرم کے احساس کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں۔

شری نیکیتن

رابندراناتھ کا تعمیری جذبات شری نیکیتن (خوشنالی کے ممکن کی شکل میں) دیہات کی ترقی میں ظاہر ہوا۔ یہ پروگرام جو ۱۹۲۱ء میں شروع ہوا اجتماعی ترقی کے پروگرام کا پیش خیمہ تھا۔ انہوں نے بڑے پیمانے پر دنیا کا دورہ کیا سر کردہ لوگوں سے ملاقات کی اور پھر دئے۔ ثقافتی سفیر کی حیثیت سے اس مقصد میں انہیں لوگ مانیہ ملک سے مثبت حوصلہ افزائی ملی جو سمجھتے تھے کہ رابندراناتھ ٹیگور دنیا کو ہندوستان کا پیٹا دے کر اپنے ملک کی بہت بڑی خدمت کریں گے۔ لیونکو باربار کے ان دوروں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اور ایک اجنبی کو بھائی بنانے میں مدد ملتی ہے۔ ان کی رو میں دوا لیل بریٹنڈسل "البرٹ انشٹائن" سولین بیوی اور دوسری عالمی شہرت کی شخصیتوں کی دوستی سے ہندوستان کے لوگوں کی خواہشات اور تمنائوں کو بھاری فائدہ پہنچا۔ انہوں نے کم و بیش یورپ کے تمام ممالک، روس، چین، جاپان اور مشرقی بعید کے دوسرے ممالک امریکہ، لاطینی امریکہ کے بعض ممالک ایران اور کچھ عرب ممالک کا دورہ کیا۔ روس میں وہ سرکاری مہمان بن کر گئے۔

انہوں نے تعلیم کے اعلیٰ مدارج پر مرد اور عورت دونوں کے لئے وقت اور موسیقی کے مفید من رائج کئے اور ملی مظاہرے میں گئے۔ کلاسیکی موسیقی

ہندوستانی عوام کے رویے کو روپ رکھا تھا۔

ابیندر ناتھ

ابیندر ناتھ نے جو ہندوستانی فنون کے عالم تھے فن کی دنیا میں اپنی روح واپس لانے میں ہندوستان کی مدد کی۔ وہ ایک بلند پایہ ادیب بھی تھے اور انہوں نے ششہ نثر نگاری کا ایک نیا اسلوب شروع کیا۔ وہ مختلف اقسام کی ادبی نگارشات کو مختلف ذخیرہ ہائے الفاظ اور اصطلاحات کے ساتھ استعمال کر سکتے تھے۔ انہوں نے ہندوستانی روشن رہنما بننے کو بھرپور ہندوستانی فن کی جانب راغب کرنے کا کام ہاتھ میں لیا اور معصوم کے ہنگامی اسکول کھینچا دیکھی۔ ان کے چوتھارہ گروں میں نند لال بوس، کشی تیندو ناتھ، مہجدار، ایس کمار پھدار، کے ویکٹا وغیرہ شامل ہیں۔

ان کی بہن سنیانی ہندوستان کے صف اول کے معصوم ہیں شمار کی جاتی ہیں جنہوں نے نوک محاورے کو جدید محوسات کے ساتھ سمجھا۔ سیندر ناتھ کی لڑکی اندھا (۱۸۷۳ء سے ۱۹۶۰ء) کو موسیقی اور ادب میں بہت حاصل تھی۔

کیسے کے دیگر افراد میں سے دینندر ناتھ (۱۸۸۲ء سے ۱۹۶۶ء) ایک ناول نگار اور موسیقار تھے۔ دینندر ناتھ کے بہتے بالیندر ناتھ (۱۸۷۰ء سے ۱۸۹۹ء) اور شاہیندر ناتھ (۱۸۶۹ء سے ۱۹۲۹ء) ممتاز ادیب تھے۔ سریندر ناتھ (۱۸۷۲ء سے ۱۹۴۰ء) نے مہاجرات کا ہنگامی متن تیار کیا۔ انہوں نے نیسے کے کاروبار میں بھی پیشرو کی حیثیت سے کام کیا۔ رابندر ناتھ کے لڑکے راجندر ناتھ (۱۸۸۱ء سے ۱۹۶۱ء) نے امریکہ میں زراعت کی وسیع تربیت حاصل کی اور والد کے دیہی تعمیر نو کے پروگرام کے لئے خاموشی سے کام کیا۔ راجندر ناتھ اور ان کی بیوی بچوٹا (۱۸۹۵ء سے ۱۹۶۹ء) دونوں ہی ممتاز معصوم اور گوناگون فرموں کے مالک تھے۔

دینندر ناتھ کے پوتے اور سیندر ناتھ کے لڑکے شہ گیندر ناتھ، گور (۱۹۱۲ء سے ۱۹۸۵ء) تھے جو سوبو کے نام سے مشہور تھے۔ سوبو نے شامی اور معصومی میں ایک نیا طرز ڈالی۔ سوبو جدید معصوم کے پہلے گروپ "کلک گروپ" کی داغ بیل ڈالنے کیلئے جانے جاتے ہیں۔ گروپ کوئی نئی تخلیق تیار نہیں تھی۔ یہ جاننے کیلئے کہ انہیں کیا کیا اور کچھ کیا ہیں جو اس نکتہ کو کہہ دیتی ہو کہ ان کی تعلیم ہونا چاہئے۔ سوبو ان افراد میں سے ہیں جو دور تھا اور بڑا ہی اہم قدرتی وراثت کے حامل تھے۔

درستی کا احبار اور سماج میں کسی کی قدر شناسی بہت حد تک پہلے ابیندر ناتھ نے ہی شروع کی۔ انہوں نے قدرت سے انسانی رشتوں کی بنا پر سیکڑا رشتہ بنایا ہی شروع کیا۔ وہ کسی دیوی کی تعریف نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے زندگی کی جلدی کے اندر کو بھر سے زندہ کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے درخت لگانے کا جو کام شروع کیا بعد میں پل کروں، ہاتھ کی شکل میں غا ہر ہوا۔ "ہل اگر شن" یا "ہل کو کھینچے" کا جہوار میں جو تھنے کے موسم کا نقیب تھا۔ اسی طرح دست اتسو اور درشت مشکل انسانی رنگ پر قدرت کی فیاضی کا مضمر مقدم کرنے کے لئے ہیں۔

انسان دوست رابندر ناتھ نے ۱۹۳۹ء کی جنگ عظیم کو انسانی تہذیب کے ایک جز کی شکل میں دیکھا اور اسے انسانی قدروں کا انحصار قرار دیا۔ پھر بھی اس رجحانیت پرست نے کہ "ہیں انسان میں اتنا دھوکہ دینے کا سنگین گناہ نہیں کروں گا"۔

سودن کماری

رابندر ناتھ کی بہن شریعہ سودن کماری (۱۸۵۶ء سے ۱۹۳۲ء) نے بڑی کامیابی سے اخبار عبادت کی ادارت کی اور وہ پہلی خواتین میں سے تھیں جنہوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے لئے کام کیا۔ ان کی لڑکی سمرلا (۱۸۷۲ء سے ۱۹۴۵ء) ایک بڑی جہاد آزادی اور انگریزی وسسکرت کی عالم تھیں۔ انہوں نے نوجوانوں کو ملک کی آزادی کی لڑائی لڑنے پر آمادہ کرنے کے لئے ملک کا بڑے پیمانے پر دور کیا۔ انہوں نے حب الوطنی کے کئی ایک گیت لکھے اور قدیم جنگی فن اور جسمانی تعلیم کو پھر سے زندہ کرنے کیلئے دیراستہ کی تہوار شروع کیا۔

دوا راناٹھ کے بڑے بھائی نے ان کے لڑکے گریڈرن کے ذریعہ ہندوستان ثقافت میں پیش قیمت اضافہ کیا۔ گلیندر ناتھ (۱۸۷۵ء سے ۱۹۴۸ء) ایک معصوم ناظم، سماجی کارکن اور ممتاز آزاد کار تھا۔ انہوں نے جلیانوالہ باغ کے قتل عام کے خلاف ایک کارٹون بنا کر احتجاج کیا تھا جس کا عنوان تھا "پنجاب میں امن بحال کر دیا گیا"۔ وہ پہلے جدید ہندوستانی معصوم تھے جنہوں نے مذہب کی برائیوں اور فحاشی، سماجی رسوم، انوادیاتی استعمال اور تعلیم کے خلاف اپنے برہمن کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔ ہم بنگال ملک اور ہندوستان کی گھر پر صنعت کے گھر صنعت کے ملک کی فروخت کو بھر سے زندہ دینے کے لئے ان کے فنون ہیں۔ وہ اور ان کے بھائی ابیندر ناتھ (۱۸۷۱ء سے ۱۹۵۱ء) مشرقی فنون کے ہندوستانی ادارے کے اسماں رکھتے تھے۔ اسی اگنی نے پوری فنون کے تین

پچیسویں بیساکھ کے نام

تخلیق : سوکانت بھٹاچاریہ • ترجمہ : مصطفیٰ اکبر



آسمان حیرتی آستروں سے نکا جاتا ہے، — نہ ہوا کی حرور
سارے عالم میں فقط ایک سوال! سینے دھندلا گئے، بکرا گئے،
امیدیں ہر اسان دغوش
ہلے مٹا ہی نہیں کوئی جواب، مسئلے ایسے کہ رگ رگ میں شرارت لگی
اور تاریخ نے کرڈٹ بدلی — شہر برلن کہ ہوا خاک نشیں
شانتی، مغربی محاذ پر
دھرم کا عرصہ حیات برٹھا
چاروں جانب ہی فتح کا نعرہ، کانپتے دن کی سرخ رو کرئیں
رام دردن کا یدھ میں، بھارت روپی جٹا ہو گھاس
کتنے ذی روح موت کے منہ میں — یدھ گھاس! قوت کی زد سے نڈھال
افن مشرق پر نور کا پرتو جاگا، بزم انانیت کے لئے
رہنما لانا تھ کے پیغام کی تشہیر ہو بھرا، ان کے دعوے کا ہوا اعلان عام
ایکے ہوں ہو کہ نئے روپ میں دکھائی دیں روپی ٹھاکر
آنکھوں میں خواب انقلاب کا نور، درگونی جہور کا سر
مٹا کے دوش بدوش لانا تھ میں پریم روشن کو لئے
بارڈلٹ کو اتارے، ماتھے سے خاک ندامت پونچھ
ہر قدم غریب سلسل کے ساتھ، آگے بڑھیں

مجھ پر وہ آنے والے میں لیکن سن رہا ہوں ابھی سے انکی پکار
پچیسویں بیساکھ کا نام — پچیسویں بیساکھ کا نام
(از: سوکانت بھٹاچاریہ)

ہماری ہر اترھاسن لو پچیسویں بیساکھ!
اور ایک بار حیم دور بندرانا تھ (ٹیگور) کو
بابوسی ہے کہ زباں لنگ، باب حرف و صوت بھی بند
زبان چاہئے ہمو کہ بے زبان ہیں ہم
کہ بھیجنا ہے سارے عالم کو — آشتی اور دوستی کا پیام
رہنما لانا تھ کے ساز گلوں میں سنا جائے گا — ہمارا کلمہ کلام
ٹوٹ جائے گا سکوت، بلے عرصے کی خوشی کا جال
درد و راحت کے زیر سایہ پھر کئی رجباؤں کی تخلیق ہوگی
ظلم کے رد عمل میں پھر ساری باتیں ہوں گی
چشم بینا سے دیکھتا ہوں میں آنے والے رہنما لانا تھ کو کو:
آف لائبروں کے وہ چنگھاڑنے کا شور و صدا (عہد رفتہ میں)
ممبر کا جام چھلک جاتا ہے جو رہیم کی بالادستی سے
خط رفتہ کی تباہی سے جو بیخ اٹھتے تھے
موت کے رقص سے رنجور ہو کر حرص کے دست بے حیا کیخلاف
جس نے آوازیں بلند کی تھیں
جس نے برباد زمین پر بیٹھے روشن آئندہ کی امیدیں کیں
ان کا (پونز) جنم فرور ہوگا، اسن کو واپس فرور پائیں ہم
”دماغ بچتا ہے کہ دن بدلنے والا ہے
یہ طوفانی دن (دور)“

سدا شہد کہتے سکتے، انش قتل یہ دن، جیسے دم سادے ہوئے



از: ہریندر ناتھ دت

شناختی نکلین — مرکز سیاست یا مرکز ثقافت

اس طرح شناختی نکلین پہلے کی طرح آج بھی ایک تفریق گاہ ہے جہاں لوگ اپنے حقوق کرنا اپنی ثقافتی اناکرپرا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ تو بیکاریت نہیں اگودہ ثقافت کے لئے اتحاد کیجھ بھال کر رہے ہیں۔ ایک عام شخص برسرِ بات بیان ہو جائے گا کہ جب یہاں دوسرے میلے یا دیگر موسمی تقریبات کے موقع پر کثیر تعداد میں لوگ آتے ہیں تو وہ سب یہ معلوم کرے گا کہ کتنی ہی نہیں کوئے کہ ان ہزاروں کے سنی کیا ہیں اور یہ کیوں مانتے جاتے ہیں؟ اس طرح وہ سب ان ہزاروں کے پس پردہ جو جذبات کا فرما رہے ہیں، ان سے واقف نہیں ہوتے، اس لئے وہ صرف رنگ لڑوں میں دل چسپی لیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے "پوسٹ میلہ" اب ایک جشن، جو ہم شہروں میں دیکھتے ہیں، میں تبدیل ہو چکا ہے۔ میں اس کے لئے یہاں آنے والے لوگوں کو موردِ اِنتام نہیں مانتا۔ اس کے لئے قلمی حکام اور شناختی نکلین کے باشندے یعنی ہڈوگ، مسادی، مہر پروردار ہیں۔ ہم لوگوں نے ان غلبہ اور مقدس ہزاروں کو جشن اور رنگہ رلیاں منانے کے ہزاروں میں تبدیل کر دیا ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج بھی شناختی نکلین کے حقیقی ماحول میں جو ہیں، نیگور کی طرح انہیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ شناختی نکلین میں نیگور کا فکراہ تخلیق ہے، یعنی کہ ان کی نظائیں اور ڈرامے۔ درحقیقت انہوں نے اپنی زندگی کے ہر سلسلہ کو اس رنگ میں جواہروں نے شناختی نکلین کے طلباء اساتذہ اور مساکین کے لئے تعمیر کیا ہے، مسودی ہے، بدستمنی سے بہت ہلکم لوگ شناختی نکلین کو اس نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ تعلیم یافتہ معلقوں میں بھی انجینئرز اور تفرقات اب میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے چند لوگوں کے شناختی نکلین کی بابت عجیب و غریب خیالات ہیں۔ کئی سال قبل ایک بڑے صنعت کار نے ایک کیفیڈر شائع کیا جس میں ہندستان کا ایک بڑا نقشہ تھا۔ اس میں ہندستان کے شہر مقامات کی فہرست تھی کی گئی تھی۔ بھید دیکھ کر خوشی حاصل ہوئی کہ ان بڑے شہروں اور بڑے تاریخی مقامات میں شناختی نکلین کا نام بھی ثبت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ

شناختی نکلین بڑی تیزی سے سیاحوں کا مرکز بننا جا رہا ہے۔
 ریاستی حکومت کی نظامت سیاحت اس کا اس طرح پر بارگاہی ہے اور اس میں یہاں سال بھر سیاحوں کی کثافت ہندوستان ہے۔ اس بات کے کچھ شکایت ہوتی نہیں چاہئے۔ برطانت اس کے متعلق نکلین کے باشندے کی حیثیت ہے۔ ان میں یہ سوچ کو غیر محسوس کرنا کہ شناختی نکلین اب ہندستان کی سیاحت کی قارت میں کچھ حصہ لے رہا ہے۔ بلاشبہ شناختی نکلین نے ہمیشہ سیاحوں کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ قبل کے دوروں میں نکلین کے کچھ لوگ، یہاں کی سالانہ تقریبات اور موسمی ہزاروں میں حصہ لینے کے لئے یہاں آیا کرتے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر افراد نیگور کے مہامین ہوتے اور شناختی نکلین میں نیگور کے اسکول میں اس کے تعلیمی غزوات کی پرزور تائید کیا کرتے۔ ایک در افراد میں عیسائی کے جو سے یہاں آجاتے۔ یہاں آنے میں وہ سب غزوات کر سکتے ہیں کہ نیگور سے وابستگی ثقافت کی تہہ تقدیر ہوئی ہے۔ ایسے ایک قسم کے ہم کی حیثیت حاصل تھی اور آج بھی یہ ایسا ہی ہے۔

اب شناختی نکلین ایک تفریق گاہ بن چکا ہے۔ مجھے اس بات پر بڑی حیرت ہوتی ہے کہ یہاں سیر میں کیا دیکھنا چاہئے ہیں۔ شناختی نکلین تو بنارس، مہر دار اور دیگر مقدس مقامات کی طرح تفریق باز کی جگہ نہیں ہے۔ یہاں ایک مندر ہے، یا یوں کہئے ایک عبادت گاہ ہے لیکن یہاں کوئی عورتی نہیں ہے کہ جس کی پرما کی جائے۔ یہاں نہ کوئی بھاری ہے اور نہ کوئی پنڈا ہے جو جھگڑوں اور سیاحتوں کے لئے دشواریاں پیدا کر سکے۔ یہاں نہ نزدیک میں کوئی مذہب ہے جہاں جگت، پوزنستان، کوسکیں، چند علاقہ تفریق استھان میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ شہر رشی مٹی ان معلقوں سے وابستہ ہوتے ہیں ایسے شری چیتنیا کا نوا دیپ اور شری رام / شتاکا دگنی شہر۔ ہندو مانا تھ تو نہ ہیں رہنا نہیں تھے اور نہ تو انہوں نے کبھی میں خود کو ایک سیاسی کیا۔ اس کے باوجود لوگ شناختی نکلین جاتے ہیں کہو کو یہ ہندو مانا تھ سے وابستہ تھار



تعجب بھی ہو اگر اس نقشہ کے نیچے جوڑت لکھا تھا، اس میں شانتی نیکیتن کو لوگوں کے لئے اسکول بھی لگا۔

ربند رانا تھ اس امر سے بخوبی واقف تھے کہ انہیں اپنے تعلیمی تجربات میں تعلیم یافتہ بنگالیوں کے طاقتور طبقہ کی مستحکم تائید حاصل ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ عام طور پر بنگالی عوام شانتی نیکیتن کی جذباتییت سے بے غرض اختلاف کرتے ہیں بلکہ وہ انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ بہت سارے لوگ سخت ناراض ہو گئے جب انہوں نے اس صدی کے اوائل میں اپنے اسکول میں طلبہ اور طالبات کو ایک ساتھ تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا، اس وقت ملک میں کسی بھی تعلیم کا یہ نظام رائج نہ تھا۔ پھر بعد میں جب انہوں نے اپنے تعلیمی پروگرام میں ”ناچ گوراج“ کیا، اور عام اسٹیجوں میں لوگوں نے رقص کا پروگرام پیشی کو نامشروع کیا تو ان کے ساتھیوں نے بھی باجوان کے ترقی پسند نظریے کی تعریف کیا کرتے تھے، اس کو دیکھتے ہی ان سے ناراض ہو گئے۔ اس طرح ربند رانا تھ کو دلت سے پہلے جانے کی قیمت چکانی پڑی۔

ہم لوگ اکثر لوگوں کو شانتی نیکیتن کی ثقافت کا ذکر کرتے ہوئے سنتے ہیں۔ وہ اس کا ذکر کیا کرتے ہیں کہ گویا یہ ثقافت بالمش جیسی ہے اور بیان چند چیزوں کے قیام کے بعد لوگ ثقافت کے رنگ میں رنگ جاتے ہیں۔ لیکن ثقافت تو بالمش یا چمک دھماکا نام نہیں ہے، چمک دھماکا تو چند دنوں کے بعد جہنم ہو جاتی ہے، ثقافت تو لوگوں کو زندگی سے جوست ہو جاتی ہے، یہ تو ایک شخص کی زندگی کے لباس میں جٹی جاتی ہے، ایک شخص کی روزمرہ کی زندگی سے یہ وابستہ ہوتی ہے، ہاں! شانتی نیکیتن کی اپنی ایک الگ ثقافت ہے۔ یہ بہت سیدھی سادی ہے۔ یہ ناشی نہیں ہے۔ شانتی نیکیتن ثقافت تو ایک فن ہے جو زندگی کے کم سے کم لوازمات سے اصرار و قناعت سے زندگی کو خوشگوار بناتی ہے۔ شانتی نیکیتن کے جذبہ سے سرشار لوگ تو اس سادگی پر خوش ہوں گے، مشکراہیں گے جبکہ دیگر افراد بہت ناماں ہوں گے۔ ایسے سرشار لوگوں کو شانتی نیکیتن نے یہ سکھایا کہ خوشی تو ذہنی اور روحانی کیفیت ہے، ایسی ہی حالات کی پیداوار نہیں ہے۔ اس کی خوشی برکتش ہوتی ہے، اس کی موجودگی دیگر لوگوں کو خوش کر دیتی ہے۔ بیان بھائی چارگی کے جذبہ کو فروغ دیا گیا ہے۔ بیان لوگ وقت بیک وقت کی مدد کی کرتے ہیں۔ اس ماحول میں سنے والا شخص اس امر سے واقف ہوتا ہے کہ زندگی بھولوں کا باغ نہیں ہوتی، اس میں جگہ جگہ شگاف بھی ہوتے ہیں۔ وہ شخص اس کے لئے تیار رہتا ہے اور وہ اس امر سے بھی واقف ہوتا ہے کہ کس طرح بیمار کے ساتھ بہتے ہوئے حالات کا مقابلہ کیا جائے گا؟

حسن پیدارا کہ سدا رقص کنان
زیست کی برق رو آوازوں پر
علم انمول کہ اس کی تکمیل
کا ہمیں موقع نہیں ملتا ہے
آخرش سارا عمل موت کے بعد
خسارے میں ختم ہو گا
لیکن اس دہر کے گھلائے حسین
موت کے ذریعہ تازہ ماند دراز
خند لب آوازہ وتر رہتے ہیں

ماخوذ از ”گاڈنز“ (زجر)



از: صفدر علی خاں

ٹیگور: بنگلہ زبان کا ایک منفرد شاعر

روستہ رانا تھیگور کا نام آج بہت دور نہیں ہے۔ آپ بنگلہ اور بکے وہ آفتاب ہیں جنہوں نے بنگالی سماج کے دردِ رام کو سمیٹ کر انہیں سچی خوشی اور سکون میں ڈھال دیا ہے۔ اس عظیم دکا کر کی تہنیت گور اعلیٰ ان کے بعد کی سماجی، سیاسی اور معاشرتی انقلابات و واقعات کی تاریخ کہا جاسکتا ہے۔ عموماً ملکوں کی زندگی کے مسائل اور بنگالی معاشرہ کی اعلیٰ ثقافت کو جس نے گور نے چاہا تھا اس سے انہوں نے اپنے انسانوں، کاروں، دانشوروں، گیتوں، سنگیتوں اور تصویروں میں پیش کیا ہے اس کی نظیر آج بھی نہیں ملتی

انہوں نے ۱۸۶۱ء کی پہلی جنگ کے بعد کا زمانہ پایا تھا۔ اس وقت پورے ہندوستان میں سیاسی، سماجی اور ثقافتی بیداری کی لہر چل رہی تھی اور اس انقلابی کیفیت کو کہنے کے لئے بیان کے انگریز محکوم مذہب اور ذات پات کی بنیاد پر انکار اور تفریق پھیلا رہے تھے۔ اس کے علاوہ جو نیکو جاگیر دارانہ نظام بھی دم توڑنے ہی والا تھا اس لئے اس کے ظلم و ستم میں شدت آگئی تھی۔ فرانسیسی انقلاب محکوم قوموں کی جدوجہدِ حریت اور امریکہ و دیگر ممالک میں نوآبادیاتی نظام کے خلاف احتجاج و بغاوت سے بیان کے عام لوگ بھی بڑی طرح متاثر ہوئے تھے۔ بیان کے دانشور طبقہ مارکس، آفریڈ، ایگل، کارلائل اور روشو کے نظریات کے مطالعہ میں دلچسپی لے رہے تھے۔ جنون، ٹالسٹائی، گوگرک، آندے برتوں اور آندے سالوں کے Summatistic ادبی تخلیقات ادباء و شعراء کے ذہن پر ایک سحر انگیز کیفیت پیدا کر رہی تھیں۔ اس پس منظر میں ٹیگور کی تخلیقات میں اپنے عہد کی بدعالی اور معاشرہ کی گراؤت میں اصلاح لانے، وطن عزیز کو فیسر سلکیوں کی غلامی سے نجات دلانے اور ایک سہریلے ہندوستان کی تعمیر کے خواب، جیسے کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ مسیح مندوس راجد رام جوہن رائے اور جہات گاندھی سے وکام سماجی اور سیاسی سطح پر ٹیگور نے وہی فریضہ ادبی سطح پر اپنے گیتوں اور کہانیوں کے ذریعہ انجام دیا۔

ٹیگور عرف ایڈ۔ استاد ہی نہیں تھے بلکہ آپ نے اپنے افسانے اور ناول بھی لکھے، گیت بھی لکھے، خود گیتوں کو گایا بھی، ان کی دھنیں بھی تیار کیں، تصویری بھی بنائیں اور قصے کے میلان میں بھی نئے رجحانات داخل کئے۔ بہر کیف جب شاعری کی بات چلی نکلتی ہے تو عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ۱۹ویں صدی کی آخری دہائیوں میں جدید ہندو کی بنگلہ شاعری کا آغاز جون ندہ واس اس سریندر رانا تھیگور، امیر چوڑا دھیائے اور روشو سے جیسے شعراء سے ہوا ہے۔ اس عہد کی شاعری کے موضوعات انسانی سماج، وقت کے ساتھ بدلتی ہوئی زندگی کے بے شمار مسائل اور فطری مناظر رہے ہیں لیکن اگر ہم ۱۸ویں صدی کے آخر اور ۱۹ویں صدی کے اوائل میں رستہ رانا تھیگور اور ان کے معصروں کی شاعری کا بغور مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ٹیگور اپنے معصروں میں منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ ٹیگور کے معصروں کی شاعری میں ہم کلاسیکی طرز۔ خیال و تنقید میں یکسانیت اور ایک طرح کی بے مسمی پاتے ہیں جو ان کی شاعری کو دہائی تا شرو دینے سے قاصر ہے۔ ٹیگ اس کے برعکس دوسری طرف ٹیگور کے بیان وہ تمام شاعری و فکری و فطری حیثیت جو ۱۹ویں صدی کی آخری دہائیوں کی دین کہی جاسکتی ہیں، بعد جراتم بائی جاتی ہیں۔ لہذا اس مفہوم طرز کی شاعری کا سہارا بند رانا تھیگور کے سر آتا ہے۔ اور وہ اس طرز کی شاعری کے عرف خالق ہی نہیں ہیں بلکہ مندرجہ بالا ۱۹ویں صدی کی آخری دہائیوں کے شعراء سے اگر ان کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ٹیگور کی شاعری اپنی نام رنگارنگ خصوصیت کے ساتھ منفرد اور نمایاں مقام رکھتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے اگر یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ بنگلہ شاعری میں نئے تخلیقات کو جگہ دے کر اور اسے نئی ٹھکانے اور نئی طرزِ تحریر سے آراستہ کر کے انہوں نے اپنے معصروں اور ۱۹ویں صدی کی آخری دہائیوں کے شعراء کو یہ راہ سبھائی کہ کس طرح نظم میں زندگی اپنی آب و تاب

کے ساتھ سمجھا جاسکتا ہے جو قاری کے ذہن پر ایک نہ مٹنے والا نقش چھوڑ دیتا ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں ۱۹ ویں صدی کی آخری دہائیوں کے مذکورہ بالا شعراء چونکہ ٹیگور سے بہت متاثر تھے اس لئے وہ منہات انہوں نے غیر شعوری طور پر ٹیگور سے مستعار لیا ہے۔ ٹیگور کی اس تخلیق شاعری نے عملی طور پر ہنگامہ شعری ادب کو ایک خاص انفرادی بلندی عطا کی ہے۔

ٹیگور کی شاعری کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ٹیگور کے بیان ذہنی سطح پر ایک زبردست انقلاب رونما ہوا۔ جنگ کی ہولناکیاں کاروں نے انہیں بہت بڑی طرح متاثر کیا۔ اگرچہ وہ خود ایک سرمایہ دارانہ نظام کی آغوش میں پلے بڑھے تھے لیکن بعد میں وہ اس نظام کی ادنیٰ فضیلتوں کو بھلا ننگے میں کامیاب ہو گئے زندگی کی ترس و تلخ حقیقتوں سے آشنا ہوئے۔ ان ہی تاثرات کی جھلک ان کی شاعری میں ایک خاص رملق اور کشش پیدا کرتی ہے۔ یہی ان کی شاعری کی پہلی اور اہم قمار خصوصیت ہے جو ان کے ہمعصروں کے بیان نہیں۔

ان کی شاعری کی دوسری اہم خصوصیت حقیقت پسندی ہے۔ اس حقیقت پسندی کے جذبے نے انکی توجہ عام انسان اور ان کے مسائل، خواہشات کی طرف دلائی جو ان کی شہرہ آفاق نظم ”بائے بار پھر اوٹو روئے“ میں بڑی طرح جلدہ افروز ہے۔ بیان وہ اپنے ابتدائی تخلیقات کی دنیا کو بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ اس کی جگہ اب اپنے ارد گرد وسیلہ رواں کی طرح بھیل ہوئی تکالیف و مصائب کی تصویر کشی کرتے نظر آتے ہیں مگر اب فکری مناظر میں انہیں وہ پہلی جیسی دل چسپی نہیں رہی بلکہ اس کی جگہ موضوع سخن مرث انسان اپنے تمام تر نشیب و فراز کے ساتھ رواں دواں نظر آتا ہے۔

نظم ”بلا کا“ اور ”پوری“ کا تخلیق کے بعد انہوں نے اپنا ساری توجہ اس زمین پر رہنے والے انسان اور ان کے مسائل کی طرف مرکوز کر دی۔ اس کے نتیجے میں ان کی شاعری کے مضمون میں ایک زبردست تغیر و توجہ پذیر ہوا۔ اب ان کی شاعری زیادہ حسین اور پرکشش ہو گئی۔ اس طرح کی نظمیں ان کے دیگر مجموعہ کلام ”پوری کشش“، ”پونا تپا“، ”سٹیش سو تیرک“، ”شیاملی“، ”یزابت“ وغیرہ میں بھی بے شمار ہیں۔

ان کی شاعری کی تیسری اہم خصوصیت جو ان کو اپنے ہمعصروں میں ممتاز بناتی ہیں وہ ہیں ان کی آزاد نظمیں جسے ہنگامہ شعری ادب میں انہوں نے ہی پہلی بار رائج کیا۔ لیکچر اپری کشش، میرا لگا وغیرہ ان کی مایہ ناز آزاد

نظمیں ہیں۔ ان کے بعد کے شعراء نے اس منصب شاعری میں انکی تقلید کی۔ ان کی شاعری کو جابر جاند لگانے والی جرح حق خصوصیت ان کی منطائیت (Facets) سے نفرت ہے۔ اس صدی کی دوسری اور تیسری دہائیوں میں یورپ میں منطائیت کے پیروں نے بہت ساری انسانیت سوز و حیانہ حرکتوں سے بربریت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ان منبر انسانی واقعات سے یہ بیدار مغز اور حساس طبیعت شاعر بھی متاثر ہوئے یا نہیں وہ سکا جس کے نتیجے میں منطائیت سے اسے سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ اس کا اظہار انہوں نے براٹک، سینجوتی، جہنم دن جیسی نظموں میں کیا ہے۔ نظم جہنم دن کے کچھ اشعار جن کا متن یوں ہے۔ ملاحظہ ہو:

”شاعر کہتا ہے کوئے مالک تو اسے اس قدر طاقتور بنا کہ وہ ان وحشی جانوروں پر بھی کی مانند ڈٹ پڑے اور انہیں صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دے“

انکی شاعری کی پانچویں خصوصیت، حواہیں شہرہ آفاق شعراء کی صف میں ممتاز مقام بخشی ہے، ہنگامہ ادب میں ایک نئے بحر کی دریافت ہے جسے انہوں نے اپنی بعد کی نظموں میں استعمال کیا ہے جو آجکل یعنی ۲۰ ویں صدی کے شعراء میں بہت مقبول ہے اور اس بحر کا استعمال انہوں نے خصوصاً اپنی چند مخصوص آزاد نظموں میں کیلئے مثلاً ”لیپکا“ میں اس کا آزاد بحر کا استعمال کیا ہے۔ انہوں نے اظہار بیان کے لئے جو فنڈ استعمال کئے ہیں اور جس طرح ان الفاظ کو ایک مخصوص سٹریس میں سودیا ہے وہ واقعی قابل تعریف ہے یعنی ظاہری طور پر ان کی نظمیں آزاد ہوتی ہیں۔ ان میں جروں کی کوئی ترتیب نہیں ہوتی لیکن اگر ہم غور سے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ ان کی نظموں میں بھی ایک خوبصورت و لطیف بحر موجود ہے۔

ان کی شاعری کی چھٹی خصوصیت سوز و گداز کا عنصر ہے جس نے عالمی سطح پر بین الاقوامی ادب کے شعراء میں بھی ان کی منفرد حیثیت کو برقرار رکھا۔ ان کی بیگم شریتمی مرثا یعنی دیوی کا انتقال ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ ان کی مرث سے شاعر کا دل تھلا اٹھا اور ان کی یاد میں ”باد“ نامی نظم لکھی۔ اس طرح ان کی نجی زندگی کے سوز و گداز نے ان کی شاعری کو جلا بخشی۔

المشعر عربی اور بے مثال نظموں کا مجموعہ ”بگیتا بلی“ جب منظر عام پر آیا تو ان کی شہرت کا آفتاب بام عروج تک پہنچ گیا اور ۱۹۱۳ء میں انہوں نے نوبل پرائز جیت لیا۔ وہ سوئڈش اکیڈمی کی طرف سے نوبل پرائز پانے والے (باقی مکتبہ پر)

ایٹھ خیال

مرتب
۱۲۔ لے نسیم



لہندرانما تھوگر گیزا ادا دی شخصیت کے ایک تھے۔ وہ نفیم منکر تھے،
تفہیم آداشت تھے، عالم گیر انسان دوست، اہم ترسیم تھے، عموک انسان تھے اور تمام
آزاد کی اور غریب کے ہمد اور رہبر تھے۔ وہ نفوس زہتھ اور مہر تھی کہ دنیا میں بھی انہوں نے
لپٹ لے ایک تمام بنالیا تھا۔ انہوں نے زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اپنی تحریروں اور تقریروں
کے ذریعہ لاشی ڈالی۔ اور باقی میں مختلف موضوعات پر ان کے بیانات کے اقتباسات پیش
کئے جا رہے ہیں۔

لہندرانما آزاد خیال کے تھے اور وہ اصلاحات کے ذریعہ عوام کی رہنمائی میں
نہی لانا چاہتے تھے۔ ان کے خیال میں کوئی بھی تبدیلی تعلیقی اور دیر یا نہیں آگئی، اگر وہ انسانی
نقصات کا تھری سے رہنا نہیں ہوتی۔ وہ یوں رقمطراز ہیں کہ انسان کی بابت نفیم میں
انسان کی عظمت کا خاص عنصر ہونا چاہیے۔ کس حد تک یہ نفیم انسانی عظمت سے ہم آہنگ
ہوگی یہ وقت ہی بتا سکتا ہے۔ (ادس سے خطوط)

ان کے خیال میں ہندوستان کی معاشی اور سیاسی پسندگی کی ذہن ہندوستان
کا مدبر نال نظر ہے اور قوم پرست ہے۔ اس نے نیوگر سے مسلمانوں کی ترقی کے لئے وہ تقاضات
کو دور کرنے پر غور کیا۔ اس مسئلے میں انہوں نے سنسکرت میں دو کس سے اپنے خط
میں یوں لکھا:

”میری یہ خواہش ہے کہ عمارتوں کی اجازت نہ ہو۔ میں نے کبھی بھی اس
بات کی خواہش نہیں کی کہ وہ چاہتے ہیں آجاتے۔ وہ مقامیت تو قوم پرست کی ایک قسم ہے
اور اس کے اقتضیات اور سرگرمیوں کا گواہ کی مدد سے باہر کی چیزوں سے کوئی
رشتہ نہیں ہے۔ عہد جدید میں بہت نمایاں نظر آتی ہے اور وہ مقامیت عہد جدید کی
مخالف ہیں۔“

ذات پات کے مسئلے میں ان کا یہ خیال ہے کہ ذات نے اپنے سماجی
فرائض کو ترک کر دیا ہے۔ آج ہندوستان کے لئے سب سے اہم ضرورت اندرونی اتحاد
ہے اور جس کے قائم کرنے میں تدریم نظام ذات ناکام رہا۔ اس مسئلے میں وہ یوں رقمطراز
ہیں:

”مگر اس سے بڑھ کر کئے گئے ہندوستان نے غیر متحرک رہا اور ان کی سرچیں
نہیں کیں۔ اس طرح اس کے لاتعداد ذات ہات کے لوگ اس دکان کی مراعات سے شغلی

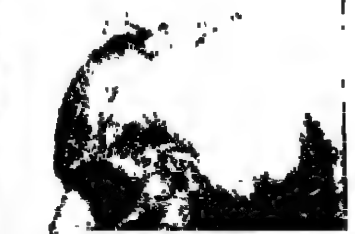
طور پر مستفید رہے ہیں اور انہیں کوسجھ اور تحریک کے مثبت مواقع فراہم نہیں کئے گئے۔
اس طرح بیان سماجی زندگی سے اس کی روح پرور اور گنگا اور اس کی وجہ یہاں کے لوگوں
سے اپنے تیار کردہ لانا انہا خاتون کے ساتھ خوار نفس کی تمام تقریبات سے بوجا کرنا شروع
کر دیا۔

نیوگر کو اس بات پر یقین کامل تھا کہ مسلمانوں کی علاقوں میں عزت، اعراض
پسندگی کو ادا باہمی کے ذریعہ ہی دور کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلے میں وہ یوں رقمطراز
ہیں:

”اب وقت آگیا ہے کہ ہم ادا باہمی کے طریقہ کار کو اپنائیں اور ہماری
عزت کو اس ذہنوں سے جو غیر ملکیوں کے گودام گھر دیں تک جاتی ہے، پھیلنے
سے روکیں۔ مزدوروں کے کام کا جہاں آسانی کے لئے جدید آلات کو استعمال کرنا
چاہئے اور ایسا ادا باہمی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔“

ادا باہمی کا یہ تصور اس وقت کے لئے بہت ہی اچھا لیکن غریبی تھا کہ
کہ اس وقت ہندوستانی قومی سہم براہوں کی معاشی اور سیاسی سرگرمیوں زیادہ تر ذاتی
تحریک کی شکل میں ہوا کرتی ہیں۔ اس نظریہ سے انہیں اتفاق نہیں تھا۔ سنسکرت
میں انہوں نے اپنے معنی میں لکھا:

”جب ہانے کا انحصار ہانے والے کی گٹھ پر نہیں بلکہ دینے والے کی طاقت
پر ہوتا ہے تو اس پر دھڑکتا عزت ہے؟ یہ جو پاتا ہے اسے اور جو دتا ہے اسے
(باقی صفحہ پر)



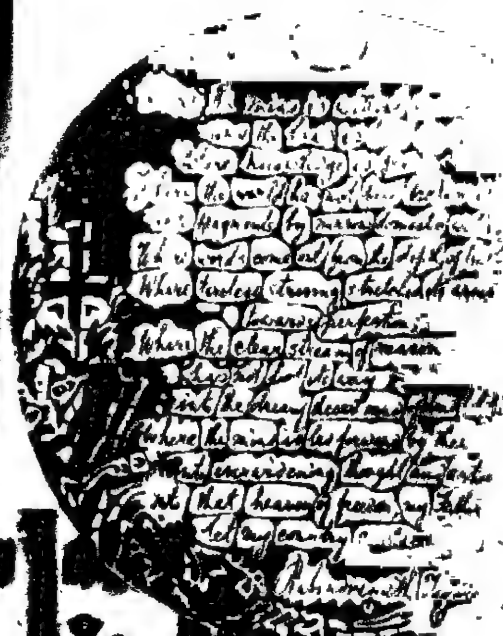
چہرہ چہرہ عکس ، رہنما نامہ شیگر

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya.
Azam. Asstt Editor : Md. Mustaja, Published
Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T

Editor : Dhirendra Dutta. Associate Editor Md.
by the Information & Cultural affairs Dept. of
Printers. 25, Panchanantala Road. Calcutta-700 048.

MAGHREBI BANG
Magore Number
5 May 1987

Vol-34 No-10
PRICE 40 Paise





شرح خریداری

سالانہ، نیمہ روپے * اس شمارے کی قیمت، ہمارے پیسے

فرسبیل زرکاپت

بزنس میجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۲۲- آراین، انگریزی روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

پندرہ صدی مغربی بنگال حکومت

مدیر اعلیٰ : پرستین جیٹا پارک

مدیر : دھرم پاتھ دت

نائب مدیر : محمد اعظم

مدیر معائنہ : محمد مصطفیٰ

جلد نمبر ۳۲ * یکم جون ۱۹۸۶ء * شمارہ نمبر ۱۱



پرنسپل بلاکس، کلکتہ میں، وزیر اعلیٰ مشیہ جی جی باسو، ۱۵ مئی ۱۹۸۶ء کو گنیک کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر ناندو منیہ کا استقبال کرتے ہوئے

بائیں محاذ حکومت مزید خلوص، جوش اور مستعدی اپنے فرائض انجام دیگی

بائیں محاذ حکومت مرکز سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے گی

سرکاری کاموں میں کلکتہ، آسنسول اور ایسٹ بنگال میں اردو کے زیادہ سے زیادہ استعمال کیلئے کوشش کی جائے گی

پروفیسر سید نور الحسن، گورنر مغربی بنگال



”میری حکومت مرکز سے دوستانہ تعلقات قائم رکھتے ہوئے، ریاست کیلئے مزید دستوری، انتظامی اور معاشی اختیارات کے لئے اپنے مطالبات کو منوانے کی کوشش جاری رکھے گی۔ میری حکومت متوسط اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے ذریعہ روزگار پیدا کرنے کے مواقع میں اضافہ کرنے کی کوشش کرے گی۔ میری حکومت عوام کے کمزور طبقوں کی معاشی حالت میں بہتری لانے کیلئے کوشاں ہے۔“ پروفیسر سید نور الحسن، گورنر مغربی بنگال نے ۲۷ مئی ۱۹۸۷ء کو نئی مغربی بنگال اسمبلی کے پہلے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے یہ باتیں کہیں۔ گورنر موصوف کے خطبے کا متن اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے :

نئی اسمبلی کے پہلے اجلاس کے موقع پر آپ سبوں کا استقبال کرتے کرتے ہوئے مجھے نہایت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ میں آپ لوگوں کی خدمت میں اپنا خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ساتھ ساتھ یہ امید بھی کرتا ہوں کہ اس جلیل القدر جمعیت کا بچہ اور بالغانہ اظہار خیال ریاست کے فروغ اور اس کی ہمہ جہت ترقی اور عوام کی منافع کے لئے ایک آلہ کے طور پر آئین کی انجام دہی کا صلہ ثابت ہوگا۔ اسی سیشن کے دوران ۱۹۸۷-۸۸ سال کے لئے مکمل بجٹ پیش کی جائے گی جو نئی حکومت کی پالیسیوں اور ترجیحات کی عکاسی کرے گی۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ میں اس اسمبلی کے سابقہ ممبروں شری ہیر مل چوڑا دیاتے، شری زینب زناہ سرکار، شری سیرگر گکوش، شری شیندر ناتھ مھتری اور شری تارا پرا مھتری کی اموات پر گہرے افسوس کا اظہار کرتا ہوں۔ مزید برآں میں شری لٹ موہنی چوڑا دیاتے، شری سورجیہ چند نیوگی، یہ دونوں ہی مغربی بنگال قانون ساز کونسل کے سابق ممبران تھے، مشہور آئین مفسر آر ڈی شری ریگاشی رٹے اور مشہور موسیقار شری قمر بارن بیٹا چاریہ کی اموات پر دلی غم کا اظہار کرتا ہوں۔

ہماری حکومت کے لئے یہ بات نہایت ہی اطمینان اور فخر کی ہے کہ ریاستی قانون ساز اسمبلی کا خائب نہایت ہی پُر امن اور محفوظ طور پر ہوا جس نے کچھ علاقوں میں گشت کرتی ہوئی انہوں کو غلط ثابت کر دیا کہ اس دوران نظم و نسق کے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔ انتخابات کے سلسلے میں کئے گئے اقدامات نہایت ہی تشفی بخش تھے۔ ووٹروں کی کثیر تعداد نے عوام کے جمہوری شعور کو اور ان کی اپنی پسند کے سیاسی رہنما کے انتخاب میں ان کی اپنی شمولیت نے ان کی سیاسی ذمہ داری کے احساس کو ایک بار بھر اجاگر کیا۔ یہ نہایت ہی تشفی بخش بات ہے کہ کچھ علاقوں میں عوام کے ایک گمراہ کن چمٹے انتخابات کو بائی کاٹ کر نئے کیلچر بھی کی تھی لیکن اس کے باوجود پوری ریاست میں انتخابات ہوئے۔

انتخابات کے دوران مغربی بنگال کے عوام کو ریاست کے اندر گزشتہ پانچ سال کی مدت کے دوران بائیں محاذ حکومت کی پالیسیوں اور کارکردگی پر اپنے فیصلے کے اظہار کا ایک موقع ملا تھا۔ بائیں محاذ کو دئے گئے عوامی فریاد طبعاً پسند و نفور کے خلاف، قدامت پسندی کے خلاف، اشتراک اور تحریف پسند طاقتوں کے خلاف ایک فیصلہ ہے۔ عوام نے میری حکومت پر اپنے اعتماد کو

برقرار رکھا ہے۔ ہم نہایت ہی غلو میں جو شش اور صلاحیت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دہی کا جہد کرتے ہیں۔

میری حکومت مرکز کے ساتھ دوستانہ تعلقات کو برقرار رکھنے ہرے ریاست کے لئے مزید دستوری، انتظامی اور معاشی اختیارات کے لئے اپنے مطالبات کو جاری رکھے گی۔ ایک تونز کے مطابق میری حکومت مرکزی حکومت کے ساتھ جن مسائل پر گفت و شنید کئے گئے ان میں نسیم کو شش کو فہرست میں شامل کرنے، تمام انتخابات مع لوگ سبھا انتخابات کے لئے دو درجوں کی کم سے کم عمر ۱۸ سال کر دینے، دستور کے آئینی شیڈول میں نیپالی زبان کو شامل کرنے اور دارجلنگ میں تین پارٹی ب ڈیڑھ تونز کو حد اختیار کی کا حق دینے کی باتیں شامل ہیں۔ میری حکومت ریاست کی مزید تقسیم کی ہر ناپاک کوشش کیخلاف جہد و جہد کئے گی۔

میری حکومت اس ریاست کے لوگوں کے جمہوری حقوق کی دفاع اور توسیع کی اور لوگوں کے درمیان بل لحاظ مذہب اور زبان، خیر سگالی اور دوستانہ تعلقات کو برقرار رکھ کر خودی یک جہتی کے علم کو بلند رکھنے کی کوششیں جاری رکھے گی۔ ہر قیمت پر انیسویں کے حقوق اور حیثیت کو برقرار رکھا جائے گا۔ عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک کو ختم کر دیا جائے گا اور ان کے سماجی حقوق کی دفاع کی جائے گی اور انہیں وسیع بنایا جائے گا۔

مختلف شعبوں کے لئے جب الگ تھلک مطالبات پیش کئے جاتے ہیں تو اس وقت عزت سب ممبران ان پروگراموں کی تفصیل سے آگاہ ہوں گے جنہیں میری حکومت نے مختلف میدانوں کے لئے ترتیب کیا ہے۔ میری حکومت رفاہی اور ترقیاتی اقدامات کو ردیہ عمل لانا چاہتی ہے، میں یہاں ان میں سے بہاں چند بنیادی ترقیاتی سرگرمیوں کا ذکر کروں گا۔

میری حکومت کی مصفااتی ترقی اور اصلاحات آراضی اور زرعی سیکٹر میں بھی مرکز طور پر پروگراموں کو ردیہ عمل لانے، پیداوار میں مزید اضافہ کرنے کیلئے خاص طور پر پریشیوں کے چارہ، ٹمپن اور دیگر چیزوں کی پیداوار پر زور دے کر کوششیں جاری رہیں گی۔ عام آدمی کے لئے سماجی جھلکات کو اور بھی پکڑش بنایا جائے گا، آپاشی کی سہولتوں میں مزید اضافہ کیا جائے گا خاص طور پر مصفااتی علاقوں میں پینے کے پانی کی سپلائی اور فراہمی میں اضافہ کیا جائے گا۔ میری حکومت کی تجویز ہے کہ عوامی نظام تقسیم کے امکانات کو وسیع بنایا جائے اور روزمرہ کی ضروری غذائی اجناس کی سپلائی کو خاص طور پر مصفااتی

علاقوں میں برقرار رکھا جائے۔

مصنعی سیکٹر میں میری حکومت متوسلہ اور چھوٹے پیمانے کی صنعتی کمزور مزید روزگار پیدا کرنے کے مواقع کی توسیع کی کوشش کرے گی۔ بڑی بڑی صنعتوں کے لئے پختہ سہولتوں کی تعمیر، پانی کی سپلائی اور نکاس وغیرہ کے لئے اور صنعتی مراکز کی مناسب افزائش کے لئے خصوصی کوششیں کی جائیں گی۔ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے لئے، معاشی لحاظ سے نفع بخش روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی کوششیں جاری رہیں گی اور اس مقصد کے تحت ان صنعتوں کے لئے نام اسٹیم فراہم کی جائیں گی اور ان کی پیداوار کو بازاریں فروخت کرنے کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کی جائیں گی۔ صنعتی تنازعات کے جلد از جلد سمجھوتہ کے لئے کوششیں جاری رہیں گی۔ مزدوروں اور ملازمین کے مفادات کے تحفظ کے لئے متعلقہ صنعتی ایکٹ میں ترمیم لانے پر غور کیا جائے گا اور کم سے کم اجرت ایکٹ کی تشکیل کے لئے انتظامیہ کی مشینری کو اور بھی مستحکم بنایا جائے گا۔ مزدوروں کی خراج و بہبود کے اقدامات پر حسب معمول زیادہ توجہ دی جائے گی۔ باہر کی سرمایہ کاری کو اپنی طرف کھینچنے کیلئے خوشگوار صنعتی فضا کو برقرار رکھنے کے سلسلے میں میری حکومت اپنی پُر غلوں کوششیں جاری رکھے گی۔

مصنعی افزائش کے لئے توانائی (بجلی) کی فراہمی ضروری ہے۔ میری حکومت موجودہ بجلی گھسروں کی بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کرنے، زیر تعمیر پروجیکٹوں کو معرہ عرصے میں پایہ تکمیل تک پہنچانے اور مصفااتی علاقوں میں بجلی کی سپلائی کے لئے حسب ضروری اقدامات کرے گی۔

میری حکومت عام کے کمزور طبقوں کی معاشی حالت میں بہتری لانے کے لئے کوشاں ہے۔ ان علاقوں میں اچھا شید و لڈ کا سٹ و ٹرانسپ کی آبادی ہے نیز پسماندہ علاقوں میں ترقیاتی سرگرمیوں کو ردیہ عمل لانے اور پارٹی علاقوں کے ترقیاتی پروگراموں اور پروجیکٹوں کی توسیع کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔

تقسیم کے شعبہ میں ناخواندگی کو دور کرنے اور شہری اور مصفااتی علاقوں میں عام لوگوں کے لئے اس سطح میں مواقع پیدا کرنا میری حکومت کی اہم خود اہلی۔ میری حکومت تعلیمی فضا کو بہت اور پُر امن رکھنے اور تعلیم کے معیار کو بلند کرنے کا تہیہ کو چلی ہے۔ میری حکومت تعلیمی تقسیم کے نظام کو مزید وسیع بنانے اور تعلیمی اداروں کے جمہوری طریقہ کار کو برقرار رکھنے کی کوشش کرے گی۔

میری حکومت آرٹ اور ثقافت کے میدان میں سرگرمیوں کو فروغ دینے اور مستحکم بنانے کے لئے کوشش کرے گی۔ کلکتہ اور اضلاع میں نمونوں کے لئے نمائش ہال کی تدوین اضلاع کیا جائے گا۔ ریاستی حکومت برہمہ اکاڈمی کی جسے گزشتہ سال قائم کیا گیا تھا اس کے مقاصد کی مصوبہ میں مدد کرے گی۔ انتظامیہ (صح عدلیہ) کے کام کاج میں بنگلہ زبان، دارجلنگ میں نیپالی زبان اور اسہم پور کلکتہ اور آسنول میں اردو زبان کے زیادہ سے زیادہ استعمال کے لئے کوشش کی جائے گی۔ میری حکومت اس سلسلے میں اور بھی تیزی سے پہل کرے گی کہ جو جوائننگ کادناہ اور اسپرٹس اور کھیل کو زیادہ معنی دار اور مسابقت کو زیادہ پرکشش بنایا جائے۔

صنعت، زراعت اور اجتماعی خدمات میں نمایاں ترقی کے لئے میری حکومت تمام حلقوں اور تمام طبقوں کے لوگوں کے تعاون کو خوش آمدید کہتا ہے۔ شہروں اور دیہاتوں میں منصوبہ تیار کرنے اور اس کی تکمیل کے کام میں مقامی لوگوں کو براہ راست شریک کیا جائے گا۔ ترقیاتی سرگرمیوں میں بچاؤ اور یوسٹیلٹیوں کو بہت ہی اہم کردار ادا کرنا پڑے گا۔

انتظامیہ میں مناسب طور پر بہتری لائی جانی چاہئے تاکہ ہر سطح کے لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ میری حکومت عوام کی حکومت ہے۔ یہ حکومت اس ریاست کے لوگوں کی دوست ہے جو ہمیشہ ان کی حق بجانب جدوجہد کی تائید کرتی ہے اور ان کے کاڈ کو فروغ دیتی ہے پڑے

بقیہ: جی۔ این۔ ایل۔ ایف۔ تنظیم...

جی۔ این۔ ایل۔ ایف کے ساتھ براہ راست خط و کتابت نہیں کیے گئے گا۔ اس موقع پر وزیر جو صوف نے ممبروں سے یہ گزارش کی تھی کہ ایسی بات چیت کے بارے میں انواہوں کی بہت اخباروں کا مطالعہ نہ کریں۔

گھیشنگ کے یہ خطوط بعد میں مرکزی حکومت کی دلائل کی بنیاد بن گئے کہ جی۔ این۔ ایل۔ ایف قوم دشمن نہیں ہے اور ایسا کرتے وقت اس امکان کو پیش نظر رکھا گیا کہ ہر ممکن ہے کہ یہ شاعرانہ تحریک سے زیادہ کچھ نہ ہو اس تحریک کا نام ہی تو یہ تجویز پیش کرتا ہے کہ یہ کالونیائی تسلط سے قومی آزادی حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

کالونیائی محکوم ملکوں کے لئے حق خود اختیاری کے اصول کے سلسلہ میں صدر ووڈرو ولسن نے ۱۹۱۹ء میں آواز اٹھائی تھی۔ اس بات کا بھی ان دستاویزات میں وارد کیا گیا ہے جس سے مذکورہ مقدمہ عیاں ہو جاتا ہے۔ اپنی کمیٹی تقریر میں گھیشنگ نے گورکھا لینڈ کے لئے اقوام متحدہ کی ممبر شپ کا بھی ذکر کیا ہے (حالانکہ صرف آزاد ملک ہی اس کے ممبر بن سکتے ہیں)۔ نیسٹر گھیشنگ نے چوٹی آبادی ہونے کے باوجود اپنی چوٹی ریاست کے لئے اپنے دعوے کو حق بجانب قرار دیا ہے، اس سلسلے میں یہ وجہ پیش کی کہ بہت سارے چوٹے چوٹے ملک ہیں جو خود مختار ہیں اور جنہیں اقوام متحدہ کے ممبر کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ "اقوام متحدہ تنظیم ان ملکوں کو الگ الگ ملک کی حیثیت سے تسلیم کرتی ہے۔ انہوں نے چین، روسی اور گانا کی مثال پیش کی کہ یہ چوٹے ملک ہیں اور برائین او کے ممبر ہیں۔ ان ملکوں کا حوالہ ان کی لاطینی اور جہالت کی نشاندہی کرتا ہے، کیوں کہ کسب، اٹلی کا ایک حصہ ہے، چین (اگر اس سے مراد یوان ہے)، اقوام متحدہ کا ممبر نہیں ہے اور گانا جس کی آبادی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے، دارجلنگ کے پسپا علاقوں سے، جہاں چھ لاکھ کی آبادی ہے، بہت زیادہ بڑا ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تحریک صرف ہندوستان کے اندر ایک ریاست کے مطالبہ تک ہی محدود نہیں ہے۔

ان کے تاریخی حوالے اگر چہ غلطیوں سے پر ہیں، ان کے انگٹے ہو جانے کے رحمان کی تصدیق کرتے ہیں۔ لکھنے کردہ نیپال، نیپال سے الگ کردہ علاقہ انگو رکھاؤں کی غیر مستحکم حیثیت، کیوں کہ آزادی کے وقت نیپال اور برٹش ہندوستان کے درمیان دستخط کردہ معاہدہ کو مسترد نہیں کیا گیا اور برٹش کی تنقید کہ اس حکومت نے، مقصود رائے کا انتظام نہیں کیا تاکہ اس بات کا فیصلہ کیا جاسکے کہ اس علاقہ کو نیپال کے حوالے کیا جائے یا ہندوستان کے، اس کے ساتھ اس سلسلہ میں نیپال کے بادشاہ کو ایک خط بھی لکھا گیا۔ ان تمام باتوں سے یہ عیاں ہو جاتا ہے کہ جی۔ این۔ ایل۔ ایف کی رائے میں دارجلنگ صحیح طور پر نیپال کا ہے اور اسے ہندوستان کا حصہ ہونا نہیں چاہئے۔

(باقی اٹھدہ)

جی۔ این۔ ایل۔ ایف تنظیم اور شورشیں

ہم لوگوں نے ستمبر کے دستاویز میں اس بات کا ذکر کیا تھا کہ اس طرح جی۔ این۔ ایل۔ ایف کا سربراہی میں تحریک نے اگست ۱۹۷۶ء کے دوسرے ہفتے سے ایک اہم موڑ لیا۔ اس وقت تک یہ تنظیم کچھ تھی کہ اس کی یہ تحریک مرکزی حکومت کے خلاف ہے، کیونکہ مرکز ہی گورکھا لینڈ کے لئے مطالبہ پر اصرار کر سکتا ہے۔ سرکاری خطوط و جزیو میں ہندوستانی حکومت کی نسل کشی اور نسلی تفریق کا ذکر کیا گیا اس کے ساتھ ساتھ حکومت مغربی بنگال سے بار بار کہا گیا کہ وہ ان کی راہ سے خود کو الگ رکھے۔ اس تحریک کے ان مطالبات پر ریاستی سطح پر بدستور کے تحت غور و خوض نہیں کیا جاسکتا۔ درحقیقت گزشتہ سال کے جولائی مہینہ میں جی۔ این۔ ایل۔ ایف نے یوم آزادی کی تقریبات کا بائیکاٹ کرنے اور اس دن گھر پر کالے جھنڈے لہرانے کی بھکاری۔ اس پکار کا اہم مقصد یہ تھا کہ وہ اس بات کو بیان کریں کہ وہ سب مرکزی حکومت سے کس حد تک ناخوش ہیں۔

اس تحریک نے ایک اہم موڑ اس وقت لیا جب سمبھاش گھیشنگ اگست ۱۹۷۶ء کے دوسرے ہفتے میں کسی کو کچھ کہنے کے بغیر ایل۔ این۔ ایل۔ ایف نے اور وہاں جیسا کہ جی۔ این۔ ایل۔ ایف کے سربراہ دعویٰ کرتے ہیں، انہوں نے کانگریس کے اہم سربراہ سے ملاقات کی۔ اس سربراہ نے یہ وعدہ کیا کہ ایک الگ گورکھا لینڈ کے مطالبہ پر ہمدردی سے غور کیا جائے گا۔ انہوں نے گھیشنگ کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ ایسا کوئی عاجل قدم نہ اٹھائے جس کی وجہ سے مرکزی حکومت کو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے اور اس طرح اس کام کو اور دشمن بنائے۔ اس مشورہ پر عمل کرتے ہوئے یوم آزادی کی تقریبات کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان واپس لے لیا گیا اور اس تحریک اور شورشوں کو ایک مہینہ کیلئے ملتوی کر دیا گیا۔ اس کے بعد سے اس معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریک دوہری پالیسی کو موثر مل لاری ہے۔ ایک طرف تو مرکزی حکومت کو خوش کرنے کا پالیسی ہے تو دوسری طرف اس تحریک کی مخالفت کرنے والی جمہوری اور کراہی

ایک میوزنڈم میں جسے ۲ اراگت ۸۶ کو وزیراعظم کے پاس بذریعہ ایک بھیجا گیا تھا (یہ میوزنڈم وزیراعظم تک نہیں پہنچا) اس نے گزشتہ ستمبر کے دوسرے ہفتے میں اس کی ایک کاپی وزیراعظم کے نام ترسیل کی تھی؟ گورکھا لینڈ کے لئے دعوے کو ایسے لہجے میں پیش کیا گیا جو خاصیت کے لحاظ سے ان خطوط سے مختلف تھے جنہیں جی۔ این۔ ایل۔ ایف نے نیپال کے راجہ اور انوہم منڈو کو بھیجے تھے اور ان کا اظہار گھیشنگ کی ان تقریروں سے بھی ہوتا ہے جن کا کمیٹی تیار کر کے لوگوں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ ستمبر کی دستاویز میں ان تمام باتوں کا ذکر تھا۔ نسلی تفریق، نسل کشی، گورکھاؤں کو جو راجہ پر چڑھنے جانے بھیجے تلخ الزامات کی جنگ ۲ اراگت کے میوزنڈم کے لہجے میں التجا ہے اور اس میں اعلیٰ حکام سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ ان کے مطالبات پر ہمدردی سے غور کریں۔ اس میں مزید کہا گیا کہ سارے ہندوستان کے ساتھ گورکھاؤں کا بہت ہی قریبی تعلق ہے اور سالہ ششہ قائم ہے۔ اور یہ کہ وہ سب ہندوستانیوں کے شک کے درمیان میں برابر کے شریک ہیں اور ان کی منزل بھی ایک ہی ہے۔ یہ ان لوگوں کی بے زور توجہ کرنا ہے جو اس تحریک کو تفریق پسند کہتے ہیں اور اس میں اس بات کا صاف طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ "ہندوستانی گورکھا ایک الگ خود مختار ریاست کا نہیں بلکہ ہندوستان کے اندر ایک ریاست کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میوزنڈم میں پھر دارملک کا یوں ذکر کیا گیا کہ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جسے ۱۸۱۵ء میں مشنگ کی صلح کے تحت نیپال نے برطانوی ہندوستانی حکومت کو دیا تھا۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی تاریخ ثابت نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے ستمبر۔ دستاویز میں درج ہے۔ سرکاری اور بااقتدار ذرائع سے ان کے اس دعوے کی تصدیق نہیں ہوتی۔ دارملک کے بارڈر علاقے کہیں بھی نیپال کے علاقے نہیں تھے بلکہ انہیں تو سکھ اور بھوٹان کے بادشاہوں نے فتح کر کے غور پرانے کے ذریعہ راجس حکومت کے ماتحت منسلک کیا تھا۔ صرف دارملک کے میدانی علاقے (جن میں نیپالی بولنے والوں کی آبادی وہاں کی آبادی کے مقابلے میں

کم ہے) کو سکیم کے اہتوں سے نسیب پلانے زیر رستی چینی لیا تھا اور وہاں اسٹیٹ ۱۷۸۸ء سے ۸۱۶ ایک حکومت کی تھی لیکن اس کے بعد برٹش فوج نے نیپال کو شکست دی اور اس علاقہ کو سکیم کے راجہ کو واپس دے دیا۔ اس سمیورنڈم نے اس حقیقت کا ذکر نہیں کیا ہے کہ دارجلنگ کے پہاڑی علاقوں کے ابتدائی باشندے لپچا ہیں اور اس علاقے میں نیپال اور بنگال بعد میں آئے۔ مرکزی حکومت کو خوش کرنے کی کوشش میں اس سمیورنڈم میں یہ ذکر ہے کہ پہاڑی ترقیاتی کونسل کے وقت حقیقی سکیموں کو مرکزی فزڈ کی فراہمی سے پورا کرنا ممکن ہو سکا ہے، اس سلسلے میں ریاست کی کارگزاری عرف کاغذیں درج تھی۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ۸۷ - ۱۹۸۵ میں ترقی کے لئے پہاڑی علاقوں میں ۲۲۷ کروڑ روپے خرچ کئے گئے جن میں سے عرف ۹ کروڑ روپے مرکز نے فراہم کئے۔ بہر حال جی۔ این۔ ایل۔ ایف کے پروجیکٹ اور ہندوستانیت کے پرزور اعلان کرنے کے لیے جو بنیادی تبدیلی اس بات کا اشارہ کرتی ہے کہ جی۔ این۔ ایل۔ ایف نے اس سے قبل جو انداز اختیار کیا تھا اب اس میں کافی تبدیلی آئی ہے۔

اس کے بعد گھیشنگ نے ستمبر ۱۹۸۶ کو مرکزی وزیر داخلہ شری بونا سنگھ کو خط لکھا جس میں معذرتی لہجہ میں انہوں نے ان حالات کی تشریح کرنے کا کوشش کی جنہوں نے جی۔ این۔ ایل۔ ایف کو نیپال کے بادشاہ اور اقوام متحدہ کو خط لکھنے پر مجبور کیا تھا۔ نیپال کے بادشاہ کو خط لکھنے میں وہ حق بجانب تھے کیونکہ نیپال ہندوستان کے ۱۹۵۰ کے معاہدے پر دستخط کرنے والا فریق ہے، اس معاہدے کی دوسرے دونوں ملکوں کے شہریوں کو ایک دوسرے کے ملک میں رہائش اور تجارت کرنے کے حقوق مامل ہیں۔ جس بات کی تشریح نہیں کی گئی وہ یہ ہے کہ کیوں ہندوستان کے وزیر اعظم کو خط نہیں لکھا گیا اور انہیں تو ایک خط کی کاپی دی گئی، حالانکہ یہ حکومت مند ہے جو ہندوستان کے اندر ایک الگ ریاست قائم کر سکتی ہے اور اگر الگ ہونے کا مقصد نہیں تھا تو پھر اس مسئلہ کو قومی مسئلہ بننے کے پس پردہ کیا مقصد تھا۔ جی۔ این۔ ایل۔ ایف کی تشریح کے مطابق اقوام متحدہ کو خط تو غم و غصہ کا اظہار تھا، کیونکہ نیپال اور ہندوستان دونوں ہی نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی (حالانکہ اس بات کی ایک کئی وضاحت نہیں کی جاسکتی کہ حکومت ہند کو جب خط ہی نہیں ملا تو پھر وہ کس طرح اس کا جواب دیتی)۔ جی۔ این۔ ایل۔ ایف نے اپنے اس قدم کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ماضی میں دیپنسی جیاموش اور غلطیوں نے جی۔ این۔ ایل۔ ایف کے اظہار کے لئے اقوام متحدہ کو ایسے خطوط لکھے جن میں ہندوستان میں پھر اس اہم بات کا اظہار کیا گیا کہ ہم

لوگ اس شہور اصول پر کاربند تھے۔ یہی اس بات کا احساس تھا کہ مذاکراتی (ایم) اور دیگر پارٹیاں ہمارے جائز مطالبات کی مخالفت کریں گی اور ہمارے مقاصد کی غلط تشریحات کریں گی اور انہیں ہماری حکومت کو بدنام کرنے کے لئے استعمال کریں گی۔ اس کے بعد حکومت مغربی بنگال اور سی پی آئی ڈایم (ایک شدید طاعت کی گئی) اس سمیورنڈم میں اس بات کی تصدیق کی گئی کہ ہندوستان ہماری مبادرت مانا ہے اور ہم اس کے تابعدار ہیں اور اس کے ساتھ یہ۔ این۔ او اور دیگر حکومتوں کو ہمارے بھیجے خطوط سے کچھ بدگمانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ تو اس کے لئے ہمیں دیلی انویس ہے۔ آخر میں اس خط میں اپنی شکایتیں پر گفت و شنید کرنے کے لئے مرکزی وزیر شری بونا سنگھ سے بات چیت کرنے کی درخواست کی گئی۔ مرکزی وزیر بونا سنگھ نے ۱۷ ستمبر ۱۹۸۶ کو اس خط کا جواب دیا۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا۔

عزیز شری گھیشنگ!

مجھے آپ کا ۱۵ ستمبر ۱۹۸۶ کا خط ملا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اسے ایک خصوصی نامہ کے اقد سے بھیجا۔ مجھے آپ کا ۱۲ اگست ۸۶ کا خط نہیں ملا۔

مجھے اس بات سے مسرت مامل ہوئی کہ آپ نے ہندوستان سے مکمل فطاری کا اظہار کیا اور اس بات کی وضاحت کی کہ جی۔ این۔ ایل۔ ایف ہندوستانی دستور کے ضابطے کے ذریعہ اپنی شکایتوں کے ازالہ کا خواہاں ہے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں درخواست کی ہے کہ میں آپ سے جلد از جلد ملاقات کرنے کے لئے وقت نکالوں گا۔ تاریخ کے مقرر ہونے کے بعد میں آپ کو چند دنوں میں خط لکھوں گا۔

لوگوں کو تین ہفتے کے بعد اس خط کو کنیت کا علم ہوا جب ۸ اکتوبر ۱۹۸۶ کو مرکزی وزیر قانون شری اشوک سین نے گھیشنگ کے خط کو پریس کے حوالے کیا۔ اگرچہ شری بونا سنگھ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ انہوں نے ۱۷ اکتوبر کو گھیشنگ کے خط کا جواب دے دیا تھا تاہم وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا خط جی۔ این۔ ایل۔ ایف کے خط کی رسید ہے۔ یہ نہایت نامناسب بات ہے کہ اس خط کو کنیت سے ریاستی حکومت کو وقت پر باخبر نہیں کیا گیا۔ تیسرے خط کو کنیت بونا سنگھ کے ذریعہ مرکزی حکومت کو دئے گئے عہد کی براہ راست خدمت ہے۔ بونا سنگھ نے ۲۲ جولائی ۸۶ کو پارلیمنٹ میں ایک خاص اہم لوگ ریاستی حکومت کے پریس کنیڈم میں انہیں کے پریس کنیڈم میں

لانی منیو

ریاستی بجٹ طرہ پر ۸۸-۱۹۸۷ء

حکومت مغربی بنگال کے وزیر مالیات، ڈاکٹر اسیم کھدو اس گپتا نے ۱۵ مئی ۱۹۸۷ء کو مغربی بنگال کے قانون ساز اسمبلی میں ریاستی بجٹ برائے ۱۹۸۷-۸۸ء پیش کیا۔ بجٹ تقریر کرتے ہوئے وزیر موصوف نے مغربی بنگال کی، شدید مالی دشواریوں کے باوجود، گونا گوں ترقی کا ذکر کیا۔ وزیر موصوف کی بجٹ تقریر کا متن اشتہار کے ساتھ درج ذیل ہے :

اس حکمت عملی کا اثر یہ ہوا ہے کہ اب پیداوار کے لئے منصوبہ بندی کو ذراعت میں زمین داروں کی اور صنعت میں بڑے صنعت کاروں کی انگلیوں سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک اور بھی رجحان نمایاں ہوا ہے اور وہ یہ کہ ایسی نئی ٹیکنالوجی کو اپنایا جائے جس پر مرکز پر سرسبز مایہ کاری کی جائے اور اس طرح پیداوار میں محنت کشوں کی کم سے کم ضرورت ہو، اس کو جو سے بے روزگاری بڑھ جاتی ہے اور عام لوگوں کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے۔ خاص طور پر صنعت میں حالیہ برسوں میں پیداوار میں اضافہ اور مزدوروں کی کمی کی نکتہ نگاہی کو اپنا نئے دور سے فی کارخانہ مزدوروں کی تعداد میں کافی کمی ہوئی اور مزدوروں کی قوت خرید بھی کم ہو گئی ہے۔ مسلسل افراط زر کی وجہ سے بھی عام لوگوں کی نامیاتی قوت خرید اور بھی کم ہو گئی ہے۔ یہاں مرکزی حکومت کا یہ فیصلہ کہ لازمی خام اشیاء، پٹرولیم مصنوعات اور غذائی اجناس کی انتظامیہ قیمتوں میں اضافہ کر دیا جائے اور کمی کی مالیت کا سپہارا لیا جائے اس افراط زر کی ایک اہم وجہ ہے۔ عام لوگوں کی قوت خرید میں کمی اور محدود گھریلو بازار کے مسائل سے دوچار ہوتے ہوئے صنعتی حکمت عملی میں یہ رجحان نمودار ہوا ہے کہ گھریلو آبادی کی کثیر تعداد کو پر سے رکھ کر برآمدات کے ذریعہ نجات حاصل کی جائے۔ لیکن برآمدات کے اندر لوہہ شمار نظام کہتے ہیں کہ اس میدان میں ایک خاطر خواہ حد تک کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ دوسری طرف صنعتوں میں جس کی ٹیکنالوجی کو اپنایا جا رہا ہے اس میں بہت زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے درآمدات پر اس حد تک انحصار کرنا پڑتا ہے کہ اب یہ اندیشہ لاحق ہو گیا ہے کہ آہستہ آہستہ درآمدات میں توسیع پانے پر اخراجات ملک کو بین الاقوامی تر

جوش و خروش میں آئیں مگر حکومت کا یہ پچاس سال ہے اس لئے یہ بات نہایت مناسب ہے کہ بجٹ پیش کرتے ہوئے معاشی پروگرام، جسے ریاستی حکومت نے گزشتہ دس برسوں میں پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی، کا جائزہ لیا جائے اور تجربات کا حوالہ دیا جائے۔ اس تجربہ کی بنیاد پر ہم اس معاشی پروگرام، جسے آئے دس برسوں میں ریاستی حکومت برسرِ عمل لانے کی خواہاں ہے، ایک خاکہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس پروگرام کو پیش کرتے ہوئے میں ان محدود مالی اعتبارات کی، جن کے تحت ریاستی حکومت کو کام کرنا پڑتا ہے، تشریح بھی کرنا چاہتے۔ ان اعداد کے اندر دیکھتے ہیں کہ پروگرام کی تکمیل کے پیش نظر مزید وسائل اکٹھا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہاں اس مزید وسائل اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں اقدامات کی تجویز پیش کروں گا۔ ان مزید مصروفیات کا مزید اخراجات کے ساتھ موازنہ کرنے کے بعد سالانہ مالیاتی گوشواروں برائے ۱۹۸۷-۸۸ء پیش کیا جائے گا۔ یہ بجٹ مالیاتی بندشوں کے ساتھ ریاستی حکومت کے معاشی پروگرام کا جزو لاینفک ہوگا۔

گزشتہ دس برسوں میں ہم لوگوں نے مغربی بنگال میں ایک مبادلہ معاشی پروگرام۔ اس معاشی حکمت عملی کا مبادلہ جسے مرکزی حکومت برسرِ عمل لاری ہے۔ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ ایسا معلوم ہوا ہے کہ مرکزی حکومت نے، اپنے نیک ارادہ کے اظہار کے لئے چند رسمی بیانات جاری کرنے کے علاوہ، انٹرفیڈر کی، خاص طور پر ذراعت میں قطعاً آرامی کی صنعت میں سرمایہ کاری کی موجودہ نامیاتی تقسیم کو بدلنے کے لئے سنجیدگی کے ساتھ کوئی کوشش نہیں کی۔ اس کی وجہ سے

کے جال میں پھنسا دے گا۔

اس حکمت عملی کے مبادل کے طور پر مغربی جنگل میں گزشتہ دہائی برسوں کے دوران پیداواری - منصوبہ بندی کیلئے ایک مختلف رویے کو اپنایا گیا۔ موجودہ معاشی - سماجی ڈھانچہ کی حدود کے اندر رہتے ہوئے عام لوگوں کی جمہوری تحریک کی طاقت کی بنیاد پر مبادل رویے پر عمل درآمد کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس بات کی کوشش کی جانی چاہئے کہ زراعت اور صنعت میں موجود پیداواری اثاثے کی موجودہ تقسیم کو، جہاں تک ممکن ہو سکے، از سر نو مرتب کیا جائے۔ اپنی مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے۔ اس رویہ کو عملی جامہ پہنایا گیا، زراعت میں اصلاحات آراستی کے تحت قطعہات آراستی کی تقسیم کے ذریعہ اور صنعت میں چھوٹے پیمانہ کی صنعتوں پر زور دے کر۔ چھوٹی صنعتوں کو متعلقہ بڑی صنعتوں سے وابستہ بھی کر دیا گیا۔

بہاں اس بات کا ذکر کیا جاسکتا ہے کہ اصلاحات آراستی پر جو ندر دیا گیا ہے وہ سماعت میں تجزیہ نہیں ہے بلکہ لازمی طور پر ایک پیداواری تحریک ہے جو محنت کش کسانوں کی بہترین پیداواری کارکردگی کی عکاسی مشاہدات پر مبنی ہے۔ اس سلسلہ میں انگلستان کے ساتھ اس بات کا یہاں ذکر کیا جاسکتا ہے کہ حالیہ برسوں میں ہمارے ریاست میں اصلاحات آراستی کے تحت جو اقدامات کئے گئے تھے ان کی وجہ سے اس میدان میں اس ریاست کو سارے ملک میں پہلا مقام حاصل ہے۔ پنجاب کے ذریعہ لوگوں کی شرکت اور اشتہار کی تائید سے دسمبر ۱۹۸۶ء کے آخر تک تقریباً ۱۲۵۵ لاکھ ایکڑ قطعہات آراستی پر حکومت کو حقوق ملکیت حاصل ہو گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ۱۳۲۵۸۶ لاکھ ایکڑ ملک سے قطعہات آراستی ۱۷۷ لاکھ غریب اور سختی کی افون خاندانوں کے درمیان تقسیم کر دیئے گئے۔ مستفید ہونے والوں میں شیڈولڈ کاسٹ و ڈرائیو کی تعداد تقریباً ۵۶۲۲ فیڈھی جبکہ ریاست کی کل آبادی میں ان کی آبادی کا تناسب ۲۷۶ فیصد ہے۔ ۱۹۸۶ء کے آخر تک ۱۳ لاکھ سے زیادہ برگرڈ اردن کے نام ریکارڈ میں درج کئے گئے۔

اصلاحات آراستی کے اقدامات کو موثر بنانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ کاشتکاری کے لئے کھیتوں کے علاوہ دیگر سہولتیں - آبپاشی کھاد قرض، پیداوار کی بازار میں فروخت دینے والی فراہم کرنی ضروری ہے۔

نعم غیر زمین سہولتوں کے ساتھ ساتھ مناسب ٹیکنالوجی کا استعمال کا بھی سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے محنت کش کاشتکار محنت کرتے ہیں۔ مضافاتی علاقوں میں مقامی وسائل کی نسبتاً کمزورت ہے۔ محنت سے ایسی ٹیکنالوجی استعمال کی جانی چاہئے جس کے ذریعہ اس محنت اور فکامی وسائل کو بہتر طور پر استعمال کیا جاسکے۔ ایسی ٹیکنالوجی کے استعمال سے بے روزگاری کچھ حد تک کم ہو جائے گی اور عام لوگوں کے لئے زیادہ قوت خرید پیدا کرے گی۔

ان سب ٹیکنالوجی کو زیر غور رکھتے ہوئے، آبپاشی کے علاقہ میں حالیہ برسوں میں اس ریاست میں چھوٹی آبپاشی کی سہولتوں میں توسیع پر ندر دیا گیا ہے۔ گزشتہ پانچ برسوں میں ہر سال صرف مغربی جنگل میں ۵۵ ہزار ایکڑ نئے قطعہات آراستی کے لئے چھوٹی آبپاشی کے امکانات پیدا کئے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑی آبپاشی پر جیلوں کی محنت کھیتوں کے درمیان لمبی اور چھوٹی نالیاں تعمیر کی گئیں اور ان نالیوں کے جال سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ ایسی سہولتوں میں مزید اضافہ کو اہمیت دی گئی ہے ان تمام اقدامات کی وجہ سے غذائی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ ۱۹۸۲-۸۵ء میں اس ریاست میں غذائی اجناس کی مجموعی پیداوار ۹۲۵۶ لاکھ ٹن تھی، جو ایک ریکارڈ ہے۔ ۸۵-۸۶ء میں مضافاتی موسم کے باوجود غذائی پیداوار ۲۷۱۱ لاکھ ٹن ہوئی۔ چاول کی پیداوار فی ہیکٹر ۵۷۳۳ کلو گرام اور گہنوں کی پیداوار فی ہیکٹر ۲۲۱۲ کلو گرام ہوئی، جو قومی اوسط پیداوار سے کافی زیادہ ہے۔ زرعی پیداوار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ حالیہ برسوں میں زرعی مزدوروں کے لئے اوسطیومیہ اجرت کی شرح میں بھی اضافہ ہوا اور یہ رویہ اوسط اجرت کی شرح، کئی صنعتوں میں نقد اور اجناس کی شکل میں دس روپے سے زیادہ ہے۔ نیز مایہ پوری و گہری، مویشیوں کی پرورش و پرورش اور خاص طور پر سماجی جنگلات کے میدانوں میں پیداوار میں کافی اضافہ ہوا۔

مضافاتی ترقی کی تمام سرگرمیوں میں پنجابوں کے ذریعہ مقامی عام لوگوں کو شامل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ بہاں جامع مضافاتی ترقیاتی پروگرام کا، جس کے تحت غریب مضافاتی کسانوں کو کاشتکاری کے لئے غیر - زمین خاں شیار اور دیگر فروغی سرگرمیوں کے لئے امداد اور قرض فراہم کئے جاتے ہیں، اور قومی مضافاتی روزگار پروگرام کا، جس کے

تحت مصفاقی ملاوٹوں میں سماجی اثاثے کی تعمیر کے سلسلہ میں روزگار پیدا کرنے کے لئے خداک اور زونفہ میں اجرتیں دی جاتی ہیں۔ ان کا خاص طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے۔ ان پروگراموں کے لئے بجٹ میں رقمیں مختص کی گئی تھیں۔

کامن ویلتھ ریاستی حکومت اور نصف مرکزی حکومت پروگرام کے لئے نیز نوی مصفاقی روزگار پروگرام جیسے ایک اور پروگرام، مصفاقی بے زمین روزگار ضمانت پروگرام کو بھی روپ عمل لایا جا رہا ہے۔ ان پروگراموں کی تکمیل میں پنجاب کو براہ راست شامل کیا جا رہا ہے اور ان پروگراموں کی رفتار ترقی بخش ہے۔ ۱۹۸۶-۸۷ کے لئے جدید ترین اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ آئی۔ آر۔ ڈی۔ پی سے ۲۳۳۹۳۱ خاندان (۱۷ لاکھ ۱۳۸۶ فیصد) مستفید ہوئے۔ این۔ آر۔ ای۔ پی کے تحت کام کرنے کے ۲۰۴۸ لاکھ دن (۱۷ لاکھ ۱۱۳۶ فیصد) اور آئی۔ پی۔ ڈی کے تحت کام کرنے کے ۲۱۹ لاکھ دن (۱۷ لاکھ ۱۳۳۶ فیصد) پیدا کئے گئے۔ اسی کے مطابق مالی وسائل کو روپ کار لایا گیا، منصوبہ بندی کیونکہ اوزن تاباؤ نے ان پروگراموں اور ان کے تحت کئے گئے اقدامات کو کافی مہلکا۔

ایسی ٹیکنالوجی، برصغیر کے مسائل اور مزدوروں کو استعمال میں لاتی ہے۔ اس کے ذریعہ زراعت کی رفتار ترقی کافی تشفی بخش ہوئی اور یہ وہی اور جوئے چانک مصنفین کی افزائش اور ترقی میں معاون ثابت ہوئی ہے۔ ان میں زیادہ چھوٹی صنعتی یونٹیں زراعت سے وابستہ ہیں اور عوامی مصارف کی چیزیں جیسے آٹہ کو گٹھے کے تیار کردہ کپڑے وغیرہ تیار کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں جہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ گزشتہ دس برسوں میں اس ریاست میں ریزرو یونٹوں کی تعداد میں ۱۰۰ فیصد سے بھی زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ ایسی یونٹوں کی تعداد ۱۹۷۹-۸۰ میں ایک لاکھ سے کم تھی اور آج ایسی یونٹوں کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ ہے۔ ساڑھے ایک ملین ہمارے ریاست میں ریزرو چھوٹی یونٹوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ حالیہ برسوں میں ہر سال مغربی بنگال میں اوسطاً ۱۴ ہزار کی چھوٹی یونٹیں قائم کی جا رہی ہیں اور اس طرح ہر سال مزید روزگار کے ۸۰ ہزار مواقع فراہم کئے جا رہے ہیں۔ جوئے چانک کی صنعتی یونٹوں کے ساتھ ساتھ گزشتہ ۱۰ برسوں میں آٹھ لاکھوں کی صنعت کی کافی ترقی ہوئی ہے اور اس صنعت کی پیداوار ۱۹۷۹-۸۰ میں ۲۰ کروڑ میٹر سے بڑھ کر ۸۱ کروڑ میٹر ہو گئی۔

مغربی بنگال میں بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں کی ساتویں

حکومت کے لواؤں میں صنعتی پیداوار کا عمومی اعداد بہت ہی نچلی سطح پر پہنچ چکا تھا۔ ۱۹۷۹ سے قبل اس ریاست میں صنعتی پیداوار کے سالانہ اعداد کا اوسط (بنیادی سال ۱۹۷۹ = ۱۰۰) ۱۰۵۸ تھا جبکہ ۱۹۷۹ کے بعد کے نو سال کے لئے یہ اوسط بڑھ کر ۱۱۹۲ ہو گیا۔

مرکزی حکومت کے عدم تعاون کے باوجود بڑی اور متوسط درجہ کی صنعتوں میں پیداوار میں کافی اضافہ ہوا۔ مغربی بنگال میں مرکزی حکومت کے اپنے اداروں میں براہ راست سرمایہ کاری کی نسبتاً کم ہی مرکزی تعاون کی اس کمی کی عکاسی کرتا ہے۔ مغربی بنگال کے ہدیہ پٹور، کیمیکل کیپکس اور ایکسٹرنکس کیپکس کی سرمایہ کاری سے مرکز کے اعداد کو مغربی بنگال کے دیگر کچھ فراموشی میں کر سکیں گے۔ مرکزی حکومت کے عدم تعاون کی ایک اور مثال یہ ہے کہ اس نے مغربی بنگال کی بار بار درخواست کے باوجود سرمایہ کاری کی اپنی پالیسی کو برقرار رکھا اور اس کی وجہ سے اس ریاست میں اسٹیل کوئلہ وغیرہ کے سلسلے میں جاتے وقوع کے لحاظ سے جو سہولتیں فراہم ہیں ان سے ریاستی حکومت فیضیاب نہ ہو سکی۔

مرکزی حکومت کی ان پالیسیوں کے باوجود حالیہ برسوں میں اس ریاست میں متوسط درجہ کی اور بڑی صنعتوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہیں: بجلی کی پیداوار اور سہولتوں میں اضافہ اور بہتری، بیمار صنعتی یونٹوں کی اجارہ دہ کے لئے ریاستی حکومت کے کئے اقدامات اور کام کرنے والے شعلہ طبقہ کا سماجی ذمہ دار رویہ۔ بجلی کے سیکٹر میں بجلی کی پیداوار ۱۹۷۹-۸۰ سے ۱۹۸۳-۸۴ کے چھ برسوں میں ۹۹۲ میگا واٹ ہوئی جبکہ ۱۹۸۰-۸۱ میں پیداوار صرف ۹۵ میگا واٹ ہوئی۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ۱۹۷۹-۸۰ سے ۱۹۸۳-۸۴ تک کے عرصہ میں بجلی پیدا کرنے کی شعبی صلاحیت میں ۱۹۳۲ میگا واٹ کا اضافہ ہوا۔

ریاستی حکومت نے محدود مالی اختیارات کے باوجود اس ریاست میں بیمار صنعتی یونٹوں کی اجارہ دہ کے لئے بہت سارے اقدامات کئے۔ گزشتہ دس برسوں میں تقریباً پچاس نئی بیمار صنعتی یونٹوں کو مالی امداد فراہم کی گئی۔ ان میں سے تیرہ یونٹوں کی انتظامی ذمہ داری ریاستی حکومت نے سنبھالی اور ان تیرہ میں سے دس یونٹوں کو توہانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ان تمام اقدامات کے ذریعہ ان تمام یونٹوں میں تقریباً ۵۰ ہزار درکوں کے مفادات کا تحفظ کیا جاسکا۔

مرکزی حکومت کی ایجنسیوں نے بہت ساری صنعتی یونٹوں کے انتظامیہ کی ذمہ داری سنبھالی ہے۔ لیکن بڑے انڈسٹری کی بات ہے کہ مرکزی حکومت اپنے وسیع وسائل کے باوجود ایسی یونٹوں کو توڑ دینے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ان میں سے ایسی پانچ یونٹوں کی انتظامیہ ذمہ داریوں کو دوبارہ ان یونٹوں کے انتظامیہ کے حوالے کر دیا اور اس کی وجہ سے تقریباً ۳۵۰۰ درکار بے روزگار ہو گئے۔ ہم عزت کا معیار کو اس بات سے باخبر کرنا چاہتے ہیں کہ ایسی صورت حال سے دوچار ریاستی حکومت نے اپنے محدود مالی اختیارات کے باوجود انگریز پانچ یونٹوں کی انتظامیہ ذمہ داریوں کو سنبھالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ کھتے ہوئے ہیں خوشی کا معاملہ ہو رہی ہے کہ مالیاتی دباؤ کے باوجود ریاستی حکومت درکاروں کے مفادات کے تحفظ کے لئے مغربی بنگال میں بیمار یونٹوں کی اجارہ کے لئے حد کٹی رہے گی۔ ان تمام پیداواری سیکٹروں کی سرگرمیوں کے ذریعہ اس ریاست میں ہمارے ملک کی دیگر ریاستوں کے مفاد ۸۴-۸۳ء میں ریاستی گھریلو پیداوار اور مصنوعات کی افزائش کی شرح میں اعلیٰ ترین اضافہ (تقریباً ۸ فیصد) کرنا ممکن ہو سکا۔ ۸۴-۸۳ء سال کے لئے مرکزی حکومت نے ایسے اعداد و شمار کا اہتمام کیا تھا۔

گورنمنٹ وٹس برسوں میں سماجی خدمات کے میدان میں رفتار ترقی کافی تشنگی بخش ہے۔ اس سلسلے میں تعلیم کے شعبہ کا خاص طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے۔ یہاں بنیاد کا مقصد یہ ہے کہ عام لوگوں میں تعلیم کو اس حد تک عام کر دیا جائے پیداواری ڈھانچہ اور اس کے ارد گرد کے معاشی سماجی ماحول کو سمجھنے میں تعلیم ان کا معاون ثابت ہو۔ اس بات کے پیش نظر اس ریاست میں اہم آئی تعلیم کو عام کرنے کے لئے پروگراموں پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ترقی کی جاتی ہے کہ ۱۰ تا ۱۲ سال کی عمر کے تقریباً ۹۶ فیصد بچے پرائمری اسکولوں میں زیر تعلیم ہوں گے۔ اسی دوران دن کے تمام پروگرام کے تحت اب ۶۷-۶۸ فیصد ۱۰ لاکھ طلبہ کی جگہ ۸۶-۸۵ء میں ۳۱ لاکھ طلبہ کو دن کا مفت خراجہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ طلبہ کو نہایت کم کتبیں مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

شہری ترقی کے شعبہ میں شہری ترقیات کو اور بھی زیادہ لاگو کر

بنانے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں کلکتہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کے ساتھ ساتھ جوڑے جوڑے شہروں کی طرف بھی توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر منتخب یونسلٹیوں کو پروگراموں کو مرتب کرنے اور ان کی تکمیل کے لئے زیادہ اختیارات دئے گئے ہیں۔

منعوبہ بندی کو لامر کوڑ بنانے اور منعوبہ بندی کے کام میں پنپاؤ اور یونسلٹیوں کے ذریعہ عام لوگوں کو شریک کرنے کے سلسلہ میں گورنمنٹ دو برسوں میں اس ریاست میں پہل کی گئی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر ہر ضلع اور بلاک میں ضلع اور بلاک منعوبہ بندی کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ یہ کمیٹیاں ہر سطح پر پنپاؤ کے مجبوروں یونسلٹیوں کے چیئرمین اور متعلقہ شعبوں کے حکام پر مشتمل ہیں۔ گرام پنپاؤ کی سطح سے بلاک منعوبہ، بلاک منعوبہ بندی کمیٹیاں مرتب کرتی ہیں۔ ضلع منعوبہ بندی کمیٹی ان بلاک منعوبوں کو ضلع سطح پر گفت و شنید کرنے کے بعد ضلع منعوبہ میں شامل کویتی ہے۔ ہر ضلع کے لئے ایسے منعوبہ مرتب کئے جاتے ہیں اور یہ ریاستی منعوبہ کے جنرل اینٹک بن جاتے ہیں۔

مضافاتی ترقی اور اصلاحات آراضی کے ساتھ ساتھ آبپاشی کی سہولتوں میں نوری طور پر زبردستی وسیع پیمانے پر توسیع ہو رہی ہے۔ آبپاشی میں جوئی آبپاشی کے ایسے پروجیکٹوں پر زور دیا جائے گا جن سے جلد از جلد فوائد حاصل ہوں۔ بڑی آبپاشی میں موجود پروجیکٹوں کے لئے کھیتوں کے پاس سے گزرنے والی نہروں کی تعمیر کو ترجیح دی جائے گی۔ شمالی پروجیکٹ کے لئے نیٹا پروجیکٹ کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے پر زور دیا جائے گا۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے ۵۰ فیصد زرعی قطعہ آراضی کو آبپاشی کے تحت لانے کے لئے ریاستی آبپاشی میں آب پاشی کو ایک اہم مقام دیا گیا ہے۔

زراعت اکثر صنعت کو جنم دیتی ہے۔ زرعی خام اشیاء کا فراہمی اور زرعی پیداوار کی پروسسنگ کرنے کے لئے زراعت کے متعلق سرگرمیوں اور زراعت کی ضرورتوں کو جوڑنے پیمانہ کی صنعتی کی افزائش سے وابستہ کر دینے کے لئے اور بھی جامع کوشش کی جائے گی۔ پٹرولیم کی بڑی صنعت اور ایکسپلوزیو کوریج دیا جائے

گی اور انہیں چھوٹے پیمانے کی مقامی معادن صنعتوں سے وابستہ کر دیا جائے گا۔ ایسے پختہ سے روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوں گے۔ اس بات کی گنجائش ملے گی کہ ان ضلعوں میں جہاں صنعتیں نہیں ہیں، نئی صنعتی پرنشیں قائم کی جائیں۔ اس سلسلہ میں ریاستی حکومت بہت ہی اہم کردار ادا کرے گی۔

مضافاتی علاقوں کے ساتھ ساتھ شہری علاقوں میں بھی روزگار کے مزید مواقع فراہم کرنے کی طرف خصوصی توجہ دی جائے گی۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ زراعت اور اس سے متعلق سیکٹرز، صنعت اور خدمات کی سہولتوں، اس کے ساتھ ساتھ جاری پروگراموں جیسے 'آئی۔ آر۔ ڈی۔ پی'، 'این۔ آر۔ ای۔ پی'، 'آر۔ ایل۔ ای۔ جی۔ پی'، 'نیشنل یافتہ بے روزگار نوجوانوں کے لئے خود روزگار پروگرام' اور سی ایم ڈی کے لئے روزگار پروگرام کی وجہ سے ۸۶-۸۷ء میں کم از کم ۴ لاکھ افراد کے لئے روزگار کے مزید مواقع فراہم ہوں گے۔ اس کے علاوہ ۸۸-۸۹ء میں مزید ۵۰ ہزار افراد کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لئے کوششیں کی جائیں گی۔ اس پروگرام کے تحت امداد فراہم کرنے کے سلسلے میں خصوصی ماضل غیر منصوبہ بندی کی گنجائش رکھی گئی۔

نیشنل کے میدان میں ہر سطح پر حسب ضرورت سہولتوں کی فراہمی کے ساتھ ساتھ تعلیم کے معیار میں بہتری اور بلندی لانے پر زور دیا جائے گا۔ صحت عامہ میں صحت عامہ اداروں کے انتظامیہ میں بہتری لانے کے لئے کوئی نگرانی کی جائے گی۔ نیر صحت عامہ کے لئے مضافاتی اور شہری علاقوں میں پینے کے پانی کی فراہمی کی سہولتوں میں مزید بہتری لانے کی کوشش کی جائے گی۔ موجودہ مالی سال میں اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ ہنگاموں میں پینے کا پانی فراہم ہو۔

رائیوٹ سیکڑ میں اسٹیٹ رائیوٹ کارپوریشن کی فراہم سہولتوں میں ضلعوں تک مزید اضافہ کیا جائے گا۔

ان ضروری اور اہم پروگراموں میں سے چند کی تفصیل کی گنجائش ہے۔ ریاستی حکومت کے لئے مالیاتی بندش سید ماہ ثابت ہوتی ہے اور یہ باتوں کے ساتھ ساتھ مرکز۔ ریاست کے مالیاتی تعلقات کا مسئلہ نکالنا اہم ہے۔

ہم لوگوں نے سہولت کار یہ کمیشن سے پر زور درخواست کی تھی کہ

مرکز ریاست تعلقات میں مرکزیت کے موجودہ رجحان کو نمایاں طور پر رکھ کر بنایا جائے۔ ہدیہ خواہش ہے کہ اس کمیشن کی رپورٹ جتنی جلد ممکن ہو سکے، انکل ہو جائے۔ اس رپورٹ کے نتیجہ کے لئے قبل مرکز اور ریاستوں کے درمیان کافی اہم گفت و شنید ہوگی۔

پریشان کن بات تو یہ ہے کہ جب سہولت کار یہ کمیشن مرکز۔

ریاست تعلقات کے بنیادی مسائل پر زور دینا چاہیے اس وقت مرکز، مزید مسائل کو اپنے ہاتھوں میں مرکز کرنے کے لئے چند ایک طریقے صادر کر رہا ہے۔ اس کی ایک عیاں مثال یہ ہے کہ مرکز کا حکومت آبکاری کی شرحوں میں مناسب تبدیلی نہ کر لاری چیزوں کے انتظامی قیمتوں میں بار بار اضافہ کرتی ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر کیا جاسکتا ہے کہ آبکاری سے حاصل ہونے والے حاصل کی م فیصد رقم کو ریاستوں کے درمیان تقسیم کر دینا پڑتا ہے۔ اس طرح آبکاری کی جگہ انتظامی قیمتوں میں اضافہ کر کے اور ریاستوں کے درمیان انتظامی قیمتوں سے حاصل کردہ رقم کو تقسیم نہ کر کے، مرکزی حکومت ہم لوگوں کو حاصل کے ایک بڑے حصہ سے محروم دکھ رہی ہے۔

ایک اور پریشان کن بات یہ ہے کہ مرکز نے سہولت کار بنک دیپازٹس کو چھوٹی بچت سے زیادہ پرکشش بنا دیا ہے۔ چھوٹی بچت کے تحت حاصل کردہ رقم ریاستی حکومت کے وسائل سے وابستہ ہوتی ہیں۔ مرکز کے اس ایک طریقہ کے بعد کی وجہ سے اس بات کا فائدہ لاحق ہو گیا ہے کہ اس ریاست میں وسائل میں کمی ہوگی۔ مرکز سے ہماری یہ درخواست ہے کہ وہ بطور معاوضہ اس ریاست کو مناسب رقم فراہم کرے در ز ریاستی حکومت کے وسائل میں کمی سے نیا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوگا۔

ایک اور بڑا مسئلہ ہے جس سے ہم دوچار ہیں۔ مرکزی حکومت اکثر اپنے ملازمین کو ہنگامی جتن کی شکل میں معاوضہ دیتی ہے اور اپنے طور پر اپنے ملازمین کی تنخواہوں کی شرحوں میں اضافہ کرتی ہے۔ یہ فیصلے دیگر باتوں کے علاوہ قیمتوں میں اضافے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ قیمتوں میں اضافہ تو مرکزی حکومت کی پالیسیوں کے نتائج ہیں، اور اس کے لئے ریاستی حکومت کسی طرح ذمہ دار نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس کے نتیجہ میں ریاستی حکومت کو مالی بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے

جب تک یہ مالی بوجھ مرکز اور ریاستی حکومت مشترکہ طور پر برداشت نہیں کریں گی اور ریاستی حکومت کے لئے یہ مالی بوجھ شدت اختیار کرے گا۔

عزت مآب ممبر لارڈ اس امر سے واقف ہیں کہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۸ء کو اس اسمبلی میں چار مہینے کے لئے پیش کردہ بجٹ میں ۱۷۷ کروڑ روپے کی کمی دکھائی گئی تھی۔ اس بجٹ کو بذریعہ ووٹ منظور کیا گیا تھا۔ اس بجٹ میں مذکورہ کمی ریاستی حکومت کے محدود موجودہ مالی وسائل، چند ضروری مساعی اجناس کا ذکر اس سے قبل کیا گیا تھا، کے پروگراموں کو پائے تکمیل تک پہنچانے کی ضرورت اور غیر منہجیہ اخراجات میں بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے ناگزیر اضافہ کو پورا کرنے کے لئے ہمارے پاس اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے کہ فاضل محاصل کے وسائل کو تلاش کروں۔ ریاستی حکومت کے موجودہ مالی ذخائر میں رہتے ہوئے ان فاضل وسائل کی تلاش میں میں نے اس بات کی حتی الامکان کوشش کی ہے کہ ٹیکس کا بار سماج کے نسبت کمزور طبقے پر نہ پڑے۔ میں اب ۱۹۵۷-۵۸ء سال کے لئے ٹیکس کے مندرجہ ذیل اقدامات کی تجویز پیش کرنا ہوں۔

سب سے پہلے سلیس ٹیکس کا ذکر کروں گا، کیوں کہ یہ ریاست کے لئے معمول کا واحد سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ چیزوں کی کل فروخت پر ٹیکس کی شرح کو از سر نو مرتب کیا جائے۔ موجودہ ڈیڑوں کو ۵۰ لاکھ روپے سے زیادہ کی فروخت پر ہر فیصد اور ایک کروڑ روپے سے زیادہ کی فروخت پر ایک فیصد ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اب ایک کروڑ روپے سے زیادہ کی فروخت پر ہر فیصد ۵۰ لاکھ روپے سے زیادہ لیکن ایک کروڑ سے کم پر ایک فی صد اور ۵۰ لاکھ روپے تک کی فروخت پر ہر فیصد سلیس ٹیکس عائد کیا جائے۔ ان اقدامات سے اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ موجودہ مالی سال کے باقی حصہ میں ۳۳ کروڑ روپے بطور محاصل حاصل ہوں گے۔ عزت مآب ممبروں کو میں اس بات سے واقف کرانا چاہتا ہوں کہ کل فروخت پر ٹیکس کی مجوزہ تبدیلی سے قیمتوں میں اضافہ نہیں ہوگا کیوں کہ یہ ٹیکس براہ راست ٹیکس کی نوعیت کا ہے اور اسے عارضین تک منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح میری تجویز یہ ہے کہ فرنیچر اور بریف کیس، سوٹ کیس و فریزر (ان میں کھوٹے، اسکیٹس، بی، وکاسی، پلاسٹک یا دیگر مصنوعی چیزیں شامل نہیں ہیں) پر موجودہ ٹیکس کو ۸ فیصد کی شرح سے بڑھا کر ۵ فیصد

کر دیا جائے۔ اس سے تقریباً مزید ایک کروڑ روپے بطور محاصل حاصل ہوگا۔ سماج کے کمزور طبقوں پر اس ٹیکس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اسی طرح میری تجویز یہ ہے کہ بنگال خام پاٹ ٹیکس ایکٹ میں سود کی گنجائش رکھ جائے۔ اس سے ۲۵ کروڑ روپے بطور محاصل حاصل ہوں گے۔

مضافاتی بنگال میں بائی سائیکل آمدورفت کا کام ذریعہ ہے۔ اس لئے میری تجویز یہ ہے کہ سائیکلون ان کے کل پرزوں، معد سائیکل ٹائرس اور ٹیوبس پر عائد ٹیکس کی شرح کو ۶ فیصد سے گھٹا کر ۴ فیصد کر دیا جائے۔ میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ سٹاکس پر سے سلیس ٹیکس اٹھایا جائے۔ جوڑے جوڑے کاروباریوں کو ٹیکس کی ادائیگی سے مزید راحت فراہم کرنے کے لئے میری تجویز یہ ہے کہ ان کا دہائیوں کے لئے جو چیزیں تیار نہیں کرتے اور نہ وہ چیزوں کو درآمد کرتے ہیں اس ایکٹ کے تحت اس وقت ٹیکس ادا کرنا ہوگا جب ان کی اسٹیوار کی کل فروخت سالانہ دو لاکھ روپے سے زیادہ ہو۔ اس قدم سے تقریباً ۲۵۰۰۰ روپے بچاؤ مستفید ہوں گے۔

میری ایک تجویز یہ ہے کہ ٹیکس کی وصولیائی کے طریقہ کار میں کچھ تبدیلیاں لائی جائیں تاکہ ٹیکس کی ادائیگی سے پرہیز یا ناانمول کرنے کے واقعات کم ہو جائیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان چیزوں پر خرید ٹیکس عائد کیا جائے جنہیں رجسٹرڈ ڈیلر ۱۵ فیصد رجسٹرڈ ڈیلروں سے خریدتے ہیں۔

عارضین کے منادات کے تحفظ کے لئے چند اقدامات کئے جائیں گے۔ مثال کے طور پر میری تجویز یہ ہے کہ ایسے ڈیلروں کو سلیس ٹیکس وصول کرنے کی اجازت نہ دی جائے جن کے لئے ایسے سلیس ٹیکس کی ادائیگی واجب نہیں ہے۔ عارضین سے غیر قانونی طور پر یا زیادہ سلیس ٹیکس وصول کرنے کے لئے ڈیلروں پر جرمانہ عائد کرنے کیلئے گنجائش رکھی جائے۔ میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ ۲۰ روپے سے زیادہ کی چیزوں کی فروخت پر ڈیلروں کو عارضین کو ٹیکس بمقابلہ دینا لازمی بنادیا جائے۔

میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ کوئٹہ پریس، ایم ایم معدنیات پرائمری کی مشینوں میں اضافہ کر دیا جائے۔ ۱۵۱ اقدامات سے موجودہ مالی سال کے بقیہ حصہ میں ۲۶۷ کروڑ روپے بطور مزید محاصل حاصل

ہوں گے۔ میری ایک تجویز یہ ہے کہ اسٹامپ ڈیوٹی کی شرحوں کو از سر نو مرتب کیا جائے۔ اس سے موجودہ مالی سال کے بقیہ عرصہ میں تقریباً ۲۷۵ کروڑ روپے بطور فاضل حاصل حاصل ہوں گے۔

میری یہ بھی تجویز ہے کہ ہندوستان میں تیار کی جانے والی برسی شراب اور دیگر شراب پر ٹیکس کی شرح بڑھا کر ۱۰ فیصد اور بیشتر کہ چھ روپے فی گیلن لیسٹر کی موجودہ شرح کو بڑھا کر ۷ روپے فی گیلن لیسٹر کر دیا جائے۔

میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ دی سی سی پی / دی سی آر سٹیشن کی تمام ٹاکس کے لئے ٹیکس کی شرح کو نئے سانچے میں ڈھالا جائے۔ جو یہ ہے کہ ایسے ہٹوں کو چلیں رہائشی ہوئیں ہیں اپنے گاہکوں کو بیوروٹو کی حوالی ٹاکس کے لئے موجودہ شرح ٹیکس یعنی ۵۰۰۰ روپے کی جگہ ۱۰۰۰ روپے بطور ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اس طرح ایسے سٹ رکھنے والوں کو وڈیوٹر کی حوالی ٹاکس کے لئے فی اہنتہ ۵۰۰ روپے کی جگہ ۷۵۰ روپے بطور ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھا جائے گا کہ ٹیکس ایسے خزانہ ٹاکس دیکھنے والے لوگ انفرادی طور پر یا ایک ساتھ مل کر ادا کرتا ہیں۔ ان اقدامات سے موجودہ مالی سال میں ۷۵ لاکھ روپے بطور ٹیکس وصول ہوں گے۔

ٹیکس کے مذکورہ مجوزہ اقدامات کو رو بہ عمل لانے کے لئے اس اسپیکل بک مالی سیشن کے دوران ٹیکس قوانین (ترمیمی) بل پیش کیا جائے گا۔

وزارت ماب جبران مہربانی فرما کر اس نقطہ پر غور کریں کہ

ٹیکس کے اقدامات کی تجویزوں کو موجودہ مالی سال کے بقیہ ہفتوں میں رو بہ عمل لایا جائے تو اس بات کی امید کی جاسکتی ہے کہ ۸۹-۹۰ کے لئے کل ۹۲۲۵ کروڑ روپے کے فاضل وسائل اکٹھا کئے جائیں گے۔ اس طرح بشمول ابتدائی مالی سال کے آخر تک ۹۶۵۲ کروڑ روپے کی بچت ہوگی۔

اس بات کا قبل ہی ذکر کیا جا چکا ہے کہ اس بحث میں جسے ذہانی پاس کیا گیا تھا ۷۹ کروڑ روپے کا خسارہ تھا۔ نیز اسپتال خدمات اور ہنگامی جتن کے لئے ۶۴ کروڑ روپے کا فردر ت ہوگی۔ ہنگامی جتن کا مسئلہ قیمتوں میں اضافہ سے وابستہ ہے اور مٹیوں میں اضافہ مرکزی حکومت کی پالیسیوں سے وابستہ ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں مرکزی حکومت

کے ہر فیصلے کا جو ریاستی حکومت کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ مرکزی حکومت کی مالی ذمہ داریوں کو ریاست کے ساتھ برداشت کرنا نہیں چاہتا۔ یہ بات صرف ہنگامی جتن تک محدود نہیں ہے۔ مرکزی حکومت کے ذریعہ مرکزی خزانہ کی پیش کا مندرشات کی تکمیل کے نتیجے میں خزانہ کے پورے ٹھکانے میں جو تبدیلی لائی گئی اس کا اثر یہ ہوا کہ ریاستی حکومت کو بھی جیسے خزانہ کی پیش منور کرنا پڑا۔ اسی خزانہ کی پیش کی روایت کے بموجب ہر سال ایک ایسے خصوصی سمجھوتوں کو یکم اگست سنہ ۵۰ روپے فی ماہ کے حساب سے عارضی امداد فراہم کی جاتی ہے۔ نیز جیساکہ اس سے قبل ذکر کیا گیا ہے کہ خود روزگار کے پروگرام کو مستحکم اور وسیع بنا کر ۵۰ ہزار نیشنل روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے تخمیناً ۹۶۵۲ کروڑ روپے کی ضرورت ہوگی۔ علاوہ یہ رقم ہادی بیٹ کی بچت کی رقم کے برابر ہے۔ اس لئے میں سنہ ۸۹-۹۰ مالیاتی سال کے لئے آپ کے سامنے ایک صفر۔ کھیا رو کر باقی کا بیٹ پیش کرتا ہوں۔

اس متوازن بیٹ کے تخمینے سے یہ برادر نہیں کہ پروگرام کے مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ اس سے صرف یہ بات عین ہر جاتی ہے کہ ریاستی حکومت کے محدود وسائل کی وجہ سے مالیاتی توازن کو برقرار رکھنے کے لئے اہم پروگراموں کو بہت حد تک محدود رکھا جائے گا۔ ان پروگراموں کی تکمیل کے لئے ریاستی حکومت اس بات کی ہر ممکن کوشش کرے گی کہ منصوبہ بندی کے لکھنؤ نظام کے ذریعہ، منصوبہ بندی کو معنائی معنوں میں ہر گاہوں تک اور شہری علاقوں میں ہر میونسپل وارڈ تک لے جا کر عام لوگوں کو شریک کیا جائے۔ یہ تو عام لوگوں کی شرکت کے ذریعہ ہی بہت سارے پروگراموں کو بہترین طریقہ سے پایہ تکمیل تک پہنچایا جاسکے گا اور اس کے ساتھ ساتھ عام جہاں اس امر سے واقف ہو جائیں گے کہ ریاستی حکومت کی مین مالیاتی ذمہ داریوں اور بندشوں کو کونا پڑتا ہے۔ یہ تو عام لوگ ہی ہوں گے جو صلاحیت اور وسائل کو آگے بڑھائیں گے۔ اس جہوری کوشش میں ہم ان تمام لوگوں کے جو ہادی راست کے عوام کی فلاح و بہبود کے خواہاں ہیں، تعاون و شمولیت ہیں۔



دلچسپ ہون لگتے ہیں گزشتہ ۸ مئی ۷۸ کو، وزیر اعلیٰ مشری جیو تلی باسو اور وزیر تعلیم مشری کاننٹی بسواس امرکزی وزیر
انسانی وسائل ترقیات مشری فرسنگھ راؤ سے بات چیت کرتے ہوئے

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor : Dhirendra Dutta. Associate Editor Md. Azam. Asstt. Editor : Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T. Printers. 25, Panchanantala Road. Calcutta-700 048.

MAGHREBI BANGAL

1 JUNE 1987

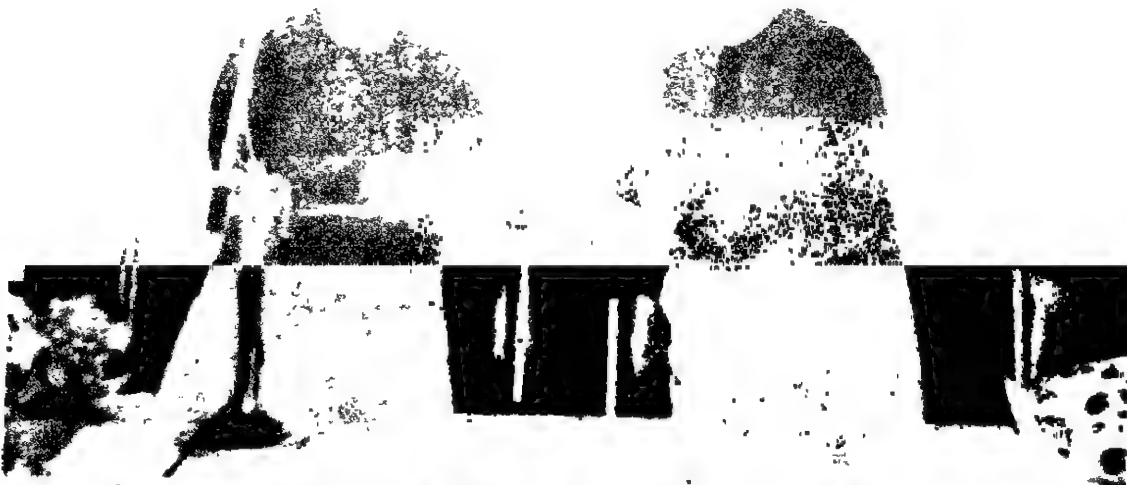


Postal Regd. No. WN CC-52

Vol-34 No-11

PRICE 12 Paise

বর্তমান স্মৃতি পুরস্কার ১৯৮৭



حال ہی میں رہنما سیدن ملک نے، میں منعقدہ ایک تقریب میں وزیر اعلیٰ شری بیروٹی باسو (ادپر) شری سیدرواس اور (نیچے) شری رہنما
کارا جاریہ کو رہنما سیدوعلی ایوارڈ دیتے ہوئے (بچے) تقریر میں وزیر اطلاعات و ثقافتی امور شری بمعاطیب بھٹا جاریہ سے دیکھے جاسکتے ہیں۔

বর্তমান স্মৃতি পুরস্কার ১৯৮৭

শ্রী স্মৃতি পুরস্কার - ১৯৮৭

1987

08/10

پندرہویں مغربی بنگال کلکتہ

شرح خریداری

سالانہ، تین روپے * اس شمارے کی قیمت، جلد پہلے

ترسیل زر کا پتہ :

برٹش میجر :

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۲۳- آراء این، مکمل جی روڈ - کلکتہ ۷۰۰۰۱

مدیر اعلیٰ : پرتین جیٹا پارک

مدیر : دھرم پال ناتھ دت

نائب مدیر : محمد اعظم

مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

جلد نمبر ۳۲ * ۱۵ جون ۱۹۸۶ء * شمارہ نمبر ۱۲



کتاب کی خریداری کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر درخواست کی جائے گی۔

عدم آباد جدائی

دور آفاق پہ لہس راتی کوئی نور کی لہس
خواب ہی خواب میں بیدار ہوا درد کا شہر
خواب ہی خواب میں بیتاب نظر ہونے لگی
عدم آباد جدائی میں سحر ہونے لگی
کاش دل میں بھری اپنی صبو جی میں
گھول کر تلخی دیروز میں امروز کا روضہ
دور آفاق پہ لہس راتی کوئی نور کی لہس
آنکھ سے دور کسی صبح کی تہید لئے
کوئی نغمہ، کوئی خوشبو، کوئی کافر صورت
عدم آباد جدائی میں مسافر صورت
بے خبر گزری پریشانی امتیہ لئے
گھول کر تلخی دیروز میں امروز کا روضہ
حسرت روزِ طغات رقم کی میں نے
دیس پردیس کے یارانِ قدحِ خوار کے نام
حسن آفاق و جمال لب و رخسار کے نام

فیض احمد فیض

امداد باہمی تحریک کی یکساں ترقی لازمی ہے

پروفیسر نرمل بوس

قسم کد ماعت کی ضرورت نہیں ہے۔

امداد باہمی تحریک کو آزاد! خود مختار اور جمہوری بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ خور۔ امداد تحریک اور اسے اپنی بقا کے لئے حکومت کی مالی امداد یا انتظامی تائید پر انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ اگر یہ حکومت کی کسی نہ کسی صورت میں مدد حاصل کرے، تو اسے یہ حکومت کے کنٹرول میں آجائے گی۔ اس ملک میں ۸۳ سال قبل امداد باہمی تحریک شروع ہوئی تھی، اس لئے اس تحریک کو اب اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا کوشش کرنی چاہئے۔

سماج کے کمزور طبقے کے لوگوں کو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے جبر بنانے کے لئے چند اقدامات کئے گئے ہیں تاہم اب بھی غریب ترین افراد یعنی ماٹیاں کسان، رنگدار اور زرعی مزدور، بستی کے رہنے والے اور مختلف صنعتی یونٹوں میں کام کرنے والے مزدور کوآپریٹو کے دائرہ سے باہر ہیں۔ امداد باہمی تحریک تو ان کی ہے اور ان کے لئے ہے! اسی لئے ان میں سے زیادہ تر لوگوں کو اس تحریک سے وابستہ ہونا چاہئے۔ اس تحریک میں عورتوں اور بچوں کو بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔

قرض کی خاص طور پر کوآپریٹو کے ذریعہ زراعت کے لئے مختصر عرصہ کے قرض کی وصولی کی صورت حال نہایت ہی خوشی بخشی ہے۔ سارے ملک میں ۱۶۰۰ کروڑ روپے کے ایسے قرض ابھی تک واپس نہیں کئے گئے۔ جو نہ کہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر سے متعلقہ عہدوں کو نئے قرض نہیں ملے جاتے! اس طرح بہت سارے کسان کو دوبارہ قرض فراہم نہیں کیا جاسکا۔ قرض کی واپسی کے سلسلے میں چند کسان کی طرف سے مزاحمت بھی کی گئی اور بعض جگہوں میں سیاسی طور پر مزاحمت کی گئی۔ ہر سطح پر یہ عزم مصمم کرنا چاہئے کہ قرض کی مناسب طور پر واپسی ہو نہ صرف اس

امداد باہمی تحریک ایک آزاد اور جمہوری تحریک ہے اور اسے اس طرح آگے بڑھنا چاہئے، لیکن مستقبل سے ملک کے مختلف علاقوں میں اب اس کی آزاد خصوصیت میں اکثر خلل ڈالنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ بہت ساری ریاستوں میں ابتدائی سے ریاستی سطح تک کوآپریٹو (امداد باہمی) سوسائٹیوں کے مندرجہ کیٹیوں کو عرصہ دراز سے معطل کر دیا گیا اور مالیہ برہمنوں میں اس علاقہ کی ریاستوں میں ایسی سوسائٹیوں کو بلاوجہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔ منسوخ کردہ سوسائٹیوں کو سرکاری حکام یا سیاسی لحاظ سے نامزد کردہ لوگ چلاتے ہیں۔ حالانکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے نامزد کردہ لوگوں کو کوآپریٹو سے کبھی بھی کوئی تعلق نہیں رہا۔ یہ کوآپریٹو تحریک کے تصور کے خلاف ہے۔ ایک کوآپریٹو سوسائٹی اس کے ممبروں کی اور صرف اس کے ممبروں کی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی بد نظمی، بد عنوانی اور اسی طرح کی دیگر شکایتوں کی وجہ سے حکومت کے لئے ایک خاص سوسائٹی کے معاملہ میں دخل دینا ضروری ہوتا ہے لیکن یہ بات ایسی نہیں جو بار بار دہرانا ہو۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کو عرصہ دراز سے معطل کر کے رکھنا نہیں چاہئے اور نہ ہی انہیں حکومت کے نذر کردہ انتظامیہ کے زیر انتظام رکھنا چاہئے۔ ان سوسائٹیوں کے لئے باضابطہ انتظامی بات ہونے چاہئیں اور اس امداد باہمی تحریک کے لئے جمہوریت کو بھر سے بحال کر دینا چاہئے۔ امداد باہمی میں جمہوریت کے کاڑ کے لئے جس اس تحریک کی پرزور تائید کرنی چاہئے۔

کثیر ریاستی انجمن امداد باہمی ایکٹ جسے حال ہی میں مرکزی حکومت نے نافذ کیا ہے، کوآپریٹو کے سلسلہ میں ریاستی حکومت کے اختیارات میں غیر ضروری مداخلت کرتا ہے۔ امداد باہمی اب بھی دستور ہند کی ضمانت کے تحت ایک ریاستی موضوع ہے اور مرکزی طرف سے خاص طور پر قومی مرکز کی سوسائٹیوں میں ریاستی سطح کی مداخلت کی بابت کسی

لئے کہ اس کی وجہ سے اعداد باہمی تردد و جاوید رکھا جائے بلکہ اس لئے بھی کہ مصفاغاتی قرض، جو ملک میں زرعی ترقی کے لئے ایک لازمی شرط ہے، کی مسلسل سہلائی کو برقرار رکھا جائے گا۔

قرض کی ادائیگی پر ہم سمجھ کو زور دینا چاہئے۔ اس کے ساتھ ساتھ میری ایک تجویز یہ بھی ہے کہ منسوبہ بندی کمیٹی، ریزرو بینک آف انڈیا اور زرعی اور مصفاغاتی ترقی کے لئے قومی بینک کے پرانے قرض باجوا بھی ملک واپس نہیں کئے گئے، اسے پیدا ہونے والے مسائل پر غائر غور و خوض کرے۔ اگر کسی سلسلہ میں خاص طور پر غریب کسانوں کے لئے مشکلات کو دور کرنے کے لئے چند ٹھوس اقدامات نہیں کئے جائیں گے، تو ایسے لوگوں کو مزید قرض نہیں فراہم کئے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں موجودہ اشتکات قطعی ناکافی ہیں۔

جو شکوہ تقریباً ہم فیصد ابتدائی زرعی قرض سوسائٹیاں خستہ حال بن چکی ہیں یا نقصان پر عمل رہی ہیں۔ یہی بات کمزور ضلع مرکزی امداد باہمی بنکوں کے سلسلے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ غیر کاشت مالیات سیکٹر جیسے آئی۔ آر۔ ڈی۔ پی پروگرام میں امداد باہمی آرمینا حقیقت بنکوں کا کارکردگی میں بہتری لانے کے سلسلے میں تمام ریاستوں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ فوری طور پر کھاپریٹو سوسائٹیز ایکٹ، قوانین اور ذیلی قوانین میں حسب ضروری ترمیمات لائیں۔

اب ہم زرعی بازار سیکٹر کی طرف زیادہ توجہ دیں گے۔ بہت سارے علاقوں میں کسانوں کو اپنی پیداوار کے لئے بڑی منفعیت دیتے ہیں ملتیں اور کسان اپنا قرض ادائیگوں نہیں کرتے اس کی یہ ایک وجہ بھی ہے۔ اس سال ہم نے یہ دیکھا کہ مشرقی علاقہ کی زیادہ تر ریاستوں میں پاٹ اگنے والوں کو مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ ان لوگوں کو مجبوراً اپنی پاٹ کو مرکزی حکومت کی معذور کردہ قیمت سے بھی کم قیمت پر فروخت کرنا پڑا۔ کوآپریٹو مارکیٹنگ سوسائٹیاں کافی پاٹ خرید رہیں کیونکہ ہندوستان کے پاٹ کارپوریشن اور ہندوستان کے ریزرو بینک سے انہیں حسب خواہ مال و رقم فراہم نہیں کی گئیں۔ پاٹ کی بازار میں فروخت، پاٹ کے لئے گودام گھروں کا تعمیر، مالی قرض کی فراہمی وغیرہ جیسی ضرورتوں کو پورا کرنا اس معذور کردہ قیمت کے نام پر مارکیٹنگ سوسائٹیاں پاٹ کسانوں کے لئے پاٹ سے اچھی رقم حاصل کرنے میں معذور کردار ادا کر سکیں۔ زرعی

چیزوں کی پروسیسنگ کے لئے فونڈنگ قائم کرنے کے سلسلے میں بھی مارکیٹنگ سوسائٹیوں کو جمل کرنی چاہئے۔

اس بات کی طرف بھی دھیان دینا بہت ضرور کا ہے کہ کسان زیادہ سے زیادہ کھاد استعمال کریں۔ آج کو آپریٹو سیکٹر میں کھاد تیار کرنے کے دو بڑے کارخانے ہیں۔ انڈین خادرس فریٹلائزرز کوآپریٹو لمیٹڈ اور کرشنک بھارتی کوآپریٹو لمیٹڈ۔ مشرق کی ریاستوں نے ان کو آپریٹو کے حصص خریدے اور انہیں اپنے اپنے پلانٹس سے خام اشیاء کی باقاعدہ سہلائی کا یقین دلایا لیکن آج ان باتوں پر عمل درآمد نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ میزبان ریاست کو روانہ ریش موسم میں پھوپھور سے کھاد کی سہلائی سے محروم رکھا گیا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان دونوں کو آپریٹو سوسائٹیوں کی کل پیداوار کو ای۔ سی۔ اے کے دائرہ عمل سے باہر رکھا جائے۔ مرکز کا وزیر زراعت ریاستی حکومتوں اور مذکورہ بالا دو کوآپریٹو سوسائٹیوں کے نمائندوں کو ایک ساتھ بیٹھ کر اس موضوع پر گفت و شنید کرنی چاہئے اور کھاد کی ریاست وار تقسیم کرنی چاہئے۔ ریاستوں کو بقید ضرورتوں کو دیگر ذرائع سے پورا کرنا ہوگا۔

جب روزمرہ کی ضرورت کی چیزوں کی قیمتیں تیزی سے بڑھتی جا رہی ہیں، تو ہم عوامی نظام تقسیم میں صارفین کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو مستحکم بنانے کے لئے اور بھی کوشش کرنی چاہئے۔ صارفین کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کو رعایتی شرح پر مالیاتی سہولتیں فراہم کرنے والے "ٹائڈ" کو آگے بڑھنا چاہئے۔ اس ملک کے مشرق اور شمال مشرقی علاقوں کی ریاستوں میں شدید ولد ٹرائب کی ایک کثیر آبادی ہے۔ گرجان علاقوں میں کوآپریٹو سوسائٹیاں، جن میں چند ریاستوں میں "لیمپس" قسم کی سوسائٹیاں بھی شامل ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے قبائلیوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہی ہیں، تاہم یہ جانتا نہایت معزور ہے کہ کیوں قبائلی لوگ کوآپریٹو میں شامل ہونے میں پس و پیش کرتے ہیں اور کیوں ان میں سے زیادہ تر سوسائٹیاں مالی برائیاؤں سے دوچار ہیں، کیونکہ یہ سوسائٹیاں غریب کسانوں کو قرض فراہم کرتی ہیں لیکن ایسے کسان قرض ادا نہیں کرتے یا ادا کرنے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ ایسی سوسائٹیوں کے ارباب عمل و نقد زیادہ تر غیر قبائلی ہیں، اس لئے ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ایک قبائلی کی مناسب سربراہی کو اتنا فوٹو حاصل نہیں

ہوا کہ وہ اس کی خدمات خود ذمہ داری سنبھالے۔

نوجوانوں کی بے روزگاری کا مسئلہ شدید بننا جا رہا ہے۔ اس لئے ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ نوجوانوں کی اس سلسلہ میں بہت افزائش کی جائے کہ وہ صنعتی اور سائنس طرہ کی دیگر آپریٹو سوسائٹیاں قائم کریں جن کی مدد سے وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ اس سلسلے میں بے روزگار نوجوانوں کی مدد کرنے کے پیش نظر انہیں تربیت کے لئے بہتر انتظامات، قرض کی دستیاب اور ایسی سوسائٹیوں کے رجسٹریشن کیلئے قوانین میں نرمی وغیرہ کی اشد ضرورت ہے۔ ہند اور بھارت صنعتی یونٹوں کے ورکرز کی اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنی کواپریٹیو سوسائٹیاں قائم کریں اور حکومتوں، بینکوں اور مالیاتی اداروں کی مدد سے ان یونٹوں کی اجارہ نو کریں۔ اپنی تمام کمپنیوں میں قومیانہ پر زور دینا چاہئے ایک کواپریٹیو سوسائٹی ایک کاروباری ادارہ ہوتی ہے اور جب تک ہم اس کی انتظامی صلاحیت میں بہتری نہیں لائیں گے اس وقت تک ہم پرائیویٹ اور پبلک سیکٹروں میں مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

کواپریٹیو مختلف حلقوں میں پھیل ہوا ہے جیسے زراعت، ماہی گیری، پودوں، ڈیری ترقیات، دیہی اور چھوٹے جہاز کی صنعت، شہری سپلائز وغیرہ۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ان سیکٹروں کے مابین خواہ سرکاری سطح پر ہوا یا غیر سرکاری سطح پر اچھا تال میل کی کمی ہے۔ امداد باہمی میں گوناگون ترقی کے لئے سببوں کو بہتر تال میل کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔

اکثر لوگ مختلف سطحوں پر کواپریٹیو سوسائٹیوں کے خلاف بد عزائی کی فضا بنیں سنتے ہیں۔ کبھی کبھی تو ایسی شکایتیں باطل ہیں اور من گھڑت ہوتی ہیں۔ امداد باہمی تحریک کو بدنام کرنے کے لئے چند مفاد پرست لوگ ہرزور کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں ان کے خلاف کھڑا ہونا چاہئے اور اس تحریک کے قدامت کو بند رکھنے کے لئے جو ہمارے لئے ممکن ہو سکے گا، ہمیں کرنا ہرگز۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ چند سوسائٹیوں میں بد عزائیاں رونما ہوتی ہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ان بد عزائیوں کو ہمیشہ کے لئے اکھاڑ پھینکیں اور اس تحریک کے دفاع کا تحفظ کریں۔

کواپریٹیو کے مفروضوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے این۔سی۔یو۔آئی اور ایس۔آئی۔کواپریٹیو یونٹوں کو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔ ہمیں اس سیکٹر پر جی

سے فطرت برقی گناہے زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ ہم سب کو طریقہ سے تمام لوگوں کے درمیان امداد باہمی کے شعرات کا پرچار کریں تاکہ وہ مناسب طریقہ سے اس میدان میں خدمات انجام دے سکیں۔

فائلال ہم لوگوں کو انکم ہم این۔سی۔یو۔آئی سے وابستہ ہیں مرکزی حکومت کے اس فیصلے سے تشریح لاحق ہو گئی ہے کہ این۔سی۔سی۔ٹی (قومی کاؤنسل برائے امداد باہمی تربیت) کو دی جانے والی تمام مالی امداد کو مدد دیا جائے اور یہ کاؤنسل این۔سی۔یو۔آئی کی طرف سے ملک میں امداد باہمی تربیت کا جوں کو چلانے کی ذمہ داریاں کو نبھانا ہے مرکزی حکومت نے تو اس کاؤنسل کو توجہ دینے کی سفارش کی تھی۔ ہم لوگ اس رویہ کے خلعت ہیں اور ہم نے مرکزی وزیر زراعت اور وزیر ریاست سے اس سلسلہ میں ملاقات اور بات چیت بھی کی تھی۔ وزیر ارشد ہیں یقین دلایا تھا کہ وہ اس مسئلہ پر ہمدردی کے ساتھ غور کریں گے۔ کواپریٹیو میں متعلقہ افراد کی تربیت بہت ہی ضروری ہے اور تربیت جاری رہنی چاہئے۔ اور این۔سی۔سی۔ٹی کو اس معاملہ میں رہبری اور تال میل رکھنے کے سلسلہ میں اپنی خدمات جاری رکھنی چاہئے۔

دیہی راستوں کی بہتری کیلئے قدم

ریاستی حکومت نے جنوبی ۲۴ پرگنہ میں واقع کمار کھالی اور کدار گھاٹ کے درمیانی راستوں کی بہتری کے لئے ۶۵.۹ لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے۔ جنوبی ۲۴ پرگنہ ضلع پریشد اس کام کو عملی شکل دے گا۔ کانگجیا روڈ کو فروغ دینے کے سلسلے میں نقل و حرکت کی سہولتوں کو بہتر بنانے کے لئے مزید ۵۵.۵ لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی گئی ہے۔ جنوبی ۲۴ پرگنہ ضلع پریشد اس کام کو رو بہ عمل لائے گا۔



دوسری قسط

برٹش حکومت کی یہ تنقید کہ اس نے دوا آزاد ملک ہندوستان اور پاکستان بنا کر ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، جب گورگھانوں اور ان کے انگ کردہ علاقوں کو چوراہے پر جھوڑ دیا گی، اس تحریک کے صلج نظر کی گوجر حال ہی میں اعلان کیا گی کہ گورگھانہ جانتا آتا کے فرما بیزار شہری ہیں مزید تعذیبی کرتی ہے۔ ہیں اس ایل کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے جو انہوں نے چوسر اور لیفلٹ کے ذریعہ کی۔ اس ایل میں گورگھانہ سپاہیوں سے ایل کی گئی کہ وہ اب دوسروں کے لئے نہ لڑیں۔ ہندوستانی فوج سے مل جائیں اور گورگھانہ لے جے وہ جبہ کرنے کے سلسلے میں استیفاء لائیں۔

جب ستمبر ۱۹۸۷ء میں راجپوت کا مذمتی نعرہ لگاتے ہیں یہ اعلان کیا کہ مغربی بنگال کو تقسیم نہیں کیا جائے گا تو جی این ایل ایف نے اپنے حامیوں کے ساتھ اس کی یوں تشریح کی کہ یہ تو آنے والے انتخاب کے پیش نظر ایک سیاسی بیان ہے اور یہ مرکزی حکومت کے حقیقی ارادوں کی عکاسی نہیں کرتا۔ اس نے مزید اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ گورکھا لینڈ کے قیام سے مراد مغربی بنگال کی تقسیم نہیں ہے۔ کیوں کہ دارجلنگ جی این ایل ایف کے مطابق، بنگال کا علاقہ نہ تھا۔ بہت سارے جلسے میں گھنٹنگ اور جی این ایل ایف کے دیگر سربراہوں نے اپنی تقریروں میں اس بات کا ذکر کیا کہ گورکھا لینڈ کا قیام کوئی قانونی دشواری پیدا نہیں کرے گا اور یہ کہ ان کے حامیوں کو اختلاف کرنا چاہئے کیوں کہ ان کے سربراہوں کو بات چیت کرنے کیلئے بہت ہی جلد وہیں آنے کے لئے مدعو کیا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی حکومت مغربی بنگال کی تنقید بھی تیزی سے کی جانے لگی۔ ایڈورڈ سٹوریز میں جسے جی این ایل ایف کے مطالعوہ فورم نے شائع کیا تھا "ادرا بھنگ کے پہلے ہی علاقوں میں مرکزی حکومت کی مداخلت کی

درخواست کی گئی۔ اس دستاویز میں یہ کہا گیا کہ دارحیلتگ پر دستورِ ہند کی دفعہ ۲۲۹ کا اطلاق کیا جائے اور وہ اس بات کو بار بار دہرانے لگے کہ جب تک مغربی بنگال کی ریاستی حکومت سسی پائی (ایم) کی سب سے زیادہ قیمت پر اس وقت تک ہندوستان کی ایک جیسی سام اور محفوظ نہیں رہے گی۔ مرکزی حکومت کو خوش کرنے کے لئے کمیونسٹ پارٹی کا ہوا کھرا کر دیا گیا۔ مرکزی حکومت کو یاد دلانی کو آئی گئی کہ جیسی سرحد سے قریب ایک بائیس میاز حکومت کا ہوا محفوظ نہیں ہے اور یہ نقطہ اس لئے پیش کیا گیا کہ ایک کمیونسٹ دشمنی گورکھی لینڈ سرحدی علاقوں کے کمیونسٹ اثرات سے پاک رکھنے میں معاون ثابت ہوگی۔

دارجلنگ میں نیپالی بولنے والے لوگوں کے درمیان اس قسم کے پروپیگنڈے کا مقصد یہ ہے کہ مرکزی حکومت کو ایک دوست کی طرح اور اس کے ساتھ ریاستی حکومت کو ایک دشمن کی طرح پیش کیا جائے۔

یہ پروپیگنڈہ اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ اب اس نے قزاق لگایوں کو قوم دشمن قرار دینا شروع کر دیا۔ اس پروپیگنڈے نے راجد رانا تھانگپور کو قوم دشمن قرار دیا۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ شاہ عروج صوف نے انگریزی بادشاہ کی تعریف میں 'جُنّ، جُنّ، جُنّ' گیت لکھا اور اس کے انعام کے طور پر انہیں نوپل برائز ملے۔ سمجھاں جنڈرپوس کو بھی قوم دشمن قرار دیا گیا کیوں کہ انہوں نے جاپان اور ہٹلر کے ساتھ مل کر برٹش فوج کے خلاف جنگ کی بستیہ جیت ر لئے گو بھی اسی خطاب سے نوازا گیا کیوں کہ اپنی فلموں میں انہوں نے ہندوستانی غربت کو پیش کیا ہے۔ اور اس طرح بیرونی ممالک میں انہوں نے ملک کی ایک بعدی تصویر پیش کی ہے۔ اس پروپیگنڈے میں شیاما پرشاد دیکھتی ایم۔ این۔ رائے، اموشیل جڑی (دارجلنگ میں کیونٹ تحریک کے ایک بانی)

اور سب قوتیں جوئی باسکو قوم دشمن بنیائیں گی۔ ان تمام افراد میں سے ہیرنی
ملکری پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ انہوں نے 'چین کا جیٹر' اپنا جیٹر بن لگا
نوعیہ یا تھا۔ آخر میں اس بات پر زور دیا گیا کہ گوکہ تو کبھی ہی قوم دشمن نہ تھے
اس پمفلٹ میں خطہ چین میں درج ہیں لیکن اس کا مقصد صاف ہے اور وہ یہ کہ
'ہنگالوں کے خلاف فزومارانہ نفرت پیدا کی جائے اور ہزاری ملاؤں میں
جدوجہد کو بنگالی اور گورکھا کے چین جدوجہد کے طور پر ظاہر کیا جائے۔

بعد میں جب حکومت مغربی بنگال نے دباؤ ڈالا تو مرکزی وزیر بونا
سنگھ نے مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ سے ملے بغیر گھیشنگ سے ملنے سے انکار
کر دیا۔ جی این ایل ایف نے اپنے حامیوں کے درمیان اس بات کی یوں تشریح
کی کہ یہ تو ایک سیاسی چال ہے اور انہیں یقین دلایا کہ بہت ہی جلد گھیشنگ
کو وہی بلایا جائے گا۔ درحقیقت گزشتہ نومبر میں تقریباً ایک مہینے تک گھیشنگ
کے ٹھکانے کا پتہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس مدت کے کچھ
عرصے تک گھیشنگ وہیں میں رہے اور وزیر اعظم اور وزیر داخلہ سے ملاقات
کرنے کی کوشش کی۔ باقی عرصہ شمال ہندوستان میں نیپال برسنے والے لوگوں
بات چیت کرنے میں لگا رہا۔

۱۵ دسمبر ۱۹۷۱ء کو گھیشنگ نے بونا سنگھ کو ایک خط لکھا جس میں
انہوں نے مرکزی وزیر داخلہ بونا سنگھ، وزیر اعظم راجیو گاندھی، ارجن سنگھ
اور اشوک سین کا شکریہ ادا کیا کہ ان لوگوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ
وہ ان کی فریق قوم دشمن نہیں ہے۔ اور ہندوستانی ہونے کے ناطے ہم ہندوستانی
دستور کے آرٹیکل ۳ کے اندر رہتے ہوئے اپنے مسائل کے حل کے متلاشی ہیں،
اس کے بعد اس خط میں مرکزی وزیر داخلہ بونا سنگھ سے ملاقات کرنے
کی خواہش کا اظہار کیا گیا۔ اس خط میں نیپالی بولنے والے ان ہندوستانیوں
کا ذکر کیا گیا جو ہند۔ نیپال معاہدہ ۱۹۵۰ء پر ۱۲ جولائی ۱۹۵۰ء کو دستخط ہونے
کے قبل ہندوستان میں آباد تھے۔ اس مختصر خط کے دو پیراگراف ہیں ریاستی
حکومت کے خلاف شکایتیں ہیں کہ اس نے اس تحریک کے خلاف سسی 'آر ای
اور بی ایس ایف جیسے۔ اس سمورندہ میں اس بات کا دعویٰ کیا گیا کہ جی این
ایف ایف اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے پرائس، جہوری اور دستوری طریقہ ہائے
کار پر یقین رکھتا ہے۔

اس خط کے جواب میں سی سی جی۔ سومر، سکریٹری شعبہ داخلہ اور
گھیشنگ کی سربراہی میں چار ممبروں پر مشتمل ایک وفد کے درمیان ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء

کو ایک نشست ہوئی۔ بونا سنگھ کے نام گھیشنگ کے خلاف ایک پمفلٹ
بنگال کے وزیر اعلیٰ کو بھیج دی گئی۔ اور یہ کہ اس وقت بنگال میں جب وزیر اعظم
میں سے روانہ ہو چکے تھے۔ اسی دوران گھیشنگ نے بدانت خود ایک پریس
بین ملدی کیا اور اپنے بیٹے ہونے پر جو میں گھیشنگ نے ان لوگوں کی

شکایتیں کو جلد از جلد رفع کرنے اور ان کے مطالبات پر مہمندی سے فور
کرنے کے لئے مرکزی وزیر داخلہ سے درخواست کی اور مرکزی وزیر داخلہ
سے اپیل کی کہ وہ ان کے مطالبات پر فوری غور کریں کہ ان گورکھاؤں کو جو آزادی
سے قبل اور ہند۔ نیپال معاہدہ ۱۹۵۰ء کے دستخط ہونے سے قبل ہندوستان
میں رہتے تھے تسلیم کر لیا جائے اور انہیں ہندوستانی قوم ہونے کا اعلان
کر دیا جائے۔ حسب قوتیں انہوں نے اس کے بعد مرکزی وزیر داخلہ سے اس
کی شکایت کی کہ مغربی بنگال میں سبلی آڈایم حکومت اور اس کے بٹو
دار جنگ اور دمار کے علاقوں میں گورکھاؤں سے گویا جنگ کر رہے ہیں۔
انہوں نے کہا کہ ریاستی حکومت سسی آڈایم اور بی ایف کو ان لوگوں کے
خلاف استعمال میں لارہی ہے۔ اس لئے انہوں نے مرکز سے تحفظ کی درخواست
کی۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ تمام باتیں صرف چار عبارتوں میں درج ہیں،
لیکن باغی عبارت میں ہندوستان کے اندر گورکھاؤں کے لئے ایک نئی ریاست
تعمیم کرنے پر زور دیا گیا اور پہلی بار معاشی مسائل کے سوال بھی اٹھائے
گئے۔ اس بیان میں یہ درج ہے کہ "ایک الگ ریاست" انہیں اس
قابل بنا دے کہ وہ اپنے علاقہ کی تیز تر معاشی ترقی کے اقدامات کو روک رہے
لائیں اور یہ کہ انہیں اس بات کا سرٹیفکیٹ دیا جائے کہ وہ سب
ہندوستانی ہیں۔ گھیشنگ نے یہ شکایت کی کہ اس علاقہ کی طرف سے غفلت
برتی جا رہی ہے اور منصوبہ بندی کے کمیشن کے اس علاقہ کی ترقی کے لئے
دئے گئے فنڈ کو ریاستی حکومت غفلت طریقے سے خرچ کر رہی ہے۔

بہر حال اس کے فوراً بعد ہی گھیشنگ نے اپنے مطالبات
میں سے معاشی مطالبہ کو واپس لے لیا اور وہ اسی نقطہ پر زور دینے لگے
کہ ان کی لڑائی زمین کے لئے ہے۔ گوجہ یہ بیان گھیشنگ نے جاری کیا تاہم
جی این ایل ایف کے اس کے جن سے جاری کردہ خطوط اور بیانات کے تحت
میں یہ بیان بہتر طور پر مرتب کئے گئے ہیں اور اس میں ایسے الفاظ استعمال
کئے گئے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس تنازع میں مرکزی حکومت شریک
نہیں ہے۔ اس بیان میں مرکزی حکومت کے درخواست اور ریاستی حکومت

کے ضعف و شکایت کا گھٹا ہے۔ یہاں تک کہ مرکز کے تختہ کی بھی درخواست کا گھٹا ہے۔ شروع شروع میں تو تحریک مرکز کے خلاف تھی کیوں کہ مرکزی حکومت یہ اس قریب کو پورا کر سکتا ہے۔ اگر پہلے کچھ شک و شبہ کی گنجائش تھی تو برہنہ کو ہی جاننا اسی درپورٹ سے شک و شبہ دھڑھکتا ہے جس سے جی این این ایف کے دونوں حکومتوں — مرکز کا اور ریاستی — کی بابت مشہور روایت عیاں ہو جاتے ہیں۔

وزیراعظم راجو گاندھی کے اس فیصلہ کو وہ ۲۰ دسمبر ۱۹۸۶ کو دارجلنگ کا دورہ کریں گے، جی این این ایف کے سربراہوں نے کافی سہرا اٹھایا اس نے یہ فیصلہ بھی کیا کہ سارے دارجلنگ شہر کو پولوں کے چراغوں سے سجایا جائے اور وزیراعظم جن مجلسوں میں تقریر کریں گے، ان میں یہ سب شامل ہوں گے۔ وزیراعظم کے لئے خوش آمدید عراب سجائے گئے۔ ان میں کانگریس کے سرکاری جھنڈوں کے ساتھ ساتھ جی این این ایف کے بھی سبز جھنڈے لہرائے گئے۔ ایک ہی آخری لمحے میں جی این این ایف کے سربراہوں نے ایک نعوسی وجہ پر ایسے جلسے میں شرکت نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور وجہ یہ بتائی گئی کہ ہو سکتا ہے کہ کبھی آئل لیمپ کچھ خراب کر دیجئے اور اس کی بدنامی جی این این ایف پر عائد کر دے۔ دارجلنگ میں مکانات کی دیواروں پر "وزیراعظم کو خوش آمدید" کے پوسٹر چسپاں تھے، گرجہ جلسہ میں بہت کم لوگوں نے شرکت کی اور سامعین میں ایک سو کے قریب پولیس والے عام لباس میں شامل تھے۔ گھیشنگ نے بعد میں اعلان کیا کہ اگر وہ وقت پر وہی تھے وہاں آسکتے تو وزیراعظم کے لئے مناسب استقبال کا انتظام کیا جاسکتا۔ اب تک یہ بات عیاں نہ ہو سکی تھی کہ کون سا وجود تھیں جن کے زیر اثر ان سربراہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وزیراعظم کے جلسے سے دور رہ جائے۔ ایک ممکن وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے نوجوانوں اور سرکش حامیوں پر راجو گاندھی کی تقریر کے ممکنہ اثر کے سلسلے میں وہ یقینی طور پر کچھ کہہ نہیں سکتے۔

بعد میں راجو گاندھی کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے اب گھیشنگ نے ایک دلیل پیش کی کہ وہ سب جال کے بادشاہ کو خط لکھنے میں حتی بخائب تھے۔ اس خط کا مقصد یہ تھا کہ انگ کے لئے علاقہ میں گورنر لینڈ کے ایک الگ ریاست کے قیام کے سلسلے میں بنیال کی حکومت کی ممکنہ مخالفت کو بے اثر کر دیا جائے۔ پھر انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ راجو گاندھی نے ہاتھ ملاتوں کی پس مندی کے سلسلے میں یہ کہا کہ اس تحریک کی ایک اہم وجہ

ان علاقوں کی پس مندی ہے۔ لیکن برخلاف اس کے جی این این ایف کی جدوجہد تو زمین اور عرف زمین کے لئے ہے اور اس کی جدوجہد کی کوئی معاشی و صنعت نہیں ہے۔ بہر حال راجو گاندھی کے اس اعلان کے خلاف کہ مغربی بنگال کو تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ اسی کوئی نیا ریاست تشکیل نہیں کی جائے گی کوئی شدید رد عمل کا اظہار نہیں ہوا۔ شاید یہ ہو سکتا ہے کہ میدان علاقوں میں ورلڈ حاصل کرنے کے لئے یہ ایک انتخابی سیاست ہے۔ وزیراعظم کا یہ بیان کہ ۱۹۵۷ء کے بعد سب جال سے ہندوستان میں داخل ہونے والوں کے معاملہ پر شہریت کے لئے غور نہیں کیا جائے گا۔ یہ اس نفع پر اس سے قبل جی این این ایف کے مطالبہ کی مددائے بازگشت ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ اب جی این این ایف نے ۲۵ جنوری ۱۹۸۷ء سے بنگالیوں کے خلاف ہم چلانے کا اعلان کیا اور جی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ دونوں حکومتوں کی بابت جی این این ایف کے رویہ میں نمایاں فرق ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جی این این ایف مرکزی حکومت کو ایک الگ ریاست کے لئے اپنے مطالبہ کے سلسلے میں دوست اور ہمدرد سمجھتا ہے اگرچہ مرکز کا نقطہ نظر کچھ اور ہے۔ جبکہ ریاستی حکومت کو وہ ایک دشمن سمجھتا ہے، کیوں کہ ریاستی حکومت گورنر لینڈ کے خلاف ہے۔ جی این این ایف بہت زیادہ پُر امید ہے کہ ۱۹۸۷ء کے ختم ہونے سے قبل مرکزی حکومت گورنر لینڈ کے قیام کے لئے ایک معاہدہ پر دستخط کر دے گی۔

مرکزی حکومت کے سلسلے میں درستانہ رویہ کے ساتھ ساتھ کسی پی آئی ایم اور دیگر بائیں پارٹیوں کے خلاف جارحانہ پالیسی کو اپنایا جاتا ہے اور بائیں پارٹیوں کے کارکنان پر قاتلانہ حملے کئے جاتے ہیں۔ ان کے گھروں کو جلا دیا جاتا ہے۔ ان کی جائیداد کو برباد کر دیا جاتا ہے اور ان کے بہت سارے افراد کا اغوا کر لیا جاتا ہے۔ جس وقت ستمبر دسویں جاری کی گئی تھی اس وقت جی این این ایف نے حملہ کر کے کسی آئی ٹی یو کے چار عربوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ ان لوگوں کے حملے کے اہم نشانات چائے باغات میں جہاں مزدوروں کی جمہوری ٹریڈ یونین کی تحریک کی عرصہ راز کی روایت ہے، جہاں ۱۱ ستمبر کو چائے باغات کے مزدوروں کی کامیاب ہڑتال نے جی این این ایف کے ارباب مل و عقد کو کچھ حد تک کشمورچ میں معیشت کو دیا تھا۔ وہاں کلکتہ میں گولڈن ستمبر میں وزیراعظم کے اس بیان نے کہ جی این این ایف قوم دشمن نہیں

ہے 'جی این ایل ایف کے حوصلہ کو بلند کر دیا۔ پہاڑی علاقوں میں جی این ایل ایف کے حامیوں کو اس علاقے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی اور انہوں نے خوشی میں ہم پناہ جھوٹے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اور یہ کوئی اتفاقی نہ تھا کہ چائے باغات کا بستھوں کے علاقوں پر فوری حملے شروع کر دئے گئے کیونکہ پہاڑی کے مزدوروں کی اکثریت گورکھا لینڈ کی مخالف ہے۔ صرف ایک ماہ میں ۵۰ سے زیادہ گھروں کو جلا کر رکھ دیا گیا۔ یہ ترسروحات تھی۔ آگ سے جلا ڈالنے کی یہ ہم فوراً دیگر علاقوں میں پھیل گئی اور بہت سارے لوگ دیکھ کر جی این ایل ایف کے حامیوں نے ان کے گھروں سے نکال کر انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اب تک سہ آئی ٹی اور ڈھاکا آئی ایف آئی اور سہ آئی آئی (ایم) کے ۲۸ ممبران جاں بحق تسلیم ہوئے اور چار مزار سے زیادہ ممبر بے گھر ہو گئے۔ ان میں سے دو مزار بے گھر مزدور امداد کمیوں میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ ۳۰۰۰ اور اس سے زیادہ لوگوں کی گودھوں کے ذریعہ چائے باغات کے علاقے میں بار بار حملے کئے جا رہے ہیں۔ ہنگامہ کرنے والے راستے میں روڑا ڈال دیتے ہیں تاکہ باغات میں راشن اور دیگر ضروری چیزیں پہنچ نہ سکیں۔ یہ لوگ زخموں کو اسپتال میں لے جانے نہیں دیتے اور اسپتالوں میں دھڑا دیتے ہیں تاکہ ان کے سیاسی مخالفین کو علاج کی سہولتیں فراہم نہ ہوں یا انہیں دوسرے اسپتالوں میں منتقل کر دیا جائے۔ سہ آئی آئی (ایم) کا رکنہ گان کے خلاف مائیکائٹ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ان کے دفتر کو روٹ لیا جاتا ہے اور جلا ڈال جاتا ہے۔ دارجلنگ میں سہ آئی آئی (ایم) کے دفاتر کو گھیراؤ میں رکھا گیا ہے۔ سہ آئی آئی (ایم) ضلع کیمپ کے سکریٹری اور ایم پی آئنڈ بانک پر بھی حملے کئے گئے۔ ان کے گھر کو جلا ڈال گیا اور دارجلنگ میں سہ آئی آئی (ایم) کے دفتر کو ڈاکٹا مائٹ سے اڑا دیا گیا۔ بہت سارے سیاسی مخالفین کا اغوا کیا گیا، ان کا قاتلانہ خون کی گلی اور ان کی نعشوں کو بستوں میں بھر کر ادھار دیں ڈال دیا گیا۔ جی این ایل ایف کی بات جن لوگوں نے مان لی ان کو چھوڑ دیا گیا۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کروہ جی این ایل ایف کے کتنے حامی ہیں ان کی جانچ کی جاتی ہے اور انہیں بائیس محاذ کے حامیوں کے گھروں پر حملہ کرنے کے لئے رسی کی سٹے کو کہا جاتا ہے۔ اس طرح سے کوششیں کی جا رہی ہیں کہ پہاڑی علاقوں میں ان کے مخالفین کو بھل دیا جائے۔ یہاں تو کانگریس ناکامی اور گورکھا تنظیمیں معدوم ہو چکی ہیں۔

۱۰ اگست ۱۹۸۵ء کو جی این ایل ایف کے ۵۰ حامیوں نے ننگی

کھکھری (خیر) کھلے دار جنگ شہر میں ایک چوبیس سالہ اور بھائی مندر میں حملت اٹھانے کا رسم بھی ادا کیا۔ اس دن کے بعد سے ان لوگوں کے لئے جو اس تحریک کی رفتار سے واقف ہیں، اس تحریک کا مشدد بن جانا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔ جی این ایل ایف کے حامیوں نے ایک وچان فیز صورت حال پیدا کر دی۔ جب ان لوگوں نے اپریل اور ستمبر ۱۹۸۶ء میں کھکھری اور دارجلنگ میں منفرد مام جلسوں میں جہاں گھیشنگ نے تقریریں کیں، کھکھریوں کو لہراتے ہوئے شرکت کی۔ اپنی تقریروں میں گھیشنگ نے نیستاندی کے بانی کو لہ بنا دینے کا بار بار ذکر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس واقعہ کا بھی بار بار ذکر کیا کہ ۱۳ صدی عیسوی میں نیپال کے سپاہیوں نے گھنٹہ کے راجہ کو شکست دینے کے بعد اس نیستاندی کے بانی میں اپنے خون آلود کھکھریوں کو صاف کیا تھا۔ مبارکبادی کے کارڈس کو جی این ایل ایف نے ملے ہیں زخمت کے لئے پیش کیا ہے، اس کا مقصد خند اٹھانا تھا۔ اس کا رد میں جی این ایل ایف نے ایک تصویر ہے جس میں جی این ایل ایف کے ایک نوجوان کھکھری مٹھیس لئے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ خون آلود شنگی کھکھری اس کے حامیوں اور مخالفین کے لئے اس تحریک کا قلم بن چکی ہے۔ یہ بات درج ریکارڈ ہے کہ گھیشنگ نے یہ کہا کہ حکومت ہند مرث طاقت کی زبان کو سمجھتی ہے اور یہ کہ اس کے کھانڈ کے تحت ۳۰۰۰ ساتھی سپاہی ہیں جنہیں جنگ کا تجربہ ہے اور وہ اس خطہ زمین سے اچھی طرح واقف ہیں۔ انہوں نے بار بار یہ دھمکی دی کہ اگر ان کے مطالبات پورے نہیں کئے گئے تو وہ ان سابق فوجیوں کو میدان لڑ میں جھڑپیں لگے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جی این ایل ایف کے چند نوجوان اور جنگجو ممبران مارنے اور مرنے پر تھے ہوئے ہیں اور اگر گورکھا لینڈ ۱۹۸۶ء تک وجود میں نہ آیا تو یہ تحریک ایک شدید فوج اختیار کر سکتی ہے۔ انہوں نے اس بات کی بھی دھمکی دی کہ اگر حکومت حکام کو پہاڑی علاقوں سے نکال باہر کیا جائے گا اور وہ خود جی این ایل ایف ممبروں کی مدد سے انتقامیہ کی ذمہ داریوں کو سنبھال میں لگے۔ ہم لوگوں نے سترہ دستاویزیں یہ باتیں درج کی تھیں کہ کس طرح جی این ایل ایف کے سرگرم کارکنوں نے جولائی ۱۹۸۶ء میں کھکھریوں میں کھکھریوں سے پولس پارٹی پر حملے کئے تھے۔ پولس کے ایک ڈی۔ آئی۔ جی کو جھرا گھونپ دیا گیا۔ ایک سما آری کانسٹیبل کو جان سے مار ڈال گیا اور ایک کانسٹیبل کے دونوں ہاتھوں کو کاٹ ڈالا گیا۔ ایک جسے کانسٹیبل کی گردن میں کھکھری گھونپ دی گئی۔ ان باتوں کے پیش نظر (باقی صفحہ پر)

مجاہد قلم خواجہ احمد عباس

بے باک مضامین دیکھ کر چند اخباروں نے انہیں کٹر متعصب اور بنیاد پرست ایک لکھ ڈالا لیکن وہ اپنی راہ پر قائم رہے۔ وہ نہ اعتراض کو سننے والوں کی پروا کرتے تھے اور نہ ان کا جواب دیتے تھے۔ انکی عینک انکی اپنی عینک تھی۔ اس عینک کے شیشوں میں کبھی کسی شخصیت یا تحریک کا رنگ نہیں ابھرنے پایا۔ وہ اپنے اصولوں کو ایمان کا درجہ دیتے ہوئے ان پر سختی سے قائم رہے۔ وہ اقبال کے اس شعری مجسم تصویر تھے۔

ہو علقہ یاران تو بر شیم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو نولاد ہے مومن!

خواجہ احمد عباس سے میری پہلی ملاقات ۱۹۳۶ء میں لکھنؤ میں منعقد شدہ کل ہند انجمن ترقی پسند معنفین کی تشکیلی کانفرنس میں ہوئی اور آخری بار ۱۹۶۱ء میں ناگ پور میں چوٹی جب ادارہ خیال کا سٹی نے بہت بڑے پیمانے پر اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لئے ایک کل ہند کانفرنس منعقد کی۔ یہ کانفرنس تین دن تک جاری رہی۔ اس میں کھلا اجلاس بھی ہوا، تین نشستوں کا سیمینار بھی ہوا، شام افانہ بھی ہوئی، اور رات بھر کا مشاعرہ بھی ہوا جس کی صدارت نشور دامدی مرحوم نے کی۔ کلکتے کے شریک ہونے والوں میں سے تھے ابراہیم ہوش اور راقم الحروف۔ کھلے اجلاس کی صدارت کرشن چندر نے کی تھی۔ سیمینار کی پہلی نشست کے صدر تھے خواجہ احمد عباس، دوسری کے جناب کلام حیدری اور تیسری نشست کی صدارت مجھے عطا کی گئی تھی سیمینار کی پہلی نشست میں حضرت مسعود حسن رضوی اچھے لکھنوی مرحوم کی تقریر جو لکھنؤ میں حاجی ڈرائے سے متعلق تھی وہ دانشی دروں کو آج تک یاد ہے۔ شام افانہ کی صدارت پاکستان سے تشریف لائے ہوئے شہر افانہ نگار حضرت غلام عباس مرحوم نے

اس بیٹے کی پہلی تاریخ کو خواجہ احمد عباس نے اپنی زندگی کا آخری منو کھ ڈالا جس کے بعد ان کے قلم حیات کی روشنی ہمیشہ کے لئے خشک ہو گئی۔ خواجہ احمد عباس عمر میں مجھ سے چھ ماہ بڑے تھے۔ وہ ۷ جون ۱۹۱۲ء کو کافی پت کے ایک بہت ہی تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ادب تو ان کی گتھی میں تھا کیوں کہ وہ اردو کے مشہور شاعر، سوانح نگار اور نعت و ادب حضرت مولانا الطاف حسین حالی کے نواسے تھے۔

ان کی ابتدائی تعلیم کافی پت میں ہوئی جس کے بعد وہ علی گڑھ یونیورسٹی میں داخل ہو گئے۔ کالج کے زمانہ میں انہوں نے "علی گڑھ ادبی نین" نامی انگریزی رسالے کا اجراء کیا جس کے وہ خدائیں بڑھتے رہے۔ یہ رسالہ دو سال تک جاری رہا۔ انیس سال کی عمر میں خواجہ احمد نے گریجویٹ کی ڈگری حاصل کی اور اس کے بعد قانون میں ایل ایل بی کیا۔ اسی دوران وہ عبداللہ بریلوی کے اخبار "بھٹی گرائیڈل" میں مضامین بھی لکھتے رہے۔ یہ اخبار آزادی پسند اور خلافت حکومت وقت تھا۔ قانون کی ڈگری حاصل کر لینے کے بعد وہ بھٹی چلے گئے اور راقم مدہ "بھٹی گرائیڈل" کے اسٹاف میں شامل ہو گئے۔ عبداللہ بریلوی کے زیر تربیت انہوں نے وہ صحافتی شعور حاصل کیا جس نے انہیں بین الاقوامی شہرت عطا کر دی۔

ان کی زندگی کتنی جہتوں میں بٹی ہوئی تھی اس کا صحیح اندازہ ان کے قریبی دوستوں کو بھی نہ ہو سکا۔ اردو، انگریزی، ہندی زبانوں کے صحافی، ڈرامہ نویس، ناول دان، نثر نگار، ناقد ادب و سیاست، فلم ساز و ہدایت کار، فصیح البیان مقرر، محفل میں خوش گفتار، اصول کی بات آپڑے تو برس برس پکڑا۔ یہ تھے خواجہ احمد عباس! دانشوروں نے انہیں کہیں شوخ طبع، کہیں جذباتی، کہیں ہنس مٹھرا، کہیں خواب پسند کے انقباط عطا کئے۔ ۱۹۶۱ء میں جب جلی پور اور ساگر میں بھیاںک اقلیت کش فسادات برپا ہوئے تو ان کے

فریق تھا۔ اس نشست میں کرشن چندر نے اپنا تازہ نگاہ افشاں "توکی" پیش کیا جو ان کے شاہکار افسانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ خیث احمد گدی نے اپنا افشاں "بابا لوگ" سنایا اور خواجہ احمد عباس نے اپنی ناولٹ "پاؤں میں جوتوں کے کچھوہ" سے سنا کر اسے جو اسی دن لکھے گئے تھے۔ اس کا انفرنسی کے دولن میں ایک شام کے چائے پر ایک نوجوان نے ان سے وہی روایتی اور پشایا سوال کر ڈالا یعنی:

"ہندوستان میں اردو کے مستقبل کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے؟"
 "اگر آپ زندہ ہیں تو اردو کے مستقبل کی فکر کیوں؟ وہ بھی زندہ رہے گی۔ زندہ رہنے کا کوشش کیجئے" خواجہ صاحب نے جواب دیا۔
 مجھے ناشتے پر خیث احمد گدی اور کرشن چندر ربغ دراحت تر کے فلسفے پر گفتگو کر رہے تھے اور توں کا رہے تھے۔ خواجہ احمد عباس صوف سن رہے تھے اچانک بولے:

"دنیا میں نہ رہنے ہے نہ راحت، نہ مسرت ہے نہ غم۔ عرف ایک حالت کا دوسری حالت سے موازنہ ہے۔ اس کے مواضع نہیں۔" بحث ختم ہو گئی۔

کرشن چندر خواجہ احمد عباس کے ناولٹ "پاؤں میں جوتوں" کا دیباچہ لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عباس افسانہ نگاروں کے افسانہ نگار ہیں۔ وہ اپنی تحریروں میں ماضی اور حال سے آگے جا کر مستقبل کے بارے میں زیادہ سوچتے ہیں۔ ان کا ادب صنعتی انقلاب کے فروغ کا ادب ہے۔ جو ان اس انقلاب کو تقریب حاصل ہوگی عباس کی تحریروں کی تابانی بڑھتی جائے گی اور اگر کبھی مخالف انقلاب آیا اور نظامیت کے اندھیرے نے ہمیں گھیرا تو عباس کی تحریروں سے پہلے جلائی جائیں گی۔"

آگے چل کر اسی دیباچے میں کرشن چندر لکھتے ہیں:

"میں جب لپٹا، عصمت چغتائی اور مغلوں کے افسانے پڑھتا ہوں تو اب معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ ایک نہایت خوبصورت رتھ پر بیٹھ چلے جا رہے ہیں اور عباس ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہے۔"

خواجہ احمد عباس نے اردو، انگریزی اور ہندی زبانوں میں کوئی ستر کے قریب کتابیں لکھ ڈالیں جو ان کے ڈراموں، افسانوں اور تنقیدی مضامین پر مشتمل ہیں (۱) ایک لڑکی (۲) چار دل چار راہیں (۳) شیشہ

کا دیباچہ (۴) زمخواری کے پھول (۵) دیا جلتے ساری رات (۶) پاؤں میں جوتوں اور (۷) انقلاب "وہ ناول جنہوں نے انہیں بین الاقوامی شہرت سے نوازا" میں نے پڑھی ہیں "موضوعات سے قطع نظر تعداد تعریف کے لحاظ سے انہیں ہندوستان کا انگریز ڈراما FLEXANDAR SUMA کہہ دیا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا۔"

علمی دنیا سے خواجہ احمد عباس کا تعلق ۱۹۴۱ء سے شروع ہوا جب ان کی انعام یافتہ کہانی "نیا سنار" کے روپ میں پردہ سے پسپا ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے پیچھے ہٹ کر نہیں دیکھا۔ انڈین پیپلس ٹھیٹر ایسوسی ایشن (IPTA) کی بنیاد رکھنے میں انہوں نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ اس ایسوسی ایشن کی فلم، جن کے ہدایت کار خواجہ احمد عباس تھے "دھرتی کے نعل" کے نام سے سامنے آئی۔ وہ ایک جھوٹا سا وطن بن گئی۔ فلم پروڈیسی کے بعد ۱۹۶۴ء میں ان کی فلم "شہر اور سہنا" کو ہندوستان کا بہترین فلم مانا گیا اور مدارتی اعزاز سے نوازا گیا۔ ۱۹۶۵ء میں "ہمارا گھر بڑھ سکیں پر آیا جسے روس، امریکہ اور زنگو سلاویکیہ کے انقلاب سے نوازا گیا۔ یہیں دنیا کے فلم میں ایک خاموش انقلاب نے جنم لیا اور وہ فلمیں سامنے آئیں جو بمبیا دھوم دھمکتے، اچھل کود امار پیٹ، ننگے ناچ اور بے سہمے گاؤں سے باہر اگل رہیں اور جنہیں آج آرٹ فلم کا اعزاز دیا گیا ہے۔ یہ خواجہ احمد عباس کی دینی ہے۔

ہاں خواجہ احمد عباس نے اپنی حیات کا آخری صفحہ لکھ ڈالا۔ ان کے قلم کی روشنائی ہمیشہ کے لئے خشک ہو گئی لیکن وہ کتابیں ہمیشہ زندہ رہیں گی جن میں خواجہ احمد عباس کا دل دھڑک رہا ہے اور ان میں خواجہ احمد عباس ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ہرگز نہ میر و آن کر دیش زندہ شد بہ عشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما!

(حافظ)

ضبط کی ہوتی ہے اک حد ضبط کرتے تاکے
 ہم بھی عاجز ہو کے مصروفِ فغاں ہونے لگے
 وحشتِ کلکتوی

سوگیا خود ہی وہ اوروں کو جگانے والا

مصطفیٰ اکبر

موت کے خوشامخ لہجے اس بے باک آواز کو ابدی نیند

سلا یا جو ہمیشہ دماندہ و خوابیدہ روجوں کو جگاتی رہی اور متحرک کرتی رہی۔

ہمارے اس عہد کو ابھی اس آواز کی سخت ضرورت تھی۔ خواجہ احمد عباس کی موت یقیناً ہمارے لئے ایک سانحہ ہے، ایک ناقابل تلافی زیاں۔

خواجہ احمد عباس ایک نمائندہ افانہ نگار و ناول نویس ایک کامیاب فلم ساز و کہانی کار اور ایک تجربہ کار صحافی تھے جن کی انگلیاں ہمیشہ وقت کی نیمن پر رہیں۔

خواجہ احمد عباس پر کچھ دنوں پہلے نابالغ کا شدید حملہ ہوا تھا اور وہ اسپتال میں زیر علاج تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی حالت سدھرنے لگی تھی کہ ایک ۳۱ مئی اتوار کی آدھی رات کو ان پر دل کا دورہ پڑا۔ ان کو فوراً زنگ ہوم لے جایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکے۔ تقریباً سواتین بجے ان کی موت واقع ہوئی۔ موت کی وقت ان کی عمر ۷۷ سال تھی۔

خواجہ احمد عباس ۷ جون ۱۹۱۲ء کو بانی پت میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بانی پت میں حاصل کی۔ علی گڑھ یونیورسٹی سے بی۔ اے اور پھر این بی کیس۔ ان کی ادبی زندگی کا آغاز کالج کے زمانے میں صحافت سے ہوا جب قومی تحریک آزادی کی شہاب پرعلی اور وہ اور ان کے ساتھیوں نے "علی گڑھ اوپینین" (Aligarh Open) شائع کرنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے پہلا افانہ "ابابیل" کے عنوان سے ۱۹۳۶ء میں لکھی جو جامعہ میں شائع ہو کر مقبول عام ہوا پھر بہت سی جگہ اس کا ترجمہ شائع ہوا۔

خواجہ احمد عباس کو اصناف ادب میں بالخصوص شاعری سے کافی شغف تھا مگر انہوں نے "اپنے آپ کا اخبار کرنے کے لئے" "افانے کو ہی چنا۔ وہ زندگی کے ہر میدان میں مقصدیت اور افادیت

کے قائل رہے۔

۱۹۳۶ء میں جب انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام عمل میں آیا وہ اس کے سرگرم رکن بن گئے۔ اسی سال سے انہوں نے افانہ نگاری شروع کی۔ اپنی افانہ نگاری پر واقعات کے اثرات کے سلسلے میں نریش کارشآر کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے انہوں نے کہا تھا۔

"جب میں سات آٹھ برس کا تھا تو ایک بار پبلنگ کے طور پر ایک گاؤں میں گیا تھا وہاں جو حالات دیکھے ان سے میں بہت زیادہ متاثر ہوا۔ بعد میں پریم چند کے افانوں کے مطالعہ نے اس تاثر کو اور زیادہ گہرا کر دیا اور مجھے عوام کی زندگی اور ان کے مسائل سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور میں نے قطعی طور پر طے کر لیا کہ جب تک عوام کی زندگی بہتر نہیں ہوگی ہم چین کی زندگی بسر نہیں کر سکیں گے۔ اسی فیصلے کا اثر ہے کہ میرے افانوں میں روایتیت کم اور حقیقت کا عنصر زیادہ ہوتا ہے" خواجہ احمد عباس کے افانہ اور ناول میں موضوعات کا

توزیع ملتا ہے۔ ان میں عہدِ حاضر کی سیاسی اور سماجی زندگی کی عکاسی ملتی ہے۔ خارجی مظاہرے کے ساتھ انسانی زندگی کی داخلی کیفیات کا بھی بڑا اظہار ملتا ہے۔ ان کی طبیعت کچھ زیادہ ہی تجربہ پسند تھی اسلئے افانہ کے میدان میں بھی انہوں نے کئی ایک تجربے کئے۔ "مون تار" اور "روپے آنے، پانی" ان کے ایسے ہی تجربے کی نشاندہی کرتے ہیں۔

"لبابیل"، "تین عورتیں"، "رادھا"، "اجنتا"، "اختیار"، "آسمانی تلوار"، "آمار چڑھاؤ"، "زندگی"، "سردار جی" اور ایک پائیلی چاول ان کے قابل قدر افانے ہیں۔ "سردار جی" کے پس منظر تقسیم وطن کے بعد پیدا ہونے والے فسادات ہیں اور ایک پائیلی چاول کا پس منظر غریب بنگال ہے۔ "ایک لڑکی"، "میں کون ہوں؟"، "زعفران کے پھول"، "پاکوں"

یہ بھول اور چھپوں اور گلاب کے ناموں سے ان کے مجموعے شائع ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں۔

خواجہ احمد عباس کی صحافتی زندگی کا آغاز بمبئی کرائسٹین سے ہوا۔ بعد میں انہوں نے آزاد صحافتی کا حیثیت سے کام کرنا شروع کر دیا۔ "بلتر" ہفتہ وار میں "آزاد قلم" کے عنوان سے سیاسی حالات ماحضہ بران کے مستقل صفائیں شائع ہوتے رہے۔ ایک صحافتی کی حیثیت سے انہوں نے فرو شریف سے ایک معرکہ آرا سستی خیر انڈیا لیا تھا جو بعد میں فرو شریف کی چاہنا ہے کے عنوان سے مشورہ بل ڈپو امی کی گرائی میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔

خواجہ احمد عباس کا تعلق قلمی دنیا سے سن ۱۹۲۱ء میں قائم ہوا۔ انہوں نے قلم کے لئے پہلی بار ایک کہانی "نیاسنار" کے نام سے لکھی جسے بمبئی ٹائمز نے پروڈیوس کیا۔ یہ کہانی ایک آزاد پسند اور بیباک جرنلسٹ سے متعلق تھی۔ پھر انہوں نے دی شانتارام کے لئے ڈاکٹر گوئس کی امر کہانی لکھی۔ راج کپور کی متعدد فلموں بشمول "آوارہ" "شری ۴۲۰" "ابی" اور "خانا" کے لئے کہانیاں لکھیں جنہیں خاص مقبولیت حاصل ہوئی۔

۱۹۴۲-۴۵ء میں پیپلز ٹریبونل کی طرف سے "دعوتی کے لال" میں پہلی بار دائر کر کے فراتس انجام دئے۔ انہوں نے راہی انہوں اور ہندو روس کے تعاون سے تیار ہونے والی فلموں "پروسی" اور "چار دل چار راہیں" کی ہدایت کے فراتس بھی انجام دئے۔ انہوں نے تقریباً ۲۵ فلمیں بنائیں جن میں شہسوار سپنا، دو بوند پانی، شکلائیٹ اور سات ہندوستانی کو صدر کی طرف سے ملالی قلمی شے۔ انہوں نے بچوں کے لئے ایک فلم "چار اکر" بھی بنائی۔ انہوں نے اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں تقریباً ۵۰ کتا میں تصنیف و تالیف کیں۔

انہوں نے ادب، صحافت اور قلم کے تین دھاروں کو ایک سنگم میں لانے کی شعوری کوشش کی تھی۔ ایک طرف ان کی صحافت اور قلم میں ادب کا گہرا چھاپ دکھائی دیتا ہے تو دوسری جانب ان کے ادب میں صحافت اور قلمی آرٹ کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں اور انہیں اس بات پر فخر بھی تھا کہ دراصل وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ انہیں صحافت دو بچے درجے تک پہنچ کر ادب بن جاتی ہے اور بڑا ادب صحافت محض بن

کر رہ جاتا ہے۔

ان کی نظر میں منصب ادب کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی سماجی اور ذاتی زندگی میں ہم آہنگی پیدا ہو اور یہ کسی وقت ممکن ہے جب ہم انسانی نفسیات اور سماج کے اصول و دون کو سمجھ سکیں۔

خواجہ احمد عباس ایک مستقل مزاج ترقی پسند تھے۔ فن اور آرٹ کے معاملے میں مقصدیت اور افادیت کے وہ سخت خالق تھے۔ مرتے دم تک انہوں نے اپنے اصول کی پاسداری کی ۰۰۰

بقیہ: حجت۔ ایف۔ ایف۔ ایف۔

پولس کے سامنے کھڑا دوسرا راستہ نہ تھا اور اس نے مجبوراً فائرنگ کا سہارا لیا۔ اس کے بعد جی ایف ایف اور سی آر پی کے افراد پر اور انشاپور کے سینئر حکام پر جی ایف ایف ایف کے حملوں کے بہت سے واقعات رونما ہوئے۔

اس تحریک کی مختصر تاریخ یہ دکھاتی ہے کہ یہ تحریک اختلاف اور دیگر سیاسی نظریے اور علاقوں کو برداشت نہیں کرتی اور یہ پہاڑی علاقوں میں اپنی حکومت قائم کرنے پر مصر ہے اور متعدد کی صعوبتوں کے لئے ان لوگوں نے ڈرامے، دھمکے، اغوا کرنے، وسیع پیمانہ پر آتش زنی، جائیداد کی تباہی اور اپنے سیاسی مخالفین کو قتل کرنے میں کوشش کو اپنایا۔ اب تک اپنے اس کام کا جی پی پراسن جمہوری اور دستوری طریقہ کار کا رقی بھر بھی احترام نہیں کیا۔ اسکا ان کردہ بمقابلہ دشمن تحریک کے دوران اس نے یہ ہدایت جاری کی کہ ہر گھراؤ و فرد اور کارخانہ کی چھت پر جی ایف ایف کے سب پرچم لہرائے جائیں اور جو ایسا نہیں کریں گے انہیں متنبہ کیا گیا کہ انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اس نے اس بات کو دہرایا کہ پہاڑی علاقوں میں کسی دوسری سیاسی پارٹی کو کام کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ اسے پہاڑی علاقوں کے لوگوں کی طرف سے اعلیٰ حکام کے پاس مطالبہ پیش کرنے کی اجازت ہوگی۔ (باقی آئندہ)

یہ رفیق واقعی شرابی ہی مگر اے دوست !
دلوں کے ساز پہ رفیق شراب غنیمت ہے
قریب آؤ ذرا اور بھی قریب آؤ
کہ روج کا سفر غنیمت غنیمت ہے

مخدوم حاجی الدین



مجاہد قاسم خواجہ احمد عباس

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor : Dharendra Dutta, Associate Editor Md. Azam, Asstt. Editor : Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T. Printers, 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 048.

MAHREDI BANQAL

15 JUNE 1987

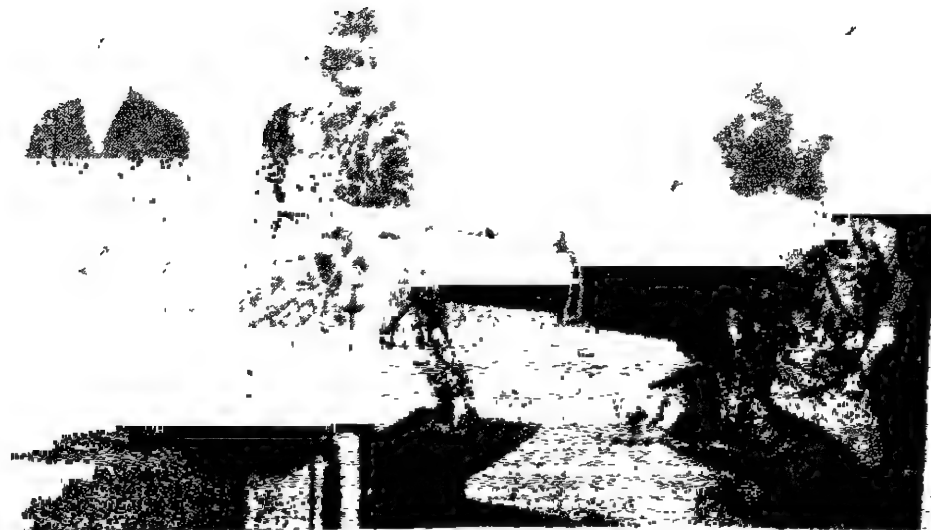
Postal Regd. No. WB/CC-53

Vol-34 No-12

PRICE 12 Paise



مشہور آرٹسٹ جابین رائے کو خراج عقیدت — ان کی مدرسہ السالگرہ کے موقع پر



منشی بی بی گال



منقری بنگال

مدیر اعلیٰ : پر تین بھٹا چاریہ
مدیر : دھرم پندرنا سہ دت
نائب مدیر : محمد اعظم
مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

شوق خودیاری

سالانہ : تین روپے * اس شمارے کی قیمت ۱۲ پیسے
درسیل ذرا کا پتہ :
بزنس منیجر !
شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور و حکومت منقری بنگال
۲۳- آرائین، منقری روڈ - کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

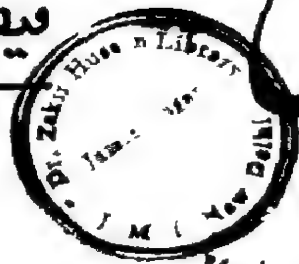
جلد نمبر ۳۲ * یکم جولائی ۱۹۸۷ء * شمارہ نمبر ۱۳



وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو، ۱۵ جون ۱۹۸۷ء کو، راجیو جین، کلکتہ میں مرکزی وزیر داخلہ شری پراساد سنگھ سے دارجلنگ
کی محنت و مال کی بابت بات چیت کرتے ہوئے

غزل

فیض احمد فیض



اب وہی حرفِ جنوں سب کی زباں ٹھہری ہے
جو بھی چل نکلی ہے وہ بات کہاں ٹھہری ہے

ہے وہی عارضِ لیلیٰ وہی شیریں کا دہن
ننگے شوق گھڑی بھر کو جہاں ٹھہری ہے

وصل کی شب تھی تو کس درجہ نیک گزری تھی
ہجر کی شب ہے تو کیا سفت گراں ٹھہری ہے

اک دفعہ بکھری تو ہاتھ آئی ہے کب موجِ شمیم
دل سے نکلی ہے تو کیا لب پر فغاں ٹھہری ہے

دستِ صیاد بھی عاجز ہے کفِ گلچیں بھی
بوٹے گل ٹھہری نہ بلبل کی زباں ٹھہری ہے

آتے آتے یونہی دم بھر کو زکری ہو گئی بہار
جلتے جلتے یوں ہی پل پھر کو خزاں ٹھہری ہے

ہم نے جو طرزِ فغاں کی ہے قفس میں لہجہ باد
یقین گلشن میں وہی طرزِ بیاں ٹھہری ہے

ایک سرمایہ دارانہ - جاگیردارانہ نظام میں بے روزگاری کے مسئلہ کو حل کرنا بہت مشکل ہے

ہم بینک سے فراہم کردہ مالی رقوم، بہترین بیع اور ایبایشی کے ذریعہ

غذائی پیداوار میں اضافہ کرنے کی کوشش کریں گے

وزیر اعلیٰ شری چوٹی باسو

مغربی بنگال میں بائیں محاذ حکومت کی دسویں سالگرہ کے

موقع پر ایک اخباری نمائندہ کو ایک انٹرویو میں وزیر اعلیٰ شری چوٹی باسو نے ان پروگراموں کی وضاحت کی جنہیں ریاستی حکومت آنے والے برسوں میں رد و عمل لانا چاہتی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ تیسری بائیں محاذ حکومت زرعی پیداوار میں اضافہ کرے، روزگار کے زیادہ مواقع پیدا کرنے اور شہرین و مغضاتی علاقوں میں لوگوں کو رہنمائی دینے پر زور دے گی۔

ایک طرف بائیں محاذ حکومت اپنی دسویں سالگرہ منا رہی ہے تو

دوسری طرف وہ تیسری بار مغربی بنگال میں برسرِ اقتدار آئی۔ اس سلسلے میں ان سے یہ پوچھا گیا کہ ان کی نئی وزارت کو کئی کئی باتوں اور مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہ کون کون علاقے ہوں گے جہاں بائیں محاذ کو اپنی کارکردگی میں مزید بہتری لانی ہوگی۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ہلوگوں کو خاص طور پر معاشی بحران اور ہماری جائز ضرورتوں اور مطالبوں کو پورا کرنے میں مرکزی ناکامی کے پٹی نظر بنیادی طور پر ان میں جیلوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس سے قبل کی دو بائیں محاذ حکومتوں کو دو چار ہونا پڑا۔ نئی حکومت کی تشکیل کے بعد ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم ہر شعبہ کے

کام کو بجا جائزہ لے رہے ہیں۔ یہ اس لئے کیا جا رہا ہے کہ ہم اپنی کمزوریوں کو دھونڈ نہ سکیں اور اپنی کامیابیوں کا جائزہ لیں تاکہ ہم ایسے پروگراموں کو اپنائیں جنہیں مقررہ مہلو کے اندر مکمل کر دیا جاسکے۔ تقریباً تمام بڑے بڑے شعبوں کی کارگزاریوں کا جائزہ لیا گیا۔ اب میں خاص طور پر آپ کو یہ بتا سکتا ہوں کہ کئی شعبوں میں جیسے اور بھی بہتر طور پر خدمات انجام دینا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان تجویزات کے ذریعہ جو ہمیں گزشتہ برسوں میں حاصل ہوئے ہم اہم شعبوں میں کارکردگی میں مزید بہتری لاسکتے ہیں۔

بحران سے یہ پوچھا گیا کہ بائیں محاذ حکومت تو اس ریاست میں

بے روزگاری کے مسئلہ کو کس طرح حل کرے گی جبکہ ۴ لاکھ سے زیادہ لوگ بے روزگار ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان سے مزید یہ پوچھا گیا کہ کیا انہیں اس بات کا یقین ہے کہ اس مسئلہ سے بہت ہی جلد سماجی معاشی استحکام کو خدشہ لاحق ہو جائے گا؟

جواب دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اس بات کو

میں کر دیا تھا کہ ایک سرمایہ دارانہ - جاگیردارانہ نظام میں بے روزگاری کے مسئلہ کو حل کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ مغربی بنگال میں ایک بائیں محاذ حکومت قائم ہے لیکن منصوبہ تو مرکزی حکومت ہی مرتب کرتی ہے۔ بد قسمتی سے بے روزگاری کے مسئلہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ساتویں منصوبہ میں جو پروگرام مرتب کئے گئے ہیں ان سے ہم متفق نہیں ہیں۔ بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ ہو جائیگا۔ مغربی بنگال میں بھی خاص طور پر شہری علاقوں میں، بے روزگاری

کے مسئلہ کو بہت حد تک حل کرنے کے لئے اقدامات کو اپنانا مشکل ہے لیکن گزشتہ تین برسوں میں جو اسکانات روشن ہوئے ہیں ان کے اور ریٹریوٹ سیکٹر کے لئے وعدوں کے پیش نظر روزگار کے پہلے سے بہت زیادہ نئے مواقع پیدا کرنا ممکن ہو سکے گا۔

لیکن یہ اس مسئلہ کے حاشیہ کو ہی چھو سکے گا۔ دریں اثنا کئی ایک کارخانے بند ہوتے جا رہے ہیں اور خاص طور پر پائت صنعت شدید بحران کے دور سے گزر رہی ہے۔ اس لئے ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کے لئے مرکز اور مالیاتی اداروں کو یہاں ایسا سرمایہ کاری میں اضافہ کرنا چاہئے تاکہ روزگار کے زیادہ مواقع پیدا کئے جاسکیں۔

بہر حال مغضاتی علاقوں میں ہمارے گزشتہ تجربات سے ہمیں اس بات پر پورا اعتماد ہے کہ نچا میون کی، تجربات کے ذریعہ ملکی صلاحیت میں اضافہ ہوا ہے اور اس سے بے زمین زمینوں اور غریب کسانوں کے لئے روزگار فراہم

گھنٹے کے سلسلے میں کام کرنے کے اور بھی زیادہ مواقع پیدا کئے جاسکیں گے۔ ہماری اپنی کوششیں یہ ہوگی کہ کئی صنعتوں کے لئے افزائش مراکز قائم کرنے کے لئے شہری علاقوں میں زور دیا جائے۔ سرمایہ کاری میں ایسے پروگراموں کو اپنایا گیا ہے اور ان میں پسماندہ اور غیر صنعتی علاقوں پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ خود کار مشینوں کی بابت انکی حکومت کی کیا رائے ہے۔ بینکوں میں کمپیوٹریس بٹائے جا رہے ہیں۔ ایک تجویز یہ ہے کہ پائٹ لوں میں درکار کی تعداد میں کمی کر دی جائے۔ کیا ان کی حکومت صلاحیت کے منظر میں ایسی پالیسیوں کی تائید کرے گی یا ان کی مخالفت کرے گی کیوں کہ ان کی وجہ سے بے روزگاری میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

جواب دیتے ہوئے وزیراعلیٰ نے کہا کہ میرا نظریہ یہ ہے کہ جس طرح خود کار مشینوں اور کمپیوٹروں کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کرنا چاہئے، اسی طرح بلا سوچے سمجھے اس کی مخالفت بھی نہیں کی جانی چاہئے، لیکن ہم ٹیکنالوجی میں پیچھے نہیں رہ سکتے، بلکہ وسیع پیمانے کے بے روزگاری کے پیش نظر ہر کیس کو خود کاری، جدت کاری اور کمپیوٹریس کے سلسلے میں اپنے طور پر پرکھنا چاہئے۔

بینکوں میں کمپیوٹروں کی تنصیب کی بڑے پیمانے پر مخالفت کی گئی مگر چونکہ ریزرو بینک آف انڈیا اور دیگر بینکوں کے حکام یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ملازمین کو بچا نہیں دیا جائے گا، اس کے باوجود میں محسوس کرتا ہوں کہ خود کاری، روزگار کے امکانات کو کم کر دے گی۔ لیکن اگر ہمیں اس بات کا یقین دلایا جائے کہ اس کی وجہ سے صلاحیت میں بہتری ہوگی اور کاروبار میں ترقی ہوگی، تب ہم خصوصی مقصد مع بینکوں کے لئے اس پر غور کر سکتے ہیں۔

ان سے مزید یہ پوچھا گیا کہ اصلاحات آراضی کے سلسلے میں ان کی حکومت متعلق میں کیا رویہ اختیار کرے گی۔ اب ایسے برگداروں کی تعداد بہت ہی کم ہے جن کے نام رجسٹر میں درج نہیں ہوئے ہیں اور بہت سارے قطعات آراضی، جن پر حکومت کو حقوق ملکیت حاصل ہو گئے ہیں، اب تک تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ریاستی حکومت اصلاح آراضی کی رفتار کو کس طرح جاری رکھ سکے گی۔

جواب: جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، جہاں تک فاضل قطعات آراضی

کا تعلق ہے، یہ حقیقت ہے کہ ہم نے بہت سارے قطعات آراضی تقسیم کئے۔ لیکن تقریباً ایک لاکھ ایکڑ قطعات آراضی تقسیم نہیں کئے جاسکے، کیوں کہ ان کے سلسلے میں عدالتوں میں مقدمے درج ہیں۔ ہمارے پاس اور بھی ڈیڑھ لاکھ ایکڑ قطعات آراضی ہیں، لیکن ان قطعات آراضی کو مناسب طور پر بہتر نہیں بنایا جاسکا۔ ہم اب اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ ان قطعات کو سنبھالنے کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ بے زمین مزدوروں اور غریب کسانوں کی کوآپریٹو کی تشکیل کر سکے، ان کو آریٹریٹ کے حوالے کر دے۔ قطعات آراضی کی تقسیم اور مت شروعات ہے۔ ہم دولت بنک سے فراہم کردہ مالی رقم، بہترین اور آبپاشی کے ذریعہ غذائی پیداوار میں مزید اضافہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس مقصد کے تحت وقت مقررہ پر ختم ہونے والے پروگراموں کو رد عمل لایا جا رہا ہے۔ ہم لوگ اور بھی زیادہ فلاحیہ آراضی کو آبپاشی کے تحت لائیں گے۔ ابھی ۲۵ فیصد زرعی زمین کو آبپاشی کی سہولتیں فراہم ہیں۔ اب آئندہ پانچ برسوں میں ۵۰ فیصد زرعی قطعات کو ایسی سہولتیں فراہم ہوں گی۔

ان سے مزید پوچھا گیا کہ اس بات سے تو یہ منافہ ہیں کہ شمالی بنگال کی معاشی ترقی کی طرف حکومت خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ اس سلسلے میں جو اقدامات کئے جائیں گے کیا ان کا وہ کچھ ذکر کریں گے اور کیا دارجلنگ ضلع کی ترقی کے لئے اس کے پاس کوئی خصوصی منصوبہ ہے۔ اس کے جواب میں وزیراعلیٰ نے کہا کہ تو صرف شمالی بنگال کی معاشی ترقی کی بات نہیں ہے۔ ریاستی منصوبہ بندی بورڈ نے شمالی بنگال کے لئے منصوبہ کا خاکہ تیار کیا ہے۔ ہملوگوں نے تینتا بیرنچ پروجیکٹ کو جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے پر زور دیا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ مرکز اس سلسلے میں مدد کرے گا۔ شمالی بنگال کی ترقی کے لئے منصوبہ میں دارجلنگ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مزید اقدامات کئے جائیں گے۔

کتنے معصوم ہیں انسان کہ بہل جاتے ہیں
اپنی کوتاہی کو دے کر غم و آلام کا نام
— احمد ندیم قاسمی

ہملوگ مشنی ووٹ کی بنیاد پر انتخابات کا میلب ہوئے

ہم کبھی بھی عوام سے کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھتے

عوام ہماری کامرانیوں اور ناکامیوں سے واقف ہیں

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے مال ہی میں بائیں محاذ حکومت کی چند پالیسیوں اور پروگراموں کی بابت ریوٹز کے نامہ نگار سے بات چیت کی تھی۔ اس بات چیت یا انٹرویو سے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

سوال: کیا آپ اہم پالیسیوں اور پروگراموں پر جنہیں تیسری بائیں محاذ حکومت برسرِ عمل لائے گی اور سننے ڈالیں گے؟

جواب: سب سے پہلے میں مغربی بنگال کے عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کیونکہ ان کے ووٹوں کے ذریعہ ہم تیسری بار برسرِ اقتدار آئے۔ یہ بات بالکل صاف اور عیسیٰ ہے کہ ہملوگ "مشنی ووٹ" کی بنیاد پر انتخاب میں کامیاب ہوئے۔ ہم کبھی بھی عوام سے کسی بات کو پوشیدہ نہیں رکھتے۔ وہ ہماری کامرانیوں اور ناکامیوں سے واقف ہیں۔ انہیں اس امر کا احساس ہے کہ کس طرح ہم موجودہ نظام میں جو تبدیلی اور بندشوں سے دوچار ہے، اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ہم لوگ مختلف رعاہی پروگراموں کی تکمیل کے ذریعہ عام لوگوں کی دشواریوں میں کمی کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے جو اقدامات کئے ہیں ان سے عوام کافی مستفید ہوئے۔ لیکن اب بھی ہمیں بہت دور جانا ہے۔ فنڈنگ کی کمی ہماری سب سے بڑی رکاوٹ اور دشواری ہے۔ اس لئے ہم مرکز۔ ریاست تعلقات کو نئے سانچے میں ڈھالنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس مقصد کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ مالیاتی اختیارات ریاستوں کو دینا بہت ہی ضروری اور لازمی ہے۔

اور پروگراموں کو رو بہ عمل لانا شامل ہے۔ پنچایتوں کی سرپرستی کے تحت سرگرمی اور اصلاحات، آراضی کے اقدامات کو اور تیز کر دیا جائے گا۔ گناہوں، بگڑاؤ اور زرعی مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لئے ہم اور زیادہ اقدامات کریں گے۔ مضافاتی علاقوں میں غریبوں کے لئے امداد یا ہی سرگرمیوں کو تیز کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں خاص طور پر کم زرعی قطعہ، آراضی حاصل کئے جائیں گے اور انہیں معاشی لحاظ سے نفع بخش بنا دیا جائے گا۔ مضافاتی علاقوں اور چھوٹے شہروں میں دیسی اور چھوٹے پیمانے کی مشینوں کی اور بھی زیادہ یونٹیں قائم کی جائیں گی۔ شہری سیکٹر کے مفاد کے لئے نئے پروگراموں کو رو بہ عمل لایا جائے گا۔ ہملوگ ان پروگراموں کو مغربی بنگال کے لوگوں کی برخلوں تک ناکید اور تعاون کے ساتھ پورے تکمیل تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

سوال: آپ کے خیال کے مطابق بائیں محاذ حکومت کی اہم کامیابیاں کیا کیا ہیں؟

جواب: ہمارے ناقدوں کو بھی اس بات کو تسلیم کرنا چاہئے کہ ہملوگ نے بہت سارے محاذوں پر کامیابی حاصل کی ہے۔ ہم لوگوں نے عوام اور تمام سیاسی پارٹیوں کے جمہوری حقوق اور شہری آزادی کو برقرار رکھنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ۱۹۷۲ء کے دوران کانگریسی حکومت کے زمانے میں عوام اور سیاسی پارٹیوں کے یہ حقوق اور آزادیاں چین کی گئی تھیں۔ ہم لوگوں نے انہیں "ہم نکلے" اسٹیڈولڈ کاسٹ و ڈرائیو اور پارٹی لوگوں

کے مفادات کے تحفظ کے اور فروغ کے لئے بھی تمام ضروری اقدامات کئے۔
ہمدی حکومت نے اصلاحات، آرائشی، پنچایت، زرعی پیداوار اور آبپاشی،
ذہنی اور جھوٹے پیمانہ کی صنعت، تعلیم، ثقافت، روزہ سبائی، بجلی اور
عام اہمیت کے دیگر شعبوں میں نمایاں اقدامات کئے اور ترقی کی راہ پر کافی
آگے بڑھ گئے۔ شہر کی ترقی کی سرگرمیوں کی رفتار کو اور بھی تیز بنانے پر
ہم زور دے رہے ہیں لیکن ہمیں کسی قسم کی آسودہ خاطرگی میں معروف
نہیں ہونا چاہئے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہم اپنی کمزوریوں کی شناخت
کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ ہم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پروگراموں
کو مقررہ مدت میں مکمل ہونا چاہئے اور ایسی سرگرمیوں کے تمام سیکڑوں میں
ہم کام کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ذمہ داریاں عائد کرتے ہیں۔
سوال: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصفا فانی علاقوں میں بائیں عماد حکومت
نے متعدد اسکیموں اور پروگراموں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ شہری
سیکڑ کے لئے اس کے کیا پروگرام ہیں؟

جواب: جہاں! مصفا فانی علاقوں میں ہماری سرگرمیوں کو کافی سراہا
گیا۔ اس وقت دیہاتوں میں حالت میں مزید بہتری لانے کی کوشش کو جاری
رکھتے ہوئے ہم اس ریاست کے شہری علاقوں میں چند نمایاں تبدیلیاں لانے
کے لئے اپنی کوششوں کو تیز کر دیں گے۔ اب ہم نامزدی شہری ترقیات پر
زور دیں گے۔ میونسپلٹیوں کو پروگرام مرتب کرنے اور ان کی تکمیل کے لئے
زیادہ اختیارات دئے جائیں گے۔ کلکتہ اور دیگر شہروں کی ترقی کے کام کو
صرف شہری سہولتوں میں بہتری تک محدود نہیں رکھا جائے گا۔ شہری
ترقیات پروگرام میں ایسے مشہور کو ترجیح دی جائے گی جن سے روزگار کے
زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوں گے اور پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ
ہوگا۔ شہری ترقی کی رفتار کو تیز تر کرنے کے لئے مراکز، افزائشی خصوصی
اہمیت کے حامل ہوں گے

مزید برآں مغربی بنگال میں صنعتی افزائش میں تیزی لانے کے لئے
اب اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ مغربی بنگال میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری
کرنے کے سلسلہ میں صنعت کاری کے لئے موجودہ فضا بہت ہی خوشگوار
اور سازگار ہے۔ اہم بات تو یہ ہے کہ ہماری حکومت اور صنعت کاروں
کے مابین بہت ہی خوشگوار اور تال میل کا رشتہ قائم ہے۔

اس سال اپریل مہینہ میں مغربی بنگال جیبر آف کامرس کے سالانہ
عام جلسے میں میں نے اپنے خطبے میں اس نقطہ پر زور دیا تھا۔ ۱۸ مئی ۱۹۸۱ء
کو میں نے مختلف جیبر آف کامرس کے نمائندوں کے ساتھ ایک نشست
میں اس ریاست میں صنعتی اجارہ دہ کے لئے مابین تعلقات کے طریقہ کار کے
سلسلہ میں چند تجاویز پیش کیں۔ صنعت کاروں نے مثبتی رد عمل کا اظہار کیا۔
اس طرح کی پہلی نشست میں میں نے صنعت کاروں سے یہ کہا کہ وہ اس
معاہدہ کی جہان بین کو یہ لگے کہ مغربی بنگال میں صنعت قائم کرنے کی درخواستوں
کو صنعتی لائسنسوں میں تبدیل کرنے کی رفتار اتنی سست کیوں ہے۔ میں
نے ان سے کہا کہ وہ اس نقطہ پر غور کریں اور اس رجحان کو بالکل برعکس کر دیں۔
میری یہ خواہش ہے کہ اس طرح کی اور بھی کئی نشستیں منعقد ہوں۔

کلکتہ میں ورلڈ کپ فٹ بال ٹورنامنٹ ۱۹۸۲ء منعقد ہو رہا ہے۔
اس کے لئے اس شہر کو تیار کرنے کے سلسلے میں اس سال کے ختم ہونے
کے قبل کلکتہ میں فراہم سہولتوں میں بہتری لانے کے لئے اقدامات کئے
جا رہے ہیں۔ شہری عماد پر اس پروگرام میں، سڑکوں کی بہتری، سڑکوں
پر روشنی کے لئے مزید لمپ پوسٹ، سڑکوں کو اچھی حالت میں رکھنا، سڑکوں
پر ٹرافک سنگل آویزاں کرنا، آمدورفت کی بہتر سہولتیں اور شہر کی سڑکوں کی
مصفا فانی وغیرہ شامل ہیں۔

سوال: اس ریاست میں صنعتی صورتحال میں بہتری لانے کے لئے
بائیں عماد حکومت نے کیا کی اقدامات کئے؟

جواب: فی الحال مغربی بنگال میں صنعتی صورتحال کافی بہتر ہو گئی ہے۔
ہمارے دور میں اس ریاست میں صنعتی تعلقات کم و بیش تسنی بخش ہیں۔
ہمدی حکومت ہمیشہ محنت کش طبقہ کی تائید کرتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ
وہ اس طبقہ سے یہ کہتی ہے کہ وہ سب اپنے منافع اور جائز مطالبات کے
لئے جدوجہد کرتے ہوئے ٹریڈ یونین کے طریقہ کار پر سختی سے عمل کریں۔ ہمدی
مزدوروں اور ٹریڈ یونینوں سے بھی یہ اصرار کرتے ہیں کہ وہ مطالبات مرتب
کرنے سے قبل اپنی اپنی صنعت کی حالت کا تجزیہ کریں اور پیداوار میں اضافہ
کرنے کے کام میں دلچسپی لیں۔

کالہاریوں کے سلسلے میں ہمارا اندازہ یہ ہے کہ وہ سب یہاں
آئین کاروبار شروع کریں۔ ہم اس کام میں ان کی مدد کریں گے اس طرح یہ کھوبارہ
اس ریاست کی معاشی فلاح میں خوش طور پر گراں قدر خدمات انجام دے سکیں گے

ماحولیات کا تحفظ

از: ایسی۔ کے۔ کونار

مغربی نائٹرائٹ اور امونیا گیس سے آلودہ ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ پھر نائٹ کے لیے ہم جانتے ہیں۔ ہم دودھ روٹی مکھن کھاتے ہیں۔ کون جانتا ہے کہ یہ چیزیں جراثیم اور دھاتوں سے آلودہ نہیں۔ پھر ہم دفتر کی طرف دوڑتے ہیں۔ سسٹل گاڑیوں کی کالی گیس سانسوں کے ذریعہ ہمارے اندر داخل ہوتی ہے۔ رات کے کھانے میں ہم سبزی، پاول، چائے، اسٹین، دھندل اور ٹیبلٹی کھاتے ہیں لیکن کون یقین دلائے گا کہ یہ غذائی چیزیں جراثیم اور دھات سے پاک ہیں۔ پینے کے پانی کے سلسلے میں کیا خیال ہے؟ کیلیر جراثیم سے خالی ہے؟ کیا یہ بٹرول معنوعات یا مصفئی یا بھاری دھات اور جراثیم کش ادویہ سے ذرہ برابر آلودہ ہے؟ ہم نہیں جانتے۔ دن کے کھانے میں ہیں یہ جانا مشکل ہوتا ہے اور جب ہم شام کو گھر لوٹتے ہیں تو بہت تھک جاتے ہیں۔ ہم اس قدر تھک جاتے ہیں کہ ہمیں تازہ اور خالص آگے بنی سے بڑھ کر ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ کہاں ملے گی؟ پاروں طرف، حوال اور دھواں کاربن ڈی آکسائیڈ سے بھرے پڑے ہیں۔ ہم رات آنے ہی اور بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔ رات کے کھانے میں ہم تقریباً انہی چیزوں کو بغیر کسی علم کے کر رہے ہیں۔ اشیاء خالص ہیں اور جراثیم سے پاک ہیں، کھاتے ہیں۔ کارخانوں اور صنعتوں میں احتیاج کے دہانے مصفئی آلودگی کے اہم ذرائع ہیں۔ چھوٹے اور بڑے شہر کئی ناؤں کے نکاس کے ذریعہ استعمال شدہ اور نیم استعمال شدہ پائپ، پیلے، کچیلے فٹنگ جات ماحولیات میں خارج کرتے ہیں۔ پھر کھیتوں کے لئے کثیر تعداد میں جراثیم کش ادویہ جن میں زیادہ تر دھات کے اجزاء ہوتے ہیں، فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہ فٹنگ جات جب ہم کھیتوں میں ڈالتے ہیں تو اس کی آلودگی ہوا، پانی اور مٹی تک پہنچ جاتی ہے۔

جراثیم کش ادویہ کھیتوں سے ندیوں، جھیلوں، تالابوں، دریاؤں

ہر سال جون کے پہلے ہفتے میں ساری دنیا میں یوم ماحولیات منایا جاتا ہے۔ اس تقریب کا مقصد یہ ہے کہ ہم ماحولیات کے تحفظ کا عہد کریں۔ اب ہمیں یقین ہو رہا ہے کہ اگر ہم جسمانی اور دماغی صحت کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو غوری ہے کہ ہم ماحولیات کا تحفظ کریں۔ اگر ہم آج اپنے ماحول کا تحفظ نہیں کرتے تو مستقبل میں ماحول بھی ہمارا تحفظ نہیں کرے گا۔ ہمیں محسوس ہو رہا ہے کہ فطرت میں ماحولیات کی توازن کی اس قدر ضرورت ہے۔ ہمیں قدرتی ذرائع کو استعمال سے بچانا ہوگا۔ ہمیں قدرت کی مخلوقات کے ساتھ مل جل کر رہنا سیکھنا ہوگا۔ ابھی جب ہم ماحولیات کی دن منا رہے ہیں، ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ صرف تقریر، مباحثہ، جلسہ و جلوس کا دن نہیں ہے۔ ہمیں یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ہمارے بچوں اور دنیا کے تمام ممالک کے صحت مند مستقبل کے لئے ماحولیات کی کثافت کے مدارک ہر قیمت پر ضروری ہے۔

سڑکوں پر یا درمیان درمیان کوڑا کرکٹ پھینکنے کے نتائج کے تخمینہ کیلئے ہمیں معز انکم از کم لمحو کو وقف کرنا چاہئے؟ کیا آپ کے ماحولیات میں فضول چیزوں کے پھینکنے کے نتائج کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ محسوس کرتے ہیں کہ ماحولیات کسی کا عمل کارزار نہیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ ماحولیات کا بالواسطہ اثرات سے یکسر ناواقف ہیں۔ شکل سے ہیں یقیناً ہوتا ہے کہ نامعقول طور پر کوڑے کرکٹ کا جمع کرنا ماحولیات میں سلسلہ وار رد عمل ہوتا ہے۔ نتیجتاً یہ انسان کی بیماریوں کا سبب بن سکتا ہے۔ لہذا اس دن اسے ایک تقریب کے طور پر نہ لیں بلکہ اس کا دن نجاست فی فطرت کو پاک رکھنے کا عہد کریں۔

ہم اپنے ایک دن کی سرگرمیوں پر نظر ثانی کریں تو ہم ماحولیات میں عمل تفاعل دیکھ سکیں گے۔ صبح میں ہم گرد و غبار کاربن کے اجزاء اور کبھی بھی

کے دہانوں اور سمندر تک بھی پہنچ جاتی ہیں۔ ٹیک اسی طرح کارخانے
یہ مصنوعات بھی پانی کے ذخیروں میں ساتھ ہی مٹی اور ہوا میں داخل ہو جاتے
ہیں۔ بہت ساری مہلک لگیں ہوائی میں خارج کی جاتی ہیں۔ ہر مقدار
مٹی اقسام کی آلودگی جذب کرتا ہے۔ خارج شدہ غلات مٹی اور زمین
دونوں جگہ پھینکی جاتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ سرسبز پتھر پودے کثافت یا آلودگی کو کثیر مقدار
میں جذب کرتے ہیں۔ قدرتی پانی میں بھی کثافت کو جذب کرنے کی بڑی صلاحیت
ہوتی ہے لیکن جذب کرنے والی یہ تمام قوتیں اپنے طور پر محدود ہیں۔ کثافت
جب قرب جذب سے تجاوز کر جاتی ہے تو مصیبتیں پیدا ہوتی ہیں۔

زمین اور پانی کی غذائی اجناس اپنی بقا کے لئے ایک دوسرے
سے وابستہ ہوتی ہیں۔ نباتاتی غذائی اجناس عام طور پر زہریلی بیماری مقدار
کو جذب کر لیتی ہیں۔ یہ زہریلے عناصر اس کے بعد باقی ہر ایک غذائی
تخلیل ہو جاتے ہیں اور پھر یہ زہریلے عناصر غذائی تسلسل کے ذریعہ جانوروں
حتی کر انسان تک پہنچ جاتے ہیں۔

بہت سارے زہریلے عناصر پتھر پودے اور جانوروں کے
غلیوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ ارد گرد کے ماحول میں جتنے زہریلے عناصر پائے
جاتے ہیں ان سے کہیں زیادہ ان میں پائے جاتے ہیں۔ جسم میں اتنی کثیر مقدار
میں جمع شدہ زہریلے عناصر کے باوجود پتھر پودے اور جانور زندہ رہتے ہیں۔
نتیجہ کے طور پر سانس لینے والے زہر آلود پتھر پودے اور جانور کا
انسان کے لئے معرعتہ غذا بن جانے کا امکان ہوتا ہے۔ سمجھی جاتے ہیں کہ
جاپان میں پلوے سے آلودہ مچھلیوں کے استعمال نے کس طرح ان کی بچوں
کو بد شکل بنانے کا سبب بنا اور جس کی وجہ سے اس وقت جاپان کو ملک
گیر احتجاج کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ہمیں زخموں کو بھول جانے کی عادت
ہے۔ ٹیک اسی طرح کا کوئی دوسرا نسخہ کسی دوسری جگہ بھی واقع ہو
سکتا ہے۔ غذائی اجناس کے ذریعہ زہریلے عناصر کے منتقل ہونے کے
بیچے میں ہمارے جسم میں آہستہ آہستہ زہریلے بوست ہو جاتا ہے۔ اس
کا عمل دربر سے فروز ہوتا ہے لیکن یہ آخر میں اس کے نتائج برآمد ہوتے
ہیں۔ اور ان زہر آلود غذائی اجناس کے استعمال کے نتیجے میں بیماری
صحت گرتی جاتی ہے اور ہم مرض کے شکار ہو جاتے ہیں۔

پنجاب زرعی یونیورسٹی اور دوسری جگہوں کی حالیہ تحقیقات

یہ بات عیاں ہوئی کہ سبزی، دودھ مکھن اور بچوں کی خوراک میں جو مایہ
میں فروخت ہوتی ہے، کھورین سے بڑا مایہ کاربن کرم کش ادویہ جیسے

ڈی ڈی ٹی اور بی ایچ سی پائے گئے۔ اس مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے
آئی کہ اسٹروگیہوں اور دیگر اناج میں بھی جراثیم کش ادویہ سے آلودگی
پائی گئی۔ دیگر تحقیقات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مچھلیوں کے غلیوں میں کثیر
مقدار میں جراثیم کش ادویہ، بیماری دھات، مصیبت اور پتھر پودے کی بیماری
کونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ زہریلے عناصر عام طور پر تیل مقدار میں
پائے جاتے ہیں۔ مچھلیوں کے جسم میں جو تیل ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان
کے سروں اور معدوں میں بیماری مقدار میں جراثیم کش ادویہ جمع ہو جاتی ہیں۔
مچھلیوں کے بہت سارے مادیات بالخصوص مندرجہ بالا میں مچھلیوں کے
پیٹ کے پیلے حصے اور سر کو شوق سے کھاتے ہیں۔ یہ حصے کھورین سے
بڑا مایہ کاربن کرم کش ادویہ سے آلودہ ہوتے ہیں۔ ہم یہ چیزیں اپنے
بچوں اور جانوروں کو پیش کرتے ہیں۔ دوسرے غلیوں میں یہ زہریلی خوراک
ہم انہیں پیش کرتے ہیں جنہیں ہم بے حد چاہتے ہیں۔

پینے کے پانی کے اہم وسائل دریا، زیر زمین، تالاب اور
زمین روز پانی ہیں۔ جراثیم کش ادویہ اور بیماری دھات دائرے کی شکل میں
اور عمود کا طور پر حرکت کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر پانی کے
وسائل غلات سے آلودہ ہوتے ہیں۔ لہذا پانی کے پینے کے وسائل زہر
جراثیم سے آلودہ ہیں بلکہ جراثیم کش ادویہ اور دھات سے بھی بڑھتے ہیں۔
ہم جانتے ہیں کہ ان وسائل سے پانی شہر اور گاؤں میں پینے کے لئے بھیجنے سے
پہلے کس طرح انہیں اٹھا کر غیر طبی طریقہ سے صاف کرنے کے لئے بھیجے جاتے
ہیں۔ یہ غیر طبی طریقہ کار زہریلے عناصر جیسے جراثیم کش ادویہ دھات، مٹی
اور پتھر پودے مصنوعات کو مشکل سے دور کر سکتا ہے جبکہ جراثیم دور کرتے
چاہتے ہیں۔ مضافاتی مدام کے لئے پینے کے پانی کا کیا حال ہے؟ یہ مدام
اپنے پینے کا پانی ان ذرائع سے براہ راست حاصل کرتے ہیں اور بغیر
صاف کئے اسے استعمال کرتے ہیں۔ لہذا مضافاتی مدام کثافت آلود
پانی پینے سے خود کو بیماری کا شکار بنا رہے ہیں۔

مضافاتی معیشت بڑے پیمانے پر بٹنے اور چھوٹے ندیوں کو
اچھی حالت میں رکھنے پر انحصار کرتا ہے۔ ایسے پانی کے ذخیروں کی ماحولیات
کثافت کی وجہ سے زیادہ تر ندیوں میں مچھلیوں اور چمگتھریوں کی کمی ہو

جاتی ہے۔ زیادہ تر ایسی ندیاں جہاز رانی کے قابل نہیں ہوتیں۔ بہت سارے کارخانے ان ندیوں میں فضلہ جات پھینک دیتے ہیں۔ بہت سی تحقیقات سے یہ ثابت عیاں ہوئی ہے کہ بہت سارے کارخانے کے فضلہ جات جیسے ۲۵ فیصد کاغذ کارخانے کی فعالیت باہمی کے فضلہ جات، اناج کے بیج کی نشوونما کی شرح کم کر دیتے ہیں اور فصل کی پیداوار میں کمی ہو جاتی ہے۔ ندیوں میں نہایت ہی مواد کی نکاسی کے نتیجے میں اور ندی کے پانی کے سست رفتار بہاؤ کی وجہ سے ندیوں میں کثیر مقدار میں ریتی مٹی جم گئی ہے۔ ان ندیوں کے پانی کے کھزانے بند تہ کم ہو جا رہے ہیں۔ اس طرح ندیوں کی گہرائیاں کم ہو جاتی ہیں اور ندیوں کے پانی بھی۔ برسات میں اس سے سنگین صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک ندی جو تقریباً نو مہینے تک خشک رہتی ہے، برسات کے دنوں میں تین مہینے کے لئے دیوبکر ہو جاتی ہے۔

ہم اپنے وسائل کو ختم کر رہے ہیں۔ ہمیں مکانات کی تعمیر، جلاوطن اور بہت سارے دوسرے کاموں کے لئے درختوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ہم کاشتکاری کے لئے بھی زمین کو صاف کر دیتے ہیں لہذا ہم اضافہ درختوں کو کاٹ کر پھینک دے رہے ہیں۔ نتیجتاً آب و ہوا میں آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جا رہی ہے۔ پٹرول سے میں کثافت کو جذب کرنے کی بڑی قوت ہے۔ درختوں کو اگر کم ان قدرتی جاذب کثافت کو کھو رہے ہیں جس کے نتیجے میں ہوا اور مٹی میں کثافت کا اضافہ ہو رہا ہے۔ درختوں کو ختم کرنے کے نتیجے میں مٹی کی کثافت میں دھیرے دھیرے اضافہ ہو رہا ہے۔ درختوں کو گرنے کے سبب اس میں نمی کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ نتیجتاً ہر امیں گرد و غبار کا اضافہ ہوتا ہے اور اس طرح سال بھر گرد آلود ہوا چلتی رہتی ہے۔ مٹی نرم اور ہلکی ہو جاتی ہے اور پانی کے بہاؤ کے ذریعہ ندی کی تہ سے جاملتی ہے۔ مٹی میں نمی کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور اسے مزید بخر بنا دیتی ہے اور اس طرح کٹائی کا زور بڑھ جاتا ہے۔ مٹی میں نمی کو محفوظ رکھنے کی صلاحیت کی کمی آج ہوا کے درجہ حرارت کو بڑھا دیتی ہے۔ اس طرح سرسبز اور خوشگوار ماحول چٹیل، گرم اور خشک صحرائیں بدل جاتا ہے۔

جنگلی جانوروں کو ماننے سے بچانے کے تمام اقدامات کے باوجود چمڑے، ہڈی، گوشت کے استعمال کے مقصد کے لئے یا جیسے گمانے کے لئے یا پھر صرف شغل کی تکمیل کے لئے جنگلی جانوروں کا شکار معمول بن گیا ہے۔

لیکن قدرتی ماحول میں ایک جنگلی جانور کا ناقہ دوسرے کے لئے رد عمل کے طور پر ایک عمل پیدا کر دیتا ہے۔ یہ قدرت اور قدرتی ماحول میں رہنے والوں میں توازن کے کھو جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ نتیجے کے طور پر جنگلی جانوروں کی جنگل سے انسانی بود و باش میں متواتر مداخلت شروع ہو جاتی ہے جیسا کہ سدرن میں ہوا۔ جنگل میں چرندوں کے مار ڈالنے کے نتیجے میں شیروں کے لئے خوراک کی کمی ہو جاتی ہے، ان میں بہت سارے شیروں کا جنگل میں جینا مشکل ہو جاتا ہے اور اس لئے وہ جنگل سے نکل کر انسانی رہائش گاہوں میں گھس آتے ہیں۔ اور ایسا جنگلی جانوروں کے رہائشی ماحول میں انسانوں کی طرف سے غیر متوازن صورت حال پیدا کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ہمیں ہم موجودیت پر یقین رکھنا ضروری ہے کیونکہ جہاز رانی معیشت کی ہم آہنگی قدرتی ماحول میں توازن برقرار رکھ سکتی ہے۔ ہمیں قدرتی وسائل کے استعمال پر قابو پانا ہوگا۔ ہمیں نامعقول طور پر قدرتی سرمایہ کو ختم کر دینے کے نتائج کے متعلق سوچنا ہوگا۔ ہمیں جہاں تک ممکن ہے وسائل کو ختم ہونے اور ان کی دوبارہ نشوونما میں توازن برقرار رکھنا ضروری ہے۔ ماحولیات کا انسان پر تھا ملی ہوتا ہے لہذا اگر ہم نامعقول طور پر وسائل کو ختم کر دیں تو یقیناً اس کا رد عمل بڑی تیزی سے ہم پر، جانوروں اور نباتات پر ہوگا۔ ماحول بے حرکت نہیں ہے بلکہ اثر آفرین محرک، متحرک اور ترقی پذیر ہے۔ یہ بھی زندہ رہتا ہے، بڑھتا ہے اور مر جاتا ہے۔ ہمیں یہ ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کیرٹے کوڑے سے انسان تک ایک قدرتی تعلقات قائم ہیں لہذا ہمیں جانوروں اور نباتات کے ساتھ ایک خوشگوار تعلقات قائم رکھنا چاہئے۔ قدرتی ماحول میں جانداروں کے لئے تنہا رہنا ممکن نہیں۔ لہذا ابھی جب ہم عالمی یوم ماحولیات منا رہے ہیں ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ صرف تعریف نہیں بلکہ ثابت قدمی اور صدقہ دل کے ساتھ کیرٹے کوڑوں سے انسان تک جتنی مخلوقات ہیں ان کے ساتھ تعلقات قائم کر کے ماحولیات کے تحفظ کا فہم کرنے کا بھی دن ہے۔ جب تک ہم آج اور ہر روز ماحولیات کے تحفظ کی ضمانت نہیں دیتے ماحول بھی مستقبل میں ہمارے اور ہمارے بچوں کی حفاظت نہیں کرے گا۔



جی این ایل ایف تنظیم اور شورش

تیسری اور آخری قسط

یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ یہاں آمدورفت کی دتراریاں ہیں اس لئے اگر بیاں کوئی واقعہ رونما ہو تو پرسی حکام کو مطلع کرنے اور ان کی خدمات حاصل کرنے میں کمی گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں جی این ایل ایف کے سطح مالی جن لوگوں کو اپنے لئے کاشانہ بناتے ہیں ان کے پاس اس کے سوا کوئی اور بارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ آیا چوں چر اکٹھے میز سرنگوں ہو جائیں یا اپنے دفاع کا خود انتظام کریں۔ کسی بھی منطق یا نظریہ سے دفاع خود کے لئے اصول اور قانونی طور پر جائز اقدامات کو جی این ایل ایف کے حامیوں کے منہ پر بند خانہ جیسے کے مساوی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے مساوی قرار دینے کے معنی یہ ہوں گے کہ مجرم اور شکار جیسے اپنے دفاع کے لئے مجبور اقدامات کرنے پڑے اور نون ایک ہی جیسے مجرم ہیں۔

یہ بات بھی غلط ہوگی کہ اگر ہم اس تنازعہ کو اس روشنی میں دیکھیں کہ یہ تو باری سیاست کے نقطہ نظر سے جی این ایل ایف اور سی پی آئی (ایم) کے درمیان ایک تنازعہ ہے حالانکہ صحیح نظریہ تو یہ ہونا چاہئے کہ یہ تفریق پسند اور اشتہار پسند طاقتوں اور قومی یک جہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے سطحی نظر کی تاکید کرنے والوں کے مابین جدوجہد ہے۔ بعض گراہ بریں کی رپورٹوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ تو جنگاں اور گورکھ کے درمیان تنازعہ ہے۔ حالانکہ وہ اس بات سے غافل ہیں کہ لوٹ مار کرنے والے جی این ایل ایف گروہ سے مقابلہ کرتے ہوئے مرنے والے لوگ بھی نیپالی لوہے والے ہیں اور بلاشبہ یہ کہ جاسکتا ہے کہ یہی لوگ پہاڑی علاقوں کی حقیقی رواجوں کے نمائندے ہیں۔

حالیہ مہینوں میں جی این ایل ایف کے کردار میں دو اہم رجحانات ابھر رہے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہ خریک اب بڑی تیز کا سے دفاعی سماج دشمن لوگوں کے کنٹرول کے تحت عملی جارہی ہے اور جو پرالیاؤں کا بدلہ لینے، بہت ساری

ناگفتہ یہ اور غلط سرگرمیوں کو روک دینا لانے یا معصوم لوگوں کو ڈرا دھمکا کر مالی اور دیگر مراعات حاصل کرنے کے سلسلے میں اپنے کثرت کو ڈھانکنے کے لئے اس تحریک کا سہارا لے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے دوسرا اہم رجحان رونما ہوا اور وہ یہ ہے کہ مختلف طریقوں سے جمع کردہ فنڈز کے کنٹرول کے مسئلہ کی بابت اس تنظیم کے اندر مجرموں کے باہمی تضادم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس تنظیم کے ایک نائب صدر بی بی گورنگ نے گزشتہ اگست کو اس تنظیم کی کارروائی کی بابت خاص طور پر بھارت ڈونگ اور لایکا ڈونگ کا حساب کتاب داخل نہ کرنا اپنے سے صلاح و مشورہ اور اجازت حاصل کئے بغیر حکام کے فنڈ کی فصول خرابی، وغیرہ پر اپنی تنقید کا اظہار کیا۔ ۸ اکتوبر کو بھارت سنگھ نے بذات خود یہ اعلان کیا کہ دارملنگ شہری کمیٹی کو نوڑ دیا گیا۔ کیوں کہ یہ الزام عاید کیا گیا تھا کہ اس پر غنڈوں اور چنگوں کا راج ہے۔ یہ کاروباریوں کو ڈرا دھمکا کر ان سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ ۵ نومبر کو ٹھیشنگ نے اس شہری کمیٹی کے مجرموں سے کہا کہ وہ ان سے آکر ملیں۔ اس نشست میں کمیٹی سے چند مجرموں کو رخصت کرنے کے لئے انہوں نے تجویز پیش کی لیکن اس سلسلہ میں اطلاع ملے کہ ان مجرموں نے ان کی تجویز کو مسترد کر دیا کیوں کہ انہیں لایکا ڈونگ کی حمایت حاصل تھی۔ ۸ نومبر کو یہ معاملہ انتہائی حد تک بڑھ گیا جب بھارت ڈونگ نے اس کمیٹی کے مجرموں سے حساب و کتاب پیش کرنے کو کہا۔ مجرموں نے حساب و کتاب پیش کیا۔ اس میں صرف یہ دیکھی یا لگیا کہ صرف ۳۰۰ روپے جمع کئے گئے تھے۔

بھارت ڈونگ کو اس حساب و کتاب سے تشفی نہیں ہوئی اور اسے شک تھا کہ اس میں کچھ خد بردی لگیا ہے اس کی وجہ سے مجرموں کے درمیان ٹکڑا ہونے لگی اور بات جب بہت بڑھ گئی تو بھارت ڈونگ اور اس کے حامیوں نے مجرموں کو اپنے گھروں سے باہر نکال دیا۔ مجرم بھی چپ بیٹھے نہ رہے۔ وہ اپنے بہت سارے ساتھیوں کو لے کر اس گھر پر پھر آجائے۔ اس موقع پر چند لوگوں کی مدافعت

گاجو سے معاملہ رنج و غصہ ہو گیا۔

نمبر کے پہلے ہفتہ میں جی این ایل ایف کی ایک میٹنگ ہوئی جس میں عبارت ڈونگ، جسے اتفاق اور تحفظ فنڈ کا چارج دے دیا گیا تھا یہ حساب پیش کیا کہ چندے میں ۷۸،۲۴۲ روپے حاصل کئے گئے اور تمام اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اب اس کے پاس ۸۵۲۲ روپے باقی بچے ہیں اس نے پیر گیشنگ کو چیلنج کیا کہ ان کے پانچ لاکھ روپے کا حساب دے جو انہوں نے اٹھا کئے تھے۔ دوسری طرف گیشنگ کو اس بات پر یقین نہیں ہوا کہ عبارت ڈونگ کے پاس اب صرف اتنے کم روپے رہ گئے ہیں۔ ایک اور واقعہ میں سرکس شبا کوٹا لکھ جائے باغات کے جی این ایل ایف کے خزانچی کے عہدہ سے برطرف ہو گیا کیونکہ اس کی دیانت داری برٹش گھریلو کارکنوں کی طرف سے اس کے بدے میں شبا کے حامیوں نے اس کے جائز نہیں سرکاری کے گھر پر حملہ کیا اور لوٹ مار شروع کر دیا۔ ایک اور واقعہ میں گھریلو گیشنگ میں جی این ایل ایف کے کنوینر سی۔ کے بردھان پردھان پر لپ تری پانچ اور کیدار مسلم نے اس جلسہ میں گولی چلا دی کیونکہ بردھان پرندھان میں عین کوٹے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ اس کے نتیجہ میں کیدار مسلم کو گھریلو ہسپتال میں جان سے مار ڈالا گیا۔ اندرونی پارٹی خاص طور پر نوجوانوں اور عورتوں کے سیکشن میں ایسے اختلافات بہت شدید بن چکے ہیں۔

یہ بتایا جاتا ہے کہ لپکا ڈونگ ادارہ جنگ کا بہت ہی امیر زمیندار ہے اور یہ ایک گروہ کی سربراہی کرتا ہے اور اس گروہ کے نمبر لڑے جھگڑنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ لپکا ڈونگ سے اعلان یہ گیشنگ کی مخالفت کی۔ جب اس نے پریس کو یہ بتایا کہ گیشنگ کو بعد وچہ سے دلچسپی نہیں رہی تو وہ اب دہلی کی فوشن دی حاصل کرنے کا اور اپنے لئے کچھ شہرت حاصل کرنے کا خواہاں ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ عیاں ہو رہا ہے کہ جی۔ این۔ ایل۔ ایف ایک مستحکم تنظیم نہیں ہے اور نہ ایک کلڈ کے لئے اس کی متحدہ سربراہی ہے۔ برخلاف اس کے دولت اور اقتدار کی بجائے ایسی تنظیم میں رہنے سے یہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ لاپچ میں اودھم چکڑی مچانے والے لوگوں کی گویا ایک بڑی فوج تیار ہو چکے ہیں اور ان میں سے بہت سارے افراد مشہور سماج دشمن افراد ہیں جو مختلف سطحوں پر اس تنظیم کو کمزور کر رہے ہیں۔ یہ فاعر جنہیں صرف ذاتی مفاد سے سروکار ہے اور جو اس تنظیم کے نام پر لوگوں کو ڈرا دھمکا رہے ہیں اور بذاتِ خود ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور اس طرح پہاڑی علاقوں میں رنج و غصہ

کئی حسبِ معمول زندگی میں رکاوٹیں اور انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ یہ تو خاص طور پر اس بات سے عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ کثرت سے ہنگاموں کوٹے ہیں سرکسوں پر رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں تاکہ گاڑیوں کی آمد و رفت رک جائے اور اسی طرح کے دیگر پروگراموں کو روک دیتے ہیں۔ نمبر میں ایک گروہ نے تعلیمی اداروں کی بند کی کا اعلان کیا تو دوسرے گروہ نے یہ اعلان کیا کہ اسکول کے امتحانات اور کلاسیں بند نہ ہوں۔ کئی بند کا تو ایک گروہ نے اعلان کیا اور دیگر گروہ نے ان کی مخالفت کی اور اس کی وجہ سے ایک پیچیدہ صورت حال پیدا ہو گئی۔ جی این ایل ایف کے ایک جنرل سکریٹری جی ایس موکھتا نے ایک پوسٹر میں یہ اعلان کیا کہ اس کے حکم کے بغیر کوئی ہڑتال جائز قرار نہیں دی جائے گی، تو دوسرے پوسٹر میں یہ احتجاج شروع ہوا کہ حکم سینے والے کوکھتا کون ہے۔ طوائف الملوک اور غیر نظمیں ہیں تنظیم میں جاری دساری ہو گئی ہیں۔ ان کی وجہ سے اس تحریک کے حامیوں کو اب اس مسئلہ پر دوبارہ غور کرنا پڑے گا۔ اس کے مطالبات کے لئے عوامی جوش و خروش اُٹھ رہا جا رہا ہے کیونکہ زیادہ سے زیادہ نواد میں سماج دشمن عناصر سربراہی کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

اس تحریک کا ایک دہشت نامک پہلو یہ ہے کہ اس کے سربراہ معر گیشنگ فی الحال دار جنگ کے پہاڑی علاقوں کے باہر ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آباد کم و بیش ۵۰ لاکھ نیپالی بولنے والے لوگوں کے درمیان بے امنی پھیل رہے ہیں۔ جی۔ این۔ ایل۔ ایف نے ایسے لوگوں کی تعداد ۶۰ لاکھ بتائی ہے حالانکہ اس کی صحیح تعداد اس کی ایک چوتھائی ہے۔ اور ایسے لوگ سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کافی تعداد میں یہ لوگ ہندوستانی فوج میں شامل ہیں جنہوں نے جنگ میں اپنی جرات کی قدیم روایت کو برقرار رکھا۔ ہر جنگ ہندوستان کو جنگ کرتے والے ان لوگوں پر فخر حاصل ہے۔ جبکہ سپاہی کی حیثیت سے یہ لوگ ہما طور پر خود فخر کر سکتے ہیں۔ ان کے درمیان یہ شہر انگیزہ ہم کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ "کب تک دوسروں کے لئے لڑو گے؟" اور پھر ان سے کہا جاتا ہے کہ "فورا فوج سے الگ ہو جاؤ" اور گورکھا لینڈ کے لئے اپنا لڑائی لڑو کا مقصد یہ ہے کہ ان فوجی افراد کو بدل بنا دیا جائے اور ان کے درمیان بے تعلقی پیدا کر دی جائے۔ نیپالی بولنے والے ہندوستانی سپاہیوں کے درمیان اس شرانگیزہ پیچیدگیوں کو اس تحریک کا جائزہ لینے وقت زیر غور رکھنا چاہئے۔

عازمین حج کیلئے سعودی عرب کے ہوائی جہاز

تمام عازمین حج کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اس سال حج ۱۴۰۸ھ کے فریضہ کی ادائیگی کے سلسلے میں بمبئی اور دہلی سے ان کی روانگی کے لئے سعودی عرب ایئر لائنز کے ہوائی جہاز حسب ذیل پروگرام کے تحت فراہم ہوں گے۔

(الف) بمبئی سے جدہ تک سفر کے لئے ایئر چارٹر فلائٹس ۸ تا ۲۷ جولائی ۱۹۸۷ء کے درمیان روانہ ہوں گے۔

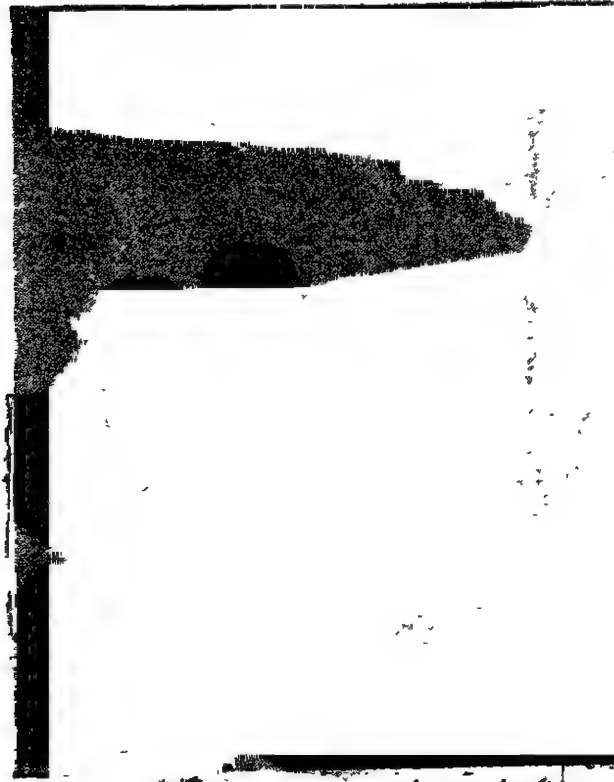
(ب) دہلی سے جدہ تک سفر کے لئے ایئر چارٹر فلائٹس ۶ تا ۲۹ جولائی ۱۹۸۷ء کے درمیان روانہ ہوں گے۔

(ج) بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہونے والے تمام عازمین حج کو انیسراویں طر پر حج کمیٹی، بمبئی براہ راست ان کے ہوائی جہاز کی اڑان کی تاریخوں سے مطلع کرتی ہے۔ عازمین حج کو اس بات کی ہدایت دی جاتی ہے کہ حج کمیٹی، بمبئی کی طرف سے جاری کردہ تصدیقی کارڈ پانے کے بعد ہی وہ مقررہ تاریخ سے پانچ دن قبل مقام روانگی پر یعنی بمبئی / دہلی پہنچ جائیں۔

اس سال ہوائی جہاز کے کرایہ میں اضافہ ہوا ہے۔ عازمین حج کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ حج کمیٹی، بمبئی کے نام درج ذیل رقم کے بینک ڈرافٹ بنوالین اور اسے اپنے اپنے مقام روانگی پر کنگ کے سلسلے میں رپورٹنگ کے وقت جمع دیں۔

مقام روانگی	بالغ افزاد	بچے
بمبئی	۲۲۰ روپے	۴۰ روپے
دہلی	۲۱۰ روپے	۲۵ روپے

(پریس نوٹ)



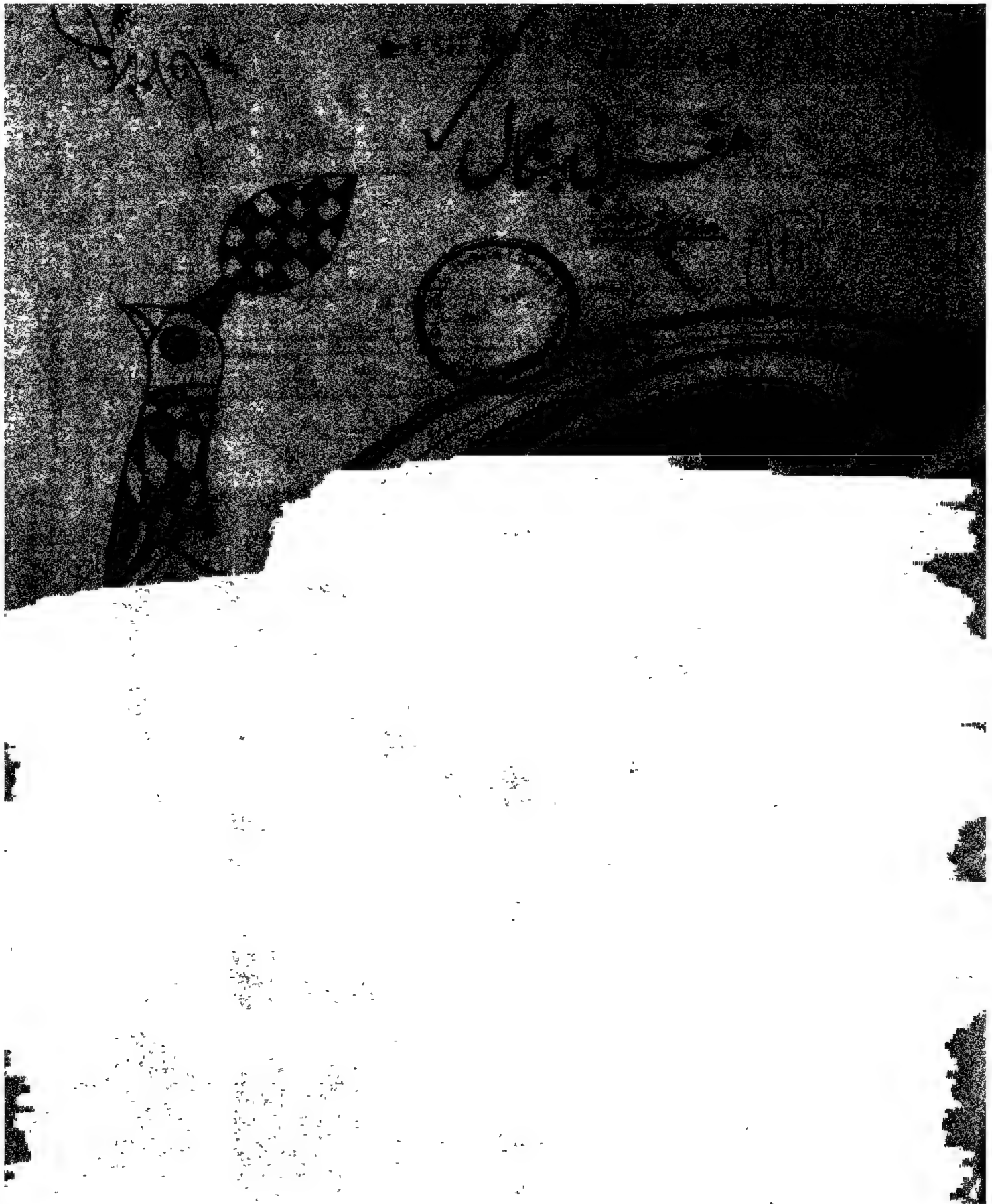
وزیر اعلیٰ شری جوتی باسوا راٹرس بلڈ گیس ٹھکانے میں ہنگامی کے وفد کے ممبروں کے ساتھ فوٹو۔

عزیز بھائی کے ملکیت کی زمین کے بارے میں انکسپیکشن کے دوران شری جوتی کے وفد کے ممبروں کے ساتھ فوٹو۔

Serial Reg. No. 75-10000
FROM

ہوڑا اسٹیٹشن میں ۷ مارچ ۱۹۸۸ء کو ریاستی جج کیٹی، منری بنگل کے زیر اہتمام منعقدہ الوداعی تقریب میں وزیر اعلیٰ اراچہ شوبھن تقسیم بالغان اور جونیئر ارباستی جج کیٹی منری بنگل، اجنب محمد عبداللہ عازمین جج کو خطاب کرتے ہوئے۔

Chief Editor: Dr. Bhabini Bhattacharya, Editor: Dharendra Dutta, Associate Editor: Md. Azam, Joint Editor: Mr. Bhanga. Published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by S. R. T. Printers, 25, Panchananala Road, Calcutta-700 025.



بندہ دوتہ مغربی بنگال

شرح خریداری

سالانہ پین روپے اس شمارے کی قیمت، بارہ پینے

ترسیلی زر کا پتہ:

بزنس منیجر:

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

۳۳۔ آرائین، سکری روڈ، کلکتہ ۷۰۰۰۱

مدیر اعلیٰ : بدین بہ صاحب ریہ

مدیر : دھرنیدھان تھرت

نائب مدیر : محمد اعظم

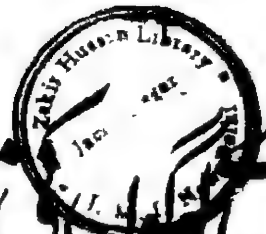
مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

جلد نمبر ۳۲ * ۱۵ جولائی ۱۹۸۶ء * شماره نمبر ۱۲



وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسوا، عالم ہی میں بیرونی ممالک کے لئے روانہ ہونے سے قبل دہم ہوئی اور

طرف وزیر کھیل کو داور فداات نوجوان شری سیماش چکرورتی کو دیکھا جاسکتا ہے۔



بائیں محاذ حکومت کے پروگراموں کو لوگوں کی توقعات میں مزید اضافہ ہوا

ریاستی حکومت کے ترقیاتی اقدامات کے بابت قومی ذرائع ابلاغ خاموش ہیں

شری بدھا دیب بھٹا چاریہ، وزیر شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال

شری بدھا دیب بھٹا چاریہ، وزیر اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مغربی بنگال نے ۱۹ جون ۱۹۸۷ء کو مغربی بنگال اسمبلی میں ۸۷-۸۸ء مالی سال کے لئے اپنے شعبے کا بجٹ پیش کیا۔ بجٹ پیش کرتے ہوئے انہوں نے اپنی تقریر میں عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ان کے شعبے کی کارگزاریوں کا ذکر کیا۔ ان کی اس بجٹ تقریر کا متن اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے۔

مغربی بنگال اسمبلی کے لئے حالیہ انتخاب میں عوام کی وسیع تائید کے ساتھ بائیں محاذ حکومت کے تیسری بار برسرِ اقتدار آنے کے ساتھ ساتھ ہماری ذمہ داریوں میں مزید اضافہ ہوا۔ بائیں محاذ حکومت کے پروگراموں سے لوگوں کی توقعات میں بھی مزید اضافہ ہوا۔ نشر و اشاعت کے موجودہ عوامی ذرائع کی مدد سے ہم لوگوں کے سامنے عوامی فلاح و بہبود کے لئے بائیں محاذ حکومت کی عوامی سرگرمیوں کی تصویر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بڑے انصاف کی بات ہے کہ عوامی نشر و اشاعت کے دو اہم ذرائع 'آکاش والی اور دور درشن' (یعنی ریڈیو اور ٹیلی ویژن) کے استعمال سے ہمیں محروم رکھا گیا۔ یہ دونوں ذرائع چونکہ مرکزی حکومت کے کنٹرول کے تحت ہیں اس لئے مختلف مسائل پر ریاستی حکومت کی ریلے کا مناسب طور پر چارہ نہیں کرتے ہیں۔ دور درشن طرف یہ ذرائع ریاستی حکومت کے مفاد کے خلاف غلط سلطہ اطلاعات کا پرچار کرتے ہیں۔ ان دونوں ایجنسیوں کی جن کے اخراجات عوامی فنڈز سے برداشت کئے جاتے ہیں، اتنی قیمتی پالیسی پر ہم انصاف کے سوا کچھ کسی اور بات کا اظہار نہیں کر سکتے۔ عام طور پر مغربی بنگال کے عوام دور درشن کی کلکتہ کے مرکز سے ٹیلی کاسٹ کردہ بہت سارے غلط

پروگراموں کو دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ لیکن مغربی بنگال میں آسنول اور بہرام پور ریڈیو اسٹیشن کو چھوڑ کر دیگر تمام دور درشن اسٹیشنوں سے صرف دہلی کے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اس ریاست کے مختلف علاقوں کے لوگ کلکتہ سنٹر سے ٹیلی کاسٹ کردہ غلط پروگراموں کو دیکھنے سے محروم رہتے ہیں۔ اس ریاست کی متعلقہ ثقافت کی افزائش کی ہمت افزائی کرنے کی جگہ دہلی پر مبنی پروگراموں کو اس ریاست کے لوگوں پر مسلط کر دیا جاتا ہے۔ مغربی بنگال کے پہاڑی علاقوں میں متشدد اور عوام دشمن سرگرمیاں جاری ہیں۔ قومی واسطہ ایسی سرگرمیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کئے گئے اقدامات نشر کرنے کی جگہ اس متشدد سرگرمیوں کا پرچار کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں لوگوں میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی ہے، اور اس قریب کی جو لوگوں کے مفاد کے خلاف ہے، ہمت افزائی ہو رہی ہے۔ ہم اس قسم کی سرگرمیوں کو شاید ہی تسلیم کر سکیں۔ ہم مرکز کی اس غلط پالیسی کے خلاف احتجاج کرتے ہیں اور اس کی تبدیلی کے خواہاں ہیں۔ ہم اس بات کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ دور درشن کے کلکتہ مراکز کے مجوزہ دوسرے چینل کا پورا اختیار

مقامی حکومت کو دے دیا جائے۔ مذکورہ بالا دونوں سسٹمز واسطے کے علاوہ چند روزانہ اخبارات، جو بڑے سرمایہ داروں کے مفادات کو فروغ دینے کی خدمات انجام دے رہے ہیں، کے کردار بھی خطرناک ہیں۔ مفاد پرستوں کے دباؤ کے تحت محنت منڈیافت کی روایت دھیرے دھیرے مدغم ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے ناسازگار ماحول میں ہمیں اپنی پالیسیوں اور پروگراموں کے ساتھ لوگوں تک پہنچنے کے لئے جراتدانات کرنے پڑے ہیں وہ یہ ہیں۔

مضافاتی اطلاعات مشائخ کی توسیع، ہماری سماجی، معری یونٹوں کے ذریعہ دستاویزی ضلعوں کی نمائش / نمائشیں منعقد کرنا، اشتہارات کا اجراء، کتابچے، پوسٹرو فیرو کی اشاعت، سینما سلیڈس، جھنڈی اور بڑے بڑے سائین بورڈ کے ذریعہ نمائش، جلسے اور سیمینار اور ثقافتی جشنیں منعقد کرنا۔ ان اقدامات کے ذریعہ ہم عوام کے ساتھ قریبی رشتہ قائم رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ ریاستی حکومت نے مضافاتی اطلاعات مشائخ کو مستحکم بنانے پر زور دیا ہے۔ مشائخ سے قبل دیہاتوں میں عام لوگوں کے تعلقات کو قائم رکھنے کے لئے سب ڈویژن سطح سے نیچے کوئی مضافاتی اطلاعات ایجنسی نہیں تھی۔ اس تنظیمی کمزوری کو دور کرنے کے لئے اس اسکیم کو اپنا یا لیا کہ ہر ایک سطح تک بندوبست فیلڈ ورکر کی تقرری کی جائے۔ اب تک پنجابوں کے ساتھ لی کو نشر و اشاعت کے کام کا ج کج جاری رکھنے کے لئے ۹۰ ہلاکوں میں ۹۰ فیلڈ ورکر سس کی تقرری ہوئی۔ ضلع سطح پر ضلع تنظیم کو مستحکم بنانے کے لئے ایک فیلڈ انفارمیشن اسسٹنٹ کی تقرری کی گئی۔ اضلاع میں کل ۴۰۰ ایڑامی بیوری یونٹیں ہیں۔ یہ یونٹیں دستاویزی ضلعیں دکھاتی ہیں۔ ان یونٹوں کو اچھی حالت میں رکھنے کے لئے سلی گوڑی، بردوان اور کھیانی میں تین مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ چند سب ڈویژنوں میں ایک جگہ قائم یونٹوں کو گشتی یونٹوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ جب اس کام کے لئے گاڑیوں خریدی گئیں۔ گزشتہ سال اس کام کے لئے ایک گاڑی خریدنے کی منظوری دے دی گئی تھی جسے پنج سالہ منصوبے کے عرصہ میں ضلعوں اور سب ڈویژنوں میں مراکز اطلاعات قائم کرنے کے کام کو مکمل کیا گیا ہے۔ نو تشکیل کردہ سب ڈویژنوں یعنی کھیانی اور لہور میں مراکز اطلاعات ضلع ۲۴ پرگنہ (شمالی) کے ہیڈ کوارٹرس، باراسات میں ضلع دفتر اطلاعات قائم کرنے

کی منظوری دے دی گئی ہے۔

مراہور (جنوب) کے لئے مرکز اطلاعات کو کام کاج کی آسانی کے لئے گھر چکورو میں منتقل کر دیا گیا۔ دوسرا مرکز اطلاعات ایک سند بن کے پسندہ علاقے، گاگدیپ میں اور دوسرا ہدیہ کے صنعتی علاقہ میں قائم کئے گئے۔ شمالی بنگال میں سسلی گوڑی میں ریاستی سطح کے مرکز اطلاعات مراکز ایک اوڈیٹوریم کی تعمیر کام تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔ اس مرکز اطلاعات کا بہت ہی جلد افتتاح کیا جائے گا۔ شمالی بنگال کے چائے باغات کے علاقوں کے مزدوروں کے لئے تین مراکز اطلاعات اور آسنول کوئٹہ کانوں کے علاقوں میں دو مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ ایک تجزیہ یہ ہے کہ ساتویں منصوبہ کے عرصے میں ہر ایک سطح پر مراکز اطلاعات اور گرام پنچایت سطح پر مضافاتی مراکز اطلاعات قائم کئے جائیں۔ اس ریاست کے باہر دہلی، اندراپور، بمبئی، شوم اور اگر تہ میں اس ریاستی حکومت کے مراکز اطلاعات قائم کئے گئے اور وہ سب بحسن و خوبی اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ایک تجزیہ یہ ہے کہ اسی طرح کے دو مراکز ایک بمبئی میں اور دوسرا ٹریڈ یونٹ میں کھولے جائیں۔ دہلی کے مراکز کو اور بھی مستحکم بنانے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں۔ پراگتی میدان، نئی دہلی میں ایک مستقل یونٹیں کی تعمیر کا کام بہت ہی جلد مکمل ہو جائے گا۔

ہم لوگوں نے مغربی بنگال میں اور مغربی بنگال کے باہر کے علاقوں میں شائع ہونے والے تقریباً ۱۰۰ روزانہ اخبارات اور ۶۵۰ رسالوں کو اشتہارات دئے۔ اشتہارات کے معاملہ میں ہماری پالیسی ہمیشہ سے ہی جمہوری رہی ہے اور ہر قسم کی سیاسی بے جا طرفداری سے پاک ہے۔ نیکٹ فائنڈنگ کمیٹی کی سفارشات پر مبنی ہم جھوٹے اور متوسط درجہ کے اخبارات کی طرف خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ اضلاع میں شائع ہونے والے اخبارات اور رسالوں کو دئے جانے والے اشتہارات کی تعداد میں اضافہ کر دیا گیا۔ اضلاع کے صحافیوں کی مدد کرنے کے لئے ضلع دفاتروں سے ان کی شناخت کے کارڈ دئے جاتے ہیں۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ مختلف اضلاع سے ٹیلی پرنٹر لائے قائم کیا جائے۔ ہم اس بات کی کوششیں کر رہے ہیں کہ تمام اضلاع ہیڈ کوارٹرس میں پریس کدو کو کھولے جائیں تاکہ مقامی صحافیوں کے اطلاعات

آسانی سے حاصل کر سکیں۔ نیز پور کو، اخباروں اور رسالوں کو،
ملکت سے امداد ملے، پریس نوٹ فراہم کرنے، شعبہ جاتی
وزیروں کے لئے پریس کانفرنس کا انتظام کرنے، خصوصی موقع پر
صحافیوں کو دورہ پر لے جانے، مختلف اخباروں کے صحافیوں اور نوٹ
گرافروں کے نام پر پریس کارڈ جاری کرنے اور دور درشن اور اخباروں کے
ذریعہ نشر و اشاعت کے لئے اقدامات کرنے کی ذمہ داریاں سونپی
گئی ہیں۔ یہ منصوبہ کیا ہے کہ ایک عوامی ذرائع دفاہی مرکز قائم کیا
جائے تاکہ اب تک صحافیوں، خبروں کی ایجنسیوں اور دیگر عوامی رابطوں
کے ساتھ حکومت نے جو خدمات انجام دے ہیں انہیں مستحکم بنایا جائے
اور عوامی رابطہ کی تنظیموں اور حکومت کے مابین خوشگوار تعلقات
کو اور بھی فروغ دیا جائے۔

ریاستی حکومت کا شعبہ نشر و اشاعت چھ زبانوں —
ہنگامہ، اردو، انگریزی، ہندی، انیالی اور سنہالی — میں رسالے شائع
کرتا ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ پنچایت راج، بھی اسی شعبہ سے
شائع کیا جاتا ہے۔ ریاستی حکومت نے گزشتہ سال مختلف زبانوں
میں ایک کتابچہ شائع کیا جس میں گورکھا لینڈ تحریک کی بابت ریاستی
حکومت کے پالیسی، بیان اور حقائق — درج ہیں۔ اس کتابچہ کو
لوگوں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

ایک باتصویر الہم ہنگامہ زبان میں شائع کیا گیا۔ اس الہم میں
آزادی کے لئے ہندوستان کی جدوجہد کے اہم واقعات درج ہیں۔
الہم تیار کرنے کے سلسلے میں ممتاز عالموں، تاریخ دانوں اور مجاہدین
آزادی پر مشتمل ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ بہت ہی مناسب قیمت پر
اس الہم کو لوگوں کے درمیان فروخت کیا گیا۔ انگریزی میں یہ الہم بہت
ی جلد شائع کیا جائے گا۔

رائٹس بلڈنگس، ملکت کے ایک منزلہ میں تعلقات عامہ
کا دفتر کھولا گیا ہے۔ اسے اور بھی مستحکم بنایا جا رہا ہے۔ مقصد یہ
ہے کہ اور بھی بہتر اور منظم طریقہ سے لوگوں کو حکومت کے فیصلوں،
بروگراٹوں اور پالیسی سے باخبر کیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ مختلف
شعبوں کے لئے عوام کے خطوط، درخواستیں اور شکایتیں موصول کی جائیں۔
سکاؤنٹر میں اسٹاف کی تعداد میں اضافہ کر دیا جائے گا اور اسے اور

بھی موثر بنانے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں۔ اس طرح کے دواور
دفاتر، ایک شمالی ملکت اور ایک جنوبی ملکت میں کھولنے کے لئے اقدامات
کئے گئے ہیں۔

ثقافتی شاخ:

ثقافت کے مختلف میدانوں میں ممتاز
شخصیتوں کے مشورے اور مدد سے بہت سارے ثقافتی پروجیکٹوں
کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔ اس شاخ کے پروجیکٹوں کو تھپڑ، جازا،
موسیقی، رقص، لوگ ثقافت، ادب، آبائی ثقافت، مصوری اور سنگ
تراشی وغیرہ تک پھیلا دیا گیا ہے۔ اسی طرح کی ایک اسکیم یہ ہے کہ
مہینہ زدہ آرٹسٹوں اور فن کاروں اور ثقافتی جماعتوں کو سالانہ
مالی امداد فراہم کی جائے۔ اس کے علاوہ تھپڑ، جازا، مصوری، سنگ
تراشی اور موسیقی کے میدانوں میں متعلقہ افراد کی نمایاں اور گراں قدر خدمات
کے لئے ۱۰ ہزار روپے تک کے زر نقد انعامات بنام دینا بندھو انجندا
ناتھ اور علامہ الدین — دئے جاتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ
ان میدانوں میں سرگرم عمل فنکاروں کی تخلیقی تحریک کو اور بھی ابھارا
جائے۔ گزشتہ سال شمالی ملکت میں واقع باغ بازار میں ایک
تھیٹر — آڈی ٹوریم عام استعمال کے لئے کھول دیا گیا۔ اس تھیٹر کا
نام بڑے آرٹ گریشن فوش کے نام پر رکھا گیا ہے اور اسے عوام
کی کافی تائید حاصل ہوتی۔ نیز جنوبی ملکت میں ’مدھو سن منچ‘ نام کا
ایک اور تھیٹر ال کی تعمیر کا کام بہت جلد ہی مکمل ہو جائے گا۔

ہر سال ہم ضلع سطح سے شروع کر کے ڈویژنل اور
ریاستی سطحوں تک لوگ تہواروں کا انتظام کرتے ہیں۔ اس تہوار
کے جڑ کے طور پر متعلقہ موقوفات پر بحث و مباحثے کا بھی انتظام
کیا جاتا ہے۔ ملکت کے پہلا کے علاقے میں ایک لوگ ثقافت تحقیقاتی
مرکز قائم کیا گیا ہے۔ اس میں ایک عجائب خانہ ہے جہاں لوگ

روایت سے وابستہ اشیاء نمائش کے لئے رکھی گئی ہیں اور یہاں
لوگ ثقافت پر ایک لائبریری بھی ہے۔ لوگ ثقافت پر لوگ شروٹی
کار سار شائع کیا جاتا ہے۔ ہر سال لوگ فنکاروں اور ان کی تنظیموں
کو کچھ مالی امداد بھی فراہم کی جاتی ہے۔ اس طرح صحیح قبائلی ثقافت کو
محفوظ رکھنے اور اسے فروغ دینے کے لئے جھانڈگرام، سوری، پرولیا
اور علی پور دواریں قبائلی ثقافت تحقیقاتی مراکز قائم کئے گئے ہیں یہ

ہر سال مضافاتی علاقوں میں قبائلی تہوار منعقد کرتے ہیں۔ ہر سال سیدھو، گامپور اور دیر سرائی کی باد میں ایک یادگار جشن منایا جاتا ہے۔

دارجلنگ میں نیپال اکیڈمی اپنے پروگرام کے مطابق گانڈھی خدمات انعام دے رہی ہے۔ لیکن حالیہ غیر معمولی صورت حال کی وجہ سے اس کے کام کاج میں بڑی رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے۔ یہ اکیڈمی نیپالی زبان میں کتابیں اور رسالے شائع کرتی ہے۔ ہر سال ادب، ڈرامہ، موسیقی اور مصوری کے میدانوں میں گرانقدر خدمات کے لئے مشہور نیپالی شاعر بھانو بھکت کی یاد میں کئی ایک انعامات دئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں کے کام کاج میں نیپالی زبان کو بھی استعمال میں لایا جا رہا ہے۔

تخلیقی شرف اور اعلیٰ معیار میں ہنگامہ کو ساری دنیا میں مقام انتہا حاصل ہے۔ اس کے باوجود بہت سارے ادیب نامشہور کی تائید کی ضرورت ہے جو دگ میں اپنی تخلیقات کو شائع نہیں کرا سکتے۔ گزشتہ سات برسوں کے دوران اس دشواری کو دور کرنے کے لئے شاعروں، ادیبوں اور ڈراما نویسوں کو کتابیں شائع کرنے کے لئے عطیات دئے جاتے ہیں۔ اس پروجیکٹ سے نہ صرف پرانے اور نئے تخلیقی معنویتیں مستفید ہوئے بلکہ اس نے عام لوگوں کو پڑھنے کے لئے کم قیمتوں پر اعلیٰ معیار کی کتابیں بھی فراہم کیں۔ ایسے عطیات پانے والوں میں پر بھات، گمار، مکھو، بادھیہ، برودھ، چندرا سین، مون موکھ، رائے، دینیش، داس، دیپندر، آجند، بندو، بادھیہ، مویشو، جانا شامل ہیں۔ دھرجاتی، مکھو، بادھیہ، سنجوئے، بھٹا، چاریہ، تریہ، کوکھ، بادھیہ وغیرہ کی تعریف بھی شائع کرنے کے لئے عطیات دئے گئے۔

منشی پریم چند کے منتخب مضامین کا ہنگامہ ترجمہ بہت ہی جلد شائع کیا جائے گا۔ نذرل اور مانگ، بندو، بادھیہ کی نظموں اور گیتوں کو کم قیمت پر کتابوں کی شکل میں شائع کرنے کے امکانات روشن ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں کچھ ترانوں دشواریاں ہیں درپیش ہیں۔ مستند ناقدت کی تعریف کو شائع کرنے کے لئے اقدامات کئے گئے ہیں۔ ہنگامہ الفاظ کے بچے اور رسم الخط میں اصلاح لانے کے لئے دو سال قبل ہنگامہ سکالروں اور ماہرین کے ۶ روزہ سیمینار منعقد ہوئے۔ اس

سیمینار میں جو مقالے پڑھے گئے انہیں بعد میں ایک کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ گزشتہ سال اس ریاست میں ہنگامہ اکیڈمی قائم کی گئی۔ ہنگامہ زبان کی ترقی اور تحقیق کے کام میں اس اکیڈمی کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ گزشتہ فزوری کو اس اکیڈمی کے تحت ہنگامہ میں "علم کی پرورش و پرداخت" پر ایک سیمینار منعقد ہوا۔

گزشتہ سال ایک آرٹ گیلری بنام "جامینی رائے" اور کلکتہ انفارمیشن سنٹر میں ایک نمائش گیلری بنام "ہنگامہ رانا" قائم کی گئی۔ گزشتہ سال نقاشی اور سنگ تراشی میں معروف عمل نوجوان آرٹسٹوں کے درمیان ایک مسابقت کا انتظام کیا گیا۔ ایک نمائش منعقد کی گئی اور ایک ورک شاپ کا بھی انتظام کیا گیا۔ اس نے فن کاروں، فن کے شائقین کے درمیان بہت جوش و خروش پیدا کر دیا۔

رقص اور موسیقی میں تحقیق کرنے کے کام میں مدد دینے کے لئے ریاستی موسیقی اکیڈمی قائم کی گئی۔ اس نے کئی ایک پروجیکٹوں کو ہاتھ میں لیا ہے۔ یہ موسیقی اور رقص کی مسابقت کا انتظام کرتی ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے ترقیاتی پروجیکٹوں میں تحقیق کا کام، مستقل عجائب خانہ اور لائبریری قائم کرنا شامل ہے۔ ساز و سنگیت اور لوک گیتوں کو ریڈیو کیسٹس کے ذریعہ محفوظ رکھنے کے پروگرام کو ردیو عمل لایا جا رہا ہے۔ نیز موسیقی پر بحث و مباحثہ کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ بڑے بڑے نامور آرٹسٹوں جیسے تیکر، برن، جن کا حال ہی میں انتقال ہوا، پر وندو، بادھیہ اور دھنی جوئے بھٹا چاریہ کے انٹرویو بھی ریکارڈ کئے گئے۔ سنگیت برائے ارسا، ابھی اس شعبہ کے ذریعہ شائع کیا جاتا ہے۔ سال بھر مغربی بنگال کے مختلف اضلاع میں مختلف موقعوں پر میلے منعقد کئے جاتے ہیں۔ یہ میلے بنگالی ثقافت کا پرچار اور فروغ میں نہ صرف نمایاں کردار ادا کرتے ہیں بلکہ یہاں تو مختلف طبقوں کے لوگوں کا ملاپ بھی ہوتا ہے۔ ایسے میلوں کے انعقاد کے لئے اس شعبے سے عطیات دئے جاتے ہیں اور کبھی کبھی یہ شعبہ ایسے میلوں کے انعقاد میں بڑا جڑا کردار ادا کرتا ہے۔

ان میں سے چند میلے یہ ہیں :

شانسی نیکتین کا پوس میلو اور کرشی میلو، چرولیا

نذول میل، ہرڑہ کا جلالت چند میل، ندیا کا گرجی باس میل، بانیرا اس کا سرت میل، بیرجھوم کا کیند وی میل، جلیانی گوڑی کا جلیش میل۔

گزشتہ سال ریندرانا تھ بیگور کی ۱۲۵ ویں سالگرہ ثقافتی شاخ نے بڑے ترنگ و اشتہار کے ساتھ منانے کے لئے اقدامات کئے۔

ماہرین پر مشتمل ایک مشاہدہ کمیٹی قائم کی گئی اور اس کی مدد اور تعاون سے سال بھر اضلاع میں اور اس ریاست کے باہر کے علاقوں میں بیگور کی سالگرہ منائی گئی۔ بیگور کی تخلیقات، ان کی مصوری کی بابت نمائشیں منعقد کی گئیں اور ان کی کہانیوں پر مبنی فلمیں دکھائی گئیں۔ ڈرامہ تہوار کا بھی انتظام کیا گیا۔ اس کے علاوہ ایک ریندرامیل بھی منعقد کیا گیا۔ اس طرح شاندار طریقے سے ریندرانا تھ بیگور کو عام لوگوں کے قریب تر لانے کی کامیاب کوششیں کی گئیں۔

کلکتہ، اسملی گوڑی، دارجلنگ اور جھارکھم میں واقع لوگ تفریح شاخ کی مختلف یونٹوں نے مشہور معنفوں اور شاندار عروں جیسے ریندرانا تھ بیگور کو نذول اور دھامک بند پادھیر کے سکھ ڈراموں اور گیتوں کو بہت ہی شاندار طریقے سے پیش کیا۔ پیش کردہ ترانہ، پنجابی لوگ گیت، حب الوطنی کے گیت، رفقاء قیامتوں میں لوگوں میں ثقافتی بیداری پیدا کرنے میں کافی معاون ثابت ہوئے۔ لوگ تفریح شاخ کی مقبولیت اس ریاست کے اندر ادراہم کے علاقوں میں بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

۸۶-۸۷ میں دور بند راہوں کو مالی امداد فراہم کی گئی۔ الویٹریا میں ریندرامیل کو اپنے تعمیراتی کام مکمل کرنے کے لئے ۹۲ ہزار روپے اور چند نگر میں ریندرامیل کو جسے میونسپل کارپوریشن کی ایوارڈ تعمیر کیا جا رہا ہے ۱۵ لاکھ روپے بطور عطیہ دئے گئے۔ نیز اس شعبہ کے زیر اہتمام آسنول میں ریندرامیل کی تعمیر کا کام تیزی سے جاری ہے۔ گزشتہ سال کے نومبر میں نئی مہم میں منعقدہ قومی ثقافتی تہوار میں شرکت کرنے کے لئے منزلی بنگال نے ۸۰ لاکھ روپے۔ بین ریاستی ثقافتی جماعتوں کا تبادلہ بھی اس شاخ کی ایک ذمہ داری ہے۔ گزشتہ مالی سال میں اس پروجیکٹ کے تحت اس ریاست کی ایک ثقافتی جماعت نے دمن اور گجرات کا دورہ کیا۔

لسانی شاخ: اس شعبہ کی سانی شاخ تین طرح کے فرائض انجام دیتی ہے۔ سرکاری کام کاج میں بنگلہ کے استعمال کو رائج کرنا، اس مقصد کے لئے دارجلنگ کے تین ہاڑی سب ڈویژنوں میں نیپالی زبان کے استعمال کو رائج کرنا اور اس ریاست کے بعض علاقوں میں موصول ہونے والے اردو خطوط

کا اردو میں جواب دینا۔ سرکاری دفتروں میں بنگلہ کو اردو کی تیزی سے رائج کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس ریاست کے ہر ملک میں کم از کم ایک بنگلہ ٹائپ رائٹر فراہم کیا جائے۔ اس مقصد کے تحت اب تک مختلف ملک دفتروں میں ۱۹۵ بنگلہ ٹائپ رائٹر سسپلائی کئے گئے ہیں۔ اس سے قبل اس شعبہ سے مختلف سرکاری دفتروں کو کلکتہ میں واقع سرکارہ دفتروں میں ۱۹۵ بنگلہ ٹائپ رائٹر سسپلائی کئے گئے تھے۔

بنگلہ اصطلاحات پر شائع کردہ کتابوں، جنہیں سرکاری دفتروں میں استعمال کیا جائے گا، کو دوسری بار شائع کیا گیا ہے۔ لیکن اب چھ جلدوں کو ایک ہی جلد کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ اب اسے تمام شعبوں میں تقسیم کر دیا جا رہا ہے۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ تقسیم کا کام بہت ہی جلد مکمل ہو جائے گا۔ دوسری بار اس کتاب کی ۶۰۰۰ کاپیاں چھاپی گئیں۔

منزلی بنگال کی تمام نظامتوں کے دفتروں، ضلع مجسٹریٹوں اور ڈویژنل کمشنروں کے دفتروں میں ایک ایک بنگلہ مترجم کی تقرری کی جائے گی۔ منزلی بنگال پبلک سروس کمیشن نے اس سلسلے میں اخباروں میں شائع کرتے کے لئے اشتہارات جاری کر دئے ہیں۔

انگریزی ٹائپسٹوں کو بنگلہ ٹائپ رائٹنگ کی تربیت دینے کا کام جاری ہے۔ اب تک اس ریاست کے زیر انتظام ۷۳ ٹائپسٹوں نے اس کورس کو مکمل کر لیا ہے۔

دارجلنگ میں ایک نیپالی سیل قائم کیا گیا ہے۔ اس سیل کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ ضلع دارجلنگ کے تین ہاڑی سب ڈویژنوں یعنی دارجلنگ، کرسیونگ اور کھیونگ میں سرکاری دفتروں میں سرکاری کام کاج میں نیپالی زبان کے استعمال کرنے پر زور دیں۔ اس سیل کو ایک خصوصی افسر کی ذمہ داری میں دے دی گئی ہے۔ نیز ان تینوں سب ڈویژنوں میں غیر نیپالی ملازمین کو نیپالی زبان کی تعلیم دینے کے لئے مراکز قائم کئے گئے ہیں اور یہاں نیپالی زبان کی تعلیم دینے کا کام جاری ہے۔ دارجلنگ میں نیپالی ٹائپ رائٹر ٹریننگ سنٹر میں نیپالی ٹائپ رائٹنگ کی تربیت انگریزی ٹائپسٹوں کو دی جا رہی ہے۔

اس شعبہ کے تحت خط و کتابت کے لئے تین اردو سیل قائم کئے گئے ہیں۔ یہ سیل ان علاقوں میں ہیں جہاں اردو بولنے والے لوگوں کی کافی آبادی ہے۔ یہ سیل آسنول، اسلام پور اور اس شعبہ کے ہیڈ کوارٹرس یعنی رائٹری

برٹش، لکھتے ہیں واقع ہیں۔ ان سہولتوں کے ذریعہ اردو خطوط کا اردو میں جواب دیا جاتا ہے۔

خلاصہ شاخ: مغربی بنگال میں نظم صنعت کو، اس کی ترقی کے سلسلہ میں آباد دینے کے لئے ریاستی حکومت کی کوششیں جاری ہیں۔ براہ راست ریاستی حکومت کے ذریعہ نظم کی تیار کی، غیر سرکاری ادارہ کو نظم تیار کرنے کے لئے عطیات، سہولتوں کی تعمیر کے لئے عطیات، رنگین نظم تجربہ گاہ کا قیام وغیرہ اس کی کوششیں اہم جزو ہیں۔ ان اسکیموں کے لئے ۱۹۸۸ء میں فنڈ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

یہ پروجیکٹ ایمرٹن نظم سازوں کیلئے سہولتیں مہیاں ثابت ہوتے ہیں۔ ریاستی حکومت کی تیار کردہ دستاویزی اور غیر فلموں کو ملک میں اور ملک کے ہر کے علاقوں سے کافی انعامات ملے ہیں۔ گزشتہ سال ریاستی حکومت نے براہ راست نجی نظم تیار نہیں کی۔ مکمل کردہ فلموں کی نمائشوں کے لئے انتظامات کی طرف زیادہ زور دیا گیا۔ مغربی بنگال نظم ترقیات کارپوریشن کو ان فلموں کو کاروباری پیمانہ پر نمائش کے لئے دوسروں کو دینے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ گزشتہ سال اس کارپوریشن نے چار فلمیں، جنہیں حکومت نے تیار کیا تھا، نمائش کے لئے پیش کیں۔ اس عرصہ میں ایک سالہ اور ہر ہفتہ ایک سے زیادہ دستاویزی فلم تیار کی گئی۔ ریاستی حکومت کی تیار کردہ دستاویزی فلم "مٹی کے ہوا" سماج میں مستندہ بین الاقوامی فلم فیئول میں پیش کی گئی اور اس کی سببوں نے تعریف کی۔ اس عرصہ میں ایک غیر نظم، "بانچ دستاویزی فلمیں" دو بچوں کی دو فلمیں خریدی گئیں۔

مغربی بنگال میں نظم صنعت میں سرمایہ کاری کی کافی کمی ہے۔ ریاستی حکومت اپنے محدود مالی وسائل کے باوجود اس صنعت کی دشواری کو دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس مقصد کے تحت کوالٹی کی بنیاد پر بننا کردہ اور سنسر کردہ فلموں کو ریاستی حکومت عطیات کے ذریعہ مالی اور فراہم کرتی ہے۔ اس سے صحت مند اور اچھی فلمیں تیار کرنے میں کافی مدد ملے گی۔ گزشتہ مالی سال (۱۹۸۶-۸۷ء) میں نو غیر فلموں کو، جنہیں سنسر نے پاس کر دیا تھا، کل ۸۲۵۰۰۰ روپے بعد عطیات دئے گئے۔ گزشتہ سال ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ اس ریاست کی اور سارے مشرقی علاقہ کی نظم صنعت کے مفاد کے پیش نظر ساٹھ ایک لکھتے میں ایک رنگین نظم تجربہ گاہ قائم کی گئی۔ مغربی بنگال نظم ترقیات کارپوریشن کے تحت اس تجربہ گاہ کا

گزشتہ سال کے اکتوبر ہفتہ میں شری ستیہ جیت رائے نے افتتاح کیا اور انہوں نے اس کا نام زو پائن رکھا۔ اس تنظیم کی صلاحیت نے مغربی بنگال اور اس کے آس پاس کی ریاستوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کی ہے اور انہوں نے اس کی سرپرستی کوئی شروع کر دی۔ اب تک اس تجربہ گاہ کے لئے ۵۲۸ کروڑ روپے خرچ کئے گئے۔ گزشتہ سال ریاستی حکومت نے ۱۷ کروڑ روپے کام چلانے کے سرمایہ کے طور پر دیئے۔ ایک ساؤنڈ ریکارڈنگ ٹیم جو اس کمپلیکس کا ایک جزو ہے، کی تعمیر کا کام مکمل ہونے کو ہے۔ اس ٹیم کی تعمیر کے بعد مشرقی علاقہ کی نظم صنعت کو بہت ساری سہولتیں فراہم ہوں گی۔

تندن سارے ملک میں اپنی نوعیت کا انوکھا نظم مرکز ہے۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں اس کا افتتاح کیا گیا۔ یہ اس شعبہ کے براہ راست زیر انتظام ہے۔ شری ستیہ جیت رائے کے چیرمین شپ کے تحت ایک مشاد رتی بورڈ اور ان کی تجویز کی گئی قائم کی گئی ہے۔ گزشتہ سال صحت مند نظم ثقافت کے فروغ کے لئے اس مرکز میں بہت سارے پروگراموں کو کیا گیا کے ساتھ دیگر عمل لایا گیا۔ اس مقصد کے تحت نظم فیئول، سیمینار، نمائش وغیرہ کا انتظام کیا گیا۔

اس ایکٹ میں جس کے تحت ریاستی حکومت کو ٹکنیشن اسٹوڈیوز کے انتظامیہ کی ذمہ داری سونپی گئی تھی، ترمیم لائی گئی تاکہ مغربی بنگال نظم ترقیات کارپوریشن اس اسٹوڈیوز کے انتظامیہ کی ذمہ داریاں سنبھال لے۔ ۱۹۸۴ء میں اس شعبہ نے اس اسٹوڈیوز کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔ اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ اسی سال تک مذکورہ کارپوریشن کو اس اسٹوڈیوز کی ذمہ داریاں دیا جائیں گی۔ گزشتہ سال اس اسٹوڈیوز کے کاروبار میں کافی بہتری ہوئی۔ ریاستی حکومت میں اس اسٹوڈیوز کے ساز و سامان خریدنے کے لئے ۱۳۱۷۰ روپے دینے کی منظوری دی ہے۔

ریاستی حکومت نے معیبت زدہ نظم ٹکنیشنوں کی امداد کے لئے ایک فنڈ قائم کیا۔ ۱۹۸۶ء میں اس فنڈ میں ۲۵۰۰۰ روپے دئے گئے۔ ایک تجویز یہ ہے کہ موجودہ سال میں بھی اس فنڈ کے لئے رقم فراہم کئے جائیں۔

ام دوگ اس تجویز پر بھی غور کر رہے ہیں کہ فلموں کی تقسیم کے لئے

حکومت کے زیر انتظام کم خرچ پرسینا گھروں کی تعمیر کی اسکیم کو بائہ ٹیکس ایک بہو نہایا جائے۔

آثار قدیمہ شاخ : ۸۶-۱۹۸۶ء میں آثار قدیمہ کی تعلات نے مغربی بنگال کے آثار قدیمہ پر ایک کل ہندو سینما منعقد کیا۔ مغربی بنگال کے گورنر پروفیسر نور الحسن نے بہار کے آرکیولوجی میوزیم میں اس سینما کا افتتاح کیا۔ مغربی بنگال اور دیگر ریاستوں کی یونیورسٹیوں کے قاری پروفیسروں نے اس سینما میں شرکت کی۔ اس سینما میں انہوں نے جو مضامین پڑھے انہیں کتاب کی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔

اس نظامت نے ضلع بانکوڑہ کے سووینہ پہاڑ کے علاقوں میں اور منا پور میں نال جل پہاڑ کے علاقوں میں کھدائی کا کام شروع کر دیا ہے۔ پتھر کے دور کی کچھ چیزیں یہاں سے دستیاب ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ضلع ۳۲ پرگنہ میں بادل علاقہ میں "پال" خاندان کے دور کی چند آثار قدیمہ کی چیزیں دریافت کی گئی ہیں۔ ضلع جلیائی گوڑی کے منڈا باری جنگل میں ندرج گڑھ میں کھدائی کے کام سے آثار قدیمہ کی کئی چیزیں دریافت ہوئی ہیں۔ اس گڑھ کے سلسلے میں مرکزی حکومت نے بھی کافی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ آثار قدیمہ کو محفوظ رکھنے کے سلسلے میں اس نظامت نے کوچ بہار ضلع میں بنشور شیومندر کی مورت کا کام شروع کر دیا ہے۔ نیز اس طرح کے دو اور قدیم مذروں کی مورت کو سنہ کی منظر کی دے دی گئی ہے۔ یہ مذوریہ ہے، گنگیشور شیومندر، ضلع مرشد آباد اور کاشی ناتھ شیومندر ضلع برہمان۔

مختلف اضلاع کے آثار قدیمہ کی بابت تعریف کی اشاعت کا کام بہت دنوں سے معطل پڑا تھا، اب اس کام کو شروع کر دیا گیا ہے۔ منا پور کے آثار قدیمہ کی بابت شرعی پروڈوب رائے کی مکمل ایک کتاب شائع کر دی گئی ہے۔ ایک اور کتاب ضلع منا پور کی آثار قدیمہ کا جائزہ، جس کے مصنف شرعی تارا پور ساہنرا ہیں، زیر اشاعت ہے۔ عابد علی کی مکمل کتاب "گور اور پانڈوا کی سرگزشت" کا اس سال دوسری بار شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں ماہرین کی تہدیک نوٹ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

اب تک قدم لاؤں کو محفوظ رکھنے اور آثار قدیمہ پر آٹھ ضلعوں میں کلکتہ میں لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے سینما منعقد کئے گئے۔ اس سال باقی اضلاع میں ایسے سینما منعقد کئے جائیں گے۔

بقیہ : تواناچی، خوراک اور آبادی ...

۱۹۳۰ء تک دنیا کی آبادی ۲۰۰ کروڑ تھی پھر تیس سال کے بعد یعنی ۱۹۶۰ء میں دنیا کی آبادی بڑھ کر ۳۰۰ کروڑ ہو گئی۔ اب آبادی کو ۴۰۰ کروڑ تک پہنچنے کے لئے صرف ۱۵ سال کی ضرورت ہے اور ۱۹۷۵ء میں دنیا کی آبادی ۴۰۰ کروڑ ہو گئی۔ آئندہ ۱۳ برسوں میں آبادی میں ۱۰۰ کروڑ کا اضافہ ہوگا۔ اس کے بعد آنے والے برسوں میں آبادی اور بھی تیزی سے بڑھتی جائے گی۔ اس طرح یہ بات بالکل واضح ہے کہ زراعت کے میدان میں ہم کتنے ہی بہترین کامائے کیوں نہ انجام دیں، یہیں بہت بڑا شوب مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا، اگر ہم آبادی میں اس غیر معمولی اضافہ کو مناسب طور پر روک نہ سکیں۔ اس میدان میں عام لوگوں کو بہت ہی اہم کردار ادا کرنا پڑے گا۔ غذائی حکمت عملی معاندانی منصوبہ بندی کے لئے قومی بنیاد پر ایک مشترکہ پروگرام مرتب کرنا چاہئے اور اس پروگرام میں ملک کے تمام لوگوں کی شرکت کی ضرورت ہوگی۔ ہماری زندگی سے وابستہ چند باتیں ایسی ہیں جن سے سب کو روشناس کرنا چاہئے اور جن پر اعتدال اور سائنسی نقطہ نظر سے بحث کرنی چاہئے اور انہیں مشترکہ طور پر روکنا چاہئے۔ یہ مشترکہ غذائی پالیسی ان میں سے ایک حکمت عملی ہے اور یہ اس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے جدوجہد بھی ہے۔ ہر شخص کو اس مسئلہ کی اہمیت اور نتائج سے واقف ہونا چاہئے، اور اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ سائنسدانوں کی نوں اور عام لوگوں کی مشترکہ جدوجہد اس جنگ کو جیتنے کی اہم کنجی ہے۔

بقیہ : مرکزی حکومت اور جی این ایل ایف

اور مرکزی حکومت گورکھا لینڈ کے حمایتیوں سے براہ راست گفتگو نہیں کرے گی۔ مرکزی حکومت کے موقف سے اب معلوم ہو رہا تھا کہ یہ پورے طور پر امن وامان کا مسئلہ ہے اور ریاستی حکومت ہی اس سے نمٹے گی جبکہ ریاستی حکومت نے سیاسی مسائل کی حدود کی نشاندہی کی تھی۔ مثال کے طور پر شہریت کا مسئلہ ہندو نیپال معاہدہ اور لاگ کردہ علاقے کے سلسلے میں تاریخی بنیاد پر دعوے ایسے مسائل ہیں جنہیں صرف قومی سطح پر حل کیا جاسکتا ہے۔ (باقی آئندہ)

توانائی، خوراک اور آبادی

از: نئی ایم۔ داس

سورج ہر گنڈ میں مغایں اتنی ریڈیائی توانائی بھیجتا ہے جو زمین کے کوئلے، پٹرولیم اور قدرتی گیسوں سے کہیں زیادہ ہے۔ جب انہیں یہاں کے لوگ معروض میں نہیں لائے جاتے۔ کسی پیدا کردہ کل توانائیوں سے تقریباً ۱۰ فی صدی تک لگ بھگ زیادہ ہوتی ہے۔ زمین پر توانائی ایک چھوٹی سی کسر میں حاصل ہوتی ہے۔ زمین کوئی ہیکٹار قطعہ اراضی پر ہر مربع میٹر پر ۱ کیلو وٹ کی ریڈیائی توانائی کی وسیع طیف حاصل ہوتی ہے۔ اگر خوراک کے پودے اپنے دائروں میں سو فی صد ایسی توانائی کو منہ کرنے تو ایسی صورت حال میں فی ہیکٹار قطعہ اراضی سے ۳۰۰۰ کے کیلو وٹ پر ہر مربع میٹر کے حساب سے سال بھر میں ۳۳۳۳ کو خوراک کا فراہم کرنا ممکن ہو سکے گا۔ لیکن قدیم روایتی زرعی طریقہ کار کے تحت غلوں میں ایسی توانائی کی ملکیت کی صلاحیت بہت ہی کم ہے۔ یہ شرح ۱۰ سے ۱۰۰ فی صد ہے۔ مزید برآں ہم لوگ پودے کو نہیں کھاتے بلکہ اس کے پیدا کردہ اناج کو کھاتے ہیں۔ اس طرح ہماری خوراک میں شمسی توانائی کی بس ایک کسر شامل ہوتی ہے۔ ہندوستان میں ۱۹۵۰ء سے یعنی ’سبز انقلاب‘ کا آمد سے قبل ایک ہیکٹار کھیت میں اتنا اناج پیدا کیا جاتا تھا جو فی ہیکٹار ۳۰۰۰ کے کیلو وٹ کے حساب سے سال بھر میں صرف ۳ افراد کی ضرورتوں کو پورا کر سکتا تھا۔ غلوں میں توانائی کو جذب کرنے کی اتنی کم شرح کی وجہ یہ

ہیں۔

(۱) پودوں میں سورج کی روشنی اور توانائی کی مدد سے خوراک تیار کرنے کی صلاحیت حسب خواہ نہیں ہے (۲) اچھے بیج بونے نہیں جاتے اور کم پیداوار والے بیج بونے جاتے ہیں۔

۱۰

(۳) کھیتوں میں حسب خواہ مقدار میں کھاد کے استعمال میں کمی (۴) پانی کی سہولت میں کمی (۵) بہت زیادہ گرم یا بہت زیادہ سرد درجہ حرارت (۶) پودوں کو جراثیم سے پاک رکھنے کے لئے جراثیم کش اور دیگر کھانگانی استعمال، فصل کی کٹائی اور غلوں کو محفوظ طریقہ سے گوداموں میں رکھنے کے سلسلے میں نا اہلیت اور (۷) مختلف ماحولیاتی آلودگی کا ناموافق اثر۔ سائنس میں ہندوستان ترقی کے دہانے پر آچکا تھا۔ اس وقت ہمیں ہماری آبادی کو خوراک کے لئے غلوں کی درآمد کرنا پڑی۔ لیکن اب یہ صورت حال بالکل بدل چکی ہے اور اس کی وجہ زیادہ پیداوار والے پودے اور سبز خانے اچھے مریشی اور زراعت میں جدید ترین ٹیکنالوجی کا استعمال ہے جین نے ایک نیا قسم کا چاول بنام ’ٹائی جگ‘ نے ٹی ۱ (ٹی این ۱) دریافت کیا ہے۔ اس چاول کا پودا دیگر اقسام کے چاول کے پودوں سے جھوٹا ہوتا ہے لیکن اس میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ ایک ہیکٹار قطعہ اراضی سے ’اگر اسے کافی کھاد اور آبپاشی‘ سہولتیں فراہم کی جائیں تو پانچ چھ ٹن دھان حاصل ہوں گے جبکہ ۱۹۶۰ء میں فیڈیا آئی میں انٹرنیشنل رائس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے بین الاقوامی چاول تحقیقاتی ادارہ قائم کیا گیا تو وہیں دو تین اقسام کے چاول سے نئی قسم کے چاول پیدا کرنے کا کامیاب تجربہ کیا گیا۔ ۱۹۶۰ء میں نئے قسم کا دھان ’آئی۔ آر۔ ۵۵‘ کی کاشت کی گئی جس سے پیداوار بہت زیادہ ہوئی۔ مذکورہ بالا معنی دھان کا پودا بہت چھوٹا ہوتا ہے، اگر غلات اس کے اندر بیج کے دھان کا پودا کچھ لمبا ہوتا ہے اور ان دونوں دھان کے بیجوں کے ملاپ سے نیا دھان آگے

پیدا کیا جاسکا۔ اگر اچھے طریقے سے کاشتکاری کی جائے تو ایک ہیکٹر قطعہ آراضی میں آئی آرمٹ دھان کی پیداوار آٹھ ٹن ہوتی ہے۔ زیادہ پیداوار والے دھان کی کاشت سے دنیا کے تمام ملکوں میں ہندوستان میں چاول کی پیداوار میں کافی اضافہ ہوا۔

ہمیں امریکہ کے عظیم نورٹن ارنسٹ بور لوگ کا مشکور رہنا چاہئے، کیونکہ انہوں نے بہت ہی کوشش اور بہت سارے تجربات کے بعد گیہوں کے زیادہ پیداوار والے بیج پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ انہیں سنہ ۱۹۴۷ء میں نابل پرائز برائے امن بھی ملا تھا۔ گیہوں کے اس نئے تخم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں گزشتہ پندرہ برسوں میں اس بیج کو کھیتوں میں ڈالا جا رہا ہے اور اس کی وجہ سے گیہوں کی پیداوار ۱۲۰ لاکھ ٹن سے بڑھ کر ۱۶۷ لاکھ ٹن ہو گئی، اور اب سبز انقلاب کے ماقبل فی ہیکٹر قطعہ آراضی کی پیداوار پریم کی جگہ ۷۴ افراد کی کفالت کی جاسکتی ہے۔ فی الیال ہندوستان میں قابل کاشت علاقے کا رقبہ ۱۳۱۳ کروڑ ہیکٹر ہے اور اب ہم $1313 \times 74 = 5135$ کروڑ لوگوں کے لئے خوراک فراہم کر سکتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ آبادی تقریباً ۷ کروڑ ہے۔ یہ اعداد و شمار یہ ظاہر کرتے ہیں کہ زیادہ پیداوار والے بیج جو کہ اور کاشتکاری کے لئے کھاد، جراثیم کش ادویہ اور دیگر ضروری چیزوں کو استعمال کر کے ہم ایک کثیر آبادی یعنی موجودہ آبادی سے چھ گنا زیادہ آبادی کے لئے خوراک فراہم کر سکتے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے پاس کافی زمین ہے۔ کاشت کاری کے جدید طریقہ کار اور تکنیک سے ہم واقف ہیں۔ اس طرح ہم اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کی خوراک کے مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہمارے پاس زمین ہے، تکنیک بھی ہے، لیکن ہمارے پاس کافی وسائل نہیں ہیں یعنی زراعت کے لئے دیگر ضروری چیزیں نہیں ہیں اسی لئے ہمارے لئے امکانات کو حقیقت میں تبدیل کر دینا بہت ہی مشکل ہے۔

زراعت میں معاون توانائی

جدید زراعت میں ٹریکٹروں، نقل و حمل کی دیگر گاڑیوں،

آبیاشی پمپ، کھاد اور جراثیم کش ادویہ تیار کرنے والے کارخانوں، اور کافینڈیشنز اور دھات کے تھپے تیار کرنے کے کارخانوں کے لئے توانائی (بجلی) اشد ضروری ہے۔ یہ بڑی دلچسپ بات ہے۔ یہ نام معاون توانائی مقدار میں اس شمسی توانائی کی نصف ہوتی ہے جسے پودے جذب کرتے ہیں۔ سورج کی روشنی میں سبز پودے اپنی خوراک خود تیار کرتے ہیں۔ اگر پودے اس طرح ۱۰۰ کیلو ویز شمسی توانائی حاصل کرتے ہیں تو ہم اپنے ذرائع سے اسے ۵۰ کیلو ویز توانائی فراہم کرتے ہیں۔ ہمارے پاس، اپنی پیداوار کو مکمل طور پر استعمال کرنے کے لئے توانائی کی سپلائی کے کافی ذرائع نہیں ہیں اور ہمیں ہماری سرگرمیاں محدود ہو جاتی ہیں۔

ہندوستان میں توانائی کی کھپت فی ہیکٹر، جہاں اوسط پیداوار ۸۰ کیلو گرام ہوتی ہے، تقریباً ۲۳ ہارس پاور ہے اور اس طرح ۲ کیلو گرام پیداوار کے لئے بھی کی کھپت ۱۰ ہارس پاور ہوتی ہے۔ جاپان کے کسان اپنے کھیتوں میں زیادہ سے زیادہ توانائی تقریباً ۲۰ ہارس پاور فی ہیکٹر استعمال کرتے ہیں یعنی ہندوستان کے مقابلہ میں تقریباً ۵ گنا زیادہ توانائی استعمال کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے وہاں پیداوار اوسطاً ۵۲۰۰۰ کیلو گرام فی ہیکٹر ہوتی ہے۔ جو ہندوستان کی پیداوار سے تقریباً ۵ گنا زیادہ ہے۔ اس طرح جاپان میں ۲ کیلو گرام پیداوار کے لئے ۱۰ ہارس پاور توانائی استعمال کی جاتی ہے۔ یہ حقیقت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ غذائی اجناس کی پیداوار کھیتوں میں موثر عمل لائی گئی توانائی کے براہ راست متناسب نہیں ہے۔ بتوان میں صرف ۲۸ ہارس پاور توانائی استعمال کی جاتی ہے اور اس کے نتیجہ میں پیداوار ۳۰۰ کیلو گرام ہوتی ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۲۱ کیلو گرام پیداوار کے لئے ۱۰ ہارس پاور توانائی استعمال کی جاتی ہے۔ زرعی پیداوار میں اضافہ کئے زراعت میں توانائی کو انتہائی حد تک استعمال میں لانے کے اصول کو اپنانا چاہئے، جیسا کہ بتوان میں کیا جاتا ہے۔ اس اصول کے تحت یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ زراعت میں توانائی ضائع نہ ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ زرعی میدان میں ۸۰ فیصد توانائی ضائع ہو جاتی ہے اور مضافاتی علاقوں کی فضا کی آلودگی کی یہ ایک اہم وجہ ہے۔ ہم اپنی پرانی انجنوں، مشینوں میں

کوئلہ، مکھی، پٹول اور ڈبزل استعمال کرتے ہیں۔ نیز ہمارے استعمال کرنے کے طریقہ کار بھی بہت پرانے ہو چکے ہیں۔ اسی لئے ہم بہت کم مقدار میں توانائی استعمال کرتے ہیں۔ شدید توانائی بحران کے موجودہ دور میں ایندھن کے ضائع اور برباد ہونے کے سلسلے پر ترجیحی طور پر غائر غور کرنا چاہئے۔ توانائی کی بچت توانائی کی پیداوار کے مساوی ہے۔ شاید بچت زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اس سے ماحولیاتی آلودگی میں کمی ہوتی ہے۔ ۷۰ تا ۹۰ فیصد کیمیاوی کھاد استعمال کے دوران اور بعد ضائع ہو جاتی ہے، اور اس کی وجہ سے جنگلی پودے جیسے کائی وغیرہ جگہ جگہ لگ جاتے ہیں۔ ہم گندے پانی کے نکاس کے ذریعہ ندیوں میں بہت ساری نامیاتی غلظت پھینک دیتے ہیں اور یہاں سے غلظت سمندر میں چلی جاتی ہے۔ پیداوار پر ہمیشہ سے بڑھتے ہوئے دباؤ اور کیمیاوی کھادوں کے استعمال میں کمی ہوتی ہے۔ اگر ہم اس نامیاتی غلظت کو بطور کھاد بار بار استعمال میں لاتے۔ اسی طرح آبپاشی کے لئے فراہم کردہ پانی بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس کے ترسیل اور استعمال میں اہمیت سے کام نہیں لیا جاتا۔ بہت ساری نئی اور سیدھی سادی ٹیکنک کو استعمال میں لا کر ان نقصانات کی روک تھام کی جاسکتی ہے اور توانائی کے زیادہ سے زیادہ استعمال کے ذریعہ غذائی پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جاسکتا۔

کسان بذات خود فیصلہ کن فرد ہے

اس بات کا تخمینہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان کا نصف آبادی پیداواری توانائی کو جسے سائنس دانوں نے پیدا کیا ہے کو بروئے کار لاسکتے ہیں۔ لیکن ایک کسان کے کھیت میں ان میں سے زیادہ تر توانائی کو روکھل لانے میں سائنس قن تباہ ہو نہیں کر سکتا۔ اس سلسلہ میں کسان بذات خود ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے لیکن نہ اس کے کردار کو اور اس کی خدمات کو مناسب طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ نہ ان کی اختیار کو نگاہی ہے اور نہ انہیں جدید طریقہ پر ڈھالا جاتا ہے۔ چہاں کہ اور غریبیت پر دونوں اس کام میں سید راہ ثابت ہوتے ہیں۔

ہندوستان میں آج زرعی اداروں اور زرعی یونیورسٹیوں کا

ایک جال سا بچھا ہوا ہے۔ نیز زرعی تحقیقات کی ہندوستانی کاؤنسل سے قوی بنیاد پر زرعی تحقیقات میں مالی قیام رکھنے کی سچہ مہمیں بھی فراہم کی ہیں۔ لیکن آج بھی کسانوں میں کاشتکاری کی جدید ترین علم اور ٹیکنالوجی کی اشاعت کی رفتار ترقی بہت ہی سست اور ناممکن ہے۔ اطلاعات کی ناقراہمی سے غلط اطلاعات کی فراہمی زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ کسان کو اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے، بے تحاشہ جراثیم کش ادویہ استعمال کر رہے ہیں۔ اہرلیکٹس کی رپورٹ کے مطابق ایک ہندوستانی کے جسم کے رنگ دریشے میں دنیا کے دیگر ملکوں کے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ ڈی ڈی ٹی پوسٹ ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہیں کہ ہم انتہائی حد تک ڈی ڈی ٹی استعمال کر رہے ہیں بلکہ ہم ہاروک ٹوک اور بلا سمجھے بو جھے اسے استعمال کر رہے ہیں۔ اس بات کی جلد از جلد مکرر طور پر کوشش کی جانی چاہئے۔ کسانوں کو کاشتکاری کے جدید علم اور ٹیکنالوجی سے مکمل طور پر روشناس کرایا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ کسانوں کو تعلیمی اور معاشی حالت میں بہتری لانی چاہئے تاکہ وہ موثر طور پر اپنا کردار ادا کر سکیں۔

عام لوگوں کا کردار

ہم لوگ سبز انقلاب کے دور سے گزر چکے ہیں۔ اب ہم اس کے بعد کے عرصہ سے گزر رہے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بہت سارے زرخیز قطعات آرامی کھاد آبپاشی اور جراثیم کش ادویہ کے غلط استعمال کی وجہ سے اپنی طبعی کیمیاوی اور حیاتیاتی خصوصیات کو کھو رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے کاشتکاروں کو شدید مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حدت عام لوگوں کی وجہ سے لاحق ہو گیا ہے۔ یہ آبادی میں غیر معمولی افزائش کا دباؤ ہے۔ یہ تو عوام کا زیادہ سے زیادہ خوراک کے لئے بڑھتا ہوا مطالبہ ہے اور جسے مستحق میں پورا کرنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ ہر سال ہمارے ملک کی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے جو تعداد میں آسٹریلیا کی پوری آبادی کے برابر ہے۔ سن ۱۹۸۲ میں دنیا کی کل آبادی صرف ۱۰ کروڑ تھی اور تقریباً ۲۰ لاکھ سال کی مدت میں دنیا کی آبادی بڑھ کر اتنی ہوئی۔ لیکن اس آبادی کو بڑھ کر ۲۰ کروڑ تک پہنچنے میں صرف ایک سو سال کی ضرورت ہوئی۔ یعنی (باقی صفحہ پر)

مرکزی حکومت اور جی 'این' ایل 'ایف'

پہلی قسط

ستمبر کی دستاویز میں گورکھا لینڈ کی علیحدگی پسند تحریک کے خطرناک اثرات پر بحث کرنے کے بعد ہم لوگوں نے بڑے شد و مد سے واضح کر دیا تھا کہ کسی سطح پر اصل مسئلہ سے چشم پوشی دراصل گورکھا لینڈ تحریک کے رہنا کے لئے ان کی تحریک کو جاری رکھنے کے سلسلے میں ان کی ہمت افزائی کرنے کا باعث بنے گی۔ ہم لوگوں نے اگست ۱۹۸۶ء میں گھیشنگ کے جاری کردہ بیان کی طرف بھی اشارہ کیا تھا کہ حکومت ہند صرف احتجاج کی زبان سمجھتی ہے۔ اور ہر وہ جواہی خامی طاقت کیساتھ احتجاج کرتا ہے اپنے مطالبات منوالیہ ہے اس سلسلے میں اُسام اور میزورم کی مثالیں موجود ہیں۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے اہم سیاسی جماعتوں کے قومی رہنماؤں یا مرکزی وزراء کے غیر فہم دارانہ اور غلط اطلاعات پر مبنی سیاسی بیانات کے خلاف انتخاب کیا تھا جس سے یہ تاثر اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس تحریک کے لئے اپنے دلوں میں نرم گوشہ رکھتے ہیں، یا ان کے مطالبات کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری کمزوری، اختلاف رائے یا دورخی پالیسی یا اس طرح کی کوئی معلومات جی 'این' ایل 'ایف' کے رہنماؤں کے لئے بھاری علاقوں کے لاعلم عوام کے درمیان اپنے ایمان کو بڑھانے میں بڑکدہ کار ثابت ہوگی۔ ستمبر کی اپنی دستاویز میں ہم نے اس علیحدگی پسند تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے قومی اتحاد کی ضرورت پر زور دیا تھا اور ان موضوعات سے پرہیز کیا تھا جنہیں جماعتی سیاسی مقاصد کی حصولی کا نام دیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر محکمہ میں قائم کردہ کل جماعتی اتحاد کو ہم نے خوب سراہا اور تمام جماعتوں کے ۲۶ سیاسی رہنماؤں کے مشترکہ بیان کا جس میں اس تحریک کو خاص طور پر 'قوم دشمن' اور

علیحدگی پسند بنایا گیا تھا۔ بنیادی برائے والے لوگوں پر نہایت ہی براہ اور امید افزا اثر پڑا تھا۔ ہیں اس بات کی امید تھی کہ کم از کم وہ مجاہد جن کا قومی سطح پر ایک مقام ہے، انگ استخابی مفادات سے بالاتر ہو کر اس موضوع پر متحد ہونے کے لئے آگے بڑھیں گے۔ لہذا اس سلسلے میں بائیں محاذ اور کانگریس (آئی) کے رہنماؤں کے مشترکہ بیان پر دستخط کرنا بہت سارے لوگوں کی نظر میں غیر معمولی اہمیت کا حامل بنا۔ اس کے بعد دریائے گنگا اور تبت میں اچھی خامی گندگی بھادی گئی۔ یہ بڑی اہمیت شکن بات ہے کہ اب یہ تھوڑی ایک پارٹی۔ سیاسی مسئلہ بن چکی ہے جس کی ذمہ داری پورے طور پر مرکزی حکومت پر عائد ہوتی ہے جس کا درجہ ذیل سے واضح ہے:

بالکل ابتدا سے ہی اس تحریک کے شروع ہونے کے فوراً بعد جان مرکزی حکومت کو اس معلوم ہوتا تھا کہ تشویش لاحق ہو گئی ہے۔ وہاں کانگریس (آئی) کی مغربی بنگال یونٹ کا موقف قطعی واضح نہیں تھا۔ جب جیوتی باسو نے جون کے اوائل میں راجو گاندھی سے ملاقات کی تو راجو گاندھی نے اعتراف کیا کہ گورکھا لینڈ تحریک ایک قومی مسئلہ ہے اور اس مسئلے سے بچنے کے لئے مرکزی حکومت ریاستی حکومت کی ہر ممکن مدد کرے گی۔ جب جیوتی باسو نے یہ حقیقت واضح کی کہ ریاستی کانگریس (آئی) کا موقف اس سلسلے میں مثبت نہیں ہے تو وزیر اعظم نے انہیں یقین دلایا کہ اس موقف میں اب جلد ہی تبدیلی آئے گی۔ حقیقتاً کانگریس (آئی) کا موقف اس کے بعد بدل گیا اور اس کے سربراہوں نے ریاستی حکومت کو دیگر مسائل کے سلسلے میں اختلافات کے باوجود اس مسئلے میں اپنی حمایت کا یقین

لایا۔ اس مشترکہ بیان سے قطع نظر جس میں ۸ اگست کو کانگریس (آئی) کی طرف سے پریرہنجنی راس منشی نے دستخط کیا۔ ریاستی کانگریس (آئی) نے ریاستی اسمبلی میں اس موضوع پر بحث کے لئے ایک تجویز پیش کی جس میں اس تحریک کو قوم دشمن کہتے ہوئے ان کی بڑی مذمت کی گئی۔

ارجنٹنگ کے دورے کے بعد راس منشی نے یا الزام لگایا کہ گھیشنگ سے جلسوں میں شرکت کرنے کے لئے جی۔ این۔ ایل۔ ایف۔ سرحدیہار پال کے علاقوں سے غنڈے لائے جا رہے ہیں۔ دارجلنگ میں کانگریس راکٹا پرنٹ کے سربراہ دادا۔ نرٹا کو ضلع اور ریاستی سطحوں پر ہند سے برطرف کر دیا گیا کیوں کہ اس نے دارجلنگ کے مرکزی انتظامیہ کے علاقے کی حمایت میں اپنے موقف کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس نکتہ تک نام بڑی جماعتوں نے مساوی طور پر اظہار تشویش کیا ہے اور کم و بیش یکساں رہے ہر گرجی۔ این۔ ایل۔ ایف۔ کی مذمت کی۔ لہذا آنے والے ریاستی اسمبلی انتخابات میں علیحدگی پسند تحریک کے حامیوں کے مطالبات کا متنازعہ موضوع بننے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے جب تک کہ سیاسی موافقت برقرار رہے گی۔ یہ موافقت پورے ایک مہینہ اور دو دن تک قائم رہی۔

شروع سے ہی ریاستی حکومت نے یہ واضح کر دیا تھا کہ جہاں تک "امن و امان" کے مسائل کا تعلق ہے یہ ذمہ داری پورے طور سے ریاستی حکومت کی ہے۔ مگر جب ریاستی حکومت کو اب اس بات کی پوری امید ہے کہ اسے بوقت ضرورت مرکزی پولیس فورس کی مدد فراہم ہوگی۔ بہر حال ریاستی حکومت اسے صرف امن و امان کا مسئلہ نہیں سمجھتی۔ کیوں کہ اس تحریک سے ایسے کئی مسئلوں کو اٹھایا جا جنہوں نے اب معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی بولنے والی آبادی کی ایک بڑی تعداد کو ہتھکڑیا ہے لہذا جب ریاستی حکومت اور بائیں محاذ جماعتیں بائیں علاقوں سے لوگوں کے درمیان سیاسی سطح پر ان مسائل سے نمٹنے کے لئے تمام ممکنہ اقدامات کرنے کو تیار تھیں تو اس وقت وہ مرکزی حکومت سے اپنی ہم کو عوام کے درمیان فروغ دینے اور موثر بنانے کے لئے صرف دو بیانات دینے کی توقع کر رہی تھیں: (الف) یہ کہ یہ تحریک قوم دشمن اور افتراق پسند ہے اور (ب) ہند۔ نیپال معاہدہ ۱۹۵۰ء کی یہ طرح بنیادی بولنے والے ہندوستانی شہریوں کے مفاد

کو عینی طور پر متاثر نہیں کیا ہے۔ ریاستی حکومت نے حلقوں میں اس سلسلے میں بڑی امیدیں اجاگر ہو گئی تھیں۔ جس طرح مرکزی حکومت ان سے پیش آ رہی تھی۔ اسے اس بات کی توقع تھی کہ اس طرح کے بیانات بہت جلد منظر عام پر آجائیں گے جو اس تحریک کی سیاسی بنیاد کو کمزور بنانے میں معاون ثابت ہوں گے اور مرکزی حکومت کے موقف سے متعلق تمام خدشات کو دور کر دیں گے۔ اس بات کی بھی امید تھی کہ مرکزی حکومت سے متعلق یہ افواہ بھی ختم ہو جائے گی کہ وہ ریاستی حکومت کو برے دکھ کر علیحدگی پسند تحریک کے حامیوں کے ساتھ کوئی معاہدہ / تصفیہ کرنا چاہتی ہے۔

بہر حال وزیراعظم اور ریاستی وزیر داخلہ مشرے چدمبرم کے بیانات جو انہوں نے ۱۳ اگست ۱۹۸۶ کو پارلیمنٹ میں دوسرے نقطہ کی وضاحت کے لئے دئے تھے وہ اپنے نقطہ کے سلسلے میں ذومعنی ثابت ہوئے۔ حکومت ہند عام الفاظ میں ہر قوم دشمن تحریک کی مذمت کرتی ہے لیکن اس نے جی۔ این۔ ایل۔ ایف۔ تحریک کو صاف طور پر قوم دشمن تحریک گرداننے سے انکار کر دیا ہے۔ ہم نے یہ بات ذہن نشین کر لی ہے کہ پارلیمنٹ کا یہ اجلاس گھیشنگ کے پس بار دہی پہنچنے کے بالکل بعد ہی ہوا اور اس کے بعد کانگریس (آئی) کے نائب صدر ارجن سنگھ نے یہ بیان دیا کہ اس تحریک کو قوم دشمن تحریک نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ وہ ہندوستان کی سرحد کے اندر رہ کر اپنی ریاست کا مطالبہ کر رہی ہے۔ جی۔ این۔ ایل۔ ایف۔ نے ارجن سنگھ کے اس بیان کی پہاڑی علاقوں میں بڑی تشہیر کی ہے تاکہ یہ تاثر پیدا کیا جاسکے کہ مرکزی حکومت ان کی حمایت میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی مرکزی وزیر نے اس تحریک کی مذمت میں ایک لفظ بھی نہیں کہا ہے اور اس بات کو پس انداز بھی نہیں کیا۔

بہر حال پارلیمنٹ کے اس اجلاس میں وزیراعظم نے یہ اعلان کیا ہے کہ "میں نے وزیراعلیٰ کو یقین دلایا ہے کہ ہم لوگ ان کی پورے طور پر تائید اور مدد کریں گے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے حکومت مغربی بنگال کی صلاحیت پر مجھے مکمل بھروسہ ہے۔" اس سے قبل ۲۲ جولائی ۱۹۸۶ء کو وزیر داخلہ بڑا سنگھ نے اعلان کیا تھا کہ ہم لوگ بغیر ریاستی حکومت کے اس سلسلے میں کچھ نہیں کریں گے۔



حال ہی میں تلہاٹی علاقے پنچایت کمیٹی کے زیر اہتمام کوششوں میں گاؤں میں منعقدہ قبائلی رفاہ تقریب میں ہیراجوم کے شہادتی
شرعی برہنہ مقرر افتخاری تقریر کرتے ہوئے۔

صدر جمہوریہ ہند شری گیانی ذیل سنگھ کو ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء کو دم ہوائی اڈے پر مغربی بنگال کے گورنر پر دھیسر سیدنا الحسن اور دین
آرامی و اصلاحات آزادی شری ہینو نے چودھوی الوداع کہتے ہوئے

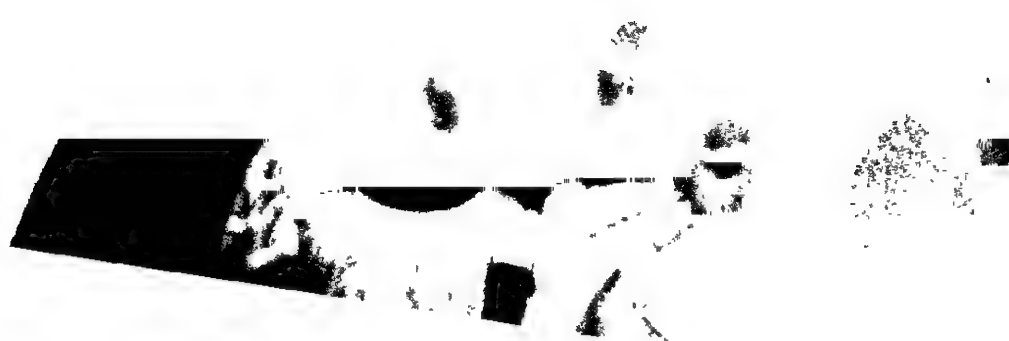
۱۵۹/۱۱

18 NOV 1987

مغربی بنگال

آزادی نمبر

۱۵۹/۱۶



مغربی بنگال

شرح خریداری

سالانہ تین روپے یا اس سے زائد کا قیمت ۵۰ پیسے

ترسیل زر کا پتہ

پرنسپل منجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت مغربی بنگال

۲۳۔ آراین، سکری روڈ۔ کلکتہ۔ ۱۔ ۷۰

مدیر اعلیٰ : پرنسپل بنگال چارٹرڈ

مدیر : دھرم چند رائے ناتھ دت

نائب مدیر : محمد اعظم

مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

جلد نمبر ۳۷ نمبر ۱۴ اگست ۱۹۸۷ء شمارہ نمبر ۱۶۱۵

ازادی کے ۲۰ سال

اساتذہ شہارے میں

صفحہ

۱۔	پندرہ اگست (نظم)	اختر الایمان	۳
۲۔	وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو کا شری پیغام		۴
۳۔	آزادی کے چالیس برس بعد	عبد اللہ رسول	۷
۴۔	آزاد ہندوستان میں معاشی آزادی کیلئے جدوجہد	محمد امین	۹
۵۔	اردو شاعری میں آزادی کا تصور	ساکت کھنوی	۱۱
۶۔	ہندوستان کا نام رہے جاوہر داس (غزل)	پروفیسر اختر صدیقی	۱۲
۷۔	اردو شاعری اور قومی یک جہتی	پروفیسر عبدالستمان	۱۷
۸۔	مبارک باد آزادی (نظم)	ولی رفوی	۲۰
۹۔	مگر ذرا تو سوچئے (نظم)	ڈاکٹر یوسف تقی	۲۱
۱۰۔	جدوجہد آزادی میں بنگال کا حصہ	فیروز عابد	۲۴
۱۱۔	آدی بامسی عوام کی جدوجہد آزادی	دھرم چند رائے ناتھ باسکے	۲۸
۱۲۔	آزادی (نظم)	ایم۔ کے۔ اختر	۳۱
۱۳۔	جنگ آزادی۔ اردو کے معتوب ادباء و شعراء	اقبال جاوید	۳۲
۱۴۔	کچھ دئے بن گئے (غزل)	انفصل حسین انفصل	۳۹
۱۵۔	انقلابی تحریک ۲۰-۲۵ء	محمد اعظم	۴۰
۱۶۔	آزادی کی چالیسویں سالگرہ کی تقریبات		۴۳



پندرہ اگست

یہی دن ہے جس کے لئے میں نے کافی تھیں آنکھوں میں راتیں
یہی سیل آب بقا، چشمہ نور ہے، جلوہ طور ہے وہ ؟
اسی کیلئے وہ سہانے مہر میں بھرے گیت گائے تھے میں نے
یہی ماہ و شش نشہ حسن سے پورا، بھر پورا، مخمور ہے وہ ؟

ستاتھا نگاہوں میں وہ قیدِ آداب محفل نہیں اب
وہ پابندیاں دیدہ و دل پہ جو تھیں اٹھی جاری ہیں
وہ مجبوریاں اٹھ گئیں، اولولے راہ پانے لگے مسکرا کر لگے اب
محبت کٹھن راستوں سے گزر کر لہکتی ہوئی آ رہی ہے

وہی کس میری، وہی بے حسی آج بھی ہر طرف کیوں ہے طاری
مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے یہ میری محنت کا حاصل نہیں ہے
ابھی تو وہی رنگ محفل، وہی جبر ہے ہر طرف، زخمِ خندہ ہے انسان
جہاں تم مجھے لے کے آئے ہو یہ وادی رنگ بھی میری منزل نہیں ہے

شہدوں کا خون اس حسینہ کے جہرے کا خازنہ نہیں ہے
جسے تم اٹھائے لئے جا رہے ہو یہ شب کا خازنہ نہیں ہے

اختراالات

ایک آزاد قوم کی حیثیت ہے

یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ملک کی گونا گوں قومی کیلئے اجتماعی کوشش کریں

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو

”آج ہمیں ان تمام مجاہدین وطن کو عقیدت و خلوص کے ساتھ یاد کرنا چاہئے جنہوں نے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ہمارے عام بحران کو ہندوستان کی سیاسی اور سماجی زندگی میں اخلاقی قدروں کے تیزی سے زوال نے مزید الجھا دیا ہے۔“ وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے ۱۵ اگست کی شام کو اپنی ایک نشری تقریر میں یہ باتیں کہیں۔ وزیر اعلیٰ کی تقریر کا متن اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے:

ملک کی آزادی کی چالیسویں سالگرہ کے موقع پر میں عوام کے ہر ذمہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو یہ دل سے مبارکباد اور نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ صدیوں سے ہندوستان کو شیب و فراز سے گزرنا پڑا ہے۔ آخر اسے تقریباً دو صدیوں تک برٹش سامراجیت کی کالونی حکومت نے سخت محکوم رہنا پڑا۔ آخر کار اس نے ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو لائسنس اور مجاہدین آزادی کی بے لوث خدمات و قربانیوں کے ذریعہ اپنی آزادی حاصل کر لی۔ آج ہمیں ان تمام مجاہدین وطن کو عقیدت و خلوص کے ساتھ یاد کرنا چاہئے کیوں کہ ملک کی آزادی کی جدوجہد میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی کافی اہمیت کی حامل ہے کہ ہمیں ملک کو آزاد کرنے میں مختلف اقسام کی گئی جدوجہد کا صحیح پس منظر میں غائب کرنا چاہئے۔

آج اس قومی تقریب کے موقع پر بھی ہمیں ایک قسم کی تشویش لاحق ہو رہی ہے کیونکہ ہمارے اطراف میں کچھ غیرے تشویشناک واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ سماجی، سیاسی اور معاشی حلقوں میں حالات بدلتے چلتے عام استحکام کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ ملک کو شدید خطرہ

تخریب پسند اور علیحدگی پسند قوتوں کی ناپاک سرگرمیوں سے لاحق ہو گیا ہے۔ ملک کے بعض حلقوں میں ان کی بڑھتی ہوئی شرمناک سرگرمیوں سے مؤثر طور پر بندر و آزا ہونے کے لئے سیاسی رضا کی کمی باقی جاتی ہے کیونکہ چند فوری علاقائی معاملات کے لئے غور و خوض کرنے سے وہ گترار ہے ہیں۔ ملک کی علیحدگی پسند سرگرمیوں کی بھی چند غیر ملکی طاقتوں کے ذریعہ ہمت افزائی اور مدد کی جارہی ہے جو ہمارے لئے تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ ہمارے عام بحران کو ہندوستان کی سیاسی اور سماجی زندگی میں اخلاقی قدروں کی تیزی سے زوال نے مزید الجھا دیا ہے۔ ملک کے ہر فرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکے معاشی میدان میں غریب اور امیر کے درمیان بڑھتا ہوا فرق معیشت میں شدید عدم توازن پیدا کر رہا ہے۔ نتیجہ کے طور پر عوام میں ایک زبردست عداوت اور جھگڑاٹ پیدا ہو رہی ہے۔ یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے کہ مختلف سطحوں پر بدعنوانی روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ بیرونی ملک کے بینکوں میں کالا پیس جمع رکھنے کا الزام اور چند بیرونی ایجنسیوں کے ساتھ ملک کے اہم معاملات کی

سودے بازی و نیز کی بابت بد عنوانیوں کے حالیہ الزامات گہری تشویش کا سبب بن گئے ہیں اور اس معاملت کی کڑی جانچ پڑتال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں عوام اور پارلیمنٹ کو اپنے اعتماد میں لانا ہوگا۔

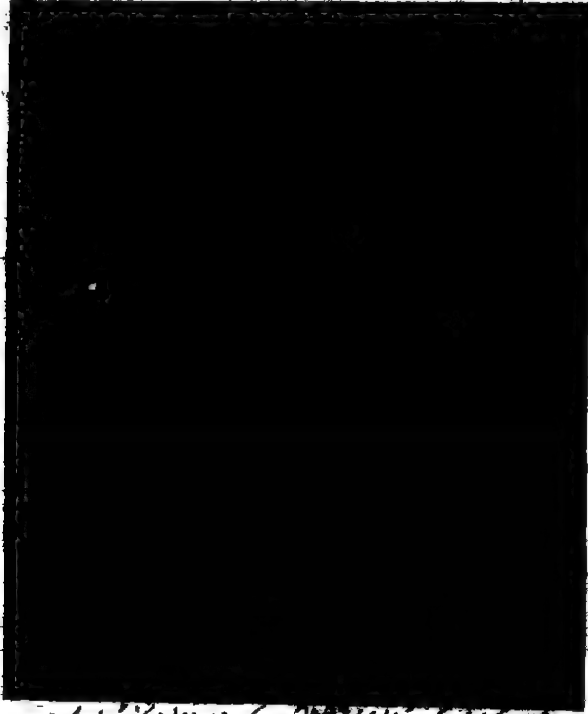
ہماری قوم کی آزادی کو مستحکم بنانے کے لئے جمہوری قدریں اور اداروں کو مستحکم بنانے کے لئے، تاکہ سببوں کی شہری آزادی کے حقوق، کمال رہیں، مغربی کو دور کرنا اور تیز تر معاشی ترقی بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ آزادی کے بعد سے بہت سارے شعبوں میں ترقی کے باوجود ہمارے لوگوں کی بڑی اکثریت، غربت، ناخواندگی اور بے روزگاری کی شکار ہے۔ کارخانوں کی بندی اور صنعتی بیماری نے اس کے مسائل میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ ادارہ جاتی تبدیلیوں معیشت کے اہم شعبے کی افزائش اور عام لوگوں کے معیار زندگی میں مجموعی بہتری لانے سے عقلیت برقی گئی ہے کیوں کہ منصوبہ بندی کے لئے صحیح ہدایت نہیں فراہم کی گئی۔ اس لئے یہ نہایت ہی غرضی ہے کہ زراعت میں قطعیت آراضی کی غیر مساوی تقسیم کو دور کیا جائے اور صحیح معنوں میں اصلاحات آراضی کے اقدامات کئے جائیں تاکہ وسیع بنانے پر کان مستفیض ہو سکیں۔ چونکہ ہماری معیشت کی بنیاد زراعت ہے اس لئے اس بنیاد کو مضبوط تر بنانے کے موثر اور تیز تر اقدامات اپنانے کی ضرورت ہے۔ اگر اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا جائے تو صنعت کی تیز تر نشوونما اور گھریلو بازار کے توسیع کے کام کو بڑی آسانی سے ہم انجام دے پائیں گے۔ عوامی سیکٹر کو معیشت میں نمایاں مقام حاصل ہے اور وہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ برائیوٹ سیکٹر کو اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ صنعتوں کی ترقی اور بہتری کے لئے مزدوروں کا تعاون ایک بنیادی ماحول ضروری ہے۔

آئیے اب ہم مغربی بنگال کی موجودہ صورت حال کا جائزہ لیں۔ ہماری ریاست کے لوگوں نے مسلسل تیسری بار بائیس محاذ حکومت کو منتخب کیا۔ ایک بار پھر برسرِ اقتدار آنے کے بعد بائیس محاذ نے اپنے اس عہد کو وہاں کی مختلف رفاہی پروگرام کی خوش طور پر جلد از جلد تکمیل کے ذریعہ عام لوگوں کی دشواریوں کو دور کرنے کے لئے ہماری کوششیں جاری رکھیں گی۔ جاری اسکیموں اور پروگراموں کی جلد از جلد

تکمیل پر زور دیتے ہوئے ہم لوگ اس بات کی کوشش کریں گے کہ موجودہ نظام کی خامیوں کے شکار لوگوں کی اشد ضرورتوں کو دور کرنے کے لئے نئے اقدامات کو رو بہ عمل لایا جائے۔ شہری اور ریفنائی لوگوں کی شہر ولس کا سٹ وٹراب، ہاڑی لوگوں اور سماج کے دیگر غریب اور مفلس لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہماری سرگرمیوں کو تیز کر دیا جائے گا۔ روزگار کے مواقع پیدا کرنے اور مستقل نشستے تیار کر کے دیس باشندوں کی معاشی حالتوں میں مزید بہتری لانے کے لئے ہماری کوششیں جاری رہے گی۔ اسی طرح چھوٹے اور بڑے شہروں میں شہری علاقوں کی عرصے کی چند ضرورتوں کو برقرار کرنے کے لئے نئی اسکیموں اور پروگراموں کو رو بہ عمل لانے پر زور دیا جائے گا، روزگار کے مواقع اور پیداواری منصوبہ بندی کو ہمارے شہری ترقیاتی پروگراموں میں کافی اہمیت دی جائے گی۔ اس ریاست میں صنعتی افزائش کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے مزید اقدامات کئے جائیں گے۔ اس معاملہ میں ہم پرائیویٹ سیکٹر سے سرگرم تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ ہم سببوں کو اس بات کو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ مغربی بنگال میں چند دشواریوں سے ہم دوچار ہیں ان کو دور کرنے کے لئے مجموعی کوشش بہت ہی لازمی ہے۔ شہروں اور ریفنائی علاقوں میں بہتر رہائشی مہر لیں فراہم کرنے کے لئے ایک نئی پالیسی و تب کی جارہی ہے۔ تیسری بائیس محاذ حکومت نے وقت کی ضرورت کے مطابق سائنس اور ٹیکنولوجی کا شعبہ قائم کیا ہے۔ فی الحال عوام کی تنہاؤں اور کمانوں کو دور کرنے کے لئے اس ریاست کی تعلیمی اور ثقافتی فضاء بہت ہی سازگار ہے۔

گورنمنٹ ۱۶ مہینوں سے صنعت دار جنگ کے تیز بڑی سب ڈویژن جی۔ این۔ ایل۔ ایف کی شورش پسند افراد کی متعدد پرتشدد تحریکوں سے بری طرح متاثر ہو رہے ہیں۔ جی۔ این۔ ایل۔ ایف کا ایک الگ ریاست گورنمنٹ کا مطالبہ ہے۔ جی۔ این۔ ایل۔ ایف کی شورشوں کی وجہ سے سرکاری اثاثے تباہ و برباد کئے گئے۔ معصوم لوگوں میں پوس وائے کے متاثرین۔ دار جنگ کے عام لوگوں کو بہت ہی شدید مصائب سے دوچار ہونا پڑا اور منہج کی معیشت کو کافی نقصان پہنچا۔ اس پر شد و شورش کا مقابلہ کرنے اور جی۔ این۔ ایل۔ ایف کی علیحدگی پسند تحریک کی مزاحمت کرنے کے لئے ہمارے

جنگل کے سیلاب زدگان سے جلدی بند رہی کو ایلو کرنا ہیں ہمارے
 انتظامیہ کے ذریعہ عوام کے کار و مختلف عوامی تنظیموں کے تعاون سے
 متاثر لوگوں کو پکانے اور ان لوگوں تک امدادی سامان پہنچانے کے لئے
 ممکنہ اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ نیز سیلاب زدگان کو ہر ممکن
 لئے پناہ گاہ اور طبی امداد کی فراہمی کے لئے انتظامات بھی کیے جا رہے
 ہیں۔ مجھے امید ہے کہ سیلاب سے رونما ہونے والے شدید
 ماحولی پریم ونگ بہت ہی جلد قابو پائیں گے۔



ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ایک مجاہد آزادی حضرت دارو رکش پر

انتظامیہ نے فرد کی اقتدار کئے ہیں۔ حکومت ہند نے بھی ماف کو
 عین تقاضا میں اس بات کا اعلان کیا ہے کہ مغربی جنگل کی تقسیم کی
 اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہادی حکومت اور مرکزی حکومت دونوں
 ہی استقلال کے ساتھ دار جنگ سنے کا ایک تشفی بخش حل پیش
 کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میں دار جنگ کے لوگوں کے مختلف
 طبقوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ بیانی اور غیر بیانی لوگوں کے
 درمیان دوستانہ تعلقات کو برقرار رکھیں اور باہمی یقین و اعتماد کی فضا
 میں زندگی بسر کریں۔

یہ ہمارے لئے بہتر ہو گا کہ ہم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھیں
 کہ مختلف مذہبی اور لسانی جماعتوں کے درمیان فرقہ وارانہ ہم آہنگی
 اور تعاون برقرار رکھنے کی مغربی جنگل کے پاس عرصہ دراز کی روایت
 ہے۔ اس میراث کو برقرار رکھنا بڑے کاردار اقلیتوں، ہر یکوں اور
 سماج کے دیگر گروہ و طبقوں کے مفادات کے تحفظ کا خیال رکھنا
 پڑے گا۔

ہندوستان کے شہری ہونے کے ناطے آج ہیں قومی
 دھاگوں کو مستحکم اور نادر البستہ تحریک کو مضبوط بنانے کی ذمہ داری
 کا بھنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ملک میں تمام صحیح سوچ و چار کی
 طاقتیں اس ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے رجعت پسند اور تقسیم
 کرنے والی طاقتوں کی سرگرمیوں کو ناکام بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش
 کریں گی۔ ہم سب کو قومی یک جہتی کے علم کو بلند رکھنے اور تمام شعبوں
 میں ملک کی بہتری کے سلسلے میں کام کرنے کے لئے متحدہ طور پر کھڑا
 ہو جانا چاہئے۔ ایک اور اہم مقصد جو آج ہمارے سامنے ہے وہ
 یہ ہے کہ نادر البستہ تحریک کو وسیع بنایا جائے اور انسانیت کے
 خلاف ہلک جھگ کے لئے تیاریوں کے خلاف ہم میں شرکت کی
 جائے۔ اندرون و بیرون ملک امن اور استحکام تمام قوموں کی ترقی
 کے لئے بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ ایک آزاد قوم کی حیثیت سے یہ ہمارا
 فرض ہے کہ ملک کی گونا گوں ترقی کے لئے اجتماع کو شش کریں کیوں
 کہ آج کی عالمی صورت حال میں ہندوستان کو ایک اہم کردار
 ادا کرنا ہے۔

انتم سے قبل میں اپنی حکومت کی طرف سے شمالی

آلہ کا چالیس برس بعد

از: محمّد عبداللہ رسول

کارخانوں کے سرمایہ دار مالکان، بنکوں کے مالکان، زمین داروں اور جہتدار
اور وہ تمام افراد جو غریب کسانوں، مزدوروں اور متوسط آمدنی والے لوگوں کا
استعمال کرتے ہیں، امیر سے امیر تر بن گئے ہیں۔
امید اور غریب میں فرق بڑھ گیا ہے

چالیس برس پہلے اس وقت جب آزادی ملی تھی اہمیت سارے
کسانوں کے پاس چھوٹے چھوٹے قلعہات آراستی تھے، جن پر وہ کشمکش ریکی
کرتے تھے، لیکن دھیرے دھیرے ان میں سے ناکوں لاکھ کسانوں کو مالگنداری
قرض اور بیگسوں کے بوجھ تلے اپنے اپنے قلعہات آراستی کو گودینا پڑا اور
اب وہ بے زمین کھیت مزبور بن گئے۔ آزادی کی جدوجہد کے دوران کسانوں
کے سربراہوں نے عام سے جوہر سے کہنے تھے، انہی ان لوگوں نے پورا نہیں کیا
اس وقت ہندوستان کی معاشی حالت بہتر تھی۔ بے روزگاروں کی تعداد
مل جاتا تھا لیکن آج جب ہمارا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہے تو کڑھڑوں
لوگ روزگار کی کمی کی وجہ سے بے روزگار بن گئے ہیں۔ چھوٹی کھیت
بن کر ویاں خرمن سے ہاتھ دھو رہے ہیں تو پھر ملک کی ترقی کی ہوئی، کیا ملک
کے لوگوں کی غربت دور ہو گئی؟ سرمایہ دارانہ نظام ہے کسی کے لئے؟
اگر چند لوگ امیر سے امیر تر بن جائیں، اگر کارخانوں اور بنکوں
کے مالکان ابادہ واد بن جائیں تو اس سے ہمارے ملک کے کمزوروں کو
کون استعمال سے آزاد نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے
ہیں کہ مالکوں کے مفاد کے لئے مزدوروں اور ملک کو برادری کے درمیان

ہندوستانی قومی کانگریس نے سزاؤں میں ہندوستان میں
انگریزوں کی حکومت کے خلاف حوالی مصلحت تحریک کا اعلان کیا تھا۔ پھر اس وقت
کانگریس کے سربراہ ملک کے عوام، خاص طور پر سماج کے محنت کش طبقہ کو
اس بات کی یقین دہانی کراتے رہے کہ سراج یعنی آزادی کے بعد وہ سب تمام ان
کے استعمال سے بری اور آزاد ہو جائیں گے۔

ہمارا گت سزاؤں کو ہندوستان آزاد ہو گیا۔ ہم سب آزاد
ہو گئے لیکن اس وقت کانگریس کے سربراہوں نے اپنے اس فیصلے کا بے باک
دہل اعلان کیا کہ آزاد ہندوستان ملک کی افزائش اور ترقی کے لئے سرمایہ دارانہ
نظام کو اپنائے گا۔

اس دور میں اگر ایک ملک کی یہ خواہش ہو کہ سرمایہ دارانہ نظام کے
تحت اس کی معاشی اور سماجی ترقی ہوا سے سب سے پہلے استعمال کے
نظام اور طریقہ کار کو منظور کرنا پڑے گا ۱۰ اپنی فروغ دینا ہو گا اور ملک
کے محنت کش لوگوں کو اس استعمال کا شکار بنانا ہو گا۔ ایس اتنا ہی نہیں
بلکہ سرمایہ دارانہ طبقہ کو خود کو اور بھی مستحکم بنانے کے پیش نظر استعمال کو
بار بار کھینچنے کی ساری ساری طاقتوں سے ہاتھ ملکہ چلا ہو گا۔ دوسرے الفاظ
میں سرمایہ داروں کی یہ خواہش ہے کہ مفاد کے لئے عوام کو چپے ہی کی طرح استعمال
اور پھر کاشکار بنائے گا۔ سب سے پہلے استعمال کے جنگل ہے آزاد زمین
لیکن اگر اس کے نتیجے میں آج ہم آزادی کے چالیس برس بعد بھی دیکھتے
ہیں کہ ملک کے عوام کی حالت کتنی ہیستریا ہے، ملک کے مزدور، کسان، محنت
رسمیہ عوام محنت کش مزدور، غریب سے غریب تر ہو گئے ہیں، اہل

بندگی دیا جا رہا ہے۔ سو سوار اور امیر لوگ اپنے مقامات کے لئے
 پیش رفتاری کار پریشانی کے ساتھ آتے چکے کہ اس کے تمام کپتاقدم
 مار گھٹا جاتے ہیں۔ اسی لئے پوراچہ 'آزادی' کے لئے؟ آزاد لوگ
 پارہ دہائی کے لئے ہیں۔ عوام کی بڑی اکثریت مشغول الحال اور محروم ہے اور
 یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس سے آزادی کی لڑائی اسی لئے لڑی گئی ہے؟
 حکومت ہند چالیس برسوں سے تمام لوگوں پر ٹیکس کا بوجھ لاتی چلی آ رہی ہے
 جبکہ اس کے مقابلے میں کوئی ٹیکس لوگوں کو معمولی ٹیکس لگا کر ناپسند ہے۔ اس کے
 علاوہ یہ کوئی ٹیکس چوری کے لئے زبردستی شدتوں میں منہلی ہو رہا ہے
 انار پر ضابطہ پیدا کر رہی ہے۔ اس طرح وہ سب کچھ دھن کا پھاڑ بیچ کر
 اپنے اپنے کارخانوں کے مزدوروں کی جھڑپا کر رہی ہے اور مزدوروں کی اجرتوں
 میں کمی کر رہی ہے اور محنت کش لوگوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے ہیں۔
 اس بیانات ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ ہندوستان کی کانگریسی حکومت
 جو سولہ سالوں اور سامراجیوں کے خلاف کے لئے ایک طرز کام کر رہی ہے
 اور غریب، مشغول الحال عوام جیسے مزدور، کسان اور متوسط آمدنی کے
 لوگوں کی خدمت حال کو دور کرنے کی فکر نہیں کرتی۔ کانگریسی حکومت ذمہ داریت
 اور تفریق پسند طاقتوں کو بڑھا دے رہی ہے۔

کانگریس کی بد نظمی

اسی وجہ سے آزادی کے چالیس سال بعد بھی کانگریسی حکومت
 کی بد عنوانی، کنبہ پروری اور جبریت کے خلاف اقدامات کو دیکھ کر لوگوں
 کے دلوں میں اس حکومت کی کارگزاریوں اور غلوں کی بابت شک و شبہ
 پیدا ہو گیا ہے اور لوگ اس کے خلاف متحدہ طور پر جدوجہد کرنے کے لئے تیار
 ہو رہے ہیں۔ اس وقت تمام ریاستوں میں کم و بیش ایسے ہی حالات ہیں۔
 ملک کی ترقی اور فروغ کے نام پر ٹیکس عوامیوں، امارہ داروں، اہمیت
 کاروں اور سامراجیوں کے منہ کے لئے ان کے لئے استعمال کا تحفظ
 کیا جا رہا ہے۔ یہ بات تو پہلے کسی کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔
 اب عوام اپنی اپنا زندگی کے تجربوں سے یہ جان چکے ہیں کہ ان
 کی ترقی اور بہتری کا راستہ سرمایہ کی بہتری اور ترقی کا راستہ نہیں بلکہ
 اشتراکیت کا راستہ ہے۔ یہ راستہ تو لوگوں کی جمہوری ترقی کا راستہ
 ہے۔ اشتراکیت کے اس راستہ پر ملک کو گامزن رکھنے سے مزدوروں

کو سب کام بھی ملے گا اور سب سے زیادہ کام بھی ملے گا۔
 ان کے دلوں کی فطرت پرانی ہے۔ ان کا سرمایہ ہو گا۔ چوروں کی
 فطرتوں ان کے مفاد کے لئے ہے۔ ان کا سرمایہ ہو گا۔ ان کا سرمایہ ہو گا۔
 دوسرے دوسرے جھگڑا جائے گا۔ عوام اور سرمایہ، صحت اور تعلیم
 کے لئے سب سے زیادہ ہے۔

اشتراکیت کیلئے جدوجہد

لیکن یہ اشتراکیت اور عوامی جمہوریت خود بخود دیا نہیں
 ہوگی۔ ان کے لئے مزدوروں، کسانوں، کھیت مزدوروں اور متوسط
 آمدنی والے طبقوں کو اپنی اپنی تنظیم قائم کرنا ہوگی۔ استعمال پر پوری
 سماجی نظام کو بدلنے کے لئے ایک تنظیم تنظیم کی ضرورت ہے۔ اور
 اس تنظیم کی کسانوں اور مزدوروں کی اہمیت اور عوامی جاہلی، غلطی
 اور ہتھیار کرے گی۔ ایسی تنظیمیں ملک میں جگہ جگہ قائم کی جائیں گی اور بائیں
 اور جمہوری طاقتیں سامراجیت، جاگیر داری اور سرمایہ داری کے خلاف
 جدوجہد کرتے آئے رہیں گی اور اس طرح خود کو مستحکم بنا کر لوگوں کو
 ساتھ لے کر جمہوریت اور اشتراکیت کی راہ پر گامزن ہو جائیں گی۔
 آزادی کے چالیس سال بعد آج ہندوستان اور بنگال کے
 عوام کریہ سوچا رہا ہے کہ کسی طرح ملک کو کانگریس کے قریب کی دنیا
 سے باہر نکال کر سرمایہ دارانہ راستہ کی بجائے اشتراکیتی راستہ پر گامزن
 کر کے آگے بڑھایا جائے۔ آج لوگوں پر بات اپنی طرح مانجھ ہو گئی ہے
 کہ صرف اشتراکیت اور عوامی جمہوریت کو ہی قائم کرنے کی جدوجہد کے
 ذریعہ لوگ ترقی کی بلند منزل تک پہنچ سکیں گے۔ اسی لئے آج ضرورت
 اس بات کی ہے کہ محنت کشوں کی رہنمائی میں مزدور اور کسان طاقتوں سے
 ہاتھ مل کر اس جدوجہد کو جاری رکھیں اور اتحاد کو مستحکم بنائیں۔

دولت بڑھی تو ملک میں اغلاس کیوں بڑھا
 خوشحالی عوام کے اسباب کیا ہوئے

اسرار

نفرت کا رنگ آج بھی کیوں لا ملایا ہے
 وہ سونپے نادر و نایاب کیا ہوئے

صاحبزادہ
 لدھیانوی

آزاد ہندوستان میں معاشی آزادی کیلئے

مزدور طبقہ کی جدوجہد

(محمد امین)

ایک سو نوے برس کی نوآبادیاتی لوٹ کھسوٹ اور سرمایہ پروری وستی کے خلاف ہندوستان کے عوام کی سرخروہ مزدور جمہوریتا اور شجاعانہ قربانیوں کے بغیر ۱۵ اراگت ۱۹۴۷ء کو ملک نے آزادی حاصل کی لیکن یہ آزادی اس صورت میں ملی کہ ملک کا بٹوارہ کر دیا گیا اور ہندوستان میں اقتدار انڈین نیشنل کانگریس کو اور پاکستان میں مسٹر جناح کی قیادت میں چلنے والی مسلم لیگ کو منتقل کر دیا گیا۔

دونوں ملکوں میں خوش فسادات پھوٹ پڑے اور کروڑوں ہندو مسلمان اور سکھ گھرنے پر لڑے ہوئے۔ پناہ گزینوں کا ایک سیلاب اٹھ پڑا۔ یہاں سورتا گھر رہا جس کا لہوا تک بہہ رہا ہے حالانکہ چالیس سال بیت گئے۔

ہندوستان کا حکمران طبقہ ملک کو درپیش معاشی مسائل حل کرنے کے لئے ارتقاء کے سر بلیدار انداز پر عمل پرا جس میں ذرائع پیداوار کی ذاتی ملکیت ہونی چاہئے اور محنت کش عوام کو اپنا پیٹ یا پٹنے کے لئے اپنی محنت بچھاڑنی ہے۔ ایسے نظام حیات میں مزدور طبقہ کے ساتھ کبھی انصاف نہیں ہو سکتا جس لئے مزدور طبقہ کو اپنی جدوجہد اور اتحاد کے سہارے زعمہ ہونا چاہئے۔ معمول آزادی کے بعد جانے باغات، آبپاشی اور امداد اور کی سہولتوں کی جتنی محنت، اربوں سے مزدوروں، مگدوں کے مزدوروں، حکمرانوں کے حکمرانوں اور سرمایہ کے خاندانوں کے خاندانوں کے معاشی قوانین بنائے گئے ہیں ان میں انگریزوں کا

سہارا کیا اور جمعی خاتون کو آباد کیا۔ صرف مغربی بینکوں کی جیسوں میں ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۲ء تک دو ہزار سے زیادہ سیاسی قیدیوں کو بند کر کے رکھا گیا جن کا تعلق مزدور تحریک اور کی ان تحریک سے تھا۔ ملک کے دیگر حصوں میں بھی ٹریڈ یونین تحریک کو زبردستی استبدادیت کا نشانہ بنایا گیا۔

ارتقاء کے سرمایہ دارانہ راستہ پر چلنے کے سبب ہندوستان میں چالیس برسوں کے دوران معاشی، سیاسی اور اجتماعی آزادی، آزادی اور جملہ سماجی مساوی میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔ اس وقت ملک میں بے روزگاری کی تعداد تین کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے اور سطح اندلس سے نیچے رہ کر زندگی گزارنے والوں کا تناسب پچاس فیصد پر پہنچ گیا ہے۔ ملک بیرونی قرض کے بندھن میں جکڑ چکا ہے اور کثیر الاقوام کارپوریشنوں کے دباؤ میں بڑھ کر ملک کی بیشتر صنعتیں تشریشٹاک پر ان میں پھنس گئی ہیں۔ ہر ملک میں ایک لاکھ انیس ہزار چوبیس اور مانی اور بڑے کارخانے بند ہیں اور اس کی وجہ سے کھڑے محنت کش لوگوں کی روزی پال اور ہی ہے جو زبردستی یونین تحریک کے سامنے آج کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔

مالی بالائی اداروں کے رباؤں میں بڑھ کر ۱۹۴۹ء میں ہندوستان کو درپیش کتنے گھمناک پڑی تھی جس کی وجہ سے اس ملک کے ترانہ کا بدلہ کر لیا گیا اور ہندوستان کی درآمدی و برآمدی تجارت کو نقصان پہنچا جس حالات میں سرمایہ دار طبقہ نے بحران کا یہ جو مزدور طبقہ کے کندھوں پر منتقل کرنا

اردو شاعری

آزادی کا تصور!

از: سالک لکھنوی

لسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب جن جن کو بنائے مسکراتا
(اقبال)

دنیا کی ہر زبان کے عظیم ادیب نے انسان کی اس غلامی کے خلاف
برپا یا استعارہ اٹھائے احتجاج بلند کی ہے۔ فرانس میں ڈالٹیر اور روسیو کی
قریروں نے انقلاب فرانس کی بنیاد رکھی۔ امریکا میں غلامی کے خلاف ہیرٹ سٹو
اسٹو (Harriet Beecher Stowe) کے ناول 'انکل ٹام
کیبن' نے اس غلام جھگی کی راہ ہموار کی جس میں ابراہم لنکن کو فتح حاصل ہوئی اور
سرزمین امریکا سے زرخیز غلامی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔ کارل مارکس کی
تھائیف اور اقتصادی فلسفے نے روس میں لینن (۱۹۱۷ء) اور چین میں
اسٹالین (۱۹۱۷ء) کی قیادت میں وہ عظیم انقلابات برپا ہوئے جس
نے جاگیرداری اور شہنشی سلطنت کے نظام کو ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالا۔ ان
دونوں ملکوں میں محنت کشوں کی حکومتیں قائم ہو گئیں اور وہاں کے عوام کو ہمیشہ
کے لئے غلامی سے نجات ملی گئی۔

لیکن عنوان 'اردو شاعری' میں آزادی کا تصور ہے۔
ابتداء میں اردو زبان میں لغت آزادی کا وسیع مفہوم میں استعمال نہیں کیا
گیا جسے اقبال نے اپنا پاپیش کیا۔ آزادی کے متنازعے میں غلامی
کا تصور سادہ شاعروں کے ذہن میں ابھرا تھا وہ ہندستان میں انگریزوں کے
نظم کے غلامی کا تصور تھا۔ ۱۹۰۵ء میں جب میر جعفر نے غلامی کے
سبب سراج الدولہ کو شہید کر ڈالا تو یہ تصور واراج رام پرزاد میں ابھرا

عنوان کی وسعت تو ایک پوری کتاب کی طالب ہے۔ چند
صوفیوں میں اس کے ساتھ کیوں کر انصاف کیا جائے؟ کسی قسم کی آزادی کے تصور
کو اردو شاعری میں تلاش کیا جائے؟ تحریر و تقریر کی آزادی، مذہبی و اقتصادی
آزادی، ذہنی و فکری آزادی، اقتصادی یعنی غربت و محرومی سے آزادی، سیاسی
آزادی۔ کتنے محروم و اثرے ہیں یہ۔ لیکن سراج میں ایک انسان کی شہریت
آزادی کا تصور اگر کیا جائے تو سب آزادیاں اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔
آزادی کے لفظ کے ساتھ ہی اس کا متضاد یا متعلقہ لفظ
'غلامی' ذہن پر ابھرتا ہے۔ نظام زمین تو ہر زمانے میں انسان کسی دہکسی
استعمالی طاقت کا غلام رہا ہے اور آج تک ہے۔ سلطنتی اور جاگیردارانہ
نظام میں انسان کی غلامی اس عروج پر نظر آتی ہے جہاں غلام کی جان و مال،
آل و لا و ملک اس کے آقاؤں کے قبضے میں تھے۔ غلامی کی یہی دو شکلیں تھیں۔
زرخیز غلام جہاں کی حالت جانوروں سے بدتر تھی اور عام رعایا جو بالواسطہ غلام
تھی۔ کھیتوں میں غلام پیدا کرتے والے انسان ہمیشہ بھوکا، کپڑا بننے والا ہمیشہ تنگ
اور عمارتیں بنانے والا محروم و زرخیز ہے۔ گھر تنگ آتا ہے۔ عرف اس لئے کہ آقا کا
دستر خوان پر الوداع و اقسام کے کھانے ہیں، جسم پر اٹلس کو کم خواب ہو اور رہنے
کے لئے بلند عمارتیں ہیں۔ نظام زمین انسان آج بھی اس بالواسطہ غلامی
سے آزاد نہیں ہوا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں آقاؤں نے اپنے جبر و استعمال کو
نام رکھنے کے لئے جبر و استعمال استعمال کئے اور کرتے آئے انہیں
شاعر مشرق اقبال نے غلامی کو رقی سے محبت ایک شعر میں پیش کر دیتا
ہے۔

یہ ساختر روپڑے اور بولے

غزالاں تم تو واقف ہو کہ جو جہیزوں کے سر کی

دوانہ مریا اس سر کو دیکھنے پر کب گوری

اور انعام اللہ خاں یقین نے قوی بے صبری کا دنا یوں دیا

صیف ہم نے خود معز کی ہے اپنی با نفس

ورنہ تنگ پہرے لگیں تو جو جانے نہ دیا با نفس

پھر انگریزی حکومت کے خلاف سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید

کی تعلیم اٹھان جب جہاد سنے آئی جس نے انگریزی حکومت کی چولیں ہلا کر

رکھ دیں اور اگر کچھ قبائلی مسلمانوں کے جوگے اور سکھوں کے جتھے انگریزوں کا ساتھ نہ

دید جتھے تو انگریزی حکومت انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ہی ختم ہو چکی ہوتی اور

۱۸۵۷ء کی نوبت ہی نہ آتی۔ لیکن وجوہات مذکورہ کے سبب اس جہادی تحریک

کو ناکام ہونا پڑا اور کل مہاد باکوٹے میں شہید ہو گئے۔ اس تحریک کے سلسلے

میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے انگریزی حکومت کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ

دیا تھا:

”اسی عدل اور عین انتظام است و اہلک اور عین

اسلام حالتہ تسلطہ اذا حکام شریفیت“

(منصب امامت ۱۸۵۷ء)

ترجمہ: اس کو انگریزی حکومت اجڑے اٹھاڑ چٹکن

عین انتظام ہے اور اس کو ہلاک کر دینا عین اسلام

ہے تسلطہ اور جلعو اٹھکی اطاعت کرنا حکم شریعت

نہیں

غالب و ذوق کے ہم معر اور عاشقانہ و در زیر غزل کے مشہور شاعرین

حاجی مومن کو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے ارادت ملی تھی۔ اپنی سیدی کے

سبب وہ اس جہاد میں شامل نہ ہو سکے اور اپنی بے بسی پر تپکاراٹھے۔

”اللہ تعالیٰ میری شہادت نصیب“ یہ اعلیٰ سے اعلیٰ عبادت نصیب

اپنی کو پہنچ ہوں میں تیر کا۔ یہ تیرے کرم کا ہوں امیدوار

تو ایسی عبادت سے توفیق دے۔ عروج شہید اور صدیق دے۔

”مفتویٰ زندہ تھے۔ کہ انہی غلی کو ان کا جیسا غزل کا شاعر“

”فکارت“ حق و عاشقی میں گم، کھلا ہوا سیاسی شعر بھی کہہ ڈالے گا۔ فرماتے

ہیں

ہندوستان کی حکومت و صنعت جو کچھ کر سکی

کامیاب فرنگیوں نے ہندوستان پر کبھی

اسی زمانے میں شاہ کل الدین کمال نے بھی ایک مشہور شعر

کہا: ایک بندہ حاضر ہے

وہی یہ شہر ہے اور ہے وہی یہ ہندوستان

کہ جس کو رشک خاں جانتے تھے سب انسان

فرنگیوں کے سبب ہو گیا ہے یوں ویران

نظر پڑے ہے بس اب صورت فرنگستان

نرٹا ہے نہ وزیر اب فرنگی ہیں محنت ر

انہوں پر نفرت کرو لعنت کرو مسٹر اردن بار

سید احمد شہید کی ناکام تحریک کے کوئی تیس سال بعد ۱۸۷۵ء

میں عوامی انقلابی تحریک ابھری۔ اس سے قبل انگریزی حکومت کا جبر و ظلم

اپنی انتہا پر پہنچ چکا تھا۔

دعید آباد سندھ کے محلات کو جس بے دردی سے

لوٹا لگا اس کی مثال چنگیزی سفاکیوں کو ات کر دیتی

ہے شاہی بیگمات کے کپڑے تنگ جسموں سے اند کر

ان کو برہنہ کر دیا گیا

(آزادی ہند از غور شہید معطیٰ رضوی ص ۹۹)

یہ حرف ایک مثال تھی۔ ایسی ہی ہزاروں مثالیں تاریخ کا حصہ

بن چکی ہیں جنہیں نے انگریز حکومت کے خلاف نفرت و بغاوت کے ان

جذروں کو بیدار اور پروش کیا جو ۱۸۵۷ء میں ایک آتشیں لاو کی طرح

بہہ نکلے۔ توڑے سے خوش ملیوں اور جاہ پسندوں کو چھوڑ کر ملک کے

مظلوم عوام اس اولین جنگ آزادی میں شامل ہو گئے جسے ۱۸۵۷ء کی

بغاوت کہا جاتا ہے۔ بحث تصور آزادی اور دوشاعری کی ہے۔ اس

اعتراف سے انکار نہیں کہ اس جنگ میں اردو شاعری نے کوئی مثبت رد

اداہیں کیا لیکن شکست یعنی ۱۸۵۷ء کے ناکام انقلاب کے بعد رفتہ رفتہ

جو اردو شاعری ابھری اس میں اس شور کو تو انسانی ملی جوانیوں صدی کے

اختتام اور بیسویں صدی کی ابتدا تک پہنچتے پہنچتے اعلانیہ طور پر انگریز کی

غلامی کے خلاف آزادی کا مطالبہ کرنے لگا۔

جب مشہور شاعر، فلسفی اور ادیب، غالب و مومن و ذوق

کے ہم عمر علامہ امام بخش مہسائی کو انگریز حکومت کے خلاف بغاوت کے جرم میں ان کے بیٹوں سمیت شہید کر دیا گیا تو شہیدانہ کے شاگرد شکی نے کہا کہ یہ درختہ بلند طبع جس کو مل گئی

ہمدی کے واسطے دارورن کہاں اُ
(ارشکی)

اور مفتی صدر الدین آزادہ نے یوں خراج تہنیت پیش کیا کہ

”لہو نہیں ہے یہ ہے دہشت عاشقی پہ حسنا
امام آج گب سرخ روزمانے سے“
(آزادہ)

دہلی میں کھرام بپا تھا۔ بہادر شاہ کے سامنے ان کے بیٹوں کو گولی مار دی گئی۔ نواب بھگت کو تختہ دار پر کھینچ ڈالا گیا۔ لوگوں کو کھینچ کھینچ کر گھروں سے نکالا گیا۔ بہتوں کو گولیاں مار دی گئیں۔ بہتوں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ پورا شہر ایک مقل تھا اور ہر انگریز جلاز۔ ایک نامعلوم مگر مہم اٹھتا ہے کہ گھروں سے کھینچ کے کشتوں کے پتے ڈالے ہیں نہ گور ہے نہ کفن ہے نہ رونے والے ہیں“

دہلی کا ماتم مالی نے بھی کیا ہے
تذکرہ دہشتی مرحوم کا لے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فساد مسرگوز
(مالی)

اردو نظم و غزل میں کھلا ہوا سیاسی رجحان علامہ شبلی، علامہ اقبال، پنڈت برج زائن چکبست اور علامہ اقبال احمد سیل کے ذریعہ متعارف ہوا۔

زوال حکومت پر شبلی کے ماتم میں ایک جلال کی کیفیت ملتی ہے کہ حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشان کب تک چراغ کشتہ محفل سے اٹھے گا دھول کب تک

کوئی پوچھے کہ اے تہذیب انسانی کے استادو
یہ ظلم آریاں تا کے یہ حشر انگیزیاں کب تک

یہ ملامت کو عورتوں کی شبہ آرمانی ہے
ہمدی گردنوں پر لڑا گیا ان کا استعمال کب تک

نکارستان خون کی سیر گرم نے نہیں دیکھی
تو ہم دکھلائیں اپنے زخم ہائے خون چکان کب تک

سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشان زفگان ہیں ہم
مٹاؤ گے ہمارا اس طرح نام و نشان کب تک

کہاں تک ہم سے لوگ انتقام نسیج اتوبی
دکھاؤ گے ہمیں جگ صلیبی کا سماں کب تک
(اشتبلت)

پنڈت برج زائن چکبست کے ذہن میں بھی آزادی کا تصور وطن کی خلاصی کی اساس پر قائم نظر آتا ہے۔

ازل کے دن جو تباہی کی نال دیکھی گئی
تو نام کشور ہندوستان نکل آیا

نباں کو بند کریں یا مجھے اسیر کریں
مرے خیال کو بیٹری بننا نہیں سکتے

کچھ ایسا پس فیرت اٹھ گیا اس مہرِ سخن میں
کہ زبور ہو گی طوقِ غلامی اپنی گردن میں

دیر زنداں پہ لکھا ہے کسی دیوانے :
وہی آزاد ہے جس نے اسے آباد کیا

جنونِ حب وطن کا مزا شباب میں ہے لہو میں پھر رہے رہے رہتے
جہاننگاہ ہے ابھی مانگ لو وطن کے لئے یہ آرزو یہ جہاد رہے رہے رہتے

علامہ اقبال احمد سیل کا شہر اپنے وقت کے نابغاؤں میں
ہوتا ہے۔ علی گڑھ ریونیورسٹی کے ہر دل عزیز معلم، ای۔ سی اور اردو
جید عالم، بے مثال مقرر اور نود گوشاعر قہائد لغت، نقبت، ملی
قومی و سیاسی نظمیں اور سیاسی شعور لئے لکھے خود بصورتِ نر نہیں کیا کچھ
نہیں دے گئے۔ افسوس کہ ان کا کلمات مٹ گئے کہ نہ ان کے کا خیال ہمارا

مشہور یا اہل ادب کو ایک تک نہیں آیا۔ انگریز کی حکومت کے خلاف ان
 محفل میں ایک جذباتی نعوت پیش کر کے لیٹل سٹارٹ تعلیم دے کر، تقریر
 دیا تو کہ۔ اگر موجودہ وقت میں کہیں کوئی پہلو مل گیا تو بالواسطہ یا بلاواسطہ
 وہ رشتہ کی اور لغت ملی جسے خود پہنچ جاتے تھے۔ مجھے خود لک کی
 دو تقریریں تھیں، مساوات نصیب ہوئی ہے۔ پہلی بار چھوڑ (۱۹۳۷) میں
 جب وہ ایک جلتہ سیرت کو خطاب کر رہے تھے اور دوسری بار
 (۱۹۴۲) میں جب وہ نکلنے آئے تھے اور یوم اقبال کی صدارت
 کے تھے انہیں گلہ مسلم ایسوسی ایشن میں مدعو کیا گیا تھا۔ پہلی تقریر میں انہوں نے
 تعلیم اسلام کی روشنی میں انسانی آزادی کی عظمت کو پیش کیا تھا اور دوسری
 تقریر میں اقبال کے تصور آزادی پر ان خیالات کا اظہار کیا تھا جو اس سے قبل
 سامنے نہیں آئے تھے۔ ہر ایک محفل اقبال سیریل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں

رفعت پرواز کب! اذن فغان تک بھی نہیں
 کفر ہے اس زندگانی پر گمان زندگی!
 سعی آزادی میں جو پیشانی سے ٹپکے مسوق
 اس کا مرقطہ ہے مگر سب کران زندگی!

ایک لمحہ بھی جو آزادی کا ہو جانے بس
 زندگی کی زندگی سب کران سے کم نہیں
 آنشیں دوزخ سے رسوا تر خلائی کی حیات
 مرگ آزادی بہشت جاوداں سے کم نہیں

تیر جو اسیر ہیں کے بدلے صیلو کی ہمت جھوٹ گئی
 لے دو حق جنوں تیرے صدقے زنجیر خلائی ٹوٹ گئی

اسیروں میں بھی ہو جائیں جو کچھ آشفہ سہ پیدا
 ابھی دیو اور زنداں میں ہوا جانا ہے در پیدا
 شب ظلمت منانے خبر اپنے حبیب و دامن کی
 سہ دست جنوں باقی تو کر لیں گے سحر پیدا

قصوں بچے کہ باطن مست پروازی، فنا کھی ہوئی طبعی ترامت اں ہوتا

بیسویں صدی میں مادہ ایلوان شاعری میں جو منہ ملتے اکثر سر
 شیعہ اقبال کو ملی اس تک کوئی اور نہ پہنچ سکا۔ عظمت انسانی کا علم ہزار
 آزادی کا عاشق خدای اور جبر و استبداد کا دشمن ترقی پسند شعور ادب کا
 اور والدہ۔ پیغمبر۔ اس کی شاعری نے پرانی قدروں کو ہلا ڈالا۔ اس میں انکھ
 کی گنجائش نہیں کو چکست، اقبال سیریل، نماز اور جو شیعہ ایلوان تک اقبال
 سے متاثر نظر آتے ہیں۔ اقبال نے اپنے اولین دور (۱۹۱۷-۱۹۱۸) میں
 اردو شاعری کو جن خیالات و اسلوب سے آشنا کیا اس نے قدیم و گزر چلنے
 والوں کو حیرت چو نکایا ہی نہیں بلکہ ایک بڑے تعلیم یافتہ طبقے اور اہل دانش
 ادیب و شعراء کو شعوری طور پر ایک بڑی چمک متاثر بھی کیا۔ "معدائے دور"
 "آفتاب صبح" "سید کی لوح تربت" "نیا شوالہ" "تہویر درد"
 اور "ترانہ ہندی" جیسی نظموں میں حب الوطنی، انسان دوستی، حق پرستی اور
 بے باکی کا جو بیہیام مقام ہے اس سے اردو شاعری نا آشنا تھی۔ آگے چل کر
 اقبال کے تصور آزادی کی بنیاد سیاسیات سے منبذ وہ ان کے فلسفہ حیات
 (نظریہ خودی) اور عظمت انسانی کے اس بے باک نظریہ پر مبنی نظر آتی ہے
 جو اپنی دوست میں اخلاقی، سماجی، اقتصادی، اعلیٰ حق اور حق باطل
 کی قدروں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس کی جستجو عالمی ہے۔ وہ انسان
 اور اس کی مجرور میوں کو جزا خانی حدود کے اندر نہیں دیکھتا۔ وہ جبر و استبداد
 کو قطعی شکل میں دیکھتا ہے اور ان سے نجات کا طالب ہے۔ اردو شاعری
 میں آزادی کی لغت و عظمت اور خدای کی رسوائی و لغت کو جس شد و حد کے
 ساتھ اقبال نے پیش کیا ہے یہ مساوات دوسرے شعراء کے حصے میں نہیں
 آتی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

جادوئے محمود کی ناشیر سے چشم ایاز
 دیکھتی ہے حلقہ گردن میں ساز و لبریا!

خلای کیا ہے ذوق حسن فدیائی سے مردی
 جسے زرب اکہیں آزاد جندے ہے وہی زربا
 مجرور کہ نہیں سکتے خلاص کی بصیرت پر
 کہ دنیا میں فقط مرغان حسرت کی آنکھ ہے بند

غلام کا ایمان بھی محکوم ہوتا ہے

جو بندہ آزاد اگر صاحب الہام
ہے اس کی فکر شکوہ عمل کے لئے ہمیز
اس مرد خود آگاہ و خداست کا صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہ جم و پرویز
محکوم کے ایمان سے اللہ بچائے
خارت گرا اقوام ہے وہ صورت چنگیز

غلام کا غلام: کہا مجاہد ترک نے مجھ سے بدینا
طویل سجدہ ہیں کیوں اس قدر تمہارے امام؟
وہ سادہ مرد مسلمان وہ مومن آزاد
خبر نہ تھی اسے کیا چیز ہے نماز ملام
ہزار کام ہیں مردانِ شکر کو دنیا میں
درائے سجدہ مسلمانوں کو اور ہے کیا کام

اور بھڑ: شکوہ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن
قبول حق ہیں فقط مردِ شکر کی تکبیریں!

محکوم کا دل مردہ و اندر وہ و نوید
آزاد کا دل زندہ دہر سوز و طربناک
آزاد سراپا دل روشن نفس گرم
محکوم خوش آمد ہے یا پیر دیدہ نمناک
ملکن نہیں محکوم ہو آزاد کا ہم دشمن
وہ بندہ خاکی ہے تو یہ خواجہ افلاک!
اور بطنناک منکر بھی دیکھ لیجئے۔ محکوم کی میت سے اس کی قبر تک منفر ہے۔

آہک الم تو جہاں میں بندہ محکوم تھا
میں نہ کبھی تھی کہ ہے کیوں خاک میری موزناک
تیری میت سے میری نارنجیاں تاریک ح
تیری میت سے زمین کا پردہ ناموس پاک
اللہ محکوم کی میت سے سربدار الحذر
ہے اس کے لئے کائنات اے جان پاک

جو تیش ملیج آبادی نے وطن کی غلامی کے خلاف اور آزادی کی
طلب میں کتنی ہی پرجوش اور طویل طویل نظیں لکھی ہیں جو اردو ادب کے لئے
بامقصد تحریریں لیکن اگر وہ مندرجہ ذیل شعر لکھ کر ہی خاموش ہو جاتے تو بھی
تأخیرات اردو ادب کا نام روشن رہتا۔
”منو لے بسنگان زلف گیتی، صدا کیا آرہی ہے آسان سے
کہ آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر غلامی کی حیات جاوداں سے“
(جو تیش)

فراق، جوش، جذبی، تبار اور دوسرے نروں پر فیض احمد
فیض، سردار جعفری، پرویز شہری، کیفی اعظمی، قندمی اللہ، ہاشم شرافتر، ساحر
لہریائی، انور صابری وغیرم کی نگارشات برائے آزادی وطن تو اپنی اپنی
جگہ قائم و دائم ہیں لیکن اس سلسلے میں شاید ہی کسی کی نظر ایک ایسے شاعر
کی جانب اٹھی ہو جو خالص روحانی شاعر تھا۔ جس کی ستمی و خدا دہائی نظیں
جوانوں کے دلوں کو گرما اور لبوں پر گنگار ہی تھیں۔ جس نے اردو شاعری کو
جذبیہ عشق سے معمور بڑے پاکیزہ سائیت عطا کئے تھے۔ وہی اختر شیرانی
اردو ادب کو ایک ایسی لافانی لوری، ”بھی سنا گیا جس میں وطن کی محبت اور
آزادی کی لگن کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ ایک ماں اپنے بچے کو لوری
دے رہی ہے۔ سن لیجئے۔

مرا تنگ جوان ہوگا
مرا تنگ بہادر ایک دن ہتھیار اٹھائے گا
سپاہی بن کے سوئے عرصہ گاؤ رزم جائے گا
وطن کے دشمنوں کے خون کی نہریں بہائے گا
وہ آخر کامران ہوگا
مرا تنگ جوان ہوگا
وطن کی جنگ آزادی میں جس نے سر نہ کیا ہے
یہ اس شیدائے ملت باپ کا پڑ پڑم بیٹا ہے
ابھی سے عالم طفلی کا ہر انداز کہتا ہے
وطن کا پاسباں ہوگا
مرا تنگ جوان ہوگا
ہے اس کے باب کے گھوڑے کو کب سے اتار لیں گا
ہے اس کے گھوڑے کو کب سے اتار لیں گا

ہندوستان کا نام رہے جاوداں ہے

چاہے رہے بہار کہ دورِ خزاں رہے
کوئی رہے رہے نہ رہے باغبان رہے

مجھ کو بلاؤ تاکہ سنو داستانِ عشق
لازم ہے بزمِ عیش میں اک قصہِ خواں رہے

عوضِ نیاز بر بھی لگائی گئی ہے قید
سینے میں دل رہے نہ تو منہ میں زباں رہے

ہے حق دوستی بھی یہی رسمِ عشق بھی
تیری کبھی ہنسیں تو کبھی میری ہاں رہے

پردہ نشیں کے عشق میں کیا کیا کئے جتن
عاشق جو ہم ہوئے تو ہمیں رازِ داں رہے

اگر فہمِ ہند میں جو فسادات کیا ہے دھوم
پھر کس طرح سے ملک میں امن و امان رہے

وہ کا نام اہل وطن ہر شے غم کر دے
ہندوستان کا نام رہے جاوداں رہے

پروفیسر اتر صدیقی

زامد چلو دکھائیں ہم اس بادلِ سنج کو
کل حضرت اثر بھی جہاں بے زبیل رہے

★★

تحریک آزادی کے مناظر میں

اردو شاعری اور قومی یک جہتی

از: پروفیسر عبدالستحان

ایک حقیقت ہے کہ وطن کی محبت ایک فطری نشہ ہوتی ہے جس سے شرار ہو کر شہر اپنے وجود کو بھی بھول جاتا ہے۔ وہ مذہب و ملت سے بیگانہ دنیا کی تمام آسائشوں کو ٹھکرا کر وطن کی عظمت و برتری کو دوبالا کرنے کے لئے پیشکش اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے۔ شاعر اپنے وقت کا نقیب بھی ہوتا ہے اور جب وہ قومیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے خیالات و جذبات کو اشعار کے قالب میں ڈھالتا ہے تو قومی شاعری وجود میں آتی ہے اور تحریک آزادی کے دوران قومی یک جہتی کو تقویت پہنچانے میں وہ ایک نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اردو شاعری نے جنگ آزادی کے ”قومی یک جہتی“ کی روایت کو قائم رکھنے میں نمایاں حصہ لیا ہے اور ہندوستانی عوام کو خوابِ مرگوشی سے بیدار کرنے میں اس نے خاص رول ادا کیا ہے۔ کیوں کہ شاعر ہمارے جذبات و احساسات کو بھجھوڑنے کی قوت رکھتا ہے۔ شاعر ایک نشتر ہوتا ہے جو قوم کی ستم رگوں خود بخود دھونڈ لیتا ہے۔ اردو شاعری نے بھی اسی نشتر سے کام لیا اور سوئی ہوئی قوم کو بیدار کیا۔

جب ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی لہر ہندوستان کے بیشتر صوبوں میں پھیل چکی تھی اور ہندوستانی عوام کو برطانوی حکومت سے نفرت ہو گئی تھی اور جنگ آزادی میں ملک کا ہر طبقہ شریک ہو چکا تھا تو ہر شاعر کیوں کو خاموش بیٹھے رہتے۔ شاعروں نے بھی اس تحریک میں بڑا

زبان اپنے تہذیب کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ کوئی بھی زبان اپنے بیدار فرائض کے ترقی نہیں کر سکتی۔ زبان و ادب کا تہذیب و تمدن سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اردو زبان کس طرح وجود میں آئی، اس کا تخمینہ لگانا ذرا مشکل ہے، پھر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اردو زبان کے وجود میں آنے کے مختلف اسباب ہیں۔ ہندوستان پر اسلامی فتوحات کے نتیجے کے طور پر پہلی تہذیب نے اسلامی اثر قبول کیا اور عربی فارسی نے جب شکست کے ساتھ اپنا رشتہ طے جوڑا تو اردو زبان وجود میں آئی، اس کے بعد اردو میں عربی و فارسی کا استعمال ایک عام سی بات ہو گئی۔ ابھی اردو نے آنکھیں کھولی تھی کہ مختلف مذاہب اور زبان کے لوگوں نے اس پیاری و شیریں زبان کی خوبیوں کو پرکھ لیا اور اپنانے کے لئے تیار ہو گئے۔ تھوڑے ہی دنوں میں اردو زبان نے ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے اتنی مقبولیت حاصل کر لی کہ اسے قومی زبان کا درجہ دینے کی گفتگو ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے بیشتر صوبوں کی سرکاری و دفتری زبان ہو گئی اور اس زبان کو مختلف مذاہب اور رسم و رواج کے باہمی میل جول پیدا کرنے کا ایک ذریعہ مانا جانے لگا۔

۱۸۵۷ء میں جب آزادی کی جنگ شروع ہوئی تو ہندو زبانوں کی لہر اردو زبان نے بھی اس تحریک میں بڑا حصہ لیا، خاص طور پر اردو شاعری نے اس تحریک آزادی میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ چون کہ شاعر حساس ہوتا ہے اس لئے اسے وطن کی ہر شے سے پیار ہوتا ہے اور اس کے نزدیک وطن کا ایک ایک گوشہ و گوشہ کی سہ عظمت رکھتا ہے اور یہ

پڑا کہ جسے باج انگریزوں کی نظر میں مملکت کی بھی باقی تھی۔ بہت سے
 شہر انگریز حکومت کے زبردست قبضہ کا نشانہ بنے اور انہیں شدید
 مظالم کی مشق بننا پڑی۔ معاشی اور سیاسی اعتبار سے ملک برباد
 ہو کر رہ گئے تھے کیوں کہ حکومت وقت کے نزدیک یہ باغی تھے۔ پھر بھی
 تمام انگریزوں اور سکیموں کے باوجود وہ اہل وطن کو مغربی چالوں سے باخبر
 کرتے ان کی عیادت و ستادی سے باخبر کیا کرتے تھے تاکہ معصوم اہل وطن
 ان کے دام فریب میں گرفتار ہونے سے بچ سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ
 غلطی کی زنجیروں کو توڑ کر اپنی آزادی کی راہ ہموار کر سکیں۔

ان باغیانہ قومی نظموں کی فہرست بہت طویل ہے مگر ان نظموں
 کو جنہوں نے جنگ آزادی اور قومی یک جہتی کی روح سارے ہندوستان
 میں پھونک دی تھی فراغوش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ شاموں کے دل سے
 نکلی ہوئی وہ آواز تھی جسے انگریزی حکومت اپنے لئے خطرناک سمجھتے
 ہوئے انہیں پامیانہ دیکھ کر فرار دیکر مضطرب کیا کرتی تھی۔ ان میں سہروردی
 ہے رام پرشاد بھٹل کی نظم۔

سہروردی کی تنہا اب ہمارے دل میں ہے
 دیکھا ہے زور کست ناباز دئے قاتل میں ہے

پیر اسی علیہ میں اشتیاق کی شورشیں جنوں "م" ہم رہے
 رہے نہ رہے "نوبہار صابری" "پیام بیداری" "جذبہ آوارہ سوز دل
 کو ہونا چاہئے" "کنور بہار جذبہ آزاد کی" "جذبہ حریت" "الغلاب
 لئے کہے" "تراز آزاد" "وطن کے واسطے ستم کی انتہا کیا ہے"۔
 عثمان کی وطن کو قید سے اب چھوڑنا پڑے گا۔ "خلیق کی" "بجے گویوں سے
 اٹھ لیا"۔ "جلد تیار اختر کی" میں ان کے گیت گاتا ہوں۔ "حسرت موہانی کی
 "نجات ہند" حقیقتہ جالندھری کی "آزادی" "روشن صدیقی کی" "بیداری
 مشرق"۔ "احسان دانش کی" "امید آزادی" اور خلائی کی خصوصیات "سار
 لدھیانوی کی" "شعلہ نوائی" "وفا رانیاوی کی" "تراشہ جنگ" "میدان
 جنگ میں صبح" "مجموعہ ریل" اور "شیکارام سنگھ کی" "ذہرت" "دھن" "غافل
 زکریا" میں جنہوں نے قومی آزادی کو تقویت پہنچائی اور لوگوں میں جذبہ
 شہادت پیدا کیا۔

شاعر مشرق ڈاکٹر محمد آغا کو ہندوستان جان عزیز کی طبع سے
 پیدا تھا جس کو اپنی ابتدائی شہرگاہ سے نیکو زندگی کا آخری سانسوں تک

پڑا کہ جسے باج انگریزوں کی نظر میں مملکت کی بھی باقی تھی۔ بہت سے
 شہر انگریز حکومت کے زبردست قبضہ کا نشانہ بنے اور انہیں شدید
 مظالم کی مشق بننا پڑی۔ معاشی اور سیاسی اعتبار سے ملک برباد
 ہو کر رہ گئے تھے کیوں کہ حکومت وقت کے نزدیک یہ باغی تھے۔ پھر بھی
 تمام انگریزوں اور سکیموں کے باوجود وہ اہل وطن کو مغربی چالوں سے باخبر
 کرتے ان کی عیادت و ستادی سے باخبر کیا کرتے تھے تاکہ معصوم اہل وطن
 ان کے دام فریب میں گرفتار ہونے سے بچ سکیں اور اس کے ساتھ ساتھ
 غلطی کی زنجیروں کو توڑ کر اپنی آزادی کی راہ ہموار کر سکیں۔

ان باغیانہ قومی نظموں کی فہرست بہت طویل ہے مگر ان نظموں
 کو جنہوں نے جنگ آزادی اور قومی یک جہتی کی روح سارے ہندوستان
 میں پھونک دی تھی فراغوش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ شاموں کے دل سے
 نکلی ہوئی وہ آواز تھی جسے انگریزی حکومت اپنے لئے خطرناک سمجھتے
 ہوئے انہیں پامیانہ دیکھ کر فرار دیکر مضطرب کیا کرتی تھی۔ ان میں سہروردی
 ہے رام پرشاد بھٹل کی نظم۔

سہروردی کی تنہا اب ہمارے دل میں ہے
 دیکھا ہے زور کست ناباز دئے قاتل میں ہے

پیر اسی علیہ میں اشتیاق کی شورشیں جنوں "م" ہم رہے
 رہے نہ رہے "نوبہار صابری" "پیام بیداری" "جذبہ آوارہ سوز دل
 کو ہونا چاہئے" "کنور بہار جذبہ آزاد کی" "جذبہ حریت" "الغلاب
 لئے کہے" "تراز آزاد" "وطن کے واسطے ستم کی انتہا کیا ہے"۔
 عثمان کی وطن کو قید سے اب چھوڑنا پڑے گا۔ "خلیق کی" "بجے گویوں سے
 اٹھ لیا"۔ "جلد تیار اختر کی" میں ان کے گیت گاتا ہوں۔ "حسرت موہانی کی
 "نجات ہند" حقیقتہ جالندھری کی "آزادی" "روشن صدیقی کی" "بیداری
 مشرق"۔ "احسان دانش کی" "امید آزادی" اور خلائی کی خصوصیات "سار
 لدھیانوی کی" "شعلہ نوائی" "وفا رانیاوی کی" "تراشہ جنگ" "میدان
 جنگ میں صبح" "مجموعہ ریل" اور "شیکارام سنگھ کی" "ذہرت" "دھن" "غافل
 زکریا" میں جنہوں نے قومی آزادی کو تقویت پہنچائی اور لوگوں میں جذبہ
 شہادت پیدا کیا۔

سارے جاں سے اچھا ہندوستان ہمارا۔ اور ہر شہری کی
 قومی نظموں میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس نظم کو ہندوستان
 کے دوسرے "قومی ترانہ" کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کو یہ شعر ملے اٹھو
 "قومی یک جہتی کی خلعہ از دعوت نکر دیکھئے اور زخمی دلوں کے لئے
 لک بہترین مرہم ہے۔"

مذہب نہیں سکھانا آپن محمدیہ رکھنا

ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا

ان سارے اور ہر اشارے نے جنگ آزادی کے دور
 تھکوس ہمارا کھاتہ اور آج بھی ان کی لے تمام ہندوستانوں کے

ہم ان کا اس قدر کوکب و کرامت ہے۔ قومی یک جہتی کی ضرورت ہے۔ یہ ہے
 زیادہ ہے کیوں کہ آج ہندوستان میں زبان، مذہب، علاقہ اور ذات پات
 کے نام پر فسادات ہو رہے ہیں۔ ہندوؤں، مسلمانوں، برادر مسلمانوں کا ہندوؤں
 پر سے اعتماد ٹوٹ گیا ہے اس لئے آج بھی اقبال جیسے محب وطن شاعر کی ضرورت
 ہے۔

جگیت کے کلام میں بھی حب وطن اور عزم یک آزادی کا اثر نمایاں
 ہے۔ وہ اپنی نظم ”خاکِ وطن“ میں لکھتے ہیں۔
 گرد و غبارِ پاں کا خلعت ہے اپنے تن کو
 سر کر رہی چاہتے ہیں خاکِ وطن کھنسی کو !
 سرورِ جہاں آبادی کی نظم ”گلزارِ وطن“ میں حب وطن کا جذبہ
 نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ ان کا یہ شعر ان کے دل کی آواز ہے۔
 اس گنجِ دلِ نشیں میں قبضہ نہ ہو خسران کا
 جو ہو گلوں کا تختہ اٹھتا ہو اک جہاں کا
 جوش ملیح آبادی نے بھی مذہب و ملت کے اختلافات کو مٹانے
 کی کوشش کی اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ قوم کو بیدار
 کیا۔ جوش کی مشہور نظم ”وطن“ لاکھوں دلوں کی آواز ہے۔ اس کے علاوہ
 جوش کی ”لحوظِ آزادی“ اور ”آئینہ انقلاب“ مشہور نظمیں ہیں جنہیں انگریزی
 حکومت نے باغیانہ نظمیں قرار دیتے ہوئے ضبط کر لیا تھا۔ ترقی دہوی نے
 بھی اپنی شاعری کے ذریعہ اپل وطن کے دلوں میں بیداری کی لہر دوڑائی اور
 قومی یک جہتی کے جذبے کو تقویت پہنچائی ہے۔ جمیل ظہیری کی ”لئے مادرِ
 ہندوستان“، آندھرا نائیڈ کی ”زمینِ وطن“، سیٹاب اکبر آبادی کی
 ”ہندوستان“، شائستہ ظفر کی ”تراۂ وطن“ اور ”عہد“۔ انیسویں صدی کی
 ”وطن کی راگ“ علی سردار جعفری کی ”یہ ہندوستان“ قابل ذکر نظمیں ہیں۔
 یہ شعرا اپنے پیارے وطن کی آبرو کے لئے سر ہٹنے کی تلقین کرتے نظر آتے
 ہیں اور غم و ملال و غم و ملال کے رسم و رواج کے اختلافات کو مٹا کر
 مادرِ وطن سے، اس کے دکھوائے ہوئے ہالیہ سے، گنگا کی پیاری لہروں سے،
 ہندوستان کی سرسبز وادیوں سے اور تجارت مانا کے زندوں سے پیار کی
 انگلیں بٹھانے کے لئے اکٹھے نظر آتے ہیں۔ سکندر علی و عبد اللہ ”تہذیبِ وطن“
 میں ملک کی آزادی پر پہلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
 سیاہ و سرخ خیال و خواب ہے آج۔ بلند عظمت انسان کا آفتاب ہے آج

پہلی جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا ایک منظر

مذکورہ بالا شاعروں کے علاوہ محمد حسین آزاد کی ”حب وطن“
 مآلی کی ”آزادی کی قدر“، اسماعیل میرٹھی کی نظم ”امجازِ زمانہ آنے والا ہے“
 و غیرہ نظموں میں حب الوطنی، میل ملاپ، یک جہتی و غیرہ شکاری کامیابی سے
 بیان ہوئے ہیں۔ اکبر آبادی نے بھی اپنی طنز و تشبیہوں کے ذریعہ قوم کو بیدار
 قوم کو جگایا ہے۔ انہوں نے بھی اپنی شاعری میں اپنی قوم پرستی کا اظہار
 بہت ہی خوبصورت انداز میں کیا ہے۔

اردو شاعری میں قومی نظمیں بہت بڑی تعداد میں لکھی گئی ہیں۔
 بالخصوص قومی یک جہتی کے موضوع پر اکثر شعرا نے طبع آزمائی کی ہے اور
 آج بھی اسی موضوع پر غامد فرسائی کر رہے ہیں اس احساس کے ساتھ
 کہ ہندوستان میں آج پہلے سے زیادہ مذہب و ملت کے نام پر لڑائیاں ہو
 رہی ہیں اور فرقہ پرست طاقتیں پہلے سے کسی زیادہ ایک دوسرے کا خون
 بہا رہی ہیں۔ بقول سید مظفر حسین برنی،

وقت کی یہ ضرورت آج بھی اسی طرح باقی
 ہے کہ یقین و اعتماد اور خودی و خود شناسی کی اس
 روح کو تازہ کیا جائے، گمراہی کا حصول بھی ممکن
 ہے جب اس ملک کے تمام فرقوں میں مکمل اتحاد و
 یک جہتی ہو۔ اور وہ سب مل کر اپنے فرقہ و مذہب
 اور عقیدے کی محدود و غداروں سے اوپر اٹھتے
 ہوئے ترقی کی راہ میں گامزن ہوں۔

کہے معلوم
 یہ کوئی خواب تھا یا ایک حقیقت تھی
 مری آنکھوں نے یہ دیکھا
 خزاں پر اک بہار آئی
 بہار آئی وطن کی وادیوں میں یوں پکار آئی
 بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی، بہار آئی
 بہار آئی کہ ساری خفتہ کلیاں مسکرا اٹھیں
 شہیدوں کے لہو سے نم ہے یہ مٹی گلستان کی
 لہو کا رنگ لیکو کتنے ہی گل شاخ پر آئے
 ترانے بلبلوں نے گائے
 شاخوں پر غرائے

جو مایہ نئے انہیں لیکن نبیلا بیٹھے مین والے
 ہوئے مشغول گل چینی مین والے، وطن والے
 ہو گئے کر دیا اندھا
 دو شاخیں کاٹنے دوڑے
 مین کو کر دیا مقتل،
 یکایک دلہنوں کے سر پہ کیوں آئے سفید آنچل
 یکایک بوجھ ڈالے کس نے یہ سینہ دریاؤں کے
 ہزاروں رنگ کے جس گلستان میں پھول کھلتے تھے
 وہاں کلیاں سسکتی ہیں
 وہاں ہے خون پھولوں کا
 تماشا ہے بولوں کا
 نہ پوچھو چاک دامانی
 مبارک باد آزادی !!!

★★

علا، شوقِ قدوائی

مبارکباد آزادی

ولی رضوی

مگر ذرا تو سوچئے!

یہ روز جشن ہی سہی
مگر ذرا تو سوچئے

تھکے تھکے قدم لئے
لہو لہو عزم لئے
ملاں و ریح و غم لئے
مہزار چشم غم لئے
خیال بیش و کم لئے

چلے تو ہم چلے کہاں
وہیں ہیں آج تھے جہاں

یہ روز جشن ہی سہی
مگر ذرا تو سوچئے

کیا جوش تھا کیا ولولہ
اُمنگ تھا اُمنگ بھرا
ہر لب فاروقس بھرا
سبھوں کا خواب ایک سا
مگر مہلی عجیب ہوا
جہن جہن سلگ اٹھا

تجسس گئے، بھس گئے
ہم اپنی رہ سے پھر گئے

دلوں میں دھول، گردِ بیدار
منہ اتحاد و اعتماد
بہا نہ ہم کو کچھ بھی یاد

یہ روز جشن ہی سہی
مگر ذرا تو سوچئے
(ناتما)

طی اکٹر یوسف نقوی

حضرت مولانا

رہنما نامہ

راجہ

مکمل

۲۰۰

خاصہ فیض الاسلام

سید اسماعیل جباری

فرزدار پر چڑھو کسی پر جنوں پسیر (۱-۱)
وہی مفاد صداقت کلمات کو تر

نانا صاحب کا گرفتار کیسے ہو گیا

- (۱) تلک میں ہر طبقہ جاتیوں سرکار کام اور فرماں
 (۲) ہندوستان کے بارہوا ۱۹۱۶ء میں قائم کردہ ہندوستانی حکومت
 کی سرکاری نمبر
 (۳) علامہ اقبال کی آزادی کی لہر میں سے وہ ہیں (۱) علامہ اقبال (۲) بال گنگہ دھر
 تلک (۳) آئین ہندوستان (۴) ہندوستان
 (۴) ہندوستان میں ہندوؤں کی آزادی کے سرکاری
 کے ساتھ
 (۵) ہندوستانی قوم کا گروہیں کی کمی میں پہلا اجلاس

حریت ہندو آزادی میں بنگال کا حصہ

فیروز علی

مجھے آزادی دیا موت، پیرٹک ہنری نے کہا تھا۔

لیکن

بنگال نے ہر دور میں آزادی کا نعرہ سب سے پہلے بلند کیا تھا،

موت کا نہیں۔

انگریز سرکار کا ظلم جاری تھا۔ نپتے اور معصوم عوام ان کے منظم

کامکار بن رہے تھے۔

اس دوران بنگال، ہندو اکثر اور دوسرے کئی صوبوں میں نوجوان

بگھا ہوئے اور انہوں نے انگریزوں کے تشدد کا جواب تشدد سے دینے کیلئے

فدائیں بنانی شروع کر دی۔ یہ لوگ امتیازوں سے لیس ہو کر انگریزی سرکار

کے خلاف نکل پڑے۔

۱۹۰۲ء میں بنگال میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد جاری

رکھنے کے لئے خفیہ تنظیمیں (ٹوبیاں) بنی شروع ہو گئیں۔ جدیدہ فوجیوں

کو کھوکھلے ڈھاکا اور آس پاس کے دیگر علاقوں میں خفیہ ہتھیاروں کی

کٹنگیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے پرچہ پھیلانا، جیتنے والا

بندو باندھا جانے اور اہل ہندو گھوڑوں کے قدم اٹھانے مار بندو گھوڑوں کے ساتھ

ہندو اکثر کے انقلابیوں کا گہرا اثر تھا۔ یہ خفیہ جماعتیں اپنا کام کرتی رہیں کچھ

دنوں کے بعد بارہندہ گھوڑوں (ارہندہ گھوڑوں کے چھوٹے بھائی) اور ہندو باندھا

بندو باندھا جانے اور ہندو باندھا جانے اور ہندو باندھا جانے اور ہندو

بندو باندھا جانے اور ہندو باندھا جانے اور ہندو باندھا جانے اور ہندو

ان سب خفیہ جماعتوں نے اپنی تقریروں اور اپنی تحریروں سے

لوگوں کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کرنا شروع کر دیا۔ ان

انقلابیوں نے خفیہ طور سے لوگوں کو لالچ، بھرا اور دھوکے سے بھریا

کونے کا فن سکھایا۔ بستیوں، چٹانوں اور زم انداز کی بھی وہ سیکھ رہے تھے۔ سویشی

ادب اور بیرونی ملکوں کی انقلابی کہانیاں انہیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں اور ان

کے اندر آزادی کا جذبہ جگایا جاتا تھا۔

۱۹۰۹ء میں لارڈ کرزن بنگال کا گورنر جنرل (بڑے لٹ) بن

کر آیا۔ اس نے بنگال میں قومی تحریک کو بہت زیادہ زور دیکھتے دیکھا اور

اسے اس تحریک کی طاقت کا بھی اندازہ ہوا۔ بنگال کے لوگ اس تحریک میں جس

طرح بڑھ چلا کہ صبر سے رہے تھے کہ یہ تحریک بنگال کے علاوہ ہندوستان

کے دیگر حصوں میں بھی پھیل گئی تھی۔ کرزن نے بنگال کی اس تحریک کو کچھ

بنانے کا ارادہ کیا۔ اس نے کلکتہ یونیورسٹی اور کارپوریشن کی طاقت کم کر دی۔ ان

کو سرکاری تنظیمیں کے ہاتھوں میں دے دیا۔ اس کے بعد اس نے بنگال کی

تقسیم کا اعلان کیا۔ اس اعلان کے بعد ہی سارے بنگال میں لارڈ کرزن کے

اس اقدام کے خلاف احتجاج بلند ہوا۔ ہر طبقہ کے لوگوں نے بنگال کی تقسیم

کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری رکھا۔

لیکن تمام احتجاج اور تحریکیں کو نظر انداز کر کے لارڈ کرزن

نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بنگال کی تقسیم دو حصوں میں کر دی۔ ایک

ڈھاکا اور چائیکام کے حصوں کو آسام کے ساتھ ملا کر مشرقی بنگال اور آسام کی

ریاست بنی۔ دوسری ڈھاکہ اور برہمن کے حصوں کے ساتھ بنار اور اڑیس

کو کھڑکری بنگال کی تشکیل ہوئی۔

بنگلہ کو تقسیم کرتے ہوئے لارڈ کورزن نے ملکی انتظام کو بہتر بنانے کا حالہ دیا لیکن اصل وجہ قومی تحریک کو کمزور بنانا اور اسے کھل دینا تھا۔ لارڈ کورزن کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ پورا بنگال کورزن کی اس حرکت پر بڑبڑا احتجاجی نعروں سے گونج اٹھا۔ سر ہند ناتھ بندوق پادھیائے، بین چند رپال، اربند گھوشی، آندھ موہن بوس، اشوتھ کمار دت، اربند ناتھ ٹیگور اور دوسرے تمام سیاسی لیڈروں نے بنگال کی اس تقسیم کے خلاف آوازیں بلند کیں اور احتجاجی تحریکیں میں حصہ لیا۔ اس احتجاج کے دوران تین اخبار ملک کی آبادی سے متعلق خیالات کی اشاعت کے لئے جاری کرائے۔ "بندے ماترم" (انگریزی اخبار) "سندھا" اور "جگانشتر"۔ ان اخبارات کے سپہ سالارے انقلابی خیالات کی اشاعت زوروں پر ہوئی۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بنگال کی تقسیم ہوئی تھی۔ اس کا دن تقریباً پچاس ہزار لوگوں نے کلکتہ میدان میں اس تقسیم کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ اس جلسہ کی عداوت عظیم رہنا آندھ موہن بوس نے کی تھی۔ وہ بہت زیادہ تھے۔ پھر بھی اس جلسہ میں انہوں نے شرکت کی تھی۔ ان کی تقریر سر ہند ناتھ بندوق پادھیائے نے پڑھ کر سنائی تھی۔ ان کا ملان کو عظیم شاعر اربند ناتھ ٹیگور نے حاضرین جلسہ کے سامنے پیش کیا تھا۔

۱۲ اکتوبر کا دن بنگال کا نفرت سے بھرا ہوا دن تھا۔ بنگال کے عوام غماص دن سامنے بنگال میں ہڑتال کی تھی۔ رابند ناتھ ٹیگور اور دوسرے رہنماؤں نے اس دن کو راکھی بندھن کا دن قرار دیا تھا۔ رابند ناتھ ٹیگور نے اسی موقع کے لئے ایک گیت لکھا تھا۔

بنگلہ کی مٹی، بنگال کا پانی، بنگال کی ہوا، بنگال کا پھل
پاک ہو، پاک ہو، پاک ہو، پاک ہو، اے مہبود

.....

بنگلہ کی زندگی، بنگالیوں کا دل، بنگالیوں کے گھروں کے بھائی بہن
ایک ہوں، ایک ہوں، ایک ہوں، ایک ہوں، اے مہبود

بنگلہ کی تقسیم کے خلاف جو احتجاج بلند کیا گیا تھا اس نے سودیشی تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ رہنماؤں نے سوچا کہ صرف احتجاج سے انگریزوں کا اس ملک سے نکال باہر کرنا مشکل ہے۔ اس کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ تحریک کے مقاصد پورے انداز سے ٹھیک کئے گئے۔

۱۱) انگریزی سامان کا بائیکاٹ کرنا ہو گا

۱۲) دیسی چیزوں کو استعمال کرنا ہو گا

۱۳) سودیشی تعلیم حاصل کرنی ہو گی

اس تحریک کا مطلب یہ تھا کہ دیسی یا غیر ملکیوں کے ساتھ کسی قسم کا بھی رشتہ نہیں رکھا جائے گا۔ دیسی سامان کی کھپت ہو اور دیسی تعلیم سارے ملک میں جاری ہو۔ اس تحریک کو سودیشی تحریک کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ انگریزی سرکار نے اس تحریک کو کچلنا چاہا۔

سر ہند ناتھ بندوق پادھیائے اور بین چند رپال اس تحریک کے خاص رہنما تھے۔ یہ دونوں ہی بہت کامیاب مقرر تھے۔ ان کی شہد بار اور برجوش تقریروں نے سودیشی تحریک کو سارے ملک میں پھیلا دیا۔

سودیشی تحریک میں شامل ہونے کے لئے اربند گھوشی نے بڑبڑکی سرکاری ملازمت چھوڑ دی اور وہ بنگال آ گئے۔ انہوں نے "بندے ماترم" اخبار نکالا۔ حب الوطنی سے متعلق مضامین اس اخبار میں چھپنے لگے۔ ملک میں دیسی منظم کے خلاف نوجوانوں نے احتجاج اٹھائے۔

جس زمانے میں سودیشی تحریک بہت شدت اختیار کر چکی تھی اسی زمانے میں کلکتہ فورڈ کلکتہ کے پریسڈنسی مجسٹریٹ اٹھائے تھے۔ انقلہ بیرون کی گرفتاری کے بعد ان کی عدالت میں پیش کیا جاتا تھا۔ وہ انقلہ بیرون کو سخت سے سخت سزا سنائی دیتے تھے۔ بین چند رپال کا مقدمہ انہی کی عدالت میں چل رہا تھا۔ اس مقدمہ کی سماعت کے لئے ایک جج بھیج دی گئی تھی۔ جج کو ہٹانے کی وجہ بنا کر ایک سارجنٹ نے کئی مظلوم لوگوں کو گولیوں سے بھرت مارا۔ اس ججے میں ایک چودہ سال کا لڑکا شیل بین بھی تھا۔ سارجنٹ کی حرکت وہ برداشت نہ کر سکا اور اس نے سارجنٹ کے منہ پر ایک گولی مار کر مارا۔ کلکتہ فورڈ نے اسی وقت اس معصوم لڑکے کو ہندو بید مارنے کا حکم دیا۔

اس واقعہ نے انقلہ بیرون کا خون گرم کر دیا۔ جگانشتر جماعت کلکتہ خود کو قتل کر دینے منصوبہ بنایا۔ کھودی رام بوس اور پر فلا پاکی کو کام کے لئے منتخب کیا گیا۔ اسی دوران کلکتہ فورڈ کو بیج بنا کر مظفر پور بھیج دیا گیا۔

کلکتہ فورڈ سے بدلہ لینے کے لئے کھودی رام اور پر فلا پاکی

منظور ہو گئے۔ ۳۰ مارچ کو گولڈن ٹمپل کے گھرنے کے کچھ روز پہلے ہی صاحب
کی گاڑی پر انہوں نے بم اندازی کی۔ گولڈن ٹمپل کی بیگم اور ان کی بیٹی اسی
جگہ رہی گئیں۔ بم اندازی کے بعد گھوڑی رام اور پرندہ چاکر زار ہو گئے۔ دوسرے
دن پلم مٹی کی دو پہر کو منہ لال جرنی نام کے ایک پولیس نے پرندہ چاکر کو گرفتار کیا
لیکن پرندہ چاکر نے اپنے ہی پستول سے خود کو شہید کر دیا۔ اسی دوران مظفر
اس طرح پرندہ چاکر انقلابی تحریک کے پہلے شہید ہوئے۔ اسی دوران مظفر
پور سے تقریباً ۲۵ میل دور وائسی اسٹیشن سے گھوڑی رام گرفتار کر لے گئے
اور اگت کو گھوڑی رام جیسے جیسے بیوت کو ہانس دے دیا گئی۔ اس طرح
آزادی کے دوسرے شہید گھوڑی رام ہوئے۔ مظفر پور بم اندازی کے اسی کسی
کی تحقیقات مکملہ میں ہی ہوئی اور ملک تلہ میں اربند گھوش کی تلاشی لی
گئی۔ وہاں سے بہت سارے ہتیاروں کو ضبط کیا گیا۔ اسی سلسلہ میں اربند
گھوش کے بھائی بابن گھوش، کنہائی لال دت، اپند زاتہ بنجری، الاسکو دت
سریندر ناتھ کھوس اور دوسرے اڑیسہ انقلابی نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا۔ علی
پور پنچ گورٹ میں اربند اور ان کے انقلابی ساتھیوں کا مقدمہ شروع ہوا۔
اس کو بنگال کی تاریخ میں نانک تلہ بم کیس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔
بیرسٹر چترجن داس نے بغیر کسی فیس کے بہت ہی خشن و غول کے ساتھ اس
مقدمہ کی سپردگی کی۔ اربند گھوش اور ان کے انقلابی ساتھی رہا کر دیے گئے۔
سارے بنگال میں چترجن داس کی شہرت پھیل گئی۔ آپ نے بیرسٹری کا
پیشہ چھوڑ دیا اور قوم و من سے ملک، قوم اور سماج کی ترقی میں لگ گئے۔
سوڈیشی تحریک و نبدون زور پکڑتی جا رہی تھی۔ گاؤں اور
شہر ہر جگہ لوگ انگریزوں کے خلاف نفرت کا منہ ہوا کر رہے تھے۔
انگریز کپڑوں کو نہ راستش کیا جا رہا تھا۔ عورتوں نے اپنی چوڑیاں آگ میں
ڈال دیں۔ اس سوڈیشی تحریک سے دیسی صنعت کو ترقی ملی۔ نئے نئے کپڑے
کارخانے وجود میں آئے۔ جادو پورا بھینٹنگ کالیج اور کلکتہ نیشنل میڈیکل
کالج اسی سوڈیشی تحریک ہی میں قائم کئے گئے۔

انگریزوں نے بنگال کی تقسیم کے ساتھ ساتھ ہندو اور مسلمانوں
میں نفرت اور دشمنی پیدا کرنا چاہی تھی لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی
مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کاٹھن سے کاٹھن مل کر سوڈیشی تحریک میں
حصہ لیا۔ بنگال کی تقسیم کو کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ ۱۹۰۵ء میں کلکتہ کے
راج بازار میں مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجمع میں مشہور بیرسٹر عبدالرہول

نے انگریزوں کے خلاف ملک اور قوم کی آزادی کی تحریک شروع کر دی۔
انہوں نے بنگال کی تقسیم کے خلاف مسلمانوں کو ہندوؤں کے
ساتھ تحریک میں حصہ لینے کا مشورہ دیا۔ دوسرے سال مارچ ۱۹۰۶ء میں
بریل شہر کے ایک عظیم جلسے میں آپ دوبارہ خطاب کئے۔ بیرسٹر
عبدالرہول کے علاوہ اور بہت سارے مسلم رہنماؤں نے سوڈیشی تحریک میں
حصہ لیا تھا۔ ان رہنماؤں میں مولوی ابوالقاسم، دین محمد، عبدالغفور صدیقی،
لیاقت حسین اور عبدالعلیم خزنوی کے نام قابل ذکر ہیں۔
انگریزوں نے تحریک کو باندھنے کی ہر طرح سے کوشش کی تھی
لیکن تحریک تیزی سے پھیلی ہی چلی گئی انقلابیوں نے اپنی تحریک میں اور
شدت پیدا کر دی۔

انگریزوں نے جب ہندوستان کی اس تحریک کو بہت پھیلنے
دیکھا تو انہوں نے قانون میں کچھ ترمیمی کی اور آخر کار ۱۹۱۱ء کو بنگال
کی تقسیم منسوخ کر دی گئی۔

بانگاہو جن نے سارے ہندوستان میں ایک ساتھ انقلاب کا
خواب دیکھا تھا۔ ان کے خیال میں انگریز افسروں کو جگہ جگہ گنی مار کر ہلاک
خود کیا جاسکتا تھا لیکن اس سے ملک آدھا نہیں ہو گا۔ ہاں اگر ایک
ساتھ سارے ملک میں انقلاب برپا کیا جائے تو آزادی ممکن ہے لیکن اس
انقلاب کے لئے کثیر تعداد میں ہتھیار چاہئے اور ہتھیار کے استعمال کی
تعلیم بھی ضروری ہے۔ ان کے اس خیال کا نزدیک تھا تھوڈا جلدی (ایم۔
این۔ رائے)، راش بیاری، پن گھوٹی، سوامی پرمانند، ڈاکٹر جادو گوپال
کھوپا دھیائے اور دوسرے انقلابی رہنماؤں نے ساتھ دیا۔ انقلابی بانگاہو
جو تھے جانتے تھے کہ چند انقلابی لیڈر ہندوستان میں آزادی نہیں لے سکتے
بلکہ اس آزادی کے لئے عوام کی مدد ضروری اور اہم ہے۔ اس لئے انہوں
نے انقلابیوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ گاؤں گاؤں اور شہر شہر جا کر عوام کے
دلوں میں انقلاب کی آگ بھڑکائیں اور ان کے دلوں میں آزادی کا جذبہ
پیدا کریں۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران بانگاہو جن کی راہ پر چلتے ہوئے
سبحاش چندر بوس نے آزاد ہند فوج کی تشکیل کی تھی۔

موجودہ ڈیپ کے ضلع بھاکسار کے قصبہ چوڑی بالم کی تکی کے
کنارے ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء کو بانگاہو جن اپنے چار ساتھیوں کے ہمراہ انگریزوں

جنگ کر کے۔ اس کے بعد ۱۹۲۰ء میں جبراً کام اور مشہور انقلابی جیم چند گھوش نے
 تھوڑی دیر میں "قائم کیا" اس وقت انگریزوں کا صدر دفتر رائٹس
 بلڈنگ تھا۔ بنگال والیٹر کے رہنماؤں نے رائٹس بلڈنگ پر حملہ کا
 ارادہ کیا۔ اس کام کے لیڈر بنو بھٹے بوس مقرر ہوئے۔

۸ دسمبر ۱۹۲۲ء رائٹس بلڈنگ پر حملے کا دن ٹھیک ہوا۔ دینیش
 گپتا اور مدھیر گپتا (بلوں) بنو بھٹے کے مددگار تھے۔ ان کے
 ہمراہ جاتے پر راضی ہوئے۔ بنو بھٹے بوس، دینیش گپتا اور مدھیر گپتا (بلوں)
 انگریزوں کا جیس بدل کر رائٹس بلڈنگ میں داخل ہوئے اور جیل کے انچارج
 سمن کے کمرے میں داخل ہو کر تینوں نے اپنے بستر سے سمن پر گولیاں چلائیں
 سمن چھ گولوں کی تاب نہ لاسکا اور مر گیا۔ انقلابیوں کے اس حملے کی خبر لال
 بازار پولیس اسٹیشن پہنچ چکی تھی۔ کلکتہ پولیس کے انسپکٹر جنرل چارلس گورکھا
 سپاہیوں کے ساتھ رائٹس بلڈنگ پہنچے۔ انقلابیوں کو گرفتار کر لیا گیا
 وہ اپنے ساتھ سائینائیٹ لے گئے تھے۔ تینوں نے ایک ساتھ زہر کھا کر
 خودکشی کی کوشش کی۔ بادل گپتا کی وہیں موت واقع ہو گئی۔ بنو بھٹے بوس
 زندہ تھے۔ انہوں نے کانپنی آواز میں گورکھا پولیس سے کہا:

I am Benoy Bose, Major Benoy of
 the Bengal Volunteer, don't disturb me.
 Let me die in peace.

دینیش گپتا کو ہسپتال لے جایا گیا۔ صحت یاب ہو جانے کے
 بعد ان پر مقدمہ چلا اور انہیں پھانسی کی سزا دی گئی۔ کلکتہ کے ڈپٹی کمشنر
 کا نام انہیں تینوں بہادر نوجوانوں کے نام پر بی بی ڈی باغ رکھا گیا۔

باگھا جات اور مدھیر گھوش انقلابی سرگروہوں کے خواب کو تعبیر سے
 ہم آغوش کرنے کے لئے چانگام کے سرپرستین نے قدم بڑھایا۔ سرپرستین جنہیں
 پورا ہندوستان مسٹر ڈاکٹنام سے جانتا ہے۔ ماسٹر ڈاکٹنام نے انقلاب کا
 چھپی چھپا کارڈ کو ہادی گنیش گھوش انت لال سنگھ، انامیکا چترویدی
 دکن ناتھ، نرل سین اور پتی کی کو ساتھ لے کر ماسٹر ڈاکٹنام نے انقلاب کی
 آگ ہر طرف پھیلا دی۔ ۱۸ اپریل ۱۹۲۳ء کو رات کے وقت لوگ ناتھ
 دل کے ہمراہ انقلابیوں نے چانگام شہر سے پانچ میل دور پہاڑی کے
 اسکم خا پر حملہ کر دیا۔ انقلابی اپنے مقصد میں کام یاب ہوئے۔ لیکن

۲۲ اپریل کو جب انگریز سپاہی چانگام پہنچ گئے تو بہت سارے انقلابیوں
 کو زخمی اور شہید کر دیا۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۲ء کو پتی کی کی سزا دی گئی اور وہیں
 کلب پر حملہ کیا لیکن وہ گرفتار کر لی گئیں۔ انہوں نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔
 ۹ اگست ۱۹۲۲ء کو بھارت چھوڑنے کا نعرہ بلند ہوا۔ ستر
 سال کی یہ مائنگنی بھرہ نے انقلابیوں کی رہنمائی کی اور ان کو سینے پر گولی
 لگی اور وہ شہید ہو گئیں۔ اس اگست کے انقلاب میں بہت سارے آدمی
 شہید ہوئے۔ مٹری اور بوس کے ہاتھوں تنوک میں اکتالیس کانگرس
 میں اتالیس اکلکتہ، بالورگھاٹ، اسی گڑھی اور بیرجوم میں تقریباً ۲۸
 آدمی شہید ہوئے۔

بنگال کے انقلابیوں نے کبھی بھی انگریزوں کے ساتھ کسی
 کی صلہ نہیں کی۔ سیماش چندر بوس کو دوسری جنگ عظیم کے دوران گرفتار کیا گیا
 تھا لیکن وہ جیس بدل کر کسی طرح فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ۶ جنوری
 ۱۹۴۲ء کو برلن میں آزاد ہند فوج "تید کی" اس فوج میں انہوں نے جرمنی اور
 جاپان کے ہاتھوں گرفتار ہندوستانی سپاہیوں کو آزادی دلو کر جدید فوجی تعلیم
 دی۔

۲ جولائی ۱۹۴۲ء کو سیماش چندر بوس سنگاپور آئے۔ اسی
 زمانے میں راشن بہاری بوس اور کینٹین مہمن سنگھ ہندوستانی سپاہیوں
 کی مدد سے "آزاد ہند فوج" کی تیاری میں معروف تھے۔ سیماش چندر
 بوس جنہیں لوگ عقیدت اور پیار سے "تید کی" کہتے تھے وہ ان لوگوں کے
 ساتھ مل گئے اور ہر طرح سے آزاد ہند فوج کی تشکیل میں راشن بہاری کا
 ہاتھ بٹاتے رہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے آزاد ہند فوج کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ آزاد
 ہند فوج میں ساتھ ہزار جوان تھے۔

۷ جنوری ۱۹۴۴ء کو آزاد ہند فوج کا صدر دفتر رنگون
 میں قائم کیا گیا۔ تید کی کی ان فوجوں کے سپر سالار اعظم شاہ نواز خان تھے
 شاہ نواز خان کی ماتحتی میں آزاد ہند فوج نے مئی ۱۹۴۴ء کو راجا امپال پر
 حملہ کیا۔ ۱۸ مارچ کو مئی پر میں آزاد ہندوستان کا جھنڈا لہرا کر یہ فوج کو
 کی جانب بڑھی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ آزاد ہند فوج کی ہوائی طاقت
 کمزور تھی۔ سیماش بوش کمزور ہوتے ہوئے بنگال آئے۔ اس وقت
 وہاں دو ہزار سپاہی موجود تھے۔ ۲۳ اگست ۱۹۴۵ء کو جاپانیوں نے جو
 (باقی صفحہ پر)

آدی بایسی عوام کے جدوجہد اور جنگ آزادی

از: دھیریندر ناتھ باسکے

ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ میں آدی بایسیوں کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ برٹش راج اور اس کے منظم کے شکنجے سے آزادی حاصل کرنے کے لئے مختلف مقامات و مختلف ادوار میں ہندوؤں کے دیگر باشندوں کے دوشادہ آدی بایسیوں نے بھی تحریکیں چلائیں اور مسلم بغاوت بلند کیا۔ حکمران طبقہ ہزاروں کوششوں کے باوجود بغاوت کی آگ کو بجھا نہ سکا۔ آدی بایسی عوام ہندوؤں کی تعداد میں مسلم بغاوت اٹھائے اس ناگ میں اپنی جانی قربان کیں۔ موت کی پروا کئے بغیر بار بار انگریزی حکومت کے جدید اختیادوں سے لیس سپاہیوں پر حملہ آور ہوئے۔ اسی دوران انہوں نے سامراجیت کے دلاؤں — زمین داروں اور مہاجنوں کی جڑیں اکھاڑ پھینکنے کے لئے مسلسل جدوجہد کی۔ انہیں لوگوں نے ہندوستان کے کانوں کو بیدار کیا اور ان کے اندر لڑائی کا جذبہ پیدا کیا۔ نتیجتاً جدوجہد آزادی کا دائرہ عمل وسیع تر ہوا گیا اور یزید طاقتور اور غلبہ ہو گئی۔ موجودہ سماجی اور معاشی نظام کے پس منظر میں آدی بایسیوں کے جدلیاتی کردار کے مطالعہ اور اس کے جائزے کی سخت ضرورت ہے۔ انہیں لوگوں کی جلائی ہوئی آگ کی کسوٹی میں آزادی کے جوہر کو جاننا چاہیے۔

بہت سارے معاملات میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان، ہندو، بھوج، تھڑ، پٹاریا، انانکا وغیرہ جیسے آدی بایسیوں کی تحریک اور بغاوت دراصل معاشی اور سیاسی آزادی کی جدوجہد تھی۔ زندگی اور زندگی کی بقا کے لئے ان کی معمولی بیداری تھی۔ ان سب تحریکوں کا اصل مقصد ظالم بایسیوں کے جنگل سے ملک کو یعنی قوم کو آزادی دلا کر طبقاتی نظام اور ظلم و استبداد سے پاک سماج کی تشکیل کرنا تھا۔ دلیل کے طور پر سنہالی بغاوت کا رد عمل ہم سرکاری رپورٹ

میں دیکھتے ہیں:

”سنہالی عوام کی تحریک کے پیچھے زمین پر حقوق ملکیت حاصل کرنے کی خواہش اور اس کے ساتھ سنہالیوں کے لئے آزادی کا جذبہ کارفرما تھا اور اس جذبہ کے نتیجے میں ان لوگوں نے یہ نعرہ بڑی تھاکر — ”ہمیں اپنے مردوں کی قیادت میں سنہالی حکومت چاہئے“ (ریگنڈ ڈسٹرکٹ گیزٹریٹر میں نور سنہالی پرنسپل)

منڈا بغاوت کے پس منظر میں ایک جیسی تصویر ابھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں بھی سرکاری رپورٹ میں درج ہے — ”چھوٹے ناگپور میں آدی بایسی لوگ قطعات آرامی کے جن حقوق ملکیت سے مستفید ہو رہے تھے ان سے عوامی کے بعد ان کے اندر بے چینی کا جذبہ جاگ اٹھا ہے۔“ (ایڈمنسٹریٹو رپورٹ، اپریل ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء)

ظلم ہندوستان میں آدی بایسیوں نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ زندگی اور زندگی کی بقا کی جنگ میں جو استحصال، مصائب، تغافل اور نا انصافی کے شکار ہیں ان سب کی ذمہ دار انگریز حکومت کا ظالمانہ اور جاگیردار نظام ہے۔ اس غیر انسانی ظالمانہ سلوک کے درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے ان لوگوں نے متعدد بار شیر کمان، تلوار، کلہاڑا اور نیزے کی نوک پر علم بغاوت بلند کیا۔ انہوں نے ایک طرف جابر ہندو مسلم زمین داروں کے گھر بار احمیت کھلیان جلا کر خور کر ہونے والے مظالم کا بدلہ لیا تو دوسری طرف حکمران طبقہ (یعنی انگریزوں) کو جنگلاتی قطعات آرامی (جنگل میں) مار جگانے میں معروف عمل ہو گئے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آدی بایسیوں کی اکثر بغاوتوں کا باعث انگریزوں کی مٹا کر آرامی پالیسی تھا۔

پہلے گرام سماج کو قطعات اراضی کے حقوق ملکیت حاصل تھے۔
 انگریزوں نے اپنے اپنے کے بعد Permanent Settlement (دوامی بندوبست) کے تحت انفرادی مالکانہ نظام چلا دیا۔ اس کے بعد
 زمین داری نظام کو رائج کیا۔ زمینداروں کو انفرادی مالکانہ قطعات اراضی
 کے محصول کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ محصول کی ادائیگی میں غلام کا باندہ گرم
 ہوا۔ اس دور میں فصل کے ایک حصہ کے ذریعہ محصول کے نظام کو توڑ کر سکون
 کے ذریعہ محصول کے نظام کو رائج کیا گیا جس کے نتیجے میں وہی علاقوں میں
 مہاجتی نظام قائم ہو گیا۔ مختصر طور پر یہ کہ جاسکتا ہے کہ آدی بایسوں نے
 بنات کے جو شے سنگائے تھے ظالم جاگیردارانہ نظام نے اس کے لئے
 ایندھن کا کام انجام دیا۔

(دوامی بندوبست) (Permanent Settlement)

کے بعد سے بہت سے علاقوں میں زرعی زمینوں کو حاصل کرنے کی جدوجہد
 شروع ہو گئی۔ بانٹوڑا، ابیرکھو، مدناپور، مالدر، بھاگلپور وغیرہ اضلاع میں
 ہزاروں آدی بایس بیگانہ لوگوں کی جدوجہد کے نتیجے میں یہ کوشش کامیاب
 ہوئی۔ برٹش راج کے قبل آدی بایسوں کا طریق زندگی ایک ساتھ مل کر رہنے
 کا تھا جو پورے ہندوستانی سماج سے مختلف تھا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت
 کا ملک میں رفتہ رفتہ تسلط کے ساتھ ساتھ اس کا اثر سینکڑوں برس
 سے جداگانہ طور پر زندگی گزارنے والے آدی بایس کی زندگی پر بھی پڑا۔
 انگریزوں کے قائم کردہ معاشی نظام اور اس کے ساتھ ساتھ زمین داری اور
 ہاجنی لوٹ کھسوٹ کا نتیجہ میں آدی بایس کا طرز معاشرت اور لین دین
 کا سماجی نظام تباہی کے دہانے پر آ پہنچا۔ سینکڑوں برسوں کے
 بنیادی سماجی نظام اور اپنی جداگانہ سماجی زندگی کے دھارے سے نکل
 آنے کے بعد وہ لوگ آزادی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ زمین کے حقوق ملکیت
 جنگوں کے حقوق ملکیت، فاصلوں کے حقوق ملکیت کو پھر سے واپس
 پانے کے خواب جیسے وہ اچانک نیند سے بیدار ہو کر دیکھنے لگے۔ اس
 حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آدی بایسوں کی بغاوت کے پیچھے
 ان کے کچھ بنیادی مطالبات تھے۔

فطری طور پر میں یہ جاننے کی خواہش ہوتی ہے کہ انگریز
 حکومت اور اس کی لوٹ کھسوٹ کے رد میں آدی بایسوں کی دلی
 حالت کیا ہوتی ہوگی؟ گھوڑا اور سماجی زندگی پھر اس کا کیا اثر پڑا؟ ایسے

سوال کے جواب کے لئے بغاوتوں سے متعلق جن لوگ گیتوں کی تخلیق ہوئی
 تھی سب سے پہلے ان کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ غیر ملکی حکومت کے اس
 طرز حکومت اور لوٹ کھسوٹ اور آدی بایسوں کے دکھ درد کی باتیں جس طرح
 ان گیتوں میں نمایاں ہوئی ہیں اسی طرح آزاد طبع لوگوں کی دلی خواہشات
 کی ترجمانی بھی ان گیتوں میں ہوتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے
 کہ بنگال کے گیتوں۔ ادب میں قومیت کا جذبہ اس وقت تک نہیں ابھرا
 تھا۔ آزادی کی جدوجہد عوامی جدوجہد، عوامی بیداری وغیرہ کا دائرہ عمل
 اس قدر وسیع نہیں ہوا تھا۔ لہذا غیر ملکی حکومت کے خلاف گیت بھی
 لکھے نہیں گئے تھے۔ عمل اس وقت حکومت کی مذمت کرنا ہی تعلیم یافتہ
 مشہوروں کا شیوہ تھا۔ انگریز مالکان کو ناخوش کرنا یا ان کی مرضی کی خلاف
 کوئی کام کرنا ضروری بات اس دور کے سرکاری ملازمین اور حکومت
 کے عہدار زمین داروں میں طبعاً کہتے ایسا سوچنا تک محال تھا۔ نرک پسند
 آدی بایس عوام نے ہی درحقیقت اس دور میں اپنی ہمت کے بل بوتے پر
 اپنے سماجی دکھ درد اور کمپنی حکومت کے مظالم کے خلاف اپنے جذبات
 کو ان گیتوں میں پیش کیا۔ جس طرح ہم سنتھالیوں کے باغیانہ گیتوں میں ملتے ہیں

آدی بایسوں کے انتہائی رہنما ہنڈا اور ان کے ساتھی برٹش سپاہیوں کے سر پر حراست۔

ہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اگرچہ صدیوں سے آدی بایس
 سماج پر ظلم ہوتے رہے تاہم کمپنی حکومت سے قبل ان لوگوں نے اس طرح
 کے ظلم کے خلاف بغاوت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ پہلے کی ناانصافیوں
 اور مظالم کی جواز دہنی انہیں براہ راست کرنی پڑی وہ ان کی مختلف لوگ
 کہانیوں اور دیگر حکایات میں عیاں ہیں۔ ان حکایات اور لوگ کہانیوں

میں ہیں لیکن ان لوگ کھوسٹ اور منظم کے خلاف شدید بے اطمینانی اور نفرت کے جذبات کا فریاد کرتے ہیں جیسے پھر ان لوگوں کی نفرت کا پھیلنا ممکن طرح والے اور مڑی اپنی مکتانہ جال سے منظم کو جاتی ہے۔ شیریں اور فرنگیوں کی ان میں زمین دارانہ منظم کو شیریں کے منظم کے مذہب میں پیش کیا گیا ہے۔ منظم شیریں جنگل کے دوسرے جانوروں پر اپنے ظلم و ستم کرتے ہیں۔ شیریں جنگل کے دیگر چھوٹے جانور ببر کی خوراک کے لئے بعد شیریں خود میں سے کسی نہ کسی کو پیش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ طاقت و حکمرانی کے بدن میں ہاتھ لگانے تک کی ان میں ہمت نہیں تھی لہذا اس طرح کی کہانیوں میں ان کی موت کے اعلان سے انہیں تشنجی مٹی رہی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ بدیسی حکمرانوں کے ہاتھوں اور ان کے اشتعال کے تحت وہ اپنی اپنی زمین اور کھیتی باڑی سے ہاتھ دھو چکے ہیں حتیٰ کہ اپنی ہوبیٹوں کی عزت محفوظ رکھنے کے قابل نہیں رہ پائے ہیں تو ان کے مسر کا پیمانہ سہرہ ہوا تھا ہے۔ انہوں نے حکم بغاوت بلند کر دیا۔ ایک بار نہیں بار بار انفرادی طور پر نہیں بلکہ متحد ہو کر۔ دیکھا گیا ہے کہ ہر بغاوت میں آدمی باسیوں پر ظلم کے ہمارے نوڑے گئے۔ سنہالیوں کی بغاوت کو دبا دینے کے لئے سیدڑی کے میدان میں ہزاروں سنہالیوں کی دن دہانہ تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس طرح اتنے سارے لوگوں کو ایک ساتھ پھانسی دینے کی نفیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس واقعہ سے ان کے دل دھانے پر کافی اثر ہوا۔ انقلابی لٹیران سیدھا کا ہنر برٹا موڈا وینو کے نام تک لینے کی کوئی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ آنے والی نسلیں میں بچوں کے نام رکھنے کے وقت ان ناموں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا تاکہ آدمی باسی سماج میں آج بھی بزرگوں کے نام پر نام رکھے جانے کا رواج قائم ہے۔ چونکہ زمین دار، ہاجن اور صاحب لوگ اس طرح کے نام پسند نہیں کرتے تھے اس لئے اس طرح کے نام رکھنے کا رواج کم ہو گیا۔ ہر کین سنہالی بغاوت کے وقت سنہالیوں نے سب سے پہلے اپنے علاقے میں ہر طبقہ کے محنتی لوگوں کی یکتا قائم کی اور برٹش سامراجیت کو ہٹا کر استعمال سے پاک سماج کی تشکیل کا خواب دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ غریب کان، کھیت مزدور، بے زمین کان اور دیگر محنت کش عوام ان کی بنیادی طاقت تھے۔ طاقت و برٹش راج کے مقابل میں ان کی طاقت بہت ہی معمولی تھی پھر بھی کہا جاسکتا ہے کہ سنہالیوں کی

جدید ہندوستان کے استعمال کے منظم کو بغاوت کو پیغام دیا۔ ہم بے جھجک یہ کہہ سکتے ہیں کہ استعمال کے منظم کو بغاوت کے لئے ہی سب سے پہلی عوامی پیدائش کی فریاد تھی۔ انیسویں صدی میں آدمی باسیوں کی بغاوت کو برٹش راج کے خلاف جھجک آزادی کا پہلا قدم کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ یہ بغاوت کامیاب نہیں ہوئی تاہم یہ آگے چلی کہ جھجک آزادی کے لئے مشعل راہ بنی ۱۹۳۰ء

برٹش پولس کے ظلم کا شکار ایک مجاہد آزادی

بقیہ: اردو شاعری میں تصور آزادی

ہمیشہ حافظہ نامزد ہے پروردگار اس کا
بہادر پستان ہوگا
مرا تنہا جوان ہوگا
وطن کے نام پر اک روز تلووار اٹھائے گا
وطن کے دشمنوں کو گنج تربت میں سلائے گا
اور اپنے ملک کو غیروں کے پنجے سے چھڑائے گا
عسکرِ خاندان ہوگا
مرا تنہا جوان ہوگا

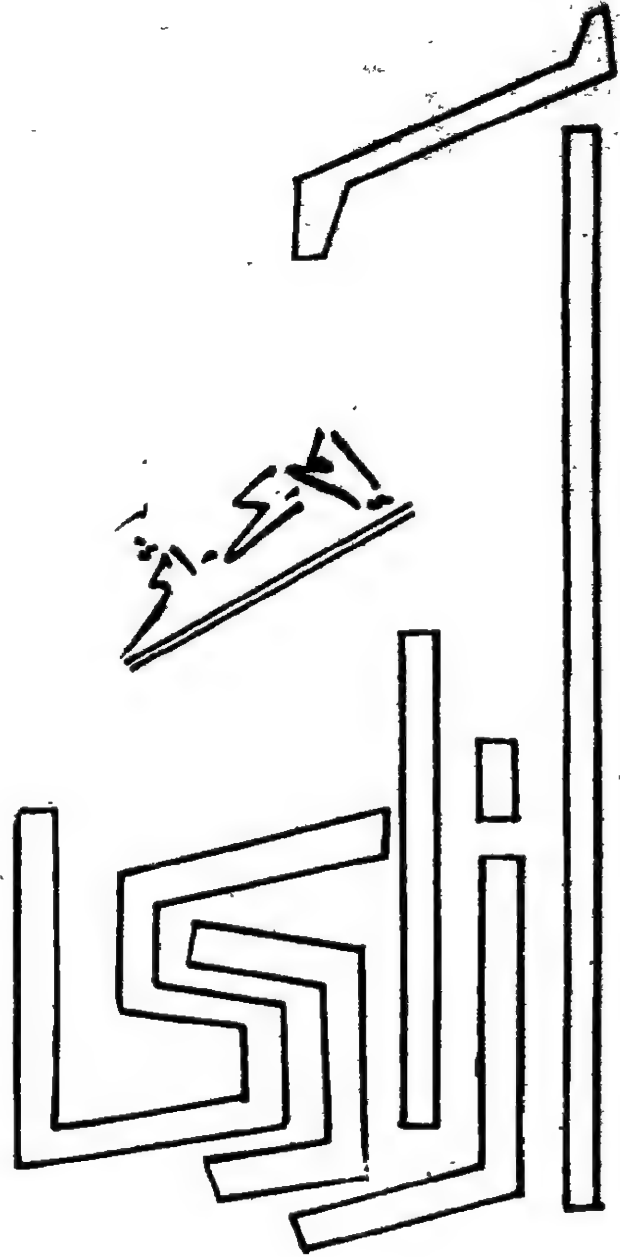
۰۰۰

بلا خوف و تردد کہا جاسکتا ہے کہ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۴۹ء تک
جدید آزادی کے لئے اردو شاعری نے جو رول ادا کیا ہے اس کا مثال
ہندوستان کی کسی دوسری زبان میں مشکل ہی سے مل سکے گی ۰۰۰

ایک مدت کے بعد در پہ مرے
 اپنی پہچان بتانے کے لئے
 جسم پر دھول
 تھکن پاؤں میں لے کر
 زرد آنکھوں سے تنگ رہ رہے مجھے
 لیکن خود لاش اٹھائے میں بھی
 بے اماں اپنے ہی در پر اکثر
 اپنی پہچان ڈھونڈتا ہوں مگر
 بے ہنر ہاتھ، تشنہ لب، اگر بزاں پاؤں
 بے اماں نیز ہواؤں کی فوایش سن کر
 جلتی ساعت میں پلٹ آنے کو
 ذہن جب

ایسا ہی ہوتا ہے جہاں آمادہ
 جشنِ آزادی کا اٹھتا ہے سوال
 شہر در شہر جیموں کی قطار
 پنج بن کر ہے نقاب میں ہنوز
 مختلف میرے بھی احساس نہیں
 اپنے کندھوں کے شکنجے میں لپکتے بازو
 جھونک آیا تھا
 جھوٹ آیا تھا
 آج پھر کیوں وہی منوس گھڑی
 شکل تبدیل کئے

در پہ مرے
 ہاتھ پھیلائے گھڑی ہے لیکن
 کہہ دو اس سے کہ پلٹ جائے اثر
 ہم نے کر لی ہے نئی اپنی شناخت



جنگ آزادی کے اردو کے معتبوب ادباء و شعراء

اقبال جاوید

قوم ہونگے۔ برطانوی حکومت مضبوط و مستحکم بنیاد پر قائم ہوئی۔ غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے کی پہلی جدوجہد ۱۸۵۷ء میں شروع ہوئی تھی جس کا سلسلہ ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ جب ۱۴ اگست کو ہندوستان نے آزادی کی جنگ بیت لی۔

اس درمیان سوسال میں اردو شعراء وادباؤں نے ہندوستانی قوم کے سونے جیہٹ کو انقلاہی نقوں اور شعلہ بیان غریبوں سے محفوظ کر دیا کرنے کی جدوجہد کی۔ یہ ادباء و شعراء معتبوب ہوئے۔ اقبال کی نظمیں آزادی کا جذبہ بڑھے حسین اور علامتی پہلے میں ابھارتی رہیں۔ مگر انگریز حکمرانوں کو اقبال کو سزا دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اقبال سے پہلے اور بعد میں شعراء نے بدیسی سلطنت اور حکومت کے خلاف باغیانہ نظمیں کہیں، بغاوت پر قوم کو اکایا۔ وہ سب معتبوب ہوئے۔ ایسے معتبوب شعراء وادباؤں کا ذکر کیاں بیان اختصار سے کیا جا رہا ہے۔

بہادر شاہ ظفر دہلوی: دہلی میں بہادر شاہ ظفر کی پیدائش

۱۷۷۵ء میں ہوئی۔ ان کے والد محترم کا نام اکبر شاہ ثانی تھا جو بادشاہ

شاہ عالم کی دوسری اولاد تھے۔

بہادر شاہ ظفر نے قرآن مجید فارسی حافظہ محمد خلیل صاحب سے پڑھا عربی و فلسفہ و ریاضیات کی بھی تعلیم حاصل کی۔ شاعر بازی اور تنقید و تادیب پر قدرت حاصل کیا۔ بہادر شاہ ظفر شہسوار اور تیغ زنی میں اپنی سال آپ تھے۔

برطانوی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کی دین ہے، انگریز
مور اکروں نے مکر، فریب اور سیاسی چالوں سے ہندوستانی حکمرانوں کے مائدہ معلوم کر کے اور ان سے بے جا مداخلت حاصل کر کے رفتہ رفتہ سلطنت مغلیہ کو ہیضہ لایا۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی جنگ ہوئی، جس میں شاہ طرقت جلال اور شاہ نواز سب زخمی ہوئے۔ نواب سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر کو توڑ لیا اور میر جعفر کی غداری کی وجہ سے جنگ ہلاسی، جیت لی۔ نواب سراج الدولہ میدان جنگ سے فرار ہوئے اور پھر کسی گاؤں میں انہیں شہید کر دیا گیا۔ نواب سراج الدولہ میدان جنگ سے فرار ہوئے اور پھر کسی گاؤں میں انہیں شہید کر دیا گیا۔ نواب سراج الدولہ کی شکست "ہندوستان کی سیاسی تاریخ" کا ایک المیہ ہے۔ ہندوستانی قوم نازک مڑ میں داخل ہو چکی تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طاقت روز بروز بڑھ رہی تھی۔ رفتہ رفتہ سارے جنگال پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ سلطنت وسیع ہوئی تھی اور شمالی ہند کا بڑا حصہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر حکومت آ گیا۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوستانی قوم کے اندر بغاوت، شعلگی کا روپ اختیار کر لی۔ بغاوت (بقول انگریز مصنف) میرٹھ اور بارہ پور کی چھاؤنیوں میں شروع ہوئی۔ ہندوستانی سپاہیوں کی یہ بغاوت دراصل پہلی آزادی کی جدوجہد تھی جو ملک بھر میں انگریزوں کے قتل کو کاندھے سے لے کر پھیلنے لگی پہلی کوشش تھی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے سپہ سالار واکا علیہ مغلیہ بہادر شاہ ظفر مقرر ہوئے۔ پہلی جنگ آزادی ہندوستانی

بہادر شاہ ظفر ولی تاج و تخت کے وارث تھے۔ انہوں نے
شاہی بی بی کی۔ ان کا شمار اردو کے ممتاز شاعروں میں ہوتا ہے۔ ولی
عہد کے زمانے میں بہادر شاہ ظفر نے شاہ نصیر کی شاہ گودی اختیار کی
شاہ نصیر کے کن جانے کے بعد انہوں نے اصلاح ابراہیم ذوق سے لے
اور کچھ کچھ مرزا غالب کو بھی اپنے کام دکھاتے رہے۔ بہادر شاہ ظفر کی
شاہی میں نازک خیالی اور رومانی نگین نمایاں ہے۔ ان کے بیشتر اشعار
لوگوں کو اپنی کوتاہی ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

گمئی ایک ایک جو پلٹ ہوا نہیں بول کو میرے قرار ہے
کوں تم ستم کا میں کیا بیان میرا سینہ غم سے تنگ رہے
یہ ستم کسی نے کبھی سنا دی ہے پیاپی لاکھوں کو بے گناہ
ولے گھر گویں کی طرف سے ابھی ان کے دل میں غبار ہے
ولے شہر وطن یہ تھا جہن سب طرح کا یاں تھا امن
وہ خطاب اس کا جوش گیا فقط اب توجڑا دیا رہے
شب و روز پھولوں میں جوتیں بھلا غار غم کو وہ کیا کہیں
گلے میں طوق پاؤں میں بیڑیاں اکھاں گلی کے بدلے یہ ہار ہے
یہ رعایا ہند تباہ ہوئی اکھوں کیسی ان پر جفا ہوئی
جسے دیکھا عالم وقت نے کہا یہ قرب اہل دار ہے

۱۹ دسمبر ۱۸۵۷ء کے روز ہمایوں کے مقبرے میں ہڈسن کی
قیادت میں فوج داخل ہوئی اور وہاں بہادر شاہ ظفر کے ہمراہ مرزا جواں بخت
بیگم خواب زینت محل، بیگم تاج محل اور حکیم احسن اللہ خاں، مرزا قیصر شاہ
اور دیگر اشخاص کو گرفتار کیا اور ان کے ساتھ مرزا کو گرفتار کیا اور ان کے
دو بیٹے مرزا منگل اور ابوبکر کو دہلی کے محل خانہ کے قریب فیروز شاہ کوٹڑ
ہڈسن نے اپنے ہاتھ سے تین تین گولیاں ان کے سینے پر مار دیں اور شاہ رگ
کو سنگین سے چھید کر ہلاک کر دیا۔

بہادر شاہ ظفر کو زینت محل، جواں بخت اور زوج جواں بخت
اور ایک چھوٹی کسی بی بی کے ہمراہ سخت پہرے میں لنگون بچھا گیا۔ رگ
کے سفر کے دوران بہادر شاہ ظفر کو راستے میں کافی دشواریوں اور تکلیفوں
کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی تکلیف میں کس کا شریک ہونے کی اجازت نہیں
تھی اور نہ ہی کوئی ان سے بات کر سکتا تھا اور نہ ہی وہ کسی سے بات
جست کر سکتے تھے۔ عام خیال ہے کہ بہادر شاہ ظفر نے دو ایسے شعر

نور کیا حاسہ

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا تار ہوں
جو کسی کے کام نہ آئے میں وہ ایک مشت غبار ہوں

بہادر شاہ ظفر کو قید رنگ اور قید حیات سے نوا سہیل
کی عمر میں مجھ کے روزمرہ فرمیں ۱۸۶۱ء میں نجات ملی۔ بہادر شاہ ظفر
رنگون ہی میں قید خانے کے احاطے میں بیوی و فرزند خاک ہو گئے۔

مرزا آغا خان آغا دہلوی: ان کے خاندان کا تعلق عیسائی

مذہب سے تھا لیکن انہوں نے اپنے استاد محمد امیر بخش کش کے کہنے پر
اسلام قبول کیا تھا اور اپنا نام مرزا آغا جان رکھا اور آغا خلع کرتے تھے۔
انہیں شاہی سے ولی لگاؤ تھا۔ ان کا شعر ملاحظہ فرمائیے۔
کوئی دارا کوئی جم کوئی اس کے گندہ ہو
وانع سراپا جہن نام خدا: فسر ہو

میرزا آغا خان دہلوی نے برصغیر میں اپنی اپنی
حکومت کی۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے دوران میرزا آغا خان دہلوی نے
مخزم میر بخش کش کو انگریز گوروں سے گولی مار کر شہید کر دیا۔

مرزا احمد بیگ احمد دہلوی: مرزا احمد بیگ دہلوی کے والد۔

نام دراعا احمد بیگ تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ انہیں شہر شاہ
شوق نہیں ہی سے تھا۔ اہم قلعے کرتے تھے۔ مرزا احمد بیگ دہلوی کا
موت ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے زمانے میں ہوا تھا۔ بہادر شاہ ظفر کے عہد میں
ان کا بیٹا احمد بیگ دہلوی کی جنگ آزادی کا قریبی مددگار رہا۔ شاہ ظفر کا
دیکھنا کہ ان کے ساتھ ان کے والد ماجد مرزا احمد بیگ دہلوی
وہاں سے جیلنی ہوئے۔ ان کا شعر ملاحظہ فرمائیے۔

میں ان کو دیکھ کر رو پڑتا ہوں۔
دہلی کے قیدیوں کے ساتھ ہوں۔

مرزا انصاری الدین اشکسکی: مرزا انصاری الدین اشکسکی
تعلق مرزا انصاری الدین اشکسکی کے تھے۔ ان کے والد مرزا
انصاری الدین اشکسکی تھے۔ ان کے والد مرزا انصاری الدین
اشکسکی تھے۔ ان کے والد مرزا انصاری الدین اشکسکی تھے۔
ان کے والد مرزا انصاری الدین اشکسکی تھے۔ ان کے والد
مرزا انصاری الدین اشکسکی تھے۔ ان کے والد مرزا انصاری
الدین اشکسکی تھے۔ ان کے والد مرزا انصاری الدین اشکسکی
تھے۔ ان کے والد مرزا انصاری الدین اشکسکی تھے۔ ان کے
والد مرزا انصاری الدین اشکسکی تھے۔ ان کے والد مرزا
انصاری الدین اشکسکی تھے۔ ان کے والد مرزا انصاری الدین
اشکسکی تھے۔ ان کے والد مرزا انصاری الدین اشکسکی تھے۔

مفتی محمد عبداللہ صاحب آئندہ سے استفادہ کیا۔

خاندان شہزادہ محمد کے ساتھ مرزا علی الدین اشکی انگریزوں کے ہاتھوں جالیہ سال کی لڑائی ۱۲۸۵ء میں شہید ہوئے۔ ان کا شعر خوانے کے طور پر درج ہے۔

بھگت میں گھر دیکھ کر نصیر بت اشکی
علوم ہوا آپ کا فرقہ تفت ریا کا

شاہ زادہ مرزا رحیم الدین : شاہ زادہ مرزا رحیم الدین نام اور شخص ایجاد تھا۔ آپ کے والد محترم مرزا حسین بخش تھے۔ صاحب علی مرزا قادر بخشہ مبارک کے تلمیذ رشید تھے۔ شاہ زادہ مرزا رحیم الدین ایجاد نے اپنی اکثر فرہنگوں پر اصلاح مولانا امام بخش مہبائی کی دی۔ انہیں ۳۴ سال کی عمر میں خاندان انگریزوں کے پھانسی کی سزا سے دی۔ ان کا شعر حفظ فرمایا ہے۔

شب جا کے وہاں اپنا ترکہ دل سا بھرا
سب بھرتی محفل میں پر ابھار نہیں تھا

عبدالحکیم دھلوی بمبئی : بمبئی کا اصل نام عبدالعظیم تھا اور بعد حکیم پر بخش کے صاحبزادہ تھے۔ بمبئی کا شمار اپنے عہد کے نامور حکیم اور ماہر طبی میں ہوتا ہے۔ انہیں شعور عربی سے بھی گہری دلچسپی تھی۔ انہوں نے اس فن سخن میں محفل امام بخش مہبائی کی شاگردی اختیار کی۔ عبدالعظیم دہلوی بمبئی کو انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے زمانے میں ان کے چچا زاد بھائیوں اور چچا کے ہمراہ قتل کر دیا تھا۔ ایک شعر حفظ فرمایا ہے۔

نوٹے بھیل دہشتے جین تو آجاتی
نفس کے غم سے نرنگ گشتاں ہوتا

مرزا آختر سلطان شہنشاہ دھلوی : مرزا آختر سلطان نام اور خفہ سر تخلص تھا۔ آخری تاجدار ہند بہادر شاہ ظفر کے جوڑے پیٹے تھے۔ مرزا آختر سلطان دہلوی کو بھی اپنے والد محترم کی طرح شعر کہنے کا شوق بچپن سے تھا۔ ان کا شمار ان کے عہد کے اچھے شاعروں میں ہوتا ہے۔ ان کے بعض اشعار بہت موثر اور دردناک ہیں۔

مرزا آختر سلطان دہلوی کو انگریزوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے زمانے میں ہندوؤں کے مقبرہ پر ان کے بھائیوں کے ساتھ غشی رجب علی اور

مرزا آختر سلطان کے غمروئے بزرگوار کیا تھا اور شہر سے ایک میل کی دوری پر ان کے گھر میں انہیں اپنے تمام بھائیوں کے ہمراہ شہید کر دیا تھا اس وقت ان کی عمر چھبیس سال تھی۔ ان کا ایک شعر حفظ فرمایا ہے۔

یام جمشید کن اُنکینہ سکندر کو مل
خفہ میں وہ جہاں کرے میں مراد لڑا

حافظ داؤد دھلوی : داؤد علی اصل نام تھا اور داؤد تخلص

کہتے تھے۔ آپ شہر دھلوی حافظ محمد ظیل کے صاحبزادے تھے۔ آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر نے حافظ داؤد دھلوی ہی کے والد ماجد سے قرآن مجید پڑھا تھا۔ ندیم الدور، خلیفۃ الملک حافظ داؤد علی داؤد مستقیم جنگ کو حافظ داؤد کے نام سے کافی شہرت ملی۔

حافظ داؤد دہلوی شہر دھلوی ہی سے بہادر شاہ ظفر کے دیار سے وابستہ رہے۔ ان پر بہادر شاہ ظفر کے دوسرے تعلقین کی طرح انگریزوں کا قاتل نازل ہوا اور ان کا انتقال بھی قلعہ ہی میں ۱۸۵۷ء میں ہوا۔

شعور عربی کے لئے حافظ داؤد کی طبیعت معقول تھی مگر انہیں شریکے کم شوق تھا۔ انہوں نے صرف دو چار غزلیں ہی کہی ہیں۔ ان کا شعر حفظ فرمایا ہے۔

مرچکا داؤد کب کا اس کے غم میں ہم نشین
دم چرائے کا بھی تک اس غم کو حیان ہے

مولوی فیض احمد رشتو ابدالی : حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک مولوی فیض احمد رشتو ابدالی کا سلسلہ نسب جاہل ہے۔ ان کے والد کا نام حافظ غلام احمد تھا۔ ان کے مورث اعلیٰ قاضی درانیال ہندوستان عراق سے آئے تھے اور جلال علی سکونت اختیار کی تھی۔

مولوی فیض احمد رشتو ابدالی اب مرشد آباد کے قریب تھے۔ حافظ غلام احمد کا انتقال اس وقت ہوا جب مولوی فیض احمد مرشد آبادی کی عمر صرف تین سال کی تھی۔ ان کے ماموں مولانا فضل رحمان نے انہیں تمام علوم متعلقہ معقول کی تعلیم دلائی۔

نیاز احمد خان اور ڈاکٹر وزیر علی کے ساتھ مولوی فیض احمد رشتو نے بھی بغاوت کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جنگ آزادی میں نمایاں رول ادا کیا۔ ان کے دوسرے ساتھیوں کی طرح انگریزوں نے انہیں ۱۲۷۵ھ میں بے دردی سے قتل کر دیا۔

نواب غفر بن حسین احمد صاحب دکنی بنگال میں عہدہ ایب تھے۔ ان کا ایک
 بیٹا بھی تھا۔

کہتے ہیں جس نے چھوڑ دی خودی وہ خدا ہوا
 درگزر سے ہم خدائی سے بندہ کرے کوئی

نواب غفر یار خان راسخ : ان کا پورا نام نواب غفر یار خان راسخ
 تھیں۔ ان کے والد کا نام فتح باب خان تھا۔ راسخ اپنے مشق سے مرعہ
 انہیں شاعری سے مشق تھا۔ خواجہ آتش اور ناسخ کے ہم عصر تھے۔ ۱۸۵۸ء
 میں آزادی کی لہر پڑے ہندوستان میں بڑی ہل چلی مگر بریلی پر انگریزوں کا
 قبضہ ہو گیا تھا۔ اسی دوران راسخ بریلی میں مقیم تھے۔ نواب غفر یار خان راسخ
 نے بغاوت میں سرگرم حصہ لیا تھا اس لیے ان کا شمار بھی انگریزوں کے نزدیک
 باغیوں میں ہوتا تھا۔ خان بہادر (جور آتش کے رشتہ دار تھے) کی شکست کے
 بعد نواب غفر یار خان راسخ کو پھانسی دے دی اور شہید ہوئے۔ ان کا شعر
 نمونے کے طور پر درج ہے۔

اس آب حیات سے جراہوں

بھلی کی طرح تڑپ رہا ہوں

مرزا پیارے رفعت دھلوی : ان کا اصل نام شاہزادہ مرزا پیارے
 اور رفعت تھے۔ رفعت گورکھ پور کا جنم ۱۲۳۱ھ میں ہوا۔ غدر میں
 حصہ لینے کے الزام میں رفعت کو دار پر کھینچا دیا۔

مرزا رفعت دہلوی بڑے نامور اور خوش فکر شاعر تھے۔ ان کے
 اشعار نہایت شیریں اور عمدہ ہوتے تھے۔ اپنے استاد کی طرح رفعت بھی
 نڈر اور جان بازی کرتے۔ ان کے مزاج میں وہی تھکاپن اور بایاں نہ
 تھا۔ نمونے کے طور پر ایک شعر درج ہے۔

اب اپنی نظم کہنے کی عادت نہیں رہی

جب ہم میں سانس لینے کی طاقت نہیں رہی

معشیں اکرام الدین رفعت دھلوی : معشیں اکرام الدین ان کا اصل نام اور
 رفعت تھے۔ انہیں شعور شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ مولوی عبدالکریم
 موزے مشدہ کسٹن کرتے تھے۔ رفعت بڑے خلاق ذہین شاعر تھے۔ علم طب
 پر قدرت حاصل تھی۔ ۱۸۵۸ء کی تحریک آزادی میں بولانا نامی مجلس متبائی
 کے رکن تھے اور غور سے بریلی میں انگریزوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ شعر
 ملاحظہ فرمائیے۔

معشے نام سے ہے ظاہر مرزا حال نے کشی کا
 مجھے دیکھ کر کون کہتا جو نہ بارہ خواہ ہوتا !

نواب غفر حسین خاں سعید فرخ آبادی : نواب غفر حسین
 خان ہم اور سعید تھیں۔ سعید فرخ آباد کے رہنے والے تھے۔ اردو فارسی
 کے علاوہ انہیں شکرت پر بھی کمال حاصل تھا۔ شعر و سخن سے انہیں کافی
 دلچسپی اور لگاؤ تھا۔

۱۸۵۸ء کے غدر میں ان کے خاندان کے تمام افراد نے بڑھ
 چڑھ کر حصہ لیا تھا اور انگریزوں کو کافی نقصان پہنچایا تھا۔ اس وجہ سے نواب
 غفر حسین خان سعید پر گوروں نے مقدمہ دائر کیا تھا اور انہیں ۳۳ برس
 ۱۸۶۲ء کو فرخ آباد کے گھومنی کے پیل کے درخت پر لٹکا کر پھانسی دے
 دی گئی۔ نواب سعید کا یہ شعر نمونہ نقل ہے۔

سعید اپنی مرضی بھلا کب چلی

وہ سنتا نہیں میری مغزور ہے

مرزا عزیز الدین سرتور گود گالوی : اصل نام مرزا عزیز الدین
 تھا اور تھیں سرتور گور گالوں کے رہنے والے تھے۔ مرزا اسلم بخت پیر
 شاہ عالم ان کے والد تھے۔ مرزا عزیز الدین کی شادی بہادر شاہ ظفر کی
 عزیز اور لائق بیٹی آغا بیگم صاحبہ سے ہوئی تھی۔ شعور شاعری سے بھی
 انہیں شوق تھا۔ حضرت ذوق کی شاعری کو دی اختیار کی تھی۔ گوروں کے غلاب
 ان پر نازل ہوا۔ انہیں بھی قتل کر دیا گیا۔ شعر ملاحظہ فرمائیے۔

یہ بھی سرتور ترک کیا چاہتے ہیں ہم

افت جو ہم سے ان سے ہے یہ گام گامہ کی

مرزا غیاث الدین سرتور دھلوی : اصل نام مرزا غیاث الدین
 اور تھیں سرتور تھا۔ آپ کا جنم ۱۲۳۱ء میں دہلی میں ہوا۔ بہادر شاہ
 شاہ عالم آپ کے دادا تھے۔ مرزا غیاث الدین شہید آپ کے والد اور فرزند
 کے ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ مرزا غیاث الدین شہید کو جگہ آزادی کے
 دوران انگریزوں نے ۵ برس کی عمر میں پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ شعر
 ہے۔

روز کے ظلم و ستم اٹھنے کے لئے ظالم

تنگ آخروں سے ہاتھوں سے شرر آئی گیا

مرزا غفر الدین شہزاد دھلوی : مرزا غفر الدین نام تھا۔ رشتہ تھیں

کرتے تھے۔ انہیں بچپن ہی سے شہرگونی کا شوق تھا اور ان کا تعلق ہندوستان سے تھا۔
ابراہیم ذوق سے اصلاح لی۔ انگریزوں نے انہیں شہرگونی کی فطرت آزادی
میں مصروف رکھا۔ وہ بچپن ہی میں شہرگونی کا شوق سے مشغول رہے۔

مقرر شدہ اگر اس میں

مقرر شدہ اگر اس میں

مولانا امام بخش صاحب دہلی صاحب کی کامل نام امام بخش تھا۔ ان
کا شہر الہیہ ہے۔ ان میں ہوتا ہے جو بہت کم ہی دہلی میں اس زمین پر
لگتے ہیں۔ امام بخش صاحب اسے جامع مقامات بزرگ تھے۔ جن کی نظیر نہیں
ملا۔ یہ دہلی میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا ایک مولا امام
بخش صاحب دہلی کا سلسلہ نسب جاہلوتی ہے۔ آپ کے والد قاضی
محمد علی آئے اور کچھ جیلوں میں رہے تھے۔ ان کے دو بیٹے مولانا امام بخش
صاحب دہلی اور حکیم پیر محمد بخش تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے صاحبزادوں کا شمار
ان کے زمانے کے مشہور شاعروں میں ہوتا ہے۔ مولوی عبدالکرم سوز اور
مولوی عبدالعزیز مرزا مولانا امام بخش صاحب کے بیٹے تھے اور عبدالکرم
بسم پیر محمد بخش کے صاحبزادے تھے۔ مولانا امام بخش صاحب کے ساتھ
جنہیں بیٹے اپنے خاندان کے اکیس افراد کے ہمراہ انگریزوں کی گولیوں سے
شہید ہو گئے۔

علامہ عبداللہ خاں علی سے مراد فارسی کی تعلیم حاصل کی اور
ان پر قدرت حاصل کی۔ شہر و سخن سے دل لگاؤ تھا۔ اس میدان میں بھی
کافی شہرت نصیب ہوئی۔ ان کے علم و فضل کو جملہ بخشہ والا ان کا علمی و
ادبی ماحول تھا۔ اس ماحول کی رونق علامہ فضل حق خیر آبادی مفتی صدر الدین
آزادؒ، حکیم مومن خاں مومن، حکیم آغا جان عیش، مولوی کریم الدین مرزا
غائب، مولوی عکرم علی الشیخ ابراہیم ذوق، شاہ نصیر انصاری، صاحب خان
شیخ، اسید نظام علی وراثت، اسرار سید اور ڈاکٹر سہرا گودینو تھے۔

دہلی میں ۱۸۵۲ء میں جب نئے اصول پر کالج قائم کیا گیا تھا تو
اس کالج میں ماسٹر سرگرمی گورنمنٹ ہند نے ایک طرح فارسی کا بھی مدرسہ
مقرر کرنے کا ارادہ کیا۔ مرزا غائب اور مومن خاں مومن نے اس مدرسے سے
انکار کر دیا تب مولوی امام بخش صاحب نے اس کالج کی نگرانی میں یہ مدت
ماہیں روپے ملانے کی کوشش کی۔ کچھ عرصے کے بعد یہ کالج پورے کے مدرسے
آپ کے اس اولیٰ کے چھ پر سرکار لگے گئے۔

مولانا امام بخش صاحب دہلی

اصل نام علامہ غلام محسن صاحب تھے۔ ان کا سرکاری نام مولانا امام بخش
اختیار رکھا۔ حضرت جلال الدین خاں شہرگونی کی سرپرست میں کمال
نسب جاہلوتی ہے۔ وہ کمال کی حیثیت سے دیارِ اہل ہند میں داخل تھے
اور بیک نام دیارِ اہل ہند سے اپنے کام کو انجام دیتے رہے۔ وہ کچھ
کبھی اتنا قریب شہرگونی آ کر رہتے تھے۔ ان پر بھی انگریزوں کا غلبہ تھا۔
ہوا اور گولیوں سے شہید ہوئے۔ شہر و جہاں سے

ملت سے چھوڑ دینا اس جسم نازوں کو

دم تیرے دیکھنے کو آنکھوں میں آتا ہے

غلام محسن صاحب دہلی، غلام محسن صاحب دہلی

نام اور ماسک تھے۔ کابستہ نامہ دہلی کے رہنے والے تھے۔ انہیں
دش عری کا شوق اور ذوق تھا۔ شاہ نصیر کی شاہ گوری اختیار کی تھی غلام
غلام نامہ دہلی ماسٹر شاہی دفتر میں شاہ عالم شاہی سے بہادر شاہ
ظفر کے زمانے تک ملازمت کی تھی۔

ایام مذہب میں رنگیں کی گولیں کاشاد غلام محسن صاحب دہلی
عاشق و ہوا بھی بنے۔ ان کے بڑے صاحبزادے سکندر لال بھی بہادر
شاہ ظفر کے میر غلام اور چھوٹے صاحبزادے غلام جی لال تحصیلدار
تھے۔ نوز شہر

سوز جانی ایسے سخت گر جاگیں نہ بھر کبھی

ہوا زدا اگر تجھے فرقت میں خواب کی

مولانا عباس بیگ عباس بدایونی: اصل نام مرزا عباس بیگ
اور غلام عباس تھا۔ بریلی میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ آپ کے والد
ماجد کاشان مرزا کی ذمہ دار تھے۔ انہیں بچپن ہی سے شہر و سخن کا شوق تھا۔ انگریزوں
اور ہندوؤں پر جہد و جدت حاصل تھی۔ کافی عرصے سے ریاست نام پر
ملازمت کی، پھر لکھنؤ کا رخ کیا اور ریاست بدایون کے دربار میں ملازمت کر کے
لگے۔

مرزا عباس بیگ عباسی کا شہر بریلی کے تھانہ داران و عہدوں
میں ہوتا ہے۔ وہ شیراز اور شہرگونی کے ماسٹر تھے۔ مرزا عباس بیگ
مشق اور خوش فطرت تھے۔ انہیں کمال اور شہرگونی کا شوق تھا۔
گولی میں فیض حاصل کیا تھا۔ انہوں نے یہ فیض ماسٹر کے لئے نثار

خارج ہونے کے لئے تیار ہوئے تھے۔

ہذا سب سے پہلے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب سے سخت نفرت تھی اور
انگریزوں کی مخالفت میں انگریزوں میں شہر کے لوگ تھے۔ مرزا واپس چلے گئے
میں مایوس سالکی عمر میں انگریزوں نے باندہ میں بغاوت کے
جرم میں تختہ دار پر کھنٹا دیا تھا۔ انہوں نے تختہ دار پر چڑھنے سے پہلے
شہر کے ہر شخص کو قبول نام ہوا۔

ہند کے جوڑے میں ہرگز وہ کم نہ ہوں گے

پرچے بھی رہیں گے انہوں میں ہوں گے

خلیفہ محمد اسماعیل فوق دھلوئی: اصل نام محمد اسماعیل اور
فوق شخص تھا۔ دہلی کے رہنے والے تھے۔ وہ ملک الشعراء خاقانی ہندوستان
ابراہیم فوق کے اکھوتے بیٹے تھے۔ انہیں حضرت ذوق بہت عزیز رکھتے
تھے خلیفہ محمد اسماعیل فوق بریل کے والد کا بہت گہرا اثر مرتب ہوا۔ انہیں بھی
شروع ہی سے شہر شاہی سے دلچسپی تھی اور شہر کے کاشف کا شوق تھا۔
محمد اسماعیل فوق کی قلمی مدد میں رسائی تھی اس لئے وہ قلم کے مشاعروں
میں شرکت کرتے تھے۔

خدا میں انگریزوں نے بہادر شاہ ظفر اور شہزادوں کے تمام
فریب اور تعلقات کو گونہ گونہ شریف میں گرفتار کر لیا تھا جن میں خلیفہ محمد
اسماعیل فوق بھی شامل تھے اور پھانسی دے دی تھی۔ ان کا ایک شعر
یہ ہے۔

ہر دو دم کا دیکھا علاج اس جہاں میں فوق

پر علاج پیا درد اور دادر کا غم

پہلی جنگ آزادی میں ہندوستانی قوم کی شکست اور باغی
شاعروں کی شہادت کا ذکر مختصراً کیا جا چکا ہے۔ برطانوی حکومت
کی جڑیں بہت گہرائیوں میں پھوس تھیں اور اس کی بنیاد بہت
مستحکم ہوئی تھی۔ لہذا غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی شکست خوردہ
قوم کا انداز آزادی کا احساس نہ ہو سکا تھا، بہت دن تک اردو شاعروں نے
اپنی شہریت کا خالص غور نہیں کیا جس میں ہجو و مبالغہ اور گل و بد گل کا ذکر ہوتا
تھا اور موضوع غالباً اسی طور پر اردو شاعری گردش کرتی رہی۔ البتہ جب
اقبال نے اپنی شہریت کو گہرا تو اس نے اردو شاعری کو نیا آہنگ
نیلایا اور اس نے شہریت کو نیا آہنگ دیا۔ اقبال نے اپنی نظموں کے ذریعہ ہندوستانی

قوم کے فتنہ احساس کو بیدار کرنے کا کوشش کی۔ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۵ء میں
جب آزادی کی تحریک میں پھر سے شدت پیدا ہوئی تو اردو کے شاعروں اور
ادیبوں نے اپنی تخلیقات میں حکومت و ملت کے خلاف باغیانہ جذبات کو
ہوا کی جیس کے لئے انہیں معذور ہونا پڑا۔ ایسے شاعروں اور ادیبوں میں
مولانا ابوالکلام آزاد، حسرت موہانی، مولانا محمد علی جوہر، جوش ملیح آبادی،
رام پرشاد بسمل، اشتیاق اللہ خاں، فیض احمد فیض وغیرہ خاص طور پر
قابل ذکر ہیں۔

اس صدی کی تیسری دہائی میں آزادی کی لہر ملک کے چپے
چپے میں پھیل چکی تھی۔ ہمارے شاعروں اور ادیبوں نے بھی اثر قبول کیا
اور شعوری اور غیر شعوری طور پر اس لہر کے ساتھ پہنے لگے۔

مولانا ابوالکلام آزاد: مولانا ابوالکلام آزاد بڑے ذہین اور خلاق
ادیب، شاعر اور صحافی ہوئے۔ انہوں نے انگریزوں کی غلامی کے خلاف دل
کھول کر اپنی شعریاتی سے بغاوت کا جذبہ عوام میں ابھارا۔ ان کا خیال
”الہلال“ میں حکومت کے خلاف باغیانہ مضامین شائع ہونے لگے۔
لوگوں کے اندر سیاسی حکومت کے خلاف نفرت پیدا ہوئی اور آزادی کی
ترغیب بھی۔ مولانا آزاد برطانوی حکومت کا قاتل نازل ہوا۔ اخبار
”الہلال“ پر پابندی لگا دی گئی اور مولانا موصوف کو شہر بدر کر کے کلکتہ
سے رانچی جیل میں ڈال دیا گیا مگر وہ باغیانہ آواز جو مولانا نے ہند کی جلی ملک
بھرتی کو بج رہی تھی اور عوام اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے غلامی کی
زنجیروں کو کاٹنے کے لئے سرے کھن باندھ کر میدان عمل میں آچکے تھے۔
”الہلال“ نے ہی جذبہ بیداری اور شہریت کے اندر بھی پیدا کیا۔ حسرت
موہانی، مولانا محمد علی جوہر، چکبست لکھنوی، جوش ملیح آبادی، فیض احمد
فیض، سجاد ظہیر، رام پرشاد بسمل، اشتیاق اللہ خاں، جلال الدین
فاضل، آزاد، اسلام اور کھودی رام بوسا کی بغاوت اور قربانی نے اردو
شاعروں کو بھی ”بدروہی“ جیسی باغیانہ نظم کے نیچے پر باغی قلبیں ظہور
کرنے کا حوصلہ دیا۔

چکبست لکھنوی: انہوں نے بھی مکمل آزادی کا نعرہ لگایا تھا
اور انگریزوں کی نظر میں معذور ہوئے۔ ان کی نظم ”ہوم رول“ میں مکمل
آزادی کی مانگ کی گئی اور بری حکومت سے ہندوستان چھوڑ کر چلے جانے
کی صدا بلند کی گئی ہے اور ان کی شاعری پر حب وطن اور تحریک آزادی

کا اثر نمایاں تھا۔ انکا نظم خاک و ہن کا ایک شعور رہا ہے۔
 اختیار کیا کا خلعت ہے اپنے تن کو
 چاہتے ہیں خاک و ہن گلشن کو

حسرت من خانی: حسرت مرانی صرف ابھلائی ہوئی تھی جو
 ایک بیگمائی، ڈر ادیب اور قابل فہم سیاست دان بھی تھے۔ انہوں
 نے ملی سیاست میں حصہ لیا تھا اور آزادی کی تحریک کو عام کرنے کے لئے
 اپنا توشہ تخلیق کر رکھا تھا۔ انہوں نے کئی اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے اور
 انہیں شہرت بھی گرا۔ حسرت نے تقریر اور تحریر کے ذریعہ اپنے خیالات کا پرچار
 کیا۔ انکا آزادی کا دین اور ایمان تھی۔ ان کی تخلیقات کو انگریزوں نے
 بغاوت کے قیصر کیا اور اس کی پاداش میں حسرت کو کئی بار قید و زندگ کے
 مصائب سے دوچار ہونا پڑا اور جیل کی سسڑا بھی کاشنی پڑی۔ ان کے
 اشعار ملاحظہ ہوں۔

رسم فساد دیکھئے کامیاب کب تک رہے
 حب وطن کا مست خواب دیکھئے کب تک رہے

ہے مٹی کتنی جلدی جتنی کی مشقت بھی
 اک طرف تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

مولانا محمد علی جوہر: مولانا محمد علی جوہر نے بھی ابراہیم آزاد
 کو نہ سمجھا جو اہل ہندو اور دیگر سیاست دانوں کے ہمراہ جگہ آزادی کی
 تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ابراہیم بول او کیا۔ مولانا محمد علی جوہر اپنے
 مشاہیر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک باکمال سیاسی رہنما بھی تھے۔ ان کا شمار
 آزادی کی تحریک میں شامل اہم لیڈروں میں ہوتا ہے۔ مولانا محمد علی جوہر
 حسرت مرانی اور مولانا ابراہیم آزاد کے ہم خیال تھے لیکن تحریک آزادی
 کے دوران کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے کہ ان پر برطانوی حکمرانوں کا قصاب
 نازل ہوا اور انہیں قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

جوش ملیح آبادی: جوش ملیح آبادی نے بھی آزادی کی جنگ میں جوش
 پیش کیا ہے۔ انہوں نے بعض ایسی باغیانہ اور وحشیانہ نظریات پیش کیے ہیں کہ ایوان
 حکومت انگلستان میں رزلڈس آگیا۔ گورنر جنرل کے اندر جیل چل پڑا
 ہوئی اور ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کر دیا۔ جوش ملیح آبادی روپوش
 ہو گئے لیکن ان کی باغیانہ نظریات کو ان کے کچھ دوستوں کی مدد سے اس
 کے علاوہ "مولانا ابوالکلام آزاد" نے اپنی کتاب "آزادی کی جنگ" کے نام

آزادی کا شعار تھا۔ ان کا نظریہ تھا کہ آزادی
 و غیر برطانوی حکومت نے باغی ہو کر ان کی نظریات کو
 کچھ نظموں کی کئی نظریات ہیں۔ جوش ملیح آبادی نے

جوش ملیح آبادی نے جوش ملیح آبادی نے جوش ملیح آبادی نے
 دشت میں خون اور لہروں میں خون پایا تھا میں خون
 وام پر شاہد ہستے۔

وہم پر شاہد ہستے۔
 کی تحریک میں اہم رہا اور ان کی نظموں نے تہلکہ مچا کر
 کے دونوں میں گوروں کے خلاف نفرت اور بغاوت کی چمکانی ہوئی تھی۔
 ایسی باغیانہ نظموں کو انگریزی حکومت نے منسوخ کرنے کا حکم جاری کر دیا
 تھا۔ ان کی شاہکار نظموں "سرخوشی کی قیامت" ہمارے دل میں ہے
 "دردِ کب بادِ وطن آئی تھی کھلنے کو" اور "زندگی کا راز مسخرِ خورشید ہے"
 میں ان نظموں کا شمار ہوتا ہے۔ جوش ملیح آبادی نے شہر زبانِ ہندوستان کو عام ہے
 سرخوشی کی قیامت اب ہمارے دل میں ہے
 دیکھنا ہے زور کتنا بادلوں نے قاتل میں ہے

اشفاق اللہ خان: بستر کے ساتھ اشفاق اللہ خان نے بھی جگہ
 آزادی میں نمایاں رول ادا کیا تھا۔ ان کی بھی نظریات و شعریات جنوں "اور
 ام رہے رہے نہ رہے" اور بھی برطانوی حکومت نے منسوخ کر لیا تھا۔ بستر
 اور اشفاق اللہ خان کو انگریزوں نے بغاوت کے الزام میں قید کر دیا
 ۱۹۲۵ء میں پھانسی دے دی تھی۔

مولانا آزاد نے بعض ایسی باغیانہ اور وحشیانہ نظریات پیش کیے ہیں کہ ایوان
 آزادی پر وزیر شاہی اور دیگر اہل بار و شہر آج بھی تحریک آزادی میں نمایاں
 کردار ادا کیا ہے۔ ان کی بعض نظریات اور تخلیقات منسوخ کی گئیں اور بعض
 کو بغاوت کے جرم میں جیل کی محبوسیت بھی برداشت کرنی پڑی۔ بالآخر
 یہ کو اردو شاعری اور شہر شہر کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے سے ہم
 اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ آزاد کے لوہے اور شاہی کے لوہے کی رنجشوں
 کو کاشنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

بچھڑے ہیں ایک ایک کر کے عقیدے کے دیے
 اس اندھیرے کا بھی لیکن سہارا نہیں ہے
 سہارا نہیں ہے

کچھ دے بن گئے کچھ شفق ہو گئے

عبادۂ حق میں جو جاں بحق ہو گئے
عبادۂ دانی کے وہ مستحق ہو گئے

جیسے جیسے تساہل پسندی بڑھی
آدمی کے مسائل ادق ہو گئے

زندگی بے لباس معافی رہی
صرف تقبر لاکھوں ورق ہو گئے

مہر و انبار، اخلاق و یاس انا
محو ذہنوں سے سارے شبنم ہو گئے

نہیں صحرائی کا جسم خوں تو ہوا
پتھروں کے کپڑے بھی شق ہو گئے

مزدمل ہونہ پائے جو زخم جنوں
کچھ دے بن گئے، کچھ شفق ہو گئے

● ————— ●
افضل حسین نے افضل

جدوجہد آزادی

انقلابی تحریک ۱۹۲۲-۲۵ء

محمد اعظم

دوسری عالمی جنگ ۱۹۳۵ء میں جمہوریت اور ۱۹۴۵ء

جاری رہی۔ یہ دوسری دنیا اور خاص طور پر ہندوستان کے لئے بہت ہی کامیاب تھا۔ ہندوستان کے لوگ اس جنگ میں شریک ہونا نہیں چاہتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے حکمران یعنی برٹش نے ہندوستان کو جنگ میں لکھل دیا۔ یہ پچ میں جرمنی اور اٹلی کے ساتھ امریکا، روس، برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک نے ہندوستان اور ایشیا میں جاپان کی فوجوں کو بڑھنے دینے کے لئے ہندوستان کے لئے ایک نیا اتحاد بنایا۔ اس کی وجہ سے ہندوستان کی حکومت نے بہت سارے اہمیت ملی اقدامات کئے جن کی وجہ سے ہندوستان میں مصائب میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ ہزاروں لوگوں کو سمندر کے ساحلی علاقوں میں طور پر بچال اور اٹلی میں ان کے گھروں سے نکال کر دیگر علاقوں میں بٹھایا گیا۔ اس طرح وہ سب بے مکان بن گئے اور انہیں روزی و زکار سے محروم ہونا پڑا۔ دوسری طرح لوگوں سے جنگ کے لئے بروستی چندے وصول کئے جانے لگے۔ کالے بازو والوں نے بھی اس صورت حال کا استہزاء کیا۔ ان کے اعدائے بڑھتی ہوئی مانگ اور گرتی ہوئی سپلائی سے کالے بازو والے امیر سے امیر تر بن گئے۔ حکومت بھی نوٹ پر نوٹ چھاپنے لگی تاکہ جنگ کے لئے مصارف کی چیزیں خریدی جاسکیں۔

ہندوستان کو ان تمام باتوں کے لئے مالی امداد فراہم کرنی پڑی اور اس سے ایک ایسی جنگ میں شرکت کرنی پڑی جس سے اس پر لاو دیا گیا۔ کاندھلکے کہنے کے مطابق انگریزوں کے متعدد محاذ کے محاذ کی بوجھ سے دے

م

ہندوستان پتہ رہا تھا۔ ایک غیر ملکی حکومت نے سے ہندوستان کیوں دشواریوں کا سامنا کرے۔ انہوں نے پانچا پر انہوں نے ان کے سے کہا وہ سب چیخ پینچ کر انگریزوں سے کہیں 'ہندوستان چھوڑو'۔ ہندوستان چھوڑو۔ انہوں نے انگریزوں سے کہا کہ وہ سب ہندوستان سے چلے جائیں۔ انہوں نے کہا "ہندوستان کو صوفیوں کے حوالے کر دو، اگر نہیں تو اسے طوائف الہوی کے حوالے کر دو"۔ انہوں نے اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ سب انگریزوں سے چھٹکارا پانے کے لئے جاپانیوں کا سپہا بن لیں۔

کل ہند کانگریس کمیٹی نے ۸ اگست ۱۹۴۲ء کو بمبئی میں ایک تاریخی نشست میں ہندوستان چھوڑو قرارداد منظور کر لیا۔ اس قرارداد میں یہ کہا گیا ہے کہ اب قوم کو آمر اور سامراج حکومت کیلئے جو ہم پر مسلط ہے اور جس نے اپنے مفادات کے لئے فٹ مار اور جورو جبر کے بازار کو گرم کر رکھا ہے، نبرد آزما ہونے سے روک رکھا ہے، غیر منصفانہ بات ہوگی۔ اس تحریک کی سربراہی گاندھی جی کے حوالے کر دی گئی۔ گاندھی جی نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا "مجھے خور آزادی چاہئے۔ اس بات کو سمجھنا ہوتا ہے کہ اس ملک میں جو سب سے زیادہ دارانہ افکار کی صعوبتوں کا آزادی اختیار نہیں کر سکتی۔ ہر فرد و عورت کو اسی لمحہ سے خود کو آزاد سمجھنا چاہئے اور ایک آزاد و شریف کی طرح کام کرنا چاہئے۔ اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ اب وہ سامراجیت کا

دہلی کے حکمران اور سربراہ نے جو لوگ سب ڈیرہ میں پہنچ گئے
 وہ جہاں پہنچے وہیں رہ گئے۔ بڑا بڑا خود غلامی پور کے ایک بل
 کے جہاں کوہنوں سے لے جانے کے واسطے کوہنوں کو یا۔ اس کے
 اندر ہی ان لوگوں نے قومی رضا کاروں سے مدد کرنے کی درخواست کی
 ۱۹ ستمبر کو سب سے پہلے ہندو ہندو نے قومی رضا کاروں کے
 ساتھ مل کر شہر کے بڑے بڑے سے ٹھکانے، حوش اول، سوتا پانا اور
 لاہور میں درجنوں پرانے گھر میں خدائے رسول اور سائل اور پولس
 دن پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ ہم غیر تحریک کو گھیر لیتے۔ سوتا پانا کے
 نہ پرانی طرح قبضہ کر لیا۔ لیکن دیگر جگہوں پر ابھی خفیہ جدوجہد ہوئی۔
 خون میں ہم ہم لوگ مارے گئے ان میں شریستی مانگینی ہاجرہ بھی
 ۱۱ شریستی ٹھوک میں ۱۱ سالہ عزیز کسان کی بیوی تھیں۔ جب انہیں
 یوں کا نشانہ بنایا گیا تو ان کے ہاتھوں میں توئی بھڑا تھا۔ اسے لہو
 لہے وہ جاں بحق تسلیم ہو گئیں۔ اس کے دو بیٹے کے بعد ٹھوک سب
 یٹن میں آٹھی اور ٹھوک کے ۵۰ بیٹے کھڑی قیادتیں تباہ ہو گئیں۔
 ہزاروں بیٹے مارے گئے۔ کافی سرکاری امداد کی کمی تھی وجہ سے وہاں
 رضا کاروں نے وسیع پیمانے پر اپنی مدد آپ کروا کر امداد کو
 یہ عمل لانا شروع کر دیا۔ یہ کام روپوش تارالینا جاتیو سرکار جسے
 روسیہ سرکار کو قائم کیا گیا تھا ایک اہم فرض بن گیا۔ بعد میں
 وہاں سوتا پانا، نند گرام اور ہیش دل میں اپنی ماتحت شاخیں
 قائم کیں۔ جاتیو سرکار نے جو ستمبر ۱۹۴۷ تک قائم رہی ایک مسلح
 نیت باہنی یعنی نوج باری کی غی۔ جیو جیو شاخیں عدالتیں قائم کی تھیں۔
 ہا جاتا ہے کہ ان عدالتوں نے ۱۹۸۱ مقدموں کا فیصلہ کیا۔ جاتیو سرکار
 اسکو توں کو عطیات دئے اور ۷۹ روپے بطور امداد معیت
 سانوں کے درمیان تقسیم کئے۔ یہ کمی تہ پیتے مالدار کسانوں کے یہاں
 سے فاضل و حان حاصل کر کے سے عزیز کسانوں کے درمیان تقسیم کر دئے
 اتیہ سرکار نے مرنے سے امیر و خیر و اندوزوں اور نفع خوروں کے نام
 پس جاری کئے جاتے کو وہ غریب کسانوں اور مزدوروں کا استعمال نہ
 کریں۔ ان امیر لوگوں کو کافی رقم ادا کوئی بڑی اور و حان بھی دینا پڑتا
 اور یہ وہی معیت زدہ کسانوں کے درمیان تقسیم کر دئے جاتے۔
 اگر سب کا ضلع والا سوسائٹس دنا پور سے متعلق ہے۔ یہاں کے

ہندوستان کے ہندو رضا کاروں نے دیکھا سورا ج پچائیس نام کر لیں
 یہ نظم طور پر ملک کو لوٹ لیتے۔ سورتھوئی کے دران کو
 کر دیتے۔ سورتھوئی کو اندانی اجناس کو حفاظت کے ساتھ
 محفوظ رکھنے کی ذمہ داری سنبھالتے۔ ۸ ستمبر ۱۹۴۷ کو جب ان لوگوں نے
 اہرام۔ باسویہ پر ہندو ہندو کی اس وقت پولس کی گولیوں نے ۳۵
 مجاہدین ہلاک کر دیے۔ گولیاں ملا تو میں کچھ عرصہ کے لئے قومی حکومت
 کام کوئی کر رہی۔ اس حادثہ کی نفی میں کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس
 بات کا افواہ بھیلوانی گئی کہ ایک ہفتہ میں سورا ج قائم ہو جائے گا اور
 سورا ج حکومت کے تحت لوگوں کو کوئی ٹیکس ادا کرنا نہیں پڑے گا۔
 امیروں کے دھان غریبوں کو فراہم کئے جائیں گے۔ ٹھوک ایک دوسرا مرکز
 تھا، لیکن یہاں مقامی رکتو جاسی نے لوٹ مار کی سرگرمیاں جاری
 رکھیں۔ گوراپٹ میں تباہیوں کی کثیر آبادی تھی۔ یہاں وسیع پیمانے پر
 شورشیں رونما ہوئیں۔ ان میں چنے پور میں وادی کو گوارہ زونین کی تحریک
 محفوظ جنگلات میں چلے اور تھانوں میں جیسے شامل ہیں۔ ان کی سربراہی
 میں ان پڑا دہاتی طشمنی نڈیک نے کی جیسے ایک جنگل گارڈ کو قتل کرنے
 کے الزام میں ۱۹ نومبر ۱۹۴۷ کو پانسی پر حملہ کیا گیا۔ پھر ریاست
 میں مئی ۱۹۴۷ تک گوریو سرگرمیاں جاری رہیں۔ یہاں چاشنی جوں
 دکان۔ مزدور راج تقریباً ۱۰۰ مربع میل کے علاقوں پر قبضہ ہوا تھا
 ۷ ستمبر ۱۹۴۷ کو ان لوگوں نے پھر شہر پر حملہ کیا اور ان کا مقابلہ کرنے
 کے لئے حکومت نے ہوائی جہاز سے ان پر بم گرائے۔ ستمبر ۱۹۴۸ میں
 جبرک مزدوری، جنگلاتی قوانین اور مطلق العنانی کے خلاف وسیع پیمانے پر
 عوامی جدوجہد کی گئی اور تیجوں میں اس عوامی جدوجہد کے پس پردہ یہ کہا جاتا
 ہے کہ یہ ایک افواہ تھی کہ ریاستی پر جاذبہ کے حدود پورا موہن پڑھان
 کو قتل کر دیا گیا۔

ہندوستان کے مختلف شہروں اور شہری علاقوں میں اس
 دور میں جتنی شورشیں رونما ہوئیں انہیں پولس اور مزج کے ذریعہ دبا دیا
 گیا۔ لیکن اس شہری تحریک نے جیسے ریاستہائے ہندو مختلف شکلیں
 اختیار کیں یعنی چند علاقوں میں کسانوں کی گوریو جنگ اور خاص طور پر
 تقسیم یا نہ مجاہدین کی وسیع پیمانے پر منظم دہشت انگیز سرگرمیاں اور غریب
 کاری۔ ان دونوں سرگرمیوں کو عوام کی تباہی حاصل تھی۔ ہندو راشٹری
 (پیشہ پر)

آزادی کی پالیسیوں ساگرہ کی تقریبات

حکومت مغربی بنگال نے ہندوستان کی آزادی کی ۵۰ ویں سالگرہ بڑے تڑک و اقامت سے منائی۔ اس موقع پر ۱۵ اگست ۱۹۵۸ء کی شام کو ہماچالی سدن، کلکتہ میں ایک جشن منعقد ہوا۔ مغربی بنگال کے گورنر پروفیسر ایس۔ نورالحسن نے اس جشن کی صدارت کی اور وزیر اعلیٰ جیوتی باسو نے بطور مہمان خصوصی اس جشن میں شرکت کی۔ سب سے پہلے گورنر نے ایک مستقل نمائش بنام "مکتیر سرنڈھانے بھارت" (یعنی ہندوستان) آزادی کی تلاش میں) کا افتتاح کیا۔ یہ نمائش ہماچالی سدن کی تیسری منزل پر واقع ہے اور اس میں تصویروں، دیوگو تصاویر، تاریخ اور سلسلہ احوالات اور غریبی بیان کے ذریعہ ہماری جدوجہد آزادی کی بڑی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد وزیر اعلیٰ نے ایک انگریزی کتاب "آزادی کے لئے ہندوستان کی جدوجہد" گورنر کو پیش کیا۔ اس کتاب کو حکومت مغربی بنگال نے شائع کیا تھا۔ وزیر اعلیٰ نے اس کتاب کو لکھنے اور مرتب کرنے میں آنجنائی جنوبین اسہتا بنیس کی عظیم خدمات کا ذکر کیا اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

مہمان خصوصی کی حیثیت سے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے کہا کہ ہمارے ملک کی خریک آزادی نے بہت سارے طریقہ ہائے کار کو اپنایا۔ ایک طرف تو عدم تشدد کی خریک تھی جس کے سربراہ ہماچال گاندھی تھے تو دوسری طرف مسلح جدوجہد اور بغاوتیں بھی رونما ہوئیں۔ جدوجہد آزادی میں تمام طبقوں کے مجاہدین نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ انھوں نے ان کا ذکر کریں، اگر ہم آزادی کی جدوجہد میں مختلف طبقوں کی خدمات کو تسلیم نہ کریں تو یہ بات مجاہدین آزادی کی خدمات سے نا انصافی کرنے کے برابر ہوگی۔ وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ آزادی کے بعد متعدد بڑی صنعتیں قائم کی گئیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہم نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ نا کافی ہے۔ آزادی کے عرصہ وراثت میں ہمارے قومی سربراہوں نے معاش منسوب سوال پر غور کیا تھا۔ آزادی کے بعد اپنی الہ منسوب مرتبہ کے لئے اور اپنی

پاؤر تکمیل تک پہنچا گیا۔ وزیر اعلیٰ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ان منصوبوں کو نہ صحیح طور پر مرتب کیا گیا اور نہ انہیں صحیح طور پر مدد مل لایا گیا۔ انہیں اس طریقہ سے رد عمل لایا نہیں گیا جس کے ذریعہ وہ ان کے لئے صحیح معنوں میں معاشی فلاح و بہبود کے اقدامات کئے جاسکتے انہوں نے مزید کہا اس بات کی وجہ سے آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ بے روزگاری تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے، قیمتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، غربت اور جہالت عام ہو چکی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ تو جاری رہیں گے اس لئے ہمیں اپنے مستقبل کی بابت ابھی سے غور کرنا چاہئے۔ یہ بڑے انوس کی بات ہے کہ ۵۰ سال کے بعد بھی بدعنوانی کو ختم نہیں کیا جاسکا۔ ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں فرقہ پرستی اور انفرق پسندی نے اپنے سر اٹھائے ہیں۔ پہلے ہم اس کے لئے برطانیس سامراجیوں کو مودیہ الزام ٹھہراتے تھے لیکن اب ہم کس پر الزام عائد کریں گے۔ آج کے آزاد ہندوستان میں اب بھی جموت چھات ہے، ذات بات کی لڑائی ہے۔ اس سے زیادہ بد نصیبی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ ایک خود مختار اور آزاد ملک ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر ہم متحدہ طور پر ان بلاؤں کا مقابلہ نہ کریں تو آزادی بے معنی سی ہو جائے گی۔ ان کے بعد مغربی بنگال کے گورنر پروفیسر ایس۔ نورالحسن نے اپنی صدارتی تقریر میں مجاہدین آزادی کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ گورنر نے مزید کہا کہ صرف غیر ملکیوں کی حکومت سے رہائی کے معنی آزادی نہیں ہیں اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ ملک کو سالمیت سے آزاد کرایا جائے اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا جائے۔ اب ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ آئے عالمی سلسلوں کے لئے تمام مواقع اور سہولتیں فراہم کی جائیں۔ گورنر نے لوگوں سے بڑور اپیل کی کہ وہ ملک میں فرقہ وارانہ اور تفریق پسند رجحانات کی مزاحمت کریں۔ انہوں نے تجویز پسندی کی بھی مزاحمت کی۔ انہوں نے ہمارے سماج کے جمہوری ڈھانچہ کی طرف سببوں کی توجہ مبذول کرائی اور اس بات کی یاد دہانی کرائی کہ مسائل پر غور و خوض کرنے اور ان کے سلسلے میں مفید کرنا کسی خاص شخص کا اہارہ نہیں ہے۔ لوگوں کے طبقوں بات چیت کرنے کے بعد فیصلے کئے جانے چاہئیں۔ انہوں نے عوام سماجی انصاف اور بنیادی حقوق کے تحفظ اور فروغ پر اور عوام

بقیہ : تحریک آزادی اور بنگال

اطلاعیہ دی اس سے یہ چہ نگار کہ ہر اراکیت کو قیامی کے جائزہ کے ساتھ ساتھ
اور وہ مارے گئے۔ جدوجہد آزادی میں بنگال نے جیت غایاں جو لیا تھا
اس مصیبت میں جی توگوں کا اوپر نہ کر ہوا ان سے الگ ہوتے کر ایک نہیں
ان گنت نام ہیں جنہیں بنگال نہیں جاسکتا جیسے سوامی دیویکانندا سسٹر
نوبینا، آسووش مکھوپا دیانے، اگلکیشی چندرپوس، ابرمو چندر رائے،
اشونی کمار دت، قاضی نذر الاسلام اور بدھان چندر رائے۔

بنگال میں نہ ہر دو سادہ ہر فرد میں اپنی شناخت نہ رہے ہوں
میں کروائی آزادی کی جدوجہد میں اس کی قربانیاں بھی سنہری حروف سے لکھی
ہوتی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے اور تاریخوں اس امانت کو نسل در نسل
سنبھالے ہوئے ہیں کہ جب ملک پر کوئی برا وقت پڑا بنگال نے ملک کی
ایک جیسی کو قائم رکھ کر پورے ہندوستان کو سبائی، امن و محبت اور بھائی بھائی
کی راہ دکھائی۔

بقیہ : انقلابی تحریک ۱۹۴۵ء - ۱۹۴۷ء

ستارا اور کھاندیش کے مشرقی علاقے اور گجرات کے ضلع بروج میں جو سر
تعلق میں کسانوں کی بغاوت پھیل گئی تھی ستارا تحریک غبرو برہمن باہا
جان سماج نے ۱۹۴۵ء کے بعد میانہ میں ایک متوازی حکومت قائم کی
اور یہ حکومت ۱۹۴۷ء تک قائم رہی۔ اس نے عوامی عدالت قائم کی
دیہاتیوں کی ترقی کے لئے بہت سارے تعمیراتی کام کئے اس کے ساتھ گوریلا
جنگ بھی جاری رکھی۔

ان تمام جدوجہد اور بغاوتوں میں سماجی اور معاشی لحاظ سے
پچھلے طبقے کے لوگوں نے بہت ہی اہم کردار ادا کیا لیکن ۱۹۴۷ء کے آخر
تک برٹش حکومت نے ان بغاوتوں کو باو یا کیوں کو اس وقت دوسری
عالم گیر جنگ جاری تھی۔ برٹش نے اپنی فوجی طاقت کا استعمال کیا۔ اس
کے بعد دو دہائی سال تک جنگ کے دوران ملک کے اندر حکام کو شدید
سیاسی بحران کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ جب ۱۹۴۷ء میں برطانیہ میں نئی لبر
پارٹی برسرِ اقتدار آئی تو اس نے یہ پتہ لگایا کہ بات چیت کے ذریعہ ہندوستان
کو متحدہ کر سکتا ہے۔ ہندوستان جو روڈ ٹیک ۱۹۴۷ء کی
لبناتوں اور اس کے بعد رونما ہونے والی واقعات نے برٹش کو مجبور کر دیا کہ
وہ مصالحت کے ذریعہ ہندوستان کو آزاد کر دے، اور آخر کار ہندوستان
۵ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہو گیا۔

رنگی کو بند کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسعود کی زمین
بستی قبضہ نہیں کریں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم اینڈو می
ت کے ساتھ غیر ملکی زمینوں کے مسئلہ سے ہماری ملوثی وطن کی
کے لئے پیشہ نثار رہیں گے۔

جیسی کے اختتام پر کلکتہ یوٹھ کوڑنے شریعتی رو مانو ہٹا کر
برہمیت، حب الوطنی کے گیت اور وطن پرست گئے۔

اسی دن میچ کے نو بجے ریاستی حکومت نے بارک پور
میٹنگ میں ایک براہِ رخصت سبھا کا انتظام کیا تھا۔ اس سبھا میں
برو فیملر ایس۔ نور الحسن، وزیر تعمیرات عامہ، شری جوتن جیکورتی
پیٹ سکریٹری شری رتین سین گپتا نے بارک پور میں شہیدانہ کے
پر عقیدت کے پھول چڑھائے۔ رسمی سوت کئی کا بھی انتظام کیا
در حب الوطنی اور یکجہتی سنگیت بھی پیش کئے گئے۔

اسی دن صبح ۹ بجے وزیر آرامی و اصلاحات آرامی
پنجابیت شری مینے جدوہری نے رائٹس بلڈنگس کے سامنے قومی
مہاراتے۔ شری جدوہری نے شہیدوں کے پینا پر بھی پھول چڑھائے۔
یوں صبح کے گیارہ بجے گورنر شری ایس۔ نور الحسن اور وزیر
برائت عامہ شری جوتن جیکورتی نے ریڈروڈ اور ڈفرن روڈ کی
اسٹنگ پر گاندھی کے مجسمے پر پھولوں کے بارشیں کر کے گاندھی جی
رغراب عقیدت پیش کیا۔

آزادی کی ۴۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ۱۲ اگست کی صبح
کلکتہ اور جوڑ۔ میں پانچ جگہوں سے پر بھات پھر پان نکالی گئیں۔
لکھ کے مختلف علاقوں کے اسکول کے طلباء اور طالبات نے بڑی
عداد میں ان پھیریوں میں حصہ لیا۔ یہ تمام جوبوس نیتا جی انڈوسٹریز
پانچ جہاں ہماری آزادی کی ۴۰ ویں سالگرہ کی تقریبات کے سلسلہ
میں ایک جشن کا انتظام کیا گیا تھا۔ مشہور مجاہد آزادی اور
نقابا شری گوش نے اس جشن میں شرکت کی۔ وزیر کھیل گوو اور
خدمات نوجوان اور سلامت شری سبھا شری جیکورتی نے شری گوش کا
ستقبل کیا۔ شری گوش نے ایک مختصر تقریر میں مجاہدین آزادی
کی قربانیوں کا ذکر کیا اور آزادی کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ انہوں
نے لوگوں کو ہندو ملی مبارک باد پیش کی۔ (جی۔ این۔ رائے)

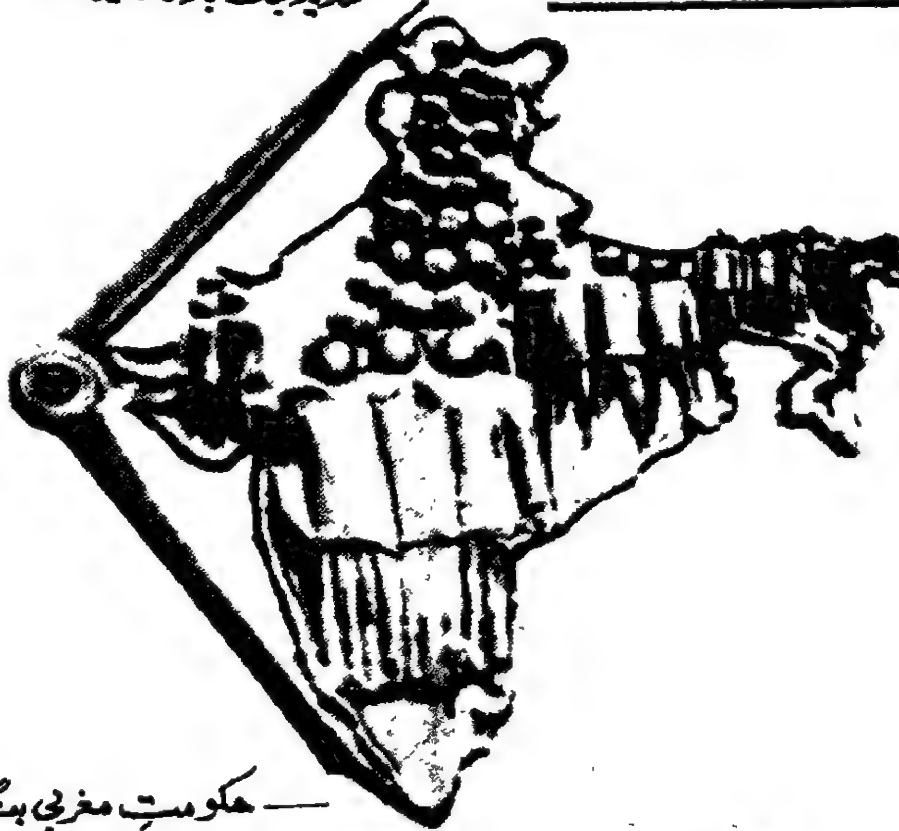
ہندوستان کی آزادی کی
 ۴۰ ویں سالگرہ کے موقع
 پر ۱۵ اگست ۱۹۸۰ کو
 مہاجانی سدن، کلکتہ
 میں منعقدہ ایک تقریب
 میں مغربی بنگال کے گورنر
 پردیس سرسید نورا الحسن
 تقریر کرتے ہوئے رفقویر
 میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی
 بامو کو دیکھا جاسکتا ہے۔





ملک کی سالمیت کو بنانے رکھیں گے
قومی یک جہتی تو برقرار رکھیں گے
ملک کو فرقہ پرست اور علیحدگی پسند
طاقتوں کے جنگل سے بچاتے رکھیں گے
بھوک، غربت اور بھارت کے خلاف
شدید جنگ جاری رکھیں گے

یوم آزادی کے موقع پر ہمارا پرعزم عہد



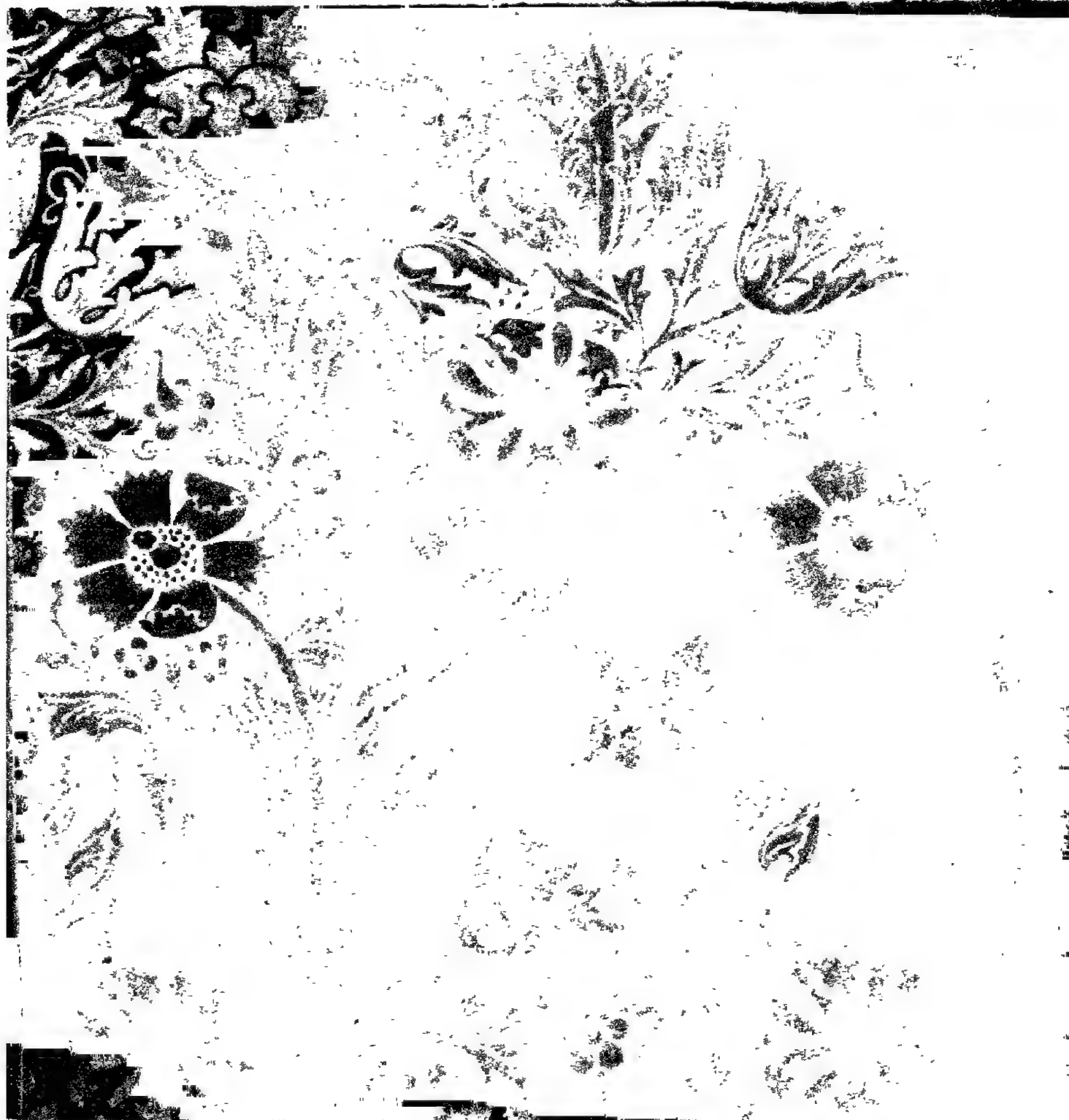
— حکومت مغربی بنگال

مغربی بنگال

10 8 NOV 1987

15 ستمبر 1987ء

بنگلہ



پندرہ روزہ مغربی بنگال کلکتہ

شرح خریداری

سالانہ : تین روپے اس شمارے کی قیمت : ۱۵ پیسے

ترسیل زر کا پتہ :

برنس میجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور حکومت مغربی بنگال

۲۳- آراہن، مکھرجی روڈ۔ کلکتہ-۷۰۰۰۰۱

مدیر اعلیٰ : پریم بھٹا چاریہ

مدیر : دھرم چند رائے

نائب مدیر : محمد اعظم

مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

جلد نمبر ۳۲ * یکم اور ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء * شمارہ نمبر ۱۷ اور ۱۸

وزیر اعلیٰ شرک جیوتی باسو ۸ ستمبر ۱۹۸۷ء کو ہندوستان میں بین الاقوامی یوم خواندگی کے موقع پر منفقہ مغربی

میں تفسیر کرتے ہوئے

کہاں جاؤ گے



اور کچھ دیر میں لٹ جائے گا سر بام پہ چاند
 عکس کھو جائیں گے آئینے ترس جائیں گے
 عرش کے دیدہ مناک سے باری باری
 سب ستارے سرخاشاک برس جائیں گے
 اس کے ماتھے تھکے ہارے شبستانوں میں
 اپنی تنہائی سمیٹے گا، بچھائے گا کوئی
 بے وفائی کی گھڑی، ترک مدارات کا وقت
 اس گھڑی اپنے سوا یاد نہ آئے گا کوئی
 ترک دنیا کا سماں، ختم ملاقات کا وقت
 اس گھڑی لے دل آوارہ کہاں جاؤ گے
 اس گھڑی کوئی کسی کا بھی نہیں رہنے دو
 کوئی اس وقت ملے گا ہی نہیں رہنے دو
 اور ملے گا بھی تو اس طور کہ چھپتاؤ گے
 اس گھڑی لے دل آوارہ کہاں جاؤ گے
 اور کچھ دیر ٹھہر جاؤ کہ بھر نہ شتر صبح
 زخم کی طرح ہر آنکھ کو بیدار کرے
 اور ہر کشتہ بیگانگی آخر شب
 بھول کر ساعت در ماندگی آخر شب
 جان پہچان ملاقات پہ اصرار کرے

فیض احمد فیض

ہندوستان میں جدوجہد آزادی

اور

عورتوں کی تحریک

سنگت کے مرتبی

عورت اپنا بچپن باپ کے تحت، جوانی شوہر کے تحت اور ضعیفی اپنے بیٹوں کے تحت گزارتی ہے۔

ہندوستان میں عورتوں پر جو لوہے کی پٹیاں لگی ہیں، ان کے لیے ایک نیا دور قائم ہونا چاہیے۔ عورتوں نے سارے ملک پر قبضہ کر لیا تھا۔ برطانوی راج کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی دیہی صنعت اور منفا خانی معیشت بالکل تباہ و برباد ہو گئی۔ برٹش نے اپنے ملک کے صنعتی انقلاب کو لہذا من فرام کرنے کے لئے ہندوستان کو لوٹ لیا اور اس بات کی کوشش کی کہ ہم لوگ ان کی صنعتوں کے لئے خام اشیاء سپلائی کرتے رہیں۔

بلاشبہ، برطانوی تسلط کے خلاف نہ صرف جاگیردار امرا اور برٹش تسلط سے متاثر نہیں ہوئے تھے، بلکہ عورتوں کی طرف سے بھی۔ عورتوں کی طرف سے بھی، جنہیں برٹش ظلم کا نشانہ بننا پڑا تھا، مزاحمت کی گئیں۔ سائنسک میں کسانوں کی بے چینی اور بنیادیں، سیاستوں کی بنیادیں، چوڑی بناوت، اور ہالی ٹیوٹن، صنعتی بناوتیں اور عورتوں کی بناوت اور اس کی طرح کی دیگر بناوتیں پھوٹ پڑیں۔ برٹش حکمران کے خلاف یہ شورشیں اور بناوتیں ۱۸۵۷ء میں آزادی کی پہلی جنگ کی صورت میں رونما ہوئیں۔

لیکن اس دوران ۱۹ویں صدی کے یورپ میں نشاۃ ثانیہ کا دور شروع ہو چکا تھا اور اس سے سارے دنیا متاثر ہوئی تھی۔ یورپ کی بدکردار کے عرصے میں دنیا کے بہت سارے علاقوں میں عظیم

دنیا کے بہت سارے ملکوں میں محکوم عورتوں کی نجات اور

آزادی کے لئے جدوجہد صدیوں سے جاری ہے۔ ہندوستان پر بھی یہ بات صادق آتی ہے۔ لیکن یہ جائز ہے۔ لچہ بہ لچہ کہہ سکتے ہیں۔ ہندوستان میں آزادی کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی آزادی کی تحریک کو فروغ حاصل ہوا اور کس طرح آج بھی ہندوستان میں عورتوں کی جمہوری تحریک عوام کے مختلف طبقوں کی، ان کی معاشی نجات کے لئے جمہوری تحریک اور سماج کو بدلنے کے لئے ان کی جدوجہد کے ساتھ فروغ پا رہی ہے۔

جس وقت برٹش نے اس ملک پر قبضہ کیا تھا، اس وقت ہندوستانی سماج بہت گہری سماجی اور سیاسی بد حالی کی تصویر تھا۔ اس محدود سطحی کے ہندوستانی سماج میں عورتوں کی حیثیت بے زوال تھی۔ اس بات سے ہم سب اچھی طرح واقف ہیں۔ یہاں اس سلسلے میں تعینات میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عام طور پر عورتوں کو مردوں کی نہ صرف ملکیت، جائیداد منقولہ اور ان کا غلام سمجھا جاتا تھا، بلکہ عورتیں بذات خود سلی مذہبی جنوں، اولاد پرستی اور رجعت پسند رسومات، قوانین کی شکار بن جاتی ہیں۔ سستی، بچپن کا قتل، کثرت ازدواج، بچوں کی شادی، کرلین (یعنی اعلیٰ خاندان) کا نظام، کیسی کا نظام، عورتوں کی فروخت، جہیز کا نظام وغیرہ کی عورتیں شکار یعنی سماج کے اعلیٰ طبقہ کی عورتوں کو خوشامالی کی چند سہولتیں فراہم تھیں لیکن سماج میں ان کا مقام ان عورتوں سے بہتر نہ تھا جو شدید عزت میں زندگی بسر کرتی ہیں۔

عظیم واقعات، جیسے برطانیہ میں صنعتی انقلاب، فرانسیسی انقلاب، امریکیوں کی جدوجہد آزادی و فیروہ دماغ ہونے۔ انگلینڈ، فرانس، جرمنی، اٹلی، یورپ گویا ہر جگہ سرمایہ داری کے آمد سے بڑھتی تیزی سے سامنے آ رہی تھی۔ ترقی و سرمایہ داری کے مرکز و خارجہ و ادارہ سماجی نظام صنعت کاری کے بدلائوں کو برداشت نہ کر سکا، اور پھر معدوم ہو گیا۔ بقول مارکس۔ انجینس، اس سلسلہ میں ہورڈو اول نے تاریخی لحاظ سے بہت ہی اہم انقلابی کردار ادا کیا۔

عقلیت اور انسان دوستی، جو اس نشاۃ ثانیہ سے وابستہ تھیں، ان کی روشنی میں ذاتی آزادی اور ایک فرد کی حیثیت سے خود کو برتری دینے کی آزادی کا سوال بالکل عیاں ہو گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ عورتوں کیلئے تعلیم، آزادی، سماجی اور انسانی حقوق کا سوال بھی اُبھا کر چلا آیا ہے۔ ۱۹ویں صدی میں جرساجی بیداری ہوئی اسے ہندوستانی نشاۃ ثانیہ کہا جا سکتا ہے۔ ۱۹ویں صدی کی نشاۃ ثانیہ کا ذکر بیگم لکھنوی نے کیا تھا یہیں نشاۃ ثانیہ کے اس دور کے سربراہ "جدید پرور مبینی" راجد رام موہن رائے نے جاگیردارانہ غلامی کے خلاف بغاوت کی۔ یہ نو ان کی خصوصی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں سماجی اصلاح کا بہت بڑا قدم، یعنی سستی کی قانونی مخالفت اٹھایا گیا۔

کابڑہ اٹھایا تھا۔ ان لوگوں نے مرد و عورت کے رشتہ کو اسی نقطہ نظر سے دیکھا تھا اور صرف سستی کے رسم کو اٹھا کر وہ مطمئن ہو کر خاموش بیٹھے نہیں رہے۔ ان لوگوں نے کثرت ازدواج، دو بیویوں کا رکھنا اور کثرت من نظام کے خلاف ہم جہتی۔ ان لوگوں نے جائیداد پر عورتوں کے حقوق کے لئے بھی جدوجہد کی۔ وہ مب جہیز نظام اور لڑکیوں کی ذرخت کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ رام موہن رستہ کی قائم کردہ "آئینہ سماج" کا اہم مقصد ہی یہ تھا کہ قرون وسطیٰ کی ان پرانی روایتوں کے خلاف لوگوں میں بیداری پیدا کی جائے۔ اس کام میں دوار کا ناتھ ٹیگور پرستار کمار ٹیگور، نند کسور، بوس، بدینہ ناتھ، کھوپاد جہ اور دیوان موہی چند نے ان کا ساتھ دیا۔ اس سلسلے میں ڈیر دزیو اور اس کے "نوجوان بنگال" اور برہم سہاج کا کردار خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

انہوں نے دو کتابچے بنام "نئی بیوہ کی دوبارہ شادی ہونی چاہئے" لکھیں اور اس کی وجہ سے اس وقت کے سماج میں ایک ہلچل مچ گئی۔ قدامت پسند اور رجعت پسند لوگوں نے بیوہ کی دوبارہ شادی کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگایا، لیکن وریاسا نگرابی جگڑٹے رہے۔ آخر میں بیوہ کی دوبارہ شادی ایکٹ ۱۸۵۶ء میں پاس کی گئی۔ وریاسا نگر نے کثرت ازدواج اور بچپن کی شادی کی روک تھام کرنے کی بجائے حتیٰ الامکان کوششیں کیں۔ انہوں نے خورتوں کی تعلیم کے فروغ کے لئے گھرانہ درگزرگاہیں کھولی۔

سارے ملک میں پھیل گئے۔ بہرہ جم جی ملا باڑکا، دھندلے کیٹھاروئے
دبراسلیکم پنڈولہ، آر۔ دیکلیٹ وین نائیڈ، انگاپال کورٹ گکھنہ وغیرہ
چند نامی خاص مشعلین تھے جنہوں نے عورتوں کی تعلیم اور عورتوں
کے حقوق کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

برسات باعث فحش نہ ہوگی کہ اس زمانہ کے سماجی معملین
میں چند عورتیں بھی شامل تھیں۔ آج بھی ایسی شائیں پیش کی جاسکتی
ہیں کہ تعلیم یافتہ عورتیں اس اصلاحی تحریک میں حصہ لے رہی ہیں۔ ان
میں برہمن سماج کی عورتیں جیسی سزادھاری دیوی، سسرلا دیوی
چودھرائی، پنڈتہ رام بابائی، آننگاپائی جوشی، ذراشیہ سہراب جی،
اینی جگتھ، وکھابائی وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح ۱۹ ویں صدی میں عورتوں کی ترقی کے لئے تحریکیں،
تعلیم، بیوہ کی دوسری شادی کا فروغ اور کثرت ازدواج اور بچپن
کا کٹاؤ کی روک تھام اور عورتوں کے دیگر قانونی حقوق کے قیام
وغیرہ تک محدود تھیں۔ لیکن یہ تحریکیں اس وقت ہندوستان میں بڑی
خوشی بیداری کی جزو تھیں۔ اسی طرح ہندوستان میں ترقی پذیر عورتوں
کی تحریک کے مستقبل کی راہ ہندوستان کی آزادی کی تحریک کے ساتھ
گھس مل گئی تھی۔

ہندوستانی قومی کانگریس کی ۱۸۸۵ء میں تشکیل نہ ہندوستان
میں عورتوں کی آزادی اور نجات کی تحریک کو جملہ بخشی۔ قومی کانگریس
شروع سے ہی اپنے دائرہ میں عورتوں کو شامل کیا۔ گاندھی جی نے
عورتوں کو آزادی۔ انہوں نے اس بات کا اعلان کیا کہ عورتوں کو
آزادی حاصل کرنے کا اتنا ہی حق حاصل ہے جتنا کہ مردوں کو ہے۔
عدم تعاون اور شہری نافرمانی تحریکوں میں عورتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ
لیا۔

۱۹۱۷ء میں عورتوں کے حقوق لئے دھندلے دھندلے کی تحریک شروع
ہوئی۔ سروجنی نائیڈو کے زیر سربراہی ایک وفد نے۔ موناکو کیلینفورڈ
مشن سے ملاقات کی اور ان کے سامنے عورتوں کی تعلیم، بہتر زندگی
مراعات اور عورتوں کو مردوں کے مساوی رائے دہندگی کے حق کے
سلسلے میں مطالبات پیش کئے، لیکن اس وفد کو کامیابی حاصل نہ
ہوئی۔ اسی سال کلکتہ میں منعقد کانگریس کے اجلاس میں اجسی

کی ہدایت اپنی بیسٹ نکلے تھی عورتوں کے مطالبات کے اس
غیر رسمی تائید کی۔ عورتوں کے حقوق لئے دھندلے دھندلے کی تحریک
موضوع میں تبدیل کر دیا گیا۔ سارے ملک کی عورتوں کے مطالبہ اور
دباؤ کی وجہ سے ۱۹۱۷ء میں تمام صوبوں میں عورتوں کو رائے دہندگی
کا حق دے دیا گیا۔ اگر لیڈنگ کی عورتوں کی رائے دہندگی ایک کی بانی
مارگریٹ کونسل ہندوستان میں عورتوں کی رائے دہندگی تحریک میں پیش
پیش تھیں۔ ان کے علاوہ دیگر عورتیں، جیسی سروجنی نائیڈو، موہنی
دیوی، اجپورمائی گانگوئی، نیلی سین گپتا، لالہ پروداجنڈا، استیادیوی
وغیرہ بھی آزادی کی تحریک اور عورتوں کی تحریک میں پیش پیش رہیں۔
اسی دوران انقلابی جماعتوں کی سربراہی میں تحریف

پستہ تحریک سارے ملک میں خاص طور پر بنگال اور پنجاب میں
پھیل گئی۔ بہت ساری عورتوں نے ان تحریکوں میں بھی عملی طور پر حصہ
لیا۔ عورتوں نے اسلوجات کے استعمال کے سلسلے میں قربت بھی
حاصل کی۔ اس سلسلے میں مشہور مجاہدہ آزادی میڈم کاکا کا خاص
طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے انقلابیوں کی اس سلسلے میں
مدد کی کہ وہ سب باہر کے ملکوں سے ہتھیار حاصل کر سکیں۔ انہوں
نے کلارا زیکین کے زیر اہتمام اسٹوڈنٹ میں منفرد عورتوں کی
بین الاقوامی سوشلسٹ کانفرنس میں شرکت کی۔

چارلس ام اسلمو خانہ کیس میں شریعتی ریتی و آوار کو
شہید کر دیا گیا۔ تحریف پستہ تحریکوں میں شائستگی، سو میتی
چٹرجی، اکلپت، دت، بناداس، ایل رائے، اکل چٹرجی، اسبھاسینی
گمانگولی، ایدو سدھاگوش، اکلاراس گپتا اور دیگر عورتوں نے بڑھ چڑھ
کو حصہ لیا۔

ان قومی تحریکوں کے ساتھ ساتھ سارے ملک میں
کانون اور مزدوروں کی تحریکیں بھی پھیل گئیں، اور انہوں نے تنظیمی
ٹریڈ یونینیں اور کان سبھا قائم کئے۔ ان طبقاتی تنظیموں اور
تحریکوں میں خاص طور پر جاڑے باغات، اسوتی کپڑے کی عورتوں، اور
کانون کی نیکیس ادارہ کرنے کی تحریکوں میں عورتوں کی شرکت قابل
ذکر ہے۔ مزدور کان تحریکوں میں ممتاز عورت رہنماؤں میں
ہمارا مشترک سندری بابائی، ٹریڈ یونین کی پروف ایتی، دیوی اور میل پرینا

عورتوں کی تحریک کی، آزادی کے قبل کے دنوں کے دور میں، ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ یہ منظم طور پر مزدوروں اور کسانوں کی عوامی تحریکوں سے وابستہ تھی۔ پہلی سیٹی کی سینگروں اور کروں، جیسا کہ شورش میں دیکھا گیا اور ان میں سے بہت ساری عورتوں نے جام شہادت نوش کیا۔ آئندہ اسپیسٹم نے ٹیلنگا کے کسانوں کی جدوجہد، پہلے ملک کو سوشل لڑائی میں شرکت کی۔ مصطفیٰ نے پانچ مزدوروں، پانچ باغات کے مزدوروں اور کان کے مزدوروں کی جدوجہد میں عملی طور پر شرکت کی۔ کیرالا کے علاقہ میں مزاحمتی تحریک میں عورتوں کی تنظیموں نے کئی غیر اہم کردار ادا نہیں کیا۔ گو داوری پارلو کر جیسی عورت سربراہوں نے ہمارے اثر میں قبائلی جدوجہد کی رہنمائی کی۔ المختصر، اس صدی کی چوتھی دہائی کی عورتوں کی عوامی تحریکوں اور تنظیموں نے سماجی اور قانونی حقوق کے لئے عورتوں کی تحریک کی ماضی کی روایتوں کو آگے بڑھایا، سماج کی نجی سطح کی محنت کشی عورتوں کو تنظیم کے دائرہ میں لایا اور آزادی کی جدوجہد سے انہیں وسیع پیمانہ پر وابستہ کر دیا۔ اسی طرح ہمارے ملک میں مزدور آزادی کے ہر دور میں عورتوں کی نجات کی تحریک آزادی کی جدوجہد سے وابستہ رہی اور ہمارے ملک میں عورتوں نے آزادی کی جدوجہد میں بہت سی نمایاں کردار ادا کیا۔

آج ہماری آزادی کی چار دہائی کے بعد، عورتوں کی نجات کی تحریک وسیع پیمانے پر اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے روانہ ہوئی ہے۔ ہمارے ملک کی عورتیں آج بھی ناخاندگی ایسے روزگاری اور لاتعداد سماجی تعزیمات سے دوچار ہیں۔ ہمارے ملک کی ہزاروں عورتیں ہر قسم کی سماجی نا انصافی اور جبر کی شکار بن جاتی ہیں۔ عام طور پر عورتوں کی حیثیت مردوں کی حیثیت کے برابر تو لگتی ہے، اس سے کافی پیچھے اور دور ہے، حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ چند طبقوں کی عورتیں تعظیم، روزگار اور علم اور ترقیاتی سرگرمیوں کے دیگر شعبوں میں آگے بڑھ چکی ہیں، لیکن آج عورتیں اپنی حالت اور حقوق سے زیادہ سے زیادہ بیدار ہو چکی ہیں۔ وہ سب اس بات کو شہادت دے سکتی ہیں کہ عورتوں کی نجات کے سوال پر الگ تنگ سے غور نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس سوال پر عوام کے تمام طبقات کے مظلوم لوگوں کی نجات کے سوال

کے ساتھ جوڑا جانا چاہئے۔ عورتوں کے سماجی اور معاشی مطالبات پر ان کی روزمرہ کی جدوجہد کو موجود سماجی ڈھانچے کو بدلنے کے لئے وسیع تر جدوجہد کے ساتھ منسلک کر دینا چاہئے۔ اس لئے آزادی کی جدوجہد کے دوران ملک میں عورتوں کی نجات کی تحریکیں جن دشواریوں سے دوچار ہیں انہیں دور کرنا ہے اور آج ان خواہوں کی تعبیر سماج کو بدلنے کیلئے جدوجہد سے بالکل منسلک ہے۔

بقیہ: 'آزادی کے ۴۰ برس کے بعد عوام کا مستقبل.....'

دے رہی ہے اور سرمایہ دار اسے کوئی واپس قرار دے جانے کی بات صحیح ثابت کر رہی ہے۔

حکمران پارٹی میں موجود زلزلے، سیاسی زندگی سماجی، اقتصاداً ڈھانچے میں بحران حادثہ نہیں، یہ آزادی کے بعد سے منتخب شدہ راستے اور اس پر چلنے کا منطقی نقطہ عروج ہیں۔

جو شکوے عوامی بے چینی دفعتاً اور منظم کردہ جدوجہدوں کے روپ میں بھٹی پڑ رہی ہے اور سرکار کی بے وقعتی انتہائی نچلے نقطے پر جا پہنچی ہے، اسی لئے درمیانی مدت کے چناؤ کی اپوزیشن کی پکار کو اکثر وسیع حمایت حاصل ہو رہی ہے اور یہ ملک کے طویل مدتی مفروض میں شدت پکڑ رہی ہے۔

ملک کو وحدت اور سالمیت کے تحفظ کے لئے عوام کی تخلیق توانائیں کام میں لانے کے لئے اور ان کی انگلیں پوری کرنے کے لئے اس راستے کو تبدیل کرنا ضروری ہے جس پر گزشتہ ۴۰ برسوں کے دوران جھلگی ہے۔ بائیں بازو کی جمہوری اور سیکولر قوتوں کو سرمایہ دار۔ زمین دار حکمران کانگریس کو بدلنے کی راہ میں قائد اذکر واداکرنا ہے۔ یہ کام کئے بغیر سرمایہ دار قوتی کا دیوالیہ راستہ تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

(بشکریہ: لوک لہر، نئی دہلی)

فضا تیری مہر و پردی سے ہے ذرا آگے
قدم اتھایہ مقام آسماں سے دور نہیں
علامہ اقبال

آزادی کے چالیس برس کے بعد عوام کا مقدمہ

دکھ درد، جبر و ستم، فساد اور عدم تحفظ

۴۰ سال قبل جدوجہد کو ایک سو نوے سالہ نوآبادیاتی حکمرانی کے بعد ہندوستان نے سیاسی آزادی حاصل کی تھی۔ یہ تاریخ ساز واقعہ ان سرزوش قربانیوں کا نتیجہ تھا جو اس ملک کے عوام نے اپنی صبر آزما نجات جدوجہد کے درمیان پیش کی تھیں۔ یہ ثابت کی شکست کا ایک اہم حاصل تھا۔ اس وقت عالمی سامراجیت نوآبادیاتی حکم کے عوام کے خرد کا مقابلہ کرنے میں بری طرح ناکام ثابت ہو گئی تھی۔ ہندوستان میں کسوں کی بے مثال بغاوتوں کی لہریں چلی، مزدوروں کی عام ہڑتال ہوئی، طلبہ کی ہڑتالیں ہوئیں، ریاستوں کے عوام نے عوامی جدوجہدیں کیں۔ یہاں تک کہ اختیار بند قوتوں اور بحری قوتوں نے بغاوتوں کے علم بلند کئے۔

اس وقت بھی اقتصادی اعتبار سے تاج کے سب سے جگہ دار ہیرے کو دبوچے رکھنے کی عاجزانہ کوششیں کرتے ہوئے سامراجیت نے گردن اسی وقت ڈالی جب اسے فوج اور بحریہ کی بغاوت کا سامنا کرنا پڑا لیکن اپنے کردار کے عین مطابق اس نے ملک کو فتنہ و آزار خطوط پر منقسم کر دیا۔ ہندوستان میں انٹرنیشنل کانگریس کو اور پاکستان میں مسلم لیگ کو اقتدار سونپ دیا گیا جس کی رہنمائی جناب محمد علی جناح کر رہے تھے۔ ملک کا فتنہ و آزار بڑا رہا متعلقہ ملکوں اور لوگوں کے لئے ایک رستا ہونا سو ثابت ہوا ہے۔ برصغیر کا سارا سماج تاتا بانا منہ ہو کر رہ گیا ہے۔

آزاد ہندوستان میں سرمایہ دار۔ زمین دار حکومت اور ریاست نے جاگیرداری کے ساتھ اشتراک اور غیر ملکی مابائی سرائے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مال میل کرتے ہوئے سرمایہ دار ترقی کا راستہ

اختیار کیا۔ ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی نے اسے سرمایہ دار ترقی کا دوا لیر راستہ قرار دیا۔ جاگیرداری کا خاتمہ نہیں کیا گیا، ملک میں سامراجی مفادات کی ہڈیاں نہیں کاٹی گئیں اور مزید یہ کہ یہ راستہ ایک ایسے وقت اختیار کیا گیا جب کہ سرمایہ داری عالمی سطح پر ترقی بحران کے سنگین مرحلے میں داخل ہو گئی تھی۔ اس منتخب کردہ راستے کی بحران زدہ نوعیت کے باوجود صنعت میں کچھ مدد کی تھی اور زراعت میں ترقی کے امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا تھا۔

لیکن گزشتہ ۴۰ سال کے واقعات نے عوام کی امیدوں اور امنگوں پر پوری طرح سے پانی بھر دیا ہے۔ آج بھی لوگوں کی ۵۰ فیصد تعداد غریبی کی سطح سے نیچے گزر بسر کرنے پر مجبور ہے، ۴۰ فیصد آج بھی ناخواندہ ہیں، عوامی قرضے کی رقم ۸۸ ہزار سات سو ستر کروڑ روپے ہو چکی ہے جس میں ۱۸ ہزار ۳ سو ۲۲ کروڑ روپے غیر ملکی قرضے کی مد میں ہیں۔ ۱۹۷۰-۱۹۷۱ کی بنیاد پر قیمت کا اعشاریہ ۳۵۷.۵۹ ہے جبکہ ۱۹۶۰-۱۹۶۱ کی بنیاد پر روزمرہ کی قیمت کی چیزوں کی قیمت کا اعشاریہ ۶۲۰ کے نشان پر پہنچ چکا ہے، اس وقت ملک میں بے روزگاری کی مجموعی تعداد ۳۰ لاکھ ہو چکی ہے۔

زری چیزوں کی قیمتوں میں بھاری کمی کر کے کسانوں کا خون بخور اجار دیا ہے۔ عوام کے جمہور کی اور شہری حقوق پر حملے بڑھتے جا رہے ہیں۔ صنعتی تازعات کے ایکٹ میں ترمیمیں کر کے ٹریڈ یونین حقوق میں مزید کوتاہی کر کے کوشش کی جا رہی ہے۔ ریاستوں کی داخلی خود مختاری دیکھ کر جا رہی ہے اور صدارتی راج کا تقوایا جانا ایک

سب سے پہلے اس وقت بار بار اذنی راج اختیار کیا ہے۔ ان برسوں کے دوران حکمران
کامنا تو یہی ہے کہ اس کو یہی حکوتوں کے تئیں بخیر و برکت چلا کر دے گا ان طلبہ کے
حضور اور زمین کا اس طرح استعمال کیا ہے کہ جو پوری اہل الشیخین نے

ایک مرتبہ جاگرواری کے کوروسپی طرف سامراجیت
کھوٹے کے چل بل کر رہے تھے۔ ان کے سامنے کئی ایسا قتل کے
سامنے ملک میں پہلے کھوٹے کے روپ میں دیکھے جاتے ہیں جو ملک کی
سلامت اور وحدت ہی کے لئے خطرہ پیدا کر رہی ہیں۔ حکمران کلائیں
پارٹی کے گوشہ ہم برسوں میں میں پانچویں پر عمل کیا ہے۔ انہوں نے
سامراجی ملک کو غیر مستحکم کرنے کے لئے سامراجیت کو مداخلت کے اسباب
فرہم گئے ہیں۔

[illegible]

اگرچہ ایک تہے ۴۵۰ آئیں ایک جمہوری آئین اختیار کیا تھا، حکمران کا عظیم وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ اس کی تمام جمہوری خصوصیات کو کمزور کرتی رہی ہے۔

آئین کی وفاقی خصوصیات کو منظم طریقے سے کمزور کرنا جاری ہے اور مرکز۔ ریاست تعلقات مزید خراب ہو گئے ہیں جس کا یہ نگہداشت کو اپوزیشن پارٹیوں کے انتہک مطالبے کے بعد مرکز۔ ریاست تعلقات سے گونا گوم سال کا جائزہ لینے کے لئے منظور کیا گیا تھا، لیکن وہ تین برس گزر جانے کے بعد بھی اپنی رپورٹ پیش نہیں کر سکا۔

حکمران پارٹی کو ایک سائنسی نکلانی پیدا پر ریاستوں کی
تسلیم و پر مجبور کرنے کے لئے زبردست عوامی عینیں چلائی پڑی تھیں۔ حکمران
کھانڈن کی جماعت اور اس کی سرکار نے یہ کام اس طرح کیا کہ بہت سے
مسائل کے حل چھوڑ دئے جو آج تک اس رہنے ہیں اور بہت سی تعزاتی بند
انتظامیہ تحریکیں کو بنیاد فراہم کر رہے ہیں۔
عوام کے جبرور کی پیشہ کی منہی کرتے ہوئے اپوزیشن کے زیر حکومت

عوام کے قصور کی تضحیک کی نفی کرتے ہوئے ایوزیشن کے زیرِ ملاحظت

ہے۔ اس کا بے شک سبب کاغذ کی کوشش کی تھی اور سارا جی
کوشش کے لئے دو دروازے کھول دیے ہیں۔ ان کے لئے اقتصادیات
میں جو عمل ہے وہی ہے۔ یہ سارا کام اس نے ۲۱ ویں صدی میں
پیش قدمی کے نام پر دکھائے ہیں۔ یوں اس نے خود کفالت کو تاش بن کر رکھ
دیا ہے۔

حکمران کانگریس پارٹی نے ان حالات میں وہی واحد جوابی عمل
کیا ہے جو دیوالیہ کے راستے پر گامزن سرمایہ دار سب زمین دار سرکار کر سکتی
ہے۔ یہ کہ ایک طرف سے لگام ہمتہ لگ گئے جائیں اور دوسری طرف
برصغیر ہولناک بے چینی کو کھل کر دکھایا جائے۔ گزشتہ ۲۵ سال کے واقعات
سے یہ حقیقتیں بخوبی آشکار ہیں۔

ان برسوں کے دوران حکمران کانگریس پارٹی نے ذات بات
پرست فرقہ پرست اور دیگوسماج دشمن قوتوں کے ساتھ گٹھ بندھن
کیا ہے اور عوام اور جمہوری بے چینی کی لہر کا مقابلہ کرنے کیلئے منتشر
رجعت پسند گٹھ بندھن کے ساتھ تال میل کیا ہے۔ اسے پہلی لہر کا ۱۹۵۳ء
میں متفقہ عام چناؤ میں سنا کرنا پڑتا تھا۔ جب اس نے سابقہ صدر اس
پر بھید پسی میں موقع پرست اچالہ بازی اور گٹھ بندھن کے ذریعہ نیکو پس
سرکار نہیں بننے دی تھی۔ آئندہ اپوزیشن میں اسے ۱۹۵۵ء میں دوسری
لہر کا سنا کرنا پڑا تو اس وقت بھی اس نے کیرسٹوں کے خلاف ہر ایسے
غیبت تموجیہ کے گٹھ بندھن بنایا تھا۔

لیکن دوسریں بعد تاریخ کی منطبق کو نہ ٹال سکی۔ بائیں بازو کی
اور جمہوری قوتوں کے ہاتھوں ہوشیار شکست لگا کر اس نے ایک بار پھر کھلے
عام اور بڑی سی بے شرمی سے نام نہاد "نجات جد جہد" میں مذہبی بنیاد
پرست قوتوں کے گٹھ جوڑ کا جوہر اختیار کیا تاکہ عوام پسند حکومت کا تختہ
پٹا جائے۔

۱۹۶۰ء کی دہائی میں ملک کی اقتصادی یا سیاسی پراسرار جیت کا
زبردست دباؤ پڑا۔ دوسرے کی قیمت گھٹانے پر مجبور کیا گیا۔ یہ کام سارا جیت
کے حکم کی تعمیل میں ہوا لیکن اس سے حکمران پارٹی کو بحران پر قابو پانے میں
مدد نہیں ملی۔

۱۹۶۷ء تک حکمران پارٹی کے خلاف بے چینی کا نتیجہ ملک
کے اندر ایک بے چینی پوری دس ریاستوں میں غیر کانگریسی سرکاروں کے

روپہ میں پیدا ہوا۔ ان میں سے دو ریاستوں کرنا اور مغربی بنگال میں
بائیں بازو کی قوتوں نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ ان حکومتوں میں سی بی آئی
لاہم ایک بڑی شراکت دار تھی۔

سرکار کے خلاف بڑھتے ہوئے عوامی خروج کی لہر کا
مقابلہ کرنے کے لئے حکمران پارٹی نے بے لگام ہتھکنڈوں کا سہارا لیا۔
وہ جمہوری ضابطوں کو کمر زور کرنے لگی اور اس نے زیادہ سے زیادہ
جبر و ستم کا سہارا لینا شروع کیا۔ اس وقت کے دوران یہ انتہائی ناگوار
منظر دیکھنے میں آیا کہ گورنر وراج، حکمران پارٹی کے ایک آلے کے بطور
استعمال ہونے لگا۔ یوں انہیں کی جمہوری بنیاد ہی کو کمر زور کیا جانے لگا۔
مغربی بنگال میں نجم ناشی دہشت گردی سے کام لیا گیا اور کیرالا میں بے
مثال جبر و ستم سے جہاں بائیں بازو کی قوتیں خصوصاً سی بی آئی۔ ایم
کی جدوجہد صاف اول میں تھیں حکمران پارٹی کے بحران کا نتیجہ ۱۹۶۹ء میں
اس کے تباہ کرنے کی صورت میں برآمد ہوا۔

۱۹۷۰ء کی دہائی کے اوائل میں حکمران پارٹی کو اس وقت
تھوڑی سی دیر کے لئے سانس لینے کا موقع ملا جب اندرا گاندھی نے غریب
بھاؤ اور فلاحی بٹوے ختم کرنے جیسے عامیاد نعروں کے نقلی ہتھکنڈوں
کے ذریعہ پارلیمنٹ میں زبردست اکثریت حاصل کی۔

لیکن بحران کی نوعیت اس وقت اتنی گہری ہو چکی تھی کہ
چند برسوں ہی کے اندر عوامی بے چینی کا لہو ایک بار پھر سارے ملک
میں بھوٹ پڑا۔ اس کا نقطہ عروج ۱۹۷۷ء میں ہڑتالوں کی لہر تھی۔ ان
سب کے باوجود اس وقت کا سب سے اہم کاری کارنامہ ریل ٹرانزٹ
تھ جسے وحشیانہ جبر و ستم سے کچلنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے اثرات
آج بھی موجود ہیں۔ بھارت ہند کی کئی کامیاب ہیکاریں دی گئیں جو عوام
کی بہت بڑی تعداد سے حکمران کانگریس پارٹی کے الگ تھک برعنائے
کی علامتیں تھیں۔

اس کے تئیں حکمران کانگریس پارٹی کا غصہ جس جواب جمہوری
نظام پر سی سیدھا چلے تھا۔ اس نے شہری آزادیوں کو پیروں تلے روندنا
اور جون ۱۹۷۵ء میں ایمر جنسی تحریک کی پوزیشن کا لگا دبانے کی کوشش
کی۔ بدتر اقتصادی حالات نے بے چینی اور عوامی جدوجہد کو جنم دیا
جن کے نتیجے میں دوسریں بعد نفرت انگیز ایمر جنسی سرکار کا تختہ پلٹ گیا۔

جتنے حکمران کے مختصر سے وقفے کے دوران بحران کا سامنا ایک بار پھر پیش آیا۔ مذہبی بنیاد پرستوں کو خروج حاصل ہوا ۱۹ اقلیتوں اور اور درجہ فہرست ذاتوں اور قبیلوں پر حملوں میں ہر طرف اضافہ ہوا۔ ۱۹۸۰ میں کانگریس آئین کے دوبارہ رد ناما ہونے سے بحران کی نشان دہی ہو گئی مصلحت نہ مل سکی جب کہ کسی پی آئی۔ ایم کا احتساب تھا۔ علیحدگی پسند انتشار پسند اور فرقہ پرست تحریکیں ایک بار پھر سے سارے ملک کے طول و عرض میں پھیل پڑیں۔ صرف ان علاقوں کے سوا جہاں سی پی آئی ایم کے زیر قیادت باتیں بازو کی تحریک کو غلبہ حاصل تھا یعنی مغربی بنگال، تری پورہ اور کیرالا کے سوا پنجاب میں علیحدگی پسند ابھی پیشی جسے سلطنت کی حمایت حاصل ہے، بھارتیہ وائے کے خروج بحران کانگریس کے موقع پرست رد عمل کا نتیجہ، آپریشن نیل ستارہ،

ت میں برآمد ہوا۔

آسام میں علیحدگی پسند ابھی پیشی اور وہ فرقہ وارانہ ہندوؤں میں ت اور شمالی ہند کے دیگر حصوں کو اپنی گرفت میں لے لیا، آج ملک میں پیشی سنگین بحران کا اظہار ہیں۔ ان ابھی پیشیوں کے مقابلے ملک کی وحدت اور سالمیت ہی کو خطرہ درپیش ہے۔

راجستھان کے جسے شریعتی انڈر کلاسز کے قتل کے بعد گندی لپا گیا سرکار اور حکمران پارٹی کے معاملات کو اس طرح سمجھا رہے ہیں کہ ان کے جہاں مزید شدید ہو گئے ہیں۔ جن تعصیوں پر دستخط کئے گئے ان کے پیچھے میں درحقیقت نا اتفاقی میں مزید اضافہ ہوا۔ ملک کی اقتصادیات کو کثیر قومی کمپنیوں پر اتنا انحصار کرنے پر مجبور کیا گیا ہے جس کی اس سے کوئی نظیر موجود نہیں۔ غیر وابستگی اور عالمی امن کی خارجہ پالیسی پر سارا جہاں کا دباؤ زیادہ سے زیادہ ہوا جا رہا ہے۔

چین کے ساتھ ہنر مند سرحدی جھگڑا اس بحران کا ایک اور نشانی ہے جو ہندوستان کے حکمران طبقوں کو درپیش ہے۔

حکمران پارٹی اور سرکار کے بڑے لیڈر عوام کی نظروں میں بازی کے سبب مشکوک ہو گئے ہیں، حکمران پارٹی کو خود اپنے دانت کے فروغ کی غرض سے بنیاد پرست، رجعت پسند اور فرقہ پرست قوتوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے میں ذرا سا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔

حکمران پارٹی کا عوام سے زیادہ سے زیادہ بیگانہ ہوتے جانا کسی بھی قسم کے ملک و شہر سے باہر ہے۔ ملک کے شروع میں مغربی بنگال اور کیرالا کے اسمبلی انتخابات میں بائیں بازو کے اور جمہوری مورچوں کے ہاتھوں ہارنا اسمبلی چناؤ میں ایک نئی کڑی کی کڑی اور ہر شہر بائیں گتیں اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حکمران پارٹی کے خلاف جمہوری عوام کے خروج کو بھی کرنے کی ذمہ داری بائیں بازو کی اور جمہوری تحریک، خصوصاً کانگریس، ایم اور سی پی آئی کے کندھوں پر ہے۔

حکمران کانگریس پارٹی کے اس ریکارڈ کے مقابلے بائیں بازو کی زیر قیادت مغربی بنگال، کیرالا اور تری پورہ کی حکومتوں کا روشن ریکارڈ ہے۔

آئین کے تحت ریاستی حکومتوں پر عائد شدید بندشوں کے باوجود ان حکومتوں نے یہ دکھا دیا ہے کہ تبادلہ پالیسیوں پر عمل کر کے فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھی جاسکتا ہے، عوام کے جمہوری حقوق کا دفاع کیا جاسکتا ہے اور قانون اور استحکام برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ سرمایہ دار آئین کی بندشوں کے تحت یہ حکومتیں زرعی اصلاحات نافذ کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ انہوں نے قومی وحدت کی علمبرداری کی ہے اور وہ ملک کی جمہوری تحریک کا سرمول ہیں۔

سی پی آئی۔ ایم کے پروگرام میں آج سے ۲۳ سال قبل یعنی ۱۹۶۷ میں یہ بات ملاحظہ کی گئی تھی کہ:

”تجربہ..... ذرا سے بھی شک و شبہ کے بغیر اس بات کا اظہار کر رہا ہے کہ سرمایہ داری کے عوامی بحران کے وقفے میں، خصوصاً ایسے وقت جبکہ یہ ایک شدید مرحلے میں داخل ہو گیا ہے، کم ترقی یافتہ ملکوں کے لئے سرمایہ دار راستے کے ذریعہ ترقی کی کاوشی فضول ہے۔ ایسے ترقی کے امکانات انتہائی محدود ہیں۔ یہ اقتصادی آزادی اور غریبی اور پس ماندگی اور غریبی اور بے روزگاری کے ہمارے بنیادی مسائل حل نہیں کر سکتے۔ یہ ملک کے انسانی اور مادی وسائل کے مکمل ترین استعمال کی ضمانت دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ یہ مسلسل بڑھتے ہوئے تقاضات کو فروغ بخشتا ہے اور عدم توازن اور بحران سے دوچار ہوتا ہے۔“

گزشتہ ۲۳ سال کی تاریخ اس امر کی صحت کی شہادت (باقی صفحہ پر)

زعفران

اور اس کی کاشت

ازہ: ————— موتی لال ستاتی

زعفران اور عنبری سیب کشمیر کے دو ایسے تحفے ہیں جنہوں نے قدرت کے اس شاہکار کے مددِ حال کو زیادہ دل کشی اور دلغریب بنا دیا ہے۔ شاید اسی بات کے پیشِ نظر حسنِ شناس اور حسنِ تراشِ شہنشاہ جہانگیر نے لکھا ہے کہ اس قطعہ اراضی کو ملک نہیں بلکہ باغ کہا جانا چاہئے۔

کشمیر کے تحفے زعفران اور عنبری سیب اس وقت ہادیِ فضاؤں کو معطر کر دیتے ہیں جب خزاں کی خشک ہواؤں کی آمد آمد ہوتی ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب وادی کے اطراف و اکاف میں سیمی پھول اپنی بہار دکھا کر رخصت ہونے کو ہرستے ہیں مگر اس موڑ پر زعفران کے پھل پھول کھلتے ہیں اور عنبری سیب کی خوشبو دل و دماغ کو تازہ کرتی ہے۔ زعفران اور عنبری کی خوشبو سے میوں تک کی فضا ملکِ اعظمی ہے۔ آپ زعفران زار میں جا چئے یا عنبری سیبوں کے باغ میں، یہی محسوس کریں گے کہ آبِ عطر فروشن کی دکان میں ہیں جہاں عطر کی شیشیوں کے ڈھکن کھلے پڑے ہیں۔

زعفران کو سنسکرت میں کرم کلکم کہا جاتا ہے۔ ہندی میں زعفران کو کیسر اور کشمیری میں ”کونگ“ کہا جاتا ہے۔ کشمیر میں زعفران کی کاشت زمانہ قدیم سے ہوتی چلی آئی ہے۔ کلہن نے راج ترنگنی میں لکھا ہے کہ زعفران کی گھٹی تلکٹک ناگ نے ہاراجہ لئادت (۷۳۱ء۔ ۷۹۵ء) کے وزیر کو تحفے کے طور پر دی تھی اور تب ہی اسے اس کی کاشت تلکٹک ناگ کے آس پاس پانند کے علاقے میں ہوتی ہے۔ مگر کلہن کے اس بیان کی تردید خود اس کے اپنے ہی لکھے سے ہوتی ہے کہ راج ترنگنی کی پہلی ترنگ میں ہی کلہن نے

کشمیر کو کیسر کی دعوتی کہا ہے۔ کلہن کے بیان کی تردید نیل مت پوران سے بھی ہوتی ہے جس میں زعفران کا ذکر واضح الفاظ میں ہوا ہے۔ نیل مت پوران ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی کے درمیان لکھی گئی ہے جبکہ راج ترنگنی بارہویں صدی میں لکھی گئی ہے۔ نیل مت پوران پر ہی بس نہیں مشہور چینی سیاح ہیون سانگ (۶۳۱ء۔ ۶۴۹ء) نے بھی اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ کشمیر میں

زعفران کی کاشت کا سہرا بودھ ادھٹ مدھانگد کے سر ہے جو زعفران کی گھٹی گندہ میدان سے اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ خزاں میں کشمیر کے لوگ زعفران کے پھولوں کی مالابیل کو بیاتے تھے اور بودا سکھ مدان بدھ دھرم کے ماننے والے زعفران کو استعمال میں لاتے تھے۔ مدھیاننگ بنگوان بدھ کے نروان کے بعد چوتھی صدی قبل مسیح میں اجات شترو کے دورِ حکومت میں بہت سے ”بٹ“ کے ساتھ دیا کشمیر آیا۔ کشمیر میں بودھ دھرم کا ”اسی“ نے شروع کیا۔ پھر یہیں لکھا ہو کر رہ گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ”گے“ براہ منگ مامن زندہ تھا۔ ہیون سانگ سے پہلے بھی ایک چینی کتاب میں جو بنیادی طور پر سنسکرت میں لکھی گئی تھیں وہ مت کے بارے میں ہے، کشمیری زعفران کا ذکر ہوا ہے۔ اس کتاب کا اصلی نام ”فہا سمنٹا“ ہے اور اس کا چینی ترجمہ ۵۸۹ء اور ۶۱۸ء کے درمیان ہوا ہے۔ اس کتاب میں زعفران کا چینی نام ”کونگ“ اور زکریا لکھا ہے۔ بعض عالموں نے زعفران کے کشمیری نام ”کونگ“ کو کلم کم سے ماخوذ بتایا ہے مگر میرا خیال ہے کہ مستحق اعتبار سے کشمیری ”کونگ“ ”چینی کونگ“ سے زیادہ قریب ہے۔ قاعدے کے مطابق چینی نام کے باقی حروف حذف ہو چکے ہیں اور صوف ”کونگ“ باقی رہا ہے جو اکثر صورتوں میں ہوتا چلا آیا ہے۔ چینی میں زعفران کے لئے تبادل نام رواج ہونے سے اندازہ ہوتا ہے کہ چین میں بھی زعفران کی کاشت ہوتی تھی یا ہوتی ہو۔

کشمیر میں راجہ پرمارک مدھیاننگ کی بدولت زعفران کی کاشت کو بڑھا دینا کہاں تک درست ہے یہ ایک

۱۳

بحث طلب لہر ہے مگر اس بات کی تصدیق کہ وہ جیائیک کشمیر
 آیا تھا لیکن اس کی قومی تہذیب و تمدن اور زبان و ادب کی
 تہذیب و تمدن میں بودہ مذہب کی تاریخ و حوالہ عادت کی روشنی میں
 کشمیر میں زعفران کی کاشت گزشتہ ۲۲ سال سے جلی آئی
 ہے جو تکر الیشا میں زعفران کی کاشت صدوں سے کشمیر سے
 محمد میں ہے شاید اسی زبان پر زعفران کو کشمیر یا بھی کہہ
 گیا ہے۔

زعفران زمانہ قدیم سے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ کشمیر میں
 اس کا استعمال ہندو لوگ ایک شائے اور پوجا کے لئے زمانہ قدیم
 سے کرتے آ رہے ہیں اس سے علاوہ زعفران سے خالص قسم کا مہم
 اور دوائی بھی تیار کی گئی ہے۔ زعفران کشمیر میں زعفران
 خوشبودار مسالے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ چائے کے رنگ
 کشمیری قبیلوں کے خوشبودار مسالے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔
 گوتے۔ زعفران کے علاوہ زعفران کے علاوہ زعفران کے علاوہ
 زعفران کے علاوہ زعفران کے علاوہ زعفران کے علاوہ
 مہم کے علاوہ زعفران کے علاوہ زعفران کے علاوہ
 محبت سے اس رنگ اور زعفران کے علاوہ زعفران کے علاوہ

ہے دیکھی پانیور کے زعفران زار میں زعفران چنتے چنتے
 کیا تو زور و زور ات پانے کے لئے دیر لگا رہی ہے

ایک خاص قسم کا علاوہ تیار کرنے میں بھی زعفران کا استعمال ہوتا ہے۔
 اس علاوہ کو زعفرانی پلا کہہ جاتا ہے۔ کشمیر کے علاوہ زعفرانی
 علاوہ ایران اور اسپین میں بھی کافی مقبول ہے۔ مغربی دنیا میں جو بھی
 ایک کے علاوہ اسپین میں بھی زعفران کی کاشت لگاتار
 مغربی دنیا کی بڑی بڑی شہر سے تو سب سے بڑی یونان
 سے آ جاتا ہے۔ یونان پر ہزار ہا علاقوں اور تھیلوں کی
 موطر کر کے زعفران میں لایا جاتا تھا۔ موطر کے لوگ
 عملی تیار میں زعفرانی موطر کا پتہ لگاتار کرتے تھے۔ اس بات کے
 حوالہ جات یہ موجود ہیں کہ زعفران کے علاوہ زعفران کے علاوہ

ہو اس وقت وہاں کے ملکی کوچوں کو زعفرانی موطر کے پتہ لگاتار
 مہکا دیا گیا تھا۔ موطر کے علاوہ زعفرانی موطر کے علاوہ زعفران کا
 استعمال طباقی اور ادویات کی تیار میں لایا جاتا تھا۔ عرب خاقین
 نے زعفران کی کاشت کو ۱۱۰۰ میں شروع کیا۔ انگلستان میں
 لندن سے ۱۴ میل دور مالڈن میں زعفران کی کاشت کو
 رواج دینے سے متعلق آراء میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا
 ہے کہ وہاں پر زعفران کی کاشت کو رواج کرنے کا سہرا تریڈ
 کے ایک ڈاکٹر کے سر ہے جو زعفران کی ایک کشتی لے کر
 خول میں چپا کر لایا تھا جب کہ دوسرے کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ
 انگلستان میں زعفران کی کاشت قسطنطنیہ جنوں کے پورس رواج
 ہوئی۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ زعفران کا اصلی وطن
 اہل کے ایک ہے جہاں اس کو کاشت کو گزشتہ تین
 دور میں ہے۔ زعفران مشرق اور مغرب کے مابین
 یہودی قسطنطنیہ قابل ذکر ہے کہ زعفران کے تیزی سے
 قسطنطنیہ سے نہیں لکنا۔ البتہ زمین میں رنگائی گئی کشتیوں کی تعداد
 وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔ اگرچہ کچھ لوگ
 نے کشمیر کو زعفران کا آبائی وطن مانا ہے مگر بودہ ادھت میں
 مہدیانک کے حوالے سے جہاں زعفران کی کاشت کے بارے
 میں کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ زعفران کی گزشتہ کشمیر میں باہر سے
 لائی گئی تھی۔ اگرچہ یہ کام آج سے دو دھائی ہزار سال پہلے انجام
 دیا گیا ہے۔

ریاست چین کشمیر میں دلدی کے علاوہ زعفران
 کی کاشت گزشتہ ۱۵۰۰ میں بھی ہوئی ہے۔ وہاں پر جو زعفران پیدا
 ہوتا ہے رنگ کے اعتبار سے وہ زیادہ شریخ ہے مگر اس کی
 خوشبودار کشمیری زعفران کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔
 زعفران کے جو کیفیت آج ہمارے کپڑوں کے لئے
 خوشبوئی اور نارنگ الائی کے خاص ہیں۔ شخصی بودہ میں یہی ہوتا
 اگلنے والے کیفیت ان کے لئے مصیبت کی آماجگاہ تھے۔ ہندو دور
 کے بارے میں تو معلوم نہیں البتہ ہندوستان میں سدھوں کے زمانے

میں زعفران پر سرکاری اجارہ داری تھی۔ پھول چٹنا اور زعفران کو پھولوں سے الگ کرنا یہ کام لوگوں سے زبردستی کروایا جاتا تھا۔ اس بیگے کے عوض ان کو تھوڑا سا نمک دیا جاتا تھا۔ (یاد رہے کہ پرانے زمانے میں نمک کشمیر میں کافی ہنگامہ پایاب تھا) دوپل زعفران چننے کے بدلے ایک پل نمک زعفران چننے والوں کو دیا جاتا تھا۔ غازی خاں چک کے زمانے میں زعفران چننے کے لازمی بیگار کو ختم کر دیا گیا۔ اس سے ۵۵ سیر زعفران کے پھول چننے کے عوض باج سیر چنے ہوئے پھول مزدوروں کے لئے اجرت کے طور پر مقرر کئے۔

زعفران چننے اور صاف کرنے کے پڑانے غیر منصفانہ اور ظالمانہ طریقہ کار کو شہنشاہ اکبر نے ۱۵۹۷ء میں ختم کر دیا۔ مگر شہنشاہ کی وفات کے ساتھ ہی بیکار کار پڑنا طریقہ کار پھر سے لاگو کر دیا گیا اور دوپل ظلم کی جگہ میں پتے رہے۔ شاہجہاں کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس نے ایک شاہی فرمان کے ذریعہ بیگار کے طریقے کو منسوخ کر دیا اور حکم دیا کہ زعفران کے کھیت چوکنو سرکاری ملکیت ہیں اس لئے ان کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو باقاعدہ مزدوری دی جانی چاہئے مگر شہنشاہ نے جاگیرداروں کو یہ آزادی دے رکھی تھی کہ وہ جس طرح چاہیں اپنا زعفران جمع کروا سکتے ہیں۔ اس بات سے اشارہ ملتا ہے کہ سرکار کے علاوہ زعفران کی کاشت اس زمین پر بھی ہوتی ہے جو جاگیرداروں کی ملکیت تھی۔ پٹان دور میں زعفران کے کھیتوں کو بنیادی کے ذریعہ ٹیکے پر دیا جاتا تھا۔ کامیاب بولی دہندہ رقم سرکاری خزانے میں جمع کر دیتا تھا اور بعد میں زعفران کے پھول اپنی مرضی کے مطابق اکٹھے کروا کر زعفران بیچ دیتا تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب ٹیکے دارہ دستہ علاقوں سے مزدور لا کر پھول چننے میں لگا دیتا تھا۔ پٹانوں کے بعد سکھوں اور دیگر گروہ ہمارا جوئے تھے بھی ٹیکے کے سلسلے کو جاری رکھا۔ اس زمانے میں زعفران سرکاری آمدنی کا ایک خاص ذریعہ تھا مگر قحط کے دوران جان بچانے کی خاطر لوگ زعفران کی گنٹھیاں کھا لیتے تھے اور پیداوار گر جاتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۳۲ء کے قحط میں جب لوگ کمزور زعفران کی تمام گنٹھیاں کھا گئے تو کاشت کرنے کے لئے بیج کی

گنٹھیاں کشتوار سے لا لی گئیں۔ ۱۹۵۰ء میں کانون کو زمین کے مالکانہ حقوق مل جانے کے ساتھ ہی استعمال کا صدیوں سے مروج سلسلہ آئندہ کے لئے ختم ہو گیا۔

گزشتہ زمانے میں اس کی کاشت پانیور سے مخصوص تھی اگرچہ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ اندر کوٹ میں ایک میل کے رقبے میں زعفران کی کاشت ہوتی تھی مگر جہاں گیر نے اس کے بیان کو یہ کہہ کر دیکھا ہے کہ کشمیر پھر میں زعفران صرف پانیور میں اگایا جاتا ہے۔ اسکے گورنر جہاں سنگھ نے کریوہ مٹن اور کریوہ دامندر پر زعفران کاشت کرنے کا تجربہ کیا مگر ناکام رہا۔ پر اب صورت حال نے بدلنا کھایا ہے۔ آج کل ناکام کریوہ ستمبر کے چینے میں زعفران کی خوشبو سے بک اٹھتا ہے اور سیلون نمک زعفران کے پھول لہہاتے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی زعفران اگایا جاتا ہے جو پانیور کے زعفران سے کسی خاصہ سے کمتر درجے کا نہیں۔ چنانچہ یہ سلسلہ اب وسعت پکڑتا جا رہا ہے۔ حالانکہ جوہے زعفران کی کاشت میں کافی اڑچن ہے۔ اس سے بھی گارہیں مشکل پر بھی قابو پا جا رہا ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ زراعت بھی کافی سرگرم عمل ہے۔ اس نئی صورت حال نے اس اساطیری روایت کو ہمارے کمر کے مکھیا ہے کہ پانیور کے سوا زعفران کی کاشت دوسرے مقامات پر کامیابی کے ساتھ کرنا ممکن نہیں۔

زمانے کے آثار چڑھاؤ کے ساتھ زعفران کی پیداوار میں بھی کمی و بیشی ہوتی رہی ہے۔ اکبر زمانے میں درج ہے کہ اس زمانے میں ایک گنٹھی پر تین پھول کھلتے تھے اور سرکار کو کمی ۲۵۰۰ من اور کمی ساڑھے ۸۸۸ من پھول حاصل ہوتے تھے۔ مرزا حیدر دہلوی کے وقت ۳۵۰ من زعفران کے پھول حاصل ہوتے تھے اور ۱۵۹۵ء میں جب زعفران کے زیر کاشت رقبے کو سرکاری تحویل میں لیا گیا اس سال ہر گنٹھی پر آٹھ پھول کھلے اور پیداوار ۱۱۲۸۰ من تھی۔ تہیم اندازے کے مطابق ایک سیر خالص زعفران ۲۸ سیر پھولوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ابو الفضل کے مطابق زعفران کی گنٹھی قوم کی گنٹھی جیسی ہوتی ہے اور اسے اپریل کے چینے میں زمین پر لگایا جاتا ہے۔

پارش سے گنتیاں اپنا جڑیں جالی تھیں ہے اور ستمبر کے مہینے میں بھول
کھین مشرود ہوتا ہے۔ زعفران کا پودا ایک فٹ کے قریب
اونچی ہوتا ہے مگر پودے کی اونچائی کا مادہ مدار زمین کی زرخیزی پر
مغیر ہے۔ مگن ہے کہ مغلوں کے زمانے میں گنتیاں اپریل میں
ہوتی جاتی تھیں مگر اب یہ طریقہ بدل گیا ہے۔ آج کل گنتیاں
جولائی اور اگست کے دوران کیاریوں میں لگائی جاتی ہیں۔ ہر کیاری
جیسے شیریں میوہ کو کچھ دارا کہتے ہیں جو کور ہوتی ہے جس کی لمبائی
آٹھ فٹ اور چوڑائی سات فٹ ہوتی ہے۔ زمین میں ملی چلا کر
سب سے پہلے مٹی کے ڈھلے اچھی طرح توڑے جاتے ہیں۔ اور وہی مہین
ہو جائیں اس کے بعد اسے کیاریوں میں لگایا جاتا ہے۔ کیاریوں کا
ڈھلوان ہونا ضروری ہے۔ کیاریوں کا فاصل پانی ان میں ٹھہرا نہ رہے
کیونکہ پانی ٹھہرا رہنے سے گنتیاں سڑ جاتی ہیں۔ پانی کے نکاس
کے لئے کپڑے اور گود کا دانستہ اپنا یا جاتا ہے۔ اس کے بعد کیاری
کا رخ اس سے ہر ایک فٹ کی اونچائی تک مینڈھیں لگائی جاتی
ہیں۔ زعفران کی کاشت کے لئے غیر آبپاشی آرائشی کی ضرورت
ہوتی ہے مگر زمین بنیادی طور پر کافی زرخیز ہونی چاہئے گیوں کو
کاشت کے لئے زرخیز زمین میں کسی قسم کی گھاد کا استعمال ہوتا ہے
اور نہ ہی اسے پانی دیا جاتا ہے۔ حالانکہ چند ایک سال تک زیر
کاشت لانے کے بعد زعفران کی کیاریوں کو سالہا سال تک خالی
چھوڑا پڑتا ہے تاکہ ان کی زرخیزی کا قدرتی عمل خود بخود بحال ہو
جائے۔ گنتیاں چودہ سال تک بھی زمین میں صحیح و سالم رہتی ہیں
اس کے بعد ان کی جگہ نئی گنتیاں لے لیتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ
اتنی دیر تک گنتیوں کو زمین میں رہنے نہیں دیا جاتا اور ہر تین سال
کے بعد گنتیاں اکھاڑنے اور نئے سرے سے ان کو بونے کا
طریقہ اپنا یا گیا ہے جس کی بدولت پیداوار اچھی ہوتی ہے۔

زعفران کا مٹھی رنگ بھول کیسے ملتا جلتا ہے۔ جب
زعفران زار کھل اٹھتا ہے اس وقت ہر طرف خوشبو کی لہریں دوڑ جاتی
ہیں اور کیف و سرور کا سماں بندھ جاتا ہے۔ حالانکہ زعفران
کی اس خوشبو کا اثر ان لوگوں پر ہوتا ہے جو زعفران بچنے کے
مادی ہوتے ہیں مگر یہ بات ہر ایک کے لئے سچ ثابت نہیں ہو سکتی۔

جہاں گیر نے یہاں تک لکھا ہے کہ جب اہل کارہل سمیت زعفران
زار کا نظارہ دیکھنے کے لئے گئے تو کبھی وہی سرور کا شکار
ہو کر رہ گئے۔ زعفران بچنے کا عمل یہی خامد لطیف اور صبر آزما
ہے۔ بچنے کے بعد پھولوں کو صوب میں سکھایا جاتا ہے۔ دوسرے
مہینے پر بھول کے بیج میں موجود ڈنڈیوں کو جن لیا جاتا ہے۔ یہ
ڈنڈیاں تیسری رنگ کی ہوتی ہیں مگر اس کا کچھ حصہ سفید ہوتا ہے۔
زعفران کی ان ڈنڈیوں کو کشمیری میں "تیمبر" کہا جاتا ہے۔ ڈنڈیوں
کا سبز حصہ شاہی زعفران کہلاتا ہے۔ اس کا سفید حصہ بھی
زعفران ہی ہوتا ہے۔ مگر شاہی زعفران سے کم تو درجے کا مٹا ہے
زعفران کا شمار اعلیٰ درجے میں ہوتا ہے جبکہ سفید حصے والا دوسرے
درجے کا زعفران ہوتا ہے۔ ڈنڈیاں الگ کرنے کے بعد بھولوں کو کچھ
صوب میں سکھایا جاتا ہے۔ پھر ان بھولوں کو چھوڑ کر بچے بچے
کونا جاتا ہے۔ اس عمل کے بعد پھولوں کو پانی میں ڈالا جاتا ہے۔
بھول پانی پر تیرتے رہتے ہیں اور کچھ زعفران جس میں زرخیز بھی
شاہی ہوتا ہے تہہ میں جمع ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد پانی کو نکھار
کر تہہ میں جمع زعفران کو سکھایا جاتا ہے۔ یہ طریقہ تین بار دہرایا
جاتا ہے۔ شاہی زعفران کو کشمیری میں "مہنگر" اور دوسرے
درجے کے زعفران کو "پٹ" کہتے ہیں۔ زعفران کی کیاریوں سے
جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس کے بارے میں جانکار کی دینا بھی
مناسب معلوم ہوتا ہے۔ زعفران کاشت کرنے والوں کی زبان
میں پچاس کیاریوں پر محیط رقبہ کو پٹھہ کہتے ہیں۔ اس ایک پٹھہ سے
پہلے سال ڈھائی سیر بھول حاصل ہوتے ہیں۔ دوسرے سال یہ
پیداوار ساڑھے چار سیر اور تیسرے سال ۹ سیر تک پہنچ جاتی ہے۔
اگر کیاریوں کی نگہداشت اچھی طرح نہ کی جائے اور چھوڑ کا
سبب نہ ہو تو پیداوار کافی گھٹ جاتی ہے۔ سال میں زمین کی
چار بار گدالی کرنا ضروری ہے۔ زمین میں نمی کا قائم رکھنا اچھی فصل
نہ ہونے کی علامت ہے۔ اگر اپریل اور مئی کے دوران بارشیں
اچھی ہوں تو زعفران کی بھرپور کشتی کی امید کی جاسکتی ہے ورنہ اس میں
کمی ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ ابھی تک زعفران بیاریوں سے
بیمار ہوا ہے۔ مستقبل کی نگل کھاتے گا معلوم نہیں۔ ایک اور دلچسپ
(باقی صفحہ پر)

وزیر اعلیٰ نے سیلاب زدہ علاقوں کا دورہ کیا

وزیر اعلیٰ شری جوتی باسوتے نے سیلاب زدہ ضلع مالہ کا ۱۸ اگست کو پہلی کبڑے کے ذریعہ دورہ کیا۔ اس دوران انہوں نے موڑ گاڑی کے ذریعہ گاجل شاہ کے علاقوں میں قائم کردہ امدادی کیمپ کا بھی معائنہ کیا۔ اس کے بعد انہوں نے اس ضلع کے اعلیٰ سرکاری افسران کے ساتھ سیلاب کی صورت حال کی بابت بت چیت کی۔ وزیر اعلیٰ نے بتایا کہ سیلاب کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کی تلافی کے لئے ریاستی حکومت نے ہنگامی طور پر مختلف اقدامات کوئے گا۔

سیلاب سے ضلع مالہ کے ۱۲ بلاکوں اور دو تھانڈیوں کے علاقے متاثر ہوئے ہیں۔ ان میں باون گولہ، حبیب پور، پیراما مالہ، چنیل اور رتی کے علاقے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ اس ضلع میں سیلاب زدہ کل علاقے کا رقبہ ۱۵۶۰ مربع کلومیٹر ہے، ۵۵۰۹ لاکھ افراد سیلاب سے متاثر ہوئے۔ ۲۰ لاکھ افراد کو محفوظ جگہوں پر منتقل کر دیا گیا ہے۔ ضلع انتظامیہ کے ذریعہ ۲ لاکھ لوگوں کی بنیاد کا انتظام کیا گیا۔ امدادی اور دیکھاؤ کے کام کے لئے فوجیوں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ ۳۳ مشینیں کشتیاں اور ۲۷۵ دیسی کشتیاں بچاؤ اور امدادی کاموں میں لگی ہوئی ہیں۔

ضلع مالہ میں امدادی کام جاری ہے۔ اس ضلع میں اب تک مندرجہ ذیل چیزیں سیلاب زدگان کی امداد کے لئے فراہم کی گئیں۔ ۶۱۵ میٹرک ٹن چاول، ۵۶۳ میٹرک ٹن گیہوں، ۱۱۰۷ عدد پرلی تھین کی چادر، ۶۳ بے دودھ پروڈر، ۲۱۰ بے چرے اور ۶۷ بے گڑے۔ اس ضلع میں امداد کے لئے اب تک ۱۳ لاکھ روپے خرچ کئے گئے ہیں۔

سیلاب زدگان کی امداد

ریاستی انتظامیہ سیلاب زدگان کی امداد اور بچاؤ کے

کام میں بہت ہی مرکز طور پر سرگرم عمل ہے، کیونکہ شمالی بنگال کا تقریباً پورا علاقہ اور خاص طور پر اضلاع مالہ اور مغربی دینا چور کے بہت سارے علاقے زبردست سیلاب سے بری طرح متاثر ہوئے۔

سیلاب زدگان کو کچھ نہ کچھ امداد فراہم کر کے اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے پیش نظر ریاستی حکومت نے اپنے تمام وسائل کو، جو اس کی پہونچ میں تھے، روبر کار لایا۔ ۲۴ اگست ۸۷ تک ریاستی حکومت نے جلدائی گڑی ضلع میں ۸۰ میٹرک ٹن گیہوں، ۱۰۷۰۰۰ روپے، بطور اتفاقی اخراجات، ۱۳۸۰ عدد ترپال، ۲۵۰ عدد ساڑی، دھوتی اور بچوں کا لباس، ۵۰۰ کیلوگرام دودھ یاؤڈر، اور ضلع کوچ بہار میں ۶۷۰ میٹرک ٹن گیہوں، ۱۰۰ میٹرک ٹن چاول، ۱۲۵۶۰۰ روپے بطور اتفاقی اخراجات، ۵۴۰ عدد ترپال، ۳۵۰ عدد ساڑی، دھوتی اور بچوں کا لباس، اور ۱۰۰۰ کیلوگرام دودھ یاؤڈر فراہم کئے۔

ضلع مغربی دینا چور میں سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ریاستی حکومت نے ۱۶۹۵ میٹرک ٹن گیہوں، ۱۲۸۲ میٹرک ٹن چاول، ۱۶۵۰۰ روپے بطور اتفاقی اخراجات، ۱۹۳۵۰ عدد ترپال، ۲۷۵۰ عدد ساڑی، دھوتی اور بچوں کا لباس، ۷۵ میٹرک ٹن چوڑا، ۲۴۱ میٹرک ٹن گڑا، ۸۵۰۰ کیلوگرام دودھ یاؤڈر اور ۳۰۸ میٹرک ٹن روٹی، ضلع مالہ میں ۹۳۵ میٹرک ٹن گیہوں، ۶۴۰ میٹرک ٹن چاول، ۱۵۵۰۰ روپے بطور اتفاقی اخراجات، ۱۳۸۰۰ عدد ترپال، ۷۵۰ عدد ساڑی، دھوتی اور بچوں کی پوشاک، ۵۶۱ میٹرک ٹن چوڑا، ۱۲ میٹرک ٹن گڑا اور ۸۰۰۰ کیلوگرام دودھ یاؤڈر اور ضلع دارہلنگ میں ۱۲۰ میٹرک ٹن گیہوں، ۱۲۰۰۰ روپے بطور اتفاقی اخراجات، ۱۰۰۰ عدد ترپال، ۲۵۰ عدد دھوتی اور ساڑی اور ۵۰۰ عدد بچوں کی پوشاک فراہم کئے۔

وزیر اعلیٰ اور دیگر کئی وزراء نے متاثرہ ضلعوں کا دورہ کیا اور سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ضروری ہدایات دیں۔ وزیر اعلیٰ حکام کی ایک جماعت کو سیلاب زدہ ضلعوں میں امدادی

کام کی جائز ہونے کے لئے چھوڑ دیا۔ بہت سارے علاقوں میں
سیلاب زدگان کو پناہ گاہ فراہم کرنے کے لئے امدادی کیمپ
قائم کئے گئے۔

ریاستی حکومت نے مرکزی حکومت کے پاس ایک پیام
بھیجا جس میں سیلاب سے رونما ہونے والے نقصانات کا ذکر
کیا گیا۔ اساتذہ پھر گزشتہ درخواست کی تہمت کی کہ وہ ایک مرکزی
ٹیم بیان بھیجے تاکہ سیلاب سے ہونے والے نقصانات کا تخمینہ
لگایا جاسکے اور اس طرح عطیات کے لئے سندائش پیش کر سکے۔
صحت عامہ خدمات کے افراد کو بھی چونکا کر دیا گیا ہے
کیونکہ سیلاب زدہ علاقوں میں وبائی امراض کے پھوٹ پڑنے
کا خدشہ لاحق ہے۔ ضلعوں کے چیف میڈیکل افسروں کو یہ ہدایت
دی گئی ہے کہ وہ صحت عامہ دیکھنے کی ٹیموں کو تیار رکھیں تاکہ
آفات نامہ کی کامیابی کا مقابلہ کیا جاسکے۔

دریں اثناء وزیر اعلیٰ شری راجیو گاندھی نے گزشتہ
۲۵ اگست کو اضلاع مالہ اور دنیاچ پور کے سیلاب زدہ علاقوں
کا ہوائی جائزہ سے معاہدہ کیا اور فوراً ۸۷ کروڑ روپے
بطور امداد دینے کی فوری منظوری دی۔ اتنی رقم ریاستی حکومت
سیلاب زدگان کی امداد کے لئے خرچ کر چکی تھی۔

بقیہ: زعفران کی کاشت

بات یہ ہے کہ شہد کے جو جتنے زعفران کے کھیتوں کے آس پاس
گئے ہوتے ہیں ان کا شہد کافی لذیذ اور خوشبودار ہوتا ہے۔
زعفران کی دھرتی کشمیر، رنگون اور نظاروں کی سرزمین ہے۔ اس سرزمین کو
کبھی سادہ اپنیٹھ تو کبھی ایران صغیر اور کبھی زعفران کی نسبت سے
کیسر کی دھرتی کا نام دیا گیا ہے۔ ہماری دھرتی نام کی ہی نہیں بلکہ سونا
انگھنے والی دھرتی ہے جس کے چمن زاروں میں زعفران پیدا ہوتا ہے۔
جو سونے کے کسی طرح کم نہیں۔ ہمارے یہاں زعفران زار چمن
کی ایک ایسی کان ہے جو کبھی بھی خالی نہیں ہو سکتی۔

سیلاب زدہ علاقوں میں صحت عامہ کے انتظامات کیلئے عطیہ

ریاستی حکومت نے ۸۷ کروڑ روپے منفری دنیاچ پور کے اضلاع
کے سیلاب زدہ علاقوں میں عوام کو طبی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے
منفری دنیاچ پور کے بالوٹھ کے چیف میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ
کو ایک لاکھ روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے۔ اس
طرح عطیات دینے کی رقم دو لاکھ روپے ہو گئی۔ دیگر ایک لاکھ روپے
اسی مقصد کے لئے ضلع مالہ کے چیف میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ
کے دینے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس طرح ضلع مالہ کو عطیہ دینے
کی رقم ۲ لاکھ پچاس ہزار ہو گئی۔

ریاستی حکومت نے مرشد آباد کے چیف میڈیکل آفیسر
آف ہیلتھ کو پچاس ہزار روپے اور کوچ ہار کے چیف میڈیکل
آفیسر آف ہیلتھ کو مرشد آباد اور کوچ ہار اضلاع کے سیلاب
زدہ علاقوں میں سیلاب امداد صحت عامہ کے اقدامات اور دیگر
متعلقہ کاموں کے لئے ۵۰ ہزار روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری
دے دی ہے۔ اس طرح کوچ ہار کو عطیہ کے طور پر دی جانے والی
رقم ایک لاکھ روپے ہو گئی۔ اس طرح ہی مقصد کے لئے جلد پانی گڑی
کے چیف میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ کو مزید ۵۰ ہزار روپے بطور
عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے۔ اس طرح جلد پانی گڑی کو
بطور عطیہ دی جانے والی رقم ایک لاکھ روپے ہو گئی۔

شیڈولڈ کاسٹ عوام کی معاشی ترقیاتی اسکیم کیلئے عطیہ

ریاستی حکومت نے ۱۹۸۷-۸۸ کے دوران شیڈولڈ
کاسٹ کے لئے مرکزی خصوصی امداد پروگرام کے تحت شیڈولڈ
کاسٹ لوگوں کی معاشی ترقیاتی اسکیم کی تشکیل کے لئے ایک کروڑ
پچاس ہزار روپے کے عطیہ کی اخراجات کی منظوری دے دی
ہے۔ یہ روپے ریاست کے ۱۷ اضلاع کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
اور انتظامیہ افسروں کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔

وزیر مالیات شری اشیم داس گپتا، مالدار ضلع کے کاجول بلاک میں لہادی کیمپ میں سیلاب زدگان سے بات چیت کرتے ہوئے۔

سیلاب زدگان کی امداد

Chief Editor: Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor: Dhirendra Dutta. Associate Editor Md. Azam. Asstt. Editor: Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T. Printers, 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 048.

MAGHREBI BANGAL
15 SEPTEMBER 1987

Postal Regd. No. WB/CC-52
Vol-34 No-18
PRICE 15 Paise

ضلع مالہ کے سیلاب زدہ علاقے (اوپر) حبیب پور اور نیچے) بادشہ گولہ





مغربی بینکال

۱۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء



مغربی بنگال

شرح خریداری

مالانہ، بین روپے اس شمارے کی قیمت، ۲۰ پیسے

ترسیل زندگاپتہ

برنس بنجورا

منعہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

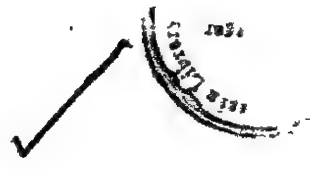
۲۳۔ آراین الگھری روڈ۔ کلکتہ۔ ۱۔ ۷۰۰۰۰

مدیر اعلیٰ : پربین بھٹا چاریہ
مدیر : دھرم پرا ناتھ دت
ناٹ مدیر : محمد اعظم
مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

جلد نمبر ۳۲ * ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۷ * شمارہ نمبر ۱۹



وزیر اعلیٰ شرما جیوتی بامو، ۱۴ ستمبر ۱۹۱۷ء کو گورنمنٹ بنگالہ میں نامہ تیار کیا تھا کہ



فکر تونسوی

اردو ادب کے طنز و مزاح کے عظیم فنکار

از: محمد اعظم

اس برصغیر کے مقبول ترین طنز نگار فکر تونسوی نے بیاز کے چھلکے اتارنے اتارنے ۱۲ ستمبر ۱۹۸۶ء کو اپنی زندگی کی بیاز کا آخری جھلکا اتار دیا اور آج ہمارے پاس صرف ان کی یادوں کی بیاز کے چھلکے رہ گئے۔

۱۲ ستمبر ۱۹۸۶ء کو ان پر غائب کا حملہ ہوا۔ یہ تیسرا حملہ تھا۔ اس سے قبل دو بار ان پر غائب کا حملہ ہو چکا تھا۔ انہیں خور آباد ہی کے مسفر جنگ ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ یہاں ان کی علالت میں کچھ افتادہ نہیں ہوا۔ پھر تین دن کے بعد انہیں جی۔ بی۔ ہنٹ ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا۔ وہاں بھی وہ بے ہوشی کے عالم میں پڑے رہے اور اس کے چار دن کے بعد ۱۴ ستمبر ۱۹۸۶ء کی رات کو ۲ بجے اس دار فناء سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے۔ اسی دن ان کے جسدِ خاکی کو نذر آتش کر دیا گیا۔ اس طرح اردو ادب اور اردو صحافت کا ایک درخشاں ستارہ ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔

فکر تونسوی کا اصل نام نارائن تھا۔ وہ اپنے والدِ دھنیت رائے کے تیسرے اور سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ فکر تونسوی کی پیدائش ۱۹۱۸ء کو ۴ بجے صبح کے وقت شجاع آباد ضلع ملتان میں ہوئی۔ اس وقت ان کے والد وہاں ہندوستانی کے طور پر ایک زمین دار کے بیان کام کرتے تھے۔ جب فکر کی عمر دو یا تین مہینہ کی تھی ان کے والد وہاں سے نوکر کی جوڑ کر اپنے آبائی وطن نقبر تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان، پنجاب (پاکستان) میں واپس

آ گئے۔ ابتدائی تعلیم فکر تونسوی نے گھر پر حاصل کی، پھر درجہ ہشتم تک مکمل اسکول مگروٹھ خیل، تونسہ میں اور اس کے بعد میٹرک اسکول تونسہ انہوں نے میٹرک پاس کیا۔ اردو زبان سے انہیں شروعات ہی سے دلچسپی تھی، اس لئے میٹرک کے امتحان میں انہوں نے اردو زبان میں بہت ہی اچھے نمبر حاصل کئے۔ اس کے بعد انہوں نے "ایمرسن کالج" ملتان میں ایف۔ اے میں داخلہ لیا۔ یہاں انہوں نے کالج میں پہلا سال مکمل کر لیا اور دوسرا سال میں بھی اچھے، لیکن اس دوران ان کی والدہ کی موت کی وجہ سے وہ تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے اور روزی روٹی کمانے کی فکر میں لگ گئے۔

فکر اپنے اسکول میں بحث و مباحثہ اور تقریری و تحریر کا مقابلے میں حصہ لیا کرتے تھے۔ تحریری مقابلے میں وہ اعلیٰ نمبر پر آتے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی ادبی زندگی کا آغاز ہائی اسکول کے زمانے سے ہوا، اور یہ تقریری اور تحریری مقابلے اس بات کی غماز کا کرتے ہیں کہ وہ جس زبان کے ممتاز و مقبول مصنف و طنز نگار بننے والے تھے اس کے جراثیم ان میں داخل ہو گئے تھے۔

فکر کی عمر ۸ برس کی تھی جب انہوں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور ۱۹۲۶ء سے روزنامہ ٹی کے جنگی میدان میں قلمبازی کو دپڑے۔ خوشنویس سے ان کی ملازمت کا آغاز ہوا۔ انہوں نے ایک مقامی خوشنویس سے چند دنوں میں خوشنویسی کے فن پر عبور حاصل کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے وکٹر ٹرٹ بورڈ سیخوڑہ کے ہفتہ وار سالانہ "ان" میں بحیثیت خوشنویس

ایک سال تک کام کیا۔ اس کے بعد انہوں نے انگریزی کام کیا۔ بہت ہی کم عداوت کی وجہ سے انہوں نے اس نوکری کو بھی ترک کر دیا اور عداوت خود مختلف فرموں اور کمپنیوں کے سائن بورڈ اور اشتہارات پینٹ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن مالی لحاظ سے یہ کام بھی نفع بخش ثابت نہیں ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے عام پورہ صلیح ڈبرہ غازی میں واقع ایک مقامی آرٹ پرائمری اسکول میں مدرس کے عہدہ پر فائز ہو گئے۔ یہاں انہوں نے بحیثیت مدرس اپنی بہتر صلاحیتوں کا مظاہر کیا لیکن یہاں انکی تنخواہ اتنی نہیں تھی کہ جس سے گزر بسر کے اخراجات پورے ہوں۔ اس لئے ایک سال کے بعد انہوں نے اس نوکری کو چھوڑ دیا۔ پھر ایک خوشبودار تیل بنانے والی کمپنی، تیل پینٹری اسپیشل، کی ایکشنری لے لی۔ خوشبودار تیل کی فروخت کے لئے انہیں دن رات محنت کرنی پڑتی تھی لیکن یہاں بھی وہ مروت میں مار کھا گئے۔ اس کام سے انہیں فائدہ کی جگہ نقصان پہنچا لگا۔ آخر کار انہوں نے اس کام کو بھی چھوڑ دیا۔

اس طرح ساڑھے تین سال تک وہ نگر معاش میں جدوجہد کرتے رہے۔ علی روزگار سے انہیں خوب ستایا لیکن وہ فم روزگار سے عاجز نہیں آئے۔ اس کے بعد انہوں نے لاہور کا رخ کیا اور یہاں ایک کتب خانہ میں برسر روزگار ہو گئے۔ یہاں انہیں سماجی، ادبی، سیاسی، تاریخی انداز اور فلمی غرض کہ ہر طرح کی کتابیں پڑھنے کا موقع ملا۔ لیکن یہاں بھی وہ زیادہ دنوں تک کام نہ کر سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اندر جو انسان چھپا بیٹھا تھا وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ یہ سب کام کریں۔ ان میں لکھنے لکھانے کی عداوت اور صلاحیت تھی اس لئے وہ انسان ان سے کچھ اور بھی کام لینا چاہتا تھا۔ ان کا مزاج لڑکپن سے ۳۰ او بیٹا نہ تھا اور وہ ادب کی خدمت کے لئے سرگرم عمل بھی تھے۔ اس کا دور ان انہیں ادبی خدمات کا موقع ملا۔ شیخ پورہ سے ایک نیم ادبی اور نیم فلمی ہفتہ وار رسالہ شائع ہوتا تھا۔ اس رسالہ کا نام تھا "فن کی موج" اور وہ اس رسالہ کے مدیر بن گئے اس رسالہ سے آٹھ فوٹو تک وابستہ رہے۔ اس طرح اب ہم دیکھتے ہیں کہ اب نگر نگر معاش کے ساتھ ساتھ فنکارانہ زندگی میں بھی مشغول ہو گئے۔ اس کے بعد لاہور سے شائع ہونے والے

رسالہ "ادب لطیف" میں بحیثیت ایک لکرمک کے شائع ہوئے لیکن ایک دو سال بعد وہ "ادب لطیف" کے مدیر بن گئے۔ فنکارانہ ایک مدت کے بعد وہ ماحول اور وہ فضا حاصل ہوتی جس کا گہرا بچپن ہی سے وہ انتظار کر رہے تھے۔ اس نے انہوں نے جی جان سے ادب لطیف کی خدمت میں اور اس کی ترقی و فروغ میں بہترین صلاحیتیں صرف کیونکہ ادب لطیف اس زمانہ کا ایک معیاری رسالہ تھا اور اس کے ادبی رنگ و روپ کو نکھارنے میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دیں۔

نگر ۱۹۴۲ء میں ادارہ "ادب لطیف" سے وابستہ ہوئے۔ یہاں دو تین سال رہنے کے بعد انہوں نے لاہور کے ممتاز ادیب و افسانہ نگار ممتاز مفتی کے ساتھ ملکر اپنا ایک علیحدہ رسالہ "سویرا" نکالا۔ یہ رسالہ دوماہی تھا اور اردو رسالوں میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا۔ "سویرا" نے ادبی دنیا میں ایک جھلک مچا دیا۔ اسے اردو کے اچھے اچھے اہل قلم کا تعاون حاصل تھا۔ "سویرا" کے معاونین اردو شعر و ادب کی دنیا کے درخشاں ستارے تھے۔ ان لکھنے والوں میں کوثری چند، اسدات حسین، منو، راجندر سنگھ بیدی، افریق گوکھوری، جان نثار اختر، ساحر لدھیانوی، فیصل شفیق، وامق جوہوری اور دیگر قابل فخر ادیب اور شاعر شامل ہیں۔ "سویرا" کو ایک مستحکم بنیاد پر قائم کرنے کے بعد فکر دوبارہ "ادب لطیف" سے وابستہ ہو گئے۔

اس طرح قلم کے مزدور فنکار کی ادبی زندگی کا آغاز مختلف رسالوں کی ادارت سے شروع ہوا۔ لیکن بہت ہی جلد اس ادبی زندگی میں وہ مدیر کے علاوہ شاعر بھی بن کر ابھرے اور رام نارائن کو ان کے ادبی ذوق اور شعری صلاحیت نے فکر تو نسوی بنا دیا۔ فکر ترقی پسند شاعر تھے اور ادب برائے زندگی کے قائل تھے ادب کو سماج کی بھلائی اور خدمت کے لئے وقف کرنا چاہتے تھے۔ زندگی کے مسائل کو بیان کرتے اور ان کے حل اور اصلاح کے خواہاں تھے۔ ملک و قوم کی خدمت کو فرض سمجھتے تھے۔ انسان دوست تھے اور سمجھنے کی خاص طور پر محنت کشوں کی بہتری کے خواہاں تھے۔

فلکی شاعری کا آغاز اس وقت سے ہوا جب وہ اسکول میں زیر تعلیم تھے اور دیگر شاعروں کی طرح ان کی شاعری کا آغاز غزل سے ہوا۔ ان کی پہلی غزل کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

وہی تو عقب سے جیتا، وہی میں ادب سے ہمارا
ابھی تو نے دھک رکھا ہے کہیں کوئی اک اشارہ
مجھے کو جتنے کی حدت تجھے پروں کی میں لذت
مجھے سوز و غم نے لوٹا، تجھے کیف و کم نے مارا
تری شہدہ پسندی سے نباہ رہا ہوں اب تک
کبھی گویا سمندر کبھی گویا گسب اکسارا
ان کی چند اور غزلوں کے منتخب اشعار درج ذیل ہیں
تو پاس آسجی نہیں سکتا ترا لگا بھی نہیں
تجھے بھلا نہیں سکتا، مری خطا بھی نہیں

ان کا کسکڑوں پر ہے دامن حرم تنگ
خود مٹ کر جو کرتے رہے تعبیر دل سنگ

بنا چکاری تقدیر کے وہ جب نقشے
نہ جانے رو دیا کیوں مجھ پر نقش کار مرا

اک حوصلے کی جست بہ انداز براہیم
اور ہر نے لگے فاش مشیت کا ارادہ
احساسِ حقبت کی بٹنی ہوئی آواز
پرداز کے کوئی نہ کشاہ ہے کشادہ

زمانے میر کے لئے دل مرا بڑا ہی سہیہ
زی تم ہے کچھ ایسا سگر بڑا ہی نہیں

بڑھتا ہوا راہی میں، ہنسی ہوئی منزل تو
تیرا بھی ہوتا تھا، میری بھی ہوتا تھا

نکر جدت پسند تھے۔ ان کی غزلوں میں جدت، شگفتگی اور تازگی ہے۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد انہوں نے غزل کو خیر باد کہہ کر نظمیں لکھنی شروع کر دیں۔ محبت کے سوانح لکھنے کے اور بھی دیکھ سکتے ہیں جو خیالی و توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے ہیں، اور بقیہ شاعر ۱۰ انتہائی جدوجہد کے دوران نظم لکھنے کی طرف رحمان مبذول ہو گیا۔ انہوں نے اپنی پہلی نظم تنہائی (۱۹۴۲ء) میں لکھی جس نے ادبی دنیا میں ایک تہلکہ مچایا۔ اس کے بعد ان کی نظم گئی کا سلسلہ ۱۹۴۶ء تک جاری رہا۔ ۱۹۴۶ء میں ان کا مجموعہ کلام "ہرے کے نام" لاہور میں شائع ہوا۔ اس میں چند غزلوں کے علاوہ ان کی بیسی نظمیں شامل ہیں۔

نکر نے ۱۹۴۹ء میں شاعری ترک کر دی۔ وہ انسان دوست تھے۔ ملک و قوم کی خدمت کو نافرمان نہ سمجھتے تھے۔ وہ انسانیت کی حالت میں بہتری، ترقی اور اصلاح کے طالب تھے۔ اس لئے کہ وہ یہ بات شدت سے محسوس کر رہے تھے کہ اس فرض کو ادا کرنے کے لئے ہر شخص، ہر ادیب، ہر شاعر اور ہر فنکار کو اپنا صل حیوں کو حرف کرنا چاہئے۔ یہی جذبہ تھا کہ نکر غزل سے نظم کی طرف رجوع ہوئے اور یہی جذبات ان کو شاعر کے طور نگاری کی طرف لے گیا۔

۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۶ء کا زمانہ نکر کے لئے کچھ لحاظ سے بار آور ثلثیت ہوا۔ اسی زمانہ میں ان کی شاعرانہ صلاحیت منظر عام پر آئی۔ ادبی زندگی سے جو انہیں شغف تھا، اسی زمانہ میں وہ پورا ہوا۔ وہ اس وقت "ادب لطیف"، "سوریا" اور دیگر رسالوں کی ادارت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ انہیں غم و روزگار سے جب کچھ فرصت ملی تو غم جاناں کی جال میں پھنس گئے۔ یعنی ۱۹۴۲ء میں ان کی شادی ان کی برادری میں یکیش کمار سے ہو گئی۔ لاہور میں ان کے دوست احباب کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔ ازدواجی زندگی کا سکون بھی انہیں میسر آ گیا تھا۔ ادب کی دنیا میں شہرت اور مقبولیت ان کے قدم چومنے لگی تھی۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت نگو کو بہت ہی نامساعد حالات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ تقسیم کے بعد روٹا ہوا علاقے انسانیت سوز ہولناک واقعات نے ان سے ناقابلِ فراموشی ادنیٰ روبرو کر دیا۔ چٹا دریا، بنگوادیہ، لاہور میں حالات ایسے ہو گئے کہ ان کے دل میں بھی ایک عجیب قسم کا ذہنی اور جذباتی بوجھال پیدا ہو گیا۔ وہ اس شر کی سہ

امیدوہیم نے مارا مجھے دور ہے پر
کہاں کے دیر و حرم گھر کا راستہ نہ ملے

تصویر بن گئے۔ یعنی وہ امیدوہیم کے دورِ اہم پر کھڑے ہوئے تھے اور انہیں یہ ڈر تھا کہ دیر و حرم کی اس کشمکش میں کہیں وہ اپنے گھر کا راستہ نہ بھول جائیں۔

نگو کے اندر کا انسان جاگ اٹھا تھا اور وہ انسان اور انسانیت کی تحفظ کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہو گئے۔ انسان اور انسانیت کا خدمت کو کہیں بھی کسی بھی صورت میں پورا کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد سے زندگی کا جدوجہد ان کی مطیع نظر بن گئی۔ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی روبرو تازہ "چٹا دریا" (صفر و صفا) میں ایک زندگی باتیں یوں درج کیں۔

۱۹۴۷ء میں ۱۹۴۷ء دو دن سے میں کمیونسٹ پارٹی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ پارٹی آفس (لاہور) جہاں میں آج کل ٹھہرا ہوا ہوں صرف چند ممبر رہتے ہیں لیکن نہ جانے ان میں کون سا فلسفہ بچا ہوا ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ گنتی کے آدمی ساری کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ باہر جنگ ہو رہی ہے، لاکھوں انسانوں پر آفت ٹوٹی چوتی رہے لیکن ان کامریڈوں کے دل کے اندر ایک عجیب و غریب شائستگی ہے، ایک چمکنا اور سپید سپید سا سکون جیسے تاریخ کے اس ہولناک آفت سے یہ ذرا بھی نہیں گھبراتے، جیسے یہ سچی جانتے ہیں کہ یہ آفت کیوں ٹوٹی۔ جانتا تو کچھ کچھ میں بھی ہوں، لیکن ان کے جاننے اور میرے جاننے میں کئی غور و اندیشہ کی کمی ہے کہ میں نے اندر سکون کی وہ سپید سپید، اطمینان کا وہ نورانی لہر اور مقنود ہے۔

..... اور یہ سب کچھ سوز ہوتا ہے یوں میری آنکھوں

کے سامنے اور میں فریاد جیوت سے بھٹی پٹی نگاہوں سے اس بھڑکے حالت کو دیکھتا رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ میری روح کے اندر وہ سپیدی کیونکر ہو سکے گی، کیا پارٹی ممبر بن جانے سے ۹ میں اس کو کرپا سکوں گا جو ان سب کے اندر ہے؟

"کامریڈ منصور کی نگاہیں جیسے مجھے خاموشی کے سا جواب دے رہی تھیں کہ شاعر پارٹی کا ممبر بن جانے سے کچھ نہیں بنے گا۔ زندگی اور اس کی جدوجہد کے ممبر بن جاؤ۔ یہاں ممبری عیاں اور فیشن کی خاطر قبول نہیں کی جاتی بلکہ زندگی کی جدوجہد میں کودنے والے کے اندر زندگی کا نفس محسوس کرنے والے کی روح میں سپیدی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے تم ممبری سمجھتے ہو، اٹھو، اٹھو، اٹھو، خود بخود اس نئی زندگی میں اس نئے طوفان میں۔ یہ طوفان جو زندگی کو ایک فیصلہ کن اور مسرت اور محبت و ملکہ کرے گی، ابدی، آخری اور مسلسل۔"

اور فکر تو نسوی کو گئے اس نئی زندگی میں اور بن گئے ممبر اس کی جدوجہد کے۔

لاہور کے قیام کے دوران وہ ایک کشمکش کے دور سے گزر رہے تھے۔ ان کے خیال میں "انسانیت کی بقا" اس کا تحفظ اس کی ترقی اور اس کا معمول، زندگی کا سب سے اعلیٰ اور اہم آرڈر ہو سکتے ہیں۔ اس وقت وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ کمیونسٹ پارٹی سے وابستہ ہو کر انسانیت کی تبلیغ کے ذرا انسان اور انسانیت کی خدمت کی جاسکتا ہے اور انسانیت کی خدمت تو ہر جگہ کی جاسکتی ہے اور اس لئے انہوں نے پاکستان سے ہمیشہ کے لئے ہندوستان آنے کا فیصلہ کیا۔

فکر تو ہندوستان آئے لیکن وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جو ہندوستان اور پاکستان کی آزادی سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے، کیوں کہ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ آزادی کا یہ سب سے اپنے ساتھ اس روشنی کو نہیں لاسکا، جس کے لئے مجاہد وطن نے حق من و حق کی بازی لگادی تھی۔ فیشن کی طرح وہ بھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ آزادی کا اعلان داغ و داغ ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے "چٹا دریا" میں یوں لکھا :-

کہاں ہے مستقبل، کہاں ہے مہم، کہاں ہے
آزادی کہاں ہے، آؤ، آؤ، آؤ، دوستو! میں ایک
زبردست دھوکہ دیا گیا ہے۔ ساری تلاش
جس جو اور جدوجہد کو سمجھ کر دیا گیا ہے، آؤ
آؤ! یہ وہ مہم نہیں ہے، یہ وہ مقام نہیں
ہے جس کو دھونڈتے دھونڈتے ہم یہاں
ملک آپہنچے ہیں۔ آؤ پھر آگے چلیں۔
آگے اور آگے۔ اور آگے۔

فکر آگے بڑھنے کی خواہش شدت سے محسوس کر رہے
تھے کیوں کہ آزادی کی تمام برکتوں سے سماج مستفید نہیں ہوا تھا۔
دونوں محاکم اپنے بنیادی مسائل کو حل کرنے کے قابل نہیں ہوتے تھے
اس لئے انہوں نے اپنے "چھٹا دریا" میں یوں لکھا،
"آج ہمارے سامنے پھر سے نئے دھندلے
نئے مستقبل کا گھر بن کر دئے گئے ہیں، آؤ انہیں
چیر جائیں، انہیں پھانسیا جائیں اور اس مہم
کے نقوش قدم دھونڈیں جس کے عکس تین سو
سال سے ہمارے دلوں کے نہال خانوں میں
لہراتے رہے ہیں۔ ہجوم بدستور نعرے لگا رہا
تھا۔ ہم دیوالی نہیں منائیں گے۔ ہمیں روٹی
دو۔ ہمیں مکان دو۔ ہم دیوالی نہیں
منائیں گے۔"

اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تقسیم کا سانحہ فکری زندگی میں
ایک اسم بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان کی طنز نگاری کے پیچھے انکا
شخصی زندگی کے یہ واقعات کارفرما تھے اور اس طرح آزادی کے
ساتھ جو انصافیان، سماجی اور سیاسی خرابیاں بھی آئیں، انہیں
دور کرنے کے لئے انہوں نے لکھنا شروع کر دیا۔ فکری جاہلیت
پسند تھے۔ ہمیشہ مستقبل پر نگاہ رکھتے اور تاریک ترین ماضی اور حال
میں بھی مستقبل کی مدد سے روشنی کو ہی مشعل راہ بنا لیتے۔ ان کی یہ
رجائیت پسندی ہی نے انہیں ایک اچھا طنز نگار بنادیا۔
ہندوستان میں منتقل ہونے کے بعد انہوں نے ملک اور قوم

اور ان نیت کی خدمت کیلئے گورنمنٹ پارٹی سے اپنا رشتہ جوڑ لیا۔
یہاں آکر انہوں نے اپنی ادبی مصروفیات برابر جاری رکھیں۔ وہ خود
کو قلم کے مزدور کہتے تھے اور صحیح معنوں میں ان کا ذریعہ معاش
قلم ہی تھا۔ عموماً جالندھری کے ساتھ ملکر انہوں نے مختلف رسالوں
کی ادارت کی۔ ادبی میگزین، اور "نقوش" کے نام سے رسالے جاری
کئے۔

۱۹۴۹ء اور ۱۹۵۰ء کے دوران انہوں نے آل انڈیا
ریڈیو، جالندھر میں فری لانس اسکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے خدمات
انجام دیں اور مختلف موضوع پر ان کے لکھے مضامین نشر کئے گئے۔
انہیں آل انڈیا ریڈیو کی طرف سے مستقل ملازمت کی پیشکش کی گئی، لیکن
انہوں نے اس پیشکش کو قبول نہیں کیا، کیوں کہ گورنمنٹ ہونے کے ناطے
وہ اپنے مضامین میں اشتراکی خیالات اور تعلیمات کو جگہ دیکرتے
تھے جو مرکز کی کانگریس حکومت پسند نہیں کرتی۔ گورنمنٹ پارٹی
سے وابستہ ہونے کے بعد انہوں نے غلوں اور لگن کے ساتھ پارٹی
کے اہل اور ثقافتی محاذ پر کام کیا جس سے پارٹی کو فروغ حاصل ہوا۔
دوبارہ انہوں نے پنجاب سے وفد کی حیثیت سے انجمن ترقی پسند
مصنفین کی کانفرنس میں شرکت کی۔

فکر ۱۹۵۲ء میں جب دہلی آئے تو یہاں ایک نیم ادبی
نیم فلمی رسالہ کی ادارت کے فرائض انجام دیتے۔ انہوں نے یہاں
ترقی پسند ادبی حلقوں کے ساتھ ترقی پسند ادب کیلئے کام کرنا شروع
کر دیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد دہلی میں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔
۱۹۵۲ء سے قلم کے مزدور، فکر نے روزنامہ "نیا زمانہ" میں ایک
طنزیہ کالم "آج کی خبر" کے عنوان سے روزانہ لکھنا شروع کر دیا۔
ان کے اس کالم کو بے حد مقبولیت حاصل ہوئی اور لوگ بڑے ذوق و
شوق سے اس کالم کو پڑھا کرتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں فکر روزنامہ
"ملاپ" میں برسرِ روزگار ہو گئے اور اس اخبار میں "پادکے ہلکے"
کے عنوان سے اپنا طنزیہ کالم لکھنا شروع کیا اور تا دمِ آخر وہ یہ کالم
لکھتے رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے دوسرے رسالوں کے لئے
بھی طنزیہ مضامین لکھے۔ ماہنامہ بیسویں صدی کے لئے تو وہ مسلسل
اور متواتر لکھتے رہے۔ اپنے زورِ قلم کے ذریعہ سماجی اور سیاسی

مسائل کو اپنے طنز و مزاح کا نشانہ بنکر ان میں ایسی ادبی چاشنی پیدا کرتے کہ عوام وہ خواص دونوں ہی ان کے گرویدہ بن جاتے۔
 یہی مدی اور غیب کے علاوہ فکرنے کا تعداد
 ڈرامے، پچرس اور مزاحیہ تعزیریں مکی ہندو یوگ کے لئے لکھا۔ ان
 کے ڈرامے اور تعزیریں ملک کے مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر
 کئے گئے اور اب بھی کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ٹیلی ویژن کے لئے
 بھی انہوں نے بہت سارے طنزیہ مضامین، ڈرامے اور پچرس لکھے
 کرتے۔ ان کی نگارشات بے حد پسند کی جاتی ہیں۔ انہوں نے
 سیناوان اور ساوتری، نیا موری، اچل، سری مشادہ، نیر
 اور بھی کئی ڈرامے لکھے۔ انہوں نے اپنے ڈراموں میں بدلتے ہوئے
 وقت اور زمانہ کی ترقی پر روشنی ڈالی، اور ان ڈراموں میں انہوں نے
 قدامت پرستی سے نجات پانے اور زندگی کی راہ میں آگے بڑھنے کا
 حل پیش کیا۔ ان کے ڈرامے وطن کے اندر پرستہ غیر اور دیگر ثقافتی
 انجمنوں نے پیش کیا۔ ان کے ڈراموں کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔
 فکر کی تخلیقات کا ہندی میں بھی ترجمہ ہوا اور انہیں سنا لے بھی کیا گیا۔
 ہندی اہل دنیا میں نگر ہندی ہی کے بھی مشہور طنز نگار سمجھے جاتے
 ہیں۔ ہندی میں ان کی پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ انہوں نے سرلخ
 حیات بعنوان "فکر ہستی" لکھی۔ اردو ماہنامہ "ہیویں مدی" میں "فکر
 ہستی" قسط وار شائع ہو چکی ہے۔

نگو نے اپنی زندگی کی ساتویں دہائی میں جب قدم رکھا تو
 انہیں زندگی میں کسی قدر سکون میسر آگیا اور اس وقت سے وہ بڑی
 ہنسی خوشی کے ساتھ زندگی گزارنے لگے۔ ان کی ازدواجی زندگی پر سکون
 تھا۔ ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ یہ تینوں اعلیٰ تعلیم حاصل
 کر کے معاشی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے
 اپنی گھر یوز مزدم داروں کو بھی عین خوبی نبھایا۔ فکر معاش، فکر ازدواج
 اور فکر اولاد ان تینوں نگرہوں سے فکر خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ
 برآ کرتے۔ انہوں نے شعروادب کے لئے، ملک و قوم کے لئے
 لگتی ہوئی سماج اور سیاسی قدروں کی اصلاح کے لئے اور ملک
 قوم کا معاشی و اقتصادی جدوجہد کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا۔
 نگو تو نسوی ایک انسان دوست شاعر اور ادیب تھے

عوام میں بیداری پیدا کرنے کے لئے طنز کو ایک سیاسی حربے کے
 طور پر استعمال کیا۔ ان کی تحریر میں انفرادیت اور شگفتگی تھی۔ وہ
 آج سے زیادہ ملک کے ادیب تھے۔ وہ خود کو پہلے ایک انسان سمجھتے
 اور پھر بعد میں ادیب۔ انسانیت ہی سے ان کے گہرے تعلقات تھے
 قلب و فطرت کی انہیں اتنی وسعت عطا کی۔ اسی وجہ سے ان کی تحریر کی
 اپیل کسی ایک شخص، قبیلہ، فرقہ، طبقہ، علاقے یا ملک تک محدود
 نہیں رہی۔ ان کے قلم کا نشانہ پوری انسانیت کو دکھتا تھا، اور ان کا
 مخاطب اس سرزمین کا ہر انسان تھا۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں کسی
 بڑے آدمی یا بڑے واقعہ کو موضوع نہیں بنایا۔ سماج کے محروم و مظلوم
 غریب و نادار لوگ ہی ان کا دامن موضوع رہے اور مخاطب بھی۔
 اپنی صحت کے ایک ہفتہ قبل تک انہوں نے ان دشمن طاقتوں کے
 خلاف قلمی محاذ پر اپنی جنگ جاری رکھی۔ غربت، مظلکت، پس ماندگی
 و قہر و است، سرمایہ دارانہ نظام، تعلقات اور منافقوں کے خلاف
 انہوں نے آخر تک لڑائی جاری رکھی۔

فکر تو نسوی بڑے خوش مزاج اور ماضی جواب تھے۔
 ان کے ایک دوست ان کے گھر آئے اور گھر کا فریج کھولا تو دیکھا کہ ان
 کی لکھی "بدنام کتاب" کے دو نسخہ بڑی قابلِ رحم حالت میں وہاں
 پڑے تھے۔ بدبو بگھٹتی ہی وہ اپنی خفت مٹانے کے لئے بولے "بھئی
 میں نے اصل میں پانی پینے کے لئے فریج کھولا تھا۔ شاید غلطی سے یہ
 نسخے وہاں رہ گئے، ایمان سے" پھر خود ہی کچھ سوچ کر ایک طنزیہ
 فقرہ اپنے دوست کی طرف اچھالتے ہوئے کہا "مگر بار بار یہ کوئی غلط
 بات نہیں ہے۔ اردو کی کتابیں اب ریفریجریٹر میں ہی بھی معلوم
 ہوتی ہیں۔"

اسی طرح اپنے فن کی بابت اپنے دوستوں سے بات
 چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا "میں اردو پر کچھ نہیں جبر
 خود میرے پاس اپنے اوپر ہنسنے کے لئے اتنا ہنر موجود ہے۔
 اور انہوں نے اپنے اوپر ہنسنے کو لاکھوں لوگوں کو روزانہ پہلے بنایا
 پھر کچھ سوچنے پر مجبور کیا اور پھر اس سے آنسوؤں کے موتیوں کی سرشت
 انہیں عطا کی۔

ایک بار اپنے ایک دوست سے موت کا ذکر کرتے



گوشہ فکر تونسوی

(پیدائش) ۱۹۱۸ء — ۱۲ ستمبر ۱۹۸۷ء (وفات)

معبود

فکر تونسوی

میرا معبود ابھی تک ہے دھندلیوں میں کہا
کوئی تصویر بھی واضح نہیں آتا
کتنے الجھے ہوئے بے جان دے سہار خطو
مرسم ہیں مری ادراک — کئی پیشانی پر
صورتیں گشتی بدلتا ہے لکیروں کا جمال
کبھی مندر، کبھی مسجد، کبھی گنگا، کبھی نیل
میرا معبود نہیں، ان میں تو کوئی بھی نہیں
نیلگوں عرش کی رفعت میں کہیں مخفی ہے

ہوتے انہوں نے کہا: بس حرف موت کا سزا لینا ہی باقی ہے۔ دیکھنا
ہے کہ یہ موت کم بخت کیسی ہوتی ہے، آتی ہے تو جاتی نہیں؟ اسی
لحان کے دوست نے کہا: فکر صاحب، آپ مرنا چاہیں تو آج ہی
مر جائیے مگر سوال حرف پر رہ جاتا ہے کہ موت سے اس ملاقات کا
مربیان کرنے کے لئے باز کے چیلے کون اتارے گا؟ انہوں نے فوراً
جواب دیا: فکر تونسوی بقلم خود اپنے پر اعتماد ہے، غیر مگر آزمائے
کھیں۔

فکر تونسوی صحیح معنوں میں زندگی کے ادیب تھے، ان کے
قلم کا لکھا ہوا ہر حرف زندگی تھا۔ وہ زندگی کی خوفناک تاریکیوں سے
گور کو شہرت اور عظمت کی بلندیوں تک پہنچے تھے۔ وہ ہلوگوں
کو حرف ہٹانے کے لئے نہیں ہٹاتے تھے بلکہ وہ اپنے گھر سے
جڑوں سے ہم سمجھوں کو جبر رکھتے تھے کہ ہم بیٹھ کر سوچیں اور اپنے
گوروں کو برنظر ڈالیں اور سماج کی ترقی اور سماجی برائیوں کو دور
کرنے کے لئے اپنے طور پر کوشش کریں۔

میں اس عظیم فکر تونسوی کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں
اور دعاگو ہوں کہ ان کی آتما کو شانتی ہو سکے
’مغربی بنگال‘ میں اس عظیم ہستی فکر کو خراج عقیدت
پیش کرتا ہوں اور سوگوار خاندان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہوں

بقیہ، تعلیم بالغانہ

ترقی کی رفتار کو سست کر دے گی۔

لیکن آج بالعموم کی تعلیم کے لئے ہماری لائبریریوں اور
اسکولوں سے عوام کسی مذہک مستفید ہوتے ہیں، کس مذہک
ہماری غیر رسمی تعلیم سے چھوٹے چھوٹے دکاندار کو کارخانوں کے
مزدور اور کسان مستفید ہوتے ہیں اور ہوتے ہیں؟ جواب میں
ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کچھ مذہک آگے بڑھے ہیں۔ (باقی آئندہ)

پروجا کی تعطیل کی وجہ سے ’مغربی بنگال‘ کا
یکم اکتوبر ۱۹۸۷ء کا شمارہ شائع نہ ہو سکا۔

ادارہ

فکر تو نسوی کی یاد میں

نیا زحید

وہ میرا عزیز ترین دوست تھا — نیاز حیدر

موت سے جوڑا سکتے ہیں کب ان کو موت نے مارا ہے
مجاہدوں کی زندہ ہستی، ہستی کا شہ پارا ہے
وقت مفسد راٹے ہو ساعت، پھر بھی تجاوز ہے ممکن
نفس پذیر اجسام ہیں پر کب جینے والا ہمارا ہے

موت سے جوڑا سکتے ہیں کب ان کو موت نے مارا ہے
براب وہ موجود نہیں، یہ بات کہیں تو کہے کہیں
لے دل مضطرب اس کے بھرا جانے کا غم کس طرح کہیں
طناز ادا، مغرب ہنسی کی یاد میں کب خاموش رہیں
کم ہے جتنا رنج و الم ہو، کم ہے جتنے اشک بہیں
نکر، نگر کا وہ شہدائی قبل از وقت سدھار لے
معتز اگر انقلاب زندہ، زندہ منکر ہمارا ہے
موت سے جوڑا سکتے ہیں کب ان کو موت نے مارا ہے

تنہائی

فکر کھت پہلے نظم

دور جہاں کے ہنگاموں سے
سوئی سوئی ہے اک وادی
بخبر راہیں مسلمان ٹیلے
کالی گھسری لمبی دراڑیں
آگے پیچھے دائیں بائیں
پاؤسی کئی لہریں گائیں
غم کے جھولے میں لہرائے
ایک مسلسل باتیں باتیں
چرچہ چرچہ کرتے جاتیں
رومانی تخیل کے ڈھانچے
لاکھوں ہنگامی ہنگامیں
ایسے آئیں ایسے جاتیں
بلوں کے پردے کے نیچے
چاند کی آنکھ چھوٹی جیسے
آہوں کی بہ طوفان خستہ
ہنس گیت تنہا فریادی
دور جہاں کے ہنگاموں سے
سوئی سوئی ہے اک وادی

✓ فکر تونسوی

تحریر: ست سونی ★ ترجمہ: خالد حسینی

تھے اور کچھ سال سے نظم اور شکر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب لکھنے لکھنے کا پیشہ حقیر سمجھا جاتا تھا اور محض ادیب اور صحافی بن کر کسی کا زندہ رہنا بڑا مشکل تھا۔ فری لانسلک کی بات اس زمانے میں کسی نے سنی بھی نہیں تھی۔ ان دنوں فکر اخلاص کی زندگی گزار رہے تھے اور بڑی مشکل سے دو وقت کی روٹی کا انتظام کر پاتے تھے۔ بقول ان کی بیگم کے ”وہ دن بھی تھے جب ہمارے پرہیزگار کو کچھ پیاز کے ساتھ روٹی کھانی پڑتی تھی! ایک دن گھر میں کھانے کیلئے کچھ نہیں تھا۔ فکر نے اپنی کتابیں بیچ کر گیسوں مہیا کی۔ بعد میں اپنے سخت دنوں کا ذکر کرتے ہوئے فکر کہا کرتے تھے ”جب مجھے روپے کی ضرورت تھی تو کوئی بھی روپے دینے کو تیار نہیں تھا اور اب بڑے چلے میں جب مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں تو لوگ مجھ پر روپے کی ہی نہیں بلکہ طرح طرح کے اعزاز و اکرام کی بادش کر رہے ہیں۔“ ان اعزازات میں غالب ایوارڈ اور سودیت لینڈ ایوارڈ شامل ہیں۔

کچھ دنوں کے بعد فکر کو کیورنٹ روزنامہ ”نیاز زمانہ“ میں ملازمت مل گئی۔ انہوں نے ایک مخصوص کالم لکھنا شروع کیا جو بہت جلد مقبول ہو گیا لیکن وہ اخبار اور فکر دونوں ایک ہی کشتی پر سوار تھے۔ ”نیاز زمانہ“ کی مالی حالت بھی کبھی ایسی نہیں ہوئی کہ وہ زندہ رہ سکتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس اخبار کے ملازمین شائد نادری ہر مہینے اپنے پوری تنخواہ پاتے تھے۔

تجزیہ کار صحافی اور اردو روزنامہ ”ملاپ“ کے مالک و مدیر مسٹر نسیم اس وقت تک فکر کے مداحوں میں شامل ہر چکے تھے انہوں نے فکر کو کالم نویس کا عہدہ پیش کیا۔ ہندوستانی زبان کے کسی اخبار میں اس طرح کا عہدہ پہلی بار پیش کیا گیا تھا۔ فکر تو اپنی عربی سے

فکر تونسوی کی وفات ہو گئی اور ان کے ساتھ ہی میری زندگی کا ایک حصہ دفن ہو گیا۔ مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں میری کئی محسوس نہیں کی ہوگی۔ وہ محسوس کر بھی نہیں سکتے تھے کیوں کہ دس دنوں تک وہ بے ہوش تھے اور اگر انہیں تھوڑی دیر کے لئے ہوش آیا بھی ہو گا تو وہ خاموشی کے ساتھ جنوبی دہلی کے اس اسپتال کا مذاق اڑانے میں مصروف رہے ہوں گے جہاں اردو کے اس عظیم طنز و مزاح نگار کا علاج مناسب طور پر نہیں ہو رہا تھا۔ چند سال پہلے کی بات ہے کہ جب میں جھیلپوں میں کشمیر میں تھا۔ ایک دن سری نگر میں خشک میوے کی دکان پر گیا۔ دکان دار نے مجھے سیاح سمجھ کر اخروٹ کی قیمت زیادہ بتائی۔ اس نے یوں ہی مجھ سے پرچہ لیا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے بتایا دلی سے۔ ”دہلی؟ اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اس نے کہا ”تب آپ فکر تونسوی کو تو ضرور جانتے ہوں گے؟“

میں نے اسے بتایا کہ میں ان کا پڑوسی ہوں اور ہم دونوں دوست ہیں۔ دکان دار نے کہا ”میں ان کا بڑا مداح ہوں اور ان کا کوئی مضمون بھی پڑھے بغیر نہیں چھوڑتا۔“ و مذاات خود کیسے دکھائی دیتے ہیں؟ کیا وہ اصلی زندگی میں مزاحیہ آدمی ہیں؟ اگر میں دلی گیا تو کیا وہ مجھ سے گفتگو کریں گے؟ میرے اور فکر کے تعلقات سے متاثر ہو کر اس نے آدمی قیمت لی اور خشک میوے کا ایک پیکیٹ بھی اپنے محبوب ادیب کے لئے دیا۔

فکر تونسوی (اصل نام رام لعل بھاشیا) سے میری پہلی ملاقات پانچویں دہائی کے اوائل میں جالندھر میں ہوئی تھی جہاں سے میں نے اپنی مقامی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ وہ کیورنٹ پارٹی کے ایک سرگرم ممبر

پریشان تھے، اور اُن کے ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں کچھ نہیں سمجھتے تھے۔
انہوں نے کہا: "میں کیونٹ اور پارٹی کے خلاف کچھ نہیں سمجھتا اور
آپ کا تکیسی ہونے کے بارے میں کچھ نہیں سمجھتا اور اس کے لیڈروں کے
خلاف کوئی بات پسند نہیں کریں گے۔"

اس پر ایک لمبی بحث ہوئی اور بحث کے بعد یہ طے ہوا
کہ ان کے کام کا بہت باری موضوع عام لوگوں کے مسائل ہیں جو وہ
وہ مروجوں کے مسائل ہیں یا عورتوں کے اس طرح فنگر کے مشورہ کا یہ
کالم "پیاز کے چھلکے" کا آغاز ہوا جس نے بعد میں عوامی مقبولیت
حاصل کی جو کسی ہندوستانی زبان کے اخبار کے اس طرح کے کام کو نصب
نہیں ہوتی۔ روزانہ ہزاروں لوگ اس کو پڑھتے تھے اور جو لوگ اندر
نہیں مانتے تھے اپنے دوستوں سے پڑھوا کر سناتے تھے۔

"پیاز کے چھلکے" کا سلسلہ دردمندوں سے بھی کچھ زیادہ عرصے
تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ سرد گرم مصالحت سے ریٹائر ہو جانے کے بعد بھی
فنگر کو اخبار کے مالک کی درخواست پر اپنا کالم جاری رکھنا پڑا لیکن
اب وہ تھکے تھکے سے بہنے لگے تھے، چنانچہ ایک یا دو سال کے بعد
انہیں مجبوراً یہ سلسلہ بند کرنا پڑا۔

فنگر نے اپنے کالم کا عنوان "پیاز کے چھلکے" کیوں رکھا؟
ان کا کہنا تھا کہ ان پیاز کے چھلکے اتار سکتے ہیں اور وہ اتارنے بیٹھے
تو چھلکے اترتے ہی چلے جاتے ہیں اور آخر میں سو آٹے چھلکے کے کچھ
باقے نہیں آتا۔ وہ عوام الناس کی امیدوں، آرزوؤں اور فوٹے ہوئے
خواہوں کے بارے میں لکھتے تھے۔ وہ شہریوں کے بوز ترو کے مسائل،
مثلاً بس سڑکوں، بجلی، آبائی، دودھ کی قلت، راشن، دکاندار اور اسپتالوں
سے "ان مسائل" پر اظہار خیال کرتے تھے۔ وہ افسر شاہی کا مذاق
اڑاتے تھے، لیڈروں پر طنز کے کوڑے برساتے تھے اور حکومت کے
لیسے و عورں کی تضحیک کرتے تھے۔

فنگر نے مغربی طنز نگاروں کا مطالعہ کیا تھا جن میں جیمس ٹھریئر
اسٹیفن لیک، جی جی ووڈ ہاؤس اور دوسرے نامور مزاح نگار شامل
تھے لیکن جہاں تک اسلوب کا تعلق ہے فنگر نے اپنی راہ الگ نکالی تھی۔
ان کے اسلوب میں تعجب نام کو نہیں ہے بلکہ لطافت ہے اور ساتھ
ہی مزاح بھی۔ ان کی زبان سہل اور سادہ ہے۔ وہ عاجز برتاؤں کی

فنگر لکھنے کے لیے مددگار تھے۔

فنگر نے اپنی زندگی کو اور زندگی کے تاریک گوشوں کو بہت
قرب سے دیکھا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ کسی بے روزگار اور بھوکے
انسان کے لیے کوئی کچھ مفہم ہے اور اس لیے میں وہاں بھی تھیں۔
میں اپنے تجربات کو نمایاں طور پر پیش کرنے کا کڑ جانتے تھے۔ وہ اس ملک
کے عوام کا ایک فرد نہ تھا بلکہ کرتے تھے اور ان سے کبھی الگ ہوا نہیں
چلتے تھے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ ان کے دل کے نہاں خانے میں یہ
خوف چھپا بیٹھا تھا کہ زیادہ دولت، اتنا اٹک کر ان کی تحریریں ان سے
متاثر نہ ہو جائیں گی۔ بس وجہ تھی کہ جب انہیں ہفتہ وار فیروز کی سیریل
"فنگر کے کپڑے" کے لیے زیادہ رقم پیش کی گئی تو انہوں نے قبول کرنے
سے انکار کر دیا۔ جب فیروز کی ۸۰ سیریل کو اس سیریل کا پیملا جی
نئی کاسٹ ہوا تو اس وقت وہ بے روزگار ہو چکے تھے۔

بیشمار مشہور مزاحیہ ادیبوں کے برعکس فنگر شاذ و نادر
ہی سنجیدہ نظر آتے تھے۔ وہ ہمیشہ مسکراتے ہوئے اپنے بے مثل
انداز میں لپیٹے یا دل چاہا واقعات بیان کیا کرتے تھے۔
مختلف چیزوں کے بارے میں ان کا اپنا نظریہ تھا۔ وہ
اپنے مخصوص انداز میں بعض چیزوں کی کبھی تعریف کرتے ہیں ملاحظہ
فرمائیے:

بائیسیکل — کلرک کی دوسری بیوی
الیکشن — وہ ٹروں اور لیڈروں کے درمیان کشمکش
ایک ایسا مقابلہ جہاں جیت لیڈروں کی ہوتی ہے۔
سچ — ایک ایسا چرجو خوف کے مارے یا ہراس
آسکتا۔

فہرستان — مردوں کا حال اور زندگیوں کا مستقبل
فنگر حقائق سے کبھی منحرف نہیں ہوتے تھے لیکن زندگی
کے دو حقائق وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ دو حقائق تھے۔
بڑھاپا اور بیماری۔ چند سال پہلے ان پر دل کا دورہ پڑا تھا اور اس
سے حقیقتاً وہ کبھی شفا یاب نہیں ہوئے۔ وہ گزشتہ ایک سال
سے پورے طور پر اچھے نہیں تھے۔ ان سے میری آخری ملاقات ایک
اردو شاعر و دانشور فنگر کی تعزیتی میٹنگ میں ہوئی تھی۔ وہ میرے پاس
(۱۱۱)

نندن

خود اختیار ادارہ بن جائے گا

مغربی بنگال کے غمی مرکز 'ندن' کی دوسری سالگرہ ۱۲ ستمبر ۱۹۷۱ء کو منائی گئی۔ شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور اور شہری ترقیات کے وزیر شری بدھادیب بٹا چاریہ نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ ریاستی حکومت نے سینما سے متعلق امور کی ترقی کے لئے نندن فلم کمپلیکس تعمیر کی۔ لیکن کبھی بھی ریاستی حکومت کا اسے حکومت کے زیر اختیار شعبہ جاتی شاخ بنائے رکھنے کا ارادہ نہیں تھا۔ ریاستی حکومت چاہتی ہے کہ نندن ایک خود مختار ادارہ بن جائے۔ اسی مقصد کے تحت ایک کمیٹی کی تشکیل کی جائے گی جسے اس کے انتظامیہ کی ذمہ داری سونپ دی جائے گی۔ یہ انتظام جلد از جلد کر دیا جائے گا لیکن اب بھی اس کا ترقیاتی کام باقی رہ گیا ہے جسے جلد پورا کر دیا جائے گا۔ مثلاً سرکاری تاریخی دستاویزات اور لائبریری کا کام مکمل کر دیا جائے گا۔

شری بٹا چاریہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ یہ حقیقت ہے کہ ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس بات کو جو سے ہمیں آرٹ اور ثقافت پر اس طرح بے دریغ پیسے خرچ نہیں کرنا چاہئے۔ شری بٹا چاریہ نے اس بات سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی کہ ہماری غریبیت کے باوجود ہم محاشی ترقی کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں، اس میں چاہئے کہ آرٹ اور ثقافت کی ترقی کے لئے بھی اقدامات کریں۔ فلم کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ فلم پاٹ یا اسپاٹ کی صنعتوں کی یہ طرح ایک صنعت نہیں ہے۔ فلم صنعت آرٹ اور ثقافت کی بنیاد پر قائم و دائم ہے۔ ہمیں اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

شری بٹا چاریہ نے جو نیز پیش کیا کہ بیان فلموں کی لائبریری کا

کمان فلمی ڈائریکٹر آنجانی رتویک گھٹک کے نام پر رکھنا چاہئے انہوں نے مزید کہا کہ نندن ایک بہت بڑا ادارہ بننے کو چاہا ہے۔ اگرچہ اس کا تعلق مغربی بنگال سے ہے مگر اپنی خصوصیت اور اہمیت کے اعتبار سے کل ہند سطح پر بھی اس کی حیثیت مسلم ہو جائے گی۔

اس دوسری سالگرہ کی تقریب میں مشہور فلم ڈائریکٹر شری مرناں سین مہان، حفومی کی حیثیت سے شریک تھے شری سین نے اپنی تقریر میں کہا کہ اب نندن ملک کی زندگی کا جزو لا ینفک بن چکا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ نندن مختلف پروگراموں جیسے بیرونی فلم کاروں کے ساتھ بات چیت، تحقیقی کام، ورک شاپ، سمینار، نمائش اور فلم دکھانے کی حفومی سیشن کے ذریعہ قابل ذکر طور پر پیش قدمی کی اور یہ سب کچھ یہاں کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے کیا گیا۔ تقریب کے آخر میں فلم 'میں سٹو' دکھائی گئی۔

بقیہ : سلسلہ صفحہ ۱۲ کا

بیٹھ جاتے تھے۔ انہوں نے دھیرے سے کہا "میرے تمام دوست چلے گئے، وقت آگیا ہے کہ میں بھی مجاؤں۔" میں نے انہیں کے کپے ہوئے الفاظ دہرا کر انہیں سمجھانے کی کوشش کی "تو کبھی زندگی کا متبادل نہیں ہو سکتی تو بھریوں زندگی کے ایک ایک لمحے کا لطف اٹھایا جائے۔"

ایک لمحے کے لئے وہ خوش ہوئے اور اپنے بیٹے پھول کا (جس کو وہ بہت چاہتے تھے) کے سہارے کے بغیر چلنے کی کوشش کی لیکن چل نہیں سکے۔ میں نے کہا آپ سے دو ایک دن میں ملوں گا اور رخصت ہو گیا۔

لیکن میں اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا حالانکہ وہ میرے گھر زیادہ دور نہیں رہتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے مکان کی سیڑ سے گر پڑے اور ان پر دوسری بار دل کا دورہ پڑا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۷۱ء کو وہ اس دنیا سے سہارا گئے۔

انہوں نے یقیناً سوچا ہو گا کہ میں جوڑا ہوں۔ وہ جھوٹ یا ہیں برداشت کر سکتے تھے۔ (بکریہ: دی ٹیلی گراف، ۱۳

تعلیم بالغال اور لائبریری

از: پروفیسر بسواس

ہندوستان میں مردوں اور عورتوں کی، جنہیں ملک کے مستقبل کو سنوارنے کے لئے بڑی اکثریت یعنی مزدور اور کان، ناخواندہ ہے، ہندوستان میں موجود ناخواندگی بہت ہی قبیح ہے۔ ہندوستان میں ۱۹۸۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق ۴۶۲۴ فیصد مرد اور ۲۴۸۸ فیصد عورتیں تعلیم یافتہ تھیں۔ مجموعی طور پر خواندگی کی شرح پوری آبادی کی طرف ۳۶ فیصد ہے۔ اس سے قبل کی مردم شماری کی رپورٹ میں خواندگی کی شرح اتنی ہی کم تھی۔

تعلیم بالغال آج ہماری ایک اہم اور لازمی ضرورت ہے۔ یہ تعلیم اتنی اہم اور ضروری ہے کہ تمام شہروں کی اس طرح مدد کی جانی چاہئے کہ وہ حسب خواہ ہنر اور تعلیم حاصل کر سکیں جن کے ذریعہ وہ اجتماعی زندگی کی جمہوری ساخت میں جس کی طرف وہ تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں، خود کو مناسب طور پر یکسو کر سکیں۔ مادی اور اخلاقی سماجی اور سیاسی لحاظ سے ایک شخص میں اتنی قابیلیت ہونی چاہئے کہ وہ عالمی تعلیم، جو اب گئے چھ لاکھ لاکھ کی میراث نہیں ہے، کے امور میں سرگرمی سے حصہ لے سکیں۔ یہ ایک شخص کا بنیادی حق ہے۔ ہمارے لاکھوں لاکھ لوگوں کو یہ حق حاصل ہے کہ ان کے لئے تعلیم کی سہولتیں فراہم ہوں اور اس طرح انہیں جدید سائنسی تکنیکی اور سماجی ترقی کی سطح تک بلند کر دیا جائے۔ عوام کو عالمی حقوق رائے دہندگی دئے گئے ہیں۔ ان حقوق میں عوام کی تعلیم کی اہمیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔ ہمیں اس غریب النسل کو فراہم کرنا چاہئے کہ "جہالت تاریکی ہوتی ہے" (سٹیکسپیرا)۔ اور اس لئے ہمارا یہ اخلاقی فرض ہے کہ ہم

جہالت کی تاریکی کو دور کریں۔ تمام لوگوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کے لئے عام تعلیم آگے بڑھنے کا بہترین ذریعہ ہے اور اندرون یا بیرون ملک سے حملوں کے خلاف یہ ایک قوم کی عام مددگار ہے۔ تعلیم تو ریاستی حکومت کی اہم ذمہ داری ہوتی ہے اور جن ریاستوں نے لوگوں کی تعلیم کے لئے زیادہ سے زیادہ اقدامات کئے وہی سب سے زیادہ خوشحال بن گئیں۔ موجودہ جمہوری ریاستوں کو اپنی بنیاد کے لئے عوام کی تعلیم و ذہانت پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے انہیں دفاع خود کے اقدامات کے طور پر ایسی سہولتیں سبھوں کے لئے فراہم کرنی چاہئیں جن کے ذریعہ وہ سب ذہین اور اچھے شہری بن جائیں۔ ایک جمہوری حکومت جس کا انحصار اپنے شہریوں کے حق رائے دہندگی پر ہے، کا یہ فرض بن جاتا ہے کہ وہ تعلیم کو عام بنا دے، کیوں کہ اب اس کے استحکام کے لئے معاون ثابت ہو گا اس لئے موجودہ دور میں ہمارے ملک کو دیگر چیزوں سے زیادہ تعلیم کی ضرورت ہے اور تعلیم سے مراد چند لوگوں کے لئے تعلیم نہیں بلکہ سبھوں کے لئے تعلیم ہے۔ اپنی حکومت آپ کو دکا کر ثابت نہیں ہوگی اگر اس کے معنی یہ نہیں کہ چھوٹی اور اچھی تعلیم یافتہ اقلیت کا کثیر ہے آواز اور ان بڑے اکثریت پر تسلط ہو کیونکہ اس کی وجہ سے ہم زیادہ آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔ ہندوستان میں شہروں سے ہی عام تعلیم پھیلتی ہے۔ بالغوں کی تعلیم کے لئے شہروں میں لائبریریاں اور رات کے اسکول ہیں اور یہی عوام کی تعلیم کے لئے مراکز ہوں گے کیونکہ اسکولوں اور کالجوں میں چند طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے۔ وہاں عام لوگوں کی کثیر تعداد کی تعلیم کا بندوبست کو ناممکن نہیں ورنہ ناخواندگی کو کوئی



وزیر اصلاحات آرامنی شری بنوئے کرشنا چودھری ۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو مہاتما گاندھی جینتی کے موقع پر گاندھی گھاٹ پر وفد کے
 بھول پڑنے پر چیف سکرٹری شری آر. سین گپتا بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔
 (بی این جکورتی) تعریض

Chief Editor: Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor: Dharendra Dutta, Associate Editor Md. Azam, Asstt. Editor: Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T. Printers, 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 048.



(ادھر)۔ عذیر اعلا شری چیف بائو، ایئر ٹریننگ کورس، ایئر فورس کالج، پوربھار، بھارت کے سربراہان کی تقریر کو سننے کا افتتاح کرتے ہیں۔
(نیچے)۔ اس موقع پر منعقد ایک جلسہ میں مذکورہ کارپوریشن کے ملازمین سے خطاب کرتے ہوئے
(تصویر از: مدعو حسن گوشت)



۱۱
معمول بنگال
نیم نوامبر ۱۹۸۵



شرح خریداری

منقری بنگال

سالانہ، تین روپے، اس شمارے کی قیمت، بارہ پیسے

ترسیل زندگاہ،

بزنس منیجر

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت منقری بنگال

۲۲- آر ایچ، منقری روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

پر تین ہفتہ وار

دور رس نامہ

مسد اعظم

مسد معطل

مدیر اعلیٰ

مدیر

ناشیہ مدیر

مدیر معائنہ

جلد نمبر ۳۲ * یکم نومبر ۱۹۸۶ء * شمارہ نمبر ۲۰



وزیر اعلیٰ شری شاستری، اسی سال کے سیریز میں منقری بنگال میں مسائل سے دوچار علاقے کے زمینداروں کی کھدائی کے ساتھ ہی ان کی ضرورتیں سمجھنے۔
تصویر: (۱) این جی روتی

سلا رخصت

اسکول کے آخری امتحان کے موقع پر

آخری بار، گھنٹی چھاؤں میں، اشعار میرے
بزم احباب سے رخصت کیلئے آئے ہیں
میرے اسکول کے ساتھی، میرے پیارے بھائی
آخری لمحوں میں آنجہ سے گلے مل لوں میں
اب نہ ہم ہوں گے، نہ یہ صحبت یاراں ہوگی
نہ دفنا مکے کی ایسی، نہ بہاراں ہوگی

رخصت اے دوست! خداتجہ کو سلامت رکھتے
چھوٹنے پائے نہ آزادی و فنی میرے بعد
اس آئے تجھے الفت کا چلن میرے بعد
جو محبت مری نظروں سے رہی دور سی دور
بخش دے تجھ کو اسگوں کا، ترنگوں کا سرور
تیرے دن خواب کی آغوش میں جھولا جھولیں
راحتیں ہوں تیرے دامن میں تری خوشبو لیں

الوداع! چاہے کہیں ہوں میں کسی حال میں ہوں
جنگ کی آگ ہو یا چین کی سنگری کا مڑا!
تجھ سے جو عہد وفا ہے، وہ نبھا جاؤں گا
سن لے تقدیر دعائیں یہ مری یاد رہیں
تیرے سب دوست، سبھی یار تیرے شاد رہیں

تحقیق: پوشکن

ترجمہ: ظ. انصاری

رجعت پسند اور خطرناک لکھاروں کا متحرک مقابلہ کی عظیم ذمہ داری

سیاسی پارٹیوں، عوامی انجمنوں اور ترقی پسند افراد پر عائد ہوتی ہے

ہماری سیاست میں حکام اور لوہے کی فورس کو اس بات کی ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اس کو نقصان پہنچانے والی قوتوں کے ساتھ نہایت ہی سختی سے پیش آئیں۔ (شری جیوتی باسو)

۱۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو نئی دہلی میں فرقہ واریت اور علیحدگی پسندی کے خلاف ایک اجتماع ہوا اور اس اجتماع میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے تقریر کی۔ تقریر کا متن درج ذیل ہے:

جناب صدر اور دوستو!

قوی اتحاد اور سالمیت جیسے اہم اور سنجیدہ موضوع پر اجتماع کا انعقاد کرنے پر میں اس اجتماع کا انعقاد کرنے والوں کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آج آزادی حاصل کئے ہوئے ۴۰ سال ہو گئے اور یہ ۴۰ سال موجودہ صورت حال پر ایک انفرسٹناک تنقید ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ تمام محبان وطن کے لئے ایک اہم اور سنجیدہ معاملہ ہے۔ مجھے اس تجویز سے اتفاق ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کی بنیاد پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ان قوتوں کو شکست دینے کے لئے جو مذہب، زبان، ذات، ملت، پسند اور بنیاد پرست خیالات کو بہت یاد بنا کر فسادات برپا کرنے میں ملوث ہوتے ہیں، عوامی تحریکوں کی طرف کھینچا جاسکتا ہے۔ ہم میں سے تمام لوگوں کو ہمارے پاس موجود تمام ذرائع کو کام میں لاتے ہوئے ان سے مقابلہ کرنے کے لئے سیاسی قوت ارادی سے لیس ہونا چاہئے۔ سیاسی، معاشی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی وغیرہ جیسے میدانوں میں یہ ایک مشکل اور جامع کام ہے۔ رجعت پسند اور خطرناک لکھاروں کا متحرک مقابلہ کرنے کی عظیم ذمہ داری، سیاسی پارٹیوں، عوامی انجمنوں اور ترقی پسند افراد پر عائد ہوتی ہے۔ یہ بھی طرح سمجھیں کہ معلوم ہے کہ یہاں ایسی سیاسی پارٹیاں اور انجمنیں ہیں جو فرقہ واریت، امتیازی

عصیت اور منقسم کرنے والے عناصر سے بری طرح جڑی ہوئی ہیں۔ یہ ہمارے ملک کو کمزور اور غیر استقامت پذیر بنانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ ان کی سرگرمیوں کو شدید ہیت کے ماحیوں کی طرف سے شہر دی جاتی ہے اور مدد پہنچائی جاتی ہے۔ مگر جس بات پر میں آپ سمجھوں گی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں وہ ہے سب سے بڑی سیاسی پارٹی کی حق قوتوں سے مقابلہ میں ناکامی اور یہ مرکز اور دیگر ریاستوں پر حکمرانی ہے۔ ان لوگوں نے ایسی قوتوں کے ساتھ صرف مصالحت ہی نہیں کی ہے بلکہ بے شمار موقعوں پر فوری انتخابی فوائد کے لئے انہیں شہر بھی دی ہے یا اندرون پارٹی فرقہ بندی جھگڑوں کو طے کرنے کے لئے درخلاء ہے۔ اس طرح کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں لیکن میرے پاس انہیں بیان کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔ میں چند حالیہ واقعات پیش کروں گا جو میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ مغربی بنگال کی گورنمنٹ نے اسمبلی انتخابات میں کانگریس کے رہنما وزیر اعظم نے ہمیں شکست دینے کی ناکام کوشش میں لوگوں سے کہا کہ وہ ہمیں ووٹ نہ دیں کیوں کہ جیسا کہ انہوں نے کہا، کمیونسٹوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا ہے یا وہ کیا مثال تھی جسے نوجوانوں کے سامنے قائم کرنا چاہئے تھے؟ اس کے علاوہ اس طرح کے ریگسٹریٹڈ انتخابی حلقوں کے تحت۔ ممنوعہ ہیں۔ مغربی بنگال میں اب بھی وہاں کے ذرا

گھنٹے کے دوران وہ ماسیوں کی لڑائی دیکھ گئے اور وہاں مسلم لیگ جیسی کثیر
زیر دست پارٹی اور دیگر ذات پات پر یقین رکھنے والی پارٹیوں کی محبت
میں بدشعوروں سے خطاب کیا۔ پنجاب کی منتخب بریٹلا حکومت کو ہریانہ
انتخابات میں ہندوؤں کی حصول کے لئے ٹوڑ دیا گیا۔ تری پورہ میں
کانگریس نے ٹی۔ پی۔ ڈی۔ ایس کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ ٹی۔ پی۔
ڈی۔ ایس ایک ایسی قبائلی تنظیم ہے جو مسلح قبائلی انتہا پسندوں پر
مشتمل ہے۔ اندرا گاندھی کے قتل کے بعد وہی میں سکھ دشمن دنگے
بھوٹ پڑے۔ وہاں کچھ کانگریس کے لوگ تقریباً ۳۰۰ سکھ مرد،
عورتیں اور بچوں کی ہلاکت میں ملوث تھے، ان کے خلاف کوئی کارروائی
نہیں کی گئی۔ سرحد اور دیگر مقامات پر ہونے والے حالیہ فسادات
میں پی۔ اے۔ سی کے دہشت گردوں کی طرح اقلیتوں کے خلاف
صاف آرا ہو گئے تھے لیکن اس خطرناک رجحان سے بچنے کے لئے کوئی
بھی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا۔

مسلم مظلوف خواتین ایجنٹ کے ذریعہ مسلم بنیاد پرستوں
کی ہمت افزائی کانگریس حکومت کا دوسرا اثرناک قدم ہے۔
راجستھان میں مالیہ سستی کے واقعہ کی مذمت کانگریس نے نہیں ہفتوں
کے بعد کیا۔ جن ریاستوں پر کانگریس حکمران ہے وہاں سے مسلسل یہ خبریں
آ رہی ہیں کہ ان مقامات پر رجعت پسند اور امن دشمن عناصر شیعہ و لڑ
کاسٹ اور رٹا آب پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ یہ قابل ذکر بات ہے کہ ان
عناصر میں سے بیشتر کانگریس سے وابستہ ہیں۔ کانگریس حکومتیں
ان ذمہ داروں سے بری نہیں ہو سکتی ہیں۔ گجرات جیسے معاشی طور
پر ترقی یافتہ ریاست میں بھی لگاتار دو برسوں سے فرقہ وارانہ اور ذات
پات پر مبنی فسادات ہو رہے ہیں۔ اس کی ذمہ داری کانگریس پر
عائد ہوتی ہے کیونکہ گزشتہ انتخابات میں کانگریس کے رہنماؤں نے
انتخابی فوائد کے لئے بھڑے طبقے کے افراد سے جھوٹے وعدے کئے
تھے، یہ اچھی طرح جانتے ہوئے کہ یہ وعدے پورے نہیں کئے جاسکیں
گے۔ مزید برآں کچھ سیاسی پارٹیوں اور فرقوں نے اسے لیکو فرقہ وارانہ
نفا کو زیر غلط بنادیا۔ کانگریس حکومت نے ایسی صورت حال میں ایک
موقع پرست کار کار ادا کیا ہے۔

مغربی بنگال میں باپان مہاڈ حکومت اس سال سے موجود

ہے اور حال ہی میں تیسری بار بھی عوام نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا ہے۔
ایک طرف دشواہند پریشد، آر۔ ایس۔ ایس۔، بی۔ جے۔ پی، آرمی بنگالی
جیسی بنیاد پرست قوتیں اور دوسری طرف جماعت اسلامی، مسلم
لیگ اور جنت تحریک جیسی جماعتیں فرقہ وارانہ اور سیکڑین جذبات ابھارنے کی
کوششیں میں لگی ہوئی ہیں۔ کچھ کانگریس قائدانہ عناصر ایسی قوتوں، جو فسادات
کو پروا دیتی ہیں، سے متباد کرنے کے بجائے ان کی پیدا کردہ کشیدگیوں
سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن عوام کی مدد اور سیاسی مخالفت
سے بالین محاذ حکومت ان فرقہ انگیز قوتوں کو شکست دینے کے قابل
نہیں ہو سکتے۔ مغربی بنگال میں مذہبی، لسانی اور ایجنٹ اقلیتیں مخالفت
اور عزت کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ اس سال گارڈن رینج اور مالدار میں
چند لوگوں نے محرم کے جلوسوں کو روکا تھا۔ حکام اور سیاسی کارکنان کی
بروقت مخالفت نے روکنے والوں کے ارادوں کو ناکام بنادیا۔ اس
سلسلہ میں سخت قدم اٹھائے گئے تھے اور بدقسمتی سے مالدار میں کچھ
لوگ مارے گئے تھے۔ اس کے بعد محرم کا جلوس اپنے روایتی راستوں
سے ہوتا ہوا امن کے ساتھ گزر گیا۔

دارجلنگ کی صورت حال ہمارے لئے جان کنی کا سبب
بنی ہوئی ہے۔ لیکن چونکہ کچھ عرصہ پہلے ہماری حکومت اور مرکزی حکومت
کے مابین ایک معاہدہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس مسئلہ کو ہم نے گزشتہ
اسپی انتخابات کی مہم سے الگ رکھ دیا تھا۔ ہم لوگوں نے سمجھی بھی
فوری فائدہ کے لئے اصولوں کی قربانی نہیں دی ہے۔ خواہ یہ انتخابی ہوا
کوئی اور۔

میں اس بات کو بیان پھر ایک بار دہرا دہراں کہ ہم لوگ
دارجلنگ کے مسئلہ کو سیاسی اور انتظامی دونوں طریقے سے سمجھانے کی
کوششیں میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں اس حقیقت پر غور ہے کہ دارجلنگ
میں نیپالی عوام کا ایک طبقہ اور ٹریڈ یونین کے سرگرم لی کارکنان
دارجلنگ کے پارٹی علاقوں میں نیپال اور بنگالی لوگوں کے۔ میں دوستی
برقرار رکھنے کا ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔ ہمارے نیپالی کارکنوں میں ہم
کا تھریجی، این۔ ایل۔ ایف کے ممبروں کا تھریجی، ہولائی میں دے چکے ہیں
ہماری ریاست میں حکام اور پولیس پرسن کو اس بات کی
ایک دہائی ہے کہ وہ امن کو نقصان پہنچانے والی قوتوں کے ساتھ نہایت

بقیہ : تعلیم بالخاصہ

کے مددگاروں کو دور افتادہ شہروں اور دیہاتوں میں بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ اور وہ سب عوامی تقاریر، اعلانیہ اور تجاویز، نظم، ٹیلی ویژن، ریڈیو، بریکسٹریکس وغیرہ کے ذریعہ عوام کے لئے لائبریریا کو مفید بنا سکتے ہیں۔ لائبریریا کو کتابوں کی فہرست تیار کرنا چاہئے اور اسے مقامی اخبارات میں شائع کرنا چاہئے۔ نیز انہیں اپنے طور پر رسالے اور جریدے شائع کرنے چاہئیں۔ انہیں لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے سلسلے میں بالوں کے لئے شام کے کلاس، مطالعہ کتب، اجتماعی بحث، تقاریر، سنگیت کے پروگرام اور نمائش کا انتظام کرنا چاہئے۔

ہیں اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ لوگوں کی قدروں میں بہتری لانے کے لئے لائبریریاں بہترین اور سب سے زیادہ موثر ایجنسیاں ہیں کیوں کہ یہ بہت کچھ دیتی ہیں لیکن اس کا صلہ کچھ نہیں طلب کرتیں

ذمہ دار شہریوں کی تشکیل لائبریری تحریک کی کامیابی ہے، کیوں کہ ان ذمہ دار شہریوں پر ہی ایک ذمہ دار حکومت کی کامیابی کا انحصار ہے۔ لائبریریاں اور ان کے ناظمین برائیاں اور جہالت کی طاقتوں پر منظم حملے کر سکتے ہیں، کیونکہ ان دونوں کی وجہ سے ملک کو بے شمار معائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

بقیہ : دارالحکومت کے مسائل

چیت جاری ہے، میں نے مرکزی لیڈروں کو آگاہ کیا تھا کہ ایسے مڑ پر میرے لئے فروری ہے کہ مغربی بنگال کی سیاسی پارٹیوں کو بات چیت کی نوعیت اور امکانات سے آگاہ کیا جائے تاکہ گفت و شنید کے بعد ہم اس ممکنہ حد تک پہنچ سکیں جس کے لئے کوشش کی جا رہی ہے۔

اس مقصد کے پیش نظر یہ مینگ بلائی گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تمام سیاسی پارٹیوں کی مدد سے ہمارے لئے یہ ممکن ہو گا کہ ایک عملی سیاسی مل ٹائش کر لیں۔

ہی سختی سے پیش آئیں۔ راجدھام موہن رائے، دتیا اگر اور دیگر سماجی اصلاح لانے والوں کے کام کے اثر سے بھی ہم مستفیض ہوتے ہیں۔ مذکورہ بالا لوگوں نے انگریزی حکومت کے دوران سستی، جھوٹ جہات جیسی غیر مہذب اور غیر انسانی رسم کے خلاف جنگ کی اور ہیرو کی شادی کی اہمیت پر زور دیا۔ ہم لوگ ان اعلیٰ رواجوں کو پیش پیش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ عوامی زندگی میں ہم لوگوں کی رہنمائی کرتی پسنداموں اور اخلاق سے جوئی ہے۔ اور ہم مسلسل یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے فوجیوں میں کثرت میں وحدت کا خیال پیدا ہو کیوں کہ انہیں ہندوستان کی عظمت کو برقرار رکھنے میں ایک عظیم کردار ادا کرنا ہے۔ ہم انہیں مشہدائیت کے حاجیوں کو کبھی نہ فراموش کرنے کی تلقین کرتے ہیں کیوں کہ یہی مشہدائیت کے عالم ملک کے اندر ہماری صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان میں مختلف قسم کے بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔ مواقع کے ساتھ ساتھ خطرے بھی موجود ہیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ ہمارے ملک کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد شعور کی آواز سننے لگی اور انہیں ہمارے ملک کی سالمیت اور اتحاد کو مضبوط بنانے کے مقصد کے تحت عوامی تحریک کے لئے تیار کیا جاسکے گا۔ یہاں تک کہ کانگریسیں پارٹی میں، جو اپنے پرانے اصولوں اور روایتوں سے پھر واپس آئے، مجھے یقین ہے کہ اب بھی کچھ ایسے غامض موجود ہیں جو اپنی پارٹی اور حکومت کی اختیار کردہ ان مسائل سے متعلق پالیسی سے احسن پر آج ہم بحث کر رہے ہیں ناخوش ہیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ حتمی کو منظور عام پر لائیں گے اور ان کی آواز سنی جائے گی۔ موجودہ صورت حال پر مجھے شکیکہ پٹر کے جو ایسی سیزر میں کیسیٹس کو کبھی کسی پروٹسٹن باتیں یاد پڑتی ہیں:

”انسان کی زندگی میں ایک ایسا لمحہ بھی آتا ہے جس کی بروقت پہچان اور اس کا صحیح استعمال خوش قسمتی کا سبب بنتا ہے۔“

اس لئے ہیں اعتماد کے ساتھ منقسم کرنے والی اور فرقہ پرست قوتوں اور ناکارے حکمرانوں کے خلاف آگے بڑھا جاتا ہے۔



دارجلنگ کے مسئلہ

حل کی تلاش

دارجلنگ کی صورت حال پر ۱۸ ستمبر ۱۹۸۷ء کو رائٹس بلڈ فگس میں وزیر اعلیٰ کی طرف سے طلب کی گئی ایک آل پارٹی میٹنگ میں وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے ایک بیان جاری کیا تھا۔ بیان درج ذیل ہے:

گورکھا لینڈ تحریک جو گورکھا نیشنل لبریشن فرنٹ کی طرف سے اپریل ۸۶ء کو شروع کی گئی تھوڑی جلدی ہے۔ شروع سے یہ تحریک بڑے بڑے ہڑتالوں، آتش زنی، سڑکوں میں رکاوٹ اور پولیس اور اس تحریک کے مخالفین پر برسرِ قتل حملوں کی راہ پر گامزن رہی۔ میں نے ۱۸ اگست ۸۶ء کو آل پارٹی میٹنگ طلب کی اور ہم نے متفقہ رائے سے ایک قرارداد منظور کی۔ لیکن حکومت ہند اور ہمارے بیچ بڑے طے ہونے میں کچھ سمیٹنے لگ گئے کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک ہی طریقہ کار ہو۔

۸ اور ۱۲ جنوری ۱۹۸۷ء کو وزیر اعظم اور مرکزی وزیر داخلہ کے ساتھ میری بات چیت دراصل دارجلنگ کے مسائل کے سیاسی حل تلاش کرنے کے لئے مشترکہ کوششوں کا نقطہ آغاز تھی۔ اس میٹنگ میں متفقہ طور پر یہ مان لیا گیا کہ مغربی بنگال کی تقسیم نہیں ہوگی، دارجلنگ کے سلسلے میں ریاستی حکومت کے مشورے کے بغیر کچھ بھی نہیں کیا جائے گا اور انتہی میں اسے اسی حکم نامہ کو برقرار رکھا جائے گا۔ حکومت ہند نے اس بات کی بھی رضامندی ظاہر کی کہ وہ لوگ جی این ایل ایف لیڈر شپ کو کانفرنس میز پر لانے کے لئے قدم اٹھائیں گے۔ حکومت ہند کی طرف سے پہل کی جاسکتی ہے کیونکہ جی این ایل ایف اس بات پر قائم رہی کہ ریاستی حکومت کے ساتھ بات چیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے کیونکہ ان کے مطالبات صرف حکومت ہند سے ہی منوائے جاسکتے ہیں لہذا

حکومت ہند نے بات چیت کے لئے پہل کی۔ میں حکومت ہند اور جی این ایل ایف لیڈر شپ کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے نتائج سے آگاہ کیا جاتا رہا۔ پراسن فضا میں انتخابات ہونے کے فوراً بعد انتخابات کے بائیکاٹ کے ساتھ، جی این ایل ایف نے ۲۰ جون ۸۷ء سے غیر معینہ مدت تک کے لئے "بند" کی پکار کی، قشدد دوبارہ مہوٹ پڑا۔

مرکزی وزیر داخلہ ۱۵ جون ۱۹۸۷ء کو کلکتہ آئے۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ وزیر اعظم نے مقامی طور پر بیان دیا تھا کہ مغربی بنگال کی تقسیم نہیں ہوگی۔ انہوں نے دارجلنگ کے پہاڑی علاقوں کو "علاقائی خود اختیاری" دینے کے لئے دستور میں ترمیم کے سوال کو، جس کی ہم لوگوں نے وکالت کی تھی یکسر رد کر دیا۔ اس ضمن میں ہم نے حل کا ایک وسیع خاکہ تیار کیا تھا اور میں نے ۱۵ اور ۱۶ جون ۸۷ء کو کلکتہ کی ایک نشست میں مرکزی وزیر داخلہ سے اس سلسلے میں بات چیت کی تھی۔

جی این ایل ایف کی طرف سے ۲۰ مارچ سے شروع ہونے والے ۱۲ دن کے "بند کی پکار" کے سلسلے میں ہم نے وزیر داخلہ پر اس بات پر زور دیا کہ وہ جی این ایل ایف کو دیکھیں کہ وہ بند کا راستہ نہ اپناتے کیوں کہ سیاسی حل کے لئے بات چیت کی باضابطہ شروعات ہو چکی ہے۔

۱۹ جون کی رات سے دارجلنگ کی پہاڑیوں میں قشدد کی راہ

کھول دی گئی۔ بیان ایک سو سے زائد حملوں کی وارداتیں پیش آئیں اور ہلاکتیں

۷

حکومت کے ایک کو نقصان پہنچا گیا اور مرکزی حکومت کی ۱۳ ایکڑ کو نقصان پہنچا گیا اور انہیں آگ لگادی گئی۔ ۱۱۔ پولیس یونٹیں بشمول پولیس کیمپ آئل فیلڈ کے شکار ہوئے۔ واقعات کے دوران ایک پولیس جوان مارا گیا اور چھ پولیس والے زخمی ہوئے۔ آتش زنی کے ۱۱۳ واقعات پیش آئے جس کے نتیجے میں ۵ عمارتیں مکمل طور پر اور ۳۸ عمارتیں جزوی طور پر تباہ ہو گئیں۔ بم پھٹنے کے ۴۹ واقعات، لوٹ مار کے ۴ واقعات، آتشیں ہتھیاروں کے لوٹنے اور چھینے جانے کے ۲ واقعات پیش آئے۔ بڑے پیمانے پر اسلحہ جات اور آتشیں ہتھیاروں کے اکٹھا ہونے کی بھی اطلاع ملی ہے۔

میں نے مرکزی وزیر داخلہ کو بھیجے ہوئے پرائملک کی وحشت نامک اور نامعاند ہادی آمدورفت میں رکاوٹ اور تشدد کے واقعات آگاہ کیا۔ میں ۲۶ جون کو دہلی گیا اور مرکزی وزیر داخلہ اور وزیر اعظم کے ساتھ میں نے مزید بات چیت کی۔ میں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ جی این ایل ایف کی طرف سے تشدد کی راہ پر گامزن کیے باوجود سیاسی حل تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مرکزی وزیر داخلہ نے ششی مسباش گھیشنگ کو ۲۲ جولائی کو دہلی میں مدعو کیا۔ میں نے ۲۱ جولائی کو مرکزی وزیر داخلہ اور وزیر اعظم کے ساتھ دہری میٹنگ کی ماس وقت سے پہاڑیوں میں صورت حال کچھ معمول پر آئی۔ اگرچہ دفعہ وقفہ سے تشدد قتل وغیرہ کے واقعات ہوتے رہے اور جی این ایل ایف کے مخالفین پر ان کی حمایت کرنے کیلئے دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ ایسے کثیر التعداد نیاہلیوں کو اپنے گھروں کو چھوڑ کر بھاگ جانے کیلئے مجبور کیا گیا اور ان میں بہت سے لوگوں کو امدادی کیمپ میں مہینے پر مجبور کیا گیا۔

وسیع لاکھ عمل جو ۱۶ جون ۱۹۵۶ء کو کلکتہ میں مرکزی وزیر داخلہ کے ساتھ ہونے والی میٹنگ کے دوران وجود میں آیا تھا کو بنیاد بنا کر میں نے ۲۸ اگست کو وزیر اعظم کے ساتھ مزید بات چیت کی۔ وسیع شکلات پر مبنی ایک معاہدہ تیار کیا گیا جو میری معلومات کے مطابق حکومت ہند کی طرف سے جی این ایل ایف کے لکھنؤ کو پہنچا دیا گیا۔

۱۱۔ پولیس یونٹیں بشمول پولیس کیمپ آئل فیلڈ کے شکار ہوئے۔ واقعات کے ۱۱۳ واقعات پیش آئے جس کے نتیجے میں ۵ عمارتیں مکمل طور پر اور ۳۸ عمارتیں جزوی طور پر تباہ ہو گئیں۔ بم پھٹنے کے ۴۹ واقعات، لوٹ مار کے ۴ واقعات، آتشیں ہتھیاروں کے لوٹنے اور چھینے جانے کے ۲ واقعات پیش آئے۔ بڑے پیمانے پر اسلحہ جات اور آتشیں ہتھیاروں کے اکٹھا ہونے کی بھی اطلاع ملی ہے۔

اور لوہے کی اسلحہ کے ساتھ کراس کے امیدواروں کی نامزدگی ریاستی حکومت کو ملے گی۔ اس کے ممبران جنگلات، چائے باغات اور مضافاتی علاقوں کے شہری علاقوں پر مبنی تینوں پہاڑی سب ڈویژن علاقوں کے مستحق ہونے کے ذریعہ منتخب کئے جائیں گے۔ سب ڈویژن سب ڈویژن میں ترقیاتی سرگرمیوں کے لئے وقفہ ہاڑی کی تشکیل کے لئے آزادانہ طور پر بندوبست کیا جائے گا۔

سب ڈویژن سمیت چار سب ڈویژنوں پر مشتمل ضلع راولپنڈی کا جب کہ ابھی ہے قیادی ضلع کا پولیس ہی برقرار رہے گی۔ اس سلسلے میں بے شک ریاستی پولیس کے تحت وسیع لاکھ عمل کے دائرے میں رہ کر پہاڑی علاقوں کی سماجی اور معاشی ترقی، پہاڑی کاؤنسل کے ذریعہ ہوگی۔ جبکہ امن وامان، انصاف، چائے باغات، محفوظ جنگلات، بجلی وغیرہ پہاڑی کاؤنسل اتھارٹی کے اختیار میں نہ ہوں گے۔ پہاڑی کاؤنسل پنچائٹوں اور آمدورفت، تعلیم، صحت، مسابقت، امن و امان سے متعلق تمام معاملات پر اختیارات رکھے گی۔ اس طرح کے اختیارات میں توسیع اور گنجائش پیدا کی جاسکتی ہے۔ کاؤنسل کے فنڈ کے لئے مرکزی اور ریاستی حکومتوں کی مشترکہ مالی امداد کی جائے گی جس کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے ریاستی حکومت کی مشترکہ مناسب قانون سازی ضروری ہے۔ اس نئے قانون میں دیگ باتوں کے ساتھ ساتھ انتظامی

ساخت کی مدد دی اور انتخاب کے ضابطہ، حساب کتاب کی جانچ پڑتال کے طریقے اور کاؤنسل کی کارکردگی پر ریاستی حکومت کے اختیارات کے لئے مناسب گنجائش رکھی گئی ہے۔

مشہریت، زبان وغیرہ کا مسئلہ حکومت ہند کے ذمہ ہے اور وہ اس سلسلے میں تدبیر کر رہا ہے۔ ہم نے بار بار اس ضرورت کی نمایاں طور پر وضاحت کی کہ نیاہلی کو دستور ہند کے آئینوں میں شمولیت میں شامل کیا جائے۔ ہم اپنی تمام تر کوششوں میں اسی حتمت کو اپنا ہوسکتے ہیں جبکہ تشدد کے ماحول کو ختم کیا جائے اور دیرپا حل کے مسئلہ اور ان سب سے ہٹ کر دار جنگ کے قوام کے مفادات کے لئے مناسب طور پر برائمن اور دوستانہ ماحول کو برقرار رکھا جائے۔ ابھی جبکہ حکومت ہند کی جی این ایل ایف کے لکھنؤ کے ساتھ بات چیت (۱۱ جولائی ۱۹۵۶ء)

تعلیم بالغان

دوسری اور آخری قسط

از: پراچند بھواس

ہیں اس لئے کیا کرنا چاہئے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ شہروں کی سہولتیں یا دیہاتوں کی گھٹنیاں تو ہمارے پاس نہیں آئیں گی تو کیا ہم شہروں اور دیہاتوں میں جا سکتے ہیں؟ یہ ایک سوال ہے اور اسے تمام تعلیم یافتہ لوگوں کو حل کرنا ہے۔

تعلیم بالغان کے نظام میں لائبریریوں اور ان کے ناظموں دونوں کو بہت ہی اہم کردار ادا کرنا پڑے گا۔ اگر تعلیم بالغان سے ہر مرد اور عورت کو فیض یاب کرنا ہے تو ہم لائبریریوں سے گریز نہیں کر سکتے۔ ان دونوں ایک لائبریری صحیح معنوں میں ایک یونیورسٹی کے فرائض انجام دیتی ہے۔ ان لائبریریوں میں تربیت یافتہ اسٹاف ہوتے ہیں جو تار تار کی ضرورتوں کے مطابق کتابیں فراہم کرتے ہیں۔

لائبریری کے تربیت یافتہ اور عالم ناظم کی اہمیت تعلیم بالغان کے تحت اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا جاسکتا ہے کہ اسے اس شخص کی تعلیم کے سلسلے میں جولا ئبریری میں مطالعہ کتب کیلئے آتا ہے اور تھائی کرنی پڑتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہندستان میں ہمارا یہ دور عرف تعلیم حاصل کرنے کا دور نہیں ہے۔ روزی روٹی کمانے کی ضرورت اتنی عظیم ہوتی ہے کہ اس کے سامنے تعلیم یا تو ایک لطیف تکلف نظر آتی ہے یا تعلیم حاصل کرنے میں وقت کی بربادی ہوتی ہے۔

مالاٹو کوشش کے ہر میدان میں تعلیم تو درحقیقت ایک اثاثہ ہوتی ہے۔ کس طرح لائبریریاں اور رات کے اسکول عام لوگوں کی بے بسی کو دور کر کے ان کے دلوں کو تعلیم کی ضرورت اور اہمیت سے آگاہ کر سکتے ہیں؟

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یورپ، امریکہ اور خوش قسمت ملکوں میں پڑھنے والے لوگوں کی تعداد کافی زیادہ ہے اور اس کی وجہ سے

ان کے معیار زندگی میں کافی بہتری ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان اسکولوں، کالجز اور لائبریریوں کی تعداد میں اضافہ کرتا جا رہا ہے۔ اخباروں کی اشاعت میں اور تعداد فروخت بھی کافی بڑھ گئی ہے۔

ہیں اس جذبہ کی محسوس نے روس میں، جرمنوں، انگریزوں اور انڈیسیوں یا ہمارے صحابہ چینی اور جاپانیوں کی سماجی اور تعلیمی زندگی میں اتنی شاندار تبدیلی لائی، طاقت اور تقویت کا احساس کرنا چاہئے۔

عالمی حق رائے دہندگی اور عالمی تعلیم دونوں کو ہاتھوں میں نہ ڈالے آگے بڑھنا چاہئے اور اس کے ساتھ تعلیم کے ایک قومی نظام قائم کئے بغیر اور اس نظام کو شہریوں اور محروموں کے بایں کے لئے فراہم کئے بغیر تقویت پر کس قسم کا حقیقی غور کرنا ممکن نہیں۔

تعلیم بالغان کا تصور بیرونی نہیں ہے۔ اس کی پیدائش اور پرورش و پرورش میں اسی ملک میں ہوئی۔ پھر جمہوری ملکوں کی ہمارے سر زمین میں جمہوریت کی بنیاد مستحکم بن گئی۔ شروع سے ہی اس کا مقصد یہ تھا کہ تعلیم کے نظام میں نامناسب جانبداری کو دور کیا جائے اور اس بات کی کوشش شاہی اودار سے اور اس وقت سے جب لوگ طبقات میں بٹے ہوئے تھے کی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ صرف کتابی تعلیم کے ناموافق اثرات کو دور کیا جائے۔ مزید برآں اس نظام تعلیم کا اہم مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو اچھے شہری ہونے کے اصولوں اور تعویذات سے روشناس کرایا جائے اور ان لوگوں کو جنہوں نے کسی ریونیوٹک سے ڈگری حاصل نہیں کی ہے، احرار میں شامل کر دیا جائے۔

بالغوں کی تعلیم کے نظام کا مقصد تو یہ ہونا چاہئے کہ ان لوگوں کو تعلیم دی جائے جنہوں نے اپنے بچپن میں غربت یا ابتدائی تعلیمی نظام میں خامیوں کی وجہ سے مناسب طور پر تعلیم حاصل نہ کر سکے۔

ہمارے ملک کو اس راہ میں آگے بڑھانے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرنا ہوگی اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکے گا جب تعلیم یافتہ لوگ اور ریاستی حکومت متحدہ طور پر کوشش کریں۔

اگر کوئٹہ ۳۷ برسوں میں اس سلسلے میں کئی کئی کوششوں کے نتائج کو (یعنی ۱۹۰۱ء، ۱۹۱۱ء، ۱۹۲۱ء، ۱۹۳۱ء، ۱۹۴۱ء، ۱۹۵۱ء، ۱۹۶۱ء، ۱۹۷۱ء، ۱۹۸۱ء، ۱۹۹۱ء، ۲۰۰۱ء، ۲۰۱۱ء، ۲۰۲۱ء، ۲۰۳۱ء، ۲۰۴۱ء، ۲۰۵۱ء، ۲۰۶۱ء، ۲۰۷۱ء، ۲۰۸۱ء، ۲۰۹۱ء، ۲۱۰۱ء، ۲۱۱۱ء، ۲۱۲۱ء، ۲۱۳۱ء، ۲۱۴۱ء، ۲۱۵۱ء، ۲۱۶۱ء، ۲۱۷۱ء، ۲۱۸۱ء، ۲۱۹۱ء، ۲۲۰۱ء، ۲۲۱۱ء، ۲۲۲۱ء، ۲۲۳۱ء، ۲۲۴۱ء، ۲۲۵۱ء، ۲۲۶۱ء، ۲۲۷۱ء، ۲۲۸۱ء، ۲۲۹۱ء، ۲۳۰۱ء، ۲۳۱۱ء، ۲۳۲۱ء، ۲۳۳۱ء، ۲۳۴۱ء، ۲۳۵۱ء، ۲۳۶۱ء، ۲۳۷۱ء، ۲۳۸۱ء، ۲۳۹۱ء، ۲۴۰۱ء، ۲۴۱۱ء، ۲۴۲۱ء، ۲۴۳۱ء، ۲۴۴۱ء، ۲۴۵۱ء، ۲۴۶۱ء، ۲۴۷۱ء، ۲۴۸۱ء، ۲۴۹۱ء، ۲۵۰۱ء، ۲۵۱۱ء، ۲۵۲۱ء، ۲۵۳۱ء، ۲۵۴۱ء، ۲۵۵۱ء، ۲۵۶۱ء، ۲۵۷۱ء، ۲۵۸۱ء، ۲۵۹۱ء، ۲۶۰۱ء، ۲۶۱۱ء، ۲۶۲۱ء، ۲۶۳۱ء، ۲۶۴۱ء، ۲۶۵۱ء، ۲۶۶۱ء، ۲۶۷۱ء، ۲۶۸۱ء، ۲۶۹۱ء، ۲۷۰۱ء، ۲۷۱۱ء، ۲۷۲۱ء، ۲۷۳۱ء، ۲۷۴۱ء، ۲۷۵۱ء، ۲۷۶۱ء، ۲۷۷۱ء، ۲۷۸۱ء، ۲۷۹۱ء، ۲۸۰۱ء، ۲۸۱۱ء، ۲۸۲۱ء، ۲۸۳۱ء، ۲۸۴۱ء، ۲۸۵۱ء، ۲۸۶۱ء، ۲۸۷۱ء، ۲۸۸۱ء، ۲۸۹۱ء، ۲۹۰۱ء، ۲۹۱۱ء، ۲۹۲۱ء، ۲۹۳۱ء، ۲۹۴۱ء، ۲۹۵۱ء، ۲۹۶۱ء، ۲۹۷۱ء، ۲۹۸۱ء، ۲۹۹۱ء، ۳۰۰۱ء، ۳۰۱۱ء، ۳۰۲۱ء، ۳۰۳۱ء، ۳۰۴۱ء، ۳۰۵۱ء، ۳۰۶۱ء، ۳۰۷۱ء، ۳۰۸۱ء، ۳۰۹۱ء، ۳۱۰۱ء، ۳۱۱۱ء، ۳۱۲۱ء، ۳۱۳۱ء، ۳۱۴۱ء، ۳۱۵۱ء، ۳۱۶۱ء، ۳۱۷۱ء، ۳۱۸۱ء، ۳۱۹۱ء، ۳۲۰۱ء، ۳۲۱۱ء، ۳۲۲۱ء، ۳۲۳۱ء، ۳۲۴۱ء، ۳۲۵۱ء، ۳۲۶۱ء، ۳۲۷۱ء، ۳۲۸۱ء، ۳۲۹۱ء، ۳۳۰۱ء، ۳۳۱۱ء، ۳۳۲۱ء، ۳۳۳۱ء، ۳۳۴۱ء، ۳۳۵۱ء، ۳۳۶۱ء، ۳۳۷۱ء، ۳۳۸۱ء، ۳۳۹۱ء، ۳۴۰۱ء، ۳۴۱۱ء، ۳۴۲۱ء، ۳۴۳۱ء، ۳۴۴۱ء، ۳۴۵۱ء، ۳۴۶۱ء، ۳۴۷۱ء، ۳۴۸۱ء، ۳۴۹۱ء، ۳۵۰۱ء، ۳۵۱۱ء، ۳۵۲۱ء، ۳۵۳۱ء، ۳۵۴۱ء، ۳۵۵۱ء، ۳۵۶۱ء، ۳۵۷۱ء، ۳۵۸۱ء، ۳۵۹۱ء، ۳۶۰۱ء، ۳۶۱۱ء، ۳۶۲۱ء، ۳۶۳۱ء، ۳۶۴۱ء، ۳۶۵۱ء، ۳۶۶۱ء، ۳۶۷۱ء، ۳۶۸۱ء، ۳۶۹۱ء، ۳۷۰۱ء، ۳۷۱۱ء، ۳۷۲۱ء، ۳۷۳۱ء، ۳۷۴۱ء، ۳۷۵۱ء، ۳۷۶۱ء، ۳۷۷۱ء، ۳۷۸۱ء، ۳۷۹۱ء، ۳۸۰۱ء، ۳۸۱۱ء، ۳۸۲۱ء، ۳۸۳۱ء، ۳۸۴۱ء، ۳۸۵۱ء، ۳۸۶۱ء، ۳۸۷۱ء، ۳۸۸۱ء، ۳۸۹۱ء، ۳۹۰۱ء، ۳۹۱۱ء، ۳۹۲۱ء، ۳۹۳۱ء، ۳۹۴۱ء، ۳۹۵۱ء، ۳۹۶۱ء، ۳۹۷۱ء، ۳۹۸۱ء، ۳۹۹۱ء، ۴۰۰۱ء، ۴۰۱۱ء، ۴۰۲۱ء، ۴۰۳۱ء، ۴۰۴۱ء، ۴۰۵۱ء، ۴۰۶۱ء، ۴۰۷۱ء، ۴۰۸۱ء، ۴۰۹۱ء، ۴۱۰۱ء، ۴۱۱۱ء، ۴۱۲۱ء، ۴۱۳۱ء، ۴۱۴۱ء، ۴۱۵۱ء، ۴۱۶۱ء، ۴۱۷۱ء، ۴۱۸۱ء، ۴۱۹۱ء، ۴۲۰۱ء، ۴۲۱۱ء، ۴۲۲۱ء، ۴۲۳۱ء، ۴۲۴۱ء، ۴۲۵۱ء، ۴۲۶۱ء، ۴۲۷۱ء، ۴۲۸۱ء، ۴۲۹۱ء، ۴۳۰۱ء، ۴۳۱۱ء، ۴۳۲۱ء، ۴۳۳۱ء، ۴۳۴۱ء، ۴۳۵۱ء، ۴۳۶۱ء، ۴۳۷۱ء، ۴۳۸۱ء، ۴۳۹۱ء، ۴۴۰۱ء، ۴۴۱۱ء، ۴۴۲۱ء، ۴۴۳۱ء، ۴۴۴۱ء، ۴۴۵۱ء، ۴۴۶۱ء، ۴۴۷۱ء، ۴۴۸۱ء، ۴۴۹۱ء، ۴۵۰۱ء، ۴۵۱۱ء، ۴۵۲۱ء، ۴۵۳۱ء، ۴۵۴۱ء، ۴۵۵۱ء، ۴۵۶۱ء، ۴۵۷۱ء، ۴۵۸۱ء، ۴۵۹۱ء، ۴۶۰۱ء، ۴۶۱۱ء، ۴۶۲۱ء، ۴۶۳۱ء، ۴۶۴۱ء، ۴۶۵۱ء، ۴۶۶۱ء، ۴۶۷۱ء، ۴۶۸۱ء، ۴۶۹۱ء، ۴۷۰۱ء، ۴۷۱۱ء، ۴۷۲۱ء، ۴۷۳۱ء، ۴۷۴۱ء، ۴۷۵۱ء، ۴۷۶۱ء، ۴۷۷۱ء، ۴۷۸۱ء، ۴۷۹۱ء، ۴۸۰۱ء، ۴۸۱۱ء، ۴۸۲۱ء، ۴۸۳۱ء، ۴۸۴۱ء، ۴۸۵۱ء، ۴۸۶۱ء، ۴۸۷۱ء، ۴۸۸۱ء، ۴۸۹۱ء، ۴۹۰۱ء، ۴۹۱۱ء، ۴۹۲۱ء، ۴۹۳۱ء، ۴۹۴۱ء، ۴۹۵۱ء، ۴۹۶۱ء، ۴۹۷۱ء، ۴۹۸۱ء، ۴۹۹۱ء، ۵۰۰۱ء، ۵۰۱۱ء، ۵۰۲۱ء، ۵۰۳۱ء، ۵۰۴۱ء، ۵۰۵۱ء، ۵۰۶۱ء، ۵۰۷۱ء، ۵۰۸۱ء، ۵۰۹۱ء، ۵۱۰۱ء، ۵۱۱۱ء، ۵۱۲۱ء، ۵۱۳۱ء، ۵۱۴۱ء، ۵۱۵۱ء، ۵۱۶۱ء، ۵۱۷۱ء، ۵۱۸۱ء، ۵۱۹۱ء، ۵۲۰۱ء، ۵۲۱۱ء، ۵۲۲۱ء، ۵۲۳۱ء، ۵۲۴۱ء، ۵۲۵۱ء، ۵۲۶۱ء، ۵۲۷۱ء، ۵۲۸۱ء، ۵۲۹۱ء، ۵۳۰۱ء، ۵۳۱۱ء، ۵۳۲۱ء، ۵۳۳۱ء، ۵۳۴۱ء، ۵۳۵۱ء، ۵۳۶۱ء، ۵۳۷۱ء، ۵۳۸۱ء، ۵۳۹۱ء، ۵۴۰۱ء، ۵۴۱۱ء، ۵۴۲۱ء، ۵۴۳۱ء، ۵۴۴۱ء، ۵۴۵۱ء، ۵۴۶۱ء، ۵۴۷۱ء، ۵۴۸۱ء، ۵۴۹۱ء، ۵۵۰۱ء، ۵۵۱۱ء، ۵۵۲۱ء، ۵۵۳۱ء، ۵۵۴۱ء، ۵۵۵۱ء، ۵۵۶۱ء، ۵۵۷۱ء، ۵۵۸۱ء، ۵۵۹۱ء، ۵۶۰۱ء، ۵۶۱۱ء، ۵۶۲۱ء، ۵۶۳۱ء، ۵۶۴۱ء، ۵۶۵۱ء، ۵۶۶۱ء، ۵۶۷۱ء، ۵۶۸۱ء، ۵۶۹۱ء، ۵۷۰۱ء، ۵۷۱۱ء، ۵۷۲۱ء، ۵۷۳۱ء، ۵۷۴۱ء، ۵۷۵۱ء، ۵۷۶۱ء، ۵۷۷۱ء، ۵۷۸۱ء، ۵۷۹۱ء، ۵۸۰۱ء، ۵۸۱۱ء، ۵۸۲۱ء، ۵۸۳۱ء، ۵۸۴۱ء، ۵۸۵۱ء، ۵۸۶۱ء، ۵۸۷۱ء، ۵۸۸۱ء، ۵۸۹۱ء، ۵۹۰۱ء، ۵۹۱۱ء، ۵۹۲۱ء، ۵۹۳۱ء، ۵۹۴۱ء، ۵۹۵۱ء، ۵۹۶۱ء، ۵۹۷۱ء، ۵۹۸۱ء، ۵۹۹۱ء، ۶۰۰۱ء، ۶۰۱۱ء، ۶۰۲۱ء، ۶۰۳۱ء، ۶۰۴۱ء، ۶۰۵۱ء، ۶۰۶۱ء، ۶۰۷۱ء، ۶۰۸۱ء، ۶۰۹۱ء، ۶۱۰۱ء، ۶۱۱۱ء، ۶۱۲۱ء، ۶۱۳۱ء، ۶۱۴۱ء، ۶۱۵۱ء، ۶۱۶۱ء، ۶۱۷۱ء، ۶۱۸۱ء، ۶۱۹۱ء، ۶۲۰۱ء، ۶۲۱۱ء، ۶۲۲۱ء، ۶۲۳۱ء، ۶۲۴۱ء، ۶۲۵۱ء، ۶۲۶۱ء، ۶۲۷۱ء، ۶۲۸۱ء، ۶۲۹۱ء، ۶۳۰۱ء، ۶۳۱۱ء، ۶۳۲۱ء، ۶۳۳۱ء، ۶۳۴۱ء، ۶۳۵۱ء، ۶۳۶۱ء، ۶۳۷۱ء، ۶۳۸۱ء، ۶۳۹۱ء، ۶۴۰۱ء، ۶۴۱۱ء، ۶۴۲۱ء، ۶۴۳۱ء، ۶۴۴۱ء، ۶۴۵۱ء، ۶۴۶۱ء، ۶۴۷۱ء، ۶۴۸۱ء، ۶۴۹۱ء، ۶۵۰۱ء، ۶۵۱۱ء، ۶۵۲۱ء، ۶۵۳۱ء، ۶۵۴۱ء، ۶۵۵۱ء، ۶۵۶۱ء، ۶۵۷۱ء، ۶۵۸۱ء، ۶۵۹۱ء، ۶۶۰۱ء، ۶۶۱۱ء، ۶۶۲۱ء، ۶۶۳۱ء، ۶۶۴۱ء، ۶۶۵۱ء، ۶۶۶۱ء، ۶۶۷۱ء، ۶۶۸۱ء، ۶۶۹۱ء، ۶۷۰۱ء، ۶۷۱۱ء، ۶۷۲۱ء، ۶۷۳۱ء، ۶۷۴۱ء، ۶۷۵۱ء، ۶۷۶۱ء، ۶۷۷۱ء، ۶۷۸۱ء، ۶۷۹۱ء، ۶۸۰۱ء، ۶۸۱۱ء، ۶۸۲۱ء، ۶۸۳۱ء، ۶۸۴۱ء، ۶۸۵۱ء، ۶۸۶۱ء، ۶۸۷۱ء، ۶۸۸۱ء، ۶۸۹۱ء، ۶۹۰۱ء، ۶۹۱۱ء، ۶۹۲۱ء، ۶۹۳۱ء، ۶۹۴۱ء، ۶۹۵۱ء، ۶۹۶۱ء، ۶۹۷۱ء، ۶۹۸۱ء، ۶۹۹۱ء، ۷۰۰۱ء، ۷۰۱۱ء، ۷۰۲۱ء، ۷۰۳۱ء، ۷۰۴۱ء، ۷۰۵۱ء، ۷۰۶۱ء، ۷۰۷۱ء، ۷۰۸۱ء، ۷۰۹۱ء، ۷۱۰۱ء، ۷۱۱۱ء، ۷۱۲۱ء، ۷۱۳۱ء، ۷۱۴۱ء، ۷۱۵۱ء، ۷۱۶۱ء، ۷۱۷۱ء، ۷۱۸۱ء، ۷۱۹۱ء، ۷۲۰۱ء، ۷۲۱۱ء، ۷۲۲۱ء، ۷۲۳۱ء، ۷۲۴۱ء، ۷۲۵۱ء، ۷۲۶۱ء، ۷۲۷۱ء، ۷۲۸۱ء، ۷۲۹۱ء، ۷۳۰۱ء، ۷۳۱۱ء، ۷۳۲۱ء، ۷۳۳۱ء، ۷۳۴۱ء، ۷۳۵۱ء، ۷۳۶۱ء، ۷۳۷۱ء، ۷۳۸۱ء، ۷۳۹۱ء، ۷۴۰۱ء، ۷۴۱۱ء، ۷۴۲۱ء، ۷۴۳۱ء، ۷۴۴۱ء، ۷۴۵۱ء، ۷۴۶۱ء، ۷۴۷۱ء، ۷۴۸۱ء، ۷۴۹۱ء، ۷۵۰۱ء، ۷۵۱۱ء، ۷۵۲۱ء، ۷۵۳۱ء، ۷۵۴۱ء، ۷۵۵۱ء، ۷۵۶۱ء، ۷۵۷۱ء، ۷۵۸۱ء، ۷۵۹۱ء، ۷۶۰۱ء، ۷۶۱۱ء، ۷۶۲۱ء، ۷۶۳۱ء، ۷۶۴۱ء، ۷۶۵۱ء، ۷۶۶۱ء، ۷۶۷۱ء، ۷۶۸۱ء، ۷۶۹۱ء، ۷۷۰۱ء، ۷۷۱۱ء، ۷۷۲۱ء، ۷۷۳۱ء، ۷۷۴۱ء، ۷۷۵۱ء، ۷۷۶۱ء، ۷۷۷۱ء، ۷۷۸۱ء، ۷۷۹۱ء، ۷۸۰۱ء، ۷۸۱۱ء، ۷۸۲۱ء، ۷۸۳۱ء، ۷۸۴۱ء، ۷۸۵۱ء، ۷۸۶۱ء، ۷۸۷۱ء، ۷۸۸۱ء، ۷۸۹۱ء، ۷۹۰۱ء، ۷۹۱۱ء، ۷۹۲۱ء، ۷۹۳۱ء، ۷۹۴۱ء، ۷۹۵۱ء، ۷۹۶۱ء، ۷۹۷۱ء، ۷۹۸۱ء، ۷۹۹۱ء، ۸۰۰۱ء، ۸۰۱۱ء، ۸۰۲۱ء، ۸۰۳۱ء، ۸۰۴۱ء، ۸۰۵۱ء، ۸۰۶۱ء، ۸۰۷۱ء، ۸۰۸۱ء، ۸۰۹۱ء، ۸۱۰۱ء، ۸۱۱۱ء، ۸۱۲۱ء، ۸۱۳۱ء، ۸۱۴۱ء، ۸۱۵۱ء، ۸۱۶۱ء، ۸۱۷۱ء، ۸۱۸۱ء، ۸۱۹۱ء، ۸۲۰۱ء، ۸۲۱۱ء، ۸۲۲۱ء، ۸۲۳۱ء، ۸۲۴۱ء، ۸۲۵۱ء، ۸۲۶۱ء، ۸۲۷۱ء، ۸۲۸۱ء، ۸۲۹۱ء، ۸۳۰۱ء، ۸۳۱۱ء، ۸۳۲۱ء، ۸۳۳۱ء، ۸۳۴۱ء، ۸۳۵۱ء، ۸۳۶۱ء، ۸۳۷۱ء، ۸۳۸۱ء، ۸۳۹۱ء، ۸۴۰۱ء، ۸۴۱۱ء، ۸۴۲۱ء، ۸۴۳۱ء، ۸۴۴۱ء، ۸۴۵۱ء، ۸۴۶۱ء، ۸۴۷۱ء، ۸۴۸۱ء، ۸۴۹۱ء، ۸۵۰۱ء، ۸۵۱۱ء، ۸۵۲۱ء، ۸۵۳۱ء، ۸۵۴۱ء، ۸۵۵۱ء، ۸۵۶۱ء، ۸۵۷۱ء، ۸۵۸۱ء، ۸۵۹۱ء، ۸۶۰۱ء، ۸۶۱۱ء، ۸۶۲۱ء، ۸۶۳۱ء، ۸۶۴۱ء، ۸۶۵۱ء، ۸۶۶۱ء، ۸۶۷۱ء، ۸۶۸۱ء، ۸۶۹۱ء، ۸۷۰۱ء، ۸۷۱۱ء، ۸۷۲۱ء، ۸۷۳۱ء، ۸۷۴۱ء، ۸۷۵۱ء، ۸۷۶۱ء، ۸۷۷۱ء، ۸۷۸۱ء، ۸۷۹۱ء، ۸۸۰۱ء، ۸۸۱۱ء، ۸۸۲۱ء، ۸۸۳۱ء، ۸۸۴۱ء، ۸۸۵۱ء، ۸۸۶۱ء، ۸۸۷۱ء، ۸۸۸۱ء، ۸۸۹۱ء، ۸۹۰۱ء، ۸۹۱۱ء، ۸۹۲۱ء، ۸۹۳۱ء، ۸۹۴۱ء، ۸۹۵۱ء، ۸۹۶۱ء، ۸۹۷۱ء، ۸۹۸۱ء، ۸۹۹۱ء، ۹۰۰۱ء، ۹۰۱۱ء، ۹۰۲۱ء، ۹۰۳۱ء، ۹۰۴۱ء، ۹۰۵۱ء، ۹۰۶۱ء، ۹۰۷۱ء، ۹۰۸۱ء، ۹۰۹۱ء، ۹۱۰۱ء، ۹۱۱۱ء، ۹۱۲۱ء، ۹۱۳۱ء، ۹۱۴۱ء، ۹۱۵۱ء، ۹۱۶۱ء، ۹۱۷۱ء، ۹۱۸۱ء، ۹۱۹۱ء، ۹۲۰۱ء، ۹۲۱۱ء، ۹۲۲۱ء، ۹۲۳۱ء، ۹۲۴۱ء، ۹۲۵۱ء، ۹۲۶۱ء، ۹۲۷۱ء، ۹۲۸۱ء، ۹۲۹۱ء، ۹۳۰۱ء، ۹۳۱۱ء، ۹۳۲۱ء، ۹۳۳۱ء، ۹۳۴۱ء، ۹۳۵۱ء، ۹۳۶۱ء، ۹۳۷۱ء، ۹۳۸۱ء، ۹۳۹۱ء، ۹۴۰۱ء، ۹۴۱۱ء، ۹۴۲۱ء، ۹۴۳۱ء، ۹۴۴۱ء، ۹۴۵۱ء، ۹۴۶۱ء، ۹۴۷۱ء، ۹۴۸۱ء، ۹۴۹۱ء، ۹۵۰۱ء، ۹۵۱۱ء، ۹۵۲۱ء، ۹۵۳۱ء، ۹۵۴۱ء، ۹۵۵۱ء، ۹۵۶۱ء، ۹۵۷۱ء، ۹۵۸۱ء، ۹۵۹۱ء، ۹۶۰۱ء، ۹۶۱۱ء، ۹۶۲۱ء، ۹۶۳۱ء، ۹۶۴۱ء، ۹۶۵۱ء، ۹۶۶۱ء، ۹۶۷۱ء، ۹۶۸۱ء، ۹۶۹۱ء، ۹۷۰۱ء، ۹۷۱۱ء، ۹۷۲۱ء، ۹۷۳۱ء، ۹۷۴۱ء، ۹۷۵۱ء، ۹۷۶۱ء، ۹۷۷۱ء، ۹۷۸۱ء، ۹۷۹۱ء، ۹۸۰۱ء، ۹۸۱۱ء، ۹۸۲۱ء، ۹۸۳۱ء، ۹۸۴۱ء، ۹۸۵۱ء، ۹۸۶۱ء، ۹۸۷۱ء، ۹۸۸۱ء، ۹۸۹۱ء، ۹۹۰۱ء، ۹۹۱۱ء، ۹۹۲۱ء، ۹۹۳۱ء، ۹۹۴۱ء، ۹۹۵۱ء، ۹۹۶۱ء، ۹۹۷۱ء، ۹۹۸۱ء، ۹۹۹۱ء، ۱۰۰۰۱ء، ۱۰۰۱۱ء، ۱۰۰۲۱ء، ۱۰۰۳۱ء، ۱۰۰۴۱ء، ۱۰۰۵۱ء، ۱۰۰۶۱ء، ۱۰۰۷۱ء، ۱۰۰۸۱ء، ۱۰۰۹۱ء، ۱۰۱۰۱ء، ۱۰۱۱۱ء، ۱۰۱۲۱ء، ۱۰۱۳۱ء، ۱۰۱۴۱ء، ۱۰۱۵۱ء، ۱۰۱۶۱ء، ۱۰۱۷۱ء، ۱۰۱۸۱ء، ۱۰۱۹۱ء، ۱۰۲۰۱ء، ۱۰۲۱۱ء، ۱۰۲۲۱ء، ۱۰۲۳۱ء، ۱۰۲۴۱ء، ۱۰۲۵۱ء، ۱۰۲۶۱ء، ۱۰۲۷۱ء، ۱۰۲۸۱ء، ۱۰۲۹۱ء، ۱۰۳۰۱ء، ۱۰۳۱۱ء، ۱۰۳۲۱ء، ۱۰۳۳۱ء، ۱۰۳۴۱ء، ۱۰۳۵۱ء، ۱۰۳۶۱ء، ۱۰۳۷۱ء، ۱۰۳۸۱ء، ۱۰۳۹۱ء، ۱۰۴۰۱ء، ۱۰۴۱۱ء، ۱۰۴۲۱ء، ۱۰۴۳۱ء، ۱۰۴۴۱ء، ۱۰۴۵۱ء، ۱۰۴۶۱ء، ۱۰۴۷۱ء، ۱۰۴۸۱ء، ۱۰۴۹۱ء، ۱۰۵۰۱ء، ۱۰۵۱۱ء، ۱۰۵۲۱ء، ۱۰۵۳۱ء، ۱۰۵۴۱ء، ۱۰۵۵۱ء، ۱۰۵۶۱ء، ۱۰۵۷۱ء، ۱۰۵۸۱ء، ۱۰۵۹۱ء، ۱۰۶۰۱ء، ۱۰۶۱۱ء، ۱۰۶۲۱ء، ۱۰۶۳۱ء، ۱۰۶۴۱ء، ۱۰۶۵۱ء، ۱۰۶۶۱ء، ۱۰۶۷۱ء، ۱۰۶۸۱ء، ۱۰۶۹۱ء، ۱۰۷۰۱ء، ۱۰۷۱۱ء، ۱۰۷۲۱ء، ۱۰۷۳۱ء، ۱۰۷۴۱ء، ۱۰۷۵۱ء، ۱۰۷۶۱ء، ۱۰۷۷۱ء، ۱۰۷۸۱ء، ۱۰۷۹۱ء، ۱۰۸۰۱ء، ۱۰۸۱۱ء، ۱۰۸۲۱ء، ۱۰۸۳۱ء، ۱۰۸۴۱ء، ۱۰۸۵۱ء، ۱۰۸۶۱ء، ۱۰۸۷۱ء، ۱۰۸۸۱ء، ۱۰۸۹۱ء، ۱۰۹۰۱ء، ۱۰۹۱۱ء، ۱۰۹۲۱ء، ۱۰۹۳۱ء، ۱۰۹۴۱ء، ۱۰۹۵۱ء، ۱۰۹۶۱ء، ۱۰۹۷۱ء، ۱۰۹۸۱ء، ۱۰۹۹۱ء، ۱۱۰۰۱ء، ۱۱۰۱۱ء، ۱۱۰۲۱ء، ۱۱۰۳۱ء، ۱۱۰۴۱ء، ۱۱۰۵۱ء، ۱۱۰۶۱ء، ۱۱۰۷۱ء، ۱۱۰۸۱ء، ۱۱۰۹۱ء، ۱۱۱۰۱ء، ۱۱۱۱۱ء، ۱۱۱۲۱ء، ۱۱۱۳۱ء، ۱۱۱۴۱ء، ۱۱۱۵۱ء، ۱۱۱۶۱ء، ۱۱۱۷۱ء، ۱۱۱۸۱ء، ۱۱۱۹۱ء، ۱۱۲۰۱ء، ۱۱۲۱۱ء، ۱۱۲۲۱ء، ۱۱۲۳۱ء، ۱۱۲۴۱ء، ۱۱۲۵۱ء، ۱۱۲۶۱ء، ۱۱۲۷۱ء، ۱۱۲۸۱ء، ۱۱۲۹۱ء، ۱۱۳۰۱ء، ۱۱۳۱۱ء، ۱۱۳۲۱ء، ۱۱۳۳۱ء، ۱۱۳۴۱ء، ۱۱۳۵۱ء، ۱۱۳۶۱ء، ۱۱۳۷۱ء، ۱۱۳۸۱ء، ۱۱۳۹۱ء، ۱۱۴۰۱ء، ۱۱۴۱۱ء، ۱۱۴۲۱ء، ۱۱۴۳۱ء، ۱۱۴۴۱ء، ۱۱۴۵۱ء، ۱۱۴۶۱ء،

۱۷۸۱ء - ۱۷۸۲ء - ۱۷۸۳ء - ۱۷۸۴ء - ۱۷۸۵ء - ۱۷۸۶ء - ۱۷۸۷ء - ۱۷۸۸ء - ۱۷۸۹ء - ۱۷۹۰ء

۱۷۹۱ء - ۱۷۹۲ء - ۱۷۹۳ء - ۱۷۹۴ء - ۱۷۹۵ء - ۱۷۹۶ء - ۱۷۹۷ء - ۱۷۹۸ء - ۱۷۹۹ء - ۱۸۰۰ء

۱۸۰۱ء - ۱۸۰۲ء - ۱۸۰۳ء - ۱۸۰۴ء - ۱۸۰۵ء - ۱۸۰۶ء - ۱۸۰۷ء - ۱۸۰۸ء - ۱۸۰۹ء - ۱۸۱۰ء

۱۸۱۱ء - ۱۸۱۲ء - ۱۸۱۳ء - ۱۸۱۴ء - ۱۸۱۵ء - ۱۸۱۶ء - ۱۸۱۷ء - ۱۸۱۸ء - ۱۸۱۹ء - ۱۸۲۰ء

۱۸۲۱ء - ۱۸۲۲ء - ۱۸۲۳ء - ۱۸۲۴ء - ۱۸۲۵ء - ۱۸۲۶ء - ۱۸۲۷ء - ۱۸۲۸ء - ۱۸۲۹ء - ۱۸۳۰ء

۱۸۳۱ء - ۱۸۳۲ء - ۱۸۳۳ء - ۱۸۳۴ء - ۱۸۳۵ء - ۱۸۳۶ء - ۱۸۳۷ء - ۱۸۳۸ء - ۱۸۳۹ء - ۱۸۴۰ء

۱۸۴۱ء - ۱۸۴۲ء - ۱۸۴۳ء - ۱۸۴۴ء - ۱۸۴۵ء - ۱۸۴۶ء - ۱۸۴۷ء - ۱۸۴۸ء - ۱۸۴۹ء - ۱۸۵۰ء

۱۸۵۱ء - ۱۸۵۲ء - ۱۸۵۳ء - ۱۸۵۴ء - ۱۸۵۵ء - ۱۸۵۶ء - ۱۸۵۷ء - ۱۸۵۸ء - ۱۸۵۹ء - ۱۸۶۰ء

۱۸۶۱ء - ۱۸۶۲ء - ۱۸۶۳ء - ۱۸۶۴ء - ۱۸۶۵ء - ۱۸۶۶ء - ۱۸۶۷ء - ۱۸۶۸ء - ۱۸۶۹ء - ۱۸۷۰ء

۱۸۷۱ء - ۱۸۷۲ء - ۱۸۷۳ء - ۱۸۷۴ء - ۱۸۷۵ء - ۱۸۷۶ء - ۱۸۷۷ء - ۱۸۷۸ء - ۱۸۷۹ء - ۱۸۸۰ء

۱۸۸۱ء - ۱۸۸۲ء - ۱۸۸۳ء - ۱۸۸۴ء - ۱۸۸۵ء - ۱۸۸۶ء - ۱۸۸۷ء - ۱۸۸۸ء - ۱۸۸۹ء - ۱۸۹۰ء

۱۸۹۱ء - ۱۸۹۲ء - ۱۸۹۳ء - ۱۸۹۴ء - ۱۸۹۵ء - ۱۸۹۶ء - ۱۸۹۷ء - ۱۸۹۸ء - ۱۸۹۹ء - ۱۹۰۰ء

۱۹۰۱ء - ۱۹۰۲ء - ۱۹۰۳ء - ۱۹۰۴ء - ۱۹۰۵ء - ۱۹۰۶ء - ۱۹۰۷ء - ۱۹۰۸ء - ۱۹۰۹ء - ۱۹۱۰ء

۱۹۱۱ء - ۱۹۱۲ء - ۱۹۱۳ء - ۱۹۱۴ء - ۱۹۱۵ء - ۱۹۱۶ء - ۱۹۱۷ء - ۱۹۱۸ء - ۱۹۱۹ء - ۱۹۲۰ء

۱۹۲۱ء - ۱۹۲۲ء - ۱۹۲۳ء - ۱۹۲۴ء - ۱۹۲۵ء - ۱۹۲۶ء - ۱۹۲۷ء - ۱۹۲۸ء - ۱۹۲۹ء - ۱۹۳۰ء

۱۹۳۱ء - ۱۹۳۲ء - ۱۹۳۳ء - ۱۹۳۴ء - ۱۹۳۵ء - ۱۹۳۶ء - ۱۹۳۷ء - ۱۹۳۸ء - ۱۹۳۹ء - ۱۹۴۰ء

۱۹۴۱ء - ۱۹۴۲ء - ۱۹۴۳ء - ۱۹۴۴ء - ۱۹۴۵ء - ۱۹۴۶ء - ۱۹۴۷ء - ۱۹۴۸ء - ۱۹۴۹ء - ۱۹۵۰ء

۱۹۵۱ء - ۱۹۵۲ء - ۱۹۵۳ء - ۱۹۵۴ء - ۱۹۵۵ء - ۱۹۵۶ء - ۱۹۵۷ء - ۱۹۵۸ء - ۱۹۵۹ء - ۱۹۶۰ء

۱۹۶۱ء - ۱۹۶۲ء - ۱۹۶۳ء - ۱۹۶۴ء - ۱۹۶۵ء - ۱۹۶۶ء - ۱۹۶۷ء - ۱۹۶۸ء - ۱۹۶۹ء - ۱۹۷۰ء

۱۹۷۱ء - ۱۹۷۲ء - ۱۹۷۳ء - ۱۹۷۴ء - ۱۹۷۵ء - ۱۹۷۶ء - ۱۹۷۷ء - ۱۹۷۸ء - ۱۹۷۹ء - ۱۹۸۰ء

۱۹۸۱ء - ۱۹۸۲ء - ۱۹۸۳ء - ۱۹۸۴ء - ۱۹۸۵ء - ۱۹۸۶ء - ۱۹۸۷ء - ۱۹۸۸ء - ۱۹۸۹ء - ۱۹۹۰ء

۱۹۹۱ء - ۱۹۹۲ء - ۱۹۹۳ء - ۱۹۹۴ء - ۱۹۹۵ء - ۱۹۹۶ء - ۱۹۹۷ء - ۱۹۹۸ء - ۱۹۹۹ء - ۲۰۰۰ء

۲۰۰۱ء - ۲۰۰۲ء - ۲۰۰۳ء - ۲۰۰۴ء - ۲۰۰۵ء - ۲۰۰۶ء - ۲۰۰۷ء - ۲۰۰۸ء - ۲۰۰۹ء - ۲۰۱۰ء

۲۰۱۱ء - ۲۰۱۲ء - ۲۰۱۳ء - ۲۰۱۴ء - ۲۰۱۵ء - ۲۰۱۶ء - ۲۰۱۷ء - ۲۰۱۸ء - ۲۰۱۹ء - ۲۰۲۰ء

۲۰۲۱ء - ۲۰۲۲ء - ۲۰۲۳ء - ۲۰۲۴ء - ۲۰۲۵ء - ۲۰۲۶ء - ۲۰۲۷ء - ۲۰۲۸ء - ۲۰۲۹ء - ۲۰۳۰ء

۲۰۳۱ء - ۲۰۳۲ء - ۲۰۳۳ء - ۲۰۳۴ء - ۲۰۳۵ء - ۲۰۳۶ء - ۲۰۳۷ء - ۲۰۳۸ء - ۲۰۳۹ء - ۲۰۴۰ء

۲۰۴۱ء - ۲۰۴۲ء - ۲۰۴۳ء - ۲۰۴۴ء - ۲۰۴۵ء - ۲۰۴۶ء - ۲۰۴۷ء - ۲۰۴۸ء - ۲۰۴۹ء - ۲۰۵۰ء

۲۰۵۱ء - ۲۰۵۲ء - ۲۰۵۳ء - ۲۰۵۴ء - ۲۰۵۵ء - ۲۰۵۶ء - ۲۰۵۷ء - ۲۰۵۸ء - ۲۰۵۹ء - ۲۰۶۰ء

۲۰۶۱ء - ۲۰۶۲ء - ۲۰۶۳ء - ۲۰۶۴ء - ۲۰۶۵ء - ۲۰۶۶ء - ۲۰۶۷ء - ۲۰۶۸ء - ۲۰۶۹ء - ۲۰۷۰ء

۲۰۷۱ء - ۲۰۷۲ء - ۲۰۷۳ء - ۲۰۷۴ء - ۲۰۷۵ء - ۲۰۷۶ء - ۲۰۷۷ء - ۲۰۷۸ء - ۲۰۷۹ء - ۲۰۸۰ء

۲۰۸۱ء - ۲۰۸۲ء - ۲۰۸۳ء - ۲۰۸۴ء - ۲۰۸۵ء - ۲۰۸۶ء - ۲۰۸۷ء - ۲۰۸۸ء - ۲۰۸۹ء - ۲۰۹۰ء

لیکن ہندوستان میں ہم اب بھی خود کو مایوس سمجھتے

ہیں کہ اب تک برسوں سے جو بڑے انسانی ماحول کو

ثقافت کے تحت لانے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیا گیا اور آج

بھی نہیں دی جا رہی ہے۔ اگر ہندوستانی ماحول کی پیداواری

قدرتوں میں اضافہ نہیں کیا گیا، امداد کی دیرانی کو دور نہیں کیا گیا اور

ثقافتی اداروں (اسکولوں، کالج، لائبریریوں اور بالعموم کے قریبی ناٹ

اسکول) کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کی ذہنی ثقافت کو بڑھتا رہا نہیں رکھا

گیا، تو پھر ہم اس بات کا دعویٰ کیسے کر سکتے ہیں کہ ہمیں دنیا کے

بڑے ملکوں میں شمار کیا جائے، اگرچہ ہمارا ملک رقبہ، آبادی اور معیشتی

مسائل کے لحاظ سے بہت سارے ملکوں سے بڑا ہے۔

ناخواندگی کو دور کرنے اور غیر رسمی تعلیم کے نظام کو

دور عمل لانے کے لئے ہمارا سب سے اہم اور پہلا فرض یہ ہے کہ ہم

اپنے ملک میں ایک حقیقی لائبریری تحریک کا افتتاح کریں۔ لائبریریوں

اور ان کے ناظموں کو ناخواندگی اور تاریکی، جو صدیوں سے زمین پر چھائی ہوئی

ہے، ان طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بہت ہی اہم کردار ادا کرنا

ہے۔ ہم لوگ اس بات سے ناواقف نہیں ہیں کہ شہری اور

مضافاتی علاقوں میں عوامی، نیم عوامی، ادارہ جاتی، غیر سرکاری اور

سرکاری کے زیر سرپرستی لائبریریاں ہیں۔ ناخواندگی لائبریریوں کی تعداد

میں اضافہ کرنے اور بہتر منتظم لائبریریاں قائم کرنے میں گراں قدر

خدمات انجام دے سکتے ہیں۔ ہم لوگ بھی اور بھی زیادہ منتظم اور بہتر

شہری اور مضافاتی لائبریریاں قائم کرنے اور ملک کے کونے کونے

میں تعلیم کی اشاعت کے سلسلے میں خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

عوام میں پڑھنے، لکھنے کا شوق پیدا کرنے میں ناظرین لائبریریاں کو پہل

کرنی چاہئے۔ لوگوں کے اخلاق، ان کی زندگی اور ثقافت کو سنوارنے

میں لائبریریاں جو خدمات انجام دیتی ہیں، ان سے وہ لوگ واقف

ہیں جو تعلیم سے فیضیاب ہوئے ہیں اور لائبریریوں سے مستفید

ہوتے ہیں۔

گشتی لائبریریوں کے ذریعہ کتابیں لوگوں کے گھروں میں

خاص طور پر عورتوں کو، لڑکیوں کو، مسندوں کو، لگاؤں میں، کھانوں

کو اور کارخانوں میں مزدوروں کو فراہم کیا جاسکتی ہیں۔ لائبریریوں

(باقی صفحہ پر)

بالعموم کی تعلیم کے لئے کافی انتظامات کرنے کی ضرورت

ہے کیونکہ یہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مبنی ہے کہ تعلیم تو

بڑی بھر حاصل کی جاسکتی ہے اور یہ کہ ایک یونیورسٹی گراجویٹ

تعلیم یافتہ شخص کو مزید تربیت اور ذہنی نشوونما کے

لئے تعلیم کی مسلسل ضرورت ہے۔

اسکولوں اور کالجوں میں تربیت صرف بنیادی باتوں تک

محدود ہوتی ہے۔ ایک شخص کی صحیح معنوں میں ترقی اس وقت

کیا جاتی ہے جب وہ آزادانہ طور پر اپنی کوشش سے علم کی جستجو میں آگے

بڑھے اور اس سے فیضیاب ہو۔

اس سلسلہ میں یہاں یہ ذکر کیا جاسکتا ہے کہ تعلیم بالعموم

عزیز میں جمہوریت کی ایک اہم پیداوار ہے۔ مغربی ممالک میں

تعلیم یافتہ لوگوں کی مساوات کے فروغ کی کوشش کی وجہ سے تعلیم

نظام عالم وجود میں آیا۔ ناخواندگی کو دور کرنے اور لوگوں کے

لوگوں میں ادب، انسانی آرائش، سائنس کا مطالعہ کرنے کا شوق ابھر

کرنے، اسکولوں اور کالجوں کی کوششوں کی ہمت افزائی کی گئی،

اور اس طرح دنیا کے ان ملکوں میں لوگوں کی ثقافتی سطح کو بلند

کیا گیا۔

۱۰

مغربی بنگال اردو اکاڈمی کی سرگرمیاں

(دسمبر ۸۶ تا جولائی ۸۷ء)

تعلیمی سرگرمیاں: (الف) اشاعتی پروگرام۔

حکومت مغربی بنگال کے ڈائریکٹر برائے اسکولی تعلیم کے حسب منشاء پرنٹری درجات کے سوم تا ششم کی گیارہ کتابیں ۲۵،۲۵ ہزار کی تعداد میں شائع کر کے حکومت کے حوالے کی جا چکی ہیں۔ بقیہ تین کتابوں میں سے علم الحساب (پہم) اور علم الحساب (ششم) اشاعتی مرحلے کے آخری دور میں ہیں ایک کتاب جغرافیہ برائے پنجم کی اشاعت ڈائریکٹر برائے اسکولی تعلیم نے روک دی ہے کیوں کہ اس کا نصاب تبدیل کیا جا رہا ہے۔

اکاڈمی کے فیصلے کے مطابق مدھیائک اور ہائی مدرس کے لئے ٹسٹ پیپر ۱۹۸۶ء شائع کیا گیا تھا۔ اس سال بھی ٹسٹ پیپر ۱۹۸۸ء کے لئے تیاری جاری ہے۔

مغربی بنگال بورڈ آف سکولز ایجوکیشن کے ساتھ ایک معاہدے کے بعد منتخبات اردو برائے مدھیائک کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع کیا جا چکا ہے۔ بورڈ کے ساتھ ایک دوسرے معاہدے کے تحت ریاضیات برائے ہفتم شائع ہو چکی ہے جبکہ ریاضیات ہشتم، نہم اور دہم اشاعتی مرحلے میں ہیں۔

نصاب کی مندرجہ ذیل کتابیں تیاری اور اشاعت کے مرحلے سے گزر رہی ہیں اور امید ہے کہ آئندہ تعلیمی سال سے قبل منظر عام پر آجائیں گی۔

۱۔ سلیس اردو برائے ہفتم، ۲۔ سلیس اردو برائے ہشتم،

۳۔ دیگامشی جغرافیہ، ۴۔ لائف سائنس برائے دہم، ۵۔ بائیولوجی برائے

ہائر سکولز، ۶۔ تاریخ برائے درجہ نہم و دہم، ۷۔ ان آرٹس کی کمیٹری برائے

ہائر سکولز، ۸۔ فزیکل سائنس برائے ہفتم و ہشتم۔

مندرجہ بالا کتابوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں جن کی تیاری شروع ہو چکی ہے، مکمل ہوجانے کے بعد اسکولی سطح تک تقریباً تمام کتابیں مہیا ہو جائیں گی۔

۱۔ لائف سائنس (ششم، ہفتم، ہشتم)، ۲۔ جغرافیہ

(ششم، ہفتم، ہشتم، نہم و دہم)، ۳۔ تاریخ (ششم، ہفتم، ہشتم)۔

یکساں سوال نامہ اور یکساں نصاب کی اسکیم اسکولوں اور طلباء

میں مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ جولائی ۸۷ء میں ہونے والے ششماہی امتحان

کے لئے ۲۲ اسکولوں نے اکاڈمی کے سوالنامے حل کئے۔ سالانہ امتحانات

کے سوالات کی تیاریاں جاری ہیں۔

(ب) اسکولوں کی منظوری۔ اردو اسکولوں اور مدرسوں

کی منظوری کے لئے اکاڈمی کی سرگرمیاں جاری ہیں۔ متعلقہ وزراء سے

اکاڈمی کے چیئرمین مل چکے ہیں اور جلد ہی گورنر ہاؤس کا ایک وفد وزیر اعلیٰ سے

ملاقات کرنے والا ہے جب کہ اسکولوں کی منظوری اور دیگر تعلیمی مسائل

پر وزیر اعلیٰ سے تبادلہ خیال کی جائے گا۔

(ج) وظائف و اعلاات: اکاڈمی کی منظور شدہ

پالیسی کے تحت وظائف کا سلسلہ جاری ہے۔ درجہ ششم تا ایم اے کے

۲۲۶ طلباء وظائف کو وظائف دئے جا رہے ہیں۔

گزشتہ سال مدھیائک اور ہائر سکولز میں بالترتیب مندرجہ

ذیل طلبہ نے اردو میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے اور انہیں اکاڈمی کی طرف سے

پانچ پانچ سو روپے کے مندرجہ ذیل اعلاات دئے گئے۔

۱۔ عبدالقیل و ذوالیقین الرحمن : ۱۲ تا ۱۵ جون ۱۹۲۰ء۔ عباس علی خان بھٹو انعام

۲۔ شگفتہ یاسین : معرفت عبدالرشاد شادی - کوئٹہ سیشن : ۲۰ ستمبر ۱۹۲۰ء
اسٹریٹنگلٹ : ۱۷ / آغا شکر شیری انعام
اکاڈمی کی مجلس سچ فیلو شپ اسکیم کے تحت محترم شہزادہ نسیم نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔ سگول کی رپورٹ کا انتظار ہے اور نئے فیلو شپ کے لئے درخواستیں طلب کی گئی ہیں۔

تقریبی طور پر گورنمنٹ : (الف) غیر اردو لوگوں کو اردو کھانے اور اردو سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے اکاڈمی نے جو تربیتی مرکز کھول رکھا ہے اس کے ابتدائی دورے کا فائنل امتحان ۳۱ جولائی کو چواجن میں ۱۹ طلبہ نے حصہ لیا۔ آئندہ سیشن کے لئے داخلہ یکم اگست ۸۷ء سے شروع ہوگا۔

(ب) : اکاڈمی کے زیر اہتمام اردو ڈائپ رائٹنگ سنٹر بھی چل رہا ہے۔ جو شش ماہی امتحان میں ۸ طلبہ نے کامیابی حاصل کی اور فی الوقت ۱۱ طلبہ زیر تربیت ہیں۔

(ج) : اکاڈمی کا کتابت سنٹر بھی کامیابی کے ساتھ گامزن ہے۔ اس وقت موجود سیشن کا دوسرا سال چل رہا ہے۔ پہلے سال کے فائنل امتحان کے موقع پر ۱۸ طلبہ وظائف نے شرکت کی اور سبھی طلباء وظائف کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

(د) : اکاڈمی کے اردو صحافتی تربیتی مرکز کو دوبارہ شروع کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔

ادبی سرگرمیاں : (الف) ادبی کتابوں کی اشاعت کے تحت گزشتہ دنوں "روح ادب کے ڈرامے" (جلد اول) کی اشاعت ہر چکی ہے۔

(ب) مندرجہ ذیل ادبی کتابوں کی اشاعت کا پروگرام شروع ہو چکا ہے :
۱۔ یاحیدر ہے کہ جلد ہی یہ کتاب منظر عام پر آجائے گی۔

۱۔ روح ادب کے ڈرامے (م)
۲۔ روح ادب کے ڈرامے
۳۔ روح ادب کے ڈرامے
۴۔ روح ادب کے ڈرامے
۵۔ روح ادب کے ڈرامے
۶۔ روح ادب کے ڈرامے
۷۔ روح ادب کے ڈرامے
۸۔ روح ادب کے ڈرامے
۹۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۰۔ روح ادب کے ڈرامے

۱۱۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۲۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۳۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۴۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۵۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۶۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۷۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۸۔ روح ادب کے ڈرامے
۱۹۔ روح ادب کے ڈرامے
۲۰۔ روح ادب کے ڈرامے

۵۔ بنگال میں اردو مذکرہ نگاری از : ڈاکٹر عبداللہ خان

۶۔ بیار بیل از : کلیم سمیرا

۷۔ صدائے ذہن (قائم محمد اسلم کی نظموں کے اردو ترجمے)

(ج) : اشاعتی اشاعت کی اسکیم کے تحت جناب کمال احمد کے ڈراموں کا مجموعہ "گلاب" اشاعت کے لئے منظور کر لیا گیا ہے۔

(د) : اکاڈمی نے بچوں کے لئے مختلف موضوعات پر ۱۵ مختصر کہانیوں کی اشاعت کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس سلسلے میں کارروائی جاری ہے۔

(ه) : ۱۹۸۷ کی منظوری کے تحت اردو انعام کے لئے کل ہند پبلکیشن ۱۴ کتابیں اور مغربی بنگال سطح پر اکتی ہیں موصول ہوئی ہیں۔

(و) : مغربی بنگال میں اردو نمائندگی و ادب کی ترویج کی تیاریاں کام میں پیش رفت ہوئی ہے اور اب تک مندرجہ ذیل حصے موصول ہو چکے ہیں۔

۱۱۔ بنگال میں اردو صحافت : شانتی رجن بھٹا چاریہ

۱۲۔ بنگال میں اردو شاعری از : ڈاکٹر طاہرہ نبال

۱۳۔ بنگال میں اردو ڈرامہ از : پروفیسر مشتاق احمد

۱۴۔ بنگال میں تاریخ زبان اردو و بنگالی از : ڈاکٹر عبدالرؤف

(ز) : بنگال اردو دفعت کلام جاری ہے اور اب تک ۳۲ حروف کے ۳۲ ہزار کارڈس تیار کئے جا چکے ہیں۔

بنگلہ : اردو کی حیثیت لغت کی تالیف ہو رہی ہے اور اس سال کے خاتمہ پر تالیف کلام مکمل ہو جانے کی امید ہے جس کے بعد ہی اشاعت کلام انجام پائے گا۔

(ح) : اردو ادب کو فروغ دینے اور طلباء میں سمجھنے کا شوق پیدا کرنے کی خاطر "شام ادب" کا پروگرام جاری ہے۔ اب تک اس کے پانچ کامیاب جلسے ہو چکے ہیں۔

(ط) : ماہی رسالہ "روح ادب" کا "فیض نبر" ستمبر میں منظر عام پر آجائے گا۔

(ی) : اکاڈمی نے فیصلہ کیا ہے کہ پروفیسر شادری ایوارڈ اور طبع آبادی ایوارڈ کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے۔ اس سلسلے میں قواعد و ضوابط

میں چند ترمیمات کے بعد بلیٹ پیپر پر روانہ کرنے کی تیاری کی جا رہی ہے

لاٹری خریداریوں کو اردو کتابوں کی فراہمی : ۸۳-۸۴

جن ۹۸ لائبریریوں کو کتابیں دینا منظور کیا گیا تھا مگر بعض دشواریوں کی بنا

پر کہیں نہیں دی جا سکتیں۔ انہیں کہیں ہیہا کر دی گئی ہیں۔

اردو لائبریری (الف) اکاڈمی کی امداد لائبریری کافی

مقبول ہو چکی ہے۔ گوشہ نشست کے بعد سے اب تک ۲۲۳ کن بون کا اضافہ ہوا ہے جن میں "نقوش" کے رسالے بکری کی مکمل تیرہ جلدیں قابل ذکر ہیں۔ اس وقت لائبریری میں کن بون کی تعداد ۲۶-۲۰ ہے۔ ریڈنگ اور لینڈنگ بکسٹون کے بھروں کی تعداد بالترتیب ۶۰۶ اور ۵۵۸ ہے۔

(ب) اکاڈمی کو شان ہے کہ ایٹیاٹک سوسائٹی میں محفوظ اردو کے قلمی نسخوں اور نادر کتابوں کی زیر کس نفعیوں حاصل کر کے انہیں اردو لائبریری میں محفوظ رکھا جائے۔ اس سلسلے میں ایٹیاٹک سوسائٹی کے ارباب اختیار سے خدا کو ثابت جلدی ہے۔

اکاڈمی کی عمارت اکاڈمی کی عمارت کے پان کو کلکتہ میونسپل کورپوریشن سے منظوری مل چکی ہے۔ اس میں اب تک حکومت سے ۴ لاکھ روپے مل چکے ہیں۔ حکومت سے مزید رقم کے لئے رجوع کیا گیا ہے۔ رقم حاصل ہوتے ہی تعمیر کا کام شروع کیا جائے گا۔

دیگر سوسائٹیاں (الف) بکساں سوانے کی ضرورتوں کے پیش نظر اکاڈمی نے زیر کس آئٹ مشین کی خریداری کی ہے جس میں ۱/۱ ڈیائی سائز پرائنٹ کی طباعت کی جا سکتی ہے۔ ششما ہی امتانات ششما کے سوائے اور درج ادب کے ڈولے جلد اول کی طباعت آسا مشین پر ہوتی ہے۔ آئندہ چند کتابیں سوانے اور ششما پیر اس مشین پر طبع کئے جائیں گے۔ سوانہ کا پروجیکٹ جب سے شروع کیا گیا ہے اکاڈمی کی اس پر کافی خسارے کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا لیکن ششما ہی امتان ۷۷ کے موقع پر اخراجات بڑھ جانے کے باوجود اکاڈمی کو تقریباً ڈیڑھ ہزار روپے کی بچت ہوئی ہے۔

(ب) کلکتہ میں ہر سال حکومت مغربی بنگال کا طرف سے دیٹ بنگال بک فیئر کے نام سے کن بون کا ایک زبردست میلہ لگتا ہے جہاں ناشرین اپنی اپنی مطبعات اسٹالوں میں پیش کرتے ہیں حکومت کا جانب سے کلکتہ اور ۲۲ پرگنہ ضلع گورنر لائبریری کن بون خریدنے کے لئے گرانٹ ملے ہیں۔ اس کے علاوہ گورنر لائبریری کے منظور شدہ رقم کی کن بون اس سے خریدیں گئے بھروسے امداد کوئی بھی بک اسٹال نہیں ہوتا تھا ماسی سال جب

اکاڈمی نے اپنا بک اسٹال ————— بھی مرندس پبلشرز کے ہاں قائم کیا۔ ان کے ہاں بک اسٹال سے سیدھا سستا آئی گارڈ اور آئی گارڈ کی منظور شدہ لائبریریوں کو منظور شدہ رقم کی امداد کن بون ہیہا کر کے چنانچہ آٹھ ہتھریوں کو بارہ ہزار روپے کی کن بون ہیہا کر کے اس کے علاوہ حکومت کو امداد لائبریری کے لئے اکاڈمی کا تمام مطبوعات کی ساتھ ساتھ جلدیں فروخت کی گئیں۔

(ج) اکاڈمی کے ایک معزز رکن جناب رئیس الدین فریدی کی شدید ملاطبت کے موقع ہما اکاڈمی کی طرف سے انہیں ۵ ہزار روپے کے دستوں میں بعض علاج دئے گئے۔ جس سہرت ہے کہ جناب رئیس الدین فریدی صحت یاب ہو کر اردو کی خدمت میں مصروف ہیں۔

(د) اردو کے مشہور ادیب، صحافی اور دانشور جناب خواجہ احمد عباس اور مولانا بیگم ————— کے ساتھ ارجنٹا پر دعویٰ جیسے منقہ کیا گیا جس میں شاہجہاد نے شرکت کی۔

بشکریہ: محمد فرید الدین

سکرٹری مغربی بنگال اردو اکاڈمی

شیڈولڈ کاسٹ برگہ داروں کیلئے مالی امداد

حکومت مغربی بنگال کے شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب کے شعبہ نے شیڈولڈ کاسٹ سے تعلق رکھنے والے برگہ داروں اور بنگال زمینوں کی دیہی بھل کرنے والوں کو مالی امداد فراہم کرنے کی اسکیم کو پائیدگی مل چکی ہے۔ یہ پونچھانے کے لئے ۳۱۸ لاکھ روپے کی منظوری دے دی ہے۔ یہ امداد ۱۹۸۶-۸۷ کے دوران شیڈولڈ کاسٹ پر مشتمل خصوصی منصوبہ کے لئے مرکز کے خصوصی امداد کی پروگرام کے تحت دیا گئی ہے ۱۱۱

سندربن علاقے کیلئے نئی سڑک

ریاستی حکومت نے سندربن کے پس ماندہ علاقے کی ترقی کیلئے ۲۴ پرگنہ (شمالی) کے متحدہ اپور پورس سٹیشن کے تحت پاکر تھ سے چھینے والی ۲۲۲۹۹۰ روپے کی لاگت سے بننے والی ۲ کلو میٹر کی سڑک کی تعمیر کے لئے ۳۰۰۰۰ روپے کی منظوری دے دی گئی ہے ۱۱۱

فکر تونسوی اور احمد جال پاشا کے سانچے اور حال پر تعزیتی جگہ

مذہبی بنگال اردو اکادمی کے زیر اہتمام ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۷ء کو اکادمی کے نائب سربراہ ہال میں ملک کے شہدادیہ، طنز نگار جناب فکر تونسوی اور جناب احمد جال پاشا کا سوگ منانے اور انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جن میں ارکان اکادمی اساتذہ اور دانشوروں نے شرکت کی۔

اکادمی کے سکریٹری جناب محمد فرالدین نے جلسے کی گزارشات کا آغاز کیا۔ جلسے کی صدارت اکادمی کے چیئرمین جناب محمد امین نے کی اور لمبے صدارتی خطبے میں انہوں نے جناب فکر تونسوی اور جناب احمد جال پاشا کے فن و شخصیت پر روشنی ڈالی۔ اکادمی کی گورننگ باڈی کے رکن جناب سالک لکھڑی نے جناب فکر تونسوی کے فن پر اپنا بعیرت افزودہ مقالہ بعنوان "ایک منفرد طنز نگار۔ فکر تونسوی" پڑھا۔ آخر میں مندرجہ ذیل تعزیتی قرار دادیں منظور کی گئیں:

(۱) مذہبی بنگال اردو اکادمی، اردو کے عظیم طنز نگار فکر تونسوی کی وفات پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ یہ عوامی جلسہ محسوس کرتا ہے کہ ان کی رحلت سے طنز و مزاح کی دنیا میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے۔ مسائل حیات پر ان کے طنز یہ تبصرے اور حالات حاضرہ کی مزاحیہ صورت گیری اردو ادب میں قیمتی اضافہ ہے۔ انہوں نے صحافت میں بھی اپنی طنز نگاری کے جوہر دکھائے ہیں۔ اکادمی ان کی موت کو اردو کا عظیم نقصان تصور کرتے ہوئے ان کے پس ماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

(۲) مذہبی بنگال اردو اکادمی کا یہ اجتماع اردو کے عظیم المرتبت ادیب، مزاح نگار اور ناقد جناب احمد جال پاشا کے انتقال پر ملال پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اردو دنیا بجا طور پر یہ محسوس کرتی ہے کہ ان کی ناگہانی موت اردو ادب کا ناقابل تلافی نقصان ہے۔ انہوں نے زندگی کے مسائل پر طنز و مزاح کے پیرائے میں جو تبصرے کیلئے

وہ چارے ادبی سراپہ کا پیش بنا حصہ ہے۔ طنز نگاری اور مزاح نگاری کے ذریعہ ہمیں نہ صرف اپنے ہمسائے کا موقع دیا بلکہ خود بصیرت انداز میں ہماری بعیرت میں اعلا بھی کیا ہے۔ اکادمی اس موقع پر مرحوم کے پس ماندگان سے اپنی گہری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔

ادھیر چکرورتی کی موت پر جلسہ تعزیت

معروف صحافی اور شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور، حکومت مذہبی بنگال کے سابق اطلاعاتی مشیر ادھیر چکرورتی کی شہداء اکتوبر کی واپس کو انتقال کر گئے۔ شبہ اطلاعات و ثقافتی امور کے ملازمین اور ان کے ان کے طرف سے ۱۴ اکتوبر کو ان کی موت پر تعزیت اور ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک یادگار جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ جلسہ کا آغاز ان کے پسندیدہ و بلند اسٹینٹ سے کیا گیا۔ مختلف مقررین نے آنجناب ادھیر چکرورتی کی زندگی اور سہ گریزوں پر ان کی گونا گوں خوبیاں اور اصولوں، ان کے صحافتی خدمات وغیرہ پر روشنی ڈالی اور انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔ ان کی یاد میں دو منٹ کے وقفے کے لئے خاموشی اختیار کی گئی۔ اس جلسہ میں ان کی موت پر ایک تعزیتی قرار داد بھی منظور کی گئی۔

ضلع دار خون بینک کے قیام کیلئے عطیہ

ریاستی حکومت نے تاملوک ضلع دنا پور کے تاملوک سب ڈویژن ہسپتال سے ملحق ایک ضلع دار خون بینک کے قیام کے لئے ۲۵۰۰ روپے بطور عطیہ کی منظوری دی ہے۔ مندرجہ بالا عطیہ کے ساتھ ساتھ آلات اور فزیکل کی خریداری کے لئے مزید ۳۴۰۰۰ روپے بطور عطیہ کی منظوری دی گئی ہے۔

ایک شعر: صوف دفا ہوا کر شہید جفا ہوا
لے دل تجو لیک ہے ہونا جو تھا ہوا
و حشت کلا دی

جی۔ ڈی۔ بایوٹیکنالوجی میں ماموں کی سہولت کیلئے زیرِ تعمیر منصوبہ

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor : Dharendra Dutta, Associate Editor : Md. Asim, Asstt. Editor : Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural Affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T. Printers, 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 048.

HAQUREBI BANQAL
1 NOVEMBER 1967

Postal Regd. No. WB/CC-51
Vol-34 No-26
PRICE 12/Paisa



مکتبہ کتب خانہ اسلامیہ، لاہور
شعبہ ادبیات اسلامیہ، لاہور

سرمدی بنگال

۱۹۸۷ء

27 DEC 1987



پندرہ روزہ مغربی بنگال

نومبر انقلاب نمبر

مدیر اعلیٰ : پرتمین بھٹاشاریہ
مدیر : دھرمندرانا تھودت
نائب مدیر : مہداسنم
مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

شرح خریداری

سالانہ تین روپے * اس خصوصی شمارے کی قیمت : ۳۰ پیسے

ترسیل زندگاپتر،

بکس نمبر ۱

شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور

حکومت مغربی بنگال

۲۳ آر این الیکٹری روڈ - کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

جلد نمبر ۳۲ * ۱۵ نومبر ۱۹۸۷ * شمارہ نمبر ۱۲

عظیم نومبر ہوشیاری انقلاب کے معمار — وی ایچ لیٹن

سرورق : از تمار پرشاد اس

قیصر اورق : (اشتبہ) — قاضی نذیر الاسلام کی نظم سے اقتباس (ترجمہ)

آئندہ ورق : ۳ سطور کے تحت شمعوں کو بجلا باہر کرتے ہیں ہمدردی — منجنت ہیں روٹی خشکی — آزاد کارپس ایم ایم کونٹینڈنٹ مائیں
(پوسٹر انڈیا نیکولائی کوکوشنٹ، ۱۹۸۳)



سرمایہ و محنت

بندہ مزدور کو جب کہ مراپیغ نام دے
خفتر کا پیغام کبیا ہے یہ پیغام کائنات

اے کہ تجھ کو کھا گیا سرمایہ و ارجید گر
شاخ آہو پر رہی صدیوں تلک تیری برات

دست دولت آسیریں کو مزدوریوں ملتی ہے
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات

نسل، قومیت، کلیا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خرب جن جن کر بنائے مسکرات

مکڑ کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

(از خفتر) —————

ڈاکٹر محمد اقبال

ہندوستان میں ترقی پسندی کا محرک

اکتوبر انقلاب

سالک لکھنوی

انر

اثراتے ہوئے پارلیمنٹ میں رہا۔

”یہ زور دینا کہ یہ باہل اور نا تجربہ کاروں کا بھنڈ
حکومت کو ناکا کیا جائے۔ دیکھ لیا کہ ایک ہفتے کے اندر
یہ لوگ پھر اپنے سابقہ طاعون کے قدموں میں آکر گرے
نظر آتے ہیں گے اور حکومت سے دستبردار ہو کر اطمینان کا
سانس لیں گے۔“

(اسٹریٹ آف دی انکس اسپیکنگ پل ۶۱۹)

لیکن اپنی پوری سیاسی زندگی میں سطر چرچل پہلی بار غلط فہمی کا شکار ہوئے
وہ روسی انقلاب کی بنیادی گنجائشوں تک نہیں پہنچ سکے اور ان کا مندرجہ
بیان منہمک نیز مد تک غلط ثابت ہوا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکتوبر انقلاب نے جن مسائل کو حل
کیا وہ خاص طور پر روسی عوام کے مسائل تھے جن سے روسی تاریخ ملک
تھی۔ لیکن بنیادی طور پر وہ صرف حلقائی نہیں بلکہ وہ عام مسائل تھے
جو دنیا کے عوام انسان پر حاوی تھے۔ اس انقلاب کی خصوصیت یہ
رہی کہ اس نے دیگر ممالک کے کچلے ہوئے استحصال زدہ عوام کے لئے وہ
راہیں کھول دیں جن پر عمل کر وہ اپنا مستقبل تابناک بنا سکتے تھے۔ اس انقلاب
نے تاریخ کی رفتار تیز کر دی۔ دنیا کا ذہنی چہرہ بدل گیا۔ جیسے اچانک
کسی طویل اور گہری تاریک راہ سے کوئی فاضل روشنی میں آگیا ہو۔

اس انقلاب کا بالواسطہ اثر ہندوستانی سیاست و
معاشرت پر پڑنا ناگزیر تھا۔ ملک انگریزوں کا غلام تھا۔ عوامی تحریکوں
میں سرارج الدولہ کے قتل (۱۹۰۵ء) سے لیکر علیانہ دلا باغ (۱۹۲۱ء)

کون بھی انقلاب ہو وہ اپنے دائرے کے اندر

قدامت پسندی اور ادا م پرستی سے نکرنا ہوا۔ انقلاب
سماجی ہو یا سیاسی، جب دنیا کے کسی حصے میں نمودار ہوتا ہے تو ذرائع
ترسیل کی رفتار کے مطابق اس کا اثر دنیا کے دیگر حصوں پر حسب توفیق
قبولیت پڑتا ناگزیر ہے۔ سیاسی انقلابات اپنے اثرات پھیلاتے ہیں جو
کبھی کم وقتی ہوتے ہیں اور کبھی دیر پا۔ انقلاب فرانس کی خونریزی تفسیر یا
چھ سال تک جاری رہی اور جس نے پوری مغربی دنیا کو ہلکا کر رکھ دیا اپنے
اثرات کے لحاظ سے بہت دیر پا ثابت نہ ہو سکا اور جس شہنشاہیت
کے مضامین عوام اٹھ تھے اور وقتی طور پر کامیاب بھی ہوئے تھے اسی
فرانس میں انقلاب کے آٹھ برسوں کے اندر چھ شہنشاہیت داخل
ہو گئی اور نپولین اعظم نے خود کو شہنشاہ منوالیا۔

لیکن یہاں اکتوبر انقلاب سے مراد وہ انقلاب ہے جو آج
سے ستر سال قبل اکتوبر ۱۹۱۷ء میں زیر قیادت لینن روس میں برپا ہوا
جس نے پوری دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ اس انقلاب کے ذریعہ روس میں
مزدوروں اور کٹھن نے سرمایہ داری اور جاگیر داری کے نظام کو ہمیشہ
کے لئے ختم کر ڈالا اور محنت کشوں کی حکومت قائم کر لی۔ دنیا کی تاریخ
میں سوشلزم کا یہ پہلا کامیاب انقلاب تھا جس کی استواری آج تک قائم
ہے۔ تاہم اس زمانے کی سب سے بڑی شہنشاہیت یعنی برطانیہ کا
سمجھ میں یہ انقلاب نہیں آیا۔ انگلستان پارلیمنٹ کے ایک اہم رکن مشر
چرچل (جو دوسری عالمی جنگ کے دوران میں انگلستان کے وزیر اعظم
رہے اور بعد کو سر ویشن چرچل ہوئے) نے انقلاب روس کا منہمک

ایک انگریزی حکومت کے تمام غریبوں کو غلام کر دیا۔ انگریزوں کی سرپرستی میں ملک میں ایک ہی سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام قائم تھا اور حکومت وقت کے خوشامدی لوگوں، راجاؤں اور ملاکوں صنف کے غلام و جود و استعمال سے عوام حسب معمول پس رہے تھے۔ اکتوبر انقلاب کا خبریں براہ راست ہندوستان میں پہنچ رہی تھیں۔ انہوں نے حکومت کی سخت نگرانی تھی۔ روسی لٹریچر کی آمد پر پابندی عاید تھی۔ بحری بیٹ سے لوگ دیگر ملک سے ہندوستان آنے جاتے رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ ایسے ترقی پسند دانش ور بھی ہوا کرتے تھے جو اکتوبر انقلاب کے ہمنوا تھے۔ جن کی سمت اور رفتار کو کون روک سکا ہے۔ روسی انقلاب کی جو کسی نہ کسی ذریعہ سے ہندوستان بھی پہنچ گئی۔ لوگ سرگوشیوں میں گفتگو کرنے لگے اور دانش ورانہ ذہنوں میں تبدیلیاں آنے لگیں۔ لیکن تبدیلیوں کی رفتار سبھی راہ نہیں چلتی۔ تبدیلی سیاسی اور سماجی بدل و تعلم سے نہیں بچ سکتی۔ یہ نگرانی ہمیشہ آوی ہوتا ہے جس سے نئی شکلیں ابھرتی ہیں۔ پرانے پہاڑ ٹوٹتے ہیں، نئے ساغر ڈھلتے ہیں۔ تعادلات کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے جس سے نئی ذہنیت کی تعمیر ہوتی ہے جو ترقی پسند کہلاتی ہے۔ لیکن :-

”ترقی پسندی کچھ بھی نہیں ہے اگر وہ کسی بندھے ٹپکے اصول کے تحت ہر شے کا فیصلہ کر دیتی ہے۔۔۔ ترقی پسندی کوئی ڈھلا ڈھلایا بنا بنا یا مشینی فلسفہ نہیں ہے۔ اس کی ساری طاقت اس کے خبیرہ میں، حالات اور واقعات کی مادی رفتار اور سماجی ارتقاء کی روشنی میں انفرادی اور اجتماعی ذہنیت کا مطالعہ کرنے میں پوشیدہ ہے۔“
(امتنام حسین - عملی تنقید ص ۱۱۱، ص ۱۱۲)

چنانچہ اکتوبر انقلاب کے بعد جو سب سے بڑی تبدیلی ہندوستانی سماج میں کسی قدر پیدا ہوئی وہ امیری، غریبی اور اعراضِ حاکم و محکوم کا مظلوم کے ٹکڑا کا احساس تھا۔ معاشرہ قدامت پسندی اور اہم پرستی کا شکار تھا۔ ایک بڑی حد تک آج بھی ہے۔ بڑوں نے چوڑوں کو، امیروں نے غریبوں کو ہمیشہ یہی سکھایا اور اسی بات کی تلقین کی کہ ”قناعت“ سے کام لو! کوئی مقدر سے نہیں لڑا سکتا! ہر حالت کسی مادیاتی طاقت کے

اختیار میں ہے جس پر کسی کا بس نہیں۔ اگر غریب ہو، بے بس ہو، بھوکے مرنے ہو تو کوئی ہرج مہرج نہیں۔ غربت کی لعنت میں گرفتار ہو۔ مظلوم کی گرفت کچھ۔ بھوکے مرنے ہو تو رجاؤ! یہ سب تمہاری طاقت کے اختیارات ہیں۔ ان کا بدلہ محفوظ ہے۔ کیونکہ یہ سب اور ان سے بری حالتیں وہ خفیہ پھیلتی ہیں جن کے پردے میں مرنے کے بعد بہشت جاؤں نصیب ہونے والی ہے۔ امیروں اور جاگیرداروں کی خوش آمد اور گریہوں پر پلنے والے مندر کے پتھروں، مسجد کے مٹوں، گرجے کے پاروں اور دیگر شرم کے مذہبی ٹھیکیداروں نے جاہل اور مظلوم عوام پر اپنا استعمال برسرِ کار کئے اور حاکم وقت کی خوشنودی حاصل کرتے رہنے کے لئے ہمیشہ یہی سکھایا اور اسی کی تلقین و تبلیغ کی! مذہب، نسل، قومیت، رنگ، تہذیب و غیرہ کو اپنے آقاؤں کے لئے ہتھیار کی طرح استعمال کیا اور لعنت مسلک کو وہ گولیاں کھلائی جنہوں نے محنت کش عوام کو ابھی غنودگی میں مبتلا کر دیا۔

لیکن اکتوبر انقلاب نے ہندوستان کی محنت کش عوام کی غنودگی کی یہ ابدیت توڑ ڈالی! ان کے ذہنی دروازے کھلنے لگے۔ جن چیزوں اور سماجی ولولہ کو وہ اب تک اپنے آقاؤں کی نظروں سے دیکھنے کے عادی تھے۔ اب اپنی نظروں سے دیکھنے کا حوصلہ ملا۔ اور جب اپنی نظروں سے دیکھتا تو ہر شکل ایک دوسرے رنگ میں نظر آتی۔ مزدور ایک حرف مزدور تھا اور کسان ایک حرف کسان۔ مزدور اور کسان کی محنت سے پیدا ہونے والی دولت پر کسانوں کے مالکوں، ٹھیکہ داروں اور زمین داروں کا قبضہ تھا۔ بغیر شام مشرق اقبال :-

”خواجہ از خونِ رگِ مزدور ساز و عملِ ناب
از جفا شدہ خدایاں کشت دمِ قاتلِ خراب“

”خونِ رگِ مزدور“ کو آقا کی شرابِ ناب پینے سے تو ایک بڑی حد تک اکتوبر انقلاب نے یوں روکا کہ وطن میں ریڈیو نہیں، تحریکوں کی بنیادیں پڑ گئیں اور مزدوروں کے دلوں میں اپنا جائز حق حاصل کر لینے کا احساس وجود مل گیا۔ محنت و حق کو خرابی بسا رہا ہے پکارتے کے لئے کسان کی احتجاجی آئینیں وجود میں آئیں جو زمین داری کے غلے خے کا مطالبہ کرنے لگیں۔ اگرچہ آج آزادی کو چالیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر بھی مزدوروں اور کسانوں کی تحریکیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہی ہیں۔

ہر کامیاب نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس کا سبب جان لیوا مشکل نہیں ہندوستانی
 فتنہ کش عوام کے خوف آقا بڑے ہیں۔ زنجبیر نہیں بدلیں۔ پہلے
 آقا کا گھر بڑا بھلا لٹے ہوئے تھے اب بھڑے سے ہندوستانی
 یہ فرضی انجام دے رہے ہیں۔ نظامِ مذہب پہلے تھا وہی اب ہے!
 برصغیر اس کے وہی فتنہ کش عوام نے اکثر انقلاب کے ذریعہ اپنے
 ملک کی آفتوں کے مقابلے میں ہمیشہ کے لئے نجات حاصل کی اور خود اہل
 حکومت بن گئے۔ آزادی صرف اس کا نام نہیں ہے کہ کسی غیر قوم کے مسلط
 حاکم کو ہٹا کر عوام پر اپنی قوم کا استعمال حاکم مقرر کر دیا جائے۔ یہ آزادی
 نہیں صرف زنجیروں کی تبدیلی ہے۔ جتنی بھی نظم یا قول میں کہا تھا ہے
 ہم اہلِ فتنہ پر کچھ تھے جینا ہم ملنا لایا ہے
 ملائکہ پڑائی زنجیریں میاں بدلنے آیا ہے

پھر بھی اکثر انقلاب کا جو اثر ہندوستان کے کسان اور
 مزدور کے احساس پر ہوا اور اس نے جو حوصلہ ہندی عنایت کی اسے
 انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ ہندوستانی سراج آج بھی نظامِ مذہب قائم ہے
 اس لئے ان تمام ترقی پسند تحریکوں کے مقابلے میں جو یہودی عوام کیلئے
 ابھرتی یا ابھاری جاتی ہے، وہ تحریکیں وجود میں لائی جاتی ہیں جن کے
 پس پردہ سرمایہ داری کی غلامی اور انفرادیت ہے تاکہ عوامی استعمال قائم رہے۔
 یہ تحریکیں چاہے محاذِ محنت پر ہوں، چاہے محاذِ مہنت پر یا دوسری اور اہل
 محاذ پر ترقی پسندی کے مقابلے میں قدامت پسندی کو نظامِ مذہبی ہمیشہ
 سامنے لایا جاتا رہے گا۔ یہ تبدیلیاں ضرورت ہے لیکن تبدیلیاں تاریخی ہیں یہ
 بھی بتاتی ہے کہ آخری فتح ہمیشہ اکثریت کی ہوتی ہے کیوں کہ زبردست
 ہمیشہ اقلیت میں جیتے ہیں۔

اکثر انقلاب کا اثر پہلے سے شعروادب پر ہی پڑا۔ ترقی پسند
 ادب کی تحریک وجود میں آئی۔ اس تحریک کے خلافتِ ادب کے قدامت پرستوں
 نے وہ طوفان اٹھایا کہ اللہ دے اور بندو لے۔ ترقی پسند ادب میں اور شاعروں
 کا بیکسٹ کیا گیا۔ ان کے خلاف غلیظ الفاظ استعمال کیے گئے۔ انہیں
 "ادبی لشکروں" کے خطاب سے نوازا گیا۔ لکھنؤ والوں نے تو اقبال جیسے
 شاعرِ مشرق کو بھی قابلِ اعتناء نہیں سمجھا لیکن جب یہ دیکھا کہ ترقی پسند
 اہلِ ادب کا قافلہ کسی رکاوٹ سے نہیں رکتا تو شک کرنا شروع ہو گئے۔ اسی
 تحریک نے اردو ادب کو پریم چند، جو شمس آبادی، فزوق گورکھپوری، سجاد

غلیبر، مسعود احمد، عصمت چغتائی، ساحر حیدری، فاضل
 کرشن چندر، کنہیا لال کپور، خواجہ احمد عباس اور محمد امجد
 جیسے اعلیٰ مرتبت فنکاروں کے جنابِ ادب اردو میں رہا
 رہیں گے۔ اس تحریک نے پہلے نفسی مزاج کو بھی ایک
 بدلہ ملا۔ رام لیلاؤں اور لالہ سبھائی نوٹکیوں اور لیلاؤں
 اور شہ پر فزاد جیسے ڈراموں اور فلموں کے دیکھنے والے رشتہ
 بننا گھر، میلاؤں، "دو بچہ زمین"، پیاسا، کاغذ کے پھول
 انکورا، آکرڈین، پار، اور اردو سنیہ تک پہنچ گئے۔ تدریج
 تھا کہ ترقی پسندی کی اس تحریک کو قدامت پسندی کا
 سکا اس کے مقابلے میں کوئی اور تحریک سامنے آئے۔ اور
 ہندی تحریک احمدی اور سنسکرت سے ۱۹۴۵ء تک کوئی چار
 اردو شروادب میں بے مغفوتیت پر پیچیدہ اشاریت و
 اور عوامی لغویت کا ایک سبب امڈ پڑا اور بہت سے
 رد میں ہٹا لے گیا۔ رفتہ رفتہ اس تحریک کی بے مائیگی
 اور سبب کی لہری لڑنے اور واپس ہونے لگی۔ پہلے
 علمبردار دانشور تاریخی تعلیم کی اس حقیقت کو فراموش
 آگے بڑھنے کا نام ہے۔ وہ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتی!
 (برٹنڈر سن آف بے زشت لایہ
 اکثر انقلاب کا ایک بڑا اور پاکیزہ
 پسند دانش ور دن کا فلسفیوں نے "میں کو" ہم میں
 دنیا کو ایک اکائی سمجھا اور لہجہ دنیا میں بسنے والے استحباب
 ایک برادری! اس لئے وہ اجنبی شورش میں جس میں
 بے معنی ہو کر رہ گئے اور جس میں دکھ درد، غم و الم، مظلومی ہو
 اسباب اپنی مختلف شکلوں میں ہونے کے باوجود منیادی
 میں نظر آنے لگے۔

عوام میں جب ترقی پسندانہ قوتیں پیدا ہو
 نتائج بہت دور رس ہوتے ہیں۔ ذاتی اور اجتماعی ترقی
 جاتے ہیں۔ گھٹے ہوئے عوام کے لئے وہ ماحولی میں
 میں سانس لینا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے اور لوگ تنگ
 وہ جس سے کہ لوگ دماغاتے ہیں لوگ

لیکن قومی بساط کی شطرنج پر ایک وقت وہ بھی آجاتا ہے جب قبل واسپ و
 فرزیں کی موجودگی میں رخ ایسا بدلتا ہے کہ حقیر پلوے شاہ کو مات کے
 خانے میں قید کر ڈالتے ہیں۔ وہ وقت تاریخ کا ایک تابناک باب ہوتا
 ہے۔ عوام جس منزل کے لئے روانہ ہوئے تھے وہ ایک دن قبل کر رہے
 تھے، فی الحال۔

چلے چلو کہ وہ مسند اسی نہیں آئی
 (یقیناً)

اکتوبر انقلاب نے روسی عوام کو جس بلندی پر پہنچایا ہے اس
 کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ملتی۔ ایک مثال سے بہت کچھ ثابت
 ہوتا ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں (۱۹۴۵ء) جب امریکہ کے
 صدر ٹرومین کے حکم اور انگلستان کے وزیر اعظم چرچل کی ہمنوائی پر ہیروشیما
 اور ناگاساکی پر دو ایٹم بم گرائے گئے جنہوں نے دونوں شہروں کو مکمل طور پر
 تباہ کر ڈالا۔ دونوں شہروں کی تقریباً کل آبادی لاشوں میں تبدیل ہو گئی۔ یہ
 ایٹم بم جب تیار ہو گئے تو صدر امریکہ ٹرومین کی جانب سے وزیر اعظم انگلستان
 کو ایک تلوار جس میں صرف اتنا پیغام تھا۔ ”بچے پیدا ہو گئے!“۔ جب
 ہیروشیما و ناگاساکی کے ہولناک نتائج سامنے آئے تو چرچل نے اطمینان کی
 سانس لی اور سوچا کہ سرمایہ داری کے دشمن روس کے ختم ہونے کا وقت
 بھی آنے ہی والا ہے۔ کسی بہانے روس سے جنگ چھیڑ کر اور امریکہ کو
 حلیف بنا کر اس ایٹمی ہلاکت سے نہ صرف روس کی حکومت کو بلکہ اس تصور
 ہی کو ہمیشہ کے لئے مٹا ڈالا جاسکتا ہے جو محنت کش عوام کی سرمایہ داری
 کی بنیاد ہے۔ لیکن چرچل کی ان خوابی تمناؤں پر پانی پھیر گیا۔ ہیروشیما
 و ناگاساکی کے دل گداز واقعے نے اہل روس کی آنکھیں بھی کھول دیں اور دس
 سال کے اندر ہی ۱۹۵۶ء میں روس نے ایٹمی توانائی پر مبنی اپنا پہلا خلائی
 ستارہ (اسپوٹنک) چاند کی سرحد تک رولز کر دیا! عوامی کوشش میں
 یہ توانائی اہل روس کے نظام زر سے آزادی ملنے کے اتالیبوں سال ہی
 حاصل ہو گئی!

ہلہری آزادی کو آج چالیس سال ہو چکے ہیں جس پر بھی ہمارے
 عوام کی تامل و فہم آبدی مفلسی سے بھی کم تر حالت میں زندگی بسر
 کر رہی ہے۔ اگر ہمارے عوام کو بھی وہ سہولتیں حاصل ہوتیں جو روس کے
 محنت کشوں کو ہیں تو چالیس سال آزادی کے دوران ہم بھی کوئی غلطیم
 کا زور پیش کر سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا اور اس لئے نہ ہو سکا
 کہ ہمارے عوام کو زندگی کی ترقی پسندانہ شعائروں سے دور رکھنے کیلئے
 نظام مذہب پرستی کے دلال ان عربوں سے ایک کام لیتے آرہے ہیں جن
 کے بارے میں اسی مہدی کاٹ اور اعظم اقتال کہہ گیا ہے کہ

مفل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
 خواہیگی نے خستہ چن چن کر نائے مستورات
 مگر کیسے اس سے لڑی نے کیا سرمایہ دار
 انتہائی سادگی سے کہا ”مرد و رماست“

لیکن ”انقلاب“ نسخہ خدو کا اعلان کرتے ہوئے

رخ حیات کو بخشیں تجلیاں تو نے
 بکھیر دی ہیں نفاذ میں سرخیاں تو نے
 خان وقت ہے محنت کشوں کے ہاتھوں میں
 یہ راز وہ ہے جسے کر دیا عیاں تو نے

علی
 سردار
 جعفری

نئے معاشرے کا ظہور

مدیرین مکرہ حج

اسی کے ساتھ ساتھ دل کو چھو لینے والے اعداد و شمار ہیں۔ تاجکستان میں جہاں مشکل سے ہی کوئی شخص بڑھ کر نہ سکتا تھا، پہلے سوویت اسکول ۱۹۱۸ء میں کھولے گئے تھے۔ ۱۹۲۸ء تک وہاں ۲۰۰ اسکول تھے، جن میں مرکزی ایشیاء میں ایک لاکھ ۵۰ ہزار طالب علموں کی آبادی تھی۔ پہلے پانچ سالہ منصوبہ کی مدت (۱۹۲۷-۳۳ء) میں خواندگی کی سطح کو تاجکستان میں ۴۲ سے ۵۲ فیصد بلند کر دیا گیا تھا۔ دیکھائیہ میں ۳۵ فیصد سے بڑھا کر ۶۱ فیصد ہو گیا تھا اور ازبکستان میں ۱۲ فیصد سے بڑھ کر ۲۲ فیصد ہو گیا تھا۔ آج کل مرکزی ایشیائی دیکھائیہ بقیہ سوویت کی مانند عالمگیر لازمی ثانوی (دس سالہ) تعلیم تک کی تبدیلی کو مکمل کر چکا ہے۔

پہلی تک کہ پندرہ سال پہلے تک بھی ازبکستان میں ہر دس ہزار کی آبادی میں ۲۷۲۲ طالب علم تھے جبکہ اسی عرصہ کے اعداد و شمار جاپان میں ۱۹۹۲ء برطانیہ میں ۱۹۹۳ء فرانس میں ۱۵۵۶ء مغربی جرمنی میں ۱۳۵۲ء اور آسٹری میں ۳۲۳ تھے۔ یہ بھی قابل غور بات ہے کہ تقریباً ۱۵ سال پہلے سوویت یونین میں مجموعی طور پر ایک ہزار مرد و عورتوں پر ۶۵۳ لوگ مائٹرسکٹری تک تعلیم یافتہ تھے اور جبکہ قرآن لوگوں کے اعداد و شمار ۶۵۴ تھے۔ ازبک ۶۶۳ اور ترکمانیہ میں ۶۸۲ تھے اور یہ سب بہت سے ترقی یافتہ ملکوں سے آگے تھے۔

سوشلزم اور قومی نجات کی طرف قدم بڑھانے کی جھلک ان اعداد و شمار سے کیسی عیاں ہے اور جب ان کو یاد کیا جاتا ہے تو ان میں کیسی خفوعہ جھلک پیدا ہر جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہ ۱۹۱۱ء میں ہندوستان میں ۶ فیصد اور تاجک لوگوں میں جو چار سے سب سے قریبی پڑوسی ہیں، آدھے فیصد تک اور بڑھ سکتے تھے۔ پھر اعداد و شمار ۱۹۳۱ء میں ہندوستان میں بڑھ کر ۸ فیصد ہو گئے تھے اور تاجکستان میں

نومبر ۱۹۹۷ء میں سوویتوں کو جنگ سے تباہ شدہ معیشت ورثہ میں ملی تھی، جو ۱۹۱۳ء میں جو کچھ تھی اس سے بھی زیادہ کمزور تھی، عام لوگ ناخواندہ تھے اور توہمات میں پھنسے ہوئے تھے اور 'چھوٹے خانہ' کے آگے سر جھکاتے تھے جو ذرا تھا۔ ایک غیر معمولی طور پر زمین اور موقع پر اعلیت میں ایک وحشی تھا۔ سختی سے چایا گیا حکمران طبقہ زیادہ تر غیر ملکی کپٹ اور بگڑا ہوا تھا۔ گسان کو کچل دیا گیا تھا، لیکن سرحدی وار طبقہ کے کچلے کے مطابق اپنی قسمت پرست کر تھا، اب تک لکڑی کا پل چلاتا تھا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتا تھا۔ وہ منوں وودھ سے جلتا چھپر بھلتے حرف اس مذہبی خوف کی بنا پر کہیں اس کام کے لئے پانی کا استعمال دہرا جاتے۔

جو کچھ بھی بڑے پیمانے کی صنعت کا وجود تھا قدیم زراعت کی کوہر بنیاد پر کھڑا تھا اور غیر ملکی سرمایہ کا غلبہ تھا۔ روسی اعلیت میں مغربی یورپی ملکوں کی نیم نوآبادی تھا۔ اگر انقلاب ان سب کاجرات سے مقابلہ کر سکتا ہے اور وہاں عوام کی زندگی کو بالکل بدل سکتا ہے تو پھر دنیا میں دوسری جگہ کیوں نہیں کر سکتا؟ اس قسم کا سوال ایسا نہیں ہے جو دوسری جگہوں کے حکمران طبقہ کے لئے قابل غیر مقدم ہوتا۔

دو سینک دو سہ پتائیہ (تفصیلی پیشین) زار کی ایک تفصیلی وزارت (اور اسے مورخہ ۱۹۰۵ء نمبر ۱) میں ایک تجویز اس زمانہ کے افسران نے لگایا تھا کہ یورپی 'روس عام خواندگی کو حاصل کرنے میں ۱۲۰ سال لگائے گا، کوہ قاف اور سائبیریا ۳۰ سال اور ترکستان مرکزی ایشیاء کا نام ۶۰۰ سال کی مدت تک..... اور مزید کہ تھا کہ اچھے قدروں کے ساتھ تاجک لوگ افغانستان سے بالکل جڑے ہوئے اگر وہ باقی رہے تو خواندگی کو ۶۵۰ تک حاصل کرنے کی توقع رکھ سکتے ہیں۔

اس بات کے لئے ضخیم کنبیل کی فردت اہلگی، اگر سخت زین
را دوں کے مقابل سوویت معمولی کامیابی بھی کیا جائے۔ سرلیہ دارلہ
دنیا کا خونخاک غنا صمت تھی اور گم کے اندر چار طرف پسماندگی کے طویل
عصر سے عمت اثرات تھے۔ لیکن کفر برین دشمن بھی معمولی برین کی زردید
نہیں کر سکتے۔ صحیح معنوں میں ان کی تاریخ کی ایک روشن رزمیہ داستان ہے۔

جب کہ انقلاب کو خود اپنا دافع کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا پڑتا تھا (سرخ فوج رسمی طور پر فروری ۱۹۱۸ء میں قائم کی گئی تھی) لیکن سوویتوں نے اس پر زور دیا کہ جب سے کہ "امن کا فرمان" (۸ نومبر ۱۹۱۹ء)

ندامت میں اجتماعیت اور تعاون اور نہ بردست چمان پر
مصنفیانہ کی روش (جس کو تیز رفتار ہونا ہی تھا، کیوں کہ وہ ناگزیر تھی) کے
ذریعہ ایک وسیع وسیع اور مختلف النوع ملک کی اس طور پر ہیئت تبدیل
کی گئی۔ ۱۹۲۷ء میں پر خلوص طور پر مشہور منصوبے شروع ہوئے جنہوں
نے عظیم الشان تبدیلی پیدا کر دی، انصاف نے جو لیشی بنیلوں پر قائم تھا
کوہ ارض کا سفر کر دیا اور عالمی اقتصادی پھیری اور عمل کو مشترک کیا۔
ان تمام باتوں کے سلسلہ میں سو متعدد انقلابات معمر تھے، لیکن

اس قیمت کو اور بھی جاری بھر کم بنا دیا گیا، کیوں کہ وقتاً فوقتاً لیٹی خرابیوں سے بھٹکایا گیا۔ غلطیاں، زیادتیاں، یہاں تک کہ بڑی حد تک کی گئیں، جن کو نظر انداز کیا جانا چاہئے تھا، لیکن انہیں کر سکے۔ غالباً انسانی غفلت کی بنا پر کیوں کہ وہ کچھ ایسی ہی ہے، خصوصاً سوتیوں کے محاصرہ کے حالات میں انتہائی اہم اور نازک آزمائشوں کے دوران ایسا ہوا۔

ماہرین اعداد و شمار کے اندر مبالغہ آمیزی کا ایک رجحان ہوتا ہے، لیکن یہ حقیقت ہے، تصور سے کہیں زیادہ مضبوط کہ ایسی سرزمین پر جو حال ہی تک اونگھتے ہوئے 'زمین کیوں' (کنازہ) کی سرزمین تھی جو 'ایڈیج' کے لیمپوں کو لے کر گھومتے تھے، جس وقت یٹین سکا برقیانے کا پروگرام شروع ہوا تھا، تو پھر لینن گراؤ کے 'الکٹروسیلا' کا رخانہ سے ڈیبا یٹین تیار ہو کر نکلنے لگا تھی۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک کی پاور سوویت یونین کے ان تمام پاور اسٹیشنوں کے برابر تھی جو انقلاب کے وقت تھے۔

سودیت ترکمانیہ جو کسی زمانہ میں اوہڑکا بڑا اور باطل خانہ بدوشوں کی ناسودہ سرزمین تھی جو اپنے مویشیوں کی دیکھ بھال کر کے اور

سک رہی ہے زندگی بدل رہی ہے داستان
 بھٹک رہا ہے آدمی کبھی یہاں کبھی وہاں
 نہ خون ہی میں جڑیں نہ خیال ہی میں گرمیاں
 چھپی ہوئی ہیں منہ لیں رکا ہوا ہے کارواں
 ہے ایک موج بے کسی ہر اک طرف رولیں دول

کبھی تو اس سے غور ہوا کبھی تو اس سے غور ہو
 مصلحتوں سے ہم وطن نکل جلیں وہ طور ہو
 جن میں اپنے الغرض منہ تلوں کا دور ہو
 نظم اس کوئی اور ہو نظم اس کوئی اور ہو
 ابھی ہے اہل گلستاں یہ دور مرگ ناگہاں

حیات اہل گلستاں کی مٹتی ابھی نہیں
 فضا میں دل کشی نہیں ہوا میں تازگی نہیں
 ابھی تو خود کش گفتگی سے باغ پر سکھ نہیں
 ابھی گلوں کی زندگی گلوں کی زندگی نہیں
 ابھی ہے برق آسباں ابھی نفس ہے گلستاں

اٹھ اڑدھوم دھام سے جنازہ شہنشاہی
 کہ اپنی موت آپ ہی مرے یہ جنگ زرگری
 غلط ہے قافہ گری غلط ہے شعور شاعری
 اگر دماغ میں نہیں ہے روشنی لیتنی
 تو پھر قلم نہ بن سکے گدقت پر کبھی ستاں

جو درنگاہ رکھ حیات کو جھنجھوڑ دے
 خود کرے جو کوئی جھنجھوڑا اس کا چھوڑ دے
 بڑھ اور بڑھ کے قلم کی کلامیاں موڑ دے
 ہوا ابھی مگر سلف ہو تو اس کے رخ کو موڑ دے
 مے وطن کے سنتری مرے وطن کے باسباں
 ابھی دلوں میں انقلاب روس کی ہیں گرمیاں

پتلا

احسان درجنگوی

سوشلسٹ انقلاب کے بارے میں لینن کی تھیوری

نئے نتائج اخذ کئے۔

پہلا تجربہ یہ تھا کہ سرمایہ داروں کے ارتقا رکھنے والے ترقی یافتہ ممالک میں ہی نہیں بلکہ غریب ممالک میں بھی سرمایہ داری کا جبر ہے۔ پیداوار کا ارتقا اور اس کی سماجی کاری یعنی کروڑوں لوگوں کی اجتماعی محنت میں نئے ذرائع پیداوار کی انفرادیائی ملکیت کو جمع کیا جاتا، معذافروں تیزی سے اجتماعی ملکیت کو اپنا جگہ دے رہی تھی جس میں سرمایہ داروں، انتظامی اور انتہائی مالدار اور مہم جو حصص کے مالکوں، بچوں کے حوالے کر رہے تھے اور خداؤں کے منافع پر مبنی اثرات تھے۔ یہ رجحان ۱۹ویں صدی کے اوائل میں سامنے آئے مگر تا ۲۰ویں صدی کے اوائل میں بالکل عیاں اور واضح ہو گیا تھا۔

چنانچہ ایک کھنڈہ کے متاثرین اجارہ داروں زیادہ کارخانوں میں پیداوار منظم کرنا چاہا اور ان کا کام بڑے علاقوں میں پھیلا دیا۔ اس نئے خام مواد کے مسائل اور منڈیوں کے پیش نظر لگتا اور ان خام موادوں کو ایک منصوبہ بنانے پر اور غوریت کے مطابق کھنڈوں کے درمیان تقسیم کرنا ضروری ہو گیا۔ اس پر ایک نہیں کہ اجارہ داروں کے اندر حساب کتاب اور منصوبہ بندی نے پیداوار کی فراہمیت اور انفرادی اجارہ داروں کے درمیان مقابلے بازی کو ختم نہیں کیا، لیکن اس حقیقت کی شہادت تھی کہ پیداوار کی سماجی تنظیم کے نئے اہلکارانہ سریشہ دہندہ کے اندر رعایت تیار تھی۔

سماجی حساب کتاب، کنٹرول اور پیداوار کی تنظیم کے لئے ضروری حالات جن کے بغیر سوشلزم کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، نہ صرف صنعتی اجارہ داروں میں بلکہ جنگ کے نظام میں بھی پیدا ہو گئے۔ جنگوں نے جن میں سرمایہ داروں کے اکوئٹس رہنے تھے اور جو آبادی کی جمع کردہ رقوم کو کام میں لاتے اور کاروبار اور تجارت پیشہ لوگوں کو قرض دیتے تھے، ان کا نظام کے درمیان سماجی وابستہ اور تعلقات پر اپنا کنٹرول قائم کیا اور وہ ہدی کا پوری منصوبہ کی نگرانی اور پیچھے کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ترقی کو بھی کنٹرول کرنے لگے۔ لینن کو یقین تھا کہ جنگوں کو ختم کرنے کے لئے سرمایہ داروں کو بھی اپنا سرمایہ منجمد کرنا پڑے گا جو پیداوار اور کثرت کے سماجی تنظیم کے لئے ضروری ہے۔

لینن نے مارشال کی دہائی ۱۵ سال جلاوطنی میں لکھا اور

بقول ان کے، انہوں نے یہ دیکھا کہ ماحول میں گرا رہے جو کئی لحاظ سے کھنڈ تھے۔ محنت کش حوام سے دور رہنا بہت ہی مشکل تھا، کیونکہ لینن نے ان کے ساتھ براہ راست تعلق ہی قائم کیا تھا۔

انقلابی غریب کے رہنا لینن نے جلاوطنی میں کچھ دن سوئٹزرلینڈ میں گزارے۔ یہاں وہ فاضل پچھلے نہیں رہے بلکہ محنت کرتے تھے۔ وہ اپنے وقت کا معقول اور موثر استعمال کرتے تھے۔ یہیں سے وہ انقلابی تحریک کا رہنما بن گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنا کچھ وقت لکھنے پڑھنے میں بھی گزارتے۔ اس دور میں انہوں نے انقلاب کے بارے میں پہلی بار کئی خیرواں بھی لکھیں۔ ۱۹۱۶ء میں انہوں نے اپنا کتاب ”سماجی سرمایہ داروں کا اعلیٰ ترین شکل“ لکھی اور اسے اس کے ایک خانوں میں شہرت مگر کے پاس بھیجا دیا۔

۲۰ویں صدی سے پہلے لفظ ”سماجی“ کا استعمال صرف اس کے سیاسی پہلو میں کیا جاتا تھا جس کا مطلب تھا کہ انتشار کی زیادہ سے زیادہ وسعت کے لئے، تسلط اور اثر و رسوخ کے لئے کوشش (یہ لاطینی لفظ ”ایمپیریم“ سے لیا گیا ہے جس کے معنی جتنے جتنے اقتدار، غلبہ اور وہ نواباہیت کے ہم معنی تھا، اس وقت بھی اس کا لہجہ نہ بے نوٹ کیا تھا کہ بڑی سرمایہ دار طاقتوں کے درمیان دنیا کی طاقتوں کی تقسیم اور ایک بڑی نواباہی کی تسلط کی تشکیل کے ساتھ ہی ساتھ جو ۱۹ویں صدی کے اواخر تک ممکن ہو چکی تھی، ایک نئے قسم کا خطہ سامنے آیا۔

سب سے پہلے تو بڑی بڑی اجارہ داروں (سرمایہ داروں کی تنظیم) وجود میں آئیں۔ انہوں نے دنیا کی خام اشیاء اور سامان کی تیاری کے بہت بڑے حصے پر قبضہ کر لیا۔ منڈیوں کو اپنے درمیان تقسیم کر لیا۔ سرمایہ دار ریاستوں کی سیاسی اور سماجی زندگی پر اپنا غلبہ قائم کرنا شروع کر دیا اور ان کی حکومتوں پر اپنی مرضی مسلط کرنے لگی۔ اس کا ایک خصوصیت یہ تھی کہ سرمایہ داری کے ارتقا میں ایک بالکل نئے مرحلہ کا نشہ نہ ہی کنکلی بنا دیا۔

لینن نے اپنا مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کا سماجی رجحان پر روشنی ڈالی۔ یہ کتاب سکرکس کے سرمایہ کاروں اور راست تسلط اور غلبہ کی ترقیاتی اور

لینے والے ملک کا عالمی سرمایہ جگہ سے جگہ میں شریک ملکوں کو اپنے
ہم معاشکوں کو حرکت میں لانے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ لہذا انہوں نے ریاستی
تنظیم کو سہارا دیا اور اس سے مناسب رکھنے والا نظام قائم کیا۔ اجارہ دارانہ
سرمایہ داری کی شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔

اسی طرح ریاستی اجارہ دارانہ سرمایہ داری کے اندر پیداوار کی سماجی
تنظیم کے حدود کار ایک نظام کے حدود خال ابھر رہے تھے۔ اس نقطہ نظر سے
سرمایہ داروں اور سوشلسٹ انقلاب کا پیشی روتا۔

لیکن انقلاب کوئی تیار شدہ نہیں ہے۔ اسے مہنتی طور پر ترقی
کی جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی رفتار کم کی جاسکتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ
ایکے ملک میں "باہر" سے نہیں لایا جاسکتا۔ وہ انتہائی شدید تضادات اور
معروضی طور پر پہنچی حاصل کرنے کے عجز ان کے نتیجے میں سماج کے اندر چلتا چھوٹا ہے۔
ایسے عام سیاسی بحرانوں کے بغیر اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جن میں "پچھلے
طبقات پرانے انداز میں نہیں رہنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ بالائی طبقہ پرانے
انداز میں رہنے کا نااہل ہوگا۔ عالمی جنگ نے اس طرح کی انقلابی صورت حال کو جنم
دیا تھا اور دنیا کے بہت سے ملکوں میں اسی طرح کا بحران پیدا کر دیا تھا۔

سوشلزم کی فتح کے اسکان کے بارے میں لینن نے بیا رویہ اپنایا۔
اس سرمایہ داری کی اعلیٰ ترین شکل کے لئے حواد کی ترتیب کے دوران لینن
نے دو مضامین لکھے، "تبدیل کی سند" ریاستوں کے لئے نعرہ کے بارے میں (۱۹۱۵ء)
اور "پروردی انقلاب" کو فوجی پروگرام (۱۹۱۶ء) جن میں انہوں نے اس رائے کا اظہار
کیا کہ غیر حصار معاشی اور سماجی ترقی سرمایہ داری کا عام قانون ہے۔ "کارخانے"
مصنعتی مشین اور گاؤں اور ریاستیں غیر مساوی طور پر ترقی کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ
ہے کہ انقلاب کے لئے معروضی اعداد داخل حالات الگ الگ ملکوں میں الگ الگ طور سے
بند ہوتے اور پہنچی حاصل کرتے ہیں۔ اس سے یہ نتائج ندرتہ نتیجہ افد ہوتا ہے کہ
سوشلزم ایک ہی وقت میں تمام ملکوں پر فتح حاصل نہیں کر سکتا۔ پہلے ہر ایک ملک
میں باجند ملکوں میں فتح مند ہوگا جبکہ وہ سب ملک کچھ عرصہ کے لئے بعد ژوا یا نیم
پر ژوا رہیں گے۔

لینن یہ نہیں سمجھتے تھے کہ سوشلسٹ انقلاب کے لئے سب سے
زیادہ سہارا دہا حالت صنعتی طور پر ترقی یافتہ ملکوں میں لازماً موجود تھے۔ معاشی اجماعی
اور سیاسی اتحادیت ظاہر ان ملکوں میں زیادہ نمایاں تھے جو سب سے زیادہ آزاد تھے
اور معاشی طور پر ترقی کر رہے تھے جبکہ وہ پچھلے تھے اور ترقی یافتہ

سرمایہ دار ملکوں پر زیادہ انحصار کرتے تھے۔ اقلہ انڈونے اپنے آپ کو اور جاگیر داری
کی تبدیلی سے نجات دلانے بغیر سرمایہ دارانہ ارتقاء کے اجارہ دارانہ وعدوں میں داخل
ہونے کے لئے آخر انڈون کے لیکن اصل میں اور اختلافی تجربے اور سرمایے کا استعمال کیا تھا اور
اسی طرح اپنے داخلی تضادات کو اور زیادہ غلاب کر لیا تھا۔ لینن زار شاہی روس کو
ایک ایسے ملک تصور کرتے تھے۔

کیا پروردیہ کسی ایک ملک میں فتح حاصل کر سکتا تھا اور وہ بھی
اس حقیقت کے پیش نظر کہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے آپ کو عالمی سرمایہ
داروں کے دبدو بنائے گا؟ کیا ان خارجی حالات کے نقطہ نظر سے سوشلسٹ انقلاب کی
فتح ممکن تھی جن میں اس نے فروغ پایا تھا؟ لینن نے اس سوالات کے مثبت جواب
دئے۔

ان کے اس یقین کے لئے بنیاد کیا تھی؟ سب سے پہلے تو یہ کہ ان
یقین تھا کہ ایک ملک میں انقلاب پر روسی ریاست میں طبقاتی یک جہتی کی تحریک کو اجماع
دے گا۔ ۱۹۰۶ء اور ۲۰۰۰ء میں صدیوں کے تمام انقلابوں کے تجربوں سے اس کی نشاندہی
ہو رہی ہے لیکن یہ کافی نہیں تھا۔ سوشلسٹ کے بعد کی بین الاقوامی صورت حال کے تجزیہ
نے یہ نتیجہ انڈون کرنا ممکن بنایا کہ سرمایہ دار کی زنجیری توڑنے کے لئے بیرونی حالات
سازگار تھے کیونکہ اس کی تقریباً تمام سماجی، سیاسی اور فوجی طاقت فرسودہ کی باہم
جگہ میں لگی چلتی تھی۔

اس طرح لینن نے یہ نتیجہ انڈون کیا کہ اس بات کا افسانہ کہ بغیر کسی
ملکوں میں پروردیہ حدود جسد کے لئے گھڑا ہوا کسی ایک ملک میں مزدور طبقہ ایک نئے
سماج کے لئے متحد کن بدو جسد کے راستے پر گامزن ہو سکتا ہے ۱۹۱۷

انسان کی آرزو نے انسان کی جستجو نے
گرتی ہوئی زمیں کو آکاش میں اچھالا
وہ موڑا گیا ہے مشرق کی زندگی میں
ہر گام پر سویرا، ہر سونب اُعبالا

مخدوم محی الدین

اکتوبر انقلاب اور اقوام کا مقدمہ

روسی کے ۱۹۱۷ء کے اکتوبر انقلاب نے ساری دنیا میں سماجی اور معاشی تغیرات کی ابتداء کی اور نوآبادیاتی نظام کا شیرازہ بکھرنے کے عمل میں بھی نیشنلزم پیدا کر دی۔ اس انقلاب کی بنیاد اقوامی اہمیت واضح کرتے ہوئے سوویت ریاست کے بانی وی۔ آئی۔ لینن نے کہا تھا کہ عام طور پر اس نے تمام ملکوں پر اثر ڈالا۔ انہوں نے اکتوبر انقلاب اور محکوم قوموں کے مقدمہ کے درمیان جو اثر و تعلق ہے اسے بھی ملاحظہ کیا تھا۔

ان نتائج کے صحیح ہونے کی تاریخ نے تصدیق کر دی ہے۔ انقلاب روس نے جنوب مشرق، ایشیا، افریقہ، عرب مشرق اور ہندوستان کی آزادی کی تحریکوں میں شدت اور تیزی پیدا کر دی۔ انقلابی اخبار نے لاطینی امریکہ کے کئی ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۱۹۸۷ء میں سوویت کمیونسٹ پارٹی کی ۲۷ ویں کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے افروز ایشیائی قوموں کی ایک جیتی تنظیم کے جنرل سکرٹری توری عبدالرزاق نے کہا تھا کہ: "عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی کامیابی کے بعد سے سوویت یونین نے جو عظیم تاریخی مشن انجام دیا ہے، کانگریس نے اس کا اعادہ کیا ہے۔ یہ انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کا خاتمہ کر کے دنیا کو بدلنے کا مشن تھا۔"

نوآبادیاتی نظام کا شیرازہ بکھرنے کا عمل براعظم ایشیا میں شروع ہوا۔ سویت نام ایشیائی کوریا اور چین کے فقیاب عوامی جمہوری انقلاب انڈونیشیا، ہندوستان، برما اور فلپائن، لبنان، نام اور دیگر ملکوں کی آزادی ان ملکوں کے محبان وطن کی جدوجہد آزادی کے اہم نتائج تھے۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی کے وسط تک نوآبادیاتی اور محکوم ملکوں کا مجموعی رتبہ اس رقبہ سے جو روس کی عالمی جنگ سے پہلے تھا، فیصد سے زیادہ گھٹ گیا اور محکوم لوگوں کی تعداد ۹۰ فیصد گھٹ گئی اور عالمی آبادی کا صرف ۲۴ فیصد حصہ محکوم رہ گیا۔

سابق حکمران ملکوں نے نوآبادیاتی نظام کو فوجی طاقت سے

اور ہر قیمت پر بچانے کا کوشش کی، لیکن وہ قوی آزادی کی تحریک کو کچل نہیں سکے۔ ۱۹۵۰ء سے اور ۱۹۶۰ء سے شروع ہونے والی آزادی کے لڑائیوں میں اور بعض ملکوں کی اکثریت نے نوآبادیاتی حکومتوں سے جھٹکا مارا حاصل کیا۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں انگو، موزمبیق اور کئی دیگر ملکوں نے ۱۹۸۰ء کی دہائی میں زمبابوے، وانواتو، بلیزی، انٹیکو، باربروڈا جزائر اور کئی دیگر محکوم ملکوں نے آزادی حاصل کی۔

نوآبادیاتی ملکوں کے بنیادی اقوامی متغیر بنائیں ہونے سے ان کے مخالف نوآبادیت اتحاد اور سیاسی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا۔ وہ عالمی سیاسی مسائل حل کرنے میں حصہ لینے لگے۔ اپنی بانڈ ونگ (۱۹۵۵ء) قاہرہ (۱۹۵۷ء) اور بلغراد (۱۹۶۱ء) کانفرنسوں میں انہوں نے نوآبادیاتی نظام ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے اور نادابستہ تحریک کی بنیاد رکھنے کا فیصلہ کیا۔

معیشت میں ہر اک سوداگر فطرت ہے جہاں میں ہوں
اخوت ہے جہاں میں ہوں، سوویت ہے جہاں میں ہوں
مقام فرد بھی محفوظ ہے فوج جہاں میں !
نمایاں مہر طر و عدت میں کثرت ہے جہاں میں ہوں
رواج بربریت ہے، خدایا سب کے تعصب میں
نفلے امن و صلح آدمیت ہے جہاں میں ہوں
(اقتباس)

حسرت موہانی

سوویت یونین اور دیگر سوشلسٹ ممالک اس پالیسی کو جو ۱۹۱۷ء میں شروع کی گئی تھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وارسا معاہدہ کے ملکوں کی سیاسی مشاورتی کمیٹی نے مئی ۱۹۸۷ء کے اجلاس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ رقیب پذیر ممالک بیرونی قوت کے بڑے سنگین بوجھ کا شکار ہیں۔ وارسا ممالک سمجھتے ہیں کہ بیرونی قوت کے مسئلہ کو بین الاقوامی معاشی تعلقات کو جمہوری بنا کر اور ترک اسطرح حل میں ناکام کیا جاسکتا ہے۔

اکتوبر انقلاب نے نوآبادیت کے عالمی نظام میں بحران پیدا کیا
جب سے یہ بحران جاری ہے بند ہے

جس انقلاب نے دنیا کو روشنی دی ہے

[عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی
ستتویں سالگرہ پر]

غلام حسین آیار

اسے اعتماد کو تصور زندگی نہ بنا
جہاں حیات کی کوئی کرن نہیں باقی
جہاں خوشی کے درپے کبھی نہیں کھلتے
جہاں کی سڑکوں کی قسمت میں روشنی ہی نہیں
جہاں گھر میں ہوں
قبروں کے جیسے ستلٹے
جہاں پہ ذات کی تفسیر کا رواج نہیں
جہاں نہ عکس ہے ثابت نہ کوئی آئینہ
ہمارے ذہن و تصور میں

کون بنا در ہے
نہ خود نشانی جہاں ہے نہ ہے تن آسانی
وہ دل کی ساری امیدوں کو بانجھ کر دے گا
اس اعتماد کا چہرہ

لوہو کیوں ہے
ابھی تو شہر میں احساسِ جرم باقی ہے
ابھی نیام سے باہر ہیں ساری تلواریں
جہاں یہ جنسِ زدہ ملے

ایک مدت سے
تلاش کرتے ہیں آسودگی اہل لوں کی
ہم انقلاب کی بنیاد رکھنے والے ہیں
جس انقلاب کی خواہش میں لوگ جیتے ہیں
اس انقلاب کی خوشبو ادھر نہیں آتی

چارے پاس ہے
تفصیلی جائزہ اپنا

اسے
کسوٹی میں پہلے ذرا پرکھ ڈالیں

پھر اس کے بعد
تلاشِ سحر میں نکلیں گے

اس انقلاب کی ہم سب کو پھر ضرورت ہے

جس انقلاب نے دنیا کو روشنی دی ہے

اردو ادب پر اقتدار انقلاب کے اثرات

حیدر صفحت

سیاسی رجحانات سے نا آشنا نہیں رہ گئی تھا۔ ان پر دل و دیت کے مفہوم سے وہ ابھی آگاہ نہیں تھا لیکن ہر دوروں اور گروہوں کی الجھنوں اور ان کی غریبوں سے اس کا واسطہ پڑنے لگا۔ پہلی جنگ عظیم کی افسوسناک پیمائش اور اکثر انقلابیوں نے اردو فنکاروں کو بھی سرمایہ دارانہ نظام کی تباہ کاریوں سے روشناس کرنا شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں اردو شاعری کی نظر سے ہٹ گئی۔ سچی وہ اقبال تھے جنہوں نے انقلاب کے چار سال قبل ایک نظم 'خضر راہ' لکھی۔ سرمایہ دار اور محنت کی کشمکش کا ذکر اردو شاعری میں پہلی بار کیا۔ اس نظم میں خضر کی زبان سے یہ کہتا ہے کہ

بندہ مزدور کو جا کر مرا پیغام دے
خضر کا پیغام کیا یہ ہے پیغام کائنات
اے کہ تجھ کو کھائے سرمایہ دار جلد گر
شاخ آہو پر رہی صدوں تلک تیری برات
دست دولت آفری کو مزدوروں ملتی رہی
اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو نکات
نسل قومیت اکچل اسلفت اتہیبہ رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات
ملک جالوں سے بدی لے گیا سرمایہ دار
اٹھنے ساوگی سے کھا گیا مزدور دامت

اظہار کہ اب بزم چیلن کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں جبر سے دور کا آغاز ہے
دراصل انہوں نے گولڈ ماس کے فلسفے کو اپنے انداز میں پیش
کیا۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے بقول 'ان کی یہ تعلیمیں سرمایہ دارانہ نظام کا

۱۹۱۷ء کے انقلاب کا تقاضا تھا کہ سماج کی سیاسی اور اقتصادی تبدیلیوں کے ساتھ تہذیب و تمدن کی تشکیل بھی نئے انداز میں ہو اور اس غرض سے تمام سرمایہ دارانہ اثرات کو نیست و نابود کر دیا جائے شروع ادب کو بھی 'پرو لٹیرین' جامہ پہنانے کا مطالبہ ہونے لگا۔

آخر حسین رائے پوری کے اس اقتباس کی روشنی میں جب ہم اس وقت کے ہندوستان کی سیاسی اور سماجی زندگی کا جائزہ لیں گے تو ہمیں پتہ چلے گا کہ اس انقلاب سے پہلے ہی ہاں کے ادب خاص کر اردو ادب میں سیاسی شعور کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں مگر ان کو غلطی آج اس کے ساتھ ساتھ ملک میں مختلف تحریکیں شروع ہو چکی تھیں جن میں 'اصلاحی' مذہبی، تعلیمی اور سیاسی تحریکیں مختلف سطحوں پر لوگوں کے ذہنوں پر اپنا اثر ڈال رہی تھیں۔ ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم اور ۱۹۰۶ء میں سلف گورنمنٹ کے مطالبہ پر سیاسی تحریکوں میں کافی شدت پیدا ہو گئی لیکن انگریزوں کی حکمت عملی نے ہندوستان میں کو بر حال اس کا بہت زیادہ فائدہ اٹھانے نہیں دیا۔ پھر بھی قومیت کا احساس بڑھتا جا رہا تھا اور لوگوں کا ذہن سیاسی افکار کو جاننے کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ 'ہوم رول' تحریک (۱۹۱۶ء) کے دوران چکیت نے تحریک کو عوامی سطح تک پہنچانے کے لئے اپنی نظموں کا سرمایہ رانیا جس سے نہ صرف تحریک عام ہوئی بلکہ چکیت بھی شہرت کی بلندیوں پر نظر آئے۔

یہ جوش پاک ناز دہا نہیں سکتا
یہ آگ وہ ہے جو جانی بجانی نہیں سکتا
رگوں میں خون کی حرارت مٹا نہیں سکتا
دلوں میں آگ یہ ارمان جانی نہیں سکتا
طلب مغول ہے کانٹے کی بھول کے بدلے
زمین پرشت بھی ہم ہو مہول کے بدلے
ہاں ملک پہنچنے پہنچنے اردو شعور ادب کا تخلیق کار ادقاری

تجربہ جی جان کے ملنے سے دل کی اور جاگسولی کے غلبے سے ملک دم
تھا: اس کے متعلق جگن ناتھ آزاد لکھتے ہیں۔

آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس میں اتنا بڑا
انقلاب نمایاں ہو اور اقبال اس کا اس قدر
اس سے متاثر ہو نہ ہو.....
.....۔ اقبال اس نظریے سے صرف متاثر
ہی ہوئے ہیں اور متاثر ہونے کی سب سے بڑی
وجہ یہ ہے کہ اسلام بھی ملکیت اور سرمایہ داری
کا دشمن ہے اور انقلاب روس نے بھی ملکیت
اور سرمایہ داری کو اپنا دشمن بنایا۔

صلاۃ اقبال اور مغربی مفکرین

اقبال کی نظریں عین مذکر حضور میں، ”زبانِ خدا“ وغیرہ
ہی جذبات کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اردو کے شریک ادب کے ساتھ اس کے
افغانی ادب پر بھی اکثر انقلاب کا خاص اثر ہوا۔ پریم چند جیسے بڑے
افغانی نگار جو اپنے افغانوں میں حقیقت نگاری کو فروغ دینے کی کوشش
میں مصروف تھے ۱۹۰۸ء میں ان کا ایک افغانی مجموعہ ”سندھن“
حکومت نے ضبط بھی کر لیا تھا، اس انقلاب سے خاصے متاثر ہوئے لیکن
وہ بھی نظریاتی طور پر کسی نہ ہو سکے بلکہ اصلاحی نظریہ ہی ان کا مسلک رہا۔
ان کے افغانوں میں دیہات کی زندگی، اکٹوں اور مزدوروں کی ذہنی شکستہ
کی پرچھائیاں تو عینی ہیں لیکن ہم انہیں مبدیاتی مادیت کا پرتو نہیں کہہ
سکتے، انہیں راجہ رتیرا کی کتاب ”ترقی پسند ادب“ ایک جائزہ میں
پریم چند کے بارے میں کہتے ہیں:

پریم چند اس نظام کو بدلنا چاہتے تھے مگر انہوں
نے گورنری کی طرح اسے بدلنے والے مزدوروں کے
انقلابی اور تاریخی رد کو نہیں سمجھا تھا اس لئے وہ
مزدور طبقہ کے نظریہ حیات کو اپنا نظریہ حیات نہ
بناسکے۔ ان کے شعور کا ارتقا اس جانب نہیں ہو
پایا تھا۔ بلکہ وہ تو سمجھتے تھے کہ ان جب مزدور
بن جاتا ہے تو برادری کا دباؤ نہ رہتا کہ وہ جسے
وہ بارہ پیدائش شدہ الی بن جاتا ہے۔ (گودان)

میں انہوں نے گورنری کا جو کردار پیش کیا ہے اس
سے ہی ظاہر ہے)

اس کے علاوہ اردو ادب نے میں ”انگارے“ کی اشاعت
بھی ایک موڑ ہے جسے ہم اکثر انقلاب کے ساتھ جوڑ تو نہیں سکتے لیکن
شاید مغربی تعلیم اور سماج میں تبدیلی لانے کی غرض سے ہی اس افغانی
مجموعہ کی اشاعت (۱۹۳۲ء) ہوئی۔ ”گرم خون“ لکھنے والے نوجوان، ان
کہانیوں میں بقول خلیل الرحمن اعظمی انقلابی اور باغیاز خیالات ایک
لوخان کی طرح پھٹ پڑے تھے۔ لکھنے والوں میں جوانی کا جوش، اقلیت
اور تباہی کی کمی اور وہ شوقی و سرکش تھے جو اس وقت نوجوان طالب علموں
میں عام تھے۔ اس مجموعہ کے بارے میں خرداندین نگاروں میں سے ایک
سمجھوتہ صواب کہتے ہیں:

”انگارے“ کی بیشتر کہانیاں میں سنجیدگی اور طنز کا
کم اور سماجی رجحان پسندی اور دیہاتیت کے
غلبے، غم اور یہاں زیادہ تھا۔ بعض جگہوں پر
جنسی معاملات کے ذکر میں لارنس اور جوائس کا
اثر بھی نمایاں ہے۔“ (امٹائی ص ۱۸)

بہر حال اتنا تو ہو رہا تھا کہ اس دور میں ہمارے ادیبوں اور شاعروں
اردو انشودوں اور سیاست دانوں کی مدد کسی نظریہ خاص طور پر متاثر کر رہا
تھا۔ اس کی وجہ تو یہ تھی کہ باغی نوجوان سچے پرانے سماج کے گھنٹوں پر
ایک نئے سماج کی تعمیر چاہتے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ہمارا قومی
جدوجہد کے رہنماؤں کو غیر ملکی سامراج کے خلاف لڑنے اور آزادی کی
لڑائی کو کامیاب بنانے کے لئے مزدوروں اور کسانوں اور محنت کش عوام
کا تعاون درکار تھا۔

اکثر انقلاب کا بالواسطہ اثر جس نئی پسند تحریک
(۱۹۳۵ء) کے بعد چلتا ہے۔ یہ تحریک اردو ادب کی تیسری مگر پہلی باغی
تحریک تھی۔ انجمن ترقی پسند مصنفین کا پہلی کانفرنس (۱۹۳۶ء) ٹکڑ
میں ہوئی جس کی صدارت منشی پریم چند نے کی تھی۔ اپنے جذبہ صداقت میں
آخر میں انہوں نے کہا تھا:

”ہماری کوئی پروہ ادب کھراڑے گا جس میں تلو
ہر آزادی کا جذبہ ہو احسن کا جو ہر جو تیر کی روح

ہوا زندگی کی حقیقت کی روشنی ہو جو ہم میں حرکت
ہنگامہ اور بے چینی پیدا کرے نہ نئے پس کی کو
اب زیادہ جوش و خروش کی علامت ہوگی۔

دھیرے دھیرے یہ تحریک نہ صرف اردو ادب بلکہ دوسری
ہندوستانی زبانوں میں اپنا جڑ بکاتی رہی اور تقریباً پچیس سال تک اردو
ادب میں سکھانے والی طاقت بنی رہی۔

اس تحریک سے قبل ایک اور لوبی تحریک کا ذکر پہلے ضروری
ہے جسے ہم باضابطہ تحریک کا نام تو نہیں دے سکتے مگر اس تحریک نے
اس وقت کے نوجوانوں، مساعروں اور لایوں پر اپنا خاص اثر ڈالا تھا۔ اس
تحریک کو "رومانی تحریک" کہا جاتا ہے۔ ملک کی سیاسی غلامی، عوام کی
معاشرتی بد حالی اور حکمران طبقہ کا جبر و جحان و جن کو نئی الجھنیں دے رہا تھا
جس کا دور ہی نتیجہ شکل سکتا تھا کہ اس کا مقابلہ کیا جائے یا پھر باؤس ہو کر
زمنوں کی گھسیٹ چھاؤں کا شکار کی جائے۔ پہلی وجہ کے لئے جس ہمت کی ضرورت
تھی اس کی کمی کو دوسری وجہ نے پوری کی۔ نیاز فرخ پوری، قاضی عبدالغفار
سجاد حیدر، دم اختر، شمس الدین اور محمد مددک جو جس طرح آبادی بھی اس
کے شکار ہوئے۔ لیکن ان کے خطوط لکھے گئے، اسٹیج اور ریڈیو کے گیت لکھے
گئے اور ادب لطیف کے نام پر قرائنیسی نثر نگاری کی نقل اتاری گئی۔
یہ تحریک مشہور تو بہت تھی لیکن کامیاب نہ ہو سکی کیوں کہ اس تحریک
کا فنون ترقی پسند تحریک نے توڑ دیا۔ مافک بہت دنوں تک ترقی پسند
شاعر اور ادیب خود اس تحریک کے زیر اثر رہے۔ ان کی انقلابیت پر
رومانیت کا غلبہ رہا مگر دھیرے دھیرے یہ غلبہ بھی ختم ہو گیا۔

ترقی پسند تحریک کے ساتھ صرف نوجوانوں کی ٹولی نہیں تھی بلکہ
انہیں بزرگ شعراء و ادباؤں کی حمایت بھی حاصل تھی جو اردو ادب میں
ایک تبدیلی چاہتے تھے۔ ان بزرگوں میں کوئی پریم چاند کی طرح اصلاح
پسند تھا تو کوئی حسرت موہانی کی طرح قوم پرست اور کوئی جوشی کی طرح
رومانیت پسند انقلابی۔ حسرت اپنی فاسقانہ نثر اور کئی علاوہ اس طرح
کے اشعار بھی کہتے گئے تھے۔

ہے مٹی مٹی جادری چٹکی کی مشقت بھی
اکسڑ نہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی
یا پھر باوجود انتہائی مذہبی عقیدہ کے وہ یہ بھی کہتے ہیں۔

ہدایت کا زماں تھنہ تھا اہل سویت نے
دکھائی سب کو راہ حریت بے خوف دین ہو کر

لازم ہے غلبہ آئین سویت
دو ایک برس ہو کر دس برس میں

گاندھی کی طرح بیٹھ کے کیوں کا تیں گے چہرہ
یقین کی طرح دیں گے نہ دنیائے کو چہرہ

اور جوش کا کہنا ہے۔
ہو کون کی نظر میں بکلی ہے تو بول کے ہانے ٹھنڈے ہیں
تقدیر کے لب کو جوش ہے دم توڑ رہی ہیں تہ سیریں
آنکھوں میں گدا کے شرف ہے بے نور ہے چہرہ سدا کا
غریب سیر پر جم گولا ہے جس میں پڑی ہیں تعجب دہری
کیا ان کو خبر تھی زبرد زبرد کہتے تھے جو روح جنت کو
ابلیس گدازیں سے مار کر برسوں کی فلک سے شمیری
کیا ان کو خبر تھی سینوں سے جو خون چرایا کرتے تھے
اک دو زاسی بے رنگی سے جھلکیں گی ہزاروں تصویریں
سینوں کو وہ زندان گویا جھپٹ کر وہ قیدی چوٹ گئے
اتھڑ کر وہ بیٹھیں دریا میں دوڑ کر وہ ٹوٹیں زنجیریں

نوجوان ترقی پسند شاعروں میں فیض احمد فیض کا نام ہمیشہ سے
قابل احترام رہا ہے، ان کی رومان پسند انقلابیت اردو شاعری کو ترقی
پسند تحریک کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان کی نظمیں "مجھ سے پہلی سی محبت ہے
محبوب نہ مانگ"، "سوچ"، "رفیق ہے"، "چند روز اور مرے جان" ان
کی مشہور شمس کی اظہار ہیں۔ ان کی انقلابی نظموں میں بھی لہجہ گھر در انہیں
ہوتا بلکہ ایک دھیمی سی جیسے کا احساس ہوتا ہے مثلاً ان کی نظم "بول" کا یہ
بند

دیکھ کر ان کی دکان پر بند ہیں مٹے سرخ ہے آہن
کھانے لگے قفلوں کے دہانے پھیلا ہرگز نہ تجیر کا دامن
بول یہ تو شاعرانہ بہت ہے جسم دریاں کی موت سے پہلے

عصر پر اس قابل بنایا۔ بکا وہ بات تھی جس نے دنیا کو فاشنزم سے جدوجہد کے درمیان (۱۹۴۵-۱۹۶۱) اور فتح کے خود ابد کے کبھی نہ ختم ہونے کے جانے والے برسوں میں حیران کر دیا تھا جبکہ ایک ناقابل بیان تباہ شدہ ملک اور اسی کے ناقابل وضاحت درد و کرب میں مبتلا عوام نے پھر ایک بار اپنے خون اور پسینے سے سوشلسٹ زندگی کے ظالمانہ و خندانہ دھماچے کو تھیرا تھا۔

کلیشپو نے فرانس میں اور چرچل نے برطانیہ میں پیٹکوٹی کی تھی کہ بائوٹریزم چند ہفتوں سے زیادہ برسرِ کار نہیں رہ سکتا۔ انہیں کی طرح کے امریکی صدر ریگن یہ اعلان کرتے ہوئے نہیں شرمندہ کہ گیمیزم تاریخ کا ایک صفحہ ہے جس کو بھلا کر بھینک دینا چاہئے۔

کچھ خاص ہفتہ ملتوں میں یہ سنا جاتا ہے کہ مارکسزم ۱۹ ویں صدی کی فرسودہ نظریہ سے زیادہ کچھ نہیں رہ گیا ہے لیکن دنیا کی قوموں کا پرستار ہر ایک مختلف تصور ہے۔

جس بھی نوعیت سے ذی علم لوگوں کو یہ نہیں بھول جانا چاہئے کہ فرانسیسی انقلاب (۱۸۹۱ء) کے بعد ۲۷ سال لگے جب کہ شاہ لوئی پندرہ کی حکمرانی کے آخری سال کے اقتصادی معیار تک پہنچا جاسکا یا یہ کہ ایک علامتی مثال دی جائے۔ فرانس ۱۹ سال کے بعد دوبارے کے مفتوح ہو جانے کی سالگ ۴۴ جولائی کو ایک قومی تعطیل منایا جاسکا تھا۔

عظیم اکوبر کے عمار میں ایک فرق نظر آتا ہے سیاسی تنظیم کے ایک نئے تاریخی دور کے تاریخی پیدائش مک میں اور مک سے باہر دشمن قوتوں پر فتح اس کو مظاہرہ وہ اس طرح جیسے کہ پہلے انٹرنیشنل نے اعلان کیا تھا، محنت کی سیاسی معیشت کی کسمپاشی کی سیاسی معیشت پر فتح تھی؟

یہی بات حقیقتاً زمین و آسمان کا خود بخود بھی تھی۔ ایک واضح تقریب و تحنیم عظیم اکوبر کی یعنی قومی نجات اور انسانی خیرگی کی قوتوں کے اتحادی وحدت یونین کی دوسری عالمی جنگ میں تحنیم غلیظ اور بظاہر ناقابلِ فتح فاشنزم کی پیش رفت پر فتح ۱۹۴۵ء (بشکریہ حیات)

فیشن کے علاوہ مخدوم علی الدین کی شاعری اپنے خلوص و جوش و کراہ اور انقلابی جدت کی وجہ سے ممتاز ہے۔ ان کی نظموں کا انقلابی کردار کافی بخیر ہے اور لکچر میں یقین بھی ہے۔

گمراہ ہے سیاہی کا ڈیرا

ہندو سے مری جہاں سویرا

اور ملن چھوڑ کر جانے والے

کھل گیا انقلابی پیرا

ان کی نظم جنگ آزادی جسے اس نے میں قومی ترانے کی طرح

لکھا جاتا تھا۔

یہ جنگ ہے جنگ آزادی آزادی کے پرچم کے تلے

ہم ہنس کر رہے ہیں جہاں کی ملکوں کی غیوروں کی

آزادی کے متوالوں کی دھنوں کی برسرِ روں کی

اسی قافلے میں شاعروں کی ایک لمبی قطار تھی جس نے یاد گاری

کر رکھی تھی تھا ایک سماجی تھا۔ ملی سترہ چھوڑ کر، جتنی اہم انداز

تجزا، کیتی، ست اور اور عروج و زوال سے شاعر تھے جہاں شاعری کو تفریح

کا ذریعہ نہیں بلکہ مقصد سمجھتے تھے اور ان کا مقصد تھا اشتراکیت کا پھیلاؤ۔

ترقی پسند غریب کا آخر حرف اور دشمن کی برہی نہیں ہوا بلکہ

اردو ادب کی تمام اصناف سخن اس سے متاثر ہوئیں ناول اور انشائی

ادب میں کرشن چندر، پتھری، خراج احمد، عباس، دیوبند سینا تھی، ملی عباس

سینی اور عصمت چغتائی وغیرہ کی تخلیقات آج بھی قابلِ توجہ ہیں۔ اس

کے علاوہ علامہ اقبال، سجاد حیدر، سجاد حیدر، سجاد حیدر، سجاد حیدر

سال سے خالی تھا اس غریب کے زیرِ اثر اپنا کے ذریعہ ہر مکتب اور قریبوں

مک پہنچا لیا۔ دیکھائی ڈرائے میں عوامی سائل اور عوامی مصنفات کا ترجمان

بن گئے۔ اردو تنقید میں بھی ایک نصاب کا آغاز ہوا ان تین کو جو زندگی کے

زبان کی شکل میں دیکھا جائے گا۔ ترقی پسند ناقدوں میں اختر حسین، پرائے پوری،

استم حسین، عزیز احمد اور سجاد حیدر وغیرہ کی کسی نقطہ نظر سے اردو ادب

کو پرکھنا جو اردو ادب کے لئے ایک نیا چیز تھی۔

فرہنگی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اکوبر انقلاب سے باواسطہ تاثر ترقی پسند غریب

نہ پر کے اردو ادب پہنچا اثر ڈالا۔ آج بھی جبکہ اس غریب کے چالیس سال گزر

چکے ہیں ہم ان اثرات کو انسانی سے دہرہ دہرہ دیکھتے ہیں ۱۹۹۰

حرمت الاکرام — بنگلہ میں

شانتی رجن بھٹا چاریہ

بد حال کا ذکر انہوں نے کھل کر کیا ہے۔ جس سے یہ بھی صاف ہے کہ وہ مجھے بالکل اپنا سمجھتے تھے ورنہ اپنے گھر میں حالات کا ذکر اس طرح نہ کرتے۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۱ء کے خط میں لکھتے ہیں:

۰ میں تین ہفتہ سے بیمار ہوں

۱۔ فروری ۱۹۸۱ء کو لکھتے ہیں:

۲۔ اکتوبر اور نومبر میں اہلیہ کی حالت دوسرے تشویش انگ ہو گئی اور گویا انہوں نے نئی زندگی پائی۔ پھر اواخر نومبر میں میرے داماد جو میرے ساتھ ہی رہتے ہیں بیمار ہو گئے اور ایک ماہ بستر پر رہے۔ وہ بستر سے اٹھنے بھی نہیں پاتے تھے کہ ۲۶ دسمبر کو چھوٹی لڑکی کسمال سے بیمار ہو کر آگئی۔ اسحاق علی کا خط لکھا تھا۔ دوسرے ہسپتال میں داخل کرنا پڑا اور ۲۶ جنوری کو آپریشن ہوا تو پتہ چلا عمل نہیں، ٹیو مر تھا۔ ایک بوتل خون کی ضرورت ہوئی، وہ بوتل لگو کر نہ چڑھایا گیا۔ بلکہ زوری کو گھمرا کر آئی ہے۔ ابھی مہینوں علاج کا سلسلہ رہے گا۔ دعا کیجئے کہ خدا ان مشکلات سے نجات بخشنے۔

اور ۱۵ مئی ۱۹۸۱ء کے خط میں لکھتے ہیں:

نوار اپریل کی شب میں رکتے سے گر کر میرے پاؤں کے دونوں پنجے بڑی طرح زخمی ہو گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ حادثے نے کوئی اور صورت اختیار

حرمت الاکرام کے گلے آنے سے قبل بھی ان کا غائبانہ

تعارف مجھ سے ہو چکا تھا۔ چونکہ ان کے بڑے بھائی اقبال اکرامی (مرحوم) سے گلے میں آکر بس گئے تھے۔ لیکن حرمت الاکرام سے میری پہلی ملاقات ان کے گلے آنے کے بعد ہی ہوئی۔ کس دن یہ تو اب یاد نہیں لیکن یہ ۱۹۵۴ء کی بات ہوگی کیونکہ حرمت اسی سال جولائی میں گلے آئے تھے۔ پھر ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ تقریباً ہر شام بولائی دت اسٹریٹ یا زکریا اسٹریٹ میں کہیں نہ کہیں ملاقات ہو جاتی اور جب تک وہ گلے میں رہے یہ ملاقاتیں رہی ہیں۔ اسی کے بعد جب وہ وطن مرزا پور لوٹ گئے، تب سے آخر دونوں تک ان سے خدا و کتابت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ وہ پابندی سے خط لکھنے کے عادی تھے۔ آج جب میں نے میرے بیان محفوظ پر لانے خطوط کو تلاش کیا تو ان کے تین خط ملے جو اس وقت میرے سامنے ہیں۔ ان خطوط میں کتنی باتیں ہیں، یادیں ہیں، جانے پہچانے چہرے ہیں۔

حرمت الاکرام پسندیدہ اور گہرے جسم کے مالک تھے۔ معاشی طور پر وہ ایک پچھلے متوسط گھرانے کے فرد تھے جن پر گھر والوں کی پوری پوری ذمہ داری تھی۔ وہ معاشی حالت کو سدھارنے کے لئے ہی ملازمت کی تلاش میں گلے آئے لیکن یہاں وہ ہمیشہ بیمار رہے۔ میں نے کبھی ان کو مکمل صحت مند نہیں پایا اور مستقل بیماریوں سے تنگ آکر ہی وہ گلے سے وطن لوٹ گئے تھے۔ وطن میں بھی ان کو جین نہ ملا، نہ سکون اور نہ صحت۔ معاشی طور پر وہ تاجر پریشان ہی رہے۔ اپنے کئی خطوط میں اپنی خزانہ صحت، گھر، یوریشیاں اور معاشی

تہیں کی جس کا امکان زیادہ تھا۔ فی الوقت بستر
پر چوں۔ غزوات کے لئے گھر میں چل پھر لیتا
ہیں۔

ایک خط میں (موجودہ ۲ نومبر ۱۹۲۹ء) حرمت الکرام نے اپنے
حالات زندگی کو مختصر طور پر بیان کیا ہے اور چونکہ یہ باتیں خود انہوں نے
لکھی ہیں لہذا ان باتوں کو ان کی سوانح عمری کے لئے درست تسلیم کرنا
پڑے گا۔ وہ لکھتے ہیں :

”میری تاریخ ولادت ۲ ستمبر ۱۹۲۹ء، جنم بھوی
مرزا پور، اور آبائی وطن اعظم گڑھ ہے۔ ۱۹۳۹ء
میں مرزا پور سے ایک ماہنامہ ”جبریدہ“ سفینہ“
جاری کیا تھا۔ ۱۳ جولائی ۱۹۴۲ء کو کلکتہ پہنچا
اور ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء تک وہاں رہا۔ ۶ روزنامہ
”ہند“ اس اخبار کا درست نام ”روز آندہ“
ہے۔ راقم الحروف کلکتہ سے باغابطہ صحافتی زندگی
کا آغاز کیا۔ ایک سال بعد روز آندہ ”آزاد ہند“
کلکتہ سے منسلک ہو گیا۔ ابتداً خبروں کے علاوہ
”مغلیں“ (یہ آزاد ہند کا نکاحیہ کالم ہے۔
راقم الحروف) اور ”آج کا“ (یہ آزاد ہند کا سنڈے
ایڈیشن ہے۔ راقم الحروف) کے نکاحیہ کالم ”لوک
جوہر“ بھی میرے سپرد تھے۔ بعد میں نکاحیہ
کالموں کے بجائے روزنامہ کسی اہم تر اخباری مضمون
پر قطعہ لکھنے کی خدمت تفویض ہوئی۔ فارغین نے
اس سلسلے کو اتنا پسند کیا کہ مرزا پور آنے کے بعد بھی اسے
باقی رکھنا پڑا۔

”سفینہ“ ”ہند“ اور ”آزاد ہند“ کے علاوہ جن
دوسرے رسائل و اخبارات سے مختلف ادعا میں
(اولیٰ) وابستگی رہ چکی ہے ان کے نام حسب ذیل
ہیں۔ ماہنامہ ”مرداب“ (راولپنڈی) ”ماہنامہ ”مگن“
بجٹی، ”ماہنامہ ”مغلیں“ کلکتہ، ”ماہنامہ ”نقاش“ کلکتہ،
”ماہنامہ ”نقاش“ کلکتہ، ”ماہنامہ ”ساز“ کلکتہ، ”ماہنامہ

نشا خلد کلکتہ

حرمت الکرام کی طویل نظم ”کلکتہ، ایک رباب“ سے صاف
ہے کہ کلکتہ شہر نے ان کے دل و دماغ پر نہایت گہرے اثرات مرتب کئے
جن کا بار انہوں نے خطوط (میرے نام) میں بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی ”آندہ
در افشا“ ”کلکتہ، ایک رباب“ کا پیش لفظ) میں بھی۔ اس سرزمین پر
ان کی شاعری نئی جنموں سے آشتا ہوئی۔ کلکتہ سے ان کی وابستگی اور
والہانہ محبت کا اظہار ذیل کے چند اشعار سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

کلکتہ ایک موڑا سحر گزر کا ہے
نقشِ وفور دیدہ دل کے سفر کا ہے

اس موڑ پر حیات بزمِ گدگد ملی
زخموں کو مسنی چارہ گری کی جنر ملی
دلدار ساعتموں کی نظر سے نظر ملی
سو نکلتی لٹا تی نسیمِ سحر ملی
احساس کو ہوائے مین چھیلنے لگی
ادراک کو حلاوتِ فن چھیلنے لگی

ہر شام اپنی زلف سنوارا ہے جھٹے بڑھی
ہر صبح اپنا رنگ نکھارے ہوئے بڑھی
سرمایہ نشا کو دارے ہوئے بڑھی
ہاتھ پر سر نقوش ابھارے ہوئے بڑھی
زرد بارقعوں نے گلے سے لگایا
گزدی جو رات کرلوں نے اپنا بٹایا

ٹنگی کی موج، امواجِ حتی پیمانہ سرور
لہروں کے اپنے میں تھے رقصِ فریبِ دور
آغوشِ التفات تھا صورتِ گہرِ حضور
کتا تھا سر جھکا کے یہ نظاروں کا خور

ہم کو فنا و مہر سے قاصر نہ جانئے
اس سرزمین پر خود کو مسافر نہ جانئے

”کلکتہ، ایک رباب“ کی تخلیق کے بعد حرمت کی خواہش حتی
کہ وہ اس کا انتساب میرے نام کریں۔ چونکہ وہ اسے بنگال کے کسی ادب
دوست کے نام کرنا چاہتے تھے۔ جب انہوں نے اسی سلسلے میں مجھے

لکھا تو میں نے لکھا کہ بہتر ہے اس کا انتساب وہ ماہر لسانیات اور
نیشنل پروفیسر ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی کے نام کریں۔ مری یہ جو زبان کو
پسند آئی اور انہوں نے نظم کے جذام بند نقل کر کے مجھے معاف کیا
"ماگر میں ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی کے سامنے پیش کروں اور ان سے
اس بات کی اجازت لوں کہ کتاب کا انتساب ان کے نام ہو۔ میں نے
ایسا ہی کیا۔ سنیتی بابو نے نظم پسند کیا اور کہا کہ اگر شاعر ان کے نام
انتساب کرنا چاہے تو ان کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے
اس کی اطلاع حرمت الاکرام کو دی اور حرمت نے "کلکتہ: ایک رباب" کے
پہلے ایڈیشن کا انتساب یوں لکھا:

"یہ لمبوس قدر پیش رہا ہے کہ میں اپنی طویل نظم
"کلکتہ: ایک رباب" کو عرض ٹیگور کے ذی قدر
اور نامور ماہر لسانیات سنیتی کمار چٹرجی کے نام
گرائی سے معون کرنے کی جان فرزد مسرتوں سے
ہم کنار ہو رہا ہوں"

مذکورہ انتساب کے ساتھ پہلا ایڈیشن حلقہ نزوح ادب کرام
بارغ، مرزا پور سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا اور دوسرا ایڈیشن جس کا
انتساب انہوں نے سہیل عظیم آبادی کے نام کیا، نکھار پبلی کیشنز، ممبئی
بھنبی (بومبا) سے ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ اس دوسرے ایڈیشن کے
صفحہ ۹ پر ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی کا ایک انگریزی خط شامل ہے جس
میں موصوف نے اس کا ذکر کیا ہے کہ میں نے "کلکتہ: ایک رباب" کے چند
اشعار ان کو پڑھ کر سنائے تھے۔

"کلکتہ سے حرمت نے بہت کچھ لیا بھی ہے اور اسے دیا بھی
ہے۔ حرمت کا انتقال ۱۶ جنوری ۱۹۸۳ء کو اپنے وطن مرزا پور میں ہوا
لیکن ان کی موت کی اطلاع کلکتہ میں کوئی ہفتہ بعد پہنچی۔ روزنامہ
"نیا کس" کلکتہ نے ۶ جنوری ۱۹۸۳ء کو حرمت الاکرام پر لوہاریہ لکھتے
ہوئے درشت لکھا ہے:

"حرمت الاکرام کی موت کا خبر اہل کلکتہ کے لئے
جانگیز خبر ہوئی۔ یہ سائنس جگہ کے اردو ادیب کا
ہے۔ گو حرمت الاکرام اپنے آبائی وطن مرزا پور میں
انتقال ہوا چنانچہ کئی برسوں سے وہ شہر کی طرف توجہ

تھے۔ حرمت کا کلکتہ سے گھر اور پرانا رشتہ و تعلق
میں سے حرمت الاکرام کی شاعری نے کلکتہ کی نئی نسل
کے شاعروں پر گہرا اثر مرتب کیا تھا۔ ان کے عقیدت
مندوں کی کمی نہیں تھی۔ حرمت الاکرام کلکتہ میں رہے۔
مدنی روٹی کی فک میں غلطیوں سے۔ ہر اردو شاعر
اور نثر نگار کی طرح انہیں بھی سخت معائب اور
نامساعد حالات میں زندگی بتانی پڑی۔ ان کی شاعری
ان کا اور ان کے خاندان کے افراد کا پیٹ نہیں پال
سکتی تھی اور کلکتہ کے اکثر شاعروں اور ادیبوں
کی طرح اپنی معاشی حالت کو سہارا دینے کے
لئے اردو صحافت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا تھا۔"

حرمت کی شاعری دقیانوسی، فرسودہ اور محض روایتی شاعری
نہیں رہی ہے۔ اس کے باوجود ان کو شہرت نہیں ملی جو ملنی چاہئے
تھی۔ میرے خیال سے اس کی سب سے بڑی وجہ ان کی کمزور مالی حالت
ہے۔ چونکہ آج کے سماج میں ناموری کے لئے بہتر معاشی حالت اور
کسی اہم کرسی کا مالک ہونا بھی ضروری ہو گیا ہے۔ کرسی اور اچھی مالی
حالت کے سہارے آپ اپنا ایک حلقہ یا گروپ بنالیں جو آپ کی ہر
بات پر زور دے گا۔ لیکن حرمت الاکرام ان چیزوں سے دور تھے لہذا
اردو ادب میں گروپ بندی اور محض اپنوں کی تعریف کی زو میں رہیں آئے۔
ایڈیٹر روزنامہ "نیا کس" کلکتہ نے اپنے مذکورہ ادارے میں اس طرف اشارہ
کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کلکتہ میں ان کی شاعری کی مدحوم مچی ہوئی تھی اور
آج کے دور کے بہت سے شاعر جن کی شہرت
اجاب کے پروپیگنڈوں پر قائم ہے۔۔۔ وہ بھی حرمت
الاکرام سے مستفیض ہوتے رہے۔ حرمت نے انہیں
بہت کچھ دیا۔ ان کی شاعری کی راہ اور جیت متعین
کرنے میں مدد دی۔"

حرمت الاکرام نے اپنے چند خطوط میں اردو ادب میں گزرا
ہندی کا ذکر بار بار کیا ہے۔ مثلاً ۱۶ جنوری ۱۹۸۳ء کے خط میں وہ لکھتے

”یہ احساس آپ کو بھی ہو گا کہ اردو دستوں کی گروہ بندی اور تنگ نظری اردو دشمنوں سے بڑھ کر اردو کی دشمنی ہے۔ یہ میرا تجربہ ہے کہ ادبی سطح کے اصحاب میں کم فلسفی اور بہت خیالی اور زیادہ ہے۔ ان اہلادوں کا نشانہ اکثر رہتا رہتا ہوں۔ ڈگریوں اور عہدہ والوں کو اس کا بڑا غم ہے کہ یہ مولیٰ سا آدمی دنیا سے ادب میں اتنی عزت سے کیوں دیکھا جاتا ہے۔ ممکن ہے آپ کو اس بات پر ہنسی آئے اور آپ اسے میری خوشی بھی تصور کریں لیکن یہ حقیقت ہے۔“

۲۵ جون ۱۹۸۱ء کے خط میں لکھتے ہیں :

”اردو کا شاید ہی کوئی ادیب یا شاعر ایسا ہو جو معاشن کے باب میں ادب پر تکیہ کر سکے۔ ادب کے نام پر غم سے زندگی گزارا اور چیز ہے۔ ملو۔ ازمیں ادب کی دنیا بھی جسے خوش خلقی اور مالی فلسفہ کی قابل رشک مثال پیش کرنی چاہئے تھی“ ایسی برائیوں کی آماجگاہ بن گئی ہے جو انوسناک سے زیادہ شرمناک ہیں۔“

۹ جولائی ۱۹۸۰ء کے خط میں لکھتے ہیں :

”آج کل بیشتر افراد ایسے ہیں جو دوسرے کی تحسین کو اپنی توہین تصور کرتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ احساس گھڑی کا رد عمل ہے یا پھر یہ کیفیت خود اعتمادی کی کمی سے وجود میں آتی ہے۔ کسی کی خوبی کا اعتراف فرائض اور عالی نفسی کی دلیل ہے جس سے ہر شخص متعصب نہیں ہوتا۔ بعض اصحاب تعریف میں بھی ناپ تول ملحوظ رکھتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ دوسرے کی توصیف خود ان کے لئے نقصانہ نہ ثابت ہو۔ اس عارضہ میں بعض مشاہیر زیادہ مبتلا ہیں۔۔۔ گروہ بندی کا رنگ سب سے بے توجہی سے اس نے پوری دنیا سے ادب میں غمناکی

”مرد و بچہ خطرناک جرائم پھیلا دئے ہیں“

۳ مئی ۱۹۸۱ء کو لکھتے ہیں :

”اردو کے شاعروں اور ادیبوں پر اخلاقی بحران کی جو کیفیت ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بڑے بڑوں کا عالم عجیب ہے بلکہ انوسناک ہے۔ دھندلاری اور عالی نفسی تو بڑی بات ہے۔ غرض شناسی اور دیانت داری کے احساس کا بھی قحط ہے۔“

لیکن جب کوئی ان کی خدمات کا اعتراف چند الفاظ میں بھی کرتا تو وہ کھلے دل سے اس کا شکریہ ادا کرتے اور اپنے ساتھیوں سے اس کا ذکر خبر کرتے، جیسا کہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۰ء کے خط میں انہوں نے لکھا ہے :

”آپ کو اس خبر سے مستر ہو گی کہ ڈاکٹر محمد حسن (سہ ماہی شعری ادب) دہلی نے اپنے طویل مقالہ ”نئی غزل کی آہنگ شناسی“ میں پچھلے برس کی غزلیہ شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے اس مدد کے تین سرسبز غزل گریں (خورشید اور آفتاب) حسن، نعیم، حرمت الاکرام) میں شمار کیا ہے۔ ماہنامہ ”شب خون“ آباد میں نازش پر تاب گرامی کے مجبور غزلیات ”لیکچرین“ پر تبصرہ کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی نے مجھے جدید ذہن کے (تین) بابوں میں جگہ دی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں مقامات پر یہ ذکر ضمنی نہیں، تفصیلی ہے۔ بہر حال میری حقیر شاعری کا جائزہ اور اسی کے انفرادی معیار و آہنگ کی برکت ابھی پورے طور پر نہیں ہو سکی ہے۔ اس کا بڑا سبب میرے مجبور کلام کی عدم

اشاعت ہے۔“

خود میں نے بھی حرمت الاکرام کا ذکر اپنے بعض مضامین اور تعانیف میں کیا ہے جس کا انہوں نے کمال غلط فہمی سے اعتراف کیا۔ ۱۲ نومبر ۱۹۸۰ء کو انہوں نے لکھا : میں اس محبت کا مدد درج نمون ہوں کہ اب کوئی موقع آئے تو آپ مجھے ضرور

۱۰ اردو اور بنگالی کی پچھنے کی سرت حاصل ہوتی۔

اس تعریف میں میرے حوت الکرام کے چند شاگردوں مثلاً
عزیز ثریا محمد مند، جناب جذب آلوی، قطب شاہین اور نظام الدین
نظام کا ذکر کیا ہے۔ حوت نے اپنے خط میں (۱۰ نومبر ۱۹۳۸ء) اپنے
شاگردوں کا بھی ذکر کیا تاکہ اگر میری تعریف کا دوسرا ایڈیشن سامنے
آئے تو میں ضرور اضافہ و ترمیم کمر لوں۔ اس خط سے علم ہوتا ہے کہ بنگالہ کے
کوٹہ کوٹہ میں ان سے فیض اٹھانے والے موجود ہیں۔ انہوں نے لکھا،

”اردو اور بنگال“ میں رحمان حیاتہ اور عامل مدنی
کا بھی ذکر ہے۔ یہ دونوں میرے ہی حلقہ تلمذ میں
شامل ہیں۔ حشمت خلیف اور قاسم علی کے نام سے
جنا صاحب کا ذکر ہے اگر یہ ہنگی کے رہنے والے
ہیں تو قیاس غالب ہے کہ یہی حشمت نعیم ہیں اور
میرے ہی شاگرد ہیں۔ علاوہ ازیں ہنگی میں میرے
ایک اور شاگرد ہیں فیاض آہوز۔ ان کا کلام ”اجالہ“
میں اکثر چھپتا ہے۔ زبانی گنج (دھاکا) میں میرے
ایک شاگرد گلزار شاہ عرصے ہیں۔ کچھ نہیں



انیسویں صدی میں مغز غالب ہذا سال تک کلکتہ میں رہے
لیکن وہ تاخر کلکتہ کو چھوڑنے کے اور اس طویل سفر نے ان کے خیالات کو بیدار
کرتا تھا۔ ان کی شاعری اور نثر نگاری میں اس کے اثرات نمایاں ہیں۔ جدید
غالب میں غالب کے دل پر کلکتہ نے ایسا تیر چلایا تھا کہ وہ "ہم نے اپنے"
کرتے رہتے ہر مجبور اثر نے اور ان کے دل میں یہ فتنہ رہ گئی کہ اگر گھر باری
دموادی ان کے کاغذوں پر نہ آتی تو وہ تاحیات کلکتہ میں رہتے۔ غالب
نے کلکتہ سے لیا بھی اور کلکتہ کو جنگل کو با بھی ہے۔ چونکہ جنگل میں ان کے
کئی کم معرمان سے حاشہ ہونے سے حتیٰ کہ بیسویں صدی میں علامہ رفیع علی
وحشت کلکتوی بھی "غالب ثانی" ہونے پر غور کرتے رہے۔ اس طرح دوسرے
بیسویں صدی میں حوت "اکرام کلکتہ آئے اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے انہن نامور
ادوار کے کلکتہ تک رہے۔ پہلے جگر نکالیں، ان کی شاگردی میں موجود ہیں۔

ڈاک ٹرامپز مکھڑی

عام انسان کا استحصال جا رہی ہے۔ ناقص تغذیر کی وجہ سے ایک سو کروڑ لوگ مختلف بیماریوں کے شکار ہو رہے ہیں۔ تریاخذ کردہ لوگ جو کہ پیٹ ہی ہو جاتے ہیں۔ ایک ارب لوگ غیر انسانی طور پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ خود سے کی

غریب تر طبقہ کے لوگوں کو جلاوطن اور شیعہوں کے مادیات
اور کمیٹی باڑی کے آفات اور گھرنانے کے سامان کے لئے جنٹلمن

پراختصار کرنا چاہئے۔

اس لئے مغربی پٹانے کی اسکیم کو جنگوں کے تحفظ کے
پر دغلام سے جڑ دینا چاہئے۔ ہم لوگوں کے پاس عورتوں، نوجوانوں
طالب علموں، اکائیوں، محدودوں اور عوام کی اکثریت کی منظوری سے
جیسی کئی مہمیں چلا کر پوزیشن اور پناہیت پر آج جیسے لوہارے ہیں
ہم لوگوں کے پاس عوامی اصلاحات، آرمی کا ترقی یافتہ نظام اور ہنگامہ
نک لامر کوئی ادارہ جاتی پلاننگ کیٹیاں ہیں۔ اس پراختصار کے
ہم اپنی زندگی کی بقا کے لئے جدوجہد کو جاری رکھ سکتے ہیں۔
ہم جنگلات، آگ، لٹکتے ہیں اور شہروں، گاؤں، سرکاری
کے کنڈروں، مذہبی کے کنڈروں، اسکولوں، کالجوں، اسپتالوں، لائبریریوں،
پارکوں اور باغوں کے غیر استعمال شدہ زمینوں میں یا بنجر اور برباد
زمینوں میں شجر کاری کر سکتے ہیں، ہم جو پودہ لگاتے ہیں اس کا تحفظ
بھی ہمارے لئے ضروری ہے، ہر جنم لینے والے بچے کے لئے
ایک پودے کا اگنا ضروری ہے۔

اس سال کے لئے ہمارا نعرہ ہے۔ "خوراک کیلئے
جنگل۔ خوراک، اجلاؤں، مولیشیوں کے لئے چارے اور خاندان
کے لئے جنگل ذخیرہ ہے۔"

عظیم نومبر سوشلسٹ انقلاب کی ۵۰ ویں سالگرہ کے موقع پر لیٹن کے عہدہ کی گل پوشی

ہم نومبر کی صبح کو دم مہنگیش لیٹن کے عہدے کے سائے میں عظیم
نومبر سوشلسٹ انقلاب کی ۵۰ ویں سالگرہ منائی گئی۔ عظیم نومبر سوشلسٹ
انقلاب کے معمار لیٹن کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے بائیں محاذ کے
لیڈروں، مختلف سیاسی پارٹیوں، متحدہ عوامی اور ورکرز یونین تنظیموں کے
رہنماؤں اور کثیر التعداد عوام نے ان کے عہدہ کی گل پوشی کی۔ صبح ۹ بجے
مغربی جنگل کے وزیر اعلیٰ اور سی پی آئی (ایم) کے پارٹی بورو کے ممبر شری
جیونی باسو نے لیٹن کے عہدے کو پھولوں کا مار پٹا یا۔ سی پی آئی ایم کے
دیگر لیڈروں میں اسٹیٹ سیکریٹریٹ کے مہمان عبداللہ رسول، منور بھٹی
رائے، بھان بوس، اجدھادیب بھٹا چاریہ، اسین داس گپتا، چتر تو جیدار

لیدر اسٹیٹ کمیٹی کے مہمان مسینی مہتو، لکھی سین، کھودی رام بھٹا چاریہ،
اسٹیم داس گپتا، نارین سین، سبھاش چکرورتی، اسٹانی گھنگ، مہرین
گھوش، راج دے گوالا، الوک بھول، لکھی دے، محمد نظام الدین، جوہر
گپتا وغیرہ نے، سی پی آئی کی طرف سے کن کی بولک نے،
نادر دھاک کی طرف سے زلی بوس، انیل سکری اور پرستاداس گپتا
نے، آر ایس پی کی طرف سے جاتن جگجی اور سی بھٹا چاریہ نے اور آر سی
پی آئی کی طرف سے مناجات علی وغیرہ نے لیٹن کے عہدہ پر گل ہائے
عقیدت پیش کئے۔ ان کے علاوہ ڈپٹی میئر، میئر کونسل کے اراکین،
ہندو دیت یونین کے لیڈران، سودیت کاؤنسل جنرل اور سوشلسٹ
ملکوں کے سنارت خانوں کے زعماء وغیرہ نے بھی عہدہ پر عقیدت کے چول
چراہئے۔

دم مہنگیش لیٹن کا عہدہ

عظیم نومبر انقلاب زندہ باد

”تم سب جئے جئے کار کرو
تم سب جئے جئے کار کرو
ہمد نو کایہ پرچم بیساکھی طوفاں کے ساتھ لہراتا ہے
تم سب جئے جئے کار کرو“

حکومت مغربی بنگال

Chief Editor : Pritindra Krishna Bhattacharya, Editor Dharendra Dutta. Associate Editor Md. Azam. Asstt. Editor : Md. Mustaja Published by the Information & Cultural affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T. Printers. 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 048.





منقرنی بنگال

مدیر اعلیٰ : پرتمین پٹا صاحب
مدیر : دھرمندرانانہ دت
نائب مدیر : محمد اعظم
مدیر مسادن : محمد مصطفیٰ

شرح خودیاری

سالانہ تین دفعہ چمچے اس شمارے قیمت : ۱۲ پیسے
ترسیل زر کا پتہ :
پرنس شینجرا
شعبہ اطلاعات و ثقافت اور
حکومت مغربی بنگال
۲۳- آر، این، انگریزی روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

جلد نمبر ۳۲ * حجم کثیر ۳۵۰ * شمارہ نمبر ۲۲

ڈومینی کنو لاپتیر، کلکتہ اور ہونہ کے بستی باسیوں کی تقریروں کے اہم پیام خوشی کے شہر
ماترس ہنڈنکس، کلکتہ اور وزیر اعلیٰ سندھ کی جوتی باسیوں کی پیشکش کرتے ہیں۔

رنگارنگ تقریبیں سالٹ لیک اسٹیڈیم کا افتتاح

اس اسٹیڈیم کی تعمیر کا مقصد بنگال میں مختلف نوعیت کے مقابلوں کو فروغ دینا اور ملک کو کھیل کود کے میدان میں آگے لے جانا ہے۔
وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو

کا اہتمام کیا جائے گا؟

وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے ۲۰ تا ۲۷ نومبر ۱۹۸۷ء کو ہونے والے سالٹ (جنوبی ایشیائی فیڈریشن) گیمز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ سالٹ گیمز منظمی بنگال کے اسپورٹس شیلیاؤں کے لئے ایک تحفہ ہے، ان میں نہ صرف سات ملکوں کے سارے نو کھلاڑی حصہ لیں گے بلکہ دوستی اور بھائی چارگی کے جذبات کو فروغ دینے میں معاون و مددگار ثابت ہوں گے۔

وزیر اعلیٰ جیوتی باسو کے علاوہ مرکزی وزیر برائے اطلاعات و نشریات شری اجیت کمار پانچا، مرکزی وزیر تجارت شری پریم رجنی داس، منشی ارباستی وزیر اسپورٹس شری سبھاش چکرورتی اور میئر کلکتہ کارپوریشن کل باسو اور آل انڈیا فٹ بال فیڈریشن کے سکریٹری شری اشوک گھوش نے بھی تقریریں کیں۔

کھیل کود اور خدمات نوجوان کے وزیر شری سبھاش چکرورتی نے آخیں وزیر اعلیٰ مرکزی وزراء اور دو سکریٹری کا وکاشکرہ ادا کیا اور کہا کہ وہ ریاست میں مختلف کھیلوں کو ترقی دینے اور ان کے معیار کو اہلی کرنے کے لئے جہد و کوشش کریں گے۔ انہیں یقین ہے کہ عوام کے تعاون اور اشتراک عمل سے انہیں اپنے مقصد میں کامیاب حاصل ہوگی۔

اسٹیڈیم کی رنگارنگ تقریب کے بعد اسٹیڈیم اسپورٹس

حکومت منظمی بنگال، فیاض اداروں اور عوام کے تعاون اور اشتراک عمل سے اسپورٹس اور اسٹیڈیم سوسائٹی (ایس۔ ایس۔ ایس) نے دنیا کے نمبر ۱ سے بڑے اور حسین اسٹیڈیم کی تعمیر کا کام مکمل کر لیا ہے۔ منظمی بنگال کے عوام اور اسپورٹس شیلیاؤں کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہوئی۔ ستمبر ۱۲ نومبر ۱۹۸۷ء کی دوپہر کو منظمی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے ایک لاکھ سے زائد ناظرین کی موجودگی میں ایشیا کے عظیم ترین "سالٹ لیک اسٹیڈیم" (لو با بھارتی کیری رنگن) کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر رنگارنگ تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ افتتاحی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے کہا کہ اس اسٹیڈیم کی تعمیر کا مقصد بنگال میں مختلف نوعیت کے مقابلوں کو فروغ دینا اور ملک کو کھیل کود کے میدان میں آگے لے جانا ہے۔ بائیں محاذ حکومت ریاست میں اسپورٹس کی ترقی و ترویج کے لئے ٹھوس منصوبوں کو عملی شکل دے گی اور بنگال کے عوام کی امتیازوں کی ضمانت بنے گی۔

وزیر اعلیٰ نے اپنی تقریر میں یہ خواہش ظاہر کی کہ اسٹیڈیم کو باخلاف معروف میں لایا جائے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اس مقصد کے تحت ایک ٹھوس منصوبہ بنایا جائے گا جو یقیناً ریاست میں اسپورٹس کو فروغ دے گا اور بین الاقوامی مقابلوں میں ملک کو اچھی کارکردگی پیش کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ "مجھے یقین ہے کہ اسٹیڈیم میں زیادہ سے زیادہ قومی اور بین الاقوامی مقابلوں

یہ باہمی کرارگی اساتذہ ایک اسٹیم کلکتہ

کا جادو اب بھی فنی بال شیدا یوں کے ذہن و دل میں رہا ہے۔
اس خاموشی میں تقسیم ہوا ہمارے کھلاڑیوں نے تھوڑا تھوڑا کھیل
پیش کر کے اپنے ماضی کی یادوں کو پھر سے تازہ کر دیا۔ دوسرا خاموشی
بچہ ہندستان کا دو عظیم ٹیموں — موہن جگان اور ایسٹ بنگال کے
درمیان کھیل گیا۔ یہ میچ بڑا ہی اہم اور دلچسپ تھا۔ دونوں ٹیمیں
ایک دوسرے پر برتری حاصل کرنے میں کوشاں رہیں۔ اس طرح فنی بال کے
شیدا یوں کو ایک عمدہ اور میاری کھیل دیکھنے کو ملا۔ دونوں ٹیموں نے بڑا متحرک کھیل پیش
کیا۔ اس خاموشی میں موہن جگان نے ایک گول سے اپنی برتری حاصل کر لی۔

ہندستان کے دو بڑے بیکر یعنی موہن جگان اور ایسٹ
بنگال کے کھیلنے کے لئے ایک لاکھ سے زیادہ اسپورٹس شیدا آئی چورس
میں ورزش کے ساتھ بچہ تھے۔ فٹ بال سے لے کر اسٹیم کی
بھرتی اور دل کر۔ تماشائیوں کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور تماشائے
ہنے خواب کش منہ تعبیر ہونے والے کھیل بھولے نہ سہا رہے تھے۔
اسٹیم کھیل کا کچھ بعد ہوا تھا ایک لاکھ سے زائد تماشائیوں کی
جودگی میں دو خاموشی فٹ بال میچ کھیلے گئے۔ پہلا خاموشی بچہ ہندستان
سابق نامور کھلاڑیوں کے درمیان کھیل گیا جن کے سحرانگیز کھیل

انسان کی آرزو نے انسان کی جستجو نے
گرتی ہوئی زمیں کو آکاش میں اچھالا
وہ موڑا گیا ہے مشرق کی زندگی میں
ہر گام پر سویرا، ہر سونبا اُعبالا

مخدوم محی الدین

معیشت میں ہر اک سونگ فطرت ہے جہاں میں ہوں
اخوت ہے جہاں میں ہوں، سوویت ہے جہاں میں ہوں
مقام فرد بھی محفوظ ہے فوز جہاں میں !
نمایاں ہر طرف وحدت میں کثرت ہے جہاں میں ہوں
رداچ بربریت ہے، مذاہب کے تعصب میں
فغلے امن و صلح آدمیت ہے جہاں میں ہوں
(اقتباس)

حسرت موہانی

عظیم اکتوبر انقلاب عصری عالمی انقلابی سلسلہء عمل

ڈاکٹر یوری کرلسین

خود عبور تاریخ کا ایک دور ہے جو دراصل میں بنا ہوا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اکتوبر انقلاب کو معرکہ دیر سے جوڑنے والی کوئی ان انقلابوں کا سلسلہ نہیں ہے جو اپنے آپ رہتے ہیں اور ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ عالم گیر انقلابی سلسلہء عمل کی حرکیات دنیا کی انقلابی تشکیلات کی شکلوں اور طریقوں کی تراش خانہ کرتی ہے اور انہیں نئے سرے سے ڈھالتی ہے۔

آج، انسانی سماج نئی حقیقت کا سامنا کر رہا ہے۔ پہلے تو تکنیکی انقلاب ہے جس کے معنی ہیں سماج کی پیداوار طاقتوں کی انتہائی زبردست پیانے پر تشکیل نو۔

کارل مارکس نے پیداوار طاقتوں کی ترقی، اس قسم کی تشکیلات نو کے امکان کی پیش بینی کی تھی اور اس کو کیرنٹ سماج کے ساتھ جوڑا تھا۔ لیکن تشکیل نو جس کے لئے سوشلسٹ پیداواری تعلقات کی ضرورت ہے، ترقی یافتہ سرمایہ داری کے پس منظر ہی میں شروع ہو گیا ہے۔ یہ آئیں پر مبنی تکنیکیوں کے اطلاق میں، اعلیٰ معیار میں، مادی پیداوار کے دائرے سے ماست محنت کے اخراج میں، سماجی پیداوار کی اونچی سطح کی بین الاقوامیت کا رویہ میں دیکھا جا رہا ہے۔ سرمایہ داری نظام نئی تکنیکیوں کی ترقی میں سوشلزم سے باز می مار کر آگے نکل جاتے ہیں اس بات کی بھی کوشش کر رہا ہے کہ تکنیکی انقلاب کو اپنے خود غرض مفادات کا آرا کار اور احبابہ دار لے کے مفادات کا خدمت گزار بنائے اور اس طرح سرمایہ داری کے روزوں کو سہارا دے اور اس کی دہشتی ہوئی کشتی کو تیرتا رکھے۔

ایک سماجی نظام کی حیثیت سے، سرمایہ داری اپنے

جب پینڈو گراڈ کے مزدوروں، فوجیوں اور بحری سپاہیوں نے زار کے سردار کی فوج پر دھاوا بولی دیا تو یوں محسوس ہوا کہ اب سوشلسٹ انقلاب کی عالم گیر فتح زیادہ دنوں کی بات نہیں رہی۔ اس کے بعد کی باتیں میں اس کوڑا کا سماجی روپ بنیادی طور پر بدل چکا ہے لیکن اس عالم گیر فتح کی گمراہی اب تک نہیں آ پائی ہے۔ انسانی سماج کے اس دور سے جو جو روشنداد طبقاتی جدوجہدوں اور حوں آتشام جنگوں سے بھرا ہوا ہے، حقیقی انسان کی بنائی ہوئی تاریخ تک انقلابی سفر آج توقعات کے برعکس کہیں زیادہ طویل اور کہیں زیادہ پیچیدہ سلسلہء عمل سمجھا جا رہا ہے۔

عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب نے سرمایہ دارانہ نظام میں پہلا شگاف پیدا کیا، اس نے عالمی تاریخ میں ایک نئے رجحان کو جنم دیا۔ بیسویں صدی کے حقیقی سماجی تجربے نے بورژوازمائیزم نظریات کے ان الزاموں کو غلط ثابت کر دیا کہ یہ انقلاب ایک قومی استثناء اور تاریخی ارتداد کے قدرتی روشنی سے انحراف تھا۔ اس کے بعد سے کئی قوموں نے اس راستے کو اپنا لیا جیسے اکتوبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب روس نے روشن کیا تھا۔ سوشلزم آج ایک عالمی حقیقت بن چکا ہے اور اس نے مائیکرو انداز میں ثابت کر دیا ہے کہ انسانی سماج کے لئے اس نئی سمت میں پیش قدمی شروع کرنا بالکل قدرتی ہے۔

آج کے دور میں سماجی سرگرمی کی شکلیں انتہائی مختلف اور متنوع ہیں لیکن اس کا لب لباب، کہانی کا تانا بانا، جو اکتوبر انقلاب کو دور جدید سے جوڑتا ہے، سرمایہ داری کے عہد سے سوشلزم کی سمت عبور ہے۔

آپ کو نئے حالات میں ڈھانسنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ وہ ترقی کرتی ہے، اپنے آپ میں رد بدل کرتی ہے اور اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق بنا لیتی ہے۔ یہ کہنا جاسکتا ہے کہ آج سرمایہ داری تکنیکی انقلاب کا لہر پہ سوار ہو کر ابھرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ سرمایہ داروں کے علاوہ، نئی تکنیکی نوچیاں اور کثیر قومی، معاشی تعلقات کو ان تمامت پرست طاقتوں کا خدمت گزار بنادیا جائے جو محنت کش عوام کے سماجی اور جمہوری حقوق کے خلاف اپنے حملے کو واجبی ٹھہرانے اور سرمایہ دارانہ ملکوں کے اندر اور عالم گیر پیمانے پر سماجی انتقام لینے کے لئے تغذیہ کے فلسفے کا استعمال کرنا چاہتی ہیں۔ اس کے علاوہ، تکنیکی انقلاب کے معنی ہیں، معاشرے کے سماجی ڈھانچے میں دور رس تبدیلیوں اور اس میں مزدور طبقے کا سماجی ڈھانچہ بھی شامل ہے۔ اس کے روایتی دستوں — کان کنوں، گودی مزدوروں اور دھات ساز مزدوروں — کے علاوہ نئے دستے بھی ابھرتے جا رہے ہیں جن کا تعلق نئی تکنیکی نوچوں سے ہے۔ مزدور طبقے میں تقسیم عمل ہو رہا ہے جس کا مزدور اور کمیونسٹ تحریک کی حالت اور مسئلوں پر الگ الگ اثر پڑ رہا ہے اور اس کی ترقی میں کافی مشکلیں اور خامیاں پیدا ہو رہی ہیں۔

یہ بات دو ٹوک لفظوں میں کہی جانی چاہئے کہ سرمایہ داری کی تاریخ ترقی اس سماجی نظام کو ان تغذیوں سے نہیں نجات دلا سکتی جو اس کی سرشت اور ماہیت میں بہت گہری جڑیں پکڑے ہوئے ہیں۔ اب تو تکنیکی انقلاب ایک اور تضاد کو پروان چڑھا رہا ہے جسے جیسے وہ کسی بھی حل نہیں کر سکتا۔ یہ ان بے پناہ معیشتوں کے جو پیداوار قوتوں کی ترقی نے پیدا کر دیئے اور ان معیشتوں کو سرمایہ کے مغایہ استعمال کرنے کا نامابلیت کے درمیان جس کے ساتھ سرمایہ دارانہ اجارہ داروں کے خود غرضانہ مفادوں کی خاطر ان معیشتوں کو استعمال کرنے کی خواہش گہلی ملی ہے، تضاد ہے۔

سرمایہ داری کے تضادات اپنے آپ کو بڑھتی اور بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور افراط زر میں، مگر توڑ مہنگائی میں، نئی غریبی میں، معیشت کی عسکریت بندی میں، اجارہ داروں کے درمیان شدید رستہ کشی میں، سماجی طاقتوں کی رفاہیوں اور عالمی مسئلوں کی شگفتگی میں محسوس کر رہے ہیں۔

آج کی سرمایہ داری کے نئے اور پرانے تضادات بڑھتی جا رہے ہیں اور ان سبب سے مل کر سماج کی سوشلسٹ تشکیل لازمی بنا دی ہے۔ لیکن ترقی یافتہ سرمایہ دار ملک اس منزل کی سمت اس انداز میں آگے بڑھ رہے ہیں جو خاصی سے الگ ہے۔ آج انقلابی سلسلہ عمل میں خاص اور عام کی جدیدیات خود سرمایہ دار سماجوں میں اور پوری عالمی صورت حال میں کیفیتی تبدیلیوں کے اندر اپنے آپ کو آشکار کر رہی ہے۔ یہ سب چیزیں عالم گیر انقلابی سلسلہ عمل کے تئیں، اکثر انقلاب کے تاریخی تجربے کے ان پہلوؤں کو جو عام قدر رکھتے ہیں، جاننے اور تجزیے کے اور سوشلسٹ انقلابوں کی آپولوجی کے تئیں ایک ایسے رویے کی طلبگار ہیں جو تاریخی حیثیت سے واجبی اور حقیقت پسند ہو۔

اکتوبر سوشلسٹ انقلاب سوشلزم کی سمت پہلی پیش قدمی تھی اور اس وجہ سے، اس کی خصوصیت تھی، سماجی اور سیاسی طاقتوں کی انتہائی غیر معمولی صف بندی اور ٹکراؤ — لیکن نے کہا ہے — ہمیں اپنا انقلاب انتہائی مشکل حالات میں شروع کرنا پڑا — ایسے حالات میں جن کا سامنا دنیا میں بعد میں آنے والے مزدور انقلابوں کو نہیں کرنا پڑے گا۔ ان حالات نے انقلاب روس کو بے مثل بنا دیا۔

مشرقی یورپ کے ملکوں میں عمومی جمہوری انقلابات سرمایہ داری کے ارتقاء کے بعد کے مرحلے میں اور مشرقی بائیںزم کے غلبے سے اس علاقے کی آزادی کے پس منظر میں ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ان انقلابات کی بھی اپنی ایک خصوصیت ہے، مثلاً شدید ترقی کے خدوان کے اپنے مرحلے اور سرمایہ داری سے سوشلزم کی سمت عبور میں سیاسی مشکلوں کے تسلسل کے عناصر کا اونچا تناسب تھا۔ ان تمام چیزوں کے باعث ان انقلابوں کو اکتوبر انقلاب سے قدرتی طور پر مختلف قسم کے سوشلسٹ انقلاب کہا جاسکتا ہے۔ ایشیاء اور کرباب میں بھی سوشلسٹ انقلابات خود اپنی امتیازی خصوصیت رکھتے ہیں۔

آج ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں ایک اور قسم کے سوشلسٹ انقلاب کے لئے بنیادی شرطیں تشکیل پا رہی ہیں جس کی خصوصیت غالب سماجی تبدیلی کا کثیر مرحلہ جاتی سلسلہ عمل ہو گا۔ صنعتی حیثیت سے ترقی یافتہ ملکوں میں سرمایہ داروں کی نفی کے برخلاف زیادہ پائیدار اور سخت جاں ثابت ہوئی ہے، اس لئے

ان ملکوں میں مزدور طبقہ سرمایہ دارانہ سماجوں کے چوکھٹے کے اندر نسبتاً
 لمبے عرصے تک کے لئے جدوجہد کی سمتیں اور شکلیں تلاش کرنے کے مسئلے
 سے دوچار ہو گیا ہے۔ پھر بھی سوشلزم کی ضرورت کچھ کم شدید نہیں ہے۔ اس
 کے برعکس، جدید سرمایہ داری کی ترقی میں آگے کی سمت ہر قدم اس حقیقت
 کو نمایاں کرتا جا رہا ہے کہ نوع انسان کے لئے سوشلسٹ اسکان سے بہتر
 کوئی اور امکان نہیں ہے لیکن ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ ملکوں میں سوشلزم کی سمت عبور بالکل آگے بڑھا
 میں وقت ہوگا لیکن سرمایہ دارانہ دنیا میں عالمی انقلابی سلسلہ عمل آگے آگے ملکوں کے سرمایہ دارانہ سے باہر نکلا جائے گا۔
 سے آگے ہو کر سوشلسٹ نظام میں شامل ہو جانے کے ذریعے واضح ہیں
 ہوگا بلکہ اپنی ہی سرزمین پر سرمایہ داری پر رفتہ رفتہ غلبہ پانے کے ذریعہ
 نسبتاً طویل درمیانی مرحلوں کے ذریعہ واضح ہوگا جن میں سے ہر مرحلے کے
 دوران عبوری دور کے جمہوری مسئلے حل کئے جائیں گے۔

سرمایہ دارانہ قدامت پرست لبرل کے جمہوری متبادل کے فوری
 مرحلے کی پیش بینی کر سکتے ہیں۔ مزدور طبقے اور جمہوری طاقتوں کے سامنے
 فریضہ یہ ہے کہ سماجی رجعت پرستی کے مسئلے کو روکا جائے اور تکنیکی انقلاب
 کو ایک جمہوری اور غیر عسکریت پسند شکل دی جائے جو محنت کش عوام کے
 مفادوں سے میل کھاتی ہو۔ اس فوری متبادل کو عملی حاشہ پہنانے کے معنی
 اب تک بھی ریاستی اجارہ دار سرمایہ داری کی بیخ کنی نہیں ہیں۔ لیکن
 مزدور طبقے، درمیانی طبقوں اور عوامی جمہوری تحریکوں کے تعاون کے لئے ایک
 وسیع بیخ کے قیام کے ذریعہ سماجی رجعت پرستی پرست جنگناز
 طاقتوں کا راستہ روک سکتا ہے، انہیں اقتدار کے نظام میں کلیدی
 موقعوں سے بے دخل کر سکتا ہے اور اس سے سوشلسٹ اسکان
 کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیادہ فوری اور بنیادی مخالف اجارہ داری
 تبدیلی کا راستہ ہموار کر سکتا ہے۔

ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں سوشلسٹ انقلاب کے
 تین مخصوص رویہ اور اس کی سمت عبور انقلابی جدوجہد کی حکمت عملی اور تدبیریں
 کے انقلابوں کی سیاسی طاقتوں کی تشکیل، سماجی اور طبقاتی اتحادوں کے
 قیام، جمہوری پارٹیوں کے تقابلی، حکومت میں مزدور طبقے کے نمائندوں کی
 شرکت کے کئی سوالوں پر غور ڈالنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ ترقی یافتہ
 سرمایہ داری کے علاقے میں جو صورت حال پیدا ہوئی ہے، وہ اکتوبر
 انقلاب اور دوسرے فتنہ سوشلسٹ انقلابوں کے تجربے سے تخلیقی انداز

میں نمائندہ اٹھانے کی دعوت دیتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ تجربہ اپنی لازوال اہمیت برسرِ بار
 رکھتا ہے کیونکہ تمام ملکوں میں مزدور طبقے اور اس کے حلیفوں کو سرمایہ داری
 سے سوشلزم کی سمت عبور کے بعض مشترکہ مسئلوں سے نمٹنا پڑتا ہے۔ ان
 میں خاص طور پر مزدور طبقے اور اس کے حلیفوں کے اقتدار۔ سوشلسٹ
 طرز کے اقتدار۔ کا قیام، پیداواری تعلقات کی بنیادی اصلاح اور تشکیل
 انقلاب دشمن طاقتوں کی دست درازیوں کے خلاف انقلابی کامیابیوں
 کی مدافعت کے مسئلے بھی شامل ہیں۔ کسی ملک کی صورت حال کی اعتباری
 خصوصیات کچھ ہی کمزور ہوں، عالمی انقلابی سلسلہ عمل عام اور خاص کی
 بدلیات کا طابع ہوتا ہے جو عصر حاضر کے سماجی انقلاب کو تیز میں اتحاد
 کی حیثیت سے سمجھنے کی کچھ مہیا کر رہے ہیں۔

ترقی پذیر ملکوں میں سوشلسٹ تبدیلی کی سمت عبور اور جمہوری
 ہے۔ آج کی دنیا میں جو زیادہ سے زیادہ بین الاقوامی سانچے میں وضعی
 جا رہی ہے، ان میں سے اکثر و بیشتر ملک اپنے آپ کو بین الاقوامی معاشی
 اور سیاسی تعلقات کے نظام کے اندر مجبور پاتے ہیں جو ان کی ترقی پسند
 ترقی کے امکانات کو بکڑ دیتے ہیں۔ پس وجہ ہے کہ نوع آزادی کے کئی
 انقلابات ترک رہے ہیں بلکہ کچھ ملت رہے ہیں۔ آج زیادہ سے
 زیادہ شدت سے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ ان انقلابوں کا معاشی پروگرام
 نئے عالمی معاشی نظام کے قیام کی فوری ضرورت سے الجھ گیا ہے۔ آج
 اس نظام کا قیام تمام عالم ان نیت کی مشترکہ فکر سہی کا ایک بین الاقوامی
 مسئلہ بن گیا ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کے اہم مرکزوں میں جمہوری تبدیلی
 سے جڑا ہوا ہے۔

عصر سماجی انقلاب کے اصل دھارے میں اکثر و بیشتر
 نوآبادیوں اور محکوم ملکوں کی قوموں نے سیاسی آزادی حاصل کر لی ہے اور
 عالمی سیاست کے میدان میں ایک نیا کھڑا ہے۔ آزادی کا جذبہ جو عصر حاضر
 کی دونوں دواں ہے، عوامی میدان میں، طاقتوں کا نیا توازن اور حقیقی سوشلزم
 کی طرف سے مددگار چیز بن گیا ہے جو قوم کی اپنی ترقی کا سب سے بڑا خود آپ
 منتخب کرنے والی اور آزادی میں رہتی ہیں۔

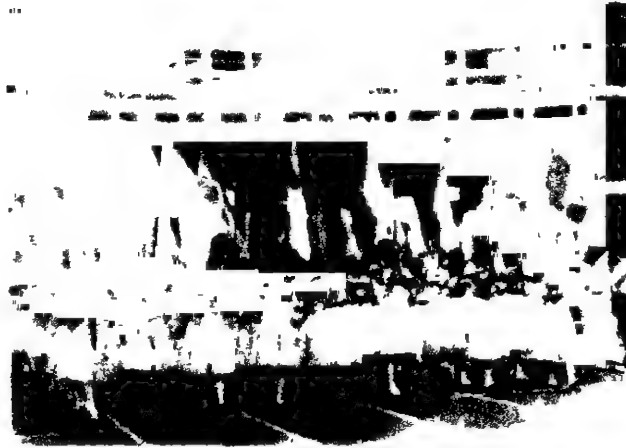
بر اکثر انقلابی مسائل۔ ان کے عہد کا ایک نظم، مہا بی ہے۔ لیکن یہ
 اب تک بھی تیسری دنیا کے مسئلے کا حل نہیں بن پاتا ہے۔ یہ مسئلہ ایک
 (باقی صفحہ پر)

کلکتہ میں منعقدہ سان گیس کے چند مناظر



۱۰۔ نومبر ۱۹۴۷ء کو سان گیس کی
افتتاحی تقریب کے موقع پر
سانٹ ایک اسٹیڈیم کا ایک
منظر۔

سان گیس کے افتتاح کے
موقع پر طالبات کا افتتاحی
مارچ پارڈ۔



عورتوں کے ۱۰۰ مدم میٹر کے ریلے
رہیں کہ ایک منظر۔ آگے سے دیرا
سنکھو (سری لنکا) اور اسی کے پیچھے
شائقیہ (برلن) (ہندوستان)۔



ریاستی حکومت کے وزیر کھیل کوہ
شری سبھاش چکرورتی ساٹھویں
کے دوران ساٹھویں ایکسپو
میں ہندستان کی فٹ بال ٹیم
کھلاڑیوں سے معاف کر کے
ہوئے۔

سان گیسٹ
بالنگ



عورتوں کے ۱۰۰ میٹر دوڑ میں کامیاب
۱۱۰ سالہ اولیٰ پی۔ ٹی۔ اوشا (ہندستان)
اسی کے دائیں دوئم شاسٹھا ابراہم (ہندستان)
اور بائیں سوم سمجھ پیرا (سرینگپور)۔

تصویری اثر: آجیت داس۔

کلکتہ میں منعقدہ گیمس ۱۹۸۷ء ساف گیمس

غالب نے تین سال قبل کلکتہ کا یوں ذکر کیا تھا
کلکتہ کا جو ذکر کب تو نے ہم نشین!
اک تیسرے میرے سینے پر مارا کہ اٹھ اٹھ
ہی بہت آج بھی کلکتہ پر صادق آتی ہے۔ اسکی ایک چوٹی سی
مثال حالیہ ساف گیمس ہے۔ یہ گیمس حال ہی میں کلکتہ میں ہوئے۔
اس موقع پر کلکتہ کی شاہراہوں کو خوبصورتی سے سجایا گیا۔ ۲۰ نومبر کو
سالٹ لیک اسٹیڈیم میں اس ساف گیمس کا افتتاح کیا گیا۔ اس دن سالٹ
لیک اسٹیڈیم کو پھول پتیوں اور مختلف رنگوں کی روشنی سے دلہن کی طرح
سجایا گیا تھا۔ وہاں تقریباً ایک لاکھ شہریوں کی موجودگی میں صدر جمہوریہ
ہند شری وینکٹ رائے نے تیسرے جنوبی ایشیائی فیڈریشن (یعنی ساف)
گیمس کا یہ کھتے ہوئے افتتاح کیا کہ:

”میں تیسرے ساف گیمس کا افتتاح کرتا ہوں جو کلکتہ میں
منعقد ہو رہا ہے۔“

صدر کے اس اعلان کے بعد لوگوں نے تالیاں بجائیں اور نعرہ
ہائے مسرت بلند کئے۔ اس کے ساتھ ہی اس اسٹیڈیم میں نصب کردہ
بکلی سے چلنے والے ایک بورڈ پر یہ الفاظ ابھرائے:

”ساتھ ہی کلکتہ سب کو خوش آمدید کہتا ہے۔ کلکتہ
کھیلوں کا شہر ہے، محبت اور دوستی کا شہر ہے، وہ آپ کے لئے
تقریبیں چھانے ہوئے ہے۔“

ساف گیمس کی رنگارنگ افتتاحی تقریب میں ساف گیمس
کی ایگزیکٹو کمیٹی کے چیئرمین وزیر اعلیٰ جی پی باسو نے اپنی تعارفی تقریر
میں کہا کہ ساف گیمس امن کا نقیب ہو گا۔ کھلاڑیوں کے درمیان دوستی،

بھائی چارگی اور محبت کے جذبے کو فروغ ہو گا۔ میں جنوب ایشیائی کے سات
ملکوں سے آئے ہوئے کھلاڑیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ کلکتہ اور بنگال
کے جبالے لوگ کھیل کود کے رسیا ہیں۔ آپ جب واپس آجائیں گے تو
اپنے دلوں میں حسین یادیں محفوظ کر لیں گے۔ دوستی اور محبت کی سوغات لے
کر جائیں گے۔ انڈین اولمپک ایسوسی ایشن کے نئے صدر ادتیان نے مختصر
تقریر میں ساف گیمس ۱۹۸۷ء کی کامیابی کی دعائیں مانگی اور ان کی درخواست
پر صدر وینکٹ رائے نے ساف گیمس کا افتتاح کیا۔ گورنر مغربی بنگال پرند
نرالکھن نے اس پر اظہار مسرت کیا کہ کلکتہ نے اتنے عظیم الشان کھیل کا
العقاد کیا ہے۔ کلکتہ کے رسایا ساف گیمس ۱۹۸۷ء کو کامیاب بنائیں
گے۔ امن کے جذبے کو بھی تقویت ملے گی۔ صدر کے ساف گیمس ۱۹۸۷ء
کا افتتاح کرنے کے ساتھ ساتھ امن کی سفید فاختائیں اڑائی گئیں۔ رنگ برنگ
خیارے اور بیلون آسمان کی جانب کئی جھنڈ میں پرواز کرنے لگے۔ یہ
بڑا دلفریب منظر تھا۔ سالٹ لیک اسٹیڈیم خوشی سے جھوم رہا تھا۔

اس کے بعد ساف گیمس میں حصہ لینے والے سات ملکوں یعنی
بنگلہ دیش، بھوٹان، مالدیپ، نیپال، پاکستان، سری لنکا اور سینیگال
ہندستان کے کھلاڑیوں نے مارچ پاسٹ میں حصہ لیا اور صدر کو سلامی دی۔
ہندستان کی دو ٹکی رانی پی۔ ٹی۔ اوشا نے تمام کھلاڑیوں کی طرف سے حلف
لیا۔ اس دن اسی اسٹیڈیم میں ایک خالص بنگالی بابو اور ان کی
تہذیب کی عکاسی کرنے والا بابو جو ساف گیمس کا مسکٹ تھا، انکے اور
دھرتی پنے تمام کھلاڑیوں کو سلام گورم تھا اور انہیں خوش آمدید کہہ
رہا تھا۔

افتتاحی تقریب کے آغاز سے کچھ پہلے نینا جی انڈور اسٹیڈیم

سے مفضل ساتھ ایک اسٹیڈیم میں ملائی گئی۔ ہندوستان کے ماہر ناز سابقہ اٹھلیٹ (رزم) لکھا سنگھ نے مشعل کی ادویہ ناز شروع جو انصاف راستہ طے کیا پھر شاٹ ہٹ چینی سہر آبادت کے حوالہ کی جو مشعل لئے اسٹیڈیم کے آخری سر پر پہنچی جہاں اس نے سابق اولمپک لڑائی کیپٹن لیل کلاؤس کو دیکھا جس سے یہاں طے کنارو کسٹرم پر گیا جہاں اس نے مشعل سے آگ جلوائی جو سات دنوں تک ایک اسٹیڈیم میں جلتی رہی۔

۱) طرح ۱۰۰ (۱۰۰) ریلے ریس میں ہندوستان آئل آیا۔ اس کا وقت ۳ منٹ
۲) ۶۵ (۶۵) سکینڈ تھا۔ پر بھی ایک نیا ریکارڈ ہے۔ ریزر مردوں کے لمبی دوڑ
(تقریباً ۲۰ میل) جسے مراغی دوڑ کہتے ہیں۔ نیپال کے بانی کو تھر منڈیر (وقت
۲ گھنٹے۔ ۱۵ منٹ ۳۱ سکینڈ) ۱۰۰ میل دوڑ میں پاکستان کے محمد رفیع نے
(وقت ۲۲ منٹ ۴۷ سکینڈ) ۵۰۰ میل دوڑ میں ہندوستان کے رفیوہ سنگھ
(۱۲ منٹ ۴۸-۳۲ سکینڈ) اور ۱۰۰ (۱۰۰) میل دوڑ میں پاکستان کی ٹیم
(۳ منٹ ۱۸-۱۱ سکینڈ) نے نئے ریکارڈس قائم کئے۔ اس طرح اور بھی بہت
سارے ریکارڈ قائم کئے گئے۔



وزیراعلیٰ شری جیوتی باسوا نے ۲۴ نومبر ۱۹۸۷ء کو
سارنیک ایک ایسے مقام پر منعقد کیا جہاں گیس کی امداد
تقریب کے موقع پر لاہوت کے مارچ پاسٹ کے سلائی
نیچے آئے۔ وزیر کی اس ہندوستانی اولیٰک
ایسوسی ایشن کے صدر سی اے ایس۔ اویٹان اور انیس
کلکتہ کارپوریشن کے عہدے داروں کی موجودگی کے ساتھ
ہو سکتی ہیں۔

عالم گیر نوعیت کا مسئلہ ہے جس کے لئے تمام انسانیت کی مت
کوششوں کی ضرورت ہے۔ اپنی ترقی کا راستہ اور شکل خود آپ منتخب
کرنے کا حق اور آزادی ایک ایسا سوال ہے جو سرکاری نظام کے ہاتھوں ترقی
پذیر ملکوں کے نواستعماری استعمال کے خلاف طویل اور صبر آزماتہ جدوجہد سے
ابھرا ہے۔

ہمارے دور کا اصلی جوہر ترقی پذیر قوموں کی سب سے زیادہ ترقی پسند
طاقتوں کو سوشلزم اپنالینے کی ترغیب دینا ہے لیکن ترقی پسند ترقی کے لئے
ایک طویل مدتی امکان کی حیثیت، جو مشکلوں اور تضادوں سے بھرا ہوا ہے
سوشلسٹ راستہ کے انتخاب کے بارے میں ایک حقیقت پسند رویہ ہونا
چاہئے۔ سوشلسٹ رجحان رکھنے والے ملکوں میں ترقی یافتہ سماجی دھچکے
ان کی متواتر ترقی میں سرمایہ دارانہ تعلقات کے فروغ کو روک دیتے ہوئے
اور سوشلسٹ معاشی طریقہ کو استعمال کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ
فائدہ مند اقدامات کے لئے حالات مہیا کرتے ہیں۔ بہر حال، تجربہ بتاتا
ہے کہ سوشلسٹ رجحان کو حقیقی حالات اور امکانات سے ناپا جانا چاہئے
اور اسے مسارات اور انصاف کے اصولوں کے مطابق بین الاقوامی معاشی
اور سیاسی تعلقات کے نظام کی تشکیل نہیں دینا چاہئے۔ تمام انقلابی لوگ
جمہوری طاقتوں کی بین الاقوامی یک جہتی کے ساتھ جوڑا جانا چاہئے۔

کے تین ایجنڈے: شانتی ابراہام سینی جو سف اور آئندہ شیشی کو دیا۔
نہروں ہندوستانی ٹیم کے نمائندہ تھے۔ اس موقع پر مشرقی زمبابواؤ نے مختصر
تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی حکومت اور ریاستی حکومت کی امداد اور تعاون
کے دور میں یہ گیس کامیابی کے ساتھ پائیدار تکمیل تک پہنچا۔ اس تقریب میں
وزیراعلیٰ شری جیوتی باسوا اور وزیر کھیل کو مشرقی سماجی چوکورنی بھی
موجود تھے۔

سات دفاتر۔ سات ملکوں کے کھلاڑیوں نے کھیل کو دلور
اسپورٹس میں حصہ لیا۔ ان شرکت پر دوسری ملکوں میں دوستی اور بھائی
جاگ کو فروغ دے گا۔ اختتامیہ جشن میں تعزیر کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔
اسٹیڈیم میں باؤن نے ہاتھ جوڑ کر سبوں کو الوداعی سلام کرنا شروع
کر دیا۔ اس کے بعد اسکولوں کی طالبات نے مختلف رنگوں کے علم کو
لہراتے ہوئے مارچ پاسٹ کیا۔ برودھن ضلع کے تقریباً ایک سو آدمی باسی
نوجوانوں نے لگ بھگ ناچ پیش کیا۔ اس کے بعد ہندوستانی ہوائی فوج کے آٹھ
سپاہی اورنگ کمانڈر جارج گوس کی سربراہی میں اڑتے ہوئے ہوائی
جہاز سے پیرامیٹرز کے ذریعہ اسٹیڈیم کے میدان میں اترے۔ فوجی
پرنسٹن فوجی موسیقی سے سامعین کو سرشار کیا۔ اس کے بعد پانچ
جھوڑے گئے۔ اس طرح پر جشنی پائیدار اختتام تک پہنچا۔

سلی گوڑی میں انفارمیشن سنٹر کا افتتاح

یکم نومبر سلی گوڑی کے عوام کے لئے انتہائی خوشی کا دن تھا کیونکہ اس دن وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے سلی گوڑی میں ایک انفارمیشن سنٹر (اطلاعاتی مرکز) کا افتتاح کیا۔ ہزاروں لوگوں نے سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر وزیر اعلیٰ کا خیر مقدم کیا۔ ریڈ کراس اور مختلف تنظیموں کے رنگین لباس میں ملبوس لڑکے اور لڑکیوں نے وزیر اعلیٰ کو رنگ برنگ کے پھیرے دکھا کر استقبال کیا۔ شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور کے وزیر انچارج شری بدھادیب بھٹا چاریہ نے اس موقع پر منعقدہ تقریب کی صدارت کی اور پہاڑی ترقیاتی امور کے وزیر برائے ریاست شری داوالامانے مہمان خصوصی کی حیثیت سے اس میں شرکت کی۔ وزیر خوراک و سد شری زمل بوس بھی تقریب میں شریک تھے۔ وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے اس مرکز کے اوڈیٹر ایم کو دینا بندھو پنچ 'کانام دیا۔ وزیر اعلیٰ نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ مشہور ڈرامہ نگار دینا بندھو امترانے سہ ماہی اور کچلے ہوئے عوام کے مفاد کے لئے جدوجہد کی تھی انہوں نے مزید کہا کہ انیسویں صدی کے مصلح رہنماؤں نے لوگوں کو سماجی برائیوں کی ظلمت سے نکالا۔ انہوں نے راجستھان میں ہونے والے سستی کے واقعہ پر جس میں ایک ۱۸ سالہ لڑکی کو زندہ جلا دیا گیا، اپنے گہرے مددے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انیسویں صدی کے احیاء نو کے رہنما کی حیثیت سے راجا رام موہن رائے اور دیاساگر نے یہ کو زندہ جلا دینے اور قبل از وقت شادی جیسے رسومات کے خلاف جنگ کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مغربی بنگال اس طرح کے واقعات سے پاک ہے۔ انہوں نے ان مختلف علیحدگی پسند تحریکوں سے جن میں جی این ایل ایف کی سرگرمیاں شامل ہیں، لوگوں کو چوکنا رہنے کی تلقین کی، جو ملک میں لوگوں کے اتحاد کو ختم کر دینے میں سرگرم مل ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ سلی گوڑی میں انفارمیشن سنٹر صحت مند ثقافتی ماحول تیار کر رہے ہیں منصوبہ بند خدمات انجام دے گا۔ وزیر اعلیٰ نے انفارمیشن سنٹر کے تعمیراتی کام سے منسلک تمام افراد کو ودی مبارکباد بھیج دی ہے۔ پہاڑی ترقیاتی امور کے وزیر شری داوالامانے اس طرح کے مرکز کے قیام کے لئے شعبہ اطلاعات

و ثقافتی امور کو مبارکباد کا سختی ٹھہرایا۔ انہوں نے کہا کہ پہاڑی لوگ جی این ایل ایف کی شرمندگی کی وجہ سے سلی گوڑی کے عوام کے ساتھ اس تعزیر کی خوشی میں شامل نہ ہو سکے۔

وزیر خوراک و سد شری زمل بوس نے سلی گوڑی میں انفارمیشن سنٹر ہونے پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ مرکز شمالی بنگال کے لوگوں کی ثقافت و روایات کو پورا کرے گا۔ شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور کے وزیر انچارج شری بدھادیب بھٹا چاریہ نے کہا کہ وہ اس تقریب کے موقع پر علاقے کے لوگوں کی خوشی میں برابر شریک ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں سلی گوڑی کے ٹاؤن ہال کو انفارمیشن سنٹر کی شکل دینے کے مراحل کی وضاحت کی۔ انہوں نے بائیں محاذ حکومت کی ثقافتی پالیسیوں کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور نے اپنی سرگرمیوں کو کلکتہ سے ریاست کے مختلف علاقوں میں لامر کو زبنا دینے کے پیش نظر سلی گوڑی میں اتنا خوبصورت مرکز قائم کیا ہے۔ انہوں نے کلکتہ کے ایک روزنامہ کی تنقید کی جس نے سلی گوڑی میں انفارمیشن سنٹر کے قیام کے لئے بائیں محاذ حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے اس سلسلے میں تعمیرات عامہ کے انجینئروں اور ملازمین کا کردار سے شکریہ ادا کیا۔ شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور کے سکریٹری شری دلپ بھٹا چاریہ نے اپنی استقبالیہ تقریر میں وزیر اعلیٰ کی شرکت کے لئے مدلی خوشی کا اظہار کیا۔ انہوں نے سلی گوڑی میں انفارمیشن سنٹر کی تشکیل میں سلی گوڑی کے عوام کو ان کے تعاون پر مبارکباد دی۔

شعبہ تعمیرات عامہ کے اسسٹنٹ انجینئر بلکیش گھون نے انفارمیشن سنٹر کی تعویروں پر مشتمل ایک البم وزیر اعلیٰ کو اور دوسرا وزیر شعبہ اطلاعات و ثقافتی امور کو پیش کیا۔

وزیر اعلیٰ نے انفارمیشن سنٹر میں ایک نمائش بعنوان 'ترقی کی ایک دہائی' کا افتتاح بھی کیا۔

سلی گوڑی کے انفارمیشن سنٹر میں ۸۷ نشستوں کا ایک آڈیٹریم ایک نمائش ہال ایک لائبریری مع مطالعہ گھر ہیں۔

عوامی تعطیلات ۱۹۸۸ء

حکومت مغربی بنگال نے سال ۱۹۹۸ء کے مندرجہ ذیل قانون کو عوامی تعلیمات کا دن قرار دیا ہے :

★★ بیتاجی کا جنم من اور شری پنچمی — ۲۳ جنوری، یوم جمہوریہ —
 ۲۶ جنوری، دل جا ۱۲ — ۲ مارچ، گدہ فرزندے — یکم اپریل، بنگلہ دیش
 سال کا پہلا دن — ۱۴ اپریل، عید الفطر — ۱۸ مئی، ★ بینک اکاؤنٹس
 کی نصف سال بندی — ۳۰ جون، عید الفی — ۲۵ جولائی، یوم آزادی
 — ۱۵ اگست، عرم — ۲۴ اگست، جنم اشٹمی — ۲ ستمبر، مہالایا —
 ۱ اکتوبر، ورگ پوجا، اسٹیمی، اسٹیمی نووی اور دسی — ۷ اکتوبر، ۲۰ اکتوبر
 شمش پوجا اور فاختہ دوازدم — ۲۲ اکتوبر، کالی پوجا — ۸ نومبر، گج ٹانگ
 کا جنم دن — ۲۳ نومبر، ★ بینک اکاؤنٹس کی سالانہ بندی — ۳۱ دسمبر

نوٹ: (الف) این۔ آئی اینٹ کے تحت آثارِ تھیل کے دن ہوتے ہیں۔
(ب) اگر مسلمانوں کا تہوار اس دن نہ ہو جس دن کا ذکر مذکورہ بالا
زہرست میں کیا گیا ہے تو مسلمان سرکاری ملازمین کو اعلان کر دہ دن کے ساتھ ساتھ
اس دن بھی شعیبہ جاتی چھٹی دی جائے گی جس دن وہ تہوار منائیں گے۔

(ج) چونکہ سال ۱۹۸۸ء میں یومِ ستی (کیم مئی) انگلینڈ میں منایا گیا
 منہم دن (۲۲ اکتوبر) اور کرسمس ڈے (۲۵ دسمبر) انوار کے دن ہیں اور جو
 این۔ آئی۔ ایکٹ کے تحت عوامی تعطیلات کے دن ہیں اس لئے انہیں
 عوامی تعطیلات کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

☆ ٹرینڈی لورڈ سب ٹرینڈی کے علاوہ دیگر سرکاری دفاتر ۳۰ جون اور ۳۱ دسمبر ۱۹۹۸ء کو جنہیں اس اعلان کے تحت عوامی تعطیلات کے دن قرار دئے گئے ہیں اکٹھے رہیں گے۔

☆☆ اس کا اطلاق ان سرکاری دفاتروں میں ہوگا جہاں ہر مہینے کے دوسرے اور چوتھے سنچر پوری تعطیل کوئی نہ ہوتے ہیں۔

سال ۱۹۸۸ء کے مندرجہ ذیل دونوں میں جنسین عوامی تعطیلات کا دن قرار نہیں دیا گیا ہے۔ کلکتہ کے رجسٹرار آف ایڈمرنسی اور اس سب ریونیو کے کلکتہ کے دفاتر کے علاوہ حکومت مغربی بنگال کے دیگر دفاتر بند رہیں گے۔

دھماکا ۲۱ اکتوبر اور ۲۲ اکتوبر

نوٹ: چونکہ ہندو نامہ کا حجم دن (۸ گھنٹہ) اور درگاپوجا ۲۲ گھنٹہ اور انوار کے دن ہیں اور جو این۔ آئی کے ایکٹ کے تحت عوامی تعطیلات کے دن ہیں اس لئے انہیں عوامی تعطیلات کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

☆ اس کا اطلاق ان سرکاری دفاتر میں ہو گا جہاں ہر مہینہ کے دو سہ اور چوتھے سہ روز کی تعطیل کے دن نہیں ہوتے۔

گورز کے اعلامیہ کے تحت سال ۱۹۸۸ء کے مندرجہ ذیل دونوں
مختلف فرقوں کے مہزین کے لئے شعبہ جاتی تعطیلات ہوں گی:

مہاجر جنتی (عرف میں مذہب والوں کی تھے) — ۳۱ مارچ
 شب برات (عرف مسلمانوں کے لئے) —
 ایسٹر سڈے (عرف عیسائیوں کے لئے) — ۲۲ اپریل
 بیسکھی (عرف سکھوں کے لئے) — تاریخ کا اعلان ہر
 میں کیا جائے گا

نوٹ: چونکہ بودھ پوزیٹایکیم مسیحی ۱۹۸۸ء (حرف بدعت والوں کے لئے) کو پڑھا ہے اور یہ اتوار کا دن ہے جو این۔ آئی۔ ایکٹ کے تحت عوامی تعطیل کا دن ہے اس لئے اسے شعبہ جاتی تعطیل کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔

گورنر کے کھنڈے کے ساتھ ایک سرکاری ملازم محدود تعطیلات کے دورِ جنرل
دنوں میں سے کوئی دن کی تعطیل سے حسبِ خواہ مستفیض ہو سکتا ہے :

نیا سال۔ یکم جنوری جمعہ، پوس منکرائتی۔ ۱۵ جنوری جمعہ اسکرات۔

۱۷ جنوری سنجر، گوردی داس کا جنم دن۔ ۲۲ فروری منگل، شیو مازی۔ ۲۶ فروری منگل، جلی بابا۔ ۲۸ مارچ جمعہ، رام نومی۔ ۲۶ مارچ سنجر، رتھ جاترا۔ ۱۵ جولائی جمعہ،

۱۰۔ کرک بندہ صی۔ ۴۷ اگست سنہ ۱۹۰۹ء فروری ۱۰ء، بحر اترید قریب میل۔ ۱۱۔ فروری جمعہ، راش بازار۔ ۲۲ نومبر ۱۹۰۹ء، بکریٹھو میل (عرف سیر بمون منٹا کیلئے)۔ ۱۲۔ فروری ۱۰ء،

۲۸ مارچ سوموار، مکینٹر کالونی بجا (عرفہ برسوم ضلع کیے) ۱۶ اپریل سنہوا رام کی ملی میلہ عرفہ مار

منظر کیلئے) ۱۰ جون بدھ خانہ سکا پر جا سید (عرف جلیبی گڑھا کیلئے) ۱۱ اگست جمعرات اپوز جاتارا (عرف منسلج محل کیلئے) ۱۲ تاریخ کا اعلان بدھ میں کیا جائیگا اپنڈھا میل (عرف مالہ منسلج کیلئے) ۱۳ تاریخ

کا اعلان کر دیا جاتے۔ اس کا اطلاق ان سرکار کے ماتر میں ہوگا جس طرح میں نے
دوسرے اور جو تھے سب پر تفصیل کو ان میں سے ہوتے۔ لوٹ: جو کو اسالی بستہ بچے تھا

۴۴ جنور کا مشورہ اعراف پر دیا ضعیف کیلئے انوار کھنڈ ہے اور جو زمین آبی ایک کھٹ کے تحت دھکیلی جاتی ہے۔ اس لئے اسے محدود تعظیم کی ضرورت میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔ (پریس نوٹ)



راج بھون کلکتہ میں ۱۴ نومبر ۱۹۷۷ء کو سائنسی مزاج کو فروغ دینے اور خود کفیل بننے کے لئے سائنسی مشاورتی
کمیٹی کے ممبروں کی مغربی بنگال کے گورنر پر دھیر زورالمن کے زیر صدارت ایک نشست میں ریاستی حکومت کے
وزیر اطلاعات و ثقافتی امور رشی بدھ لال سبھیٹا چاریہ تفسیر کرتے ہوئے

Chief Editor : Pitandra Krishna Bhattacharya Editor : Dharendra Dutta Associate Editor : Md
Azam Asstt Editor : Md Mustaj. Published by the Information & Cultural Affairs Dept. of
Govt of West Bengal and Printed by G R T Printers 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 048

میں نے یہ سب دیکھا
جو ملک میں ہوا ہے
افسوس ہے کہ اس میں



ہندو جمہوریہ ہندو شری ویکٹ مینی، ۲۰ نومبر ۱۹۴۷ء کو
نمبر ۳۵۸۱ ساف گیس کا افتتاح کرنے پر ہے۔

وزیر اعلیٰ سندھ جیوٹی باجوہ
۲۰ نومبر ۱۹۷۷ء کو
سانگھو کی گرفتاری
تقریب میں نقشہ پر
گرفتاری کے





مغربی بنگال

پندرہ روزہ

شرح خریداری

سالانہ، تین روپے * اس شمارے کی قیمت: بارہ پیسے

قریباً ذکر کا پتہ:

بلائی منیچر!

شعبہ اطلاعات، دفاتر اتحاد املاک، مغربی بنگال

۲۳- آرا، این، لکھنؤ روڈ - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

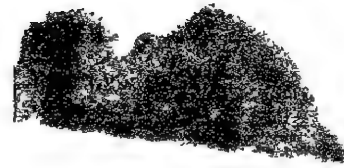
مدیر اعلیٰ : پربین بھٹا چاریہ

مدیر : دھرنند رائے

نائب مدیر : محمد اعظم

مدیر معاون : محمد مصطفیٰ

جلد نمبر ۲۳ * ۱۵ دسمبر ۱۹۸۷ء * شمارہ نمبر ۲۳



مال میں کلکتہ میں چھپائی گئی ہے۔ سالانہ ۱۵ روپے کے متن پر مبنی ایک سیمینار میں وزیر اطلاعات
دفاتر اتحاد املاک، لکھنؤ روڈ، این، آرا، ۲۳- کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

وزیر اعظم کے الزامات بے بنیاد ہیں

وزیر اعلیٰ شریک جیوتی باسو

۹۶ کروڑ روپے ریاستی حکومت کو دئے گئے حالانکہ وعدہ... اکر ڈیوٹے
کام کیا گیا تھا۔ انہوں نے مزید کہا کہ وزیر اعظم نے یہ سوال پیش کیا کہ کیوں
ریاستی حکومت پاٹ صنعت سے سلیس ٹیکس اٹھا نہیں لیتی۔ لیکن ہمارا
سوال یہ ہے کہ مرکز کیوں نہیں آبکاری کو اٹھاتا ہے۔ جلی پلٹل مالکوں
کے کہنے کے مطابق سلیس ٹیکس سے بہت ہی کم رقم بنی صرف ۲۰ کروڑ روپے
حاصل ہوئی ہے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ پاٹ صنعت کی جیت کاری کے لئے فراہم
کردہ فنڈ سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا اور اب تک صرف تین ٹون کی طرف
سے جیت کھڑی کے لئے درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا
کہ کسی بھی بند پاٹ مل کو دوبارہ کھولنے کے لئے مرکز نے اب تک کچھ نہیں کیا۔
اور ریاستی حکومت کے شعبہ محنت کی مداخلت کے بعد ہوا۔ وہ ۹ بند
پاٹ مل دوبارہ کھل گئے۔

وزیر اعلیٰ نے مزید کہا کہ ریاستی اسمبلی کے لئے انتخاب ہونے
کے آٹھ مہینے ہو چکے لیکن اب تک گلگت کے ہوائی اڈا میں ایک نیا طرین
ڈامس کی تعمیر جس کے سلیس میں وزیر اعظم نے وعدہ کیا تھا، کے لئے کچھ
عملی کام نہیں کیا گیا اور نہ ہی سلیس میں سکس سازی کے ایک نئے کارخانہ
کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا۔

وزیر اعظم کے اس الزام کا، کہ دو سہ ہٹلی بل کے تعمیری کام کی
تعمیر بہت سست ہے احوال دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ تعمیری فرم
بی۔ بی۔ جے نے اس پر ویکٹ کا ذمہ دار سمجھا لیا ہے اور یہ فرم مرکز کے
زیر اختیار ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر ایک مرکزی سلیس میں ہڑتال ہو
جائے تو اس میں ریاستی حکومت مداخلت نہیں کر سکتی اور اس تعمیری کام
کی رفتار ترقی سست ہو جاتی ہے۔ (باقی ۹ پر)

معزنی بنگال کی بائیں محاذ حکومت کے خلاف ناکار کو دگی اور
نااہل انتظامیہ کے الزامات عائد کئے گئے اور یہ الزامات کسی اور ریاستی
نہیں بلکہ ہذا خود وزیر اعظم شری راجو گاندھی نے عائد کئے۔ وزیر اعظم
نے گزشتہ ۱۶ نومبر کو فراہم یہ مسودہ ایک عام جلسہ میں حکومت معزنی
بنگال پر تنقید کی کہ یہ ریاستی حکومت اس ریاست میں مختلف ترسیلات
پر ویکٹوں کو مناسب طور پر پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام رہی ہے۔
ظاہر ہے کہ یہ الزامات بہت ہی گھمبیر ہیں اور اگر یہ صحیح ثابت
ہو تو ان کا لوگوں پر گہرا اثر پڑے گا۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ
شری جیوتی باسو نے گزشتہ ۱۸ نومبر کو راسٹر میں ہندوستانی میں اپنے
چیمبر میں رپورٹوں سے بات چیت کرتے ہوئے وزیر اعظم کے
الزامات کی جوابدہی کے حکومت معزنی بنگال کے خلاف عائد کئے گئے
نقطہ در نقطہ تردید کی۔

وزیر اعلیٰ نے کہا کہ معزنی بنگال کے عوام نے ان وعدوں کو، جو
وزیر اعظم نے اس ریاست میں انتخاب کے دوران کئے تھے، فراموش نہیں
کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ وزیر اعظم نے پھر ان وعدوں کو دہرایا اس
طرح انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ لوگوں پر یہ ظاہر کریں کہ مرکزی
حکومت معزنی بنگال کے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے غلطی کے ساتھ
اپنا جائزہ دہریوں کو نبھانے کے لئے تیار ہے جبکہ ریاستی حکومت ایسا کرنا
نہیں چاہتی ہے۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ان کی حکومت بے بس ہے کہ وزیر
اعظم نے عملی کام نہ کرے اور ریاستی حکومت کے خلاف بے بنیاد
الزامات عائد کرے۔

مثال پیش کرتے ہوئے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ وزیر اعظم کے کئے گئے
بہت سارے وعدے ابھی تک تشنہ تکمیل رہ گئے ہیں۔ اب تک صرف

مغربی بنگال میں امداد باہمی تحریک کی رفتار کی پیش گوئی ہے

بھارتی بھوشن منڈل

انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں امداد باہمی تحریک کی رفتار کے ساتھ ساتھ الفاظ کو آپریٹو (یعنی امداد باہمی) اب گھر گھر عام اور زبان زد ہو چکا ہے۔ اس ریاست میں اب تقریباً ۱۰ لاکھ خاندان امداد باہمی تحریک کے دائرہ عمل میں آ گئے ہیں۔ تمام ممبر شپ پر گرام کے تحت غیر مصفاغاتی لوگوں کو تقریباً ۲۰ لاکھ روپے دئے گئے اور اس طرح اس پروگرام نے تقریباً ۶۰ لاکھ خاندانوں کو آپریٹو سوسائٹیوں کے جبر جتنے میں مدد کی۔

کو آپریٹو سوسائٹیاں ایک بہت ہی اہم کام تھے یعنی زرعی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے کسانوں کو قرض فراہم کرتی ہیں۔ ۱۹۸۶-۸۷ میں تقریباً ۱۰ لاکھ کسانوں کے درمیان تقریباً ۵۲ کروڑ روپے تقسیم کئے گئے۔ مستفید ہونے والوں میں زیادہ تر افراد مالی لحاظ سے کمزور طبقے کے ہیں۔ نیز تقریباً ۲۰ لاکھ میٹرک ٹن کیمیاوی کھاد کو آپریٹو مارکنگ سوسائٹیوں اور دیہی پی۔ ایس۔ ایس۔ ایس نے تقسیم کیا۔ اس ریاست میں جتنی کھاد کی ضرورت ہوتی ہے کھاد کی مذکورہ مقدار اسکا ایک تہائی تھا۔ مصفاغاتی آبادی میں سرمایہ کاری کے لئے کو آپریٹو لینڈ ڈیولپمنٹ بنکوں سے ۸۶-۸۷ میں تقریباً ۱۱ کروڑ روپے ۲۱-۵۰ ملینوں کو بطور قرض فراہم کئے گئے۔ اسی پروگرام میں اسی گہری کے کام میں مشغول ... ۳۷ افراد کو تقریباً ۹۰ لاکھ روپے بطور قرض فراہم کئے گئے۔ پان اسکا ریاست کا ایک اہم زرعی فصل ہے اور اس کی کاشت کے لئے لینڈ ڈیولپمنٹ بنکوں سے ۸۶-۸۷ میں تقریباً ۹۰ لاکھ روپے بطور قرض پان لکھ کاشتکاروں کو فراہم کئے گئے۔

زرعی پیداوار میں اضافہ سے کو آپریٹو سوسائٹیوں کی مداخلت لازمی ہو جاتی ہے تاکہ کسانوں کو اچھی اور مناسب قیمتیں ملیں۔ اس میدان میں بھی ریاست کی کو آپریٹو مارکنگ سوسائٹیوں نے ۸۶-۸۷ میں ہندوستان کے پان کارپوریشن کے تحت تقریباً ۳۰ کروڑ روپے کے پائٹ کے ۵۰ لاکھ

لٹے خریدے گئے۔ ۳۵ کو آپریٹو ٹنڈا گھر میں جن میں ۳۶ لاکھ میٹرک ٹن اناج رکھنے کا سہولتیں فراہم ہیں۔ جب بازار میں آلو کی کثرت ہوگئی تھی تو اس وقت آلو کین ٹنڈا گھروں میں رکھا گیا تھا۔ نیز اسی طرح آٹھ اور یونٹیں 'مین کی مجموعی صلاحیت ۳۲ ہزار میٹرک ٹن ہوگئی' بہت جلد سی جانور دیہاتی۔ اس مہمات کے مصفاغاتی علاقوں میں گودامن کی کافی کمی ہے۔ این سی ڈی سی پروجیکٹ جیسے عالمی بینک نے امداد فراہم کی ہے، کے تحت کو آپریٹو سیکڑ میں بہت سارے گوداموں تعمیر کئے گئے۔ اس طرح اب تقریباً ۱۵۲۲ کو آپریٹو گوداموں میں ۱۰ لاکھ میٹرک ٹن زرعی اور دیگر غلوں کو حفاظت کے ساتھ رکھنے کی سہولتیں فراہم ہیں۔ آٹھ ۲ برسوں میں تقریباً ۳۰ گودام تعمیر کئے جائیں گے۔ ان میں ۱۰ لاکھ میٹرک ٹن اناج رکھنے کی سہولتیں فراہم ہوں گی۔ کو آپریٹو سیکڑ میں زرعی پیداوار کی پروسیجر کے لئے بھی پلانٹ قائم کئے گئے ہیں اور پائٹ لٹے تیار کرنے کے پلانٹس میں تقریباً ۴۰۰۰ میٹرک ٹن پائٹ کے لٹے تیار کئے جاتے ہیں۔ شہری علاقوں میں مکانات کی کمی ایک مسئلہ بن چکی ہے اور اس کمی کو دور کرنے کے لئے تقریباً ۱۹۳۰ فلیٹس، زیادہ تر متوسط درجہ اور پچھلے متوسط درجہ کے لوگوں کے لئے تعمیر کئے گئے۔

بنکوں کا پرسنل ہے کہ انہیں سال بھر کام ملتا رہے۔ اس دشواری کو دور کرنے کے لئے بنکوں کی ایک نیٹ ورک کو آپریٹو سوسائٹی قائم کی گئی ہے جس کے اب تقریباً ۲۰ لاکھ بنکر ممبر ہیں۔ ان کو آپریٹو کے تیار شدہ گئے کپڑوں کی فروخت سے ۱۲ کروڑ روپے حاصل ہوئے اور اس طرح اس کو آپریٹو کے دائرہ میں غریب بنکوں کو سال بھر کچھ نہ کچھ کام ملنا ہی ہے گا۔ کو آپریٹو سے تباہی بھی مستفید ہوئے۔ اس ریاست میں ۶۹ ہیں لے پی ایس جن جن کے تقریباً تمام ممبران تباہی میں ہیں اور اس نے تقریباً

۴۲ لاکھ روپے کی جنگلاتی پیداوار خریدی۔

سرکاری خبریں

شیام پوکھرا ضمنی انتخابات کیلئے مع تخریفات تعطیل

شیام پوکھرا اسمبلی حلقہ ۱۲۱ میں تاریخ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۶ء بروز اتوار ضمنی انتخاب ہونے والا ہے۔ اس سلسلہ میں ریاستی حکومت نے کل کارخانوں، دکانوں اور تجارتی اداروں کے مالکان سے گزارش کی ہے کہ وہ اس ضمنی انتخاب میں اپنے تمام ملازمین کو یکساں تفریق کے مذکورہ بالا دن ایک دن کی مع تخریفات اضافی تعطیل دینے کی منظوری دے دیں تاکہ مذکورہ بالا ملازمین اپنے حق رائے فہم زندگی کا استعمال حسب پروگرام کر سکیں۔

مغربی بنگال کے چار اضلاع میں پھیلے دامنی بخار کی روک تھام کے لئے عطیہ

ریاستی حکومت نے چار اضلاع میں پھیلے دامنی بخار کو جب ضرورت مزید پھیلنے سے روکنے کے سلسلہ میں فوکل اسپرے آپریشن متعلقہ صوبہ مال سے بہرہ آزمائی اور اس طرح کے دیگر کاموں کے لئے بانکوا، بیرہوم، مڈاپور اور دنیا کے جیف میڈیکل افسران کو ۸۰ ہزار روپے بطور عطیہ دینے کی منظوری دے دی ہے۔

دق کے مریضوں کو ان کے علاج و معالجہ کے لئے مفت بستروں کی فراہمی کے سلسلے میں عطیہ

ریاستی حکومت نے ہریالی بستر ۴ ہزار روپے کی خرچ پر خدمت کی حالت سے مادیات کے نئے نادر دق کے مریضوں کے علاج و معالجہ کے سلسلے میں ۱۰۰۰۰۰ روپے بطور عطیہ دیا ہے۔ مذکورہ رقم مذکورہ بالا شخص کے ہسپتال، جو رڈ، اکرا، پریش گرام، اسٹریٹ، اٹھارہ، میں واقع ہے کے مضمون کردہ ۱۰۰ بستروں کے احراجات کو پورا کرنے کے لئے دی گئی ہے۔

اس کے باوجود اب بھی اس ریاست میں امداد باہمی تحریک کو بہت دور چلنا ہے۔ سوسائٹیوں کے ممبروں، ان کے ملازمین اور ریاستی حکومت کے عزم و مصمم کے ساتھ کو آپریٹو سوسائٹیاں اپنے ممبروں کے مفاد کے لئے بہت ہی ٹھوس اور اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ ہمیں امداد باہمی تحریک کو سب سے پہلے نجلی سطح یعنی ایس کے پی ایس اور پرائمری سوسائٹیاں سے مستحکم بنانا ہے۔ اگر لوگ پی۔ ایس۔ ایس۔ ایس اور پرائمری سوسائٹیوں کو مستحکم نہ بنا سکیں تو ترقی پذیر نظریہ کے مطابق امداد باہمی تحریک پھل پھول نہیں سکتی ہے۔ اس لئے ہم لوگوں کو مغربی بنگال میں سات ہزار پرائمری سوسائٹیوں کے صحیح حالات سے واقف رہنا چاہئے۔ یہ تو امداد باہمی تحریک کے لئے بھی مساوی ثابت ہوگا۔ اگر ہم صرف مرکزی کو آپریٹو سوسائٹیوں کی طرف توجہ دیں تو اس سے امداد باہمی تحریک کو تقویت نہیں ملے گی۔ کو آپریٹو تحریک صرف انتہائی ذرائع سے مستحکم نہیں ہوگی، اس کے لئے سرگرم عمل لوگوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں امداد باہمی تحریک کے فروغ کے لئے ابا نڈار لوگوں کی مدد لینا چاہئے، خواہ ایسے لوگوں کا تعلق کسی پارٹی سے کون نہ ہو۔ احتیاطی موجد چار امداد باہمی تحریک کا ایک مینار ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایسے لوگوں کا ایک ساتھ مل بیٹھا بھی ضروری ہے۔ اگر ہم پرائمری سوسائٹیوں کے تمام ممبروں کے دلوں کو جوش و خروش سے پُر کر دیں تو اس سے امداد باہمی تحریک کو کافی فائدہ حاصل ہوگا۔ مزدوروں کی کو آپریٹو اور دیگر کو آپریٹو سوسائٹیاں غریب لوگوں اور مضامنی علاقوں کے لوگوں کا بے روزگاری کے مسئلہ کو کچھ حد تک حل کر سکتی ہیں اور ترقی پذیر نظریہ سے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں امداد باہمی تحریک کو پھیلا دیا جائے۔ ہم اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ امداد باہمی تحریک انتظامیہ کی مداخلت سے آزاد ہے۔ میں دعاگو ہوں کہ امداد باہمی تحریک زندہ و جاوید رہے۔

ایک شعر

فضایتیری مہ دیروں سے ہے ذرا آگے
قدم اٹھایہ مقام آسمان سے دور نہیں
اقبال

حالیہ سستی ایک المیہ ہے مگر موجودہ صدی میں مثال نہیں ملتی

راجیہ سب جہاں میں مارنومبر ۸۷ء کو سستی انسدادی بل ۱۹۸۷ء پر بحث کرتے ہوئے سی پی ائی کے ایم۔ پی مشری گرو داس داس گپتا نے کہا کہ یہ بڑی شرمناک کی بات ہے کہ راجستھان کے ایک گاؤں دیورالہ میں سستی کے نام پر ایک عورت کو زندہ جلا ڈالا گیا۔ مشری داس گپتا کی تقریر کا متنی اختصار کے ساتھ درج ذیل ہے:

نذات سے میرا سر جھک گیا ہے کیوں کہ ۱۵۰ سال قبل ملک کے وائسرائے لارڈ ڈنکن نے سستی کی رسم کو نافذ نہ کر دیا تھا اور آج سستی کے اسی المیہ سے میں دوبار ہونا پڑا۔ نذات سے میں سسٹنگوں میں کیوں کہ وہ تمام غڈ سے یا غڈوں کے گروہ جس نے اس قتل و ستم انجام کیا تھا سب کے سب مرد تھے۔ نذات سے میں سسٹنگوں میں کیوں کہ جس شخص نے منتر پڑھا جب اسے آگ پر ڈالا گیا، وہ بھی مرد ہے نذات سے میں سسٹنگوں میں کیوں کہ جس عورت کو زندہ جلا دیا گیا وہ مرد کی مردانگی کی شکار بن گئی۔ نذات سے میں سسٹنگوں میں کیوں کہ راجپوت مردوں نے جسے پورے سسٹنگوں پر کھلے عام پیر بدلتے ہوئے مطالبہ کیا کہ انہیں اپنی بیویوں کو جلائے کا حق دیا جائے۔ ہمارے قومی وقار کو خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔ اب اہم نقطہ یہ ہے کہ ہم اپنے وقار اور اخلاق کو بحال رکھیں گے یا تاریخ میں ہمارا نام عسبر مرد اور اجنگوں کی ایک گروہ کی حیثیت سے درج رہے گا۔

یہ دہ پ گھوڑ کون تھی؟ وہ اٹھارہ سال کی ایک عورت تھی اور کچھ مذہک پڑھی لکھی تھی۔ نقطہ یہ ہے کہ اس کے سوگ میں کسی نے اسے قسٹی نہیں دی اور نہ ہی کسی نے اس کے سامنے ایک مذہب مستقبل کی تصویر پیش کی۔ درحقیقت اسے مرنے پر اکایا گیا۔ حقیقت جو ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جیتی جاتی سے اچھل کر باہر نکلنے کی جین بار کششیں کیں۔ یہ تو دیوانے لوگ تھے جنہوں نے قسٹی مانا کی جتنی مہم غرور لگاتے ہوئے اسے آگ کی چٹائی میں ڈھکیل دیا۔ یہی وہ دیوانے لوگ ہیں

مجھے بہت ہی شرمناک احساس ہو رہا ہے کہ مجھ کو راجستھان کے ایک گاؤں دیورالہ میں جو ملک کے دارالسلطنت سے زیادہ دوری پر واقع نہیں ہے، ایک زندہ عورت کو جلا دینے کے حادثہ پر کھٹ و مباحثہ کرنے کا سوال اٹھنا پڑا۔

یہ واقعہ المیہ ہے جس کی جدید صدی میں مثال نہیں ملتی۔ اس نے قومی منہ پر کھاکر رکھ دیا، اس نے قومی احساسات میں پھلی پیدا کر دی اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ یہ عورت ذات نہیں اس کے وقار کی ہے، حرم کی گئی، بلکہ حقیقت ہندوستان کی بے حرمتی کی گئی ہے۔ ملک کے قومی وقار کو خدشہ لاحق ہو گیا ہے۔ یہاں میں یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ آج ملک کے سامنے یہ سوال اٹھ رہا ہے کہ کیا تہذیب پر قدامت پسندی عادی ہو جائیگی۔ آج ملک کے درپیش یہ سوال ہے کہ کیا حرم کو مذہبی حقوق میں عدم مداخلت کے بہانہ معاف کر دیا جائے گا۔ آج سوال یہی ہے کہ کیا جنگو یار مذہبی جنون کو روکا جائے گا یا نہیں۔ آج نقطہ یہ ہے کہ کیا مردوں کی مردانگی کو اس حق کو غصب کر نیکی اجازت دی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو جلا دے اور ان کے شہادت کیا جائے کہ وہ سب (عورتیں) اپنے اپنے خاوند کی وفادار ہیں۔ آج سوال یہ ہے کہ ریاست کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اس زمانہ کو بحال رکھنے تک ہی اپنے اقدامات کو محدود رکھے۔ آج سوال یہ ہے کہ کیا ریاستیں ان منہ انمن کو انجام دیں گی جنہیں ان کی دستور و ذمہ داریاں کہتے ہیں۔ آج سوال یہ ہے کہ کیا قومی سربراہوں میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ عزم معمم سے مذہبی قدامت پسندی متنازعہ دور رسائی کی دہشت پسند طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

جو مندروں کو جلاتے ہیں، مسجدوں پر حملہ کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے ایک نوجوان زندگی کو برباد کر دیا۔

۱۹۸۷ء کو دن کے وقت روپ کنوڑ کا قتل کیا گیا۔ نام نہاد چٹری جھٹو اس کے پندرہ دنوں کے بعد مٹایا گیا۔ اسی دوران دہلی کورٹ سے ایک حکم جاری کیا گیا اور ریاستی حکومت نے اس پر عمل نہیں کیا۔ وزیر اعلیٰ نے بینک دنوں کے بعد اپنی خاموشی توڑی۔ صرف دہلی سے اشارہ پانے کے بعد ہی چند لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ جب مسٹر جید مہرم بھائے دوڑے جسے پور پہنچ تو اس وقت راجپوت ٹھگ سڑکوں پر عکس نکالے ہوئے تھے۔ اس وقت ان لوگوں کو کیوں نہیں گرفتار کیا گیا؟ بعد میں ایک آرڈی نسی (ٹانڈن) نافذ کیا گیا۔ حکومت کو اسبلی کے ذریعہ ایک بل پاس کرنے کی ہمت نہیں ہوئی کہیں کہیں سخت خفا کہ ان کی پارٹی کے لوگ اس بل کے لئے ووٹ نہیں دیں گے اور اس طرح حکومت ٹوٹ جائے گی۔ اسی لئے ایک آرڈی نسی پاس کر دیا گیا۔ لیکن آرڈی نسی پاس کرنے کے بعد آرڈی نسی کے خلاف مظاہرے کا اجازت دی گئی۔ نہ تو اس مجمع کو غیر قانونی قرار دیا گیا اور نہ ہی اسے منتشر کیا گیا۔ اگر ہم لوگ مسٹر راجو کا مذہبی گھر پر حملہ کرتے تو نہ جانے ہیں پولیس کی کتنی گولیوں کا سکہ بھینا پڑتا۔ کم انکم اتنے اقدامات تو کئے ہی جاتے کہ ہم اس خاص موقع کے لئے دہلی کے عوام کو بیجا نہیں کر سکیں۔ مردوں نے جو راجستان کی حکومت کے سربراہوں، نائٹس کے طور پر ایک آرڈی نسی پاس کر دیا، لیکن اس پر عمل درآمد نہیں کیا۔ وہ راجپوت بہادروں کو بھونے سے ڈرتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کا اثر ان کے 'ہیلیٹ بکس فٹج' پر پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ حکومت نے کوآپ کی حکومت ناکام رہی اور حکومت نے مذہبی جنوں کی روک تھام کرنے سے انکار کر دیا۔ یہی کہانی سارے ملک کی ہے۔ حکومت اور مرکزی حکومت میں برسرِ اقتدار لوگوں نے تری پورہ میں مذہبی متعصب قدامت پسندوں سے صلہ کر لی۔ اتر پردیش میں برسرِ اقتدار لوگوں نے بھی مذہبی جنوں سے مصالحت کر لی۔ جب پنجاب میں بھٹہ والوں نے اپنا سہا ہوا تو اس وقت بھی حکومت نے مذہبی متعصب قدامت پسندوں سے مصالحت کر لی۔ جب ذیل سنگھ وزیر داخلہ تھے تو کیا اس وقت بھٹہ والوں نے اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ مل کر میننگی توار لئے یہاں نہیں آیا تھا لیکن ان میں سے کسی ایک شخص کے خلاف بھی کارروائی نہیں کی گئی۔ مصالحت کی ایک جیسی کہانی، دستبرداری کی ایک جیسی

کہانی، تاخیر انگیز چال پرسی کی ایک جیسی کہانی کو ایک بار پھر راجستان کی سرزمین پر دہرایا جا رہا ہے اور جس مغویت نے سہا ہوا ہے وہ نہ صرف بآئیں پارٹیوں کو، نہ صرف سیکولر پارٹیوں کو بلکہ سارے ملک کو نکل جاتے گی۔ مجھے خدشہ لاحق ہو گیا ہے کہ اس ملک میں دہلیوں کو جلاتے اور سستی میں جلاتے کے خوفناک حادثات کو حکومت ہلکے پھلکے دے رہی ہے۔ نقطہ یہ ہے کہ روپ کنوڑ کو گولی مار ڈال گیا۔ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے شادی میں اپنے ساتھ بہت سے گرانقدر سامان بھی لاتے تھے۔

وہ اپنے ساتھ ۲۰ گرام سونا، ۳۰۰۰۰ روپے، ۲۰ لاکھ ڈیپازٹ، ایک رنگین ٹی وی، اکٹھا پکڑنے کا سامان اور ایک ریفریجریٹر لاتی تھی۔ راجپوت تانڈن کے مطابق، ایک بوہ جس کا بچہ نہ ہوا ہو، ان تمام چیزوں کو واپس اپنے والدین کے پاس لے جاسکتی ہے۔ اس لئے صرف اس خزانہ پر قبضہ کرنے کے لئے روپ کنوڑ کو قتل کیا گیا۔ روپ کنوڑ کا خون کیا گیا۔ یہ نفع کے لئے قتل کا ایک مقدمہ ہے۔ یہ غیر قانونی طور پر دولت پر قبضہ کرنے کا ایک مقدمہ ہے۔ اس لئے اس کیس کا ایک کاروباری پہلو بھی ہے۔

آج دیوار لاکھوں میں جو خوشحالی نظر آ رہی ہے وہ نفع بخش سستی پر ہلکا نشاندہی کرتی ہے۔ ایک کیٹی ٹائم کی گئی، رضا کاروں کے دستے تیار کئے گئے، چند اکٹھا کرنے کا انتظام کیا گیا اور ایک مختصر مدت میں آپ کو یقین آئے یا نہ آئے، ۵۰ لاکھ روپے اکٹھا کر لئے گئے اور راجستان حکومت کے چیف سکریٹری کے مطابق اس رقم میں سے صرف ۱۵ لاکھ روپے بینک میں جمع کئے گئے، باقی روپے کہاں گئے۔ اس طرح آج کل سستا۔ برباہت ہی نفع بخش کاروبار بن چکا ہے۔

روپے بنائے جا رہے ہیں، لالچ کا نسخہ میٹاکی جا رہا ہے، عورتوں کی قربانی جا رہی ہے، اس کے لئے مذہب کو استعمال کیا جا رہا ہے اور ہماری عظیم حکومت اسی سوچ و چار میں مبتلا ہے کہ آیا یہ ریاستی یا مرکزی موضوع ہے، آیا یہ امن و امان کا مسئلہ ہے یا ساری قوم سے وابستہ مسئلہ ہے۔ راجستان کی حکومت ان مذہبی دیوانگی سے چشم پوشی کر رہی ہے اور دہلی میں حکومت اس بات کی تلاش میں معروف ہے کہ اس معاملہ میں اس کی کسی مددگ دستوری ذمہ داری ہے۔ یہی وہ اسم نقطہ ہے جہاں ملک میں مذہبی قدامت پرستی کی احیاء اور تھوڑا ہونے کا ہم وجہ پر مشید ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ راجستھان کی حکومت نے اپنے دستور کی اصلاحوں کو پس منظر رکھ کر ایسی حکومت کو جو اپنے دستور کے خلاف ہو کر آتی ہے، برسرِ اقتدار نہیں لائے گا۔ حق عام کے لئے دستور کو دفاع کرنا دستور کے تحت کئے گئے اقدامات کو نافذ کرنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ دستور میں درج تمام باتوں اور احکامات کو برسرِ اقتدار حکومتیں رو بہ عمل لائیں، مرکزی حکومت کی اخلاق و سیاسی اہمیت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اس ناچیز کی رائے یہ ہے کہ اس بات پر غور کیا جائے کہ ریاستی یا مرکزی موضوع ہے، بلکہ یہیں تو قانون کی اس بات کی کھلی اجازت دینی چاہئے کہ وہ اپنا کام کرے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کو نکال باہر کیا جائے جنہوں نے ان مذہبی دلیروں سے معاملت کر لی ہے، اس وزیرِ اعلیٰ کو نکال باہر کیا جائے جس نے ان مذہبی دلیروں کی قدامت پرستوں سے معاملت کر لی ہے، اس حکومت کو نکال باہر کیا جائے جو مرکزی حکومت کے مشورہ کو رو بہ عمل لانے سے انکار کرتی ہے اور جیسے مذہبی قدامت پرستوں کے سامنے خود کو لپکا رہا اور بے بسی محسوس کرتی ہے۔

اس سلسلے میں مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے کردار کا کافی اہمیت کے حامل ہیں۔ کیا ایک نیا قانون درحقیقت لازمی ہے؟ کیا سستی ہمیں ہندوستانی سماج میں عورتوں کے حقوق اور مقام کے وسیع سوال کی طرف لے جاتی ہے؟

راجستھان کی حکومت نے ایک آرڈی ننس جاری کر دیا۔ دیورال گاؤں میں سستی کے واقعہ سے وابستہ مجرموں کو سزا دینے کے لئے یہ آرڈی ننس بذاتِ خود غیر مرتکز ہے۔ اس لئے دیورال میں گرفتار کئے گئے لوگوں کو حکومت کے نافذ کردہ آرڈی ننس کی دفعات کے تحت سزا نہیں دی جاسکتی۔

اس آرڈی ننس کے خلاف مظاہرہ کرنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ اس کے معنی یہ ہے کہ آرڈی ننس کی تشکیل نہیں کی جا رہی ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔

اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ انہوں نے (عورتوں کے اور کے لئے مرکزی وزیرِ ریاست نے) نام ایک تار ارسال کیا تھا جس میں وزیرِ اعلیٰ سے کہا گیا تھا کہ ایسے اقدامات کریں کہ چنری ہاتھ منعقد ہو سکے۔ اگر میں غلطی پر نہ ہوں، میں نے اخبار میں ان کا بیان پڑھا۔

اس بیان کے معنی یہ ہیں کہ مرکزی کابینہ کے وزیر کے مشورہ و ہدایت اور درخواست کے باوجود راجستھان کی حکومت نے 'چنری' کی وحشیانہ تقریب کو روکنے میں نااہلی ثابت ہوئی یا روکنے کو تیار نہیں ہے۔ اس لئے یہ مکمل نااہلیت کا ایک سوال ہے، یہ مکمل بے سودگی کا ایک سوال ہے، یہ دستور کی خلاف ورزی کو برادر کرنے کا ایک سوال ہے۔

آج کی صبح کو مجھے راجستھان سے ایک خبر ملی ہے۔ ہمارے لوگوں اور لوگوں کو، جو سستی کے خلاف ہم چلا رہے ہیں کھلے عام دھمکیاں دی جا رہی ہیں اور اس کی بابت حکومت کو مطلع کر بھی دیا گیا ہے لیکن پولیس اس سلسلہ میں بالکل خاموش ہے۔ پولیس نے ان مذہبی دلیروں سے معاملت کر لی ہے اور اسی لئے وہ سستی کے خلاف ہم چلانے والے لوگوں کی حفاظت کرنے سے انکار کر رہی ہے۔

مسٹر جیدہرم (مرکزی وزیر) نے ان مذہبی قدامت پرستوں کے خلاف قوی ہم کے لئے بکار دی ہے۔ کیا مسٹر جیدہرم اور ان کی پارٹی اور حکومت مجھے یہ اطلاع فراہم کریں گی کہ راجستھان میں حکومت کا کردار کیا ہے؟ کیا آپ ان لوگوں کی، میرے کامریڈوں اور سکالپ آئی اے سی پی آئی ریم کے کامریڈوں کی، اور دیگر جمہوری اور سیکولر طاقتوں کی، جو سستی کے خلاف ہم چلا رہی ہیں، اہمیت افزائی اور حفاظت کرتے ہیں؟ لیکن آپ کی حکومت کی بے حسی تو معاملت کا ایک اہم ثبوت ہے۔

حکومت کی سستی اور بے حسیت اس کی شرکت کا ثبوت ہے۔ یہل تک کہ ہائی کورٹ کے حکم کو بھی رو بہ عمل نہیں لایا گیا۔

اگر یہ واقعہ مغربی بنگال میں رونما ہوتا تو اگر حکومت، جس کے سربراہ شہری جیتی باسو ہیں، ہائی کورٹ کے حکم کو رو بہ عمل لانے سے انکار کرتا یا رو بہ عمل لانے میں ناکام رہتی تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ کتنے احتجاجات کئے جاتے؟ اس لئے یہ سیاسی تفریق کا معاملہ ہے۔ حکومت ایک معاملہ کی معقولیت پر نہیں بلکہ سارے دارے کی بنیاد پر فیصلہ کرتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ریاست کی غفلت سیاسی معصیت سے پڑ ہے۔ حکومت ان لوگوں کے خلاف قدم اٹھانا نہیں چاہتی جو مذہبی جنون میں مبتلا ہیں۔ انتخاب فیصلہ کرنے کا ایک جز بن چکا ہے۔ یہ ایک المیہ ہے کہ دہلیوں کو بلاوا لے کر سوال پر بھی حکومت فیصلہ نہیں کر سکتی کیونکہ فیصلہ کرنے سے قبل وہ اس بات کا جائزہ لے لیتی ہے کہ اس کے فیصلہ کا اثر دلیروں پر کیا ہوگا؟ یہ

ایک سوال ہے، مشورہ نہیں بلکہ ایک پوچھنا ہے۔ کیوں راجستان اسمبلی کے ممبران جو آپ کی پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں اپنی نشستیں رکھوئیں، وجہ دستور سے ان کی رونا وادری ایک مذاق ہے۔ یہاں تک کہ حکومت کو اسمبلی کے کانگریس ممبروں سے ڈر لگتا ہے۔ اسی لئے اس نے اسمبلی کو ملتوی کر دیا اور اس طرح گھوم بچ کر ایک آرڈی منس جاری کر دیا۔ کیا میں مس گرہ بجادیاں کی باتوں کو دہرا سکتا ہوں؟ حکومت اس سے خوبیاں مانگ رہی ہے۔ وہ ادرے پور سے اسمبلی کے لئے منتخب ہوئیں۔ وہ پڑھی لکھی ہیں اور روشن خیال ہیں۔ آپ کی حکومت اور آپ کی پارٹی کی بابت انکی کیا رائے ہے؟ آپ فدا پارٹی کی سطح سے اوپر اٹھیں۔ آئیے چند لمحوں کے لئے ہم اپنی پارٹی کو فراموش کریں۔ آئیے ایک ملک کے شہری ہونے کے ناطے ہم سیدھی سیدھی بات کریں۔ بریس رپورٹ کے مطابق مس گرہ بجادیاں نے یہ کہا تھا کہ ہوائی کانگریس کمیٹی کا کو اسایاؤس کن ہے۔ آپ کی پارٹی کے کردار کی اس سے زیادہ کیا خدمت کی جا سکتی ہے؟

میں ایک اور بات بتانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک آئی اے ایس افسر نے ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی سے شادی کر کے بیلے نہیں لاکھ روپے کے جہیز کی مانگ کی۔ وہ دونوں سکسکاری دفاتر میں کام کرتے ہیں، اور اس بات کی امید کی جاتی ہے کہ حکومت عورتوں کے وقار اور عزت کا دفاع کرے گی۔

۱۰ البقیہ، و ذکر اعظم کے الزامات جے بنیاد....

سوال یہ ہے کہ کیا ایک نیا قانون ضروری ہے ؟ مجھے خوشی حاصل ہوئی ہے کہ عزت مآب وزیر مسٹر چید مہرم نے ایک نئے قانون کا یقین دلایا ہے ۔ درحقیقت میں نے بنیاد خود سستی کی رسم کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے اس ایران میں پرائیویٹ نمبر ۱۸ پیش کیا ۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ کیا راجستھان کی حکومت قانون کی غیر موجودگی میں کچھ نہ کر سکی ۔ مجھے یقین ہے کہ قانون تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۰۷ کے تحت سستی کے خلاف قانون کو روپوش لاکو محسبوں کو سزا دی جاسکتا ہے ۔ ملک کے اہم قانون دال مسٹر کرشنا ایتھر نے اپنے بیان میں یہی باتیں کہیں اس لئے ایک نئے قانون کا ہونا ضروری نہیں ہے ۔ یہ قانون کی بنیابی نہیں جس نے راجستھان کی حکومت کی روک تھام کی بلکہ یہ تو ارادہ کی کمی ہے جس نے راجستھان کی حکومت کو روک رکھا ۔

وزیر اعلیٰ نے 'مغربی بنگال میں قائم مرکزی یونٹوں کے ملازمین کو راضی اعداد و ذہینے کے لئے مرکز کے فیصلہ کی بھی تنقید کی'۔

کنول کے کھاری

تحریر: شن لی ترجمہ: ارشد مسعود ہاشمی

شن لی صوبہ ہبی کے مضافات میں ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوا تھا۔ وہیں اس نے تعلیم حاصل کی اور بیجنگ میں ایک کلرک ہوا۔ اس کی زندگی تب بڑی تنگ دستی میں گزرتی تھی۔ اس کے باوجود وہ نظمیں لکھتا اور مختلف اقسام کی سماجی تنقیدیں کرتا رہا۔ جاپانیوں کے حملے کے دوران شانگ ڈی - قہر - ہبی کے بنیادی علاقہ میں ایسے ایک مقام حاصل ہوا۔ پھر ۱۹۳۹ء میں وہ فی پنگ کوہ کے علاقہ میں منتقل کیا گیا۔ اسی دوران اس نے کہانیاں لکھنا شروع کیا۔ وہ بنان لوہ سون اکادمی بدلے فن کے شعبہ ادب میں بھی اس نے تعلیم حاصل کی اور ۱۹۴۳ء وہیں ملازمت اختیار کی۔ اس کی مشہور کہانی "کنول کھاڑی" اسی عہد میں لکھی گئی۔ _____ وہ ایک علاقائی اخبار کا مدیر بھی بنا۔ کمیونسٹوں کے لئے اس نے ادبی کام نوٹس بھی کی۔ ابھی وہ سماجی مادی کے ادارتی بورڈ سے منسلک ہے۔ _____ چینی باشندوں کے دل میں اپنی تحریر کے ذریعہ اس نے ایک اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ اس کی تحریروں میں چینی باشندوں کی جدوجہد کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی کہانیوں کا ہر کردار چین کی جدید نسل کے وجود سے ماخوذ لگتا ہے۔

میں جب کھاری میں پانی بڑھ جاتا ہے، لاتعداد ڈونگے اور کشتیاں چٹاپوں کو دور لے جاتے۔ حتیٰ کہ جلد ہی ملک کے ہر شہر، رستی اور قریہ میں یہ منقش ہوتی ہوئی خوبصورت چٹائیاں اپنا حسن بکھیرنے لگتیں۔

بابا بچان کی چٹائیاں بہترین ہوتی ہیں۔ یہ جلد زبان نہ عام تھا۔ معنی میں وہ جوان عورت چٹائی بن رہی تھی۔ وہ لمبے اور سفید رسل اور سینٹوں کے گٹھے پر بیٹھی تھی۔ اب لگتا تھا کہ وہ برف کی ٹکڑیوں کے ڈھیر یا ایک دو سرے میں گم ہوتے ہوئے بادلوں پر بیٹھی ہے۔ وہ دہکاس کی آنکھیں کھاری کی جانب اٹھ جاتیں، جہاں ایک دوسری سفید دنیا بسی تھی۔ کھاری میں ہلکی نیم شفاف دھند چھائی تھی، جہاں سے آتی ہوئی ہلکی ہوا میں کنول کی پتیوں کی خوشبو بسی تھی۔

دروازہ اب تک کھلا تھا۔ اس کا شوہر ابھی ملک واپس نہیں آیا تھا۔

اس کا شوہر کالی رات گئے گھر کو لوٹتا تھا۔ وہ ۲۶ برس کا جوان

چلے ۱۹۴۰ء کے موسم گرما کی ایک رات ہے۔ چاند طلوع ہو چکا ہے اور اس کی رود سیا کرینر انگائی کو مزہ کر رہی ہیں۔ دن میں بانٹے گئے سینٹ جن میں اب تک لوج اور نی باقی ہے، اچھائی بننے کے لئے رکھے ہیں۔ ایک عورت انگائی میں بیٹھی اپنی نازک انگلیوں سے سینٹ کی لابی ڈنڈوں کو گوندھ رہی ہے۔ نازک اور چلی لڑیں اس کی باہنوں میں لپکتی اور جھومتی ہیں۔

صوبہ ہبی کے درمیان بے اعلیٰ بایا بچان، پورے چین میں رسل اور سینٹ کی وجہ مشہور ہے۔ ان کی کاشت کئے رتوں میں ہوتی ہے، یا ان کی سالانہ شرح پیدائش کیا ہے، یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ جو میں جانتا ہوں وہ عورت یہ کہ ہر ریس جب سینٹ کے پھول ہلکی ہوا کے جھونکوں سے اڑنے لگتے ہیں اور پتیاں زرد ہو جاتی ہیں تب تمام فصل کاٹ لی جاتی ہے اور ان کے ٹپ بنا کر انہیں دور تک پہنچا دیا جاتا ہے جیسے رسلوں کی ایک عظیم دیوار بنادی گئی ہو۔ عورتیں مٹی میں، بالاخانوں پر چھتوں پر، میدانوں میں سنگ سنگ بیٹھ کر چٹائیاں بنیں، اسے بنگڑوں چاند اور برف جیسی سفید چٹائیاں بچان

تھا۔ اس کے پاؤں ننگے رہتے تھے۔ وہ ہمیشہ تنکوں کی ٹوپ، بے دماغ سفید قمیض اور ٹخنوں تک مڑا ہوا سیاہ پانچاسہ پہننا تھا۔ اس کا نام شوٹنگ تھا اور وہ قصبہ کے جاپانی مخالف گوریلاؤں کا صدر تھا۔ وہ کمپوسٹ پارٹی کا لیڈر بھی تھا۔ وہ شہر میں منعقد جلسہ میں شرکت کے لئے گیا تھا۔ جون ہی وہ واپس آیا اس کی بیوی مسکراتی ہوئی اسے دیکھ کر بولی۔

آج تمہیں اتنی دیر کیوں ہو گئی؟

وہ اسے کھانا پر دوسنے کے لئے کھڑی ہوتی۔ پر شوٹنگ دروازہ کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

اے۔ اس کے لئے پریشان مت ہو، میں کھا چکا ہوں۔ وہ واپس آدھا مٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ گئی۔ شوہر کے تھمتے اسے چہرے پر نظریں جاکر اس نے پوچھا

اور دوسکر کہاں ہیں؟

ابھی شہر میں ہی ہیں۔ بابا کیسے ہیں؟

سوئے ہیں۔

اور ٹریڈو؟

پورے منہ دادا کے ساتھ وہ ٹھیلیاں بکڑتا رہا۔ گھنٹوں پہلے بستر پر بھی۔ دوسکر واپس کیوں نہیں آتے؟

شوٹنگ تھقہ لگنے لگا

کیوں پریشان ہو تم؟

میں کل فوج میں شامل ہو جاؤں گا۔ وہ دھیرے سے بولا۔

دفعاً اس کی بیوی نے اپنے بازو کو جھٹکا۔ اس کی انگلی کی پوریں

کھانچ چبھ گئی تھیں۔ وہ خون کے بندوں کو چوسنے لگی۔

آج یہ جلسہ ضلعی ارکان نے منعقد کیا تھا۔ اب بہت جلد ہی انہوں نے کہا کہ جاپانی کچھ اور اڈوں کی تعمیر کریں گے۔ اگر انہوں نے تاگ کھڑے میں بنیاد بنانا چاہی۔ جو محض چند لمحوں کے اندر بڑھ رہے۔ تب ہماری حیثیت تبدیل ہو جائے گی۔ جلسہ میں فیصلہ کیا گیا کہ جاپانیوں کو روکنے کے لئے ایک بابر دی تنظیم بنائی جائے گی۔ میں پہلا رضا کار ہوں۔

اس کی بیوی نے سر جھکا لیا اور منمننا کر کہا

ہمیشہ دوسروں سے ایک قدم آگے، اوں پہنے نا!

میں اپنے گاؤں کے گوریلاؤں کا صدر ہوں اور عملاً ایک رکن بھی۔ اس لئے مجھے آگے رہنا ہی چاہئے۔ دوسکر سب بھی راضی تھی۔ ان میں گھرواپس جانے کی ہمت نہیں، اس خوف سے کہ کہیں ان کے گھر کے افراد انہیں واپس نہ جانے دیں۔ انہوں نے مجھے منتخب کیا کہ میں واپس آکر ان کے گھر کے حالات سے انہیں باخبر کروں۔ سبھی جھوٹ گئے۔ تم دوسروں کی بیویوں سے زیادہ ہوشیار ہو۔

اس کی بیوی خاموشی سے سنتی رہی

میں تمہیں روکوں گی نہیں۔ اس نے چند لمحوں بعد کہا۔

لیکن ہم سب کے متعلق کچھ سوچا ہے تم نے؟

شوٹنگ نے بابا کے گھر کے طرف اشارہ کیا اور اسے دھیرے سے بولنے کو کہا۔

تمہیں ہوشیار رہنا ہوگا، جیسی اب ہو، لیکن ہمارا گاؤں چھوٹا ہے اور ابھی سات جہان فوج میں شامل ہوں گے۔ ہم لوگ تمام ضرورتوں کے لئے دوسروں پر انحصار نہیں کر سکتے۔ تم تو ہمیشہ ہی میرے ذہن میں رہو گی۔ بابا بڑھے ہیں اور زیادہ ابھی اتنا بڑا نہیں کہ زیادہ کام کر سکے۔ اس کی بیوی نے حلق میں گول اٹکتا محسوس کیا۔ اس نے اپنی مسکینوں کو دبا لیا اور آنسوؤں کو پٹی گئی۔

تم تو جانتے ہو کہ ہمارا اثنا کیا ہے۔ بس یہی تو ہے۔ اس نے نرسل کے دھیرے کی طرف اشارہ کیا۔

شوٹنگ نے اسے تسلی دینی چاہی، لیکن وقت کم تھا اور جانے سے پہلے اسے بہت سارے کام بنانے تھے۔

تم نے میرے کاندھے پر ایک بوجھ ڈال دیا ہے ایسی صورت میں جبکہ میں دور جا رہا ہوں۔ جب ہم جاپانیوں کو نکال دیں گے اور میں گھر آؤں گا، میں بھر تم !

بابا کو یہ سب سمجھا دینے کی تاکید کرتے ہوئے وہ اٹھ گیا اور واپس آنے کا وعدہ کرتے ہوئے پڑوسیوں کے گھر کی جانب چلا گیا۔ مرغ کے بالگ دینے کے وقت تک وہ نہیں آیا۔ اس کی بیوی اب تک اس کے انتظار میں تھی میں ایک بت کی مانند بیٹھی تھی

میرے لئے کوئی ہدایت ۱۹ اس نے پوچھا

کچھ نہیں۔ واقعی کچھ نہیں اپنا دھیان رکھنا۔ جب میں دور

چلا جاؤں، ترقی کی جانب قدم بڑھاتی رہنا، خوب محنت کرنا اور پڑھنا
نکھنا بھی سیکھتی رہنا؟

ادھر، اور کچھ؟

وہ سب سے نیچے مت رہ جانا

ادھر، اور کچھ؟

جانی یا اور کوئی نہیں زندہ نہ پھڑپائے۔ اگر تم پھڑپائی جاؤ
جدوجہد کرنا، لڑائی کرنا، جب تک زندگی رہے۔ یہ وہ غافل باتیں
تھیں جسے اس نے کہا تھا اور جسے اس کی بیوی اُسوہا تے سنتی جاتی
تھی۔

جب اجالا پھیل گیا تو اس نے کپڑوں کا ایک نیا جوڑا، ایک نیا
تولید اور کپڑوں کے نئے جوتوں کا ایک جوڑا لے کر اس کا بندل بنایا۔ دوسری
بیویوں نے بھی شوٹنگ کے ذریعہ اپنے شوہروں کو بھیجنے کے لئے اسی
قسم کے بندل بنائے۔ سبھی افراد خاندان نے اسے دعا کی۔ اس کے
بابائے، جوڑ پاؤں کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھا، کہی۔

شوٹنگ، میرے بچے، تم صحیح کام کر رہے ہو، اس لئے
میں نہیں روکنے لگاؤں، پہلے ذہن کے ساتھ جانا کچھ تم کا پیشین گوئی میں
جگہ دینا۔ تمہارے بعد میں ہوں، تمہاری بیوی اور بیٹی کو دیکھنے کے
لئے۔ بالکل مت گھبرانا۔

درد موثر، جوان بوڑھے، سارا گھوڑوں اسے اوداع کہنے آمد
آیا۔ شوٹنگ نہ کرنا تے ہوئے انہیں دیکھا اور کشتی میں سوار ہو کر کنول
کھاٹنی کی لہروں کے سپارے دور ہوتا گیا۔ شوٹنگ کے جانے کے دو
دنوں کے بعد گاؤں کی چار جوان بیویاں اس کے گھر آئیں، وہ سب یہیں ہیں،
وہ اب تک نہیں گئے۔ میں انہیں واپس بلانا نہیں چاہتی۔ لیکن میں اسے
ایک گرم پوشاک دینا بھول گئی۔

مجھے اس سے کچھ اہم باتیں کہنی تھیں

شوٹنگ کی بیوی نے کہا۔

میں نے سنا ہے کہ جانی تاگ کاؤ میں اپنا اڈہ تعمیر کریں

گئے.....

ہمارے دماغ نے گاؤں کی مانند نہیں، خواہ ہم جتنی جلدی

جائیں۔

میں تو جانا چاہتی ہی نہیں، لیکن میری ساس کہتی ہے کہ مجھے
اس سے مل لینا چاہئے۔ آخر کسی کے لئے؟ میں یہی جانا چاہتی ہوں۔
پھر وہ خاموش ہو گئیں۔ وہ چاروں ایک گشتی میں سوار ہو کر تاگ کاؤ
گاؤں کی طرف روانہ ہو گئیں۔ انہیں وہاں اپنے شوہروں سے ملنے کی
اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ سب گاؤں کے اخیر میں ایک کے رشتہ دار کا
گھر گئیں۔

تم لوگوں نے دیر کر دی۔ انہیں کہا گیا۔ وہ کل سنا تک
یہیں تھے، لیکن رات کے کسی پھر وہ چلے گئے۔ کوئی نہیں جانتا، وہ
سب کہاں گئے۔ تم لوگوں کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے سنا
کہ شوٹنگ کو ان سب کا لیدر بنایا گیا ہے۔ وہ سب بہت پر خوش
تھے۔

شہ زندہ ہو کر، انہوہ چہرہ لئے عورتیں وہاں سے
واپس آ گئیں۔ یہ دوپہر کا وقت تھا۔ آسمان پر کہیں بھی بادل نہیں تھے
وصان کے کھیت اور چٹائی کن سے پر آگے نرسل اور کھاڑی کے پانی کی
لہریں اٹکی ہو اسے مست ہو کر رقص کر رہی تھیں۔ کھاڑی میں صرف
ایک کشتی ڈرونی نظر آ رہی تھی۔

ہر اسان اور افسردہ سبھی عورتیں اپنے اپنے دلوں میں اپنے شوہروں
کے لئے دعائیں مانگ رہی تھیں اور ان کی آنکھیں شرم سے جھکی تھیں۔
لیکن جوان افسردہ خواہ مرد ہوں یا عورت، مایوس کن طور پر رجائیت
پسند ہوتے ہیں اور عورتیں تو اپنی پریشانیوں کو جو لےنے میں مہارت
رکھتی ہیں۔ جلد ہی وہ سب سنبھل گئیں اور ہنسنی، مسکراتی ہوئی انہوں
نے گفتگو شروع کر دی۔ ظاہر ہے وہ کب تک خاموش رہیں۔

آخر وہ سب چلے ہی گئے!

مجھے یقین ہے، وہ سب اپنی زندگی کو سدا دینے میں
کوشاں ہیں۔ یہ ان کے لئے نئے برک کے جومار یا شادی سے زیادہ خوشی
کی بات ہے۔

وہ سب خوشی گھوڑوں کی مانند ہیں۔ وہ کسی ایک اسٹبل میں
بند ہیں قطعی ناممکن ہے۔

انہوہ۔ وہ سب بھاگ کھڑے ہوں گے۔

اسے مجھ سے سنو، جب میرا شوہر فوج میں بھرتی ہوا، اس نے

تو گھر کے متعلق کچھ سوچا ہی نہیں۔

ہاں یہ سچ ہے۔ کچھ جوان سپاہی ایک مرتبہ میرے گھر میں ٹھہرے۔ وہ سب طلوعِ سورج سے شام کے بعد تک گاتے بجاتے رہتے۔ ہم نے تو ویسی چل بھی نہیں کی۔ ایک دفعہ وہ سب روٹھے لگ رہے تھے۔ اچانک انہوں نے کیا کیا، ہمیں معلوم، تم سوچ بھی نہیں سکتی۔ انہوں نے ہمارے گھر کی دیوار پر سفید رنگ کے بہت سارے گھیرے بنا دیے۔ اور وہ ایک ایک کر کے اپنی بندھنوں سے اپنے گھروں کے اندر ڈالنے لگے۔ وہ سب اس وقت بھی نفرت سے دیکھتے۔

عورتیں آستہ آستہ چھو چلا رہی تھیں۔ پانی کی لہریں کشتی کے دونوں کناروں سے ٹکرا کر کھرتی جاتیں۔ ان میں سے ایک نے پانی پر تیرتے ہوئے آبی تار، بلوٹا کو ماتوں میں لے کر اسے ندی میں دور پھینک دیا۔

مجھے تعجب ہے وہ سب کہاں گئے۔

وہ زمین کے آخری حصے تک گیا ہوگا

دیکھو ایک کشتی!

وہ سب اپنی گردنوں کو گھما کر دور دیکھنے لگیں

کیوں؟ وہ سب جا پانی سپاہی لگتے ہیں، اوں۔ دیکھو،

ان کی پریشانی دیکھو۔

جلدی کرو۔

ان کے پیر تیزی سے حرکت کرنے لگے۔ وہ سب جلد جلد

مٹا رہے۔ پہنچتی پاتھریں، دفنائی کشتی ان کے پیچھے چلی آ رہی تھی۔

جا پانی بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔

پر خوش قسمتی تھی کہ بہ سب جوان بیویاں ندی اور کھاڑی کی آغوش

میں بی اور بڑھیں۔ ان کی کشتی ہوا کی مانند بڑھی جا رہی تھی۔ یہ ارٹھ والی

پھلی کی طرح پانی کی سطح سے ٹکرا کر ہواؤں میں اڑنے لگتی تھی۔ پہن سے

ای کشتی، ندی اور کھاڑی ان کے لئے کھنڈے کی مانند تھے۔ ان کے نازک

پیر چرچہ اور مشین کی طرح چوکھٹا رہے تھے۔

اگر دشمنوں نے ان کو آن لیا۔ وہ سب خود کو ندی کے حوالے

کر دیں گی۔

بڑی کشتی سرعت کے ساتھ ان کے نزدیک آتی جا رہی تھی۔

بقیہ سب جا پانی تھے۔ جوان عورتوں کے دانت بھینچے تھے۔ وہ اپنے وجود کو منہم ہونے سے بچا نہیں گی۔ چو پانی سے ٹکرا کر چھپا کے کی آوارہ بین پیدا کرتا ہوا گھومنا رہا۔

آں! کنول کھاڑی کا دانہ! یہ تو اپنی بڑی کشتی کے لئے بہت چھوٹا ہے۔ وہ تیزی سے کھاڑی کی طرف بڑھنے لگیں، جہاں تا حدِ نظر پہلے ہوئے کنول کی پتیاں سورج کی طرف منھ اٹھائے کھڑی تھیں اور یوں لگتا تھا کہ چاندی کی دیوار کھڑی ہو، حیرت کا منہ اس سبھی ان کی گلابی کلیاں ماریا بچیاں کی رکھوالی کر رہی تھیں۔

وہ تیزی سے کھاڑی کی طرف بڑھتی رہیں۔ جلد ہی ان کی چھوٹی کشتی کنول کے درمیان راستہ بنا رہی تھی۔ کچھ مرغابیاں اپنے پنکھ پھیلا کر نیچے چنچ کے ساتھ پانی کے سطح پر چھپا کے مارتے اڑ گئیں۔ دفعتاً گولیوں کی برجھاؤ کی آواز آئی۔

انہیں یقین ہو گیا کہ اب آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں۔ وہ جا پانی کے زرخ میں جھنسی چکی ہیں۔ وہ سب ایک ساتھ پانی میں کود گئیں لیکن اچانک محسوس ہوا کہ گولیوں کی برجھاؤ کا رخ کھاڑی سے ندی کی جانب تھا۔ وہ سب کشتی کا کنارہ پرکھ کر واپس اوپر آ گئیں۔ نزدیک ہی کنول کا ایک بڑے پتے کے نیچے انہیں ایک آدمی کا سر نظر آیا جس کا سارا جسم پانی میں تھا۔ یہ سر شنگ تھا۔ حاکم اور بائیں دیکھتے ہوئے ان سب نے اپنے شہرہ روں کو تلاش کیا۔ تو یہ جگہ تھی جہاں وہ سب تھے۔

اچھا ہے۔ پھڑی ہوئی اسٹیار کا ایک ہجوم! وہ ان کی کشتی میں بسکٹ کے بالے اچھال کر چھپنے لگا ہوا پانی کے اندر چلا گیا۔ کچھ دور جا کر اس نے پھر سر اٹھایا۔

کشتیاں ہنسا

ٹھیک ہے! تمہارا سفر بہ باد نہیں ہوا۔ اگر یہ نہ ہوا تو ہمارا گھٹت لگانا اتنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔ لیکن اب تم سب نے اپنا مشن پورا کر لیا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ تم جا کر اپنے بچوں کو سکھادو۔ ہاں کے حالات سنجیدہ تو ہیں مگر بڑے دلکش ہیں!

ان سب نے اپنی ٹرائیوں کو کشتیوں پر لا دیا اور جانے کو تیار ہو گئے۔ وہ پیر کے سورج کو جھلانی ہوئی کنولوں سے بچنے کے لئے ان سب نے اپنے سر دلوں کو کنول کے چوں سے ٹھک لیا۔ عورتوں نے پیچھے ہٹنے بندھن

کوبانی میں پھینک دیا۔ مردوں کی تین کشتیاں ندی پر چھائی ہوئی گرم دھند میں پھینکے گئے تیزی سے ندی کے جنوب مشرقی حصے کی طرف روانہ ہو گئیں۔

عورتوں نے ان کے ساتھ بڑھنے میں دیر نہیں کی۔ حالات کی تبدیلی نے ان کے دہشت زدہ دلوں کو پرسکون کر دیا تھا اور ان سب نے پھر ہنسنا اور باتیں کرنا شروع کر دیا۔
کماقم نے ایسا کبھی دیکھا۔ اتنی پریشانیوں کے باوجود یہ تکلیف دہ نہیں ہے۔

ایسا لگا کہ کم نے ان کے لئے اپنی شناخت کو گم کر دیا ہے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ زیادہ خوشیاں نہیں سمیٹ پائیں۔ وہ سب تہمتے لگے نہیں۔

ہمارے پاس رائفل نہیں۔ اگر ہوتی، ہم جاپانیوں کو کھڑکی میں داخل ہونے سے پہلے ہی سبن سکھا دیتیں۔

لیکن کنول کے پتوں سے ڈھکے مرد، ان کی طرف دھیان نہ دے کر دشمن کو اپنی بند قون کا نشانہ بنائے ہوئے تھے۔ زلزلہ اسٹ کی آواز سے کھڑکی گونج رہی تھی۔ چار پانچ بار بار مارنے کے بعد ان سب کے ہاتھ گول پھینکنا شروع ہو گئے۔ اور ساتھ ہی وہ آگے بڑھتے رہے۔ ہتھ گولوں نے دشمن کی کشتی کو برباد کر ڈالا۔ اب وہاں صرف آگ کے شعلے اور دھواں نظر آ رہے تھے۔ خوشی سے چیخنے ہوئے ان سب نے اپنی ٹرائیوں کو اٹھ کر کشتی میں چھپنا شروع کر دیا۔ وہ سب نچلیوں کی طرح پانی میں غوطہ کھانے لگے۔ وہ دشمن کے اسٹوں اور دیگر غارتاب ہونے ہوئے

ساز و سامان جمع کرنے کے لئے جلتی ہوئی کشتی کی طرف بڑھنے لگے، ہری طرح شرابور عورتیں اپنی کشتی میں سوار ہو چکی تھیں۔

بسکٹ کے ایک بڑے ڈبے کو ایک ہاتھ میں اٹھا کر دوسرے ہاتھ سے چوچلاتے ہوئے شوٹنگ عورتوں کی طرف مرکوز ہو گیا۔

چلو، تم سب جلدی بڑھو

انہوں نے تیزی سے چوچلانا شروع کر دیا۔ وہ سب کیس کر سکتی ہیں؟ ایک شخص ان کی کشتی کے آگے سے نکلا جہاں ان کے سامنے آیا۔ صرف شوٹنگ کی بیوی لے پھان سکی۔ وہ ضعیف بارودی

تفخیم کو کچلنا تھا۔ اپنے چہرے سے پانی صاف کرتے ہوئے اس نے کہا۔

تم بیان سب کیا کر رہی ہو؟

شوٹنگ کی بیوی نے جواب دیا

ہم ان سب کو لباس دینے آئیں تھیں

کچن ان شوٹنگ کی طرف مڑا

کیا یہ سب تمہارے گاؤں کی ہیں؟

اچھا!! آخر کار میں نے جگہ دیکھ لی۔ اس کے لئے واقعی

اتنا حیرت انگیز کیا ہے؟ جب تک ہوش قائم رہے کوئی بھی شخص زخمی نہیں ہوتا سکتا۔

جب کوئی کشتی ڈوبتی ہے تو میں اس میں رکھے سامان کو

نکالنے کے لئے غوطہ کھا سکتا ہوں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں، میں ان

میں سے بہترین تیراک ہوں۔ میں ان سے زیادہ گہرائی تک جا سکتا ہوں۔

جب ہم واپس جانے لگیں اس سے قبل بیان ایک اکائی تعمیر

کریں گے، انہیں خرم سب دھارہ اس گاؤں کو نہیں چھوڑ پائیں گے۔

وہ لمحہ جب ہماری بیوی کرتے ہوئے انہوں نے فوج میں شمولیت

حاصل کی۔

خزاں میں ان سب نے رائفل چلانا سیکھا۔ جب برف میں

مچھلیاں پکڑنے کا موسم سر آیا۔ وہ سب برف کی گاڑی پر سناٹا ہوئی

ادھر سے ادھر جاتیں۔ اور گاؤں کی رکھوالی کرتیں۔ جب دشمن نے پھر ان پر

حملہ کیا، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

پر چڑھ گئے، ان سب نے فوج کے ساتھ مل کر کام کیا۔ وہ نڈر ہو کر کھڑکی

شمالی ۲۴ مارچ ۱۹۸۸ء کی مارٹن موفونی کا آرڈر

۲۴ مارچ کے ضلع حکام نے یہ اعلان کیا ہے کہ گنگا اکیشن

پہن کے تحت ۱۹ دسمبر ۱۹۸۸ء سے ۱۵ مارچ ۱۹۸۹ء کے دوران نیم قدرہ

کو اسنگ سے نیو کوڈ روڈ تک اور ۱۵ مارچ ۱۹۸۹ء سے ۳۱ مارچ

۱۹۸۹ء کے دوران نیو کوڈ روڈ سے جگتال فیر کی گھاٹ تک تمام گاڑیوں

کی نقل و حرکت موقوف رہے گی۔

۱۹۸۹ء کے دوران نیو کوڈ روڈ سے جگتال فیر کی گھاٹ تک تمام گاڑیوں

کی نقل و حرکت موقوف رہے گی۔

۱۹۸۹ء کے دوران نیو کوڈ روڈ سے جگتال فیر کی گھاٹ تک تمام گاڑیوں

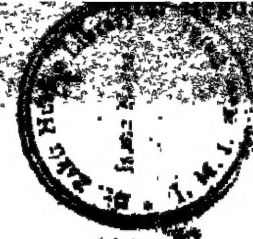
کی نقل و حرکت موقوف رہے گی۔



گھٹال 'مناپرویں' حال ہی میں منعقدہ ایک ثقافتی ادارہ کے تحت ایک تقریب میں علامہ اقبال فنکار

Chief Editor . Pritendra Krishna Bhattacharya, Editor : Dharendra Dutta. Associate Editor Md. Azam. Asstt. Editor . Md. Mustafa, Published by the Information & Cultural affairs Dept. of Govt. of West Bengal and Printed by G. R. T. Printers. 25, Panchanantala Road, Calcutta-700 043.

15 December, 1987



دہلی میں ۱۳ نومبر سے ۲۹ نومبر ۱۹۸۷ء تک منعقدہ بین الاقوامی جماعتی مسلم مغربی بحال پریسین

